رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ على الناس على مكث ونزلناہ تنزيلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر افضیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشد یا بادی * و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد و مبادی * و لہٰذا تلافیاً للنقص المزبور * صحیفۂ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج مشہور

مسمّیٰ بہ

الہادی

نمبر ۱	بابت جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۵ھ	جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب ہادی و مذکر ست در ہر مجلس نادی

و ممکن ست برائے ہر جائع و صادی * بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

وحل الانتباہات و کلید مثنوی و تشرف کہ اکثر آں مستفاد ست از درگاہ ارشادی

یعنی خانقاہ اشرفی امدادی * بادارۂ محمد عثمان عامی * در ہر ماہ اسلامی

در مطبع محبوب المطابع الکٹرک پریس دہلی مطبوع گردید

از کتب خانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی [illegible]

لہ ۱۲ تفسیر انعام ماخوذ من الحدیث اقض بیننا بکتاب اللہ یعنی بالحکم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت جمادی الاول ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامت محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

صفحہ	صاحب مضمون	فن	مضمون	نمبر
۱	مولانا مولوی محمد اسحق صاحب سلمہ	حدیث	التادیب التہذیب ترجمہ ترغیب ترہیب	۱
۹	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	وعظ	تسہیل المواعظ	۲
۱۹	مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب	کلام	حل الاشتباہات	۳
۲۷	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	تصوف	کلید مثنوی	۴
۳۵	.... ایضاً	حدیث	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	۵
۳۹	مولوی حبیب احمد صاحب منشی حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	تصوف وسیر	امیر الروایات فی تہذیب الحکایات	۶
×	.... ×	×	خریداران الہادی کیواسطے رعایتی فہرست	۷

اصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعین

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کسی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائٹیل کے ۸ ہانی جزسے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جانا ممکن ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنہ ہے۔

(۴) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں سالانہ وی پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جاتے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمتین کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتداء سے خریدار سمجھے جائیں گے۔ اور اگر الہادی کی جلد اوّل و دوم درکار ہو طلب فرماوین مگر ہر ایک قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

کو جوار رحمت مین جگہ عطا فرماوین اور پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشین آمین۔

بخشاتے ہیں اور جس نے یہی کلمات مغرب کے وقت بعد نماز کے پڑھے اسکے ساتھ بھی اسی
کے مثل کیا جاتا ہے صبح تک اسکو امام احمد نسائی اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت
کیا ہے اور الفاظ ابن حبان کے ہیں اور اُنکی ایک روایت میں ہے کہ اسکے واسطے برابر
دس غلاموں کے آزاد کرنے کے ہوجاتے ہیں۔

اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی نماز سے فارغ ہوتے وقت دس مرتبہ

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیر

پڑھا اسکو سات چیزیں ملتی ہیں اللہ تعالےٰ اسکی دس نیکیاں لکھدیتے ہیں اور ان کلمات
کی وجہ سے اُسکی دس برائیاں مٹادی جاتی ہیں اور اسی کی وجہ سے دس درجہ بلند ہوجاتے
ہیں اور یہ کلمات اُسکے لئے برابر دس غلاموں کے ہوجاتے ہیں اور یہ ہی کلمات اسکے
لئے شیطان سے محافظ اور ہر مکروہ سے حفاظت ہوجاتے ہیں اور جو اُس سے اُس
۱۹۳ دن میں کوئی گناہ نہیں ملسکتا بجز شرک کے (یعنی بجز شرک کے جتنے گناہ ہیں سب معاف
ہوجاتے ہیں کوئی قائم نہیں رہ سکتا) اور جس نے انہی کلمات کو مغرب کی نماز سے فارغ
ہوتے وقت پڑھ لیا اسکو ایسا ہی اُس رات میں عطا ہوگا اسکو ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے
اسناد حسن سے روایت کیا ہے لفظ طبرانی کے ہیں۔

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بعد صبح کی نماز اپنے پیر نماز سے پھیرنے سے پہلے سو مرتبہ

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وھو
علی کل شئی قدیر پڑھا یہ شخص اُس دن باعتبار عمل کے تمام اہل زمین سے افضل ہوگا
بجز اس شخص کے جس نے اسکے برابر پڑھا یا اس سے زیادہ پڑھا ہو اسکو طبرانی نے اوسط
میں اسناد حسن سے روایت کیا ہے اور اسی حدیث کو طبرانی نے اوسط اور کبیر میں ابو درداء
کی حدیث سے روایت کیا ہے اُسکے لفظ یہ ہیں جس شخص نے صبح کی نماز کے بعد
اپنے پیر موڑے ہوئے بات کرنے سے پہلے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ

لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شیٔ قدیر دس مرتبہ پڑہا اللہ تعالےٰ اسکے واسطے ہرمرتبہ کے بدلہ میں دس نیکیاں لکھے گا اور دس بُرائیاں مٹاویگا اور دس درجہ بلند فرمائیگا اور یہ کلمے اسکے لئے اس دن میں حفاظت ہوجائینگے اور شیطان رجیم سے پناہ ہوجائے گی اور اسکے واسطے ہرایک مرتبہ کے پڑہنے میں اجر ایک غلام کے آزاد کرنے کا اولاد اسمٰعیل میں سے ہوگا جس میں سے ہرایک کی قیمت بارہ ہزار ہو اور اسپر کوئی گناہ نہیں غالب ہوسکتا بجز خدا کے ساتھ شرک کرنے کے اور جس نے اسکو بعد نماز مغرب کے پڑہا اسکو بھی اتنا ہی اجر ملتا ہے۔

اور حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جناب نے فرمایا جس شخص نے اس سے پہلے کہ مغرب کی نماز اور فجر کی نماز سے واپس پھرا اور پیر کو پھیرے لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت وھو علی کل شیٔ قدیر دس مرتبہ پڑہا اللہ تعالےٰ ہرکلمہ کے بدلہ دس نیکیاں لکھدیگا اور دس بدیاں اس سے مٹاویگا اور دس درجے بڑہاویگا اور یہ کلمات ۱۹۴
اسکے واسطے شیطان راندہے ہوئے سے حفاظت ہوجائینگے اور کسی گناہ کو زیبا نہیں ہے کہ اس پر قبضہ کرے بجز شرک کے اور بحیثیت عمل کے تمام لوگوں سے افضل ہوگا بجز شرک کے مگر وہ شخص فضیلت پائیگا جو اس سے افضل پڑہے اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں بجز شہر بن حوشب کے اور عبدالرحمٰن بن غنم کے صحابی ہونے میں اختلاف ہے اور اس حدیث کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

عصر کے بلا عذر فوت ہونے سے ڈرانا

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص نے نماز عصر کو چھوڑ دیا اسکے عمل بیکار ہوگئے اسکو بخاری نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ کے لفظ

اس طرح ہیں جناب نے فرمایا ہے سویرے پڑھو نماز کو گہنا کے دن اس واسطے کہ جسکی نماز عصر کی فوت ہوگی اسکے عمل بیکار ہو جاتے ہیں۔

اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے نماز عصر کو قصداً چھوڑ دیا اسکے عمل برباد ہوگئے اسکو امام احمد نے باسناد صحیح روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا جو شخص کہ اسکی نماز عصر فوت ہوگئی گویا اسکے اہل و مال چھین لیئے گئے اسکو امام مالک بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے اسکے آخر میں یہ زیادہ کیا ہے کہ امام مالک صاحب نے فوت ہونے کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ وقت نکلجانا مراد ہے (یعنی اگر وقت گزر گیا اور اس نے عصر نہیں پڑھا اگرچہ پھر قضا بھی کرے مگر اسکا نقصان دینی اتنا زبردست ہوگیا جیسا کہ دنیا میں اسکا تمام اہل و مال برباد ہوگیا یہ مطلب نہیں ہے
195 کہ یہ وعید اس شخص کی نسبت ہے کہ بالکل ہی نماز عصر نہیں پڑھی واللہ اعلم بالصواب)

اور حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہوئے سنا جس شخص سے نماز عصر فوت ہوگئی گویا اسکے اہل و مال چھین گئے اور ایک روایت میں اس طرح ہے نوفل نے بیان کیا ہے وہ نماز کہ جس سے وہ فوت ہوجائے گویا اسکا اہل و مال چھینا گیا کیسے حضرت ابن عمر نے کہا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ نماز عصر ہے اسکو نسائی نے روایت کیا ہے۔

کمال اور خوبی کے ساتھ امامت کرنیکی ترغیب اور بغیر کمال وخوبی کے امامت سے ترہیب

ابو علی مصری سے مروی ہے کہتے ہیں ہم نے حضرت عقبہ بن عامر جہنی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کے ساتھ سفر کیا نماز کا وقت آگیا ہم نے آگے بڑھانا چاہا فرمانے لگے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے جس شخص نے کسی قوم کی امامت کی اگر اُس نے امامت کو تام وکامل طور پر ادا کیا ہے تو وہ تمامی اسکے حق میں معتبر اور مفید ہے اور اگر تام نہیں کیا (بلکہ کچھ کوتاہی کی) تو اس قوم کے حق میں تو کامل ہی ہے اور امام پر اس کوتاہی کا گناہ ہے اسکو امام احمد نے انہی الفاظ سے روایت کیا ہے اور ابوداؤد ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور ابن خزیمہ وابن حبان نے اپنی صحیحوں میں یوں روایت کیا ہے جس شخص نے لوگوں کی امامت کی اور وقت مستحب میسر ہوگیا اور نماز کو بھی تمام کیا تو امام اور لوگوں کے لئے مفید ہے اور جس نے اس میں کچھ کوتاہی کی وہ امام پر بار ہے اور لوگوں پر نہیں ہے حافظ مصنف کتاب فرماتے ہیں یہ حدیث محدثین کے نزدیک ابوعلی مصری سے بواسطہ عبدالرحمٰن بن حرملہ ابی حرملہ سے مروی ہے اور اس عبدالرحمٰن کے بارہ میں کچھ گفتگو آئے گی۔

۱۹۶ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جو شخص کسی قوم کی امامت کرے اسکو خدا سے ڈرنا چاہیئے اور جاننا چاہیئے کہ وہ ضامن ہے جس چیز کا ضامن ہوا ہے اُس سے دریافت کیا جائے گا اور اگر اُس نے اچھا کیا تو اسکو اتنا اجر ملیگا جتنا اسکے تمام مقتدیوں کو ملیگا بغیر اسکے کہ انکے اجروں میں سے کچھ کم کیا جائے اور جو کچھ نقصان ہوگا وہ اُس امام ہی کے ذمہ پر ہے اسکو طبرانی نے اوسط میں بروایت معارک بن عباد بیان کیا ہے

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ امام لوگ) تم کو نماز پڑھاتے ہیں اگر یہ درست کریں تو تمہارے واسطے نافع ہے اور اگر انھوں نے خطا کی تو تمہارے واسطے تو (مثل سابق) نافع ہی ہے اور انکے ذمہ پر ہے اسکو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں آئندہ عبارت سے بیان کیا ہے وہ یہ ہے یا یوں فرمایا آئندہ کچھ قومیں ہونگی کہ نماز پڑھائینگی اگر وہ نماز کو تام وکامل پڑھائینگی اسکے حق میں مفید ہوگی اور اگر

انھون نے کوتاہی کی تو انکے ذمہ پر ہے اور تم کو نافع ہی ہوگی۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مشک کے چبوترون پر ہونگے (راوی کہتے ہین) مین خیال کرتا ہون آپ نے فرمایا روز قیامت (مطلب یہ ہے کہ راوی کو لفظ یوم قیامت کی یادگاری مین شک ہے آپ تین آدمیونکا بیان شروع ہوتا ہے) ایک غلام ہے کہ اس نے اللہ کے حقوق اور اپنے مالکون کے حقوق کو ادا کیا اور ایک آدمی ہے کہ اُس نے ایک قوم کی امامت کی اور وہ قوم اس سے خوش ہین اور ایک وہ آدمی کہ ہر رات دن پنجگانہ نماز کی اذان دیتا ہے اسکو امام احمد ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے کہا ہے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اسی حدیث کو طبرانی نے صغیر اور اوسط مین خاص اسناد کے ساتھ ان لفظون سے روایت کیا ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تین آدمی ہین کہ انکو فزع اکبر خوف مین نہین ڈالیگا اور نہ انکو حساب گرفت کریگا اور خلائق کے حساب کے فراغ تک وہ مشک کے چبوترون پر رہینگے ایک وہ آدمی کہ قرآن شریف ۱۹۷
کی تلاوت کرتا ہے اُسکے ساتھ کسی قوم کی امامت کرتا ہے اور وہ قوم اُس سے خوش ہے باقی حدیث مثل سابق بیان کی ہے اور اس بارہ مین اور حدیثین بھی ہین الامام ضامن والمؤذن موتمن وغیرہ کہ اذان کے بارہ مین گزر چکی ہین۔

آدمی کی ایسی امامت سے ڈرانا کہ مقتدی لوگ اُس سے ناراض ہین

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے تین آدمی ہین کہ اللہ تعالےٰ اُنکے اعمال قبول نہین فرماتے ایک اُس شخص کی نماز جو کسی قوم کی امامت کرتا ہے اور وہ اسکو کسی امر شرعی کی وجہ سے مکروہ جانتے ہین اور ایک وہ شخص کہ نماز مین دیر کرکر آتا ہے اور دیر کرکر آنا یہ ہے

کہ وقت گزار کر آئے اور ایک وہ شخص کہ آزاد شخص کو غلام بنائے اسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت عبدالرحمن بن زیاد افریقی روایت کیا ہے۔

اور حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھون نے ایک قوم کو نماز پڑہائی جب فارغ ہوئے فرمانے لگے میں تم سے اجازت پہلے لینی بھول گیا کہ تم میری امامت سے خوش ہو یا نہیں لوگون نے عرض کیا ہان بہلا اسکو کون مکروہ جانے گا اے حواری (یعنی خالص دوست) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے۔ کہنے لگے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے جس شخص نے کسی قوم کی امامت کی اور وہ اسکو مکروہ جانتے ہیں اُسکی نماز اُسکے کانون سے تجاوز نہیں کرتی اسکو طبرانی نے کبیر میں بروایت سلیمان بن ابی ایوب روایت کیا ہے اور یہ شخص طلحی کوفی ہے اسکے بارہ میں ایسا کہا جاتا ہے کہ اسکی بعض حدثیں منکر ہیں۔

اور حضرت عطا بن دینار ہذلی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

۱۹۸ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہیں اللہ تعالےٰ انکی نماز قبول نہیں کرتا اور نہ آسمان کی طرف چڑہتی ہے اور نہ اُنکے سرون سے اونچی ہوتی ہے وہ آدمی کہ کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اسکو مکروہ جانتے ہون اور وہ آدمی کہ جنازہ کی نماز پڑھاوے بلا حکم اور وہ عورت کہ رات کو اسکا شوہر بلاوے وہ انکار کرے اس کو ابن خزیمہ نے اسیطرح اپنی صحیح میں مرسل روایت کیا ہے اور اسکی ایک دوسری سند حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوع بھی روایت کی ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا تین شخص ہیں کہ اُنکی نمازین انکے سرون سے ایک بالشت بھی اونچی نہیں ہوتیں ایک وہ شخص کہ کسی قوم کی امامت کرتا ہے اور وہ اس کو مکروہ جانتے ہیں اور ایک عورت کہ اُس نے رات ایسی حالت میں گزاری کہ اسکا شوہر اسپر خفا ہے اور دو بھائی ایک دوسرے سے چھوٹے ہوئے ہین یعنی لڑے ہوئے اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ان لفظون سے

روایت کیا ہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص ہین کہ اللہ تعالے انکی نماز قبول نہیں فرماتے ایک کسی قوم کا امام کہ قوم اسکو مکروہ جانتی ہو اور عورت کہ اپنے شوہر کی خفگی کی حالت میں رات گزارے اور دو بہائی باہمی قطع تعلق کر دینے والے

اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخصون کی نماز انکے کانون سے اونچی نہیں ہوتی فراری غلام جبتک کہ واپس (آقا کے پاس) نہ آوسے اور وہ عورت کہ خاوند کی ناراضی میں رات گزارے اور کسی قوم کا امام کہ قوم اُس سے ناراض ہو اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

صف اوّل کی ترغیب اور صف کو سیدھا کرنیکی اور داہنی جانب کی فضیلت کے بیانمین

199 حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر لوگ جان لیں جو کچھ اذان اور صف اوّل میں (اجر) ہو اور پھر بجز قرعہ ڈالنے کے چارہ نہ ہو تو بلاشک قرعہ ڈالنے لگیں اسکو بخاری مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے اگر تم جان لو کہ پہلی صف میں کیا اجر ہے تو قرعہ کا سلسلہ ہو جائے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردونکی تمام صفون سے بہتر پہلی صف ہے اور تمام صفوں سے بُری پچھلی صف ہے اور عورتون کی سب صفوں سے بہتر پچھلی صف ہی اور سب سے بُری پہلی صف ہے اسکو مسلم ابو داؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور صحابہ کی ایک جماعت سے بھی مروی ہی اُن میں سے حضرت ابن عباس اور حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت انس اور حضرت ابو سعید اور ابو امامہ اور جابر بن عبد اللہ وغیرہ رضی اللہ

تعالے عنہم ہیں۔
اور حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پہلی صف کے لئے تین مرتبہ مغفرت طلب فرماتے تھے اور صف دوم کیلئے ایک مرتبہ استغفار کرتے تھے اسکو ابن ماجہ نسائی نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے شرط شیخین پر کہا ہے مگر شیخین نے عرباض سے روایت نہیں کیا اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں یوں روایت کیا ہے کہ آپ پہلی صف کے لئے تین مرتبہ دُعا فرماتے تھے اور دوسری صف پر ایک دفعہ اور نسائی کے لفظ بھی مثل ابن حبان کے ہیں مگر انھوں نے پہلی صف کے لئے دو مرتبہ روایت کیا ہے
اور ابو امامہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اور اسکے فرشتے پہلی صف پر رحمت بھیجتے ہیں لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور دوسری پر فرمایا اللہ اور اسکے فرشتے صف اول پر رحمت بھیجتے ہیں
۲۰۰ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور دوسری پر فرمایا اور دوسری پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفوں کو سیدھی کرو اور اپنے مونڈھوں کے درمیان برابری کرو اور اپنے بھائیوں کے سامنے نرمی کرو اور صف کے فرجوں کو بند کرو شیطان تمہارے درمیان میں بکری کے چھوٹے بچہ کی طرح گھس جاتا ہے اسکو امام احمد نے ایسی اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے کہ اس میں کچھ مضائقہ نہیں ہے اور طبرانی وغیرہ نے بھی روایت کیا ہے۔
اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے فرماتے تھے اللہ اور اسکے فرشتے صف اول پر یا پہلی صفوں پر درود بھیجتے ہیں اسکو امام احمد نے سند جید سے روایت کیا ہے
اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صف کی ایک جانب میں تشریف لیجاتے اور انکے سینے اور مونڈھے برابر کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تم مختلف نہ ہو یعنی آگے پیچھے نہ ہو

(باقی آئندہ)

توجب حق کی باتیں سُنانا بعض شخصوں کے سامنے گناہ ہے تو ایسے شعروں کا عوام کے سامنے پڑہنا اگر ناجائز ہوجائے تو کیا تعجب ہے کیونکہ اگرچہ یہ شعر صحیح ہین لیکن انسے عوام کے خیالات توخراب ہوجاینگے اسی لئے حدیث میں ہے کلموا الناس علی قدر عقولہم (ترجمہ) کلام کرو آدمیون سے انکی عقل کے موافق مطلب یہ ہے کہ اُنکے سامنے ایسی بات کروجو انکی سمجھ سے باہر نہ ہو ایک اور حدیث میں ہے کہ جب کسی کے سامنے اُسکی عقل سے بڑہکر کلام کیا گیا تو وہ اسکے لئے فتنہ ہوگا تو اب جو ایسے اشعار عوام کے سامنے پڑہے جاتے ہیں جو انکی سمجھ سے باہر ہین یہ عوام کے لئے فتنہ ہونگے یا نہیں ضرور فتنہ ہونگے اگرچہ وہ اشعار حافظ اور مغربی ہی کے ہون ان حضرات کے کلام کے صحیح ہونے میں تو کچھ شک نہین جو کچھ انھوں نے کہا ہے صحیح ہے لیکن اُنکا سمجھنا بڑے سمجھدار کا کام ہے اب لوگ یہ بے احتیاطی کرنے لگے کہ عام مجلسون مین اس قسم کی غزلیں پڑہتے ہین حالانکہ انکو کوئی بھی نہیں سمجھتا مین ایسے لوگون سے بہت ملا ہون جو ان الفاظ کے معنی غلط سمجھتے ہیں

۵ (۲) امام صاحب کا قصہ ہے کہ ایک دفعہ آپ چلے جارہے تھے ایک شخص نے آپ کو دیکھکر دوسرے سے کہا کہ یہ امام ابوحنیفہ ہیں یہ پانسو رکعتیں روزانہ پڑہتے ہین آپ اسکو سنکر رونے لگے اور اسی روز سے پانسو رکعتیں پڑہنا شروع کردیں کیونکہ جانتے تھے کہ مخلوق تو دہوکہ میں آسکتی ہے لیکن خالق کے ساتھ کوئی دہوکہ نہیں چلسکتا آج یہ حالت ہے کہ لوگ اپنی نسبت تقوی وطہارت کے مشہور ہونے کی کوشش کرتے ہین اور اسکے لئے تدبیرین کرتے ہین ایک شخص کلکتہ میں گیا اور اس نے یہ تدبیر کی کہ اپنے چند گرگے اس غرض کے لئے چھوڑ دیئے کہ اسکو مشہور کرین۔

(۳) اگر دُعا قبول نہ ہو تو تنگدل نہ ہو کیونکہ کبھی کبھی دیر لگانے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ خدا تعالے کو اپنے بندہ کا رونا پیٹنا پسند ہوتا ہے دیکھئے آپ اپنے بچہ کے لئے کوئی چیز لاتے ہیں مگر اسکو دیر کرکے دیتے ہیں یہانتک کہ بچہ رونے لگتا ہے اور آپ کو اسکا رونا اچھا معلوم ہوتا ہے اب جن لوگون کی دعا قبول ہوجاتی ہے وہ بہت خوش ہوتے ہیں اور جن لوگوں کی دُعا قبول نہیں ہوتی وہ سخت پریشان رہتے ہیں

حالانکہ دعا کا قبول ہونا کچھ اسکی علامت نہیں ہے کہ دعا کرنے والا خدا کے یہاں مقبول ہے اور دعا کا قبول نہ ہونا بھی اسکی علامت نہیں ہے کہ یہ شخص خدا کے نزدیک مقبول نہیں خدا تعالے انسان کی اسی حالت کی شکایت فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالے انسان کو فراغت دیتے ہیں تو کہتا ہے خدا تعالے نے میرا بڑا اکرام کیا اور جب رزق تنگ کر دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ خدا تعالے نے مجھے ذلیل کیا اور خدا تعالے مجھے چاہتے نہیں اللہ تعالے ارشاد فرماتے ہیں کہ ہرگز نہیں یعنی یہ بات نہیں ہے کہ فراغت اور خوشحالی خدا تعالے کے یہاں مقبول ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور تنگدستی اُنکے یہاں ذلیل ہونے کی وجہ سے بلکہ جسکے لئے غریبی مناسب ہوتی ہے اسکو غریبی دیتے ہیں اور جسکے لئے امیری مناسب ہوتی ہے اسکو امیری دیتے ہیں اور یہ خدا تعالے کی بڑی نعمت ہے کہ جو حالت وہ ہمارے لئے مناسب سمجھتے ہیں وہی دیتے ہیں۔

(۴) یہ سلسلہ اس امر پر چلا تھا کہ قرب کے معنی یہ نہیں جو دریا و قطرہ میں سمجھا جاتا ہے اور ایسے الفاظ کے ظاہری معنی مراد لینا سخت غلطی ہے بلکہ مراد اس قرب سے جسکا اس آیت میں ذکر ہے رضامندی ہے یعنی خدا تعالے کا راضی ہونا مراد ہے اور یہ رضامندی کا قرب بڑی دولت ہے مگر اسکو دنیادار تو کیا مقصود سمجھتے بہت سے دیندار بھی پورے طور سے مقصود نہیں سمجھتے پس اس آیت میں حق تعالے نے اسکا طریقہ بیان فرمایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ مال اور اولاد جسکے حاصل کرنے کے پیچھے لوگ پڑے ہیں یہ قرب کا ذریعہ نہیں ہوسکتے بلکہ ایمان اور اچھے کام اسکا ذریعہ ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان اور نیک اعمال میں وہی درجہ مطلوب ہوگا جو کامل ہو کیونکہ جو ایمان کامل نہ ہوگا اور جو اعمال کامل نہ ہونگے وہ خدا تعالے کو پوری طرح پسند نہ ہونگے پھر وہ خدا تعالے کی کامل رضامندی کا ذریعہ کیسے بن سکتے ہیں پس ایمان اور اعمال کا کامل کرنا ضروری ہوا اور ان کا کامل ہونا موقوف ہے تین چیزوں پر علم اور عمل اور حال اگر علم نہیں تو خدا تعالے کے احکام کی خبر ہی نہ ہوگی اور اگر علم تو ہے لیکن عمل نہیں تو معلوم کرنے سے نفع ہی کیا ہوا علم سے تو مقصود یہی ہے

کہ اسپر عمل کیا جاوے پس علم و عمل ضروری ہوئے اور حال سے مراد یہ ہے کہ ایسی حالت ہو جاوے جس سے دلمین تقاضا پیدا ہو جاوے کہ اگر کوئی عمل چھوٹ جائے تو طبیعت بیچین ہو جائے مثلاً ایک شخص نماز روزہ کرتا ہی لیکن حال کے نہ ہونے کی وجہ سے نفس پر زبردستی کرکے کھینچ تان کرتا ہے اگر ایک وقت چھوٹ بھی جاوے تو کچھ زیادہ قلق نہیں ہوتا اور ایک دوسرے شخص کی یہ حالت ہے کہ اگر ایک وقت بھی نماز چھوٹ جائے تو زندگی وبال معلوم ہونے لگتی ہے تو یہ دوسرا شخص صاحب حال ہے اور اسکا پیدا کرنا کو واجب نہیں کیونکہ اگر طبیعت پر زور ڈالکر بھی عمل کرتا رہا اور نیت خالص اللہ کے لئے ہے کوئی دوسری غرض نہیں تو خدا تعالےٰ کے یہان مقبول ہے کچھ کمی اسمین نہین لیکن یہ ہے بڑی اندیشہ کی حالت کیونکہ جب قلب مین تقاضا نہیں تو خدا جانے کہان گاڑی اٹک جاوے اور کہان پہنچکر عمل کا خاتمہ ہو جاوے اسلئے ضروری ہے کہ حال بھی پیدا کرے پس علم و عمل و حال کا جمع کرنا یہ طریقہ ہے قرب اور رضا مندی کا جو کہ بہت بڑی دولت ہے۔ کیونکہ اصل دولت راحت و آرام ہے تو اس سے بڑھکر اور کیا راحت ہوگی کہ اسکا محبوب حقیقی اس سے راضی اور قریب ہو یہ راحت کسیکو بھی نصیب نہیں بلکہ جسکو یہ دولت نصیب ہو جاتی ہے اُسے اگر کچھ محنت بھی اٹھانی پڑتی ہے تو اسمین بھی لذت ملتی ہے لوگ جسکو تکلیف سمجھتے ہین وہ اسکو بھی راحت سمجھتا ہے مجنون کو اُسکے عزیز و اقارب خانہ کعبہ مین لیگئے اور اس سے کہا کہ یون دُعا مانگ کہ اے اللہ مجھپر رحم کیجئے لیلےٰ اور اُسکی محبت کی مصیبت سے نجات دیجئے تو وہ کہتا ہے کہ اے اللہ لیلےٰ کی محبت مجھکو زیادہ کر دیجئے غور کرو کہ ایک عورت کی محبت میں یہ حالت تھی تو کیا خدا تعالےٰ کی محبت لیلےٰ کی محبت سے بھی کم ہوگی ہرگز نہیں تو آپ غور کیجئے کہ وہ کیسی لذت کی چیز ہوگی پس معلوم ہوا کہ خدا تعالےٰ کا قرب بڑی دولت ہے اور یہین سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو لوگ خدا تعالےٰ کو چھوڑ بیٹھے ہین وہ بڑی مصیبت مین ہیں گو اُنکے پاس مال اور اولاد بھی ہو حقیقت میں اگر غور کرکے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ جنھون نے دنیا کو قبلہ و کعبہ بنا رکھا ہے

وہ کسقدر مصیبت مین ہین عیش کے سامان سوچتے اور جمع کرتے ساری عمر گذر گئی اور کھانے پینے کو وہی چار چپاتیان اور تین کپڑے ہی ملے جو سب کو ملتے ہین اور پھر لطف یہ کہ اسقدر کوشش کے بعد بھی عیش نصیب نہ ہوا اور غضب یہ ہے کہ آجتک بھی انکو اسکا شعور نہین ہوا ابتک وہی ترقی کی تعلیم دیجاتی ہے اور اگر دنیا کا پورا عیش حاصل ہو بھی گیا تو یہ عیش ہی کیا ہے کہ خوب کھا لیا اگر یہی عیش ہے تو بیل کو سب سے زیادہ عیش میسر ہے کہ اسکو کسیطرح کا بھی سوچ فکر نہین اسکے برابر بادشاہ بھی عیش مین نہیں خلاصہ یہ کہ بیفکری سے کھا لینا کوئی عیش نہین عیش یہ ہے کہ نہ تو موجودہ حالت کی فکر ہو اور نہ آیندہ حالت کا اندیشہ ہو پس صاحب حال وہ شخص ہے کہ جو اسپر گذرتا ہو سب کو خوشی سے برداشت کرتا ہے اور اسکو نعمت سمجھتا ہے اگر تکلیف بھی ہو تو اسکے نزدیک عیش ہی ہے اور اسپر کچھ تعجب نہ کیجئے دیکھئے اگر ایک مدت کے بعد محبوب سے ملاقات ہو اور دیکھکر حیران رہجاتے نہ بات کی ہمت ہو نہ سلام کرنے کی طاقت ہو اور اسی حالت مین محبوب اس پر رحم کرے اور اسکو سینہ سے لگا لے اور خوب دباوے کہ اسکا دم بھی نکلنے لگے اور اسی حالت مین اسکا کوئی رقیب آجاوے اسکو دیکھکر محبوب دریافت کرے کہ اگر تم کو تکلیف ہوتی ہو تو مین تم کو چھوڑ کر اسکو دبانے لگوں تو اسوقت کیا کہے گا کیا اس تکلیف کو تکلیف سمجھیگا اور کیا اسکی وجہ سے وہ محبوب کے علیحدہ ہونے پر راضی ہوگا کبھی نہیں بلکہ وہ یہ کہے گا شعر۔

نکل جائے دم تیرے قدمونکے نیچے ✤ یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

توجب آدمی کی محبت مین یہ حالت ہے تو خدا تعالے کی محبت میں کیا حالت ہوگی تو معلوم ہوا کہ قرب خداوندی بہت بڑی دولت ہے جس نے اسکی حقیقت سمجھ لی اسکے برابر کوئی دولتمند نہیں اور جو اس سے محروم ہے اسپر اللہ والوں کو رحم اور ترس آتا ہے اور وہ اسکو ذلیل نہیں سمجھتے کیونکہ جانتے ہین کہ خدا تعالے گنہگارون کو بھی بخشتے ہین پس گنہگارون کو حقیر نہ سمجھو البتہ رحم کے قابل سمجھو

اور وہ برتاؤ کرو جیسے تمہارا بیٹا بیمار ہو جائے اور اسکے ساتھ تم شفقت کا برتاؤ کرتے ہو دیکھو اگر وہ تم پر ہگ بھی دے تو تم کو غصہ نہیں آتا بلکہ رحم آتا ہے تو مسلمان وہ ہے کہ مسلمان کی حالت پر آنسو بہاوے نہ یہ کہ انکو ذلیل حقیر سمجھے اور برا بھلا کہے اور اگر اسکی اصلاح کی اُمید نہ رہے تو خدا کے سپرد کر دو اور دُعا کرو یہ ہے اسلامی شان۔ آجکل یہ حالت ہے کہ ذرا سی بات مین کسی کو بدعتی بتادیا کسیکو وہابی کہدیا صاحبو کس کی بدعت کس کی وہابیت حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعض حکم ایسے ہین کہ انمین حدیثیں مختلف طور پر آئی ہین کوئی کسی طرف گیا کوئی کسیطرف تو اسکے لئے لڑتے کیون ہو۔ اور اگر کوئی کھلی ہوئی غلطی کرے یعنی جو بات یقیناً حق بھی اُسکے خلاف کرے تو اسکے لئے دُعا کرو دیکھو اگر ایک مجلس مین محبوب بھی ہو اور اسنے اجازت دیدی ہو کہ میری طرف دیکھو اور یہ دیکھنے مین مشغول ہو کہ اتنے مین ایک شخص آکر اسکی انگلی چھوڑے اب بتاؤ وہ کیا کرے گا کیا محبوب کی طرف سے

۹ نظر ہٹا کر اس شخص کو دیکھنے لگے گا یا اُس سے اُلجھنا شروع کریگا ہرگز نہیں وہ کبھی دوسری طرف التفات بھی نہ کرے گا اور اگر التفات کریگا تو محبوب کے دیدار کا لطف ہاتھ سے جاتا رہے گا حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم سے کوئی مناظرہ تکرار کرے تو تم کبھی مناظرہ نہ کرو اس سے دل سیاہ ہوتا ہے مین عوام مین سے جسکو بیعت کرتا ہون اس سے یہ بھی کہتا ہون کہ بدعت کو چھوڑ دو لیکن بدعتی لوگون سے مت لڑو خدا تعالے تم سے یہ نہ پوچھے گا کہ ان لوگون نے ایسا کیون کیا اور قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ تمام آدمی دوسرون کو نصیحت کرنے کی قابلیت نہیں رکھتے بعض میں اسکی قابلیت ہوتی ہے اور بعض مین نہین ہوتی اور یہ تجربہ ہے کہ جو لوگ اسکے اہل نہین ہین انکا کہنا لوگونکو ناگوار گذرتا ہے اور جو لوگ اہل ہین انکا کہنا ایسا ناگوار نہیں ہوتا اور یہ بات بھی ہے کہ عالم جو نصیحت کرینگے وہ نرمی اور تمیز کے ساتھ کرینگے غرض یہ لڑائی جھگڑے کا طریقہ مناسب نہیں ہے اپنے کام مین لگے رہو اگر کوئی برا ہو تم اسپر رحم کرو

اور اسکے لیے دُعا کرو چنانچہ اللہ والے دنیا داروں پر رحم ہی کرتے ہیں جیسے بیمار کو دیکھکر اُسپر رحم آیا کرتا ہے بلکہ وہ مالداروں کو دیکھکر بھی رحم کرتے ہیں کہ یہ بیچارے مزدور ہیں لدے ہوئے ہیں ہانپتے ہوئے جارہے ہیں حضرت شبلیؒ کی یہ حالت تھی کہ جب کسی امیر کو دیکھتے تو کہتے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا۔ یہ دُعا حدیث میں ہے حضور نے تعلیم فرمایا ہے کہ جب کسی بیمار کو دیکھو تو یہ دُعا پڑھو تو دُنیا کی محبت سے زیادہ کونسی بیماری ہوگی کہ دل کی بیماری ہے اور دل کی بیماری سب سے بدتر ہے تو حضرت شبلیؒ اس وجہ سے انہیں بیمار سمجھتے تھے اور انکو دیکھکر یہ دُعا پڑھا کرتے تھے غرض دُنیا دار بیمار ہیں اور اس بیماری سے بچا رہنا خدا کی نعمت ہے جو قابل شکر کے ہے اکبر پور کا واقعہ ہے کہ ایک خانصاحب نے ایک جولاہے سے مذاق کے طور پر پوچھا کہ میاں جی کیا کر رہے ہو کہنے لگا خدا کا شکر کر رہا ہوں کہ مجھکو خانصاحب نہ بنایا کہ کسی غریب پر ظلم کرتا اور دوزخ میں جاتا خانصاحب چُپ ہی تو رہ گئے حقیقت میں خدا کی یہ بھی بڑی رحمت ہے کہ گناہ کا سامان ہی نہ ٹے اب آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ واقعی یہ لوگ رحم کے قابل ہیں کہ ایک بڑی مصیبت میں پھنسے ہیں مگر انکو خبر بھی نہیں انکی وہ حالت ہے جیسے ایک سرحد کا وحشی ہندوستان میں آیا تھا کسی حلوائی کی دوکان پر حلوا رکھا دیکھا قیمت پاس تھی نہیں آپ اُسمیں سے بہت سا اُٹھا کر کھا گئے حلوائی نے حاکم شہر کو اطلاع دی حاکم نے یہ سزا مقرر کی کہ انکا منہ کالا کر کے جوتیوں کا ہار گلے میں ڈالا جائے اور گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں پھرایا جائے اور بہت سے لڑکے ساتھ کر دیئے جائیں کہ وہ ڈھول بجاتے پیچھے پیچھے چلیں چنانچہ ایسا کیا گیا جب یہ حلوا خور صاحب اپنے گھر واپس گئے تو وہاں کے لوگوں نے پوچھا کہ آغا ہندوستان کیسا ملک ہے کہنے لگے ہندوستان خوب ملک ہے حلوا کھانا مُفت ہے لڑکونکی فوج مفت ہے گدھے کی سواری مفت ہے ڈم ڈم مفت ہے ہندوستان خوب ملک ہے بس دنیا دارونکا دنیا کو خوب ملک کہنا ایسا ہی ہے جیسے اُس آغا نے ہندوستان کو خوب ملک کہا تھا اور دُنیا کے

سامان پر ناز کرنا ایسا ہی ہے جیسا اس نے گدھے کی سواری اور لڑکوں کی فوج پر ناز کیا تھا صاحبو یہ بے حسی ہے خدا کی قسم اگر ذرا بھی شعور ہو تو یہ سب عذاب نظر آنے لگے دنیا کی حکومت کے بارہ میں حدیث میں ہے کہ جسکی دس آدمیوں پر بھی حکومت ہوگی۔ قیامت میں اسکو مشکیں کسکر لایا جاوے گا اگرچہ اسکے بعد چھوٹ ہی جاوے آج اسکی درخواست کیجاتی ہے اسکے لئے روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور اگر کوئی کچھ کہتا ہے تو یہ جواب ملتا ہے کہ ہم میں اگر صاحب حکومت نہ ہونگے تو قوم تباہ ہو جائیگی واقعی یہ سچ ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ مسلمان حاکم ہوں لیکن کون شخص ہو اسکا فیصلہ خود حدیث میں موجود ہے حضور فرماتے ہیں القضاۃ ثلثۃ اثنان فی النار وواحد فی الجنۃ (ترجمہ) قاضی تین ہیں ان میں سے دو تو دوزخی ہیں اور ایک جنتی ہے اور اس ایک کو عالم باعمل بتلایا ہے تو حکومت ضروری ہے مگر حکومت کے لئے پورا عالم ہونا چاہئیے ورنہ بدون علم کے بہت سی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں اور امتحان علم کا یہ ہے کہ انکے سامنے جتنے مقدمات آئیں ان میں اپنی رائے سے فیصلہ لکھیں اسکے بعد اہل علم سے انکا حکم دریافت کریں پھر دونوں کو ملاکر دیکھیں خدا کی قسم زمین آسمان کا فرق نکلے گا دوسری اس میں ایک اور شرط ہے کہ حکومت کی خود درخواست نہ کرے کیونکہ جو درخواست کرے گا وہ خود غرض ہوگا اور نفسانیت سے کام کرے گا اسکو لوگوں کی مصلحت پر ہرگز نظر نہ ہوگی بلکہ اپنی مصلحت پر نظر ہوگی اور اس سے جتنی خرابیاں پیدا ہوں کم ہیں حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن عمرؓ سے قضا کا عہدہ قبول کرنیکے لئے کہا انھوں نے انکار کر دیا حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اگر تم منظور نہیں کرتے تو اپنے انکار کی کسیکو خبر نہ کرنا کیونکہ ایسا نہ ہو کہ سب ہی انکار کر دیں اس واقعہ سے آپکو معلوم ہوا ہوگا کہ پہلے بزرگ حکومت سے کیسی نفرت رکھتے تھے اور حقیقت میں ایسا ہی شخص کام بھی کرسکے گا اب آپکی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ دنیا کے لوگ حقیقت میں بڑی تکلیف اور عذاب میں پھنسے ہوئے ہیں اور دولت حقیقی دوسری چیز ہے تو خدا تعالےٰ اس آیت میں اس دولت کو بتلاتے ہیں اور اسکا طریقہ ارشاد فرماتے

ہیں اور جس طریقہ کا آجکل رواج ہے اسکو رد کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ تمہارے مال اور اولاد اس قابل نہیں کہ تم کو ہم سے قریب کریں البتہ ایمان اور اچھے کام اسکا ذریعہ ہیں جیسا بیان ہوا اور اسمیں ان لوگوں کا بھی جواب ہوگیا جو کہتے ہیں کہ دنیا کی ترقی سے ہمارا مقصود دین کی ترقی ہے تو خدا تعالے نے تبلادیا کہ دین کی ترقی کی یہ صورت نہیں کہ بہت سا مال سمیٹ لو ہم اس آیت کا ترجمہ کئے دیتے ہیں اگر تین پانچ کرنا ہو تو خدا تعالے سے کرو اور پوچھو کہ یہ کیوں فرمایا آجکل یہ بھی ایک عجیب عادت ہوگئی ہے کہ لوگ ہر بات کا ذمہ دار مولویوں کو سمجھتے ہیں صاحبو مولوی تو صرف منادی کرنے والے ہیں دیکھو اگر کلکٹر کسی سے منادی کراوے تو اس منادی کی حکمت منادی کرنے والے سے نہیں پوچھی جاتی کیونکہ جانتے ہیں کہ یہ اسکا ذمہ دار نہیں پھر کیا وجہ کہ مولویوں کو ذمہ دار سمجھا جاتا ہے اگر یہ کچھ تبلادیں تو انکا احسان ہے باقی انکے ذمہ کچھ نہیں غرض مال اور اولاد ذریعہ قرب نہیں بلکہ ایمان اور نیک اعمال ذریعہ قرب ہیں میں انکے متعلق کچھ مختصر سا بیان کرتا ہوں سو بعض لوگ تو ہم میں سے ایسے ہیں کہ وہ ایمان ہی کو بگاڑ بیٹھے ہیں اگرچہ انکے عمل کسی درجہ میں اچھے ہیں لیکن عقیدے بالکل ہی تباہ ہیں بہت سے لوگ پیروں سے اسقدر علاقہ رکھتے ہیں کہ خدا سے بھی اتنا علاقہ نہیں رکھتے۔ وہ ان کو ایسا سمجھتے ہیں جیسا ایک منہ چڑھا سررشتہ دار ہو کہ جو کچھ کہدیگا اسی پر دستخط ہوجاوینگے اور انکے نام پر پنسلی چڑھاتے ہیں کہیں منتیں مانتے ہیں بعض نے تعزیوں کو اسقدر ضروری سمجھ رکھا ہے کہ انکا سارا دین ایمان وہی ہیں ایک شخص کہنے لگے کہ جب سے گیارہویں شریف چھوڑی ہے اسوقت سے مجھپر آفتیں آنی شروع ہوگئیں لاحول ولا قوۃ میرا یہ مطلب اس سے نہیں ہے کہ بزرگوں کو ثواب نہ پہنچایا کرو مطلب یہ ہے کہ اپنا عقیدہ خراب نہ کرو بلکہ اس نیت سے ثواب پہنچاؤ کہ انھوں نے ہمارے ساتھ دینی احسان کیا تھا ہم انکو ثواب پہنچاتے ہیں اور یہ نیت نہ ہونی چاہئیے کہ ان سے ہمیں مال یا اولاد ملیگی اور غور کرکے دیکھو کہ اس نیت سے ثواب پہنچانا کیسی بے ادبی ہے

لوگ آجکل ہر بات کا ذمہ دار مولویوں کو سمجھتے ہیں

مال اور دولت قرب ایمان کا ذریعہ نہیں بلکہ ایمان اور نیک اعمال

ایمان اور عمل صالح کے متعلق مختصر سا بیان

دیکھو اگر تمہارے پاس کوئی شخص مٹھائی لیکر آوے اور پیش کرنیکے بعد کہے کہ جناب
آپ سے میرا فلاں کام ہے تو تمہارے دل پر کیا اثر ہوگا ظاہر ہے کہ جو خوشی اُسکے
مٹھائی لانے سے تم کو ہوئی ہوگی وہ سب خاک میں ملجاویگی اور سمجھوگے کہ یہ سب
خوشامد ہی غرض کیلئے تھی دوسرے جب وہ حضرات اپنی زندگی میں اس قسم کی چیزوں سے
دلچسپی نہ رکھتے تھے تواب مرنے کے بعد کیوں انکو دلچسپی ہوگی تو ایمان کی درستی جب
ہوگی کہ اس قسم کی ساری باتوں سے توبہ کرو دوسری چیز ہے نیک اعمال اسکے متعلق
یہ حالت ہے کہ بہت سے لوگ اسکو ضروری ہی نہیں سمجھتے بلکہ عقیدے درست کرلینے
کو کافی سمجھتے ہیں حالانکہ جب عمل نہیں تو نرے عقیدے نے ہی درستی کیا کریگی اور جو لوگ
عمل کو ضروری بھی سمجھتے ہیں تو صرف عبادات نماز روزہ وغیرہ کا کچھ خیال کرلیتے ہیں
باقی آپس کے معاملات تو بالکل ہی خراب ہیں میں نے بہت سے ایسے لوگ دیکھے
ہیں جو متقی کہلاتے ہیں مگر اُنکے معاملات بہت گندہ ہیں خدا جانے یہ کیسا تقویٰ
۱۳ ہے کہ کبھی ٹوٹتا ہی نہیں گویا بی بی تمیزہ کا وضو ہے کہ بس ایک دفعہ کرکے عمر بھر
کو چھٹی ہوگئی بعض لوگ ایسے ہیں کہ اُنکے معاملات بھی اچھے ہیں لیکن اخلاق نہایت خراب
ہیں نہ خدا کی محبت نہ خوف نہ صبر نہ شکر نہ خدا پر بھروسہ بلکہ انکے بجائے غرور
دکھاوٹ خود پسندی حسد کینہ وغیرہ سے بھرے ہوئے ہیں تو نیک اعمال میں
یہ اخلاق باطنی بھی آگئے اور یہی ہے وہ چیز جسکو تصوف کہتے ہیں اگر کسی کو شبہ
ہو کہ یہ تو تصوف نہیں بلکہ معمولی چیز ہے تو سمجھو کہ جو لوگ تصوف کے فن میں امام
ہیں انکے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف یہی ہے چنانچہ تصوف کی بڑی معتبر کتاب
میں لکھا ہے کہ التصوف تعمیر الظاہر والباطن **ترجمہ** ظاہر اور باطن کا سنوار لینا
تصوف ہے اور باطن سے متعلق دو چیزیں ہیں ایک عقیدے اور دوسرے اخلاق
ان سب کی اصلاح بھی قرآن میں ہے مگر صوفیہ نے اسکا نام تصوف رکھا ہے
اور قرآن نے اسکو ایمان اور عمل صالح کے لفظ سے بیان کیا ہے حقیقت
دونوں کی ایک ہے پس تصوف کی حقیقت ایمان اور نیک اعمال ہیں اور

پیر کی پہچان

عقیدے اور اخلاق کی درستی بھی یہین آگئی اور یہین سے کامل پیر کی پہچان بھی معلوم ہوگئی ہوگی کہ اسکے اندر ایک تو ایمان خالص ہونے کی ضرورت ہے دوسرے نیک اعمال کی تیسرے اچھی عادات کی کہ اُس میں صبر ہو شکر ہو دُنیا سے نفرت ہو کہ اسکی صحبت میں بیٹھنے سے بھی پاس والون کا دنیا سے جی ہٹ جاوے اور ایک بڑی پہچان یہ ہے کہ اسکی طرف عوام کم متوجہ ہون اور اہل علم زیادہ متوجہ ہون ہمارے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس درویش پر دنیادار زیادہ ہجوم کریں معلوم کر لینا چاہیئے کہ وہ خود بھی دُنیادار ہے اور جسکی طرف نیک آدمی زیادہ متوجہ ہون وہ اس لائق ہے کہ دوسرونکو ہدایت کرے جب ایسا شخص ملجاوے تو اسکی صحبت اختیار کرو اور جنکو یہ سب باتیں حاصل ہون ایمان بھی خالص ہو اعمال بھی نیک ہون اخلاق بھی درست ہوں اُنکے لئے خدا تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کو اُنکے اعمال کا کئی گنا عوض دیا جاویگا اور وہ جنت کے محلون مین امن
سے رہیں گے یعنی اس قرب بے زوال کا اُنکو کچھ کھٹکا نہ ہوگا چونکہ آجکل جاہل لوگ ۱۴
گمراہ کرتے پھرتے ہیں اسلئے مین نے مناسب سمجھا کہ تصوف کی حقیقت اور کاملوں کی پہچان بتلادون تاکہ لوگ ان کے پھندے سے بچ سکین اب خدا تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ وہ توفیق نیک عطا فرماوین آمین ؎

تمّت

سلسلہ تسہیل المواعظ کا سولہوان وعظ مسمّٰے بہ مقبولیت کا طریق ختم ہوا اب سترہوان وعظ انشاء اللہ تعالےٰ جمادی الثانی ۱۳۳۵ھ سے شروع ہوگا ؎

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حل الانتباہات

بعد حمد و صلوٰۃ عرض کرتا ہے احقر الوریٰ محمد مصطفیٰ بجنوری مقیم میرٹھ محلہ کرم علی کہ اس زمانہ میں جسقدر دینی نفع علامہ زمان یگانۂ دور مقتدانا و مولانا حضرت شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کی تصانیف سے اہل اسلام کو پہنچا ہے محتاج بیان نہیں کوئی شعبہ دین کا اب نہیں رہا جسمیں حضرت کی متعدد تصانیف نہ ہوں منجملہ فنون دینیہ کے علم کلام بھی ہے جو اہم اور مقدم فنون ہے کیونکہ اسکا موضوع اصول دین کا اثبات ہے اور اصول کی تقدیم اور اہمیت فروع پر ظاہر ہے اسمیں بھی ضرورت تھی کہ حضرت کی کوئی مستقل اور جامع تصنیف ہو اگرچہ ایسے مضامین سے حضرت کی بعض کتابوں میں بحث کیگئی ہو خاص کر مواعظ میں بکثرت ایسی ابحاث موجود ہیں لیکن متفرق مضامین سے ضرورت پوری نہیں ہوئی اور ہنوز احتیاج باقی تھی کہ ایک مستقل کتاب اس فن میں تصنیف ہو خوش قسمتی سے اسکا بھی وقت آگیا اور کتاب الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ تالیف ہوئی جس سے یہ ضرورت بوجہ احسن پوری ہوئی اسکی وجہ تالیف خود مصنف علامہ نے بہت مشرح بیان فرمائی ہے جو آگے آتی ہے اُسکے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں یہاں یہ عرض کرنا ہے کہ یہ کتاب اگرچہ اُردو میں ہے لیکن بہت جگہ اسمیں اصطلاحی الفاظ آئے ہیں جنکے سمجھنے کیلئے اُردو دان اصحاب کی لیاقت کافی نہیں اور بعضے

مضامین فی نفسہ ایسے ادق ہیں کہ بغیر ہندی کی چندی کئے موجودہ اصحاب کی سمجھ میں نہیں آسکتے حضرت مصنف مدظلہ کا عذر اصطلاحی الفاظ کتاب میں لانے کے باب میں ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ علم کلام کوئی معمولی فن نہیں ہے یہی وہ فن ہے جسکے ذریعہ سے حق و باطل میں تمیز ہوتی ہے اور یہی وہ فن ہے جسکے ذریعہ سے فلسفہ کی غلطیاں پکڑی جاتی ہیں اور یہی وہ فن ہے جسکے سامنے افلاطون اور ارسطو اور بڑے بڑے فلاسفہ طفل مکتب نظر آتے ہیں اور یہی وہ فن ہے جسکے سامنے جملہ دیگر مذاہب کے لوگوں اور ملاحدہ اور زنادقہ سب کو سر جھکانا پڑتا ہے اور یہی وہ فن ہے جس سے علوم وحی کی صداقت ثابت ہوتی ہے اور یہی وہ فن ہے جس سے اہل اسلام کو ناز ہے اور جسکے ذریعہ سے ہر فرقہ کے سامنے مقابلہ میں کھڑے ہوتے ہیں پھر کیا کوئی خیال کرسکتا ہے کہ ایسے اجل اور ادق فن کی کتاب ایسی سہل ہوسکتی ہے کہ معمولی اردو خوان اصحاب کو بھی اسکے سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آوے حاشا وکلا۔ دیکھا ہوگا کہ طب اکبر
فارسی کی کتاب ہے اور اسکے مصنف نے بالقصد سہولت کا اور طب کو عام کرنے کا ۲
خاص اہتمام کیا ہے نام ہی انکا حکیم ارزانی ہے لیکن کیا وہ اصطلاحی الفاظ سے خالی ہے یا اسکو فارسی خوان اصحاب بلا مدد استاد کے سمجھ سکتے ہیں اور دیکھا ہوگا کہ تعزیرات ہند کا ترجمہ اردو میں ہوگیا ہے اور ترجمہ سے غرض ہی یہ ہے کہ عام فہم ہوجاوے لیکن کیا تعزیرات ہند کو اردو خوان لوگ بے تکلف سمجھ سکتے ہیں اگر ایسا ہوتا تو قانون پڑھنے اور وکالت کا پاس حاصل کرنیکی کیا ضرورت ہوتی۔ ان نظائر سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ کسی فن کی کتاب اصطلاحی الفاظ سے خالی نہیں ہوسکتی جب معمولی فنون کی حالت یہ ہے تو علم کلام کی حالت ظاہر ہے پھر طرہ یہ ہے کہ الانتباہات اس فن کی پہلی کتاب ہے مدتوں سے لوگوں کو علم کلام جدید کے مرتب ہونے کی ضرورت محسوس ہورہی تھی لیکن اسکے لئے کوئی مرد میدان نہ بنا بلکہ کسی کی سمجھ میں اسکی ترتیب بھی نہ آئی قضا وقدر نے یہ حصہ الانتباہات کے مصنف ہی کیلئے رکھا تھا کتاب کو دیکھکر ذرا سا بھی جو علم وشعور رکھتا ہے وہ حیرت میں رہ جاتا ہے کہ کسطرح دریا کو کوزہ میں بھرا ہے اور

حیران ہوکر یہی کہتا ہے کہ سوائے اسکے نہیں کہ جوامع الکلم کے قبیل سے ہے اور کرامت کا مرتبہ ہے یہ چھوٹی سی ۸۰ صفحہ کی کتاب (جسکا حجم ۸۰ صفحہ کا بھی بوجہ کتابت جلی ہونیکے ہے ورنہ نصف حجم ہوتا بلکہ اُس نصف مین بھی جو اصل مضامین ہیں وہ صرف چھ سات اصول ہین جنکے لئے صرف سات آٹھ صفحہ کافی ہیں بقیہ کتاب میں سہولت کیلئے ان اصول کی تفریعات ہیں) تمام ضروری علم کلام کی حادی ہے اور سمجھدار آدمی اسکے ذریعہ سے قریب قریب وہی کام نکال سکتا ہے جو بڑی بڑی ضخیم کتابون سے نکلتا شبہات جدیدہ کا کوئی فرد ایسا نہیں جسکا حل اس کتاب سے نہ ہو جاوے اسکو علم کلام سے وہی نسبت ہے جو ایک شیشی عطر کو پھولون کے ایک تختہ سے اس صورت مین کیسے ممکن تھا کہ اصطلاحی الفاظ اسمین نہ ہوتے یا اُن الفاظ کا حل بھی مصنف ہی کی طرف سے اسمیں ہوتا کوئی حاسد اُنکی اُردو کو جناتی اُردو کہے یا کوئی جاہل اُنکی زبان کو اچھا نہ بتاوے لیکن فن تصنیف وتالیف سے مناسبت رکھنے والے اُنکی خوبی سمجھ سکتے ہیں کہ عبارت اُنکی کیسی جامع و مانع ہے اسمین اعجاز بیشک ہے مگر ایجاز مخل نہیں جس سے ادا مطلب میں ۳
قصور رہے اور یہ علم بلاغت میں اعلےٰ درجہ کی صفت ہے کہ تھوڑے سے الفاظ میں مطلب کو پورا پورا ادا کر دیا جاوے یہی وہ صنعت ہے جسکی بدولت گلستان کی مختصر اور سادی عبارت کو بہار دانش کی طویل اور رنگین عبارت پر ترجیح دیجاتی ہے اور یہی وہ صنعت ہے جسکی وجہ سے نظم قرآنی کو تمام نظم ونثر انشاؤن سے فائق کہا جاتا ہے اور غور سے دیکھا جائے تو راز اسکا یہ ہے کہ فطری قاعدہ ہے کہ جب عبارت نویس الفاظ کی طرف توجہ زیادہ کرتا ہے تو مطالب اس سے چھوٹ جاتے ہیں دیکھیے قانون شیخ بھی طب کی ایک کتاب ہے اور شرح اسباب بھی طب کی ایک کتاب ہے اس علم سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ ترتیب اور تہذیب عبارت میں جو درجہ شرح اسباب کو حاصل ہے وہ قانون کو حاصل نہیں حتے کہ بعض طلبا کہا کرتے ہین کہ شیخ کو عبارت لکھنا آتا ہی نہیں اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ادا مطالب مین شرح اسباب کوتاہ ہے لیکن بایں ہمہ کوئی شرح اسباب کو قانون پر

ترجیح نہیں دیتا وجہ یہی ہے کہ مطالب جسطرح قانون کی سادی اور غیر مرتب عبارت میں ادا ہوتے ہیں شرح اسباب میں ادا نہیں ہوتے یہ فرق ہمیشہ متقدمین فن اور متاخرین کی تصنیفات میں ہوا کرتا ہے اور دیکھئے کہ جو ترتیب اور تہذیب عبارت فقہ کی کتاب قدوری اور ہدایہ میں ہے وہ امام محمد صاحب کی کتابوں میں نہیں ہے اور باوجود اسکے کوئی قدوری اور ہدایہ کو امام محمد جیسا کی کتابوں پر ترجیح نہیں دیتا وجہ یہی ہے کہ ہر فن کے علما متقدمین کو ادا مطالب کی طرف بالنسبۃ توجہ زیادہ ہوتی ہے اور متاخرین کو تہذیب اور ترتیب کیطرف اور ان دونوں میں سے اصل اور اہم اور مقصود ترین ادا مطالب ہی ہے جسمین یہ زیادہ موجود ہو وہی کتاب مقبول ہوتی ہے دیکھیے مثنوی مولانا روم بھی اس اعتراض سے خالی نہیں کہ عبارت اسکی ایسی نگین نہیں جیسی دوسری منظوم کتابوں کی ہے چنانچہ بعض شعراء کا قول ہے کہ مثنوی کی شاعری سست ہے اور یہ بات خود مولانا کو بھی محسوس ہو چکی ہے چنانچہ خود ہی اس سے عذر کیا ہے فرماتے ہیں ؎

قافیہ اندیشم و دلدار من ✻ گویدم مندیش جز دیدار من

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قافیہ بندی (عبارت آرائی) اور حقیقت شناسی (ادا مطالب) دونوں جمع نہیں ہوتے یہ راز ہے الانتباہات کی عبارت کے سادہ اور بظاہر مشکل ہونے کا کہ وہ علم کلام جدید کی پہلی کتاب ہے اور مصنف مدظلہم کو اس فن میں متقدمین کا رتبہ حاصل ہے اگر اسمیں عبارت آرائی اور انشاپردازی کی طرف توجہ کیجاتی تو ادا مطالب میں ضرور کوتاہی رہتی اور سب جانتے ہیں کہ ایجاد کسی چیز کی مشکل ہوتی ہے پھر اسکو دوسرے لباس اور صورت میں لے آنا کوئی بات نہیں علم کلام جدید کی ضرورت برسوں لوگوں کو محسوس ہوتی تھی مگر کسی کا ذہن اسکی تدوین اور ترتیب کی طرف نہ پہنچا خود حضرت مصنف مدظلہ بھی عرصہ تک اسمیں حیران رہے جیسا کہ دیباچہ میں تحریر فرمایا ہے بالآخر تائید غیبی نے رہبری فرمائی اور مصنف کا علیگڑھ جانا ہوا اور وہاں ایک وعظ ہوا وہاں سے اسکی تحریک کو قوت ہوئی اور ترتیب بھی ذہن میں آگئی (دیباچہ میں اسکا بیان مشرح ہے) چنانچہ بحمد اللہ ایسی کتاب تیار ہو گئی کہ سبحان اللہ وصل علے۔ نفس مطالب کما حقہ محفوظ ہوگئے

رہی تسہیل عبارت سو یہ بہت معمولی کام ہے اسکو فن سے مناسبت رکھنے والا ایک طالب العلم بھی کر سکتا ہو اسکے لئے حضرت مصنف کو تکلیف دینا تضیع اوقات ہی بالجملہ کتاب اشتباہات میں حل کی ضرورت تھی یہ خدمت بعض احباب نے اس ہیچمدان کے متعلق کی احقر کی سمجھ میں اسکی صورت یہ آئی کہ الفاظ کا حل اکثر جگہ اسطرح کیا جاوے کہ بین السطور میں انکا ترجمہ لکھا جاوے اور جہاں مطالب حل طلب ہوں انکی شرح عام فہم اور سلیس حاشیہ پر لکھی جاوی پھر اگر وہ مضمون مختصر ہو تو معمولی طور پر حاشیہ پر لکھا جاوے اور اگر طویل ہو تو بطور ضمیمہ ہر جگہ ورق بڑہا دئے جاوین چنانچہ اسطرح اکثر حصہ کتاب کا تحشیہ کر لیا گیا اور اتفاق سے اسی زمانہ میں علیگڈہ جانے اور چند روز قیام کرنے کا اتفاق ہوا وہاں کالج کے طلبہ کی صحبت تھی انکو یہ حل دکہایا گیا کیونکہ زیادہ تر ان ہی حضرات کے رفع شکوک کیلئے یہ کتاب لکھی گئی تھی اور انہی کی خاطر یہ حل کیا گیا انھوں نے پسند کیا اور فرمایا کہ اب واقعی یہ کتاب ہم لوگوں کے سمجھنے کے قابل ہو گئی اور کہیں کہیں اور بھی زیادہ توضیح کی ضرورت بتائی۔

غرض کتاب مذکور اس تحشیہ سے بہت سہل اور عام فہم ہو گئی تھی لیکن بعض مخلص اور ۵
تجربہ کار اصحاب نے فرمایا کہ طبیعتیں ابناء زمان کی ایسی پست اور دین کیطرف سے ایسی بے پروا ہو گئی ہیں کہ اتنی تکلیف گوارا کرنا بھی انکو مشکل ہی کہ کسی مضمون کے حل کو حاشیہ پر تلاش کریں اور اس تلاش سے سلسلہ تقریر کو بھی گونہ انقطاع ہو جاتا ہی اسواسطے مناسب یہ ہی کہ اصل کتاب کی تسہیل اسطرح کیجائے کہ تمام کتاب کی عبارت عام فہم کر دیجاوے اسطور پر کہ جہاں نفس کتاب کی عبارت سہل ہو وہ بجنسہ رہے اور جہاں مشکل ہو اسکو بطور تحشیہ کے حل کیا جائے بلکہ اس مضمون کو سہل عبارت میں کر دیا جاوے اسطرح کہ سلسلہ عبارت کا قائم رہے اس صورت میں یہ کتاب گویا ایک نئی کتاب بنجاویگی اس تجویز کو حضرت مصنف مدظلہ نے بھی پسند کیا کیونکہ اسمیں نفع تام و کمال کی امید ہی لیکن احقر نے عرض کیا کہ جو جامعیت اور بہت سی خوبیاں اصل کتاب میں ہیں وہ نہ رہینگی فرمایا اصل کتاب علیحدہ چھپ چکی ہے جسکا جی چاہے اسکو دیکھے اور جسکا جی چاہے اس تسہیل شدہ کو دیکھے بندہ نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہو کہ اصل کتاب بھی بجنسہ محفوظ رہے اور تسہیل بھی

ساتھ ساتھ ہو تو کیا حرج ہے صورت اسکی یہ ہے کہ اصل کتاب کی عبارت بجنسہٖ ہر صفحہ مین اوپر کی سطروں میں رہے اور تسہیل کی نیچے کی سطرون مین اسکو حضرت نے اور سب نے پسند کیا چنانچہ اس صورت سے حل کیا جاتا ہے اور نام اسکا حل الاشتباہات رکھا جاتا واللہ الموفق والمعین۔ اُمور ذیل کا التزام حل الاشتباہات میں کیا گیا ہے (۱) اصل کتاب کی عبارت سے پہلے (ا) بین القوسین ہی لکھا جاویگا اور تیسیر عبارت کے پہلے (ح) لکھا جاویگا (۲) اور خط کھینچکر بھی دونوں کو الگ کر دیا جاوے گا (۳) بعض جگہ ایسا بھی ہوا ہے کہ عبارت اصل کتاب کی بالکل واضح اور سہل ہے وہاں اسکی ضرورت نہیں سمجھی کہ ایک بار اصل کتاب کی عبارت لکھی جاوے اور ایک بار تسہیل کی کیونکہ تحصیل حاصل اور تطویل لاطائل ہے اسواسطے وہاں اصل ہی کی عبارت کو لکہا ہے ہاں بعض اُن الفاظ کا ترجمہ بین السطور یا حاشیہ پر کردیا ہے جو ابنائے زمان کے نزدیک غیر مانوس ہین (۴) اصل کتاب کی عبارت مین جہاں اصطلاحی یا غیر مانوس الفاظ آتے ہیں انکا ترجمہ بین السطور ہر جگہ کر دیا ہے۔ ۶

التماس

اسی اثناء میں بندہ زادہ محمد مجتبےٰ نام کا انتقال بعمر ۲۵ سال ۵ محرم ۱۳۴۴ھ کو ہو گیا وہ بفضلہ تعالےٰ فارغ التحصیل مولوی اور جوان صالح تھا حضرت مصنف کو بھی اُسپر بیحد شفقت تھی زمانہ علالت مین حضرت اسکو دیکھنے کیلئے کانپور سے تہانہ بہون کو جاتے وقت باوجود بہت عدیم الفرصتی کے ایک دن کیواسطے میرٹھ تشریف لائے اور قیام کے وقت کا اکثر حصہ اُسکے پاس گذارا خاکسار اس کتاب کا ثواب اُسکے نام کرتا ہے اور ناظرین سے التجا کرتا ہے کہ بندہ کو اور بندہ زادہ کو دعا میں یاد رکھیں۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما۔ حضرت مصنف مدظلہ نے اصل کتاب کا نام الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ رکھا ہے وجہ تسمیہ الفاظ ہی سے ظاہر ہے اور پوری توضیح وجہ تالیف کے بیان مین آتی ہے۔

الانتباہات المفیدہ
عن الاشتباہات الجدیدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۱) حمداً وسلاماً بالغین سابغین اس زمانہ مین جو بعض مسلمانوں مین اندرونی دینی خرابیان عقائد کی اور پھر اُس سے اعمال کی پیدا ہوگئی ہین اور ہوتی جاتی ہیں انکو دیکھکر اسکی ضرورت اکثر زبانوں پر آرہی ہے کہ علم کلام جدید مدوّن ہونا چاہیئے۔

(ح) حمد مجید اور درود نا محدود کے بعد واضح ہو کہ اس زمانہ مین جو بعض مسلمانوں مین غیر اقوام کے مقابلہ سے قطع نظر خود اپنے ہی اندرونی خرابیان عقائد کی پیدا ہوگئی ہیں اور ہوتی جاتی ہین مثلاً کسیکو جنات کے وجود مین شکوک ہیں اور کسیکو جنت اور دوزخ کے وجود مین تامل ہی وغیرہ وغیرہ اس عقائد کی خرابی کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اعمال میں بھی خرابی پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ جب جنت اور دوزخ کے وجود کا پورا یقین نہیں ہے تو وہ اعمال خیر کیوں کریگا جس سے جنت ملنے کی امید ہو اور ان بُرے عملوں سے کیون بچیگا جس سے دوزخ کے عذاب کا اندیشہ ہو اب یا تو وہ شخص اعمال کو بالکل چھوڑ ہی دیگا اور بُرے بھلے کی قید اٹھا ہی دیگا یا کسی مصلحت وغیرہ پر بنا کرکے اعمال کریگا بھی تو لاپروائی اور بددلی سے کریگا اور احکام دینی میں اپنے مطلب کے موافق تحریف کرکے من سمجھوتا کرلیگا جیسا کہ آجکل نئے تعلیم یافتوں مین دیکھا جاتا ہے کہ نہ نماز پڑھتے ہیں نہ روزہ رکھتے ہیں اور سب اعمال شرعی میں کاہلی کرتے ہیں یہ اعمال کی خرابیاں اسی سے پیدا ہوئی ہین کہ انکے دلون میں آخرت اور جنت دوزخ ثواب عذاب کا کما حقہ یقین نہیں ہے ان عقائد اور اعمال کی خرابیونکو دیکھکر یہ بات اکثر زبانوں پر آرہی ہے کہ عقائد اسلامی کے ثابت اور مدلل کرنے کی اور پورے طور سے ذہن نشین کرنیکی کوشش کرنی چاہیئے۔

(ا) گو یہ مقولہ علم کلام مدوّن کے اُصول پر نظر کرنیکے اعتبار سے خود متکلم فیہ ہے کیونکہ وہ اُصول بالکل کافی ووافی ہین چنانچہ انکو کام مین لانے کے وقت اہل علم کو اسکا اندازہ اور تجربہ عین الیقین کے درجہ مین ہوجاتا ہے لیکن باعتبار تفریع کے اسکی صحت مسلّم ہوسکتی ہے مگر یہ جدید ہونا شبہات کے جدید ہونے سے ہوا۔

(ح) اس فن کو جسمین اُصول دینی یعنی عقائد کی بحث ہو علم کلام کہتے ہیں اس فن کو صدیون پہلے علماء اسلام نے مرتب کیا تھا مگر آجکل کے لوگون کا خیال یہ ہے کہ یہ فن از سر نو ایجاد کرنے کے قابل ہے بلفظ دیگر اسکا مطلب یہ ہے کہ سلف کا ایجاد کردہ پُرانا علم کلام ناقص ہے اور اسمین آجکل کے شبہات کے حل نہیں ہیں لیکن اسکے دو معنے ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ پُرانے علم کلام سے کسیطرح ان شبہات کا حل نہیں ہوسکتا نہ اسمین ان شبہات کا فرداً فرداً ذکر ہے اور نہ ایسے اُصول وقواعد اسمین ہیں جنسے ان شبہات کے جوابات نکالے جاسکیں سو اس معنے کر تو خیال اُنکا غلط ہے حق یہ ہے کہ علم کلام قدیم میں ایسے اُصول وقواعد موجود ہین جو ہر قسم کے شبہات موجودہ وآئندہ کے حل کرنیکے لئے کافی ہیں چنانچہ انکو کام میں لانے کے وقت اہل علم کو اسکا اندازہ ہوجاتا ہے اور دیکھی آنکھوں ثابت ہوجاتا ہے کہ کوئی شبہ کسی فرقہ اسلام کا یا کسی ملحد اور بددین کا ایسا نہیں نکلتا جسکا حل ان اُصول سے نہ کردیا جاوے یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ اہل اسلام سے اور دیگر مذاہب سے مناظرے ہوئے اور کبھی کوئی پیش نہ لیجاسکا ہاں یہ خیال ابناء زمان کا کہ پُرانے علم کلام میں شبہات جدیدہ کا حل نہین ہے صرف اس معنے کر قابل تسلیم ہوسکتا ہے کہ علم کلام قدیم میں نئے شبہات سے فرداً فرداً بحث نہیں کیگئی ہے لہذا ضرورت ہے کہ اب علم کلام کو اسطرح بنایا جاوے کہ ان شبہات سے فرداً فرداً بحث ہو اسیکو علم کلام جدید کہا جاوے گا مگر یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں بھی اس علم کلام کو جدید کہنا صرف اس اعتبار سے ہوگا کہ اُس میں جدید شبہات کا ذکر ہے ورنہ درحقیقت ان شبہات کے جوابات تو اسی علم کلام قدیم سے دئے جاوینگے کسی نئے اُصول کے ایجاد کی ضرورت نہیں۔

(باقی آئندہ)

یعنی جب اس دریا کا کنارہ بھی نہیں ہے تو لب مت کھولو بند کرو یہ دریا تشنہ لب بے لب ساحل کے ہے تو جب اسکی کہیں انتہا ہی نہیں ہے لہذا چپ رہنا ہی بہتر ہے۔

این سخن پایان ندارد باز گرد — سوے فرعون مدمغ تا چہ کرد

یعنی یہ بات تو کہیں انتہا نہیں رکھتی ہے تو اب تم اس فرعون دماغ دار کی طرف واپس ہو کہ اس نے کیا کیا بس یہان سے انتقال فرما کر اسکی حکایت کو بیان فرماتے ہین

شرح حبیبی

۱۹۴ چونکہ موسیٰ بازگشت و او بماند — اہل راے و مشورت را پیش خواند

مجتمع گشتند بفشردند پاے — ہر کسے کردند عرض فکر و راے

عاقبت ہامان بے سامان دون — راے پیش آورد کز وش ہمنون

کاے شہ صاحب ظفر چون غم فزود — ساحران را جمع باید کرد زود

در ممالک ساحران داریم ما — ہر یکے در سحر فرد و پیشوا

مصلحت آنست کز اطراف مصر — جمع شان آرد شہ و صراف مصر

او بسے مردم فرستاد آن زمان — در نواحے بہر جمع جادوان

هر طرف که ساحرے بد نامدار	کرد پران سوے او دو مرد کار
دو جوان بودند ساحر مشتهر	سحر ایشان در دل مه مستمر
شیر دوشیده ز شیرانِ شکار	در سفرها رفته بر خمے سوار
شکل کرباسے نموده آفتاب	او بپیموده فروشیده شتاب
سیم برده مشتری آگه شده	دست از حسرت برخها بر شده
۱۹۴ صد ہزاران ہمچنین در جادوئے	بوده استاد و نبوده چون روی
چون بر ایشان آمد این پیغام شاه	کز شما شاه ہست اکنون چاره خواه
از پئے آن که دو درویش آمدند	بر شه و بر قصر او موکب زدند
نیست با ایشان بغیر یک عصا	که ہمی گردد بامرش اژدہا
شاه و لشکر جمله بیچاره شدند	زین دو کس جمله بافغان آمدند
چاره جویان بنده را پیش شما	شاه ازان ارسال فرموده تا

چارهٔ سازید اندر دفع شان	گنجها بخشند عوض شه بیکران
آن دو ساحر را چو این پیغام داد	ترس و مهرے در دل هر دو فتاد
عرق جنسیت چو جنبیدن گرفت	سر به زانو بر نهادند از شگفت
چون دبیرستان صوفی زانوست	حل مشکل را دو زانو جادوست

جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے اور فرعون رہگیا تو اس نے اہل الرائے
وقابل مشورہ لوگونکو اپنے حضور میں طلب کیا جب سب لوگ مجتمع ہوگئے اور اطمینان
سے بیٹھے تو فرعون نے معاملہ کو پیش کیا اسپر سب لوگون نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی ۱۹۵
بالآخر پاجی ہامان بے سامان نے یہ رائے پیش کی اور یون اسکو رہنائی کی کہ اے
فتحمند شہنشاہ جبکہ تفکر بہت بڑھگیا ہے تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ فوراً جادوگروں کو جمع
کیاجاوے ہمارے ملک میں بہت سے جادوگر ہیں جنمیں سے ہرایک یکتائے روزگار
اوراپنے فن کا امام ہے بس اب مشورہ یہی ہے کہ اطراف مصر سے حضور جو حاکم مصر ہیں
انکو جمع کریں یہ سنکر اس نے جادوگرون کے جمع کرنے کے لئے فوراً چاروں طرف
آدمی دوڑادئے اور جس طرف کوئی مشہور جادوگر تھا اُسکے پاس اُس نے بجائے ایک
کے دو آدمی بھیجے دو جوان بہت مشہور جادوگر تھے جن کا جادو چاند کے دلپر چلتا تھا وہ
اپنے جادو کی قوت سے تمکاری شیروں کا دودھ نکالتے تھے اور مٹکے پر سوار ہوکر
سفر کرتے تھے اور جادو سے دھوپ کو کپڑا ظاہر کرکے ناپ کر بیچڈالتے اور زرثمن
اڑالیجاتے تھے جب مشتری اس دھوکہ پر مطلع ہوتا تو افسوس سے اپنا منہ پیٹ لیتا
تھا اسی قسم کے اور لاکھون فن جادوگری میں اُستاد کامل تھے اور حرف ردی کیطرح

کسی سے کم تابع نہ تھے جب اُنکے پاس بادشاہ کا یہ پیغام پہنچا کہ جہان پناہ چاہتے ہیں
کہ تم مصیبت سے دفع کی کوئی تدبیر کرو واسطے کہ دو فقیر آئے ہیں اور انھون نے بادشاہ
اور اسکے قلعہ اور اسکی سپاہ پر حملہ کیا ہے انکے پاس کچھ نہیں ہے بجز ایک لاٹھی کے
جو انکے حکم سے اژدہا بنجاتی ہے ان دو شخصون سے بادشاہ اور اسکی سپاہ عاجز ہوگئی
ہے اور تمام لوگ چلا اُٹھے ہیں بادشاہ نے اس احقر کو آپکی خدمت میں چارہ جوئی کیلئے
اور اس سے بھیجا ہے تاکہ آپ انکو دفع کرنے کی کوئی تدبیر کریں اگر آپ ایسا کرینگے
تو بادشاہ سلامت آپکو اُسکے عوض میں بہت سا انعام دینگے۔ جب یہ پیغام ان دو
مشہور ساحرون کے پاس پہنچا تو اُنکے دل میں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی طرف
سے کچھ خوف اور کچھ محبت پیدا ہوگئی اور جبکہ مجانست فطری یا موسےٰ علیہ السلام کی
آگ بھڑکی اور بوجہ استعداد ایمانی کے اُنکو اُنکی طرف میلان ہوا تو تحیر سے زانو پر سر رکھ لیا
اور سوچنے لگے کہ کیا کرنا چاہیئے آیا اُن سے مقابلہ کیا جاوے یا نہیں اب مولانا فرماتے
ہیں کہ چونکہ صوفی کا مکتب گھٹنا ہی ہے اور اسکو جو علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں وہ ۱۹۶
عام طور پر اسی پر سر رکھکر مستغرق ہونے سے ہوتے ہیں لہذا یون کہنا چاہیئے کہ حل مشکل
کے لئے تو گھٹنا تو جادو کی خاصیت رکھتا ہے کہ جب اسپر سر رکھکر آدمی نے غور
کیا تو اکثر کوئی نہ کوئی بات سمجھ مین آہی جاتی ہے اسلئے انھون نے گھٹنوں پر سر رکھکر
سوچنا شروع کیا اور تدبیر انکی سمجھ میں بھی آگئی۔

شرح شبیری

فرعون کا شہر و نمین جادوگرونکی تلاش کیلئے قاصد روانہ کرنا

چونکہ موسیٰ بازگشت و او بماند ۔ اہل رای و مشورت را پیش خواند

یعنی جبکہ موسے علیہ السّلام واپس تشریف لے آئے اور وہ یہ کہا تو اہل رائے اور مشورہ کو سامنے بلایا۔

مجتمع گشتند و بفشردند پائے ‖ ہر کسے کردند عرض فکر و رائے

یعنی سب جمع ہو گئے اور ثابت قدم ہو گئے اور ہر شخص نے اپنی فکر اور رائے کو پیش کیا

عاقبت ہامان بی سامان دون ‖ رائے پیش آورد و گردش رہنمون

یعنی آخر میں ہامان بے سامان اور کمینہ نے رائے پیش کی اور اُس (فرعون) کی رہنمائی کی بولا کہ۔

کای شہ صاحب ظفر چون غم فزود ‖ ساحران را جمع باید کرد زود

یعنی کہ اے بادشاہ صاحب ظفر جب غم بڑھ گیا (یعنی یہانتک یہ لوگ بڑھ گئے ہیں تو 197
اب) ساحروں کو جلدی ہی جمع کرنا چاہیئے۔

در ممالک ساحران داریم ما ‖ ہر یکے در سحر فرد و پیشوا

یعنی ممالک میں ہم ایسے ساحرین رکھتے ہیں جو کہ ہر ایک سحر میں فرد و پیشوا ہے۔

مصلحت آنست کز اطراف مصر ‖ جمع آردشان شہ و صراف مصر

یعنی مصلحت یہ ہے کہ اطراف مصر میں سے بادشاہ جو کہ مصر مین تصرف کرنیوالا ہے جمع کرلے بس یہ رائے پیش کی پیش کرنا تھا کہ قبول ہو گئی اور اسپر نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ۔

او بسے مردم فرستاد آن زمان ‖ در نواحے بہر جمع جادوان

یعنی اُس نے بہت سے آدمی اسی وقت ہر طرف جادوگروں کے جمع کرنے کو روانہ کردیے۔

ہر طرف کہ ساحرے بُد نامدار کرّ پران سوئے او دو پیک کار

یعنی جس طرف کہ کوئی ساحر نامدار تھا اُس نے اُسی طرف کو دو کام کے قاصد روانہ کر دیے

دو جوان بودند ساحر مشتہر سحر ایشان در دل شہ مستمر

یعنی دو جوان تھے جو کہ مشہور ساحر تھے اور انکا سحر بادشاہ کے دل میں قوی تھا یعنی بادشاہ اُنکا بہت معتقد تھا مستمر مرّہ سے ہے یعنی قوی اُنکے سحر کی یہ حالت تھی کہ ۔

شیر دوشیدہ ز شیران شکار در سفر ہا رفتہ بر خمے سوار

یعنی شکاری شیروں کا دودھ نکال لیتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر میں جاتے تھے (کہ اُنکے سحر سے وہ مٹکا چلتا تھا)

۱۹۸ شکل کرباسے نمودہ ماہتاب آن بپیمودہ فروشیدہ شتاب

یعنی چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھا کر اسکو ناپ کر جلدی سے فروخت کرتے تھے ایک قسم کا جادو ہوتا ہے کہ اُس سے چاندنی زمین پر ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا کپڑا پھیلا ہوا ہے ساحر اُس کپڑے سو ہو مہ کو ناپ کر مشتری کے حوالہ کرتا ہے وہ کپڑا خیال کر کے اسکو خرید لیتا ہے جب گھر پہنچے تو کچھ بھی نہیں تو یہ دونوں اسقدر بڑے ساحر تھے کہ ایسا سحر کیا کرتے تھے ۔

سیم بردہ مشتری آگہ شدہ دست از حسرت بر خہا بر زدہ

یعنی (فروخت کر کے) روپیہ لیجاتے تھے (اور جب) مشتری آگاہ ہوتا تھا تو حسرت کیوجہ سے ہاتھ منہ پر مارتے تھے یعنی پھر مشتری افسوس کرتے تھے کہ روپیہ سب گیا تو وہ دونوں ایسے بڑے ساحر تھے آگے فرماتے ہیں کہ ۔

صد ہزاران ہمچنین در جادوئی بودہ منشی و نہ بودہ چون نوی

یعنی جادوگری مین لاکھون اسیطرح سے موجد تھے اور روی کیطرح نہ تھے روی قافیہ کے اخیر حرف کو کہتے ہین چونکہ وہ تابع ہوتا ہے قافیہ کے اسلیے یہان مراد محض تابع ہے مطلب یہ کہ سحر مین وہ کسی کے تابع نہ تھے بلکہ خود موجد اور ماہر تھے۔

صد ہزاران جادو ئیہا جنس این بودہ ایشان وا ہمہ دیدہ مبین

یعنی لاکھوں جادوگریاں اس جنس کی اُنکے لئے سب آنکھونکی دیکھی ہوئی تھیں مطلب یہ کہ اُن کی اِن جادوگریوں کو سب کھلم کھلا جانتے تھے تو بادشاہ نے انکو بھی بلایا۔

چون بد ایشان آمد آن پیغام شاہ کز شما شاہ ہست اکنون چارہ خواہ

۱۹۹ یعنی جب اُنکے پاس وہ بادشاہ کا پیغام پہنچا کہ تم سے اب بادشاہ مدد چاہتا ہے

از پئے آن کہ دو درویش آمدند بر شہ و بر قصر او موکب زدند

یعنی اس وجہ سے کہ دو درویش آئے ہیں انھوں نے بادشاہ اور اسکے محل پر لشکرزنی کی ہے

نیست با ایشان بغیر یک عصا کہ ہمی گردد بامرش اژدہا

یعنی اُنکے ساتھ بجز ایک عصا کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ اُنکے حکم سے اژدہا بنجاتا ہے۔

شاہ و لشکر جملہ بیچارہ شدند زین دو کس جملہ بافغان آمدند

یعنی بادشاہ اور لشکر سب لاعلاج ہوگئے ہیں اور ان دو شخصون سے سب فغان میں آگئے ہین

عہ الروی ہو الحرف الذی تنتہی علیہ القصیدۃ و تنسب الیہ فیقال لامیۃ او میمیۃ و قیل الاولی ان یفسر الروی با لحرف الاخیر من القافیۃ او القافیۃ ۱۲ کشاف اصطلاحات الفنون۔

چارہ جویان بندہ را پیش شما شاہ ازان ارسال فرمودہ ست تا

یعنی بندہ کو بادشاہ نے تمہارے پاس چارہ جو کر کے اسلئے بھیجا ہے تاکہ۔

چارۂ سازید اندر دفع شان گنجہا بخشد عوض شہ بیکران

یعنی اُنکے دفع کے لیے تم کوئی علاج کرو تو اسکے عوض میں بادشاہ بے انتہا خزانہ بخشیگا

چارۂ مے باید اندر ساحری تا بود کہ زین دو ساحر جان بری

یعنی ساحری میں کوئی ایسا علاج چاہیئے تاکہ ہووے ان دونون ساحروں سے جان بری

آن دو ساحر را چو این پیغام داد ترس و مہرے در دل ہر دو فتاد

۴۰۰ یعنی ان دونون ساحرون کو جب اس نے یہ پیغام دیا تو دونون کے دل میں خوف اور محبت (دونون) پڑیں یعنی موسٰے علیہ السلام کی محبت بھی ہوئی اور اُنکی ہیبت بھی ہوئی

عرق جنسیت چو جنبیدن گرفت سر بزانو بر نہادند از شگفت

یعنی جنسیت کی رگ نے جو ہلنا شروع کیا تو انھون نے تعجب سے سر زانو پر رکھ لیا مطلب یہ کہ چونکہ یہ مسلمان ہونے والے تھے اسلئے اُنکے اندر موسٰے علیہ السلام سے ایک تعلق موجود تھا نام سنتے ہی محبت نے جوش کیا تو یہ اس فکر میں ہوے کہ آخر یہ محبت کیون ہو رہی ہے یہ اس حیرت میں سوچنے لگے اور سر بزانو ہو کر بیٹھ گئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون دبیرستان صوفی زانوست حل مشکل را دو زانو جادوست

یعنی جبکہ صوفی کا مکتب زانو ہیں۔ حل مشکل کے لئے دو زانو جادو ہیں مطلب یہ کہ صوفی لوگونکو

(باقی آیندہ)

الحديث انه ليغان على قلبى فاستغفر الله فى اليوم والليلة سبعين مرة مسلم من حديث الاغر المزنى الا انه قال فى اليوم مائة مرة وكذا عند ابى داؤد وللبخارى من حديث ابى هريرة انى لاستغفر الله فى اليوم اكثر من سبعين مرة وفى رواية البيهقى فى الشعب سبعين لم يقل اكثر **ف** فيه طريان التغيرات على المنتهى ايضا تغيرا يليق بشانه فلا ينضجر السالك منها ما لم تفض الى المعصية -

حدیث میرے قلب پر (کبھی) غبار سا چھا جاتا ہے سو شب و روز میں ستر بار استغفار کرتا ہوں روایت کیا اسکو مسلم نے اغر مزنی کی حدیث سے مگر انہوں نے یہ کہا ہے کہ دن بھر میں سو بار (استغفار کرتا ہوں) اور اسیطرح ابوداؤد کے یہاں ہے اور بخاری کے یہاں ابوہریرہؓ کی حدیث سے یہ ہے کہ میں استغفار کرتا ہوں دن بھر میں ستر بار سے زیادہ اور بیہقی کی روایت میں شعب میں ستر ہے یہ نہیں کہا کہ ستر سے زیادہ **ف** اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ منتہی پر تغیرات طاری ہوتے ہیں جو اوسکی شان کے مناسب ہوتے ہیں سو سالک کو اون سے تنگدل نہ ہونا چاہیے جبتک وہ معاصی تک نہ پہونچا دیں (اور افضاء الی المعصیت اختیاری ہے جس سے بچنے کی قدرت ہے) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تغیر دوسرے سالکین کے تمکین سے بھی ارفع ہے مگر آپکے تمکن کے مقابلہ میں تغیر ہے

طریان التغیرات علی الکامل — تغیرات کمال کے منافی نہیں ۹۷

الحديث حديث ابى سعيد الخدرى وغيره من الصحابة انكم

حدیث ابوسعید خدری کی اور دوسرے صحابہ کی حدیث کہ تم لوگ ایسے اعمال کر گذرتے ہو کہ وہ تمہاری نگاہ میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں (یعنی تم اونکو بہت خفیف سمجھتے ہو اور

تعملون اعمالا
هي ادق في اعينكم
من الشعر كنا
نعدها على
عهد رسول
الله صلى الله
عليه وسلم من
الكبائر احمد و
البزار بسند صحيح
وقال من الموبقات
بدل الكبائر ۹۸
ورواه البخاري
من حديث
انس واحمد
والحاكم من حديث
عبادة ابن قرص
وقال صحيح الاسناد
ف فيه اصل
لتدقيقات الصوفية
في الاعمال
وهو غير التعمق

ہم انکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کبائر میں سے سمجھتے تھے روایت کیا اسکو احمد اور بزار نے سند صحیح سے اور بجائے کبائر کے یہ کہا کہ مہلکات میں سے سمجھتے تھے اور روایت کیا اسکو بخاری نے حضرت انس کی حدیث سے اور احمد اور حاکم نے عبادۃ بن قرص کی حدیث سے اور اسکو صحیح الاسناد کہا ہے **ف** اس حدیث میں اصل ہے صوفیہ کی اس طریق کی کہ وہ اعمال میں بال کی کہال نکالتے ہیں اور تدقیق مغائر ہے تعمق کے (جسکی نہی آئی ہے) کیونکہ تدقیق میں تو وہ حدود محفوظ رکھے جاتے ہیں جو لوگوں کی نظر سے مخفی ہوتے ہیں (اس لئے وہ اسکو تشدد سمجھتے ہیں) اور تعمق میں حدود سے تجاوز ہوجاتا ہے اور وہ حدود سب پر ظاہر (اور سبکو معلوم) ہوتے ہیں (پس تدقیق مذکور تو مطلوب کمال تقوی ہے اور تعمق غلو فی الدین اور بدعت ہے تدقیق کی مثال کوئی چیز رستہ میں گرپڑے اور اسکو خود اٹھالے کسی اور سے فرمائش اور تمنا نہ کرے اس احتمال سے کہ دوسرے کا

الفرق بین التدقیق والتعمق
(فرق درمیان تدقیق و تعمق)

فان فی الاول
حفظ الحدود
المخفیة عن
اعین الناس
وفی الثانی
التجاوز عنها
مع ظهورها
علیهم

الحدیث الدنیا مزرعة
الاخرة لم اجده بهذا
اللفظ مرفوعا وروی
العقیلی فی الضعفاء وابوبکر
بن لال فی مکارم الاخلاق
من حدیث طارق بن
اشیم نعمت الدار
الدنیا لمن تزود منها
لاخرته الحدیث واسناده ضعیف
ف مدلوله ظاهر من
کون الدنیا غیر مقصودة
بذاتها ومن کونها مقصودة
للاخرة فاهل الدنیا

حرج یا اونکو گرانی ہو حضرات صحابہ کا بھی
معمول تھا تمن کی مثال اپنے گھر اپنی ملک کا
کھانا کھانے بیٹھا اور کھانا کم پڑ گیا۔ اور گھر
والوں سے مانگا نہیں کہ مشابہ ہے سوال کے
چنانچہ میں نے ایک متقی کو جو کہ اس غلطی میں
مبتلا تھے متنبہ کیا بلکہ اسمیں ایذا پہونچانا ہے
گھر والوں کو جبکہ اونکو اسکی اطلاع ہوگی کہ
باوجود حاجت کے مانگا نہیں)

حدیث۔ دنیا جائے زراعت ہے
آخرت کی مجکو اس لفظ کے ساتھ مرفوعاً نہیں
ملی اور عقیلی نے ضعفاء میں اور ابوبکر بن لال 99
نے مکارم اخلاق میں طارق بن اشیم کی حدیث
سے روایت کی ہے کہ دنیا اچھا مقام ہے
اوس شخص کے لیے جو اس سے آخرت کے
لئے سامان جمع کرے (پس بالمعنی ثابت ہے)
اور اسناد اسکی ضعیف ہے **ف** مدلول اسکا
ظاہر ہے کہ دنیا بالذات تو مقصود نہیں مگر
آخرت کے لئے مقصود ہے۔ پس اہل
دنیا کو تو پہلی بات کی خبر نہیں (اس لئے
اوسکو مقصود بالذات بنائے ہوتے ہیں)
اور تارکین دنیا میں جو زاہد ہیں اون کو دوسری

بخفاء عن الاول مع الزاهدون
من التاركين بهما فخفاء
عن الثاني والعارفون
عالمون بهما۔

الحديث سبقت
رحمتي غضبي مسلم من
حديث ابي هريرة **ف**
فيه ما عليه المحققون
من غلبة التبشير
والتيسير عليهم

(غلبۃ التبشیر)

الحديث الترمذي وصححه 100
والنسائي في الكبرى وابن ماجه من حديث
سعد بن ابي وقاص وقال قلت
يارسول الله اي الناس اشد بلاء
فذكره دون ذكر الاولياء وللطبراني
من حديث فاطمة اشد الناس
بلاء الانبياء ثم الصالحون الحديث
ف فيه كون البلاء من الرضا
من علامات الولاية وترى
اكثر الاولياء مبتلين اما بالمرض
واما بالعدو۔

(کون البلاء من علامات الولایۃ)

بات کی خبر نہیں (اس لئے وہ اس کے ترک
میں مبالغہ کرتے ہیں) اور عارفین کو دونوں کی
کی خبر ہے (اسلئے وہ اس اعانت فی الآخرت
کا کام لیتے ہیں اور علی الاطلاق اوس سے نفور نہیں)

حدیث۔ (قدسی) میری رحمت میرے غضب پر
غالب ہے روایت کیا اسکو مسلم نے ابوہریرہ کی
حدیث سے **ف** اس میں اصل ہو محققین کے مذاق
کی کہ ان پر اس کا غلبہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو بشارت اور
آسانی کی باتیں بتلایا کرتے ہیں (کہ مشاہدہ رحمت
سے یہ مذاق پیدا ہو جاتا ہے)

حدیث۔ ترمذی نے مع تصحیح روایت کیا اور
نسائی نے کبری میں اور ابن ماجہ نے سعد بن ابی
وقاص کی حدیث سے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض
کیا یارسول اللہ کون شخص اشد ہیں بلاء میں پس اس
حدیث کو ذکر کیا مگر اوس میں اولیاء کا ذکر نہیں ہے
(صرف یہی ہے کہ سب سے زیادہ اشد بلاء میں انبیاء ہیں اور
طبرانی کے یہاں فاطمہؓ کی حدیث سے یہ ہے کہ سب سے زیادہ بلاء
میں حضرات انبیاء ہیں پھر صالحین ہیں (صالحین بھی مرادف
اولیاء کا ہے) **ف** اسمیں بلا کا جو کہ مع الرضا ہو علامات
ولایت سے ہونا مذکور ہوا اور تم اکثر اولیاء کو دیکھو گے کہ مبتلا ضرور
ہوتے ہیں خواہ کسی مرض میں خواہ کسی مخالف (کی مخالفت میں)

(باقی آئندہ)

(۶۸) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب دہلوی قلب کے اندر جو نہایت باریک چور ہوتے ہیں ان سے خوب واقف تھے۔

حاشیہ حکایت (۶۸) قولہ نہایت باریک چور اقول تو اپنے وقت کے غزالی بھی تھے (تشت)

(۶۹) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک روز مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھ سے اور مولانا نانوتوی سے فرمایا کہ کل کو ہم مولوی محمد یعقوب صاحب کے پاس چلیں گے اور ان سے نسبت صلوۃ اور دورہ قادریہ حاصل کرینگے چنانچہ اگلے دن حاجی صاحب اور مولانا نانوتوی تو تشریف لے گئے مگر مجھے یاد نہ رہا تھا اسلئے میں رہگیا جب وہان سے تشریف لائے تو مجھ سے فرمایا کہ میان تم کہان رہ گئے تھے میں نے نسیان کا عذر کیا آپ نے وہ دونوں باتیں مجھے تعلیم کیں۔

حاشیہ حکایت (۶۹) قولہ حاصل کرینگے اقول بڑا ہی کمال ہے ۸۵
اپنے مریدون کو ساتھ لیجا کر کسی بزرگ سے کچھ حاصل کرنا (تشت)

(۷۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی کی طبیعت علیل تھی اور میں آپکے پاس اکیلا تھا اور پاؤن دبا رہا تھا یہ زمانہ وہ تھا جس زمانہ میں براہین قاطعہ شائع ہوئی تھی اور اسپر لوگون میں شورش ہو رہی تھی حضرت نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تخت پر جلوہ افروز ہین اور مجھے سامنے کھڑا کیا ہے اور مجھ سے امتحاناً سو مسئلے پوچھے اور سو کے سو کا میں نے جواب دیدیا ہے اور آپنے سب کی تصویب فرمائی اور نہایت مسرور ہوئے اُسکے بعد فرمایا کہ اس روز سے میں نہایت خوش ہون اور سمجھتا ہون کہ اگر سارے عالم میرے خلاف ہونگے تو انشاءاللہ حق میرے ہی جانب ہوگا۔

حاشیہ حکایت (۷۰) قولہ سارے عالم اقول اس سے معلوم ہوا کہ حضرت مولانا کے نزدیک کثیر کے مقابلہ میں واحد حق پر ہو سکتا ہے سو مولانا سے عقیدت رکھکر کوئی اسکے خلاف کا قائل ہو وہ اس سے محجوج ہے (تشت)

(۱۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ سید صاحب مولوی عبدالحئی صاحب شاہ اسحٰق صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی اسمٰعیل صاحب یہ حضرات سب کے سب متحد اور یک جان اور قوالب متعددہ تھے جب شاہ عبدالعزیز صاحب کا انتقال ہوگیا تو سب کو خیال ہوا کہ شاہ صاحب کا جانشین کسکو بنایا جاوے مولوی اسمٰعیل صاحب شاہ اسحٰق صاحب سے تیرہ برس بڑے تھے اور مولوی محمد یعقوب صاحب[عہ] دس برس اور سید صاحب آٹھ برس ان سب کی رائے ہوئی کہ شاہ اسحٰق صاحب کو جانشین قرار دیا جاوے اور یہ طے ہوگیا کہ مدرسہ کے اندر صدر پر شاہ محمد اسحٰق صاحب بیٹھیں اور کوئی نہ بیٹھے اور مدرسہ سے باہر جس طرح چاہیں بیٹھیں پس ان حضرات کا یہی معمول تھا کہ مدرسہ میں صدر پر شاہ صاحب بیٹھتے اور دوسرے لوگ خواہ سید صاحب ہوں یا مولوی عبدالحئی صاحب سب آپ کے سامنے باادب بیٹھتے اور مدرسہ سے باہر سید صاحب صدر پر ہوتے تھے اور اگر وہ نہ ہوتے تھے تو مولوی عبدالحئی صاحب صدر پر ہوتے تھے اور شاہ اسحٰق صاحب اور دوسرے لوگ انکے سامنے باادب بیٹھتے تھے عہ
اور مولوی اسمٰعیل صاحب نہ مدرسہ میں صدر ہوتے تھے نہ مدرسہ سے باہر۔

حاشیہ حکایت (۱۱) قولہ جانشین قرار دیا جاوے **اقول** اُس وقت اسمیں مصالح دینیہ ہونگے اور اب تو محض رسم مفاسد سے پُر رہ گئی ہے اسلئے نہ اوّل کو ثانی پر عدم جواز میں اور نہ ثانی کو اول پر جواز میں قیاس کیا جاوے **قولہ** سب آپ کے سامنے **اقول** کیا انتہا ہے اس بے نفسی کا **قولہ** نہ مدرسہ میں صدر **اقول** اے خوشا سرو کہ از بند غم آزاد آمد (**ش ت**)

عہ حکایت (۱۱) میں القاب سے اور حکایت (۵۵) میں صریح الفاظ سے شاہ محمد اسحٰق صاحب کا بڑا ہونا مذکور ہے اور یہاں اسکا عکس ذہن میں امر اول ہی تھا پھر اس تعارض کو دیکھکر حضرت مولانا عبدالعلی صاحب سے بواسطہ حافظ محمد عثمان تحقیق کیا گیا امر اول ہی صحیح ہے اس مقام پر کچھ سہو ہوا ہے خواہ جہل راوی کو خواہ کاتب کو چونکہ دوسرے سب حضرات مذکورین مقام بڑے تھے تغلیباً ان کا بھی شمار ان میں بلا قصد ہوگیا مراد یہ ہوگی باوجودیکہ مولانا محمد یعقوب صاحب کو بھی کسی دوسری وجہ سے ترجیح ہوگی شاید انکا مصلحت اندیش ہونا جیسا آیندہ حکایت (۲۰) کے اخیر سے سفارش نکرنیکی مصلحت فرمانے سے معلوم ہوتا ہے مگر پھر بھی انکو منتخب نہیں کیا گیا ۱۲ اشرف علی۔

(۴۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کے ایک شاگرد اجمیر میں رہا کرتے تھے اور وہاں مواعظ کے ذریعہ سے اشاعت دین کرتے تھے انھوں نے حدیث لاتشدوا الرحال کا وعظ کہنا شروع کیا اور لوگوں پر اثر بھی ہوا اتفاق سے شاہ اسحٰق صاحب کا اس زمانہ میں قصد ہجرت ہو گیا جب شاہ صاحب کے قصد کی انکو اطلاع ہوئی تو انھوں نے شاہ صاحب کو لکھا کہ جب جناب عازم سفر ہجرت ہوں تو اجمیر تشریف لا دیں کیونکہ میں لاتشدوا الرحال کا وعظ کہہ رہا ہوں اور لوگ راہ پر آچلے ہیں آپکی تشریف آوری سے جو کچھ اثر ہوا ہے اسکے غت بود ہو جانے کا اندیشہ ہے شاہ صاحب نے اسکے جواب میں تحریر فرمایا کہ میں اجمیر کے قصد سے نہ آؤنگا لیکن چونکہ اجمیر راستہ میں پڑے گا اور خواجہ صاحب ہمارے مشائخ میں ہیں اسلئے مجھ سے نہ ہو سکے گا کہ میں بلا حاضر ہوئے بالا بالا چلا جاؤں ہاں جب میں آؤں تم وعظ کہنا اور وعظ میں بیان کرنا کہ اسحٰق نے غلطی کی جو وہ اجمیر آیا اسکا فعل حجت
۸۷ نہیں اور میرے سامنے کہنا اور یہ خیال نہ کرنا کہ شاید مجھکو ناگوار ہو مجھکو ہرگز ناگوار نہ ہوگا اور میں اقرار کرونگا کہ واقعی میری غلطی ہے اس سے وہ ضرر دفع ہو جاویگا جسکا تم کو اندیشہ ہے اور شاہ صاحب نے یہ بھی تحریر فرمایا کہ یہ مجاور اور قبر پرست ہمارے رقیب ہیں رقیبوں کے ڈر سے محبوب کو نہیں چھوڑا جا سکتا۔

حاشیہ حکایت (۴۷) **قولہ** وعظ میں بیان کرنا الخ **اقول** کیا انتہا ہے اس محبت دین و نصح مسلمین کا کہ اپنی شان کو ایثار بالکل نثار کر دیا حالانکہ اس مقام میں علاوہ اس جواب کے کہ حدیث کے کیا معنے ہیں کہ یہ جواب تو خلاف مصلحت وتقیہ تھا دوسرا سہل جواب یہ ہو سکتا تھا کہ ہم خاص اس قصد سے نہیں آئے آگے جاتے ہوئے ٹھیر گئے مگر اسکو بھی پسند نہیں کیا کہ ہر شخص ایسا بہانہ کر سکتا ہے وہ جواب تجویز کیا جس میں شغب بالکل ہی قطع ہو گیا گو اپنا جاہ بھی قطع ہو گیا (**اشرف**)

(۴۸) خانصاحب نے فرمایا کہ چار شخص شاہ صاحب کے خاندان میں بہت سخی تھے ایک شاہ رفیع الدین صاحب انکی نسبت سید احمد خان نے لکھا ہے کہ انکا

کیسہ زر ہمیشہ خالی رہتا تھا جو یہ مکان سے باہر چبوترہ پر بیٹھا کرتے تھے اور اس پر فرش نہ ہوتا تھا بلکہ صرف چٹائی ہوتی تھی اور کبھی چٹائی بھی دیدیتے تھے اور خالی زمین پر بیٹھتے تھے سارے محلے کی عورتوں کا کام کیا کرتے تھے میرے استاد میانجی محمدی صاحب فرماتے تھے کہ ایک روز شاہ صاحب عورتوں کا سودا خریدنے گئے چونکہ سودے مختلف اور متعدد تھے اسلئے اوّل انھون نے سودے رومال میں باندھے جب رومال میں گنجایش نہ رہی تو کرتہ میں رکھے جب اس میں بھی گنجایش نہ رہی اور ایک سودا باقی رہگیا تو اسے ٹوپی میں لے لیا میں نے عرض کیا کہ حضرت وال مجھے دیدیجئے اور ٹوپی خالی کر کے اوڑھ لیجئے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں مسلمان کی ہر چیز کام مین آنی چاہیئے۔ دوسرے سخی مولانا شاہ اسحٰق صاحب تھے جب یہ اجمیر پہونچے اور مجاور انکے پیچھے لگے تو آپ نے فرمایا کہ اسوقت تم ہمارے پاس نہ آؤ ہم پہلے زیارت کرلیں جب زیارت کرکے اپنی قیام گاہ پر پہونچیں اسوقت ہمارے پاس آنا مجاوروں نے
۸۸ ایسا ہی کیا اور آپکے قیام گاہ پر پہونچے اسوقت آپ نے مجاوروں کو بلا گنے ہوئے اور لپیں بھر بھر کے روپئے دئے یہ دیکھکر مجاروں نے کہا کہ ان کو کون وہابی کہتا ہے ایسا تو اتبک بھی کوئی نہیں آیا صرف فلاں بیگم آئی تھی سو اس نے بھی اتنا نہیں دیا تھا یہ تو انکا اپنے ذاتی روپے کے ساتھ برتاؤ تھا اور اگر کوئی درخواست کرتا کہ حضرت فلان شخص سے میری سفارش کردیجئے تو آپ بے تکلف سفارش کرتے تھے۔ چنانچہ فرخ آباد والے نواب کو ایک سال میں ایک ہزار سفارشی خط لکھے اور اُس نے ہر خط کی تعمیل کی آخر مجبور ہوکر عرض کیا کہ حضرت کے سفارشی والانامے اس سال ایک ہزار پہنچے ہیں اسپر آپ نے فرمایا کہ واقعی آپ کو بہت تکلیف ہوئی مگر میں سفارش کے بغیر رہ نہیں سکتا تم میری تحریروں پر عمل نہ کیا کرو مولانا گنگوہی نے یہ قصہ بیان فرماکر فرمایا کہ اپنی اپنی طبیعت ہے چنانچہ مولوی محمد یعقوب صاحب کی طبیعت اسکے خلاف تھی اور وہ کبھی کسیکو سفارشی خط نہ لکھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس میں دو تکلیفیں ہوتی ہیں اگر سفارش نہ کیجاوے تو اسکو تکلیف ہوتی ہے

(باقی آئندہ)

سچے نبی ؐ کے سچے حالات

ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی دینی و دنیوی بہتری کا دارومدار حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع پر ہے بغیر اتباع نبوی کے نہ عقائد صحیح ہوسکتے ہیں نہ اعمال نہ اخلاق درست ہوسکتے ہیں نہ معاملات لیکن یہ اتباع بغیر حالات معلوم ہونے ممکن نہیں اسلئے ضرورت تھی کہ اس باب میں کوئی ایسی جامع کتاب تالیف ہو کہ جس میں رسول کریم علیہ افضل التسلیم کے مبارک حالات صحیح اور معتبر روایات سے جمع کئے جائیں۔

اس زمانہ میں حب نبی کا دعوی تو ہر شخص کرتا ہے لیکن افسوس کہ اُس محبوب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے سچے حالات معلوم کرنیکی کوشش نہیں کیجاتی اور اگر اسطرف رغبت بھی ہوتی ہے تو بلا تحقیق غیر مستند کتابوں کے مطالعہ میں وقت ضائع کرنے لگتے ہیں جنمیں اکثر روایتیں غلط اور خلاف واقعہ درج ہوتی ہیں اور جو بجائے نفع کے نقصان پہنچاتی ہیں پس اسی بد مذاقی بے پروائی کو دیکھکر حضرت حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا تھانوی مدظلہم نے ایک عجیب و غریب کتاب

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلے اللہ علیہ وسلم

تالیف فرمائی ہے جسمیں ولادت سے لیکر وفات تک کے حالات نہایت خوش اسلوبی سے درج فرمائے ہیں اور جابجا مناسب مواعظ و نصائح بھی بڑھا دئے ہیں جس سے اسکا نفع اور بھی زیادہ ہوگیا ہے اور مزید لطف کی بات یہ ہے کہ عربی قصائد سے حالات مطابق اشعار مع ترجمہ درج فرماکر آخر میں یہ شعر تحریر فرمایا ہے ؎

یارب صل وسلم دائما ابدا ٭ علی حبیبک خیر الخلق کلھم

غرضکہ تاریخی حیثیت کیساتھ اتباع سنت از دیاد شوق و محبت کا پورا اہتمام فرمایا اگر اس کتاب کو محبین کی جان اور عاشقین کا دین و ایمان کہا جائے تو بالکل زیبا ہے **قیمت** ایکروپیہ آٹھ آنہ۔ خریداران امدادی کیواسطے ایکروپیہ دو آنے ٭

قصہ معراج اور معتبر واقعات کی شب معراج کے واقعات جتنے عجائب و غرائب اور بیشمار معجزات کو شامل ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن انقلاب زمانہ اور دور حاضرہ کے افراط و تفریط سے جان اور بہت اہم تختہ مشق بنگئے ہیں معراج شریف کے واقعات بھی اس سے خالی نہیں رہے اگر ایک شخص اسمیں سینکڑوں جھوٹی روایتیں منظوم کرتا ہے تو دوسرا تمام قصہ ہی کو یکسر اڑا دیتا ہے اس انقلاب کو دیکھتے ہوئے حضرت اقدس جامع الشریعت والطریقت حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب دام ظلہم العالی نے اس ضرورت کو ملحوظ فرماکر **تنویر السراج فی لیلۃ المعراج** تالیف فرمائی جس میں افراط و تفریط کو چھوڑکر اپنی عادت شریفہ کے موافق اعتدال کے ساتھ واقعات کو کتب احادیث و سیر سے جمع فرمایا ہے حضرت ممدوح کے انتساب کے بعد کتاب کی اہمیت اسکی تعریف اسکی خوبیوں کے اظہار کی ضرورت نہیں رہتی۔ **قیمت** دس آنے خریداران امدادی کے واسطے آٹھ آنے (۸؍)

المشتہر۔ محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

تکمیل الیقین یعنی خلاصۂ سائنس و اسلام

از حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ

اُردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو دینیات کی جامعیت کیساتھ سائنس اور طبعیات کا پہلو لئے ہوئے ہے یہ کتاب زیادہ تران تعلیمیافتوں کیواسطے تالیف کیگئی ہے جو علوم مروجہ کے اثر سے متاثر ہوکر شبہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں یہ کتاب نیز اَن پڑھ مسلمانوں کیلئے بھی ازبس ضروری اور نافع ہے مضامین کی مختصر فہرست یہ ہے۔ اول عقائد و اعمال کو لکھکر اسکے ضمن میں ہر قسم کے شرک اور خلاف شرع رسوم کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے پھر معاصی اور طاعات کے بعض دنیوی نقصانات و منافع دکھاکر حکومت و انتظام ملکی کی تشریح کی ہے۔ اسکے بعد نماز کے لئے طہارت کے شرط ہونیکی حکمت وضو میں اعضائے وضو دھونے اور ترتیب کی حکمت، نماز میں کعبہ کیطرف منہ کرنیکی حکمت۔ سچے نمازوں کی واہی تباہی عذروں کے معقول جواب۔ اعمال حج کی فلاسفی اور بے پردگی کی خرابیاں۔ تعدد ازدواج کے متعلق نہایت عمدہ بحث اُس شبہ کا جواب جو کہ شریعت محمدیہ کے قوانین نئی روشنی کے زمانہ میں بے سود ہیں۔ سچے صوفیوں کے حالات مادہ کی قدامت کا ابطال فلاسفہ ہی کے مسلمہ اصول سے۔ وحدانیت کی فلاسفی۔ عقل کی حقیقت معلوم کرنیمیں اہل سائنس کی بدحواسی۔ حیات بعدالممات کا عقلی ثبوت اور فلاسفہ کے شبہات کا جواب۔ روح اور جسم کے باہمی تعلق کی حقیقت الغرض دنیا بھر کے شکوک و شبہات کے جوابات جو کسی حیثیت سے اسلام پر وارد ہوسکتے ہیں اس کتاب میں موجود ہیں جنکو پڑھکر اسلام کے دین کامل ہونے کا یقین ہوجاتا ہے۔ **قیمت صرف دو روپے۔** (مجلد)

خریداران امدادی کے واسطے ایک روپیہ آٹھ آنہ

بیان الامرا، ترجمہ تاریخ الخلفاء

اس زمانہ میں اس کتاب کا مطالعہ بیحد دلچسپی کا موجب ہوگا اس کتاب میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ سے لیکر ۹۰۰ھ تک کے خلفاء کے حالات درج کردیئے ہیں۔ پس اسکے دیکھنے سے شاندار تاریخ اسلام پر پورا عبور ہوجاتا ہے اور نامور اولوالعزم خلفائے اسلام کے کارناموں سے واقف ہونیکے بعد خلافت راشدہ و غیر راشدہ کا فرق بھی معلوم ہوجاتا ہے آجکل چونکہ اسلامی سیاسیات کا ذکر اخباروں و مختلف صحبتوں و جلسوں میں زیادہ رہتا ہے اسلئے واقعات کے متعلق صحیح رائے قائم کرنیکے لئے خلفائے اسلام کے حالات معلوم کرنے ضروری ہیں جسکے لئے بیان الامرا بہترین کتاب ہے صفحات ۱۲۰ قیمت دو روپے خریداران امدادی کے واسطے ایک روپیہ آٹھ آنے

انتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ

علم کلام جدید کا ایک نہایت مفید رسالہ جسمیں شبہات جدیدہ کے جوابات اہل شبہات یعنی انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے مذاق پر نہایت وضاحت و متانت سے دیئے ہیں یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر انگریزی تعلیمیافتہ حضرات کے پاس رہے تاکہ جسوقت کوئی شبہ پیش آوے فوراً اس کتاب سے حل کرلیا جاوے۔ انشاءاللہ تعالےٰ جواب حاصل ہوجائیگا۔ قیمت نو آنے (۹؍) خریداران امدادی کیواسطے چھ آنے (۶؍)

المشتہر: محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی

احکام اسلامی کی عقلی حکمتیں

کھلی بات ہے کہ جب غلام اپنے آقا کو مخدوم اپنے مخدوم کو محکوم اپنے حاکم کو تسلیم کر لیتا ہے اور اُس کی اطاعت کرنے اور احکام بجا لانے میں اپنی رائے کو دخل نہیں دیتا اور نہ کسی حکم کی علت دریافت کرنیکی کوشش کرتا ہے اور درحقیقت خادمانہ وغلامانہ حیثیت کا اقتضا بھی یہی ہے کہ آقا کا حکم بلا چون وچرا تسلیم کر لیا جائے بلکہ کمال اطاعت تو یہ ہے کہ اگر آقا واقع کے خلاف دن کو رات کہے تو وفادار و فرمانبردار غلام کو اسکی تصدیق کرنے میں بھی تامل نہ ہو شیخ علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

اگر شہ روز را گوید شب است این ✤ بباید گفتن اینک ماہ و پروین

لیکن افسوس ہے کہ حق جل وعلیٰ شانہ جو احکم الحاکمین اور سلطان السلاطین ہے اسکے احکام بجا لانے میں باوجود اسکی خدائی تسلیم کرنے کے ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اسلام کا صرف نام ہی نام ہے احکام سے ذرا بھی محبت و دلچسپی باقی نہیں رہی۔ دہریوں اور ملحدوں کی صحبت سے عقائد تک کا مضحکہ اڑاتے ہیں اور تحقیق اسباب وعلل کو آڑ بنا کر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں مگر خدا تعالےٰ جزائے خیر عطا فرماوے علماء ربانی کو کہ وہ بھی ہدایت خلق کیلئے ہمیشہ اولوالعزمی سے کام لیتے ہیں اور احکام اسلامی کی حکمتیں ومصلحتیں بیان کر کے حیلہ جو طبیعتوں پر حجت پوری کرتے ہیں چنانچہ حضرت امام غزالی علیہ الرحمۃ وحضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہما اللہ تعالےٰ انہیں اولوالعزم علماء امت میں سے ہیں جنہوں نے بعد اداء ... احکام شرعیہ کی باریکیاں بیان فرما کر بہت سے آزاد خیال ومطلق العنان لوگوں کو اسلام کا سچا مطیع وفرمانبردار بنا دیا ہے۔ اور اس زمانہ میں حضرت مجدد الملۃ حکیم الامۃ مولانا شاہ اشرفعلی صاحب تھانوی مدظلہم العالی نے **المصالح العقلیہ** اردو زبان میں تالیف فرما کر آزادان ہند کیلئے رموز واسرار شرعیہ کا ایسا بیش بہا خزانہ جمع فرما دیا ہے جو ایک حق طلب حق پسند کے لئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہو سکتا ہے ورنہ خود پسند ونفس پرست کے لئے تو دفتر بھی کافی نہیں ؎

نگوئی از سر بازیچہ حرفے ✤ کزو پندے نگیرد صاحب ہوش

وگر صد باب حکمت پیش نادان ✤ بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

قیمت حصہ اول نو آنے رعایتی سات آنے۔ حصہ دوم بارہ آنے رعایتی آٹھ آنے حصہ سوم ۲ ارعایتی

المشتہر: محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

الہادی

اور اُس کی ضرورت

اس زمانہ مین اخبارون اور رسالون کی کثرت دیکھتے ہوئے کسی جدید رسالہ کی اشاعت چندان ضروری معلوم نہیں ہوتی تھی لیکن اسکا کیا علاج کہ تجارتی اغراض نے مذہبی و قومی ضرورتون کا کوئی معیار ہی باقی نہیں رکھا جس پرچے کو دیکھئے وہ محب اسلام کے دعوے مین دوسرے سے کچھ زیادہ ظاہر کرتا ہے لیکن اس دعوی کا نباہ کرنے مین وہ کہانتک کامیاب ہوتا ہے اسکی تشریح کیا کیجائے۔ اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض موقر رسائل جو اہل حق و خدا ترس حضرات کی ادارت مین شائع ہوتے ہیں وہ مسلمانونکو صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرمانے اور مختلف طریقون سے مذاق صحیح پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ مسلمانونکی بدمذاقی سے انکو کماحقہ کامیابی حاصل نہیں ہوتی اور انکی آواز ہمیشہ ایک خاص طبقہ تک محدود رہتی ہے۔ پس اسی ابتری و تباہ حالی کو دیکھتے ہوئے احقر نے الہادی کا اجرا کیا ہے جو بفضلہ تعالےٰ اپنی عمر کے دو سال پورے کر چکا ہے اور تیسرے سال کا پہلا نمبر ہدیہ ناظرین ہے۔

اس مفید رسالہ میں سیدی و مرشدی حکیم الامۃ محی السنۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے وہ مضامین شائع ہوتے ہیں جنکو اسلام کی روح اور خداشناسی کی جان کہا جائے تو بجا ہے۔

حضرات یہی وہ مضامین ہیں جنسے ایک کلمہ گو کامل و مکمل مسلمان بن سکتا ہے ان ہی کے مطالعہ سے توحید و سنت پر استقامت اور نور ایمان مین ترقی ہوتی ہے اور یہی وہ خاص باتین ہیں جو ہمیشہ اسلام کو دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتی رہی ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان روح پرور و نور افزا مضامین سے آج وحشت ہوتی ہے۔ ہر شخص نفس پرآب کا شیدائی ہو رہا ہے لیکن بیش قیمت موتی نکالنے کیلئے غوطہ زنی کی زحمت گوارا نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس پرفتن زمانہ مین ظاہری شور و فریاد کرنے والے رہنماؤں اور گندم نما جو فروش صوفیوں کا بازار گرم ہو رہا ہے صورت پرستی نے معانی و حقائق کو زندہ درگور کر دیا ہے صرف الفاظ کی پرستش کیلئے جابجا انجمنیں و کمیٹیاں قائم ہوتی ہیں۔ لیکن معنوی مجلس کا انعقاد ایک خواب و خیال ہو گیا ہے یہ وہ زمانہ ہے کہ شاندار الفاظ اور لچھے دار تقریر پر ہر شخص وجد کرتے اور تحسین و آفرین و مرحبا کی آواز بلند کرنیکو مستعد ہے اور اسیکو اپنا دین و ایمان سمجھتا ہے لیکن افسوس ہزار افسوس کہ اس غافل کو اپنے باطنی سرمایہ و حقیقی دولت کے برباد ہونیکا ذرا اندیشہ نہیں ہے کہ اسوقت مسلمانان در گور و مسلمانی در کتاب کی مثل بالکل صادق آ رہی ہے۔ غرض احقر نے حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا تھانوی مدظلہ کے پراثر مضامین سے ایک معنوی مجلس بصورت رسالہ الہادی منعقد کی ہے جسکی شرکت سے اہل ذوق تو لطف حاصل کر ہی رہے ہیں لیکن احقر کو قوی امید ہے کہ ظاہر بین حضرات بھی انکی روحانی کیفیت سے آہستہ آہستہ ضرور متاثر ہوتے رہینگے اور یہ رسالہ بفضلہ تعالیٰ ایک روز عام مقبولیت کا فخر حاصل کرکے ہر مسلمان کو اپنا والہ و شیدا بنا لیگا۔ [illegible]

نوٹ:۔ رسالہ ہذا کے قواعد و ضوابط ٹائٹل کے صفحہ ۴ پر ملاحظہ ہوں۔

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت معصود ال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے اعانہ ناس

حاضر باشید یا بادی ٭ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ شامل ست بر جمیع

مقاصد و مبادی ٭ پس اتباعاً للنص المزبور صحیفۂ شہریہ کہ مستدرج ست بتدریج شہور

مسمّٰی بہ

الہادی

جلد ۳	بابت ماہ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۵ھ	نمبر ۲

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکرست در ہر محفل و نادی

و مسکن ست برائے ہر رائح و صادی ٭ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفادست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ٭ باہتمام محمد عثمان حامی ٭ و ہمراہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی [illegible] می گردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت جمادی الثانی ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہے۔

نمبر	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	الاحادیث التہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب	حدیث	.... مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب	۱
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۹
۳	حل الانتباہات	کلام	.... مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب	۱۷
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۲۵
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.... ایضاً	۳۳
۶	امیر الروایات فی تہذیب الحکایات	تصوف و سیر	مولوی حبیب احمد صاحب مع حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۷

اُصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عالیٰ تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کسی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائیٹل کے ڈھائی جز سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جانا ممکن ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنہ ہے۔

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا۔ جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو طلب فرمادیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ "الہادی" دہلی

ورنہ تمہارے دلون میں اختلاف پڑجاویگا اللہ اور اسکے فرشتے صف اول پر درود بھیجتے ہین اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صفونکو سیدہی کرو صف کا سیدہا کرنا نماز کی تمامی مین سے ہے اسکو امام بخاری مسلم ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ صف کا برابر کرنا نماز کے قایم کرنے میں سے ہے اور ابوداؤد کے لفظ یہ ہین اپنی صفونکو ملاؤ اور قریب قریب ہوجاؤ اور اپنی گردنیں محاذات میں کردیں میں اس ذات کی قسم کھاتا ہون جسکے قبضہ میں میری جان ہے بیشک میں شیطان کو دیکھتا ہون صفون کے درمیان میں ایسا گھستا ہے جیسا بکری کا بچہ اور اس حدیث کو نسائی نے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیحون میں مثل ابوداؤد کے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صفونکو قائم کرو اور مونڈہے ملاؤ اور فرجہ کو بند کرو اور اپنے بھائیوں کے سامنے نرمی کرو اور شیطان کے لئے فرجے مت چھوڑو اور جس نے صف کو ملایا اللہ اسکو (اپنی رحمت کے ساتھ) ملائیگا اور جس نے صف کو قطع کیا اسکو اللہ (اپنی رحمت سے) قطع کریگا اسکو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور نسائی اور ابن خزیمہ نے حصہ اخیر کو روایت کیا ہے فرجہ سے مراد وہ ہے جو دو آدمیوں کے درمیان میں ملکر نہ کھڑے ہونے میں رہجاتا ہے۔ ۲۰۱

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تم ایسی صف نہیں باندہتے جیسے فرشتے اپنے رب کے سامنے صف باندہتے ہیں ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ اور فرشتے اپنے رب کے سامنے کیونکر صف باندہتے ہیں فرمایا پہلی صفوں کو پورا کرتے ہیں اور صف میں خوب ملکر کھڑے ہوتے ہیں اسکو مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین وہ لوگ ہیں جنکے مونڈہے نماز میں نرم ہیں اسکو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں نماز قائم کی گئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری طرف رُخ فرماکر متوجہ ہوئے اور فرمایا صفوں کو درست کرو اور مل ملکر کہڑے ہو میں تم کو اپنی پس پشت سے دیکھتا ہوں اسکو بخاری مسلم نے روایت کیا ہے اور بخاری کی ایک روایت میں ہے پس ہم میں سے ہر ایک اپنے مونڈہے کو اپنے برابر کے مونڈہے سے ملاتا تہا اور اپنے قدم کو اسکے قدم سے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا نماز میں صفوں کی درستی اچھی طرح سے کرو اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اور اسکے فرشتے داہنی صفوں پر درود بھیجتے ہیں اس کو ابوداؤد ابن ماجہ نے سند حسن سے روایت کیا ہے۔ ۲۰۲

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑہتے تو یہ دوست رکھتے تھے کہ داہنی طرف ہوں تاکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری طرف رُخ کرکے بیٹھیں پس میں نے سُنا فرماتے تھے اے میرے پروردگار مجھکو اپنے عذاب سے بچا جس دن تو اپنے بندوں کو اُٹھائے گا اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

صفوں کے ملانے کی ترغیب

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں جناب نے فرمایا اللہ اور اُسکے فرشتے اُن لوگوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں

جو صفوں کو ملاتے ہیں اسکو امام احمد ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی اپنی صحیحوں میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور شرط مسلم پر حاکم نے صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ نے یہ زیادہ کیا ہے اور جس نے فرجہ کو بند کیا اللہ تعالےٰ اسکا درجہ بلند فرماتے ہیں۔

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صف کی ایک جانب سے دوسری جانب تک جاتے تھے اور ہمارے مونڈھوں اور سینوں کو چھوتے تھے اور فرماتے تھے آگے پیچھے مت ہو تمہارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور کہا فرماتے تھے اللہ اور اُس کے فرشتے اُن لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو پہلی صفوں کو ملاتے ہیں اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی صف کو ملایا اللہ اسکو (اپنی رحمت سے) ملا دیگا اور جس نے کسی صف کو قطع کیا اللہ اسکو (اپنی رحمت سے) قطع کر دیگا اسکو نسائی ابن خزیمہ ۲۰۴
نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور آخر حصہ کو جو ابھی گزرا ہے کہ امام احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے بہترین نماز میں نرم مونڈھے والے ہیں اور کوئی قدم اُس قدم سے زیادہ ثواب میں نہیں جو صف میں فرجہ بند کرنیکے واسطے رکھا ہو اسکو بزار نے اسناد حسن سے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں ان دونوں نے حصہ اول کو روایت کیا ہے اور طبرانی نے اوسط میں تمام روایت کی ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے (صف کے) فرجہ کو بند کیا اللہ تعالےٰ اُسکے سبب سے اسکا ایک درجہ بلند فرماے گا اور اس کے واسطے جنت میں ایک گھر بنائیگا اسکو طبرانی نے اوسط میں مسلم بن خالد زنجی کی روایت سے نقل کیا ہے اور پہلے ابن جحیفہ سے

گزر چکا ہے اسی بارہ میں بجزبنی لہ بیتا فی الجنۃ کے اور اسکو اصبہانی نے بھی اس زیادتی کے ساتھ حدیث ابوہریرہ سے روایت کیا ہے اور اسکی سند مین عصمۃ بن محمد ہیں ابوحاتم کہتے ہیں وہ قوی نہیں ہیں اور دوسرون نے متروک کہا ہے۔

اور حضرت ابوجحیفہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے صف کے فرجہ کو بند کیا اسکی مغفرت ہوجائے گی اسکو بزار نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے اور ابوجحیفہ کا نام وہب بن عبداللہ سوائی ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اسکے فرشتے ان لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو صفوں کو ملاتے ہیں اور کوئی بندہ کسی صف کو نہیں ملاتا کہ اللہ تعالے اسکے سبب سے اس کا ایک درجہ بلند نہ کرتا ہو اور فرشتے اسپر نکوئی کی نچھاور نہ کرتے ہوں اسکو طبرانی نے اوسط مین روایت کیا ہے اور اسکی سند مین کچھ مضائقہ نہیں ہے۔

اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں اور ۲۰۴
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ اور اسکے فرشتے ان لوگوں پر رحمت بھیجتے ہیں جو پہلی صفونکو ملاتے ہیں اور کوئی قدم رکھنا اللہ تعالے کے نزدیک اس سے زیادہ پسند نہیں ہے کہ قدم بڑھا کر صفونکو ملادے اسکو ابوداود ابن خزیمہ کی حدیث سے بغیر قدم رکھنے کے روایت کیا ہے پہلے گزر چکا ہے۔

اور حضرت معاذ رضی اللہ تعالے عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا دو قدم ہیں ان میں سے ایک خدا کے نزدیک محبوب ترین ہے اور دوسرا خدا کے نزدیک بدترین ہے محبوب ترین یہ ہے کہ آدمی نے صف میں جگہ خالی دیکھی اسکو بند کردیا اور بدترین یہ کہ جب آدمی (نماز مین) کھڑے ہونے کا ارادہ کرے تو داہنا پیر آگے بڑھا کر اسپر ہاتھ لگادے اور بایاں پیر اپنی جگہ پر ٹھیرا کر کھڑا ہوتے اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور شرط مسلم پر صحیح کہا ہے۔

اور حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے فرمایا جس نے مسجد (یعنی صف) کی بائیں جانب آباد کی اس جانب کے آدمی کم ہونے کی وجہ سے اُسکے لے دو اجر ہیں اسکو طبرانی نے کبیر میں بقیہ بن ولید کی روایت سے روایت کیا ہے۔

مردونکے پچھلی صف میں کھڑے ہونے اور عورتونکے پہلی صف زنانی میں قصداً کھڑے ہونے اور صف کے ٹیڑھی ہونے سے ترہیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب صفون سے بہتر پہلی صف ہے اور سب میں بدتر پچھلی صف ہے اور عورتونکی سب میں بہتر پچھلی صف ہے اور سب میں بدتر پہلی صف
۲۰۵ ہے (اللہ کو عورتوں مردون کا قرب ناپسند ہے اور بعد پسند کیا ہے) اسکو مسلم ابو داؤد اور ترمذی نسائی نے روایت کیا ہے اور پہلے گزر چکی ہے۔

اور حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں دیکھا کہ صفون میں پیچھے رہنے لگے (پہلی صف کی شرکت کا شوق کم ہوگیا) تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ آگے بڑھو اور میرا اقتدا کرو اور تمہارا اقتدا اُن لوگون کو کرنا چاہیئے جو تمہارے پیچھے ہیں (یعنی) قوم پیچھے رہتی جاتی ہو یہانتک کہ اللہ تعالےٰ انکو پیچھے ڈالدیگا اسکو مسلم ابوداود نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا برابر قوم صف اول سے پیچھے ہٹتی رہتی ہے یہانتک کہ اللہ تعالےٰ انکو دوزخ میں پیچھے ڈالدیتا ہے اسکو ابوداؤد و ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے مگر ان دونون نے بجائے یؤخرھم اللہ کے یخلفھم اللہ

کہا ہے۔
اور حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز میں ہمارے مونڈھونکو چھوا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے برابر ہو آگے پیچھے مت ہو تمہارے دل مختلف ہوجاتینگے مجھسے متصل ہونا چاہیئے عقلمند ہوشیار لوگوں کو پھر ان لوگونکو جو انکے قریب ہیں اسکو مسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔
اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالے عنہما سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ یا تو تم صفوں کو سیدہا کر لو نہیں تو اللہ تعالے تمہارے چہروں میں مخالفت کر دیگا اسکو امام مالک بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی نے روایت کیا ہے اور انکی ایک روایت میں بجز بخاری کے یوں آیا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری صفونکو سیدہا کیا کرتے تھے گویا اُنکے ساتھ تیر سیدہا کیا جاتا تھا یہانتک کہ آپ سمجھ گئے کہ ہم لوگ سیکھ گئے پھر ایک روز آپ باہر تشریف لاکر کھڑے ہوئے حتی کہ تکبیر کہنے کو تھے ایک آدمی کو ۲۰۶
دیکھا کہ سینہ صف سے باہر نکلا ہوا تھا فرمایا اللہ کے بندو صفیں سیدہی کرلو ورنہ اللہ تعالے تمہارے چہروں میں مخالفت پیدا کر دیگا اور ایک روایت ابوداؤد کی اور ابن حبان کی اسکی صحیح میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگونکی طرف مُنہ کیا اور فرمایا اپنی صفونکو سیدہی کرلو ورنہ بیشک اللہ تعالے تمہارے دلوں میں مخالفت پیدا کر دیگا تب میں نے دیکھا کہ ہر شخص اپنے کندہوں کو برابر والے کے کندہے سے اور اپنے گھٹنوں کو اپنے برابر والے کے گھٹنے سے اور اپنے ٹخنونکو برابر والے کے ٹخنوں سے ملاتا تہا۔
اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صفوں کے درمیان میں ایک جانب سے دوسری جانب تک پھرتے تھے ہمارے سینوں اور مونڈھوں کو ہاتھ لگا لگا کر دیکھتے تھے اور فرماتے تھے آگے پیچھے مت ہو نہیں تو تمہارے دل مختلف ہوجاتینگے اور فرماتے

تھے کہ اللہ اور اسکے فرشتے پہلی صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں اسکو ابو داؤد ونسائی ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ابن حبان کے لفظ اس طرح ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آتے تھے اور ہمارے مونڈھوں اور سینوں کو چھوتے تھے اور فرماتے تھے تم اپنی صفوں کو ٹیڑھی مت کرو ورنہ تمہارے دل مختلف ہوجائینگے اللہ تعالےٰ اور اسکے فرشتے صف اول پر رحمت بھیجتے ہیں اور ابن خزیمہ کی ایک روایت میں ہے تم اپنے سینوں کو آگے پیچھے مت کرو تمہارے دل مختلف ہوجائینگے۔

اور ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا تم ضرور اپنی صفوں کو سیدھا کرلو ورنہ تمہارے چہرے مٹادئے جائینگے یا تمہاری آنکھیں گڑ جائینگی یا تمہاری آنکھیں اچک لیجائیں گی اسکو امام احمد اور طبرانی نے بواسطہ عبید اللہ بن زحر علی بن زید سے روایت کیا ہے اور بعض نے کچھ اسکے بارہ میں طعن کیا ہے۔ ۲۰۷

امام کے پیچھے آمین کہنے کی ترغیب اور نماز کے شروع کے وقت کیا پڑھنا چاہیئے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو سو جسکا کہنا فرشتوں کے کہنے کے ساتھ ساتھ ہوگیا اُسکے جو کچھ گناہ پہلے ہوئے ہیں سب بخشے جائینگے اسکو امام مالک بخاری نے روایت کیا ہے اور لفظ بخاری کے ہیں اور مسلم ابو داؤد ونسائی ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے اور بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جب تم میں سے کسی نے آمین کہا اور فرشتوں نے آسمان پر آمین کہا اور ایک کی آمین دوسرے کی آمین سے موافق ہوگئی تو اسکے جتنے گناہ پہلے کئے ہوتے ہیں

سب بخشے جائینگے اور ابن ماجہ اور نسائی کی ایک روایت مین اسطرح ہے جب قاری آمین
کہے تو تم بھی آمین کہو اے آخرالحدیث اور نسائی کی ایک روایت مین یوں ہے اور جب
کہے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین تمکو آمین اسواسطے کہ جسکا کلام فرشتون کے کلام
کے موافق ہو جائیگا اُن سب کے گناہ معاف ہو جائینگے جو مسجدمین ہیں (تحقیق لفظ آمین
اور اسکے معنے) آمین کو مد کے ساتھ بھی پڑہا جاتا ہے اور چہرے الف سے بھی اور
میم کی تشدید غلط ہے یہ اللہ تعالے کے ناموں مین سے ایک نام ہے اور بعضوں نے
کہا ہے کہ اسکے معنے یہ ہیں اے اللہ تو قبول فرما یا یہ کہ اے اللہ ایسے ہی کر یا ایسے
ہی ہونا چاہیئے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا یہودیون نے کسی بات پر تم سے اتنا حسد نہیں کیا جتنا کہ سلام اور
آمین پر حسد کیا ہے اسکو ابن ماجہ نے سند صحیح سے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں
اور امام احمد نے روایت کیا ہے اور امام احمد کے الفاظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ ۲۰۸
علیہ وسلم کے سامنے یہودیوں کا ذکر کیا گیا تو آپ نے فرمایا انھون نے ہم سے کسی
بات پر اتنا حسد نہیں کیا جتنا کہ جمعہ پر حسد کیا ہے جسکی ہم کو اللہ نے ہدایت دیدی اور وہ
اُس سے گم گشتہ ہو گئے اور اُس قبلہ پر جسکی ہم کو اللہ تعالے نے ہدایت دیدی اور
وہ اس سے بہٹک گئے اور ہمارے امام کے پیچھے آمین کہنے پر۔ اور اس حدیث کو طبرانی
نے اوسط میں اسناد حسن سے روایت کیا ہے اور اسکے الفاظ اس طرح ہیں آپ نے
فرمایا یہودی اپنے دین کا نام لیتے ہین حالانکہ وہ بڑے حاسد ہیں اور انھون نے
مسلمانوں سے کسی ایسی بات پر حسد نہیں کیا جو ان تین باتوں سے افضل ہو سلام کا
جواب دینا اور صفوں کا قائم کرنا اور فرض نمازون میں امام کے پیچھے آمین کہنا۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے جناب نے فرمایا اللہ تعالے نے مجکو تین
باتیں عنایت فرمائی ہیں ایک صفوں میں نماز پڑہنی عطا فرمائی اور سلام عطا فرمایا

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کا (۱۷) سترہواں وعظ

مسمّی بہ

علم اور خوف کے فضائل

منتخب از فضائل العلم والخشیۃ وعظ پنجم دعوات عبدیت

حصہ سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم انما یخشی اللہ من عبادہ العلمٰؤا ان اللہ عزیز غفور ہ (ترجمہ) نہیں ڈرتے اللہ تعالےٰ سے اسکے بندوں میں سے مگر جاننے والے تحقیق اللہ تعالےٰ غلبہ والے ہیں اور بخشنے والے ہیں اس آیت کے متعلق یہ چند مضامین ہیں۔

(۱) یہ ایک بڑی آیت کا ٹکڑا ہے جس مضمون کو اسوقت بیان کرنا مقصود ہے اُسکے لئے چونکہ یہ ٹکڑا کافی تھا اسلئے اسی پر بس کیا گیا آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہوجاتا ہےگا کہ اسوقت کیا مضمون بیان ہوگا اور اسکا ضروری ہونا بھی ساتھ ہی معلوم ہوجائیگا اس آیت سے پہلی آیتوں میں ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی کا مضمون ہے اس آیت سے بھی اسی مضمون کی تاکید مقصود ہے کیونکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر کافروں کی مخالفت سے

رنج وغم غالب رہتا تھا اور اس سے ہمارے نبی کریم کی انتہا درجہ کی شفقت اور مہربانی ثابت ہوتی ہے یعنے آپ ان لوگوں کے سیدھی راہ پر نہ آنے سے بہت ہی بےچین ہوتے تھے اور سوچا کرتے تھے کہ کونسی تدبیر ایسی ہو کہ یہ لوگ اس کفر اور گمراہی سے باز آکر سیدھے رستہ پر آجائیں اور ہمیشہ کے عذاب سے نجات پائیں آپکی وہ حالت تھی جیسا کہ ایک شفیق باپ اپنے نافرمان بیٹے کی بری حرکتوں پر کڑھتا اور پریشان ہوتا ہے اور ہر وقت کسی نہ کسی تدبیر میں لگا رہتا ہے کبھی سمجھدار لوگوں سے مشورہ کرتا ہے کبھی کسی سے دعا کراتا ہے کبھی تعویذ لکھواتا ہے کہ کسیطرح یہ ٹھیک رستہ پر آجائے غرض اسکو بیٹے کی نافرمانیوں پر اس سے عداوت نہیں ہوتی بلکہ اسپر رحم آتا ہے اور دل کڑھتا ہے اسیطرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کافروں کی مخالفت سے یہ حالت تھی کہ تمام عمر آپ کو یہی غم رہا اور یہانتک نوبت پہنچی کہ آپ کے غلبہ غم کی وجہ سے اللہ تعالے نے آپ کو تسلی دینے کے لئے خاص اس مضمون کی بار بار آتیں نازل فرمائیں چنانچہ ایک جگہ ارشاد ہے کہ اے محمد آپ کی
۲ حالت سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں کے ایمان نہ لانے کے غم میں اپنی جان کو ہلاک کر دینگے دوسری جگہ ارشاد ہے کہ آپ سے ان لوگوں کی حالت کا سوال نہ کیا جائیگا یعنی پھر آپ کیوں غم کرتے ہیں اگر یہ ایمان نہیں لاتے نہ لائیں ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ آپ کو ان پر داروغہ بنا کر تو نہیں بھیجا گیا کہ آپ ضرور ہی ان سے ہمارے احکام کی تعمیل کرائیں آپ کا کام صرف پیام پہنچا دینا ہے کیونکہ آپ ہمارا پیام پہنچانے والے ہیں رہا عمل کرانا یہ کام داروغہ کا ہے اور آپ داروغہ مقرر نہیں ہوئے پھر اگر یہ لوگ عمل نہیں کرتے اور آپ کی بات نہیں مانتے تو آپ کو کیا غم ہے ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ آپ انکی حالت پر غم نہ کیجئے اور انکے مکروں سے تنگدل نہ ہوجیئے ایک جگہ ارشاد ہے کہ ہم جانتے ہیں ان لوگوں کی باتوں سے جو تنگدلی آپ کو ہوتی ہے سو آپ ہماری یاد میں لگئے اور عبادت کو اپنا مشغلہ بنا لیجئے کہ اس سے یہ تنگدلی رفع ہوجائیگی اور غم ہلکا ہوجاتے گا غرض بہت سی آتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکو کافروں کی حالت پر بہت ہی رنج وغم تھا اور آیتوں سے اس رنج وغم کی وجہ کا بھی پتہ لگتا ہے وہ یہ کہ آپ یہ چاہتے تھے

کہ یہ لوگ ایمان لے آئیں اور اپنے کفر اور گمراہی سے باز آئیں تو معلوم ہوا کہ آپ کو ان لوگوں سے
نفسانی عداوت نہ تھی بلکہ انکی اس ردی حالت پر رحم آتا تھا اور دیکھ دیکھ کر کڑھتے تھے کیونکہ
سیدھی راہ پر آجانے کی تمنا نہ کرتے بلکہ یوں چاہتے کہ یہ لوگ ساری عمر اسی کفر اور گمراہی میں
پھنسے رہیں اور کبھی ان کو اس سے نکلنا نصیب نہ ہو کیونکہ قاعدہ ہے کہ اپنے دشمن کیلئے انسان
خیر خواہی نہیں کیا کرتا بلکہ اسکی بدخواہی کے درپے ہوتا ہے اور اگر بدخواہی کے درپے بھی
نہ ہو تو خیر خواہی کی تو گنجایش ہی نہیں ہوتی اور آپ کی یہ حالت تھی کہ یوں چاہتے تھے کہ گو مجھے
تکلیف ہو لیکن ان لوگوں کو تکلیف نہ ہونے پائے یہاں تک کہ جس معجزے کے وہ طالب ہوتے
تھے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم چاہتے تھے کہ وہ معجزہ ظاہر ہو ہی جاتے تاکہ اسکو دیکھکر
یہ لوگ سنبھل جائیں اور اپنی حالت درست کرلیں ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مکہ کے رئیسوں نے
یہ درخواست کی تھی کہ آپ ان غریب لوگوں کو جو کہ آپکے پاس رہیں ہمارے آنے کے وقت
علیحدہ کردیا کریں تو ہم ایمان لے آئیں جیسا کہ آجکل کے رئیس بھی اسی قسم کی فرمایشیں عالموں
سے کیا کرتے ہیں اور کہا کرتے ہیں کہ اگر ان جلاہے تیلیوں کو مساجد وغیرہ میں آنے سے روکدیا
جائے تو ہم مساجد میں آنے لگیں اور جماعت سے نماز پڑھنے لگیں اور نہ یہ تو ہم سے نہ ہوگا کہ کسی
تیلی یا جلاہے کے پیچھے نماز پڑھنے لگیں حالانکہ انکو یہ بات کہتے ہوئے غیرت کرنا چاہئے
تھی اسلئے کہ ان کا یہ کہنا کہ ہم جلاہوں تیلیوں کے پیچھے نماز نہ پڑھینگے حقیقت میں اپنے اوپر
اعتراض کرنا ہے کہ یہ خود تو اس قابل نہ ہوسکے کہ امامت کا منصب انکو ملتا اور یہ دوسروں کے
امام بنتے غریب لوگ تو بیچارے خود ہی دب جاتے ہیں اگر ان میں لیاقت اور قابلیت ہوتی
تو غریبوں کے امام بننے کی نوبت ہی کیوں آتی اور اسپر لطف یہ کہ یہ لوگ باوجود علم حاصل نہ
کرسکنے بھی اپنے کو امامت کے قابل سمجھتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ ہم میں اسکی لیاقت نہیں
ہے کیونکہ آجکل روشن دماغی کے زمانے میں ذرا سی دنیا کی عزت اور مرتبہ ملجانے ہی کو
بڑی لیاقت اور قابلیت سمجھا جاتا ہے دنیادار لوگ کچھ ایسے مغرور و مست ہوتے ہیں کہ گو
وضو کے فرائض اور سنتوں سے بھی واقفیت نہ رکھتے ہوں لیکن اپنے کو علم دینی اور علم دنیوی
دونوں کا پورا عالم سمجھتے ہیں میرے سامنے کا واقعہ ہے کہ ایک رئیس صاحب کو عید کی

امامت کا شوق پیدا ہوا اور وہ امامت کو چلے اس سے پہلے کبھی کیون امامت کی تھی بلکہ شاید
نماز کا بھی کبھی کبھی اتفاق ہوتا ہو اور وہ بھی کسی مجبوری ہی کی وجہ سے نتیجہ یہ ہوا کہ عید کی تکبیرین
بھول گئے اب کھڑے سوچ رہے ہیں کہ کیا کرون آخر میں نے تکبیرین تبلائیں تو انھون نے
پوری کی جب یہ حالت ہے تو اب تبلائیے اگر سٹے امامت نہ کرین تو اور کون کرے اور
وہ بیچارے بھی آگے نہ بڑہیں تو کون ہے جو نماز پڑہانے تو جیسے آجکل کے رئیسون کی
حالت ہے اسیطرح اُس زمانے کے رئیسون کی بھی حالت تھی بلکہ ان سے بھی زیادہ
اسلئے ان لوگوں نے حضورؐ سے یہ درخواست کی کہ آپ ہمارے آنے کے وقت ان
لوگون کو ہٹا دیا کیجئے تو ہم آپکے پاس آیا کرین حضورؐ کو شفقت کی وجہ سے یہ خیال ہوا
کہ شاید اسی سے ان لوگون کو کچھ انسیت ہو جائے اور رفتہ رفتہ سیدھی راہ پر آجائیں
اسلئے انکی درخواست پورا کرنے کی کچھ رائے ہوئی لیکن خدا تعالےٰ نے حضورؐ کو اُن کی
درخواست منظور فرمانے سے منع فرمایا اور انکی درخواست کو رد کر دیا چنانچہ ارشاد ہے کہ
۴ آپ کبھی ان غریب لوگونکو اپنے پاس سے نہ ہٹائیے انکا کچھ لین دین آپ سے نہیں ہے
اگر آپ ایسا کرینگے تو آپ بے موقع کام کرنیوالون مین سے ہونگے۔

(۲) صحابہ کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت تھی کہ اگر آپ انکی دہجیاں اڑا دیتے
تو اُن لوگون کے دل پر ذرا میل نہیں آسکتا تھا اور یہ حالت تھی کہ اگر آپ تھوکتے تو اسکو
زمین پر نہ گرنے دیتے تھے ہاتھوں میں لیتے اور اپنے چہرے پر مل لیتے اور اگر ہاتھ
مین نہ آتا تو دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ پھیر کر چہرے کو مل لیتے اور انکی محبت کی یہ حالت تھی
کہ ایک صحابی نے ایک مرتبہ آکر عرض کی کہ یارسول اللہ اگرچہ یہ تو امید ہے کہ ہم جنت
میں جائینگے لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ آپ کا درجہ جنت میں ہم سے بہت اعلیٰ ہوگا تو جب ہم کو
آپ کا دیدار نصیب نہ ہو سکے گا تو ہم جنت کو لیکر کیا کرینگے اسپر آیت نازل ہوئی جسکا
ترجمہ یہ ہے کہ جنت مین تم جو تمنا کروگے وہ تم کو ضرور ملے گی اور حدیث مین اسکی تفسیر میں
یہ فرمایا گیا کہ جنت والے باہم زیارت اور ملاقات کیا کرینگے خلاصہ یہ ہوا کہ اگرچہ حضورؐ کا
مرتبہ اعلےٰ ہوگا لیکن تم حضورؐ کے دیدار سے اور زیارت سے محروم نہ رہوگے بلکہ تم لوگ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کی محبت

بھی حضورؐ کے مقام تک پہنچ جایا کروگے جیسے دنیا مین گو ہر شخص کا مکان الگ الگ ہوتا ہے
لیکن ایک دوسرے کی ملاقات کے لئے دوسرے کے گھر چلے جاتے ہین تو اسیطرح وہان
بھی گو مکان الگ الگ ہونگے مگر ملاقات ہوسکے گی خدا تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ جو تمہارا
جی چاہے گا وہان تم کو ملے گا تو اگر کسیکا یہ جی چاہے گا کہ مین ہروقت حضورؐ کی زیارت
سے شرف حاصل کرتا رہون تو ضرور اسکو زیارت ہوسکے گی رہی یہ بات کہ ایسی خواہش
کسیکو پیدا ہوگی یا نہیں یہ ہم کو معلوم نہیں ہے یہ بات وحی سے معلوم ہونے کی ہے ممکن
ہے کہ بعض کو یہ دولت نصیب ہو بعض کو نہ ہو رہی یہ بات کہ جسکو یہ دولت نصیب ہوگی
کیا وہ ہروقت حضورؐ ہی کے گھر پر پڑا رہے گا سو اسکا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اپنے
گھر ہی بیٹھے بیٹھے ہروقت زیارت سے مشرف ہوتا رہے جسکی صورت یہ ہو کہ خدا تعالےٰ
نظر میں ایسی قوت پیدا کردیں کہ وہ درمیان کی چیزونکو پار کرکے وہان تک پہنچ جاوے
اس زمانہ میں بھی ایسے آلات ایجاد ہوئے ہیں کہ انکے ذریعہ سے بہت دور دور کی
چیزین دکھلائی دیتی ہیں اور درمیان کے پردے سب دور ہوجاتے ہیں تو خدا تعالےٰ 5
اگر نظرون میں ایسی قوت پیدا کردے تو کیا تعجب ہے اور نظیر اسلئے بیان کی گئی کہ آجکل
کے روشن دماغ لوگ جبتک کہ ولایت کی کوئی نظیر نہ ہو اسوقت تک حدیث قرآن کی
باتون کو نہیں مانتے ورنہ ہمکو تو شرم آتی ہے کہ خدائی خبرین منوانے کیلئے ولایت
کی کاریگری کو نظیر میں پیش کرین غرض صحابہ کی یہ حالت تھی کہ بے حضورؐ کا دیدار کئے
جنت میں جانا بھی انکو پسند نہ تھا۔

(۴) پس جب حضورؐ کو اسقدر شفقت تھی تو جو نبیون کے وارث ہیں یعنی عالم اور
جو حضورؐ کی امت میں ہین ہر ایک کے ذمہ وہی حق ہوگا جو کہ حضورؐ نے ظاہر کیا یعنے آپ
بھی مخالفون کے ساتھ وہی برتاؤ کرین جو حضورؐ نے کیا یعنے شفقت مگر آجکل تو یہ حالت
ہے کہ ذرا سے اختلاف مین عداوت اور نفرت پیدا ہوجاتی ہے بلکہ بعض لوگ تو اپنے
مخالف کے اسقدر درپے ہوتے ہیں کہ اسکو دنیاوی نقصان بھی پہونچانے کے درپے
ہوجاتے ہیں اور اگر اتفاق سے اسکو کوئی دنیاوی نقصان پہونچ جائے تو اسکو اپنی کرامت

اور اپنی بددعا کا نتیجہ سمجھتے ہیں یہ تو بیشک سچ ہے کہ بزرگوں کا ستانا اچھا نہیں اس سے طرح طرح کے نقصان ہوتے ہیں جبتک کسی کے ہاتھ سے کسی اللہ والے کے دل کو درد نہیں پہونچتا اسوقت تک کسی کی رسوائی نہیں ہوتی یہ بات تو بالکل سچ ہے مگر یہ کیسے جائز ہے کہ وہ اپنے کو بھی ایسا بزرگ سمجھے ہاں البتہ اگر کوئی دوسروں کی نسبت یہ گمان کرے کہ یہ بزرگ ہیں اور ان کے مخالفوں پر انکے ستانے کی وجہ سے مصیبت آئی تو بیجا نہیں اور اسوقت بھی بیجا نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ مصیبت زدوں کی مصیبت کو دیکھکر خوش ہو بلکہ غمگین ہونا چاہئے اور انکے لئے دعا کرنا چاہئے اور یہ حالت ہونی چاہئے جیسے کسی کا لڑکا جوا کھیلتا ہو اور اس میں پکڑا گیا۔ تو دیکھئے اسکے باپ کی کیا حالت ہوگی اگرچہ وہ اس خبر کو سنکر زبان سے یہ کہدیگا کہ اچھا ہوا پکڑا گیا لیکن دل کی یہ حالت ہوگی کہ بیقرار ہوجائیگا اور رہائی کی تدبیریں کریگا دعائیں کرائیگا اور جگہ جگہ کہتا پھریگا بلکہ اگر کوئی اسکے سامنے بار بار یہ تذکرہ کریگا کہ جوا کھیلنے میں قید ہوگیا تو اُسکو ناگوار ہوگا اور اگر لوگ اسکی عیادت اور تسلی کو آوینگے تو انکی عیادت لیگا تو صاحبو اسکی کیا وجہ ہے کہ اگر اپنے بیٹے پر کوئی مصیبت آجائے تو قلب کی یہ حالت ہوجائے اور کسی دوسرے مسلمان پر کوئی مصیبت آئے تو دل پر اثر بھی نہ ہو میں اسکی شکایت کرتا ہوں ہاں اگر شفقت کی وجہ سے غصہ ہو تو وہ بُرا نہیں معلوم ہوتا اور شفقت کے غصہ کا رنگ ہی دوسرا ہوتا ہے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی کے غصہ کی یہ کیفیت تھی کہ شاید ہی کوئی شخص انکے غصہ سے بچتا ہو لیکن باوجود اسکے کبھی کسیکو ناگوار نہ ہوتا تھا اسلئے کہ وہ محبت سے ہوتا تھا خوب کہا ہے ؎ ۶

محبت ہو کسی سے یا عداوت ✤ مزا دیجاتے گی جو دل سے ہوگی

صاحبو تمہارے پاس دل نہیں اسلئے تمہاری ہمدردی بھی صرف باتیں ہی باتیں ہیں اور کچھ بھی نہیں جو لوگ آجکل ہمدردی کا دم بھرتے ہیں انکے لئے میں ایک مثال پیش کیا کرتا ہوں کہ اگر ایک ایسے شخص نے ڈپٹی کلکٹری کی درخواست دی جو اپنے گھر سے ایسا خوش حال ہے کہ اگر نوکری نہ بھی کرے تو اسکے ضروریات پورے طور سے چل سکتے ہیں اور اس ہی کے ساتھ ایک دوسرا ایسا شخص درخواست دے جو بالکل تنگدست ہے اینا کہ اگر

بزرگوں کے ستانے سے بڑے نقصان ہوتے ہیں

جو لوگ ہمدردی کا دم بھرتے ہیں انکی ہمدردی محض زبانی ہے

اُسکو یہ ملازمت نہ ملے تو کھانے پینے کے ضروریات بھی اُسکے مشکل سے پورے ہوں
اور یہ خوش حال صاحب درخواست دینے میں مقدم ہو گئے اور وہ غریب دوسرے نمبر
پہ ہو گیا تو ہم نے آجتک کسی ہمدردی کے دم بھرنے والے کو نہیں سُنا کہ اُس نے اس
غریب آدمی کی غربت پر خیال کرکے اپنی درخواست کو واپس لے لیا ہو اور بزرگوں میں
ہزاروں مثالیں اس سے زیادہ ہمدردی کی دکھلا سکتا ہوں جو دنیا داروں میں کبھی نہیں
ہو سکتیں ہاں دنیا داروں میں ایک وضعداری ضرور ہے جسکو دُنیا کی لاج کے مارے نباہتے
ہیں ان لوگوں میں ایک تو ہمدردی نہیں ہوتی اور دوسرا فرق اِن لوگوں میں اور اللہ والوں میں
یہ ہے کہ اللہ والے کرینگے بہت کچھ اور زبان سے کہیں گے کچھ نہیں اور یہ لوگ کرینگے
خاک نہیں اور دنیا بھر میں غل مچاتے پھرینگے وجہ یہ ہے کہ اللہ والے جو کچھ بھی کرتے ہیں
خدا کے خوش کرنے کے لئے کرتے ہیں کوئی دنیاوی غرض انکی نہیں ہوتی اور دنیادار
جو کچھ بھی کرتے ہیں صرف دنیاوی غرضوں کے لئے اور اسی سے یہ بھی سمجھ لو کہ ان دنیاداروں
کی ہمدردی کو کچھ قرار نہیں ہوتا کیونکہ انکی ہمدردی دنیاوی غرضوں کے لئے ہوتی ہے
اور دنیاوی غرضیں خود بدلتی رہتی ہیں صبح کچھ ہے شام کچھ ہے تو پھر انکی وجہ سے جو
ہمدردی ہوگی وہ کیونکر پائدار ہو سکتی ہے ضرور بدلتی رہے گی ممکن ہے کہ کل سچ بولنے میں
دنیوی مصلحت تھی اور آج جھوٹ بولنے میں دنیوی مصلحت ہے تو آج وہ جھوٹ ہی
بولینگے اور کل آپکے ساتھ ہمدردی کرنے میں مصلحت تھی اور آج ہمدردی نہ کرنے میں تو وہ
ضرور بیدردی کرینگے اور اللہ والوں کی ہمدردی ہمیشہ باقی رہتی ہے ان میں کچھ فرق
نہیں آتا کیونکہ جس ذات کے خوش کرنے کے لئے وہ ہمدردی کرتے ہیں وہ ہمیشہ
باقی رہنے والی ہے پھر غرض انکی ایک ہے یعنی خدا تعالے کو خوش کرنا اور خدا تعالے
جس بات سے آج خوش ہیں قیامت تک اسی سے خوش ہیں اور ایک یہ فرق بھی ہے
کہ دنیا داروں کی ہمدردی تو صرف قولی ہمدردی ہے یعنے وہ جو کچھ کم زیادہ ہمدردی اپنی
قوم سے کرتے ہیں وہ محض اپنی قوم ہونے کی وجہ سے کرتے ہیں اور اللہ والوں کی
ہمدردی عام ہمدردی ہے کہ وہ ہر شخص سے وہی برتاؤ شفقت کا کرتے ہیں جو اپنوں کے

کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ انکو جانوروں تک سے ہمدردی ہوتی ہے اور انکی وہ شان ہوتی ہے جسکو فرمایا ہے وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین ۔ ترجمہ اور نہیں بھیجا ہمنے آپکو مگر جہان بھر کے لئے رحمت بنا کر ۔ پس انکی شان یہی ہوتی ہے کہ تمام جہان کے لئے انکی ذات مبارک رحمت خداوندی ہوتی ہے چنانچہ ملاؤ پیازہ نے اپنے آل نامہ میں لکھا ہے الرسول خیر خواہ دشمنان ۔ حضرت جنیدؒ کو ایک مرتبہ خلیفہ وقت نے کسی بات پر برہم ہوکر بلا بھیجا حضرت شبلیؒ بھی ساتھ تھے جب خلیفہ کے سامنے پہونچے تو اس نے برا بھلا کہنا شروع کیا حضرت شبلیؒ چونکہ نوجوان ۔ تھے اور انکے پیر کو برا بھلا کہا جارہا تھا اسلئے آپ کو جوش آیا قالین پر ایک شیر کی تصویر بنی ہوئی تھی آپ نے اسپر نظر ڈالی تو وہ سچ مچ کا شیر ہوکر خلیفہ کی طرف تیز نظر سے دیکھنے لگا حضرت جنیدؒ کی جو اسپر نظر پڑی تو آپ نے حضرت شبلیؒ کو گھور کر دیکھا اور اس شیر کو تھپک دیا وہ پھر اصلی حالت پر شیر قالین ہوگیا تھوڑی دیر میں حضرت شبلیؒ نے پھر اسے اشارہ کیا وہ پھر سچ مچ کا شیر بنکر سامنے ہوا اس
مرتبہ خلیفہ وقت کی بھی نگاہ اسپر پڑی خوف کے مارے تھرا گیا اور ہاتھ باندھکر معافی چاہی ۸
کہ مجھسے گستاخی ہوئی حضرت جنیدؒ نے اس شیر کو پھر اصلی حالت پر کردیا اور خلیفہ وقت سے فرمایا آپ کچھ اندیشہ نہ کیجئے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہونچ سکتا آپ خلیفہ وقت ہیں آپ کی اطاعت اور ادب ہم پر واجب ہے یہ لڑکا ہے آداب شاہی سے واقف نہیں آپ کا جو دل چاہے کہئے صاحبو آپ نے سنا یہ ہوتی ہے ان حضرات کی شان دنیادار اگر بادشاہ کی اطاعت کرتے بھی ہیں تو اسیوقت تک کرتے ہیں جبتک کہ اطاعت میں اپنا فائدہ نظر آتا ہے ورنہ اطاعت اور فرمانبرداری سب ختم ہوجاتی ہے اور اللہ والوں کی یہ حالت ہے کہ وہ سب کچھ کرسکتے ہوں مگر کچھ نہیں کرتے جو حکم بادشاہ کا ہوتا ہے اسمیں اطاعت کرتے ہیں کیونکہ جانتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے اطیعوا امراءکم ترجمہ اطاعت کرو اپنے حاکم کی تو ان حضرات کی جو بات بھی ہوگی پختہ ہوگی اسلئے کہ یہ پورے شفیق ہیں اس سے زیادہ کیا شفقت ہوگی کہ شیر کو منا رہے ہیں اور بادشاہ کو خبر بھی نہیں کرتے اسلئے کہ اسکے ساتھ ہمدردی کرنے سے مقصود خدا کو خوش کرنا ہے

(باقی آئندہ)

(۱) اور اس سے علم کلام قدیم کی جامعیت نہایت وضوح کے ساتھ ثابت ہوتی ہے کہ گو شبہات کیسے ہی اور کسی زمانہ میں ہوں مگر انکے جواب کیلئے بھی وہی علم کلام قدیم کافی ہوجاتا ہے سو ایک اصلاح تو اس مقولہ میں ضروری ہے دوسری ایک اصلاح اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ یہ کہ مقصود اکثر قائلین کا اس مقولہ سے یہ ہوتا ہے کہ شرعیات علمیہ عملیہ جو جمہور کے متفق علیہ ہیں اور ظواہر نصوص کے

(ح) یہاں سے علم کلام قدیم کا جامع ہونا اور کامل و مکمل ہونا صاف طور سے ثابت ہوتا ہے کہ گو شبہات کیسے ہی اور کسی زمانہ میں ہوں مگر اُنکے جواب کے لئے وہی علم کلام قدیم کافی ہوجاتا ہے الغرض یہ بات جو زبانوں پر آرہی ہے کہ علم کلام جدید کی ضرورت ہے اسمیں ایک غلطی تو یہ ہے کہ علم کلام قدیم کو ناکافی سمجھا جو خلاف واقع ہے مگر خیر یہ غلطی چنداں قابل لحاظ نہیں اسواسطے کہ اس معنے کر یہ بات صحیح بھی ہے کہ شبہات جدیدہ فرداً فرداً علم کلام قدیم میں مذکور نہیں گو ایسے اصول اسمیں موجود ہیں جنسے ہر ہر شبہ کا جواب نکل آتا ہے لیکن یہ کام ہر شخص کا نہیں اور ضرورت اس بات کی ہے کہ ہر ہر شبہ کا جواب صراحۃً دیا جاوے ۹
تاکہ ہر شخص سمجھ سکے ایک غلطی اسمیں اور ہے جو بڑی غلطی ہے اور قابل اصلاح ہے وہ یہ ہے کہ اس لفظ سے کہ علم کلام جدید کی ضرورت ہے اکثر کہنے والوں کی غرض یہ ہے کہ دین کی باتوں کے ثبوت جو بہت لوگوں کے ذہن میں نہیں ہیں انکو تازہ کر دیا جاوے اور شبہات جدیدہ کو فرداً فرداً حل کر دیا جاوے تاکہ مذہبی باتوں کی تصدیق اچھی طرح ذہن نشین ہوجاوے بلکہ غرض یہ ہے کہ مذہبی تحقیقات اور احکام کو کچھ تغیر تبدل کر کے سائنس جدید کے مطابق کر دیا جاوے انھوں نے اسمیں اسکا بھی امتیاز نہیں رکھا کہ مذہبی باتوں سے کیا مراد ہے مذہبی باتوں میں ایسے عقائد اور احکام بھی داخل ہیں جنپر تمام علمائے اُمت کا اتفاق ہے اور صراحۃً شرعی دلیلوں سے ثابت ہیں اور اگلے علمائے تواتر منقول اور محفوظ ہیں یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ چاہے اُن میں کیسی ہی توڑ مروڑ ہوجائے حتیٰ کہ تحریف ہی کی نوبت کیوں نہ آجاوے مگر سائنس سے مخالفت نہ رہے جیسے معراج کے مسئلہ میں کیا ہے کہ کہتے ہیں معراج روحانی اور خواب میں ہوئی ہے کیونکہ جسمانی اور بیداری میں ہونا سائنس کے خلاف ہے

(ا) منزول اور سلف سے محفوظ و منقول ہیں تحقیقات جدیدہ سے ان میں ایسے
تصرفات کئے جاویں کہ وہ ان تحقیقات پر منطبق ہوجاویں گو اُن تحقیقات کی صحت
پر مشاہدہ یا دلیل عقلی قطعی سے شبہات نہ دے سو یہ مقصود ظاہر البطلان ہے جن چیزوں
کا نام تحقیقات جدیدہ رکھا گیا ہے نہ وہ سب تحقیق کے درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں
بلکہ زیادہ حصہ انکا تخمینیات اور وہمیات ہیں اور نہ انمیں اکثر جدید ہیں بلکہ فلاسفہ

(ح) حالانکہ تمام اُمت کا سلفاً و خلفاً اسپر اجماع ہے کہ معراج جسمانی ہوئی اور حدیث سے
بالتصریح بھی ثابت ہے بہت موٹی بات ہے کہ اگر حدیث مین جسمانی معراج کی خبر نہ دیگئی ہوتی
تو تمام زمانہ میں اتنا غل کیوں مچتا اور مخالفین کیوں ہوتیں خواب میں تو ہر شخص عجیب سے عجیب
باتیں دیکھتا ہے اسکا بیان مفصل کتاب میں آگے آتا ہے ظاہر ہے کہ یہ غرض انکی باطل
ہے اور یہ دین کی طرفداری نہیں بلکہ سائنس کی طرفداری ہے اور یہ صرف وہم کا ہے کہ وہ
علم کلام جدید کے خواستگار ہیں کیونکہ علم کلام تو وہ ہے جسمین دین کی باتوں کا اثبات کیا جاوے
اور اس علم مین جسکے یہ خواستگار ہیں سائنس کا اثبات کیا جاویگا گو دین کے اصول یعنی توحید ۱۰
و رسالت بھی نہ رہیں اور انمیں یہ کیسی غلطی ہے کہ سائنس جدید کو ایسا صحیح اور ثابت سمجھا کہ دین
کے اصول تک میں تاویل بلکہ تحریف کیجاوے مگر انمیں تاویل بھی نہ کیجاوے حالانکہ
اس سائنس کی بہت سی باتوں کے ثبوت میں نہ مشاہدہ موجود ہے نہ کوئی دلیل عقلی ہے
محض تقلید سے انکا نام تحقیقات جدیدہ رکھدیا ہے حالانکہ نہ وہ سب کی سب تحقیق کے
درجہ کو پہونچی ہوئی ہیں اور نہ وہ سب جدید ہیں زیادہ حصہ انکا محض تخمینی اور وہمی باتیں
ہیں جیسے مسئلہ ارتقا کہ ڈارون کہتا ہے کہ آدمی پہلے بندر تھا ترقی کرتے کرتے دُم
گر گئی اور کھڑا ہوکر چلنے لگا یہ صرف اٹکل اور وہم اور تخمین نہیں تو کیا ہے اسنا زمان اسکی
وجہ سے صریح آیت خلقہ من تراب (ترجمہ حق تعالٰی نے آدم علیہ السلام کو مٹی سے
پیدا کیا) میں تاویل کرتے ہیں (بیان اسکا کتاب میں آگے آتا ہے) اور آجکل کے لوگوں
کی یہ بھی غلطی ہے کہ سائنس جدید کی سب باتوں کو جدید کہتے ہیں کیونکہ اکثر اُن میں وہی
ہیں جو پرانے سائنس (فلسفہ) میں موجود ہیں چنانچہ علم کلام قدیم میں اُن پر جرح قدح

(ا) متقدمین کے کلام میں بھی مذکور پائے جاتے ہیں اور جوابات متکلمین نے انپر کلام بھی کیا ہے چنانچہ کتب کلامیہ کو دیکھنے سے اسکی تصدیق ہوسکتی ہے البتہ اسمین شک نہیں کہ بعضے شبہات تو السنہ سے مندرس ہوچکے تھے انکا اب تازہ تذکرہ ہوگیا ہے اور بعض کا کچھ عنوان جدید ہوگیا ہے اور بعض کے خود مبانی جنکو واقعی تحقیقات جدیدہ کہنا صحیح ہوسکتا ہے باعتبار معنون کے بھی جدید پیدا ہوگئے ہیں اس اعتبار سے ان شبہات کے اس مجموعہ کو جدید کہنا زیبا اور انکے دفع اور حل اور جواب کو اس بناء پر بھی کہ جدید شبہات بالمعنی المذکور کے

(ح) موجود ہے ہاں یہ ضرور ہوا ہے کہ بعضے شبہات کا تذکرہ جاتا رہا تھا اب پھر انکا تذکرہ تازہ ہوگیا ہے اور بعضے پہلے اور طرح سے بیان کئے جاتے تھے اور اب دوسرے پیرایہ سے بیان کئے جاتے ہیں انکو دیکھکر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ شبہے نئے ہیں پہلے یہ شبہے نہیں تھے اسواسطے علم کلام قدیم میں انکا تذکرہ اور انکا حل بھی نہیں ہے حالانکہ علم کلام قدیم
میں انکا رد موجود ہے مگر ان شبہوں کی دوسری طرح سے تقریر کیجاتی تھی اسواسطے جواب بھی 11
انکا دوسرے پیرایہ میں دیا گیا تھا غرض آجکل کے شبہات میں زیادہ تر وہی ہیں جو پہلے سے چلے آتے ہیں اور ان پر بہت کافی بحث علم کلام قدیم میں موجود ہے ہاں اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ چند شبہات ایسے بھی ہیں جنکو بالکل نیا کہنا بھی صحیح ہے کیونکہ انکی بنا ان تحقیقات پر ہے جنکو جدید تحقیقات کہنا بالکل صحیح ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ اس زمانہ میں بعض تحقیقات ایسی بھی ہوئی ہیں جنکا پہلے زمانہ میں مطلق پتہ نہ تھا تو جو شبہات ان سے پیدا ہونگے ان کو بھی کہا جاسکتا ہے کہ ایسے شبہات ہیں کہ پہلے زمانہ میں انکا مطلق پتہ نہ تھا (مگر واہ رے علم کلام قدیم کہ اسکے اصول ایسے ہیں کہ ایسے شبہات کے حل کے لئے بھی کافی ہیں) جب آجکل کے شبہات میں بعض شبہے (گو وہ کتنے ہی تھوڑے ہوں) ایسے بھی ہوئے جنکو بالکل نیا کہا جاسکتا ہے تو شبہات کے مجموعہ کو جس میں یہ نئے شبہات اور دوسری قسم کے شبہات سب شامل ہیں کسی معنی کر جدید شبہات کہدینا صحیح ہے۔

(ا) مقابلہ میں ہیں نیز اس وجہ سے بھی کہ بلحاظ مذاق اہل زمانہ کے کچھ طرز بیان میں جدت مفید ثابت ہوئی ہے کلام جدید کہنا درست و بجا ہے اور اس تاویل سے یہ مقولہ کہ علم کلام جدید کی تدوین ضروری ہے محل انکار نہیں بہرحال جس معنی کر بھی یہ ضروری ہے مدت سے اس ضرورت کے رفع کرنے کی مختلف صورتیں ذہن میں آیا کرتی تھیں بعضی ان میں گو مکمل تھیں مگر اس کے ساتھ ہی مطول بھی تھیں اس لئے اس مختصر صورت پر اکثر ذہن کو قرار ہوتا تھا کہ جتنے شبہات اسوقت زبان زد یا حوالہ قلم ہو رہے ہیں ان سب کو جمع کرکے

(ح) اور اگر ان شبہات کو حل کیا جائے اور کتاب بنائی جاوے تو یہ کتاب علم کلام جدید کی کتاب کہی جا سکتی ہے ایک تو اسوجہ سے کہ اس میں ان شبہات کا حل ہوگا جو کہ کسی معنی کر جدید شبہات کہا گیا تھا اور ایک اسوجہ سے بھی کہ اس کتاب کا طرز بیان بھی نئے لوگوں کے مذاق کی رعایت کی وجہ سے پرانے علم کلام سے جداگانہ ہوگا اس توجیہ اور تاویل سے یہ بات صحیح ہو جاتی ہے
کہ علم کلام جدید کی ضرورت ہے (گو اتنی ضرورت ثابت نہ ہوئی جتنا کہ آجکل کے تعلیمیافتوں ۱۲
کی زبانوں پر اسکا چرچا ہے اور ان کی غلطیاں بھی اسکے متعلق بیان کر دی گئیں) بہرحال کسی معنی کر بھی ہو علم کلام جدید کے تیار کرنے کی ضرورت قابل تسلیم ہے مدت سے اس ضرورت کے رفع کرنے کی مختلف صورتیں خیال میں آیا کرتی تھیں ان میں سے بعض صورتیں ایسی تھیں جنسے پوری پوری تکمیل اس فن کی ہو جاتی مثلاً یہ کہ علم کلام قدیم کی تمام کتابوں کا ایک سرے سے اردو ترجمہ کر دیا جاوے اور جا بجا اس کے اصولوں سے آجکل کے شبہات کے جوابوں کو نکالکر مفصل لکھا جاوے مگر ظاہر ہے کہ اس صورت میں طول کس قدر ہو جاوے گا اور اس کے سمجھنے کے لئے فلسفہ و منطق وغیرہ کی ضرورت اور استاد سے باقاعدہ پڑھنے کی حاجت رہتی اس وجہ سے اس صورت کو دل نے قبول نہیں کیا اور بار بار غور و خوض کیا گیا مگر کوئی صورت سہل اور حسب دلخواہ نہیں سمجھ میں آتی تھی زائد سے زائد اس پر دل کو قرار ہوتا تھا کہ جتنے شبہات اسوقت زبانوں پر ہیں یا تحریروں میں آچکے ہیں ان

(۱) ایک ایک کا جزئی طور پر جواب منضبط ہو جاوے کہ موجودہ شبہات کے
رفع کے لیئے بوجہ اُن سے بالخصوص تعرض ہونیکے زیادہ نافع ہونگے اور
ان جزئیات کی تقریر کے ضمن مین جو کلیات (اصول ۱۲) ضروریہ حاصل ہونگے وہ ایسے
شبہات کے امثال ونظائر مستقبلہ (آیندہ آنیوالے ۱۲) کے لئے انشاء اللہ تعالےٰ دافع ہون گے
چونکہ اس طریق مین شبہات کے جمع ہونے کی ضرورت تھی اور یہ کام صرف مجیب
کا نہیں ہے اسلئے میں نے اس بارہ میں اکثر صاحبون سے مدد چاہی اور انتظار
رہا کہ شبہات کا کافی ذخیرہ جمع ہو جاوے تو اس کام کو بنام خدا شروع کیا جاوے
ہنوز اسکا انتظار ہی تھا کہ اس اثناء میں احقر کو شروع ذیقعدہ ۱۳۴۲ھ میں سفر بنگال کا
پیش آیا راہ میں اپنے چھوٹے بھائی سے ملنے کے لئے علیگڈھ (کہ وہ وہاں سب انسپکٹر
ہیں) اُترا کالج کے بعض طلبہ کو اطلاع ہوگئی وہ ملنے آتے اور ان میں سے ایک
جماعت نے سکرٹری صاحب یعنی جناب نواب وقار الامراء سے اطلاع کر دی اور
عجب نہین کہ سفارش وعظ کی درخواست بھی کی ہو جناب نواب صاحب کا ہدایت ۱۴
کو رقعہ اس مضمون کا پہونچا اور صبح کو خود بدولت تشریف لائے اور اپنے ہمراہ
کالج لیگئے جمعہ کا دن تھا وہان ہی نماز پڑھی اور حسب استدعا عصر تک کچھ بیان
کیا جسکا خلاصہ آگے افتتاحی تقریر کے عنوان کے تحت مین مذکور بھی ہے طلباء کالج
کی ہیئت استماع سے یہ اندازہ ہوا کہ انکو ایک درجہ مین حق کی طلب اور انتظار ہے
اور فہم وانصاف کے آثار بھی معلوم ہوئے چنانچہ آئندہ کے لئے بھی وقتاً فوقتاً
اپنی اصلاح کے مضامین ومواعظ سننے کے خواہان ہوئے جسکو احقر نے دینی
خدمت سمجھکر بخوشی منظور کر لیا اور اسی حالت کو دیکھکر اُس مختصر صورت مذکورہ بالا مین
اور اختصار ذہن نے تجویز کیا جس مین اس صورت سابقہ کی کچھ ترمیم بھی ہوگئی وہ یہ
کہ شبہات جزئیہ کے جمع ہونے کا جو کہ اوروں کے کرنے کا کام ہے سردست
انتظار چھوڑ دیا جاوے بلکہ جو شبہات ابتک کانون سے خطاً (تقریراً ۱۲) یا آنکھون سے کتباً (تحریراً ۱۲)

؎۵ وہ صورت یہ تھی کہ شبہات کو فرداً فرداً جمع کرکے ایک ایک کا جواب دیا جاوے ۱۲

(۱) گذرہے ہین صرف انہیں کے ضروری قدر کے موافق جوابات لیتے وعظون سے ان طلبہ کے روبرو پیش کردیے جاوین اور دوسرے غائبین کے افادہ کے لئے انکو ملخص اور مختصر طور پر لکہکر بہی شائع کردیے جاوین خواہ تقریر مقدم ہو اور تحریر موخر یا بالعکس حسب اختلاف وقت وحالت اور اگر اس سلسلہ کے درمیان مین یا اس سے پس وپیش کچھ حضرات شبہات کے جمع ہونے مین امداد دین تو وہ مختصر صورت مذکورۂ سابق بہی قوت سے فعل مین سے آئی جاوے اور اس رسالہ کا اسکو دوسرا حصہ بنا دیا جاوے ورنہ انشاء اللہ تعالےٰ اس ابتدائی رسالہ کے بہی قریب قریب کافی ہوجانے کی اُمید ہے اور اگر اس کو سبقاً سبقاً کوئی پڑہانیوالا ملجاوے تو نفع اور بہی اتم مرتب ہو اور اگر حق تعالےٰ کسیکو ہمت دے اور وہ کتب ملحدین ومعترضین کو جنمین اسلام پر سائنس یا قواعد مخترعہ تمدن کے تعارض کی بناء پر شبہات کئے گئے ہین جمع کرکے مفصل اجوبہ بصورت کتاب قلمبند کردے تو ایسی کتاب علم کلام جدید کے مفہوم کا احق مصداق ہوجاوے جسکا ایک جامع نمونہ الحمد للہ رسالہ حمیدیہ فاضل طرابلسی کے افادات سے مدون بہی ہوچکا ہے اور جسکا ترجمہ مسمےٰ بہ سائنس واسلام ہندوستان میں شائع اور اکثر طبائع کو مطبوع ونافع بہی ہوا ہے۔ واللہ ولی التوفیق وبیدہ ازمۃ التحقیق اللھم یسر لنا ھذا الطریق واجعل عونک لنا خیر رفیق ط

افتتاحی تقریر جو بطور خطبہ کے ہے

(۱) سورۂ لقمٰن کی آیت کا ٹکڑا وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ الخ پڑھکر مضمون لنبا بیان کیا گیا تھا مگر خلاصہ اُسکا لکھا جاتا ہے آج کی تقریر کسی خاص مقصود پر وعظ نہیں ہے بلکہ مختصر طور پر صرف اُن اسباب کا بیان کرنا ہے جن سے آجتک مواعظ علمار کے آپ کو کم نافع ہوئے اور اگر انکی تشخیص کے بعد تلافی نہ کی گئی تو آیندہ کے مواعظ بھی اگر ہون اسیطرح غیر نافع ہونگے ان اسباب کا حاصل آپ کی چند کوتاہیان ہیں اول کوتاہی یہ ہے کہ شبہات باوجودیکہ روحانی امراض ہیں مگر ان کو مرض نہیں سمجھا گیا یہی وجہ ہے کہ اُنکے ساتھ وہ برتاؤ نہیں کیا گیا جو امراض جسمانیہ کے ساتھ کیا جاتا ہے دیکھئے اگر خدانخواستہ کبھی کوئی مرض لاحق ہوا ہوگا تو کبھی یہ انتظار نہ ہوا ہوگا کہ کالج مین جو طبیب یا ڈاکٹر متعین ہے وہ خود ہمارے کمرہ مین آکر ہماری نبض وغیرہ دیکھے اور تدبیر کرے بلکہ خود اسکے قیامگاہ پر حاضر ہوکر اُس سے اظہار کیا ہوگا اور اگر اسکی تدبیر سے نفع نہ ہوا ہوگا تو حدود کالج سے نکلکر شہر کے سول سرجن کے پاس شفاخانہ پہونچے ہونگے اور اگر اس سے بھی فائدہ نہ ہوا ہوگا تو شہر چھوڑکر دوسرے شہرون کا سفر کیا ہوگا اور مصارف سفر وفیس طبیب وسامان ادویہ مین بہت کچھ خرچ بھی کیا ہوگا غرض حصول شفا تک صبر وقناعت نہ ہوا ہوگا پھر ان شبہات کے عروض (پیش آمدہ ۱۲) میں کیا وجہ ہے کہ اس کا انتظار رہتا ہے کہ علمار خود ہماری طرف متوجہ ہون آپ خود ان سے کیون نہیں رجوع کرتے اور اگر رجوع کرنے کے وقت ایک عالم سے (خواہ اس وجہ سے کہ ان کا جواب کافی نہین خواہ اس وجہ سے کہ وہ جواب آپکے مذاق کے موافق نہیں) آپ کو شفا نہیں ہوتی تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے علمار سے رجوع نہیں کرتے یہ کیسے سمجھ لیا جاتا ہے کہ اسکا جواب کسی سے بن نہ پڑیگا تحقیق کرکے تو دیکھنا چاہیئے حالانکہ جسقدر معالجہ جسمانیہ میں صرف ہوتا ہے یہان اُس کے

(۱) مقابلہ مین کچھ بھی صرف نہین ہوتا ایک جوابی کارڈ میں جس عالم سے چاہو جو چاہو
پوچھنا ممکن ہے دوسری کوتاہی یہ ہے کہ اپنی فہم اور راے پر پورا اعتماد کرلیا جاتا
ہے کہ ہمارے خیال میں کوئی غلطی نہیں ہے اور یہ بھی ایک وجہ ہے کسی سے
رجوع نہ کرنے کی سو یہ خود بڑی غلطی ہے اگر اپنے خیالات کی علماء سے تحقیق
کیجاوے تو اپنی غلطیون پر اسوقت اطلاع ہونے لگے تیسری کوتاہی یہ ہے کہ
اتباع کی عادت کم ہے اور اسی سبب سے کسی امر میں ماہرین کی تقلید نہیں
کرتے ہر امر میں دلائل [دلیلیں ۱۲] و اسرار [اصلیتین ۱۲] و لمیات [وجوہات ۱۲] ڈھونڈھتے جاتے ہیں حالانکہ غیر کامل
کو بدون تقلید کامل کے چارہ نہیں اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ علماء شرائع کے
پاس دلائل و علل نہین ہین سب کچھ ہیں مگر بہت سے امور آپکے افہام سے بعید
ہیں جیسے اقلیدس کی کسی شکل کا ایسے شخص کو سمجھانا جو حدود و اصول موضوعہ و علوم
متعارفہ سے ناواقف ہو سخت دشوار ہے اسیطرح شرائع [احکام شریعت ۱۲] کے لئے کچھ علوم
بطور آلات [ذرائع ۱۲] و مبادی [اصول ۱۲] کے ہین کہ طالب تحقیق کے لئے اُن کی تحصیل ضروری ہے ۱۶
اور جو شخص اُن کی تحصیل کے لئے فارغ نہ ہو اُسکو تقلید سے چارہ نہیں پس
آپ حضرات اپنا دستورالعمل اسطرح قرار دین کہ جو شبہ واقع ہو اسکو علماء سے
حل ہونے تک برابر پیش کرتے رہیں اور اپنی راے پر اعتماد نہ فرماوین اور جو
امر محققانہ طور پر سمجھ مین نہ آوے اُس میں اپنے اندر کمی سمجھ کر علماے ماہرین
پر وثوق اور ان کا اتباع کرین انشاء اللہ تعالے بہت جلد پوری اصلاح
ہو جاوے گی فقط ؛

(باقی آئندہ)

جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ سر بزانو ہو کر سوچتے ہیں اسلئے کہ انکی مشکل اسیطرح حل ہوتی ہے تو وہ بھی سوچنے لگے سوچتے سوچتے یہ تدبیر نکالی کہ چونکہ باپ بھی ساحر تھا اسکی قبر پر جاکر عمل کشف القبور سے اس سے دریافت کریں کہ یہ آیا سچے ہیں یا ساحر ہیں بس یہ سوچکر انھوں نے اپنی ماں سے باپ کی قبر دریافت کی تاکہ اسپر جاکر دریافت کریں آگے اسیکو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

بعد ازان گفتند ای مادر بیا | گور بابا کو تو مارا رہنما

بر دشان بر گور او بنمود راہ | پس سہ روزہ داشتند از بہر شاہ ۲۰۱

بعد ازان گفتند ای بابا بما | شاہ پیغامے فرستاد از وجا

کہ دو کس او را بہ تنگ آوردہ اند | آبرویش پیش لشکر بردہ اند

نیست با ایشان سلاح و لشکری | جز عصا و در عصا شور و شری

تو جہان راستان در رفتہ | گرچہ در صورت بخاکی خفتہ

آن اگر سحر ست ورما را خبر | ور خدائے باشد ای جان پدر

هم خبر ده تا که ما سجده کنیم | خویش را بر کیمیائے بر زنیم
نا امیدانیم امیدے رسد | در شب دیجور خورشیدی رسد
از ضلال آئیم در راه رشد | راندگانیم و کرم ما را کشد

چنانچہ گھٹنے سے سر اٹھانے کے بعد انھون نے اپنی ماں سے کہا کہ اماں چلو ہمیں ہمارے باپ کی قبر بتادو اُس نے اُنکی رہنمائی کی اور قبر پر لیگئی اسکے بعد انھون نے فرعون کیلئے تین روزہ رکھے اسکے بعد کہا کہ ابا بادشاہ نے محزون ہو کر ہمارے پاس پیغام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ دو آدمیون نے مجھے پریشان کر رکھا ہے اور لشکر کے سامنے میری آبرو خاک مین ملا دی ہے نہ تو اُنکے پاس ہتھیار ہین نہ فوج بجز ایک عصا کے اور سارا ۲۰۲
شور و شر اس لاٹھی ہی مین ہے آپ سچون کے ملک میں تشریف لیگئے ہین گو بظاہر مٹی میں سوتے ہین اگر یہ کوئی جادو ہے تب بھی آپ ہم کو بتلا دیجئے اور اگر خدائی قوت ہو جیسا کہ ان آدمیون کا دعویٰ ہے تب بھی آپ ہم کو بتلا دیجئے تاکہ ہم بھی اُس خدا کے مطیع ہو جائیں اور کیمیا سے ملکر کیمیا ہو جائیں اب تو ہم نا امید ہیں پھر ہم کو اُمید ہو جاوے اور شب تاریک ضلالت میں ہمارے لئے آفتاب ہدایت نکل آوے ہم گمراہی کو چھوڑ کر راہ ہدایت پر آئیں اور ہم مردودون کو کرم حق سبحانہ اپنی طرف کھینچ لے۔

شرح شبیری

دونوں ساحروں کا اپنی ماں سے اپنے باپ کی قبر کو دریافت کرنا اور اپنے باپ کی روح سے موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت دریافت کرنا

بعد از آن گفتند اے مادر بیا گور بابا کو تو ما را رہ نما

یعنی بعد اُس (سوچنے) کے انھون نے کہا کہ اے ماں یہان آ اور ہم کو راہ دکھائیے کہ ہمارے باپ کی قبر کہان ہے

بردشان بر گور او بنمود راہ پس سہ روزہ داشتند از بہر شاہ

یعنی وہ اُنکی ماں اُنکو اُنکی قبر پر لیگئی اور راستہ دکھا دیا پھر بادشاہ کی خاطر سے تین روزے رکھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کشف قبور کے لئے اول کچھ مجاہدہ کی ضرورت ہوتی تھی تو چونکہ یہ کام فرعون کیلئے کر رہے تھے لہذا انھون نے مجاہدہ کے لئے تین روزے بادشاہ کی خاطر سے رکھے تاکہ عالم ملکوت سے لذات کے ترک سے مناسبت ہو جاوے۔

بعد از آن گفتند اے بابا بما شاہ پیغامے فرستاد از وجا ۲۰۳

یعنی بعد ان روزون کے رکھنے کے انھون نے کہا کہ اے بابا ہمارے پاس بادشاہ نے لاچاری کی وجہ سے پیغام بھیجا ہے وجا معنی خصی ہونا یہاں بمعنی لاچاری مطلب یہ کہ بعد روزون کے وہ اُس طرف متوجہ ہوتے اور اپنے باپ کی رُوح سے دریافت کیا کہ ہمارے پاس بادشاہ کا یہ پیغام آیا ہے۔

کہ دو مرد او را بتنگ آوردہ اند آبروئش پیش لشکر بردہ اند

یعنی کہ دو آدمیون نے اُسکو تنگ کر رکھا ہے اور اُسکی آبرو لشکر کے آگے گرا دی ہے۔

نیست با ایشان سلاح و لشکری جز عصا و در عصا شور و شری

یعنی اُنکے ساتھ کوئی ہتھیار یا لشکر نہیں ہے سوائے ایک عصا کے کہ اُس عصا ہی میں ایک شور و شر ہے مطلب یہ کہ صرف ایک عصا اُنکے پاس ہے مگر بس وہی غضب کا ہے۔

تو بہان راستان در رفتۂ گرچہ در صورت بجائے خفتۂ

یعنی اے بابا تو بچون کے جہان مین گیا ہوا ہے اگرچہ ظاہرا ایک خاک مین سویا ہوا ہے مطلب یہ کہ وہان تو سب منکشف ہے اور معلوم ہے اور سب سچے ہیں لہذا آپ ہمیں یہ بتادیجئے کہ۔

آن اگر سحر ست ما را دہ خبر ور خدائی باشد اے جان پدر

یعنی اگر وہ سحر ہے تو ہم کو خبر دے اور اگر یہ بات خدا والی ہے تو اے باپ کی روح۔

ہم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کنیم خویش را بر کیمیائے بر زنیم

یعنی تب بھی خبر دے تاکہ ہم اطاعت کریں اور اپنے کو ایک کیمیا پر لگا دین مطلب یہ کہ ہم بھی پھر اُن کے فیوض سے مستفیض ہون اسلئے کہ۔ ۲۰۴

نا اُمیدانیم اُمیدے رسد در شب دیجور خورشیدی رسد

یعنی ہم تو (رحمت حق سے) نا اُمید ہیں تو کوئی امید ہو اور شب تاریک میں کوئی خورشید پہنچے۔

از ضلال آئیم در راہ رشد راندگانیم و کرم ما را کشد

یعنی گمراہی سے ہم راہ ہدایت میں آجاویں اور ہم راندگان درگاہ ہیں ہم کو کرم کھینچ لے غرض کہ جو کیفیت ہو اُس سے آگاہ فرما دیا جاوے۔

شرح حبیبی

گفت شان در خواب کای اولادِ من نیست ممکن ظاہر این را دم زدن

فاش مطلق گفتنم دستور نیست ‌‌ لیک راز از پیش چشم دور نیست

یک نشانے وانمایم با شما ‌‌ تا شود پیدا شما را این خفا

نور چشمانم چو آنجا مے روید ‌‌ از مقام خوابشان آگہ شوید

آن زمان کہ خفتہ باشد آن حکیم ‌‌ آن عصا گیرید بگذارید بیم

گر بدزدید آن عصا شان ساحر است ‌‌ چارۂ ساحر شما را حاضر است

ور نتوانید ہان آن ایزدیست ‌‌ او رسول ذو الجلال و مہتدیست ۲۰۵

گر جہان فرعون گیرد شرق و غرب ‌‌ سرنگون آید ز حق در گاہ حرب

این نشان راست دادم جان باب ‌‌ برنویس اللہ اعلم بالصواب

جان بابا چون بخسپد ساحری ‌‌ سحر و مکرش را نباشد رہبرے

چونکہ چوپان خفت گرگ ایمن شود ‌‌ چونکہ خفت آن جہد او ساکن شود

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست ‌‌ گرگ را آنجا امید و رہ کجاست

جادوئی کہ حق کند حق ست و راست
جادوئی خواندن مر آن حق را خطاست

جان بابا این نشانِ قاطع است
گر بمیرد نیز حقش رافع است

اس نے ان سے خواب میں کہا کہ اے میرے بچو اس راز کو صاف صاف ظاہر کرنا تو میرے امکان میں نہین کیونکہ مجھے صاف کہنے کی اجازت نہیں ہے مگر یہ راز مجھے معلوم ضرور ہے اب تم سے ایک علامت بیان کرتا ہون تاکہ اُسکے ذریعہ سے یہ راز مخفی تم پر آشکار ہو جاوے میرے نور چشمو جب تم وہان پہنچو تو یہ معلوم کرو کہ وہ شخص کہان سوتے ہیں اور یہ معلوم کر کے جب وہ سو رہے ہون اُنکی لاٹھی اٹھا لاؤ دیکھو ڈر نا مت ورنہ راز ظاہر نہ ہوگا اب اگر تم اس لاٹھی کو چرا لو تب تو سمجھ لو کہ وہ جادوگر ہے پھر اسکا انتظام کر دینا تم کو کچھ مشکل ہی نہین اور اگر چرا نہ سکو تو سمجھ لو کہ خدائی قوت ہے انکا بیان سچا ہے اور وہ خدا ئے ۲۰۶
ذوالجلال کے رسول اور ہدایت یافتہ ہیں اگر فرعون مشرق و مغرب پر بھی قبضہ کرلے گا تب بھی وہ خدا سے نہیں لڑ سکتا لڑائی کے وقت حق سبحانہ ضرور اسکو مغلوب کرینگے۔ بیٹا یہ سچی پہچان مین نے تم کو بتائی ہے تم اسے دل پر نقش کر لو واللہ اعلم بالصواب بیٹا دیکھو جب جادوگر سو جاتا ہے تو اسکے جادو اور مکر کا کوئی رہبر نہیں ہوتا لہذا وہ معطل ہوجاتا ہے اور جبکہ چروا ہا سو جاتا ہے تو بھیڑیا بے کھٹکے ہو جاتا ہے اسلئے کہ سونے سے اُسکی تدابیر اور کوششیں رُک جاتی ہیں مگر جس جانور کا محافظ خدا ہو بھیڑیے کو وہان رسائی کی اُمید بھی نہیں ہوسکتی اسلئے کہ حق سبحانہ پر غفلت ہی طاری نہیں ہوتی پس سمجھو کہ خدا کا جادو واقعی اور سچا جادو ہے جسکا عالم میں کوئی توڑ نہیں میں نے بنا بر صنعت مشاکلت اُسے جادو کہدیا ہے (جیسے قلت اطبخوا لی جبۃ وقمیصًا۔ یا اللہ یستہزئ بھم) ورنہ اسکو حقیقۃً جادو کہنا غلط ہے بیٹا اگر تم اُسکو اٹھا نہ سکو تو سمجھنا کہ یہ اسکے دعوی نبوت کی قطعی الدلالۃ نشانی ہے اور ایسی ہے کہ سونا تو درکنار اگر انکی وفات بھی ہو جاوے

تب بھی حق سبحانہ اسکو بلند ہی کرینگے اور کبھی مغلوب نہ کرینگے۔

شرح شبیری

اُس مُردہ ساحر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت شان در خواب کای اولادِ من نیست ممکن ظاہر این را دم زدن

یعنی اُن سے خواب میں کہا کہ اے میرے بچو ہمیں ظاہر طور پر دم مارنا تو ممکن نہیں مطلب یہ کہ بالکل صاف صاف تو ہم بتا نہیں سکتے اسلئے کہ۔

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست لیک راز از پیش چشمم دور نیست ۲۰۷

یعنی ظاہر اور صاف کہنے کی تو مجھے اجازت نہیں ہے لیکن راز میری آنکھوں کے سامنے سے دُور بھی نہیں ہے مطلب یہ کہ چونکہ دنیا دار الابتلاء ہے اسلئے اگر اُس عالم کے حالات صاف طور پر معلوم ہو جاویں تو پھر آزمائش ہی کیا رہی اسلئے اس نے کہا کہ ہم کو صاف صاف کہنے کا تو حکم حق نہیں ہے مگر اس بھید سے ہم بالکل ناواقف بھی نہیں بلکہ آگاہ ہیں لہذا یہ کرینگے کہ۔

لیک بنمایم شمارا آیتے تا شوید آگہ ز سر کنیتے

لیکن تم کو میں ایک نشانی بتا دونگا تاکہ تم مخفی شئے کے بھید سے آگاہ ہو جاؤ۔

یک نشانے وانمایم با شما تا شوید اشمارا این خفا

یعنی میں تمہیں ایک نشانی دکہادونگا تاکہ تم پر یہ خفا ظاہر ہوجاوے آگے نشانی بتاتا ہی کہ

نور چشمانم چو آن جاگہ رسید　　از مقام خفتنش آگہ شوید

یعنی اے میرے نورچشمو جب تم اُس جگہ پہونچو تو اُنکے سونے کی جگہ سے آگہ ہوجیو۔

آن زمان کہ خفتہ باشد آن حکیم　　آن عصا گیرید بگذارید بیم

یعنی جسوقت کہ وہ حکیم سوتے ہوے ہوں تو اس عصا کو لیلو اور خوف کو چھوڑ دینا یعنی بس خوف تو کرنا ست کسیطرح اس عصا کو چرالینا۔

گر بدزدیدش عصا او ساحرست　　چارہ ساحر شمارا حاضرست

یعنی اگر تم عصا کو چرا سکو تب تو وہ ساحر ہے اور ساحر کا علاج تمہارے پاس حاضر ہی ہے۔

ورنہ نتوانید ہان آن ایزدیست　　او رسول ذوالجلال و مہتدیست ۲۰۸

یعنی اور اگر نہ چرا سکو تو وہ اللہ والا ہے اور وہ رسول حق ہے اور مہتدی ہے تو اگر وہ رسول ہے تو پھر تو یہ سمجھ لو کہ۔

گر جہان فرعون گیرد شرق و غرب　　سرنگون آرد خدا را گاہ حرب

یعنی اگر سارا جہان شرق سے غرب تک فرعون ہی فرعون سے لے تو وہ خدا کے آگے لڑائی کے وقت سرنگون ہی لاوے گا مطلب یہ کہ اگر ساری دُنیا فرعون سے بھرجاوے تب بھی خدا کے آگے اُنکی کچھ نہیں چل سکتی۔

این نشان راست دادم جان باب　　بر نویسید اللہ اعلم بالصواب

یعنی میں نے یہ سچی نشانی دیدی ہے اے جان باپ کی اسکو قلب پر نقش کرلو واللہ اعلم بالصواب

(باقی آیندہ)

الحديث البزار عن حديث ابی سعيد الخدری سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن اصحاب الاعراف فقال هم رجال قتلوا فی سبيل الله وهم عصاة لأبائهم فمنعتهم الشهادة ان يدخلوا النار ومنعتهم المعصية ان يدخلوا الجنة وهم على سور بين الجنة والنار الحديث وفيه عبد الرحمن بن زيد ابن اسلم وهو ضعيف وللحاكم عن حذيفة قال اصحاب الاعراف قوم تجاوزت بهم حسناتهم النار وقصرت سيأتهم عن الجنة الحديث وقال صحيح على شرط الشيخين **ف** فيه عدم الحكم على احد من اهل المعصية

حدیث۔ بزار نے ابو سعید خدری کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصحاب اعراف کی نسبت سوال کیا گیا آپ نے فرمایا وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں شہید ہوئے اور وہ اپنے باپوں کا کہنا نہ مانتے تھے پس انکو شہادت تو دخول نار سے مانع ہوگئی اور وہ کہنا نہ ماننا دخول جنت سے مانع ہوگیا اور ایسے لوگ ایک دیوار پر ہوں گے جو جنت اور دوزخ کے درمیان میں ہوگی (اعراف یہی ہے) اس حدیث (کی سند) میں عبد الرحمن بن زید بن اسلم ہے اور وہ ضعیف ہے اور حاکم کے یہاں حضرت حذیفہ سے یہ روایت ہے کہ اونہوں نے فرمایا کہ اصحاب اعراف ایک قوم ہے کہ ان کی حسنات نے انکو دوزخ سے تو پار کر دیا اور ان کی سئیات جنت (میں داخل کرنے) سے قاصر رہیں الخ اور حاکم نے کہا کہ یہ بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح ہے **ف** اس میں یہ مسئلہ ہے کہ اہل معصیت میں سے کسی پر دوزخی ہونے کا حکم نہ کیا جاوے

۱۰۱

باب ما عسى ان تمنع
بعض الحسنات عنها۔

الحديث اما انا
لا انسى (مبنيا للفاعل
من النسيان) ولكن
انسى (مبنيا للمفعول
من الانساء) لاشرع
ذكره مالك بلاغا
لا اسناد له وكذا
قال حمزة الكتاني
انه لم يرو من غير ۱۰۲
طريق مالك وقال
ابو طاهر الانماطي
وقد طال بحثي
عنه وسؤالي
عنه للائمة
والحفاظ فلم
اظفر به ولا
سمعت عن احد
انه ظفر به قال
وادعى بعض طلبة

ممکن ہے کہ کوئی حسنہ اوسکے لئے دوزخ
میں جانے سے مانع ہو جاوے۔

حدیث سن رکھو میں (نماز میں غفلت
سے) نہیں بھولتا بلکہ بھلا دیا جاتا ہوں
تاکہ (اوسکے احکام کو) مشروع کروں۔ ذکر
کیا اسکو مالک نے بطور بلاغ کے بلا سند
اور اسی طرح حمزہ کتانی نے کہا ہے کہ یہ
حدیث بجز طریق مالک کے مروی نہیں
ہوئی اور ابو طاہر انماطی نے کہا
اس کے متعلق ائمہ و حفاظ سے میری
بحث اور تحقیق بہت طویل رہی سو مجکو
(سند سے) پتہ نہیں لگا اور نہ میں نے
کسی سے یہ سنا کہ اوسکو پتہ لگا ہو اور
بعض طلبہ حدیث نے (البتہ) یہ دعوی
کیا ہے کہ اوسکے پاس یہ مسنداً واقع
ہوئی ہے (مگر مالک کا بلاغ اس کے
بے اصل ہونے کے لئے کافی ہے) **ف**
اس میں حکمت ہے کاملین کی لغزشوں کی
(جو کہ بلا قصد نافرمانی اتفاقاً واقع ہو جاتی ہیں)
تاکہ اوسوقت وہ حضرات (اونکے تدارک کے
متعلق) جو معاملہ کرتے ہیں اون معاملات میں

حکمت زلات الکاملین

الحديث انه وقع له
مسندا **ف** فيه
حكمة نزلات الكاملين
ليقتدى بهم في
معاملاتهم اذ ذاك
الحديث المستغفر
من الذنب وهو مصر عليه
كالمستهزئ بآيات الله
ابن ابي الدنيا في التوبة
من طريق البيهقي في
الشعب من حديث
ابن عباس بلفظ
كالمستهزئ بربه وسنده
ضعيف **ف** فيه
عدم الاعتداد بالتوبة
اللفظية التي لاندم معها
وقول بعضهم كالترجمة له
؎ سبحه برکف توبه برلب دل پراز ذوق گناه
معصیت را خنده می آید بر استغفار ما
الحديث ان العبد
ليحرم الرزق بالذنب

انکا اقتدا کیا جاوے (اور اسی بنا پر مولانا
فرماتے ہیں ؎
خون شہیداں را زآب اولیٰ ترست
ایں خطا از صد صواب اولیٰ ترست
اور ع کفر گیرد کاملے ملت شود
حدیث جو شخص گناہ سے توبہ کرے
اور اس پر مصر بھی ہو (یعنی نادم نہو) ایسا ہے
جیسے احکام الٰہیہ سے استہزاء کرتا ہے (کہ ظاہر
کچھ باطن کچھ) روایت کیا اسکو ابن ابی الدنیا
نے توبہ میں اور ابن ابی الدنیا کے طریق سے
۱۰۳ بیہقی نے شعب میں ابن عباس کی حدیث
سے اس لفظ سے کہ ایسا ہے جیسے اپنے رب سے
استہزاء کرتا ہو اور سند اسکی ضعیف ہے
ف اس میں ایسی زبانی توبہ کا ناقابل
اعتبار ہونا مذکور ہے جسکے ساتھ (دل میں)
ندامت نہ ہو اور یہ شعر گویا اس حدیث کا
ترجمہ ہے ؎
سبحہ برکف توبہ برلب دل پراز ذوق گناہ
معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما
حدیث بیشک بندہ بعض اوقات
محروم ہو جاتا ہے رزق سے بوجہ گناہ کے جسکو

یصیبہ ابن ماجہ والحاکم وصحح اسنادہ واللفظ لہ الا انہ قال الرجل بدل العبد من حدیث ثوبان

ف فیہ بعض مضار المعصیۃ کحرمان الرزق ویعم المعنوی کالبسط فبعض اقسام القبض یکون من المعصیۃ ولہذا الاحتمال یستغفر اہل اللہ وقت القبض

اختیار کرتا ہے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور حاکم نے مع تصحیح سند کے اور لفظ حاکم کے ہیں مگر حاکم نے بجائے لفظ عبد کے لفظ رجل کہا ہے یعنی شخص کے ثوبان کی حدیث سے

ف اسمیں معصیت کی بعض مضرتیں مذکور ہیں جیسے رزق سے محروم ہو جانا اور یہ رزق معنوی کو بھی شامل ہے جیسے بسط (باطنی) پس بعض اقسام قبض کے معصیت سے بھی ہوتے ہیں اور اسی احتمال کے سبب اہل اللہ قبض کے وقت استغفار کرتے ہیں۔

بعض القبض من المعصیۃ — بعض قبض از معصیت

کتاب الصبر والشکر ١٠٤

کتاب صبر و شکر

الحدیث المہاجر من ہجر السوء والمجاہد من جاہد ہواہ ابن ماجہ بالشطر الاول والنسائی فی الکبری بالشطر الثانی کلاہما من حدیث فضالۃ بن عبید باسنادین جیدین

ف فیہ کون المعنی اصلا للصورۃ ومر الشطر الثانی فی اخر کتاب ریاضۃ النفس۔

حدیث (اصل) مہاجر وہ ہے جو برے کاموں کو چھوڑ دے اور (اصل) مجاہد وہ ہے جو اپنی خواہش نفسانی سے جہاد کرے (اور اسکو مغلوب کرے) روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اول جملہ کے ساتھ اور نسائی نے سنن کبری میں دوسرے جملہ کیساتھ دونوں نے فضالہ ابن عبید کی حدیث سے دو جید سندوں سے

ف اس میں باطن کا ظاہر کے لئے اصل ہونا مذکور ہے اور جملہ ثانیہ آخر کتاب ریاضۃ نفس میں گذر چکا ہے

کون الباطن اصلاً للظاہر — ظاہر کے لیے باطن کا اصل ہونا

(باقی آئندہ)

جو خواہان سفارش نہ ہے اور سفارش کیجاوے تو اسکو تکلیف ہوتی ہے جس سے سفارش کیجاتی ہے لیکن چونکہ طالب سفارش کی تکلیف کا منشا خود اسکی طلب ہے اور جس سے سفارش کیجاتی ہے اُسکی تکلیف محض بلا وجہ اسلئے مین طالب سفارش کی تکلیف کو اسکی تکلیف پر ترجیح دیتا ہون جس سے سفارش کیجاوے اور یہ بیان فرما کر مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ میرا مذاق بھی وہی ہے جو مولانا محمد یعقوب صاحب کا تھا اور مین بھی سفارش نہین کرتا تیسری سخی مولوی اسمٰعیل صاحب شہید ستھے مگر انمین بہ نسبت شاہ محمد اسحٰق صاحب کے کچھ انتظامی شان تھی چوتھے سخی مولانا اسمٰعیل صاحب کے صاحبزادے مولوی محمد عمر صاحب ستھے یہ پورے کھوج کھوؤ اور گھر کھوؤ ستھے انکی حالت یہ تھی کہ اگر کوئی ٹوپی مانگتا تو ٹوپی دیتے اُسکے بعد کہتے کہ لو یہ عمامہ بھی لیجاؤ پھر کہتے کہ اچھا یہ کرتہ بھی لے لو حتیٰ کہ پاجامہ تک بھی دیدیتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۳۷) قولہ مین بھی سفارش نہین کرتا اقول

احقر بھی اسی مذاق کا متبع ہے یعنی بشاشت سے سفارش نہین کرتا کیونکہ جو سفارش مسنون ہے ۸۹
وہ اسوقت نہین رہی جبر و کراہت رہگئی جو کہ ناجائز ہے (اشرف)

(۳۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی چنانچہ اسکا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خان خورجوی کے کتب خانہ مین بھی تھا اُسکے بعد مولانا نے اسکو اُردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب مولوی عبد الحئی صاحب شاہ اسحٰق صاحب مولانا محمد یعقوب صاحب مولوی فرید الدین صاحب مرادآبادی مومن خان عبد اللہ خان علوی (استاذ امام بخش صہبائی ومولانا مملوک علیصاحب) بھی ستھے اور انکے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ مین نے یہ کتاب لکھی ہے اور مین جانتا ہون کہ اس مین بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آ گئے ہین اور بعض جگہ تشدد بھی ہو گیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی ستھے شرک جلی لکھدیا گیا ہے ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اسکی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اور اگر مین یہان رہتا تو

ان مضامین کو مین آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اسوقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہان سے واپسی کے بعد عزم جہاد ہے اسلئے میں اس کام سے معذور ہوگیا اور مین دیکھتا ہون کہ دوسرا اس بار کو اٹھاتے گا نہیں اسلئے مین نے یہ کتاب لکھدی ہے گو اس سے شورش ہوگی مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہوجا ئینگے یہ میرا خیال ہے اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کیجاوے ورنہ اسے چاک کر دیا جاوے اسپر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہیئے مگر فلاں فلاں مقام پر ترمیم ہوجانی چاہیئے اسپر مولوی عبدالحیٔ صاحب شاہ اسحٰق صاحب اور عبداللہ خان علوی مومن خان نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں اسپر آپس میں گفتگو ہوئی اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہین ہے اور اسیطرح شائع ہونی چاہیئے چنانچہ اسیطرح اسکی اشاعت ہوگئی اشاعت کے بعد مولانا شہید حج کو تشریف لے گئے اور حج سے واپسی کے بعد چھ مہینے دہلی میں قیام رہا اس زمانہ مین مولانا اسمٰعیل گلی کوچوں مین وعظ فرماتے تھے اور مولوی عبدالحیٔ صاحب مساجد مین چھ مہینے کے بعد جہاد کے لئے تشریف لے گئے یہ قصہ مین نے مولوی عبدالقیوم صاحب اور اپنے استاد میانجی محمدی صاحب وغیرہ سے سُنا ہے۔

حاشیہ حکایت (۴۷) **قولہ** تشدد بھی ہوگیا ہے **اقول** اس تشدد فی العلاج کا سبب مرض کا شدید ہونا ہے **قولہ** ورنہ اسے چاک کردیا جاوے **اقول** ایسے بزرگ پر تشدد یا اصرار یا استبداد کا شبہ اگر ظلم نہیں تو کیا ہے (**رشت**)

(۷۵) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی تقویۃ الایمان کی نسبت فرماتے تھے کہ اس سے بہت ہی نفع ہوا چنانچہ مولوی اسمٰعیل صاحب کی حیات ہی میں ڈھائی لاکھ آدمی درست ہوگئے تھے اور انکے بعد جو کچھ نفع ہوا اس کا تو اندازہ ہی نہیں ہوسکتا۔

حاشیہ حکایت (۷۵) **قولہ** بہت ہی نفع ہوا **اقول** اسپر مولانا رومی کا ارشاد یاد آگیا ؎ کعبہ را ہر دم تجلی می فزود ٭ این ز اخلاصات ابراہیم بود (**رشت**)

(۷۶) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی تبارک اللہ صاحب اُلدھن کے رہنے والے
ایک شخص تھے جو بہت بڈھے اور شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے انھون نے
ایک مرتبہ اورنگ آباد مین وعظ کہا وعظ کے بعد ان سے لوگون نے پوچھا کہ آپ
تقویۃ الایمان کی نسبت کیا فرماتے ہین مین اس جلسہ میں موجود تھا میرے سامنے مولوی
تبارک اللہ صاحب نے فرمایا کہ جب تقویۃ الایمان شائع ہو کر اُلدھن میں آئی ہے تو
لوگون مین اسکا چرچا ہوا۔ کچھ لوگ مخالف ہوگئے اور کچھ موافق اور آپس میں بحث مباحثہ
اور گفتگوئیں ہونے لگیں اسوقت میرے چچا حیات تھے جو بہت ضعیف العمر تھے آنکھوں
سے بھی کم دکھائی دیتا تھا اور کانوں سے بھی اونچا سنتے تھے انھون نے جو یہ رنگ دیکھا
تو ایک مرتبہ فرمایا کہ لڑکو میں چند روز سے دیکھ رہا ہون کہ تم لوگ کچھ ورق ہاتھ مین
لئے ہوتے بحث مباحثہ کرتے ہو ہمین تو بتلاؤ کیا بات ہے ہم لوگون نے کہا کہ جناب
ایک کتاب شائع ہوئی ہے اُسپر یہ بحث مباحثے ہوتے ہین انھون نے فرمایا کہ وہ
۹۱ کتاب مجھے سُناؤ ہم نے تقویۃ الایمان اول سے لیکر آخر تک سنائی اسکو سنکر آپ نے
فرمایا کہ سب بستی کے لوگون کو جمع کرو اسوقت میں اپنی رائے ظاہر کرونگا ہم لوگون نے
لوگونکو جمع کیا جب سب لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ مین اب تک دُنیا کی حالت
دیکھتا رہا اور جو کچھ لوگ کہہ رہے تھے اور کر رہے تھے انکی باتیں بالکل میرے جی کو نہ لگتی تھیں اور مین
سمجھتا تھا کہ دنیا اسوقت گمراہی میں مبتلا ہے اور میرا جی ان باتون کو ڈھونڈتا تھا مگر
کنوئیں میں بھانگ پڑی ہوئی تھی نہ کسیکو دین کی خبر تھی نہ کوئی بتلانے والا تھا مولوی اسمٰعیل
کا احسان ہے کہ انھون نے پانی کو اور بھانگ کو الگ کر دیا اور سیدھا راستہ بتلا دیا
اب تمہیں اختیار ہے چاہے مانو چاہے نہ مانو اور بھانگ ہی پیتے جاؤ۔

حاشیہ حکایت (۷۶) قولہ پانی کو اور بھانگ کو الخ **اقول** کیا
اچھا فیصلہ ہے (**ش ت**)

(۷۷) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی حسین بخش صاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ
مین نے شاہ اسحٰق صاحب اور مولانا یعقوب صاحب کی دعوت کی جب کھانے کا وقت

ہوا تو میاں صاحب پالکی پر سوار ہو کر میرے مکان پر روانہ ہو گئے اور مولوی محمد یعقوب صاحب سے فرما گئے کہ حسین بخش کو اپنے ہمراہ لیتے آنا مولانا یعقوب صاحب کے یہاں ایک سانڈنی تھی جس پر وہ سوار ہوا کرتے تھے مولانا نے اپنی سانڈنی کی پچھلی نشست پر دوشالہ ڈالا اور اگلی نشست خالی رکھی اور مجھ سے کہا کہ تم پچھلی نشست پر سوار ہو جس پر دوشالہ پڑا ہوا تھا میں نے عرض کیا کہ حضرت میں اس قابل نہیں ہوں دوشالہ اپنے لئے رکھیئے آپ نے فرمایا کہ نہیں نہیں تم بیٹھ جاؤ ۔ میاں صاحب فرما گئے ہیں کہ انکو اپنے ساتھ لانا میں نے پھر عذر کیا آپ نے پھر یہی فرمایا کہ اجی بیٹھ بھی جاؤ میاں صاحب فرما گئے ہیں کہ انہیں اپنے ساتھ لانا مجھے مجبوراً سوار ہونا پڑا ۔

حاشیہ حکایت (۷۷) قولہ میاں صاحب فرما گئے ہیں اقول کتنا ادب ہے کہ جسکو ساتھ لانے کو فرما گئے تھے اسکا اتنا ادب بھلا پھر ان لوگوں پر یہ شبہ کہ بزرگوں کا ادب نہیں کرتے کتنا بڑا ظلم ہے (**ش ت**) ۹۲

(۷۸) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحب کو بہت زور کی بواسیر تھی اور اسکی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف تھی کسی شخص نے بواسیر کا عمل تبلایا کہ صبح کی سنتوں میں الم نشرح اور لایلاف پڑھ لیا کیجئے مگر شاہ صاحب نے اسکو پسند نہ فرمایا اسیر مولوی مظفر حسین صاحب اور نواب قطب الدین خانصاحب وغیرہ نے زور دیا کہ آپ یہ عمل ضرور کیجئے آپ نے فرمایا کہ اول تو ہم نیک عمل ہی نہیں کرتے صرف ٹوٹے پھوٹے فرض اور سنتیں پڑھ لیتے ہیں اُن میں بھی ہم خواہش نفسانی (اور دنیوی غرض) کو دخل کر دیں اور عبادت کو (دنیوی) عمل بنا لیں یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا ۔

حاشیہ حکایت (۷۸) قولہ اچھا نہیں معلوم ہوتا اقول کسقدر دقیق اخلاص و تقوی ہے (**ش ت**)

(۷۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا نانوتوی فرماتے تھے کہ اطراف لکھنؤ میں ایک عالم رہتے تھے جو بڑے عالم تھے (مولانا نے انکا نام بھی لیا تھا مگر مجھے یاد نہیں رہا)

(باقی آئندہ)

سلسلۂ تسہیل المواعظ

چونکہ حضرت والا مدظلہم العالی کی مجلس وعظ میں اہل علم کا مجمع ہونیکی وجہ سے مضامین علمیہ اور الفاظ عربیہ بھی بیان میں آجاتے ہیں اسلئے حسب ایما حضرت والا مواعظ کو نہایت آسان پیرایہ میں کر دیا ہے اور اس سلسلہ کا نام حضرت والا مدظلہم نے تسہیل المواعظ رکھا ہے اس سے ہر شخص حتی کہ بچے اور عورتیں بھی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اسوقت تک اس سلسلہ کے سولہ وعظ چھپ چکے ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے

پہلا وعظ مسمیٰ بہ۔ حساب کی آمد منتخب از اشرف المواعظ۔ وعظ اول۔ حصہ اول۔ قیمت ۳ر

دوسرا وعظ مسمیٰ بہ۔ حاضری کا خوف منتخب از اشرف المواعظ۔ وعظ دوم۔ حصہ اول۔ قیمت ۲ر

تیسرا وعظ مسمیٰ بہ۔ رمضان کا خالص رکھنا منتخب از تطہیر رمضان وعظ اول دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱ر

چوتھا وعظ مسمیٰ بہ۔ قرآن کے حقوق منتخب از حقوق القرآن وعظ دوم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱ر

پانچواں وعظ مسمیٰ بہ۔ تکبر کا علاج منتخب از علاج الکبر وعظ سوم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱ر

چھٹا وعظ مسمیٰ بہ۔ پاکیزہ زندگی منتخب از حیوٰۃ طیبہ۔ وعظ چہارم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱ر

ساتواں وعظ مسمیٰ بہ۔ اصلاح کا آسان طریق منتخب از تسہیل الاصلاح وعظ پنجم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۲ر

آٹھواں وعظ مسمیٰ بہ۔ اخیر عشرہ کے احکام منتخب از احکام العشر الآخر وعظ ششم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱ر

نواں وعظ مسمیٰ بہ۔ صوم اور عید کی تکمیل منتخب از کمال الصوم والعید وعظ ہفتم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۲ر

دسواں وعظ مسمیٰ بہ۔ نگاہ کی حفاظت منتخب از غض البصر وعظ ہشتم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۲ر

گیارہواں وعظ مسمیٰ بہ۔ اعضاء کا پاک رکھنا منتخب از تطہیر الاعضاء وعظ نہم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۳ر

بارہواں وعظ مسمیٰ بہ۔ کجی کی درستی منتخب از تقویم الزیغ وعظ دہم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۲ر

تیرہواں وعظ مسمیٰ بہ۔ اہتمام دین کی ضرورت منتخب از ضرورۃ الاعتناء بالدین وعظ اول دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۲ر

چودہواں وعظ مسمیٰ بہ۔ علم دین کی ضرورت منتخب از ضرورۃ العلم بالدین وعظ دوم دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۲ر

پندرہواں وعظ مسمیٰ بہ۔ عمل دین کی ضرورت منتخب از ضرورۃ العمل فی الدین وعظ سوم دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۱ر

سولہواں وعظ مسمیٰ بہ۔ مقبولیت کا طریق منتخب از طریق القرب وعظ چہارم دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۱ر

قیمت پورے سٹ کے خریدار سے صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ لیجاویگی اور الہادی کے خریدار سے عہ

المشتہر۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

"حاذق" یونانی طب کی بہترین کتاب ہے!

"حاذق" میں کیا ہے؟ سر سے لیکر پاؤں تک کی بیماریوں کا بیان، امراض کے اسباب و علامات، بیماریوں کی تشخیص، بیماروں کے لئے غذاء، پرہیز اور ضروری ہدایتیں۔ بڑی بڑی کتابوں کا خلاصہ، استادان فن کے اسرار سینہ بسینہ" جو لوگوں کو زندگیاں گذارنے پر نصیب ہوتے ہیں مطب جناب حکیم اجمل خانصاحب کے صحیح اور اصلی نسخے جو اور کسی کتاب میں نہیں ملیں گے "حاذق"

طبابت پیشہ اصحاب کے لیئے

ایک رہبر اور رہنما اور ایک ایسی مفید کتاب ہے جو دہلی کے اس علمی مخزن کو گھر بیٹھے حوالہ کرتی اور فن علاج میں کامیاب کر دیتی ہے

لکھے پڑھے لوگوں کے لیئے

خود نفع اٹھانے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور یہ واقعہ ہے کہ صرف اس کتاب کی وجہ سے ہزاروں غریب بیمار مصیبت سے بچے ہیں۔

نوجوانوں کے لئے

یا ان لوگوں کے لئے جو اپنا پوشیدہ حال کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے اس میں مقصد و کامیابی ہے۔

لکھی پڑھی خواتین

اب صرف اسے دیکھکر اپنے بچوں کا آسانی سے علاج کر لیتی ہیں۔

بہترین مشورہ

ایک بیمار کے لئے یہ ہے کہ "حاذق" سے خود نفع حاصل کرے ایک تندرست کے لئے یہ ہے کہ "حاذق" سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔

آسانی سے ہر جگہ ملنے والے نسخے "حاذق" میں کثرت سے ہیں حجم ۴۱۳ صفحے اور

جناب حکیم اجمل خانصاحب کے خاندانی اور ذاتی مجرب نسخے

ہیں جو ایسے صحیح اور اصلی اور کسی کتاب میں بھی نہیں ہیں جو **آٹھویں** دفعہ چھپی ہے تو بلا مبالغہ یہ کتاب کچھ اور ہی چیز ہو گئی ہے اب **اناٹمی (قشریح)** کا بیان زیادہ کیا گیا ہے تاکہ جسم انسان کی مشینری کا حال اور ہر مرض کا تشریحی حصہ آئینہ ہو جائے یہ تشریحی اضافہ گو مختصر ہے مگر عام فہم اور نہایت ضروری ہے۔ اسپر حاوی ہو جانے سے تشخیص مرض کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کثرت سے نسخے بڑھائے گئے ہیں بہت سے امراض کا بیان جو پہلے نہ تھا اضافہ کیا گیا ہے ہر مرض کا ایلوپیتھی (ڈاکٹری) میں جو نام ہے اسے اردو اور انگریزی حروف میں لکھدیا ہے تاکہ ڈاکٹر اور کمپوڈر اور دوسرے انگریزی دان مرض کی صحیح مطابقت اسکے یونانی نام سے کر سکیں۔ اور اگر چاہیں تو یونانی طب سے بھی بآسانی نفع اٹھا سکیں اس اشاعت پر حجم قریباً دوگنا ہو گیا ہے یعنی ۴۱۳ صفحات پر ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دھلی

مختصر پتہ (پوسٹ بکس نمبر ایک دہلی)

رجسٹر نمبر ال ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلاً

چوں آیت موصوفہ دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے ناس
حاضر باشید یا بادی * و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر
مقاصد و مبادی * پس اتباعاً للنص المذکور * صحیفہ شہریہ کہ مستدرج ست بتدریج شہور

مسمی بہ

الہادی

ذی الحجہ ۱۳۴۳

نمبر ۳	بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۴۵ھ	جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی
و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی * بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ
و حل انتباہات کلید مثنوی و تشرف امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از
درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی * باہتمام محمد عثمان خاں عامی * در ہر ماہ اسلامی
در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزند و فروخت می‌گردد

سہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث اتفق بنیا بکتاب اللہ وقعنی بالرحمۃ ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت رجب المرجب ۱۳۴۵ھ ہجری

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب التہذیب ترجمہ ترغیب ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحاق صاحب	۱
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۹
۳	حل الاشتباہات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب	۱۷
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۲۵
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	ایضاً	۳۳
۶	امیر الروایات فی عجیب الحکایات	تصوف وسیر	مولوی حبیب احمد صاحب مع حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۷

اصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعین

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ معین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کسی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائٹل کے ڈھائی جزو سے کم نہ ہوگا۔ بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی زیادہ ممکن ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنہ ہے۔

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا۔ اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاک کا اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنے کا وی پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول ودوم درکار ہو طلب فرمادیں مگر انکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصول ڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

یہ سلام تحیہ اہل جنت کا ہے اور مجھکو آمین عطا فرمائی یہ انبیاء مین سے کیکو عطا نہین فرمائی تھی بجز حضرت ہارون علیہ السلام کے کہ حضرت موسے علیہ السلام دعا کرتے تھے اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے تھے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین زربی موسے آل مہلب کی روایت سے بیان کیا ہے اور اسکے ثبوت میں تردد کیا ہے۔

- اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتا ہے اور اسکے پیچھے کے آدمی آمین کہتے ہیں تمام اہل سماء اور اہل زمین کی آمین ملجاتی ہے اللہ تعالے بندہ کے تمام پہلے گناہ بخشدیتا ہے اور جو شخص آمین نہیں کہتا اسکی مثال مثل اس شخص کے ہے کہ ایک قوم کے ساتھ جہاد کیا اُن لوگون نے قرعہ ڈالا ان سب کے نام نکل آئے اس شخص کا نہیں نکلا تو کہنے لگا کیا ہوا کہ میرا نام نہین نکلا تو جواب دیا کہ تو نے آمین نہیں کہی تھی (مطلب یہ ہے۔ چونکہ تمام لوگون نے آمین کہی ان سب کے تو گناہ معاف ہوگئے جس نے آمین نہیں کہی اسکے معافی سے رہگئے) اسکو ابو یعلے نے لیث بن ابی سلیم کی سند سے روایت کیا ہے۔ ۲۰۵

اور حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہین نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تم آمین کہو اللہ تعالی قبول فرمائیگے اسکو طبرانی نے کبیر مین اور مسلم ابوداؤد ونسائی نے ایک لمبی حدیث ابو موسے اشعری رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت کی ہے اس مین فرمایا ہے جب تم نماز پڑہا کرو تو صفیں سیدہی کیا کرو اور تم میں سے ایک آدمی کو امام بننا چاہیئے جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے آمین کہو اللہ قبول کریگا اور ابو مُصبح مقرائی سے روایت ہے کہتے ہین ہم ابوزہیر نمیری رضی اللہ تعالے عنہ کے پاس بیٹھے تھے یہ صحابہ مین سے تھے اچھی حدیث سُناتے تھے اور جب ہم مین سے کوئی دعا کرتا تھا تو فرماتے تھے اسکو آمین کے ساتھ ختم کر اسواسطے کہ آمین ایسے ہے جیسے خط پر مہر فرمانے لگے ابوزہیرہ نمیری میں تم کو خبر دیتا ہون ہم ایک رات کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے ساتھ نکلے چلتے چلتے ایک آدمی کے پاس گزر ہوا کہ وہ بہت اصرار سے دعا مانگ رہا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ٹھیر کر سننے لگے پھر فرمایا کہ اس نے دعا کو واجب کر دیا اگر اس نے مہر لگادی قوم مین سے ایک شخص نے عرض کیا اور مہر کا ہے سے لگائے فرمایا آمین سے اسواسطے کہ اس نے اگر آمین سے مہر لگائی تو (دعا کو) واجب کر دیا بس دریافت کرنیوالا آدمی لوٹا اور اس آدمی کے پاس آیا اور کہا اے شخص آمین کے ساتھ ختم کر اور خوشخبری حاصل کر اسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت حبیب بن سلمہ فہری سے مروی ہے یہ شخص مستجاب الدعوات تھے کہتے تھے مین نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کوئی ایسی قوم جمع نہین ہوتی کہ اُن مین سے بعضے دُعا مانگتے ہون اور بعضے آمین کہتے ہون کہ اللہ تعالےٰ انکی دُعا کو قبول نہ فرماتا ہو اسکو حاکم نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مروی ہے کہتے ہین ہم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے اتفاقاً نمازیون مین سے ایک شخص نے اللہ اکبر کبیرا ۲۱۰
والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ واصیلا کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا کلمہ کہنے والا کون ہے نمازیون مین سے ایک آدمی نے عرض کیا مین ہون یا رسول اللہ فرمایا ان کلمات سے مجھکو بہت تعجب اور خوشی ہوئی ان کلمات کے واسطے آسمانون کے دروازے کھل گئے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہین بس مین نے تو ان کلمات کو جب سے نہیں چھوڑا جب سے یہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے اسکو مسلم نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے جب جناب نے رکوع سے سر اٹھایا سمع اللہ لمن حمدہ فرمایا آپکے پیچھے ایک آدمی نے کہا ربنا ولک الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ جب جناب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا کہ یہ کلمہ کہنے والا کون تھا اس شخص نے عرض کیا مین تھا جناب نے فرمایا مین نے قریب چالیس فرشتون کے دیکھا لپکتے تھے کہ کون پہلے لکھے اسکو

امام مالک بخاری ابوداؤد نسائی نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمع اللہ لمن حمدہ کو کہتا ہے تم ربنا لک الحمد کہا کرو اسواسطے کہ جسکا کہنا فرشتوں کے کہنے کے ساتھ ہوگیا اسکے تمام پہلے گناہ بخشے جائینگے اسکو امام مالک بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی نے روایت کیا ہے بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ربنا ولک الحمد واو کے ساتھ بیان کیا ہے۔

رکوع اور سجدہ سے امام سے پہلے سر اُٹھانے سے ترہیب

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی ڈرتا نہیں جب امام سے پہلے رکوع یا سجدہ سے سر اُٹھاتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسکے سر کو گدہے کا سر نہ کردے یا اسکے چہرہ کو گدھے کا چہرہ نہ بنادے اسکو بخاری ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اسکو طبرانی نے اوسط میں بھی عمدہ سند سے روایت کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیخوف نہ رہے کوئی جب اپنا سر امام کے سر سے پہلے اٹھاتا ہے اس سے کہ اللہ تعالےٰ اسکے سر کو کتے کا سر نہ کردے اور اسیکو کبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر موقوف کرکے چند اسانید سے روایت کیا ہے جنمیں سے ایک عمدہ سند ہے اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں کیا جو آدمی اپنے سر کو امام کے سر سے پہلے اٹھاتا ہے ڈرتا نہیں ہے اس سے کہ اللہ تعالےٰ اسکے سر کو کتے کا سر نہ کردے خطابی کہتے ہیں علماء امت نے اس شخص کے بارہ میں اختلاف کیا ہے کہ کیا حکم ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تو فرماتے ہیں جس نے امام سے پہلے سر اٹھایا اسکی نماز ہی نہیں ہوتی اور اکثر علماء فرماتے ہیں اس نے برا کیا اور اسکی نماز کافی ہوجائیگی مگر ان میں سے اکثر یہ فرماتے ہیں (کہ اگر ایسا ہوگیا ہے تو) اسکو پھر لوٹ جانا چاہیئے اور سجدہ میں امام کے بعد ۲۱۱

اسی انداز سے ٹھیرا رہنا چاہیئے کلام خطابی تمام ہو گیا۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ نبی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جو امام سے پہلے جھکتا اور اٹھتا ہے اسکی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہے اسکو بزار اور طبرانی نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے اور موطا میں امام مالک نے اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ پر موقوف روایت کیا ہے۔

رکوع اور سجدہ تمام نہ کرنے اور اُس میں کمر سیدھی نہ کرنے سے ڈرانا اور خشوع کی فضیلت

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدمی کی نماز کافی نہیں ہوتی جبتک کہ رکوع سجدہ میں اپنی
۲۱۲ پشت سیدھی نہ کرے اسکو امام احمد ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور لفظ ابو داؤد کے ہیں اور ترمذی نسائی ابن ماجہ ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی اپنی صحیحوں میں اور طبرانی اور بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور انہی دونوں نے کہا ہے کہ اسکی اسناد صحیح ہے ثابت ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور حضرت عبدالرحمن بن شبل سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کوے کی سی ٹھونگیں مارنے اور درندے کیطرح سے ہاتھوں کو بچھانے سے (سجدہ کی حالت میں) اور اس سے کہ آدمی مسجد میں ایک جگہ مقرر کرے جیسے اونٹ اپنے بیٹھنے کی ایک جگہ مقرر کر لیتا ہے اسکو امام احمد ابو داؤد نسائی ابن ماجہ ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت برا چور وہ شخص ہے کہ اپنی نماز میں سے چراتا ہے لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز میں سے کیسے چراتا ہے فرمایا نہ رکوع تمام کرے نہ سجدہ یا فرمایا اپنی

پشت کو رکوع سجدہ میں قائم نہیں کرتا اسکو امام احمد طبرانی ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑا چورتا لوگوں میں سے وہ شخص ہے کہ اپنی نماز میں چوری کرتا ہے لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ نماز میں کیونکر چوری کرتا ہے فرمایا رکوع سجدہ پورا نہیں کرتا اور لوگوں میں زیادہ بخیل وہ شخص ہے کہ سلام سے بخل کرے اسکو طبرانی نے اپنی معاجم ثلاثہ میں عمدہ اسناد سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت علی بن شیبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں ہم چلے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر آپ سے بیعت کی اور آپکے پیچھے نماز پڑھی آپ نے اپنے گوشہ چشم سے ایک آدمی کو دیکھا کہ اپنی نماز میں یعنی رکوع میں پشت کو سیدھا نہیں کرتا تھا جب نماز سے فارغ ہوئے فرمایا اے گروہ مسلمانوں کے جو رکوع سجدہ میں اپنی پشت کو سیدھا نہ کرے اسکی نماز نہیں ہوتی اسکو امام احمد ابن ماجہ ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی اپنی
۲۱۴
صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت طلق بن علیؓ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ اسکی نماز کی طرف نہیں دیکھتا جو اپنے رکوع سجدہ میں اپنی پشت سیدھی نہیں کرتا اسکو طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

اور حضرت ابو عبداللہ اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا کہ نماز پڑھتے ہوئے اپنے رکوع کو تمام نہیں کرتا اور سجدہ میں ٹھونگیں مارتا ہے فرمایا اگر یہ شخص اپنی ایسی ہی حالت میں مرگیا تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے طریق سے غیر طریق پر مریگا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص کی مثال جو اپنے رکوع کو تمام نہیں کرتا اور سجدہ میں ٹھونگیں مارتا ہے مثل اُس شخص کے ہے کہ ایک دو کھجوریں کھاتا ہے کہ کچھاس (کی بھوک) کو نفع نہیں دیتا ابو صالح کہتے ہیں میں نے ابو عبداللہ سے کہا اس حدیث کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کس نے بیان کیا ہے کہتے تھے لشکروں کے سرداروں نے

حضرت عمرو بن عاص حضرت خالد بن ولید حضرت شرجیل بن حسنہ نے اسکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اسکو طبرانی نے کبیر میں اور ابو یعلےٰ نے اسناد حسن سے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا ایک شخص ساٹھ برس سے نماز پڑھتا ہے اور اسکی کوئی نماز بھی قبول نہیں ہوتی شاید کہ وہ رکوع کو تمام کرتا ہو۔ تو سجدہ تمام نہیں کرتا اور سجدہ تمام کیا تو رکوع تمام نہیں کرتا اسکو ابو القاسم اصبہانی نے روایت کیا ہے اور اسکی اسناد میں نظر ہے۔

اور نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب کو فرمایا میں موجود تھا اگر تم میں سے کسی کا یہ ستون ہو تو اسکو برا معلوم ہوگا کہ وہ توڑا جاتے کیسے کوئی تم میں سے ارادہ کرتا ہے کہ اپنی نماز کو شکستہ کر دے جو اللہ تعالےٰ کی ہے پس اپنی نمازوں کو تمام کرو اللہ تعالےٰ نہیں قبول کرتا مگر تمام کو اسکو طبرانی نے اوسط میں اسناد حسن سے روایت کیا ہے۔ ۲۱۴

اور حضرت بلال رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ نہ رکوع کو تمام کرتا تھا نہ سجدہ کو فرمایا اگر یہ اسی حالت پر مرگیا تو ملت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر نہیں مریگا اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اسکے راوی ثقہ ہیں۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس بندہ کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنے رکوع اور سجود میں کمر سیدھی نہیں کرتا اسکو امام احمد نے اسناد جید سے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زیادہ بڑا چور وہ شخص ہے کہ اپنی نماز کو چراتا ہے حضرت ابو ہریرہؓ نے عرض کیا اور کیونکر اپنی نماز کو چراتا ہے کہا نہ اسکے رکوع کو تمام کرتا ہے نہ سجدہ کو اسکو طبرانی نے اوسط میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

اور حضرت نعمان بن مرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ شرابی اور چور اور زناکار کے بارہ میں کیا خیال کرتے ہو یہ اسوقت کا ذکر ہے کہ ابھی انکے حدود کا حکم نازل نہیں ہوا تھا صحابہ نے عرض کیا کہ اللہ اور اسکا رسول خوب جانتا ہے فرمایا یہ بڑے فحش کام ہیں اور ان میں سزا ہے اور زیادہ بڑا چور وہ شخص ہے کہ اپنی نماز میں چوری کرے صحابہ نے عرض کیا حضور اور نماز میں کیونکر چوری کرتا ہے فرمایا رکوع سجدہ تمام نہیں کرتا اسکو امام مالک نے روایت کیا ہے۔

اور پہلے وقت پر نماز پڑھنے کے بارہ میں بروایت حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت گزرچکی ہے اور اس میں یہ مذکور ہے کہ جس شخص نے اس نماز کو اسکے وقت کو ٹال کر پڑھا اور اسکا وضو کامل نہ کیا اور نہ اسکی عجز وانکساری اور رکوع سجدہ کو تمام کیا وہ نماز بالکل کالی بھجنگی ہو کر نکلے گی اور کہتی چلی جائیگی خدا تجھکو برباد کرے جیسا تو نے مجھکو برباد کیا ہے یہانتک کہ جب وہ اس مقام پر پہنچے گی جہاں اللہ پہنچانا چاہے گا تو پرانے کپڑے کی طرح اسکو لپیٹ کر اُسکے منہ پر ماردی جائیگی اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے۔ ۲۱۵

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونہ میں تشریف فرما تھے اُس نے نماز پڑھکر جناب کو سلام کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا وعلیک السلام لوٹ اور نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی پھر اُس نے نماز پڑھی اور آکر سلام کیا پھر آپ نے فرمایا وعلیک السلام لوٹ نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی پھر نماز پڑھکر آیا اور سلام کیا پھر فرمایا وعلیک السلام لوٹ نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی تب اُس شخص نے دوسری مرتبہ میں یا اُسکے بعد میں عرض کیا یا رسول اللہ مجھکو تعلیم فرمادیجئے آپ نے فرمایا جب تو نماز کو کھڑا ہو وضو کامل کر پھر قبلہ رو کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہہ پھر جو کچھ قرآن شریف میں سے سہل ہو پڑھ پھر رکوع اطمینان سے کر پھر اُٹھکر سیدھا کھڑا ہو پھر اطمینان کے ساتھ سجدہ کر کر اطمینان کے ساتھ بیٹھ پھر اسیطرح اپنی تمام نماز میں کر اور ایک روایت میں اسطرح آیا پھر اُٹھ حتی کہ سیدھا کھڑا ہو یعنی دوسرے سجدہ سے (جیسا کہ مذہب امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالے عنہ کا ہے کہ جلسہ استراحت نہیں کرتے ہیں) اسکو امام بخاری اور

مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم نے اپنی روایت میں بیان کیا ہے تیسری مرتبہ کے بعد اس شخص نے عرض کیا اس ذات پاک کی قسم ہے جس نے جناب کو حق کے ساتھ بھیجا ہے جو کچھ اسکے علاوہ اچھا ہے مجھکو تعلیم فرما دیجئے اور ایک سجدہ کے علاوہ نہیں ذکر کیا اور اسی حدیث کو ابوداؤد و ترمذی نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ جب تو ایسا کریگا تیری نماز پوری ہوجائیگی اور اگر تونے اسمیں سے کچھ کم کیا وہ تیری نماز میں کم ہوجائیگا۔

اور حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا ناگاہ ایک آدمی آیا اور مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی بس تمام حدیث بیان کی یہان تک کہ اس میں بیان کیا اس شخص نے کہا (آپکے بار بار واپس کرنے کے بعد) میں نہیں جانتا میں نے کیا عیب کیا تب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شان یہ ہے کہ تم میں سے کسی کی نماز تمام نہیں ہوتی جبتک حسب فرمان اللہ تعالےٰ کے ایسا نہ کرے کہ وضو کامل کرے مونہ کو اور دونون ہاتھون کو کہنیون تک دہوئے اور سر کا مسح کرے اور دونون پیرونکو
ٹخنون تک دہوئے پھر اللہ اکبر کہے اور اللہ تعالےٰ کی حمد کرے اور بزرگی بیان کرے (یعنی ثنا پڑہے) ۲۱۶
اور قرآن شریف میں سے جو کچھ اللہ تعالےٰ نے اجازت دی ہے اور سہل کیا ہے پڑہے پھر تکبیر کہے اور رکوع کرے گھٹنون پر ہتھیلیان رکھے یہانتک کہ سب جوڑ اطمینان کرین اور ٹھیر جائین پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہے اور سیدہا کھڑا ہوجائے حتی کہ سب ہڈیان اپنی اپنی جگہ پر ٹھیر جائیں اور پیٹھ سیدہی ہوجائے پھر اللہ اکبر کہے اور سجدہ کرے اور پیشانی کو زمین پر رکھے یہانتک کہ تمام جوڑ اطمینان کرین اور ڈہیلے پڑجائیں پھر اللہ اکبر کہے اور سر اٹھاوے اور اپنی بیٹھک پر سیدہا بیٹھ جائے پھر اسیطرح تمام نماز کو بیان کیا یہانتک کہ تمام نماز سے فارغ ہوئے پھر فرمایا تم مین سے کسی کی نماز تمام نہیں ہوتی جبتک کہ ایسا ہی نہ کرے اس حدیث کو ان لفظون سے نسائی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے بھی اور اس حدیث کو حسن کہا ہے اور اسکے آخر مین فرمایا جب تونے ایسا کیا تیری نماز تمام ہوجاوے گی اور اگر ان کامون مین سے کچھ کم کیا تیری نماز ناقص ہوجائیگی ابو عمر بن عبد البر نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث ثابت ہے۔

(باقی آئندہ)

حضرت مجدد صاحبؒ کی حکایت لکھی ہے کہ آپکے زمانہ میں ایک شیخ تھے حضرت مجدد صاحبؒ کو کشف سے معلوم ہوا کہ ان کا نام خدا تعالےٰ کے ہاں دوزخیوں میں لکھا ہوا ہے تو آپ نے انکو تو اطلاع نہیں دی مگر خود برابر انکے لیے دعا کرتے رہے کہ اے خدا ان کا نام دوزخیوں سے مٹا کر جنتیوں کی فہرست میں لکھدیجیے چنانچہ دعا قبول ہوئی جب آپ کو چین آیا دیکھیے اس شیخ کے ساتھ کتنی بڑی ہمدردی کی لیکن انکو خبر بھی نہیں ہونے دی بزرگ ایسے ہوتے ہیں نہ آجکل کے جیسے بزرگ بعض لوگ بزرگ نہیں ہوتے مگر وہ دعوی بزرگی کا کرتے ہیں اور جو واقعی بزرگ ہوتے ہیں اُن سے عداوت رکھتے ہیں اور اُن کو سچے بزرگون سے عداوت ہونا کچھ عجیب بھی نہیں ہے کیونکہ یہ حضرات رسول اللہ کے خلیفہ ہیں تو جسطرح رسول سے اہل باطل کو عداوت ہوتی رہی ہے ایسے ہی انکے ساتھ بھی ہوگی چنانچہ اہل باطل کا کسی سے عداوت رکھنا اسکے کمال کی علامت ہے حضرت سلطان جی کے زمانہ میں ایک بزرگ تھے اخیر اتفاق سے ایسا افلاس آیا کہ تمام مال ختم ہوکر صرف ایک لونڈی رہگئی جب اس لونڈی نے دیکھا کہ اب کچھ نہیں رہا تو ان سے عرض کیا کہ اب مجھے بیچدیجئے آخر میں کس کام کی ہون مگر کسی دیندار کے ہاتھ بیچیے گا آپ نے کہا کہ میں تجھے ایسے شخص کے ہاتھ بیچون گا کہ اس سے زیادہ اسوقت کوئی دیندار ہی نہین یعنی حضرت نظام الدین سلطان جی کے ہاتھ اُس نے عرض کیا کہ حضور سے تو گستاخی لیکن ان بزرگ کی تو بزرگی ہی میں مجھے شبہ ہے کیونکہ بزرگی کی علامت سے یہ بات بھی ہے کہ کوئی نہ کوئی تو اُسکو بُرا کہے اور مین دیکھتی ہون کہ انکو کوئی بُرا نہیں کہتا دیکھیے اُس لونڈی کی سمجھ لیکن آجکل ایسی جہالت پھیلی ہے کہ بزرگی کی علامت یہ سمجھتے ہین کہ پیر صاحب جہان گئے اسی جگہ کے رنگ پر ہوگئے جیسا کسیکو دیکھا اسی کے موافق بننے لگے تاکہ ساری دنیا خوش رہے گنگا گئے گنگا رام جمنا گئے جمنا رام خیر اس لونڈی کو یہ شبہ ہوا کہ یہ اگر بزرگ ہوتے تو کوئی انکا بُرا کہنے والا بھی ہوتا اور اس وجہ سے بھی اسکو شبہ ہوا کہ حضرت سلطانجی کے دروازہ پر دُنیا کے بڑے بڑے بادشاہ وزیر ہاتھ باندھکر آتے تھے اس موقع پر ایک حکایت یاد آگئی کہ ایک مرتبہ آپکے ہان ایک وزیر حاضر تھا کھانے کا وقت آیا خادم نے کھانا لانیکی اجازت چاہی وزیر کے دل مین یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر آج مچھلی کے کباب ہون تو خوب ہو

حضرت سلطانجی کو کشف سے اسکا یہ خیال معلوم ہو گیا خادم سے فرمایا ذرا ٹھہرو تھوڑی دیر میں اسنے پھر دریافت کیا آپ نے پھر یہی جواب دیا کچھ دیر کے بعد ایک شخص ایک خوان میں مچھلی کے کباب لیکر حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ مچھلی کے کباب آپکے لئے لایا ہون آپ نے دسترخوان لگانے کا حکم دیا وزیر یہ دیکھکر بہت حیران ہوا آپ نے وزیر سے فرمایا لیجئے مچھلی کے کباب حاضر ہیں مگر ذرا وقت کی گنجایش رکھکر فرمایش کیا کیجئے غرض آپ کے اندر ایک محبوبیت کی شان تھی اور ایک حضرت علاء الدین صابر صاحبؒ تھے کہ گولر کھا کر بسر کرتے تھے اور کبھی کبھی وہ بھی نہ ہوتے تھے اصل بات یہ ہے کہ ہر ایک کا رنگ جدا الگ ہے کوئی کسی شان کا ہے کوئی کسی شان کا ہے تو حضرت سلطانجی کی یہ حالت تھی کہ آپکے در پر سب سر جھکاتے تھے اسلئے اس لونڈی کو آپ کی بزرگی مین شبہ ہوا ان بزرگ نے کہا کہ میں تجھے اُنکے ہاتھ اس طور پر بیچتا ہوں کہ تین دن تک واپس کر لینے کا اختیار رہیگا دو تین دن کے اندر تو انکی حالت دیکھ لینا پھر اگر تیری مرضی ہوگی تو رہنا ورنہ میں تجھے واپس لے لونگا غرض ان بزرگ نے حضرت سلطان جی کے ہاتھ اسکو بیچدیا ۱۰ وہ چونکہ پورے طور پر معتقد نہ تھی اس فکر میں لگی رہی کہ دیکھوں کوئی انکو برا بھی کہتا ہے حضرت سلطانجی کو کشف کے ذریعہ سے اُسکے وسوسہ پر اطلاع ہو گئی آپ نے اس سے فرمایا کہ جا کر پڑوس سے آگ لے آ وہ پڑوسن کے ہان گئی اور کہا کہ حضرت جی کے ہان تھوڑی آگ کی ضرورت ہے پڑوسن نے حضرت کا لفظ سنکر آپ کو بہت کچھ برا بھلا کہا اور کہا کہ ڈاکو کو حضرت کہتے ہیں لونڈی یہ سُنکر بہت خفا ہوئی اور بگڑ کر واپس چلی آئی حضرت سلطانجی نے فرمایا کہ اب تو معلوم ہو گیا کہ مجھے سب اچھا نہیں سمجھتے دیکھ میری پڑوسن ہی مجکو کیسا برا سمجھتی ہے اُس نے کہا کہ حضرت یہ میری جہالت تھی واقعی آپ صاحب کمال ہین پھر دو دن کے بعد اسکے پہلے مالک آئے اور آکر اس سے پوچھا اس نے عرض کیا کہ حضور واقعی یہ بزرگ ہیں اب آپکو واپس لینے کی ضرورت نہیں غرض کہ عام طور پر مقبول ہونا کوئی بزرگی نہیں ہے بلکہ یہ تو کمال نہ ہونے کی علامت ہے کاملون کی یہ حالت ہوتی ہے کہ انکو اگر سب بھی برا کہیں تب بھی یہ کسیکو کچھ نہیں کہتے میں یہ نہیں کہتا کہ ان حضرات کو غصہ نہیں آتا غصہ ضرور آتا ہے مگر وہ غصہ خدا کے لئے ہوتا ہے اپنے نفس کے لئے نہیں ہوتا اپنے نفس کے لئے انکی وہی حالت ہوتی ہے جسکو حضرت اشؒ فرماتے

کاملون کو اپنے نفس کے لئے غصہ نہیں آتا

ہین جو کہ دس برس تک حضورؐ کے ساتھ رہے کہ ما قال لی قط لم فعلت کذا یعنی کبھی حضورؐ
نے مجھسے یہ نہین فرمایا کہ فلان کام تو نے اسطرح کیون کر لیا اسطرح کیون نہیں کیا
اور حضرت انسؓ بوجہ بچپن کے اسقدر بے تکلف تھے کہ ایک مرتبہ آپ نے کسی جگہ انکو
جانے کو فرمایا تو انھون نے صاف کہدیا کہ مین تو نہیں جاتا مگر دل میں یہ تھا کہ ضرور جاؤنگا
چنانچہ گئے لیکن حضورؐ انکے انکار پر خفا نہیں ہوئے اگر کوئی کام ان سے بگڑ جاتا تو آپ
فرماتے کہ تقدیر مین یون ہی تھا مگر اسپر خفا نہ ہوتے تھے۔

اصل مقصود کا بیان

(۴) اصل مقصود یہ بیان کرنا تھا کہ حضورؐ کو چونکہ کفار بہت ستاتے تھے اور آپ
انتہا درجہ کی شفقت رکھتے تھے تو آپکو اُنکی مخالفتون سے بہت غم ہوتا تھا اور اُنکا انجام
سوچکر بہت کڑہتے تھے اور چونکہ واقعات بہت زیادہ تھے جنکی وجہ سے غم بھی بہت
زیادہ ہو گیا تھا اسلئے خدا تعالےٰ نے جگہ جگہ آپکی تسلی فرمائی اُن میں سے ایک مقام یہ بھی ہے
جسکو تلاوت کیا گیا چنانچہ اس سے پہلی آیتون کا خلاصہ یہ ہے کہ آپکے ڈرانے سمجھانے
سے وہ شخص نفع اٹھا سکتا ہے جسکے دل مین خدا کا خوف ہے اور خدا کی اطاعت کرتا ہو ۱۱
اور یہ اس سے بالکل کورے ہیں اور آگے فرماتے ہیں کہ اندھے اور سوانکھے اندھیرا اور
نور سایہ اور دھوپ برابر نہیں ہوسکتے تو یہ لوگ تو اندھے ہیں اور انکے دل بالکل سیاہ ہین
پھر یہ کیونکر نفع اُٹھا سکتے ہین پھر آپ انکے حالات سے غمگین کیون ہوتے ہین آگے ارشاد ہے
کہ خدا جسکو چاہین سنا دین آپ ان لوگون کو جو مردون کی طرح بے حس بے شعور ہیں نہیں
سُنا سکتے آپ اس غم میں نہ پڑین آپ تو ڈرانے والے ہین پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ
سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہین یہانتک معلوم ہوا ہے کہ ڈرانے سمجھانے
سے وہی نفع اٹھا سکتے ہین جنکے دل میں خدا کا خوف ہو اور یہان فرماتے ہیں کہ خدا کا خوف
ان لوگو نہیں ہو گا کہ جن لوگون میں علم ہو خلاصہ یہ ہوا کہ آپ کے ڈرانے سے وہ نفع اٹھا سکتے
ہیں جن مین علم ہو کیسی کامل تسلی فرمائی کہ جہان آپ علم دیکھیں وہان اہتمام بھی کریں اور جہان یہ
نہ ہو وہان غم نہ اٹھائیں اور اس آیت سے کئی فائدے معلوم ہوسکتے ایک تو یہ کہ عالمونکو
چاہیئے وہ ایسون پر بھی شفقت کیا کرین دوسرے یہ کہ غم کی بھی ایک حد ہونا چاہیئے کہ اسقدر

(شریعت نے اچھے کاموں اور عادتوں کی حدود مقرر کردی ہیں)

حد سے آگے نہ بڑھے حضور صلے اللہ علیہ وسلم تو قوی تھے ہم ضعیف ہیں اگر غم کا زیادہ بار
ہم پر پڑے گا تو اندیشہ ہے کہ ہم کو جنون نہ ہو جائے تو ایسے لوگوں کے راہ پر لانے میں
زیادہ اہتمام کے بھی درپے نہ ہوں یہ شریعت کی خوبی ہے کہ اُسنے اچھے کاموں اور اچھی
عادتوں کی بھی حدیں مقرر کردی ہیں کہ اُن سے آگے نہ بڑھا جائے چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ
اَسْئَلُکَ مِنْ خَشْیَتِکَ مَا تَحُوْلُ بِہٖ بَیْنَنَا وَبَیْنَ مَعَاصِیْکَ ۔ **ترجمہ** سوال کرتا ہوں میں آپسے
اسقدر خوف کا جو گناہوں سے روکدے ۔ صاحبو غور کیجئے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم خدا سے
خوف مانگتے ہیں لیکن اُسکے ساتھ یہ قید بھی لگادی ہے کہ خوف اسقدر ہو کہ گناہ نہ ہونے دے
اس میں حکمت یہ ہے کہ خوف جب حد سے بڑھجاتا ہے تو آدمی کو بیکار کردیتا ہے انسان
کسی کام کا نہیں رہتا اور بیہودہ پن یہ ہے کہ جب کوئی چیز حد سے بڑھجاتی ہے تو اول اثر اُسکا
جائز کاموں پر پڑتا ہے کہ اُن کو چھڑا دیتا ہے پھر جب اور غلبہ ہوتا ہے تو فرض اور واجب
تک نوبت آتی ہے پھر جب بالکل ہی انتہا ہوجاتی ہے تو ناامیدی پیدا ہوجاتی ہے خیال
۱۴ ہوتا ہے کہ میں اسقدر گنہگار ایسا شریر ہوں تو میری بخشش کس طرح ہوسکتی ہے اور جب بخشش
نہیں ہوسکتی تو کیوں بلاوجہ مصیبت بھروں ۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے وہ کہتے تھے
کہ دوزخ تو میرے لئے مقرر ہی لکھی ہے پھر نفس کے مزوں میں بھی کیوں کسر رکھوں چنانچہ
انھوں نے اسقدر ظلم کئے کہ کچھ انتہا ہی نہیں چھوڑی پس جبکہ خوف کی زیادتی کا اثر یہ ہی
کہ آدمی کو بیکار کردیتا ہے اسلئے حضور فرماتے ہیں کہ اے خدا مجھے اتنا خوف دے کہ وہ
گناہوں سے بچائے صاحبو کیا کوئی تبلاسکتا ہے کہ کسی نے عمدہ عادات کی حد تبلائی ہو
اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ مجھے اپنے سے ملنے کا شوق دیجئے مگر وہ شوق اتنا نہ ہو کہ
میرے جسم کو نقصان پہنچائے یا میرے لئے فتنہ کا سبب ہوجائے کیونکہ شوق کا اثر یہ ہی
کہ جب حد سے زیادہ ہوتا ہے تو اُسکا اثر اول جسم پر پڑتا ہے دل میں جلن پیدا ہوتی ہے
اور اس سے انسان بیمار پڑجاتا ہے اور انسان کی تمام قوتوں میں خلل آجاتا ہے کہ بعض وقت
ضروری عبادات بھی چھوٹنے لگتی ہیں دوسرا نقصان اس سے یہ ہوتا ہے کہ جب شوق
بہت بڑھتا ہے تو اس سے ناز پیدا ہوجاتا ہے اور خدا کا خوف کم ہوجاتا ہے اور

بے ادبی کی باتیں زبان سے نکلنے لگتی ہیں حالانکہ ناز کرنا ہر ایک کا کام نہیں ہے حضورؐ نے
اس دعا میں دونوں کا لحاظ فرمایا کہ اے اللہ نہ مجھے اس سے ظاہری نقصان ہو اور نہ
باطنی نقصان ہو جب معلوم ہوا کہ ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے تو شفقت کی بھی ایک حد ہونی چاہیے
آجکل حد سے نکلجانے والے دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو دنیادار کہ وہ بھی حد سے نکلجاتے
ہیں دوسرے دیندار کہ وہ بھی حد سے آگے بڑھ گئے ہیں دنیاداروں نے تو یہ کیا کہ دو قوم
پر ایسی شفقت کرتے ہیں کہ اپنے دین کا بھی نقصان ہوجاتا ہے بلکہ اکثر کی تو یہ حالت ہے
کہ وہ اگر ہمدردی بھی کرتے ہیں تو اسلئے کہ یہ ہماری قوم ہے اس سے ہمدردی کرنا ضروری ہے
غرض جو کام بھی کرتے ہیں اپنی قوم ہونے کی وجہ سے بلکہ مذہب پر بھی اس مجبوری سے رہتے
ہیں کہ جبتک مذہب ایک نہ ہو اسوقت تک قومی اتحاد و اتفاق نہیں ہوسکتا اور بدون اتفاق
کے ترقی نہیں ہوسکتی اسلئے کہتے ہیں کہ ہم کو ایک مذہب پر رہنا چاہیئے اور دوسروں کو بھی جو
اسلام لانے کو کہتے ہیں وہ بھی اسلئے کہ اگر یہ ہمارے مذہب میں آجاینگے تو ہماری تعداد
۱۴ بڑھ جائے گی اور ہم دوسری قوموں سے آگے نکل جائینگے ورنہ اگر انکے نزدیک مذہب کوئی
قابل قدر چیز ہے تو کیا وجہ کہ اسکے ایک حکم کو تو لے لیا اور باقی سب حکموں کو چھوڑ دیا سود
حرام ہے اس حکم کو چھوڑا اناز کو چھوڑا صرف ایک اتفاق اور ہمدردی کو لے لیا اکثر دیکھا گیا ہے
کہ قومی چندوں میں ایک ایک روپے کو نیلام کیا جاتا ہے اور وہ چار سو پانچسو کو بکتا ہے حالانکہ
یہ کھلا ہوا سود ہے صرف ایک قوم کا لفظ یاد کر لیا ہے اور بس۔ صاحبو غور تو کرو کہ قوم کی خدمت
کرنے میں جو بھلائی ہے وہ اسوجہ سے تو ہے کہ خدا کا حکم ہے کہ قوم کی خدمت کرو تو جب
خدا کو ناراض کر کے تم نے قوم کی خدمت کی وہ خدمت اچھی کہاں رہی جب خدا ہی سے سلسلہ
توڑ دیا تو قوم سے جوڑ کر کیا بھلائی پاؤ گے جب خدا سے بیگانگی ہو گئی تو کہاں کی قوم صاحبو
حضرت نوحؑ سے زیادہ تو قوم کے خیرخواہ تم نہیں بن سکتے پھر دیکھ لیجئے انھوں نے اپنی
قوم کے ساتھ جو خدا کی نافرمان تھی کیا کیا۔

(۵) میرٹھ میں ایک عہدہ دار مسلمان کے پاس عید کے دن بہت سے مسلمان ملنے
گئے تو وہ عہدہ دار صاحب ان لوگوں سے کہتے ہیں کہ آج آپ لوگوں کا عید ہے افسوس

ان کو اسلامی عید کا اپنی طرف منسوب کرنا بھی ناگوار ہوا یہ نہیں کہا کہ آج ہماری عید ہے بلکہ یہ کہا کہ آج آپ لوگوں کا عید ہے اور اسپر بھی یہ لوگ اپنے کو مسلمانوں کا ہمدرد اور قوم کا جان نثار کہتے ہیں اور لیجئے ایک مسلمان صاحب کلکٹر ہو گئے تھے انکو کلکٹر ہو جانے کے بعد اسلام سے اسقدر وحشت ہوئی کہ اپنے اصلی نام کو بھی باقی نہ رکھا اسکو کاٹ چھانٹ کر کے انگریزی ناموں کے طرز پر بنایا اور لطف یہ کہ پھر اپنے کو مسلمان بھی کہتے تھے صاحبو یہ ترقی اسلام کی ترقی تو ہرگز نہیں اسلام ایسی ترقیوں سے بیزار ہے بلکہ سچ پوچھو تو اسلام کی ترقی تو تمہارے صوفی وضع بننے سے بھی نہیں ہوتی جبتک ایمان دل میں پیوست نہ ہو جائے کیونکہ اسلام کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالےٰ کے ایک ہونے کی گواہی دے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی اور اسکی ترقی یہ ہے کہ توحید و رسالت کی بڑائی دل میں رچ جائے پس ترقی اسلام کی یہ ہے نہ کہ مال و دولت کی ترقی بلکہ اگر ساری دنیا کے مسلمان نادار ہو جائیں تب بھی اسلام کی ترقی باقی ہے کیونکہ اسلام فیشن اور چوکڑی کا نام نہیں تو آجکل یہ جتنی ترقی ہو رہی ہے اسلام کی ترقی نہیں البتہ اللہ والوں کا اسلام اب بھی ترقی پر ہے گو انکے پاس ظاہری ۱۴
سامان نہ ہو آخر صحابہ رضی اللہ عنہم میں کیا بات تھی حالانکہ وہ حضرات ٹوٹی ہوئی چٹائیوں پر بلکہ کنکریوں پر بیٹھے ہوئے سلطنت فارس و روم کا فیصلہ فرماتے تھے مگر کوئی مال و دولت انکے پاس نہ تھی اور نہ اسکی ہوس تھی اسلیئے ان حضرات کو دولت کے ملنے سے ذرا بھی خوشی نہیں ہوتی تھی

(ایک صحابی کی حکایت)

چنانچہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہونے لگا تو آپ روتے تھے لوگوں نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے اسکا افسوس ہے کہ ہم حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں پلہ داری کرتے تھے اور آج اسقدر مال و دولت جمع ہے کہ سوائے مٹی میں دفن کرنے کے اور کہیں رکھنے کی جگہ نہیں حضرات اگر وہ اصلی ترقی آپ کو نصیب ہو جائے تو خدا کی قسم اس ظاہری نمود کو آپ بالکل ہیچ سمجھنے لگیں آپ کو معلوم ہوا کہ ان حضرات کے دل میں دنیا کی کیا قدر تھی کچھ بھی نہ تھی مگر آپکی ساری عمر دنیا پرستی میں گذری ہے اسلئے آپ کو کچھ خبر نہیں

(ایک بزرگ اور بادشاہ کی حکایت)

ایک بزرگ نے ایک بادشاہ سے پوچھا کہ اگر اتفاقاً تم شکار میں نکل جاؤ اور اکیلے رہجاؤ اور اسوقت تم کو شدت سے پیاس لگے کہ تمہارا دم نکلنے

ہوگے اسوقت اگر کوئی شخص تمہارے پاس ایک پیالہ پانی لائے اور آدہی سلطنت اسکی قیمت بتلائے تو تم اسکو خرید لوگے کہ نہین اُس نے کہا کہ مین ضرور خرید لونگا پھران بزرگ نے کہا کہ اور اگر اتفاق سے تمہارا پیشاب بند ہوجاتے اور کسیطرح نہ کہلے اور ایک شخص اس شرط پر پیشاب اتار دینے کا وعدہ کرتا ہے کہ باقی آدہی سلطنت اسکو دیدو تو تم کیا کروگے کہا کہ باقی آدہی سلطنت بہی اسکو دیدون تو ان بزرگ نے کہا کہ بس آپکی سلطنت کی یہ قیمت ہے ایک پیالہ پانی اور ایک پیالہ پیشاب جسپین آپ اسقدر مست ہورہے ہیں تو اللہ والونکو دُنیا کا یہ نرخ معلوم ہے اسلئے صحابہ نے بڑی سلطنت ہونے پر بہی دنیا کی ہوس نہین کی حضرت عمرؓ خلیفہ وقت تھے مگر کھانا کپڑا جو تھا معمولی سے بہی کم تھا کیونکہ وہ حضرات جانتے تھے کہ یہ چیز دوسری ہے ہمارے بعضے بھولے بھالے بھائی حضرت علیؓ کے لئے لڑتے ہین کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ نے خلافت لے لی حضرت علیؓ کو نہ دی مین کہتا ہون کہ ان دونون حضرات کو دُعا دیجئے اگر حضرت علیؓ کو اول ہی سے خلافت دیدی جاتی اور اتنی مدت تک یہ خلیفہ رہتے تو انکو کتنی لمبی مدت تک تکلیف ہوتی جو اٹھانی نہ اٹھتی کیونکہ معلوم ہوچکا ہے ۱۵
کہ ان حضرات کو دنیا سے کسقدر نفرت تھی پس ان حضرات نے بڑا سلوک کیا کہ اس مصیبت کو خود بانٹ لیا حضرت علیؓ کو تکلیف نہ پہونچنے دی اور جو کچھ اُن حضرات مین شکر رنجی ہوئی تو اسکے بہت قصے تو غلط مشہور ہین دوسرے جب دوستی ہوتی ہے تو شکر رنجی بہی ہوہی جاتی ہے مولنا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دو خادمون سے جو کہ آپس میں نہایت درجہ دوستی رکھتے تھے پوچھا کہ تم دونون مین کبھی لڑائی بہی ہوتی ہے کہ نہیں انھون نے عرض کیا کہ حضور کبھی ہوجاتی ہے مگر پھر ملاپ ہوجاتا ہے فرمایا تمہاری دوستی ہمیشہ رہے گی ذوق شاعر کہتا ہے ؎

بے محبت نہیں اے ذوق شکایت کے مزے * بے شکایت نہیں اے ذوق محبت کے مزے

اور ایک عربی حکیم کہتا ہے وَيَبْقَى الْوُدُّ مَا بَقِيَ الْعِتَابُ یعنی محبت اسوقت تک رہتی ہے جبتک شکوہ شکایت رہتی ہے اور وجہ اسکی یہ ہے کہ دوستی جب باقی رہتی ہے جبکہ دل میں غبار باقی نہ رہے اور اگر شکایت نہ کی جائے اور بات کو دل میں رکھا جاتے تو تمام عمر بہی

دل سے کدورت نہ نکلے گی اور اگر دل کی بھڑاس نکال لیجائے تو پھر دل صاف ہو جاتا ہے یہانتک کہ حضرت عائشہؓ جو کہ سب سے زیادہ حضورؐ سے محبت رکھتی تھیں اور حضورؐ کی سب سے زیادہ محبوبہ تھیں وہ بھی کبھی کبھی ناز کے طور پر روٹھ جاتیں حضورؐ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں تمہاری خوشی اور ناراضی کے وقت کو پہچانتا ہوں جب تم ناراض ہوتی ہو تو اسطرح قسم کھاتی ہو کہ رب ابراہیم کی قسم اور جب خوش ہوتی ہو تو یون کہتی ہو کہ رب محمدؐ کی قسم حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ اُسوقت صرف آپ کا نام نہیں لیتی ورنہ دل مین تو آپ ہی بسے ہوتے ہیں تو اگر آپس میں ان حضرات میں کوئی بات ہوئی بھی ہو تو وہ عداوت نہیں تھی بلکہ آپس میں ایک دوسرے پر ناز تھا ہمارا منہ نہیں کہ ہم اسپر اعتراض کرین کانپور میں ایک صاحب حضرت معاویہؓ کو برا بھلا کہتے تھے ایک مرتبہ اتفاق سے میں اُن سے ملا انھون نے وہی ذکر چھیڑا اور یہ حدیث پڑھی کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے میرے اصحاب کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا اور جس نے مجھے برا کہا اس نے خدا کو برا کہا اور کہا کہ حضرت معاویہؓ حضرت علیؓ کی شان مین نامناسب الفاظ کہدیتے تھے تو وہ ایک صحابی کے برا کہنے والے ہوئے اور جو صحابی کو برا کہے اسکے لئے اس حدیث میں یہ سخت حکم موجود ہے کہ اس نے خدا کو برا کہا میں نے کہا کہ صاحب آپ نے غور نہیں کیا اس حدیث کے یہ معنی نہین جو آپ نے سمجھے بلکہ اسکے معنی دوسرے ہیں اُسکے سمجھنے کے لئے اول آپ ایک محاورہ سمجھئے کہ اگر کوئی شخص یون کہے کہ جو شخص میرے بیٹے کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے گا مین اسکی آنکھیں نکلوا دونگا تو اب بتلایئے کہ یہ دھمکی کس کے لئے ہے کیا اپنی دوسری اولاد کے لئے بھی یہ دھمکی ہے کہ اگر وہ آپس مین لڑین جھگڑین تو انکے ساتھ بھی یہی کیا جائے گا ہرگز نہیں بلکہ یہ دھمکی غیرون کے لئے ہے۔ بس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صحابہ نہین ان میں سے جو شخص میرے اصحاب کو برا کہے اسکے لئے یہ حکم ہے اسکو سنکر وہ کہنے لگے کہ یہ عقلمندی کی باتیں ہیں میں نے کہا کہ صاحب پھر کیا بیوقوفی کی باتیں کہوں اسپر وہ شرمندہ سے ہو گئے تو مین بھی بہت محجوب ہوا اسی لئے مین نے اپنا یہ معمول کر لیا ہے کہ اگر کوئی بڑا آدمی مجھے بلاتا ہے تو اول یہ شرط کر لیتا ہون کہ تنہائی میں گفتگو کرونگا کیونکہ عام جلسہ مین گفتگو کرنے سے اگر دوسرا آدمی لاجواب ہو کر ١٦

(باقی آئندہ)

تمہید مع تقسیم حکمت جو بطور مقدمہ کے ہے

(۱) حکمت جسکو فلسفہ کہتے ہین ایک ایسا عام مفہوم ہے جس سے کوئی علم خارج نہیں اور اسی میں شریعت بھی داخل ہے اور اسی تعلق کے سبب اس جگہ حکمت سے بحث کیجارہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حکمت نام ہے حقائق موجودہ کے علم کا جو مطابق واقع کے ہو اس حیثیت سے کہ اس سے نفس کو کوئی کمال معتدبہ حاصل ہو

(۲) دُنیا کی کل چیزین تین قسم سے باہر نہیں، جمادات۔ نباتات۔ حیوانات۔ جماد بیجان چیز کو کہتے ہیں جیسے اینٹ پتھر وغیرہ اور نبات جڑی بوٹیاں درخت وغیرہ جو زمین سے پیدا ہوتی ہیں اور انکو نشو و نما ہوتی ہے اور حیوان جاندار چیز کو کہتے ہین جس میں حس و ادراک و قوت اختیار ہوتی ہے انکی دو قسمیں ہیں ذی عقل اور غیر ذی عقل ذی عقل وہ ہے جو کلیات و جزئیات سب کی حس رکھتا ہو اور وہ انسان ہے اور غیر ذی عقل وہ ہے جو چند جزئیات کی حس رکھتا ہو اسیکا ۱۷
نام حیوان مطلق ہے جیسے گائے بیل اور سوائے انسان کے جملہ جاندار چیزیں منجملہ ان کے جمادات کی ضروریات بہت ہی تھوڑی ہیں اور ان ضروریات کو حق تعالےٰ نے مہیا کر دیا ہے مثلاً اربع عناصر جن سے انکی ترکیب ہوئی اور جن کے اعتدال متناسب پر انکی بقا موقوف ہے وہ سب قدرتی طور پر دنیا مین موجود ہیں چونکہ جمادات میں قوت ارادیہ نہیں اسواسطے کسی ضرورت کے لئے انکو علم کی بھی حاجت نہیں اور حیوانات کی ضروریات بہ نسبت جمادات کے زیادہ ہیں مثلاً غذا حاصل کرنا بود و باش کا سامان وغیرہ انکے لئے ان کو قوت ارادیہ کے کام میں لانیکی اور ہاتھ پیر ہلانیکی ضرورت ہوتی ہے ظاہر ہو کہ کسی چیز کو تیار کرنیکے لئے اسکے متعلق معلومات حاصل کرنیکی پہلے ضرورت ہے اسواسطے صانع جل و علا شانہٗ نے حیوانات کو اتنا علم بھی دیا ہے جسسے وہ اپنی ضروریات کو مہیا کرسکیں مثلاً بندر کی طبیعت مین غیر حیوانی غذا سے پرورش پانا مقرر فرمایا ہے لہذا اسکو حیوانی غذا گھی دودھ گوشت وغیرہ کی پہچان لینے کا حس دیا ہے کہ اسکو پہچان کر چھوڑ دیتا ہے اور کتے کی غذا گوشت گھی وغیرہ حیوانی اشیاء مقرر فرمائی ہے تو اسکو نباتی غذا کا علم دیا ہے وہ اسکو فوراً سونگھکر پہچان لیتا ہے اور چھوڑ دیتا ہے اور انسان کی ضروریات غیر محدود ہین دُنیا کی

(ح) ہر چیز اسکے کام میں آتی ہے خشکی میں بھی یہ رہتا ہے اور تری میں بھی بیابان میں بھی قیام کرتا ہے اور آبادی میں بھی نشیب میں بھی بسر کرتا ہے اور پہاڑ پر بھی حیوانی غذا بھی کھاتا ہے اور غیر حیوانی بھی غرض کوئی چیز دنیا کی ایسی نہین جو انسان کے کام میں نہ آسکے اسواسطے معلومات بھی اس کے غیر محدود ہونے چاہئیں لیکن ان میں سے جو ضروریات بہت شدید ہیں اور جن سے دنیا مین آتے ہی کام پڑتا ہے انکا علم تو انسان کی طبیعت ہی میں رکھدیا ہے مثلاً پستان میں سے دودھ پی لینا یا بھوک پیاس کے وقت رونے لگنا کہ یہ اسوقت سے انسان کو آتا ہے جسوقت کسی بات کا بھی اسکو ہوش نہ تھا اور جو ضروریات ایسے شدید نہیں ہیں انکا علم حاصل کرنا بھی انسان کی قوت اختیاریہ اور ارادہ پر رکھا گیا ہے مثلاً عمدہ قسم کے کھانے پکانا یا بڑی بڑی عمارتین بنانا کہ یہ کام انسان کو طبعی طور پر نہیں آتا ہے بلکہ قوت ارادیہ صرف کرکے اور محنت کرکے حاصل ہوتا ہے ہاں انکی استعداد اور سیکھنے کی قوت طبعی طور پر ودیعت رکھی گئی ہے اس استعداد سے آدمی کام لیتا ہے اور تحصیل ضروریات کا ارادہ کرتا ہے تو نئے نئے معلومات تک اسکو رسائی ہوتی جاتی ہے
اور معلومات کا ذخیرہ جمع ہوتا جاتا ہے اس ذخیرہ[عہ] ہی کا نام سائنس یا فلسفہ یا حکمت ہے اور اسکے جاننے ۱۸
والے کو سائنس دان یا فلاسفر یا حکیم کہتے ہین لیکن یہ شرط ہے کہ جن چیزون کا علم ہو وہ علی ما ہی علیہ یعنی صحیح طریق پر ہو اور اگر غلطی کے ساتھ ہوا جیسے پاگلون کو ہوتا ہے کہ دوست کو دشمن سمجھکر اینٹ مارنے لگتا ہے تو نہ اسکو حکمت کہینگے اور نہ اسکے جاننے والے کو حکیم نیز یہ بھی شرط ہے کہ ایسی بات کا علم ہو جو کسی درجہ میں قابل شمار ہون ورنہ بچے جو مٹی ریت میں گھروندے بناتے ہیں وہ بھی کسی درجہ میں نئی ایجاد ہی ہے مگر ایسے بچوں کو کوئی حکیم اور فلسفی نہیں کہتا غرض حکمت یا فلسفہ موجودات کے علم کا نام ہوا جو مطابق واقع کے ہو اور طفلانہ حرکت نہ ہو بلکہ ایسی بات ہو جسکو کمال کہہ سکیں ظاہر ہے کہ جتنا یہ ذخیرہ زیادہ ہوتا جاوے گا اتنی ہی سہولتیں انسانی حاجات میں ہوتی جاوینگی اسیکو آجکل ترقی کہا جاتا ہے ایک دنیا آجکل اسی پر مٹی ہوتی ہے کہ اسی میں غور وخوض کرتے ہیں جس سے طرح طرح کے انکشافات ہوتے جاتے ہیں اور وہ وہ چیزین وجود میں آتی جاتی ہیں

عہ اس ذخیرہ کا علم فلسفہ کی صرف ایک قسم ہے یعنی نظری عملی اس سے خارج رہگئی دوسرے یہ کہ سائنس مرادف نہیں ہے فلسفہ یا حکمت کا بلکہ وہ اسکی صرف ایک قسم ہے یعنی حکمت طبعیہ ۱۲

(ح) جنکی طرف پہلے وہم گمان کی بھی رسائی نہ تھی بلکہ انکو محال عادی سمجھا جاتا تھا فلسفہ میں ترقی
کرنا علوم مین ترقی کرنا ہے اور حقیقی ترقی اور انسانی کمال ہے اور ہر زمانہ مین اسکا رواج رہا
ہے ایک زمانہ مین غایت عروج پر پہونچ چکا ہے اسکو فلسفہ قدیم کہا جاتا ہے آجکل بھی اسکو
از سر نو ترقی شروع ہوئی ہے اسکو فلسفہ جدید کہا جاتا ہے فلسفہ جدید و قدیم مین فرق یہ ہے کہ
فلسفہ جدید صرف مشاہدات اور ضروریات معاش ہی تک پہنچی ہے اور فلسفہ قدیم کا قدم بہت
آگے پہونچ چکا تھا انھون نے ان چیزون سے بھی بحث کی ہے جو نظر مین نہیں آتیں اور
صرف دلیل سے ان تک رسائی ہوتی ہے جیسے ذات و صفات صانع عالم کے مسائل وغیرہ
فلسفہ جدید کی نظر ابھی اسقدر موٹی ہے اور علوم ناکمل ہیں کہ جبتک کسی چیز کا مشاہدہ ہی نہو جاوے
اسوقت تک اسکو صرف تعجب ہی کی نظر سے نہیں دیکھتے بلکہ اسکے وجود کا انکار کر بیٹھتے ہیں حتی کہ
آسمان کے وجود کا انکار ہے اور کہتے ہیں کہ جسکو آسمان کہا جاتا ہے وہ صرف منتہائے نظر
ہے یہ قاعدہ کسقدر غلط ہے کہ جس چیز کو دیکھا نہ ہو اسکا انکار کر دینا چاہیئے بجلی وغیرہ
بہت سی ایجادیں اسی فلسفہ جدید کی ایسی موجود ہیں جو پہلے زمانہ میں نہ تھیں تو کیا اُس زمانہ ۱۹.
مین جبکہ انکا وجود نہ تھا یہ رائے صحیح ہو سکتی تھی کہ انکا وجود نا ممکن ہے اگر ایسا ہوتا تو انکی
تلاش میں کیون کھڑے ہوئے اور نا ممکن چیزین کیسے ممکن ہو گئین اور اب بھی بہت سی
اُن چیزون کے پیچھے کیون پڑے ہوئے ہین جو ابتک مشاہدہ میں نہیں آئین انکا انکار کر کے
خاموش کیون نہیں بیٹھ رہتے جیسے مریخ مین جانا اور چاند کی آبادی کی تحقیقات وغیرہ اگر
وہ اصول صحیح ہو تو ایجاد کا تو دروازہ ہی بند ہو جاوے جس پر آج یورپ کو فخر ہے اور برخلاف
اس اصول کے فلسفہ قدیم کا اصول یہ ہے کہ عدم علم عدم کو مستلزم نہیں یعنی ایک چیز ہم کو معلوم
نہ ہو تو اس سے لازم نہیں آتا کہ اسکے نہ ہونے کا ہم یقین کر لیں اور اسکا انکار کر دیں بلکہ
انکار کرنے کے لئے کسی یقینی دلیل کی ضرورت ہے جو اُسکے نہ ہو سکنے کو ضروری ثابت کرے
اس اصول کے بموجب صرف ایک چیز انکار کرنے کے قابل ثابت ہوئی اور بس جسکا نام اجتماع
نقیضین ہے یہی وجہ ہے کہ پرانے فلسفہ کا جاننے والا معراج شریف اور جنت و دوزخ
پلصراط وغیرہ کسی چیز کا انکار نہیں کرتا ۔ کیونکہ اسکے موجود نہ ہو سکنے پر کوئی دلیل یقینی موجود

(ح) نہیں اور فلسفہ جدیدہ والے ہر ہر بات کا انکار کرتے ہیں کیونکہ انکا مشاہدہ نہیں ہوا دونون فلسفون میں موازنہ کرنے سے وہ نسبت ثابت ہوتی ہے جو ایک بے علم گنوار اور ایک حساب دان آدمی میں ہو کہ حساب دان آدمی حساب لگا کر بتاتا ہے کہ چالیس میل فی گھنٹہ چلنے والی ڈاک گاڑی دہلی سے کلکتہ اکیس گھنٹے کے قریب میں پہونچ جاویگی اور وہ گنوار کہتا ہے کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ ہم نے کبھی اسکا مشاہدہ نہیں کیا لہذا تمہارا کہنا بالکل جھوٹ ہے وہ کہتا ہے میں دلیل سے کہتا ہوں حساب لگا کر دیکھ لو تو وہ گنوار جواب دیتا ہے کہ مشاہدہ سے زیادہ کوئی دلیل نہیں جبتک مشاہدہ نہ کرلوں میں اسکو غلط کہونگا جب یہ اصول فلسفہ جدیدہ کا غلط ٹھیرا کہ جس چیز کا مشاہدہ نہ ہو وہ قابل انکار ہے تو ہمکو سوچنا ہے کہ وہ فلسفہ کے مدعی اور طرفدار ہیں اور فلسفہ ہر قسم کے مجموعہ علوم کا نام ہے اپنے علوم اور بڑھانے چاہئیں اور ان چیزون کی طرف بھی نظر اٹھانی چاہئے جنکا فلسفہ قدیمہ میں ذکر ہے یعنی ذات وصفات حضرت صانع عزاسمہ کے مسائل اس سے انکو ایک بہت بڑے ذخیرہ علوم کا پتہ چلیگا جسکو علم معاد کہتے ہیں جب وہ اس فن میں قدم رکھینگے تو انکو معلوم ہوگا کہ یہ فن تمام علوم وفنون سے زیادہ ضروری اور واجب الترجیح
ہے جس میں وہ منہمک ہیں یعنی علوم معاش پھر انکے کان میں یہ آواز پڑیگی کہ علوم معاد جو فلسفہ سے ۲۰
بذریعہ عقل کے حاصل کئے گئے ہیں ان میں غلطیاں ہیں جو بتانے سے رفع ہوتی ہیں اور یہ بتانے والا ایک مستقل علم ہے جسکو علم وحی یا نقل کہتے ہیں اور اسیکو شریعت بھی کہتے ہیں اس کی طرف بھی کان لگانا ان کو ضروری ہوگا کیونکہ منجملہ علوم کے ہے اور فلسفہ مجموعہ علوم ہی کا نام ہے اور یہ اس کے حامی اور ترقی دینے والے ہیں اس تقریر سے شریعت کا فلسفہ میں داخل ہونا اچھی طرح سمجھ میں آگیا ہوگا۔

چونکہ یہ کتاب اشتباہات شریعت کے ہی اثبات کے واسطے لکھی جارہی ہے اسواسطے حکمت کی اتنی تشریح کرنی پڑی تاکہ شریعت اور حکمت کا تعلق معلوم ہوجاوے جب حکمت کا تعلق ہر علم وفن سے ہوا تو اسکی سینکڑون شاخیں ہونگی ان شاخون کے انضباط کے لئے تقسیم اس طرح کی ہے کہ حکمت میں جن موجودات کا بیان ہوگا وہ دو قسم کے ہیں ایک وہ افعال ہیں جن کا وجود ہمارے قدرت واختیار میں ہے جیسے چلنا پھرنا بود وباش ملک داری وغیرہ۔ دوسرے وہ موجودات جنکا وجود ہمارے قدرت واختیار میں نہیں جیسے صانع عالم

(۱) اور جتنے علوم ہیں سب میں کسی نہ کسی حقیقت ہی کے احکام مذکور ہوتے ہیں
غرض اس حکمت کی تقسیم اولی دو قسم ہیں کیونکہ جن موجودات سے بحث کیجاتی
ہے یا تو وہ ایسے افعال واعمال ہیں جنکا وجود ہماری قدرت واختیار میں ہے
یا ایسے موجودات ہیں جنکا وجود ہمارے اختیار میں نہیں قسم اول کے احوال جاننے
کا نام حکمت عملیہ ہے اور قسم ثانی کے احوال جاننے کا نام حکمت نظریہ ہے
اور ان دو قسموں میں سے ہر قسم کی تین تین قسمیں ہیں کیونکہ حکمت عملیہ یا تو ایک شخص
کے مصالح کا علم ہے اسکو تہذیب اخلاق کہتے ہیں اور یا ایک ایسی جماعت کے
مصالح کا علم ہے جو ایک گھر میں رہتے ہیں اسکو تدبیر المنزل کہتے ہیں یا ایسی جماعت کے مصالح
کا علم ہے جو ایک شہر یا ملک میں رہتے ہیں اسکو سیاست (ملک داری ۱۲) مدنیہ کہتے ہیں یہ تین قسمیں
حکمت عملیہ کی ہوئیں اور حکمت نظریہ یا تو ایسی اشیاء کے احوال کا علم ہے جو
اصلا مادہ کی محتاج نہیں نہ وجود خارجی میں نہ وجود ذہنی میں اسکو علم الہی کہتے ہیں

۲۱ (ح) جل شانہ کی ذات وصفات یا علم ریاضی یا علم طبقات الارض وغیرہ حکمت کی قسم اول کا نام
حکمت عملیہ ہے کیونکہ اسکو تعلق افعال واعمال سے ہے اور دوسری قسم کا نام حکمت نظریہ
یا حکمت علمیہ ہے کیونکہ اس میں صرف معلومات ہیں اختیاری چیزیں نہیں ہیں ہر قسم اول کی
یعنی حکمت عملیہ کی تین قسمیں ہیں کیونکہ اس میں اگر ایک شخص کی ضرورتوں اور مصلحتوں کا بیان ہے
تو اسکو تہذیب اخلاق کہتے ہیں اور اگر چند آدمیوں کے ملکر رہنے کی ضروریات اور مصلحتوں کا بیان
ہے تو اسکو تدبیر منزل (تدبیر خانہ داری) کہتے ہیں اور اگر بہت سے آدمیوں کی بود و باش کی ضروریات
اور مصلحتوں کا بیان ہے تو اسکو سیاست مدنیہ (تدبیر ملک داری) کہتے ہیں۔

اسیطرح دوسری قسم کی یعنی حکمت نظریہ کی بھی تین قسمیں ہیں جو عنقریب مذکور ہوتی ہیں
چونکہ حکمت نظریہ میں ایسے موجودات کا بیان ہوتا ہے جو ہمارے اختیار میں نہیں تو ان کا
صرف علم ہی علم ہوگا ہمارے فعل وعمل کا کچھ دخل اس میں نہ ہوگا ایسی چیزیں کئی طرح کی ثابت ہوتی
ہیں ایک وہ ہیں جو اپنے وجود میں خواہ وجود ذہنی مانا جاوے یا واقعی مادہ کی مطلق محتاج نہیں
جیسے ذات صانع عالم جل شانہ اسکا نام علم الٰہیات ہے دوسری وہ ہیں جو وجود ذہنی میں تو

(ا) اور یا ایسی اشیاء کے احوال کا علم ہے جو وجود خارجی میں تو محتاج الی المادہ ہیں مگر وجود ذہنی مین نہیں اسکو علم ریاضی کہتے ہین اور یا ایسی اشیاء کے احوال کا علم ہے جو وجود ذہنی اور خارجی دونون میں محتاج الی المادہ ہیں اسکو علم طبعی کہتے ہیں یہ تین قسمین حکمت نظریہ کی ہیں۔

پس حکمت کی کل یہ چھ قسمیں ہوئیں تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدنیہ

(ح) محتاج مادہ کی نہین لیکن وجود خارجی یعنی نفس الامری مین مادہ کی محتاج ہین جیسے گول ہونا یا مربع ہونا یا مثلث ہونا جبکہ کسی خاص چیز سے قطع نظر کر لیجاوے کہ یہ مضمون ذہن مین بلا قید آسکتا ہے لیکن جب یہ شکلین واقع میں موجود ہونگی تو بلا کسی مادی چیز میں پائے جانیکے نہیں ہونگی اس قسم کے احوال جاننے کا نام علم ریاضی ہے اور حکمت تعلیمی ہے تیسری وہ ہیں جو وجود ذہنی اور خارجی دونون مین مادہ کی محتاج ہین جیسے انسان کا جسم کہ جب اسکا تعقل ذہن میں کیا جاویگا تو مع مادہ گوشت پوست وغیرہ کے ہوگا اور جب واقع میں موجود ہوتا ہے تو اسی مادہ گوشت پوست میں موجود ہوتا ہے اس قسم کے احوال کے جاننے کا نام حکمت طبعی ہے ۲۲
تو حکمت نظریہ کی تین قسمیں ہوگئیں۔ الہی۔ ریاضی۔ طبعی اور تین ہی قسمین حکمت عملیہ کی ہیں تو کل قسمین حکمت کی چھ ہوگئیں۔ تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدنیہ۔ علم الہی۔ ریاضی۔ طبعی یہ اصول اقسام ہین انکی فرع قسمین اسقدر ہیں کہ کوئی علم و فن ان سے علیحدہ نہیں ہوسکتا ہندسہ۔ ہیئت۔ موسیقی۔ صنعت و حرفت وغیرہ سب کو حاوی ہیں چنانچہ قدیم فلاسفرون نے ہر علم و فن مین کتابیں لکھی ہیں اور اسی وجہ سے دنیا بھر انکو مقتدا مانتی تھی یہان چونکہ فلسفہ کی کتاب لکھنا مقصود نہیں اسواسطے نہ تمام اقسام کے بیان کی ضرورت ہے نہ اس سے زیادہ ان چھ اقسام کی شرح کی ضرورت (کہ بعض اقسام کی ماہیت مثلاً علم الہی کی حقیقت اتنے بیان کے بعد بھی آجکل کے تعلیمیافتون کے ذہن مین نہیں آئیگی کیونکہ وہ اس جملہ کو مشکل سے سمجھ سکتے ہیں کہ کوئی چیز وجود ذہنی اور خارجی میں مادہ کی محتاج نہیں اور کوئی چیز وجود خارجی میں مادہ کی محتاج ہے اور وجود ذہنی میں نہیں احقر کی بعض بہت قابل پروفیسرون سے ملاقات ہوئی انھون نے سوال کیا کہ فرشتون کے وجود کی کیا دلیل ہے جواب دیا گیا کہ انکا وجود

(۱) علم الٰہی۔ علم ریاضی۔ علم طبعی۔ اور گو اقسام الاقسام اور بھی بہت ہیں مگر اصول اقسام ان ہی مین منحصر ہین۔

اَب جاننا چاہیئے کہ شریعت کا مقصد اصلی ادا حقوق خالق وادا حقوق خلق کو ذریعہ رضائے حق بنانے کی تعلیم ہے گو مصالح دنیویہ بھی ان پر مرتب ہیں اور

(ح) عقلاً ممکن ہے اور نقلاً اسکی خبر آئی ہے لہٰذا وجود ثابت ہوا قریب ایک گھنٹہ کے گفتگو رہی لیکن انکی سمجھ میں عقلاً امکان و امتناع کے معنی ہی نہیں آئے جب پروفیسرون اور استادونکی یہ حالت ہے تو شاگردون اور طالب علمون کی کیا حالت ہوگی) اس کتاب مین جو مقصود ہے وہ آگے آتا ہے حکمت کی اور اقسام حکمت کی صرف اتنی ہی شرح کافی ہے حاصل یہ ہے کہ ہر قسم کی کار آمد معلومات کے ذخیرہ کا نام فلسفہ ہے اور معلومات کی کوئی حد نہیں اسواسطے اس ذخیرہ کی بھی کوئی حد نہیں ہوسکتی مگر انکی اجمالی تحدید ان چھ اقسام کے بیان سے ہوجاتی ہے چونکہ معلومات بڑہانیکی طرف ہر شخص کو میلان ہوتا ہے اسواسطے فلسفہ (سائنس) کی طرف سب کو میلان ہے اور اس کتاب میں مقصود شریعت اور فلسفہ کی مخالفت کو اٹھا کر دکہانا ہے اسواسطے ان چھ ۲۳
اقسام میں سے اس کتاب میں اُن ہی اقسام سے تعرض کیا جائیگا جن میں شریعت اور فلسفہ میں کچھ تعارض ہو اور یہ موقوف ہے اسپر کہ معلوم ہوجاوے کہ شریعت کیا چیز ہے جیسا کہ فلسفہ کا تعلق ہزاروں چیزون سے ہے ایسے ہی شریعت کا تعلق بھی بہت چیزون سے ہے لیکن خلاصہ سب کا یہ ہے کہ شریعت کا مقصد اصلی حضرت خالق جل شانہ کے حقوق کا ادا کرنا ہے لیکن خالق جل شانہ نے کچھ حقوق مخلوق کے بھی مقرر فرمائے ہین شریعت نے اُنکے ادا کرنیکا حکم دیا ہے تو انکا ادا کرنا بھی اسی غرض سے ضروری ہوا کہ حق تعالےٰ کا حکم ہے اور حق تعالےٰ اسکے ادا کرنے سے راضی ہونگے پس اصل غرض اور خلاصہ شریعت کا یہی ہے چونکہ یہ حقوق مخلوق کے ایسی ذات کے تعلیم کئے ہوئے ہیں جس نے مخلوق کو بنایا اور اسی نے یہ ضروریات لگائیں اور اسکو مخلوق سے زیادہ انکی ضروریات کا اور ہر بات کا علم ہے اسواسطے صاف ظاہر ہے کہ اسکے تبلائے ہوئے طریقون مین دنیاوی مصلحتیں بھی ضرور ہونگی اگرچہ وہ ہماری سمجھ میں نہ آویں ایسے موقع پر سمجھ لینا چاہیئے کہ کسی مصلحت جمہوری کو مصلحت شخصی پر ترجیح دی ہے مثلاً

(۱) جہاں خلاف مصلحت دنیویہ معلوم ہوتا ہے یا تو وہاں مصلحت جمہوری کو مصلحت شخصیہ پر مقدم کیا ہے اور یا اس مصلحت سے زیادہ اس میں روحانی مضرت تھی اسکو دفع کیا ہے بہر حال اصل مقصود یہی رضاء حق ہے اور ریاضی اور طبعی کو امور حقوق خالق یا خلق میں کوئی دخل نہیں اس لئے شریعت نے بطور مقصودیت کے اس سے کچھ بحث نہیں کی اگر کہیں طبعیات وغیرہ کا کوئی مسئلہ آگیا ہے

(ح) چوری کو منع کیا ہے حالانکہ بعض وقت چور کو ضرورت ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ گو چوری میں شخصی مصلحت ہے کہ ایک شخص کا کام نکلتا ہے لیکن جمہوری مصلحت کے خلاف ہے اسواسطے کہ اگر ایک شخص کو اجازت دیجائیگی تو دوسرا بھی یہی چاہے گا اس طرح چوری کا رواج ہو جائیگا پھر امن نہ رہے گا اور عام بد امنی ہو جاوے گی اور ہزاروں خرابیاں شروع ہو جاتی ہیں یا یہ سمجھ لینا چاہئے کہ ایک کام میں گو مصلحت دنیاوی معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے شریعت نے منع کیا ہے اسمیں کوئی روحانی نقصان اس مصلحت سے زیادہ ہوگا اس سے بچایا ہے مثلاً سود سے منع کیا ہے حالانکہ سود میں بہت نفع ہے لیکن اسمیں روحانی مضرت یہ ہے کہ حرص مال اور بخل پیدا ہوتا ہے جو اخلاقی عیب ہیں اس واسطے اس سے بچایا ہے غرض کوئی حکم حضرت خالق جل علاشانہٗ کا حکمت سے خالی تو نہیں ہو سکتا لیکن اصلی غرض شریعت سے اسکو راضی کرنا ہی ہے فلسفہ کے دو جزوں کو یعنی ریاضی اور طبعی کو اس راضی کرنے میں کوئی دخل نہیں اسواسطے شریعت نے ان دونوں جزوں سے بطور مقصودیت کچھ بحث نہیں کی مثلاً کوئی باب اسکا نہیں مقرر کیا کہ کروی شکل کس کو کہتے ہیں اور مخروطی کس کو اور پانی سے بھاپ بنانے اور مشینیں تیار کرنے کی یہ ترکیب ہے (یہاں سے بعض تعلیم یافتوں کے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ شریعت نے ایسی مفید تعلیمیں جس سے آج یورپ ترقی کر رہا ہے کیوں نہیں دیں بعضے شوق میں آکر اسکی کوشش کرتے ہیں کہ ان تعلیموں کو قرآن میں داخل کرتے ہیں جواب یہ ہے کہ یہ باتیں بلکہ کل علم ریاضی اور طبعی شریعت کے مقاصد میں سے نہیں غیر مقصود کو مقصود بنانا بڑی غلطی ہے اور خبط ہے یہ ایسا ہے جیسے کوئی قانون کی کتاب لکھنا شروع کرے اور اسمیں ایک باب اس بیان میں بھی رکھے کہ کبڈی یوں کھیلتے ہیں اور گلی ڈنڈا یوں اور تھروٹ اسکی یہ بیان کرے ۲۴

(باقی آئندہ)

مطلب یہ کہ بس اس نشانی سے تم کو ان کا صدق و کذب معلوم ہو جاویگا آگے ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہے کہ۔

جان بابا چون بخسپد ساحری   سحر و مکرش را نباشد رہبری

یعنی اے جان باپ کی جب کوئی ساحر سو رہتا ہے تو اُسکے سحر اور مکر کا کوئی رہبر نہیں رہتا اسلئے کہ وہ ہی متصرف تہا وہ سو گیا اب اسکا تصرف باطل ہو جاتا ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ۔

چونکہ چوپان خفت گرگ ایمن شود   چونکہ خفت وجہد او ساکن شود

یعنی جبکہ چوپان سو جاوے تو گرگ بیخوف ہو جاتا ہے چونکہ وہ سو رہا ہے اُسکی کوشش ساکن ہو گئی یعنی جب وہ سو گیا تو اُسکی خوب حفاظت بھی باطل ہو گئی۔

۲۰۹ لیک حیوانے کہ چوپانش خداست   گرگ را آنجا امید و رہ کجاست

یعنی لیکن جس جانور کا خدا نگہبان ہے گرگ کو اُس جگہ امید اور راہ کہاں ہے اس لئے کہ وہ تو کبھی غافل نہیں ہوتے نہ سوتے ہیں تو وہاں کسیکی رسائی نہیں ہو سکتی لہذا یاد رکھو کہ۔

جادوئی کہ حق کند حق ست و راست   جادوئی خواندن مر آن حق را خطاست

یعنی جس جادو کو حق تعالے حق اور سچا فرما دیں تو اس حق کو جادو کہنا ہی خطا ہے مطلب یہ کہ اسی طرح جس کا محافظ خدا ہو وہاں کسیکی دسترس نہیں اسی طرح جسکی کہ حق تعالے حفاظت کریں اسکو کون مٹا سکتا ہے تو اگر وہ جادو ہے تو اُنکے سو رہنے سے اُنکے اثر باطل ہو جاویگا اور تم اسکے چرانے پر قادر ہو گے اور اگر وہ حق تعالے کی طرف سے ہے تو پھر تم اُسکے چرانے پر قادر نہ ہو گے اسلئے کہ حق تعالے تو ہر گھڑی متصرف ہیں

پھر بولا کہ۔

جان بابا این نشان قاطع ست — گر بمیرد نیز حقش رافع ست

یعنی اے جان پدر یہ نشانی قاطع ہے اور اگر وہ مر بھی جاوے تب بھی حق اسکا رافع ہے یعنی اس نے کہا کہ انکا اثر سونے سے تو کیا جاتا اگر وہ مر بھی جاوین تب بھی انکا اثر زائل نہیں ہوتا بلکہ اسیطرح قائم رہتا ہے آگے مولانا اس سے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ جس طرح موسٰے علیہ السلام کے سوجانے سے اُس عصا پر کسی کا دسترس نہ پہنچتا تھا اسیطرح حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قرآن شریف پر کسی محرف کو قدرت نہیں ہوسکتی سبحان اللہ خوب ہی انتقال ہے۔

شرح حبیبی ۲۱۰

مصطفیٰ را وعدہ کرد الطاف حق	گر بمیری تو نمیرد آن سبق
من کتاب و معجزت را رافعم	بیش و کم کن را ز قرآن مانعم
من ترا اندر دو عالم حافظم	طاغیان را از حدیثت رافضم
کس نتاند بیش و کم کردن درو	تو بہ از من حافظے دیگر مجو
رونقت را روز افزون مے کنم	نام تو بر زر و بر نقرہ زنم

منبر و محراب سازم بہر تو — در محبت قہر من شد قہر تو

نام تو از ترس پنہان میکنند — چون نماز آرند پنہان میشوند

خفیہ میگویند نامت را کنون — خفیہ ہم بانگ نماز ای ذوفنون

از ہراس و ترس کفار لعین — دینت پنہان میشود زیر زمین

من منارہ پر کنم آفاق را — کور گردانم دو چشم عاق را

چاکرانت شہرہا گیرند و جاہ — دین تو گیرد ز ماہی تا بماہ ۲۱۱

تا قیامت باقیش داریم ما — تو مترس از نسخ دین ای مصطفےٰ

اے رسول ما تو جادو نیستی — صادقی ہم خرقۂ موسیستی

ہست قرآن مر ترا ہمچو عصا — کفرہا را درکشد چون اژدہا

تو اگر در زیر خاکے خفتۂ — چون عصایش دان تو آنچہ گفتۂ

گرچہ باشی خفتہ تو در زیر خاک — چون عصا آگہ بود آن گفت پاک

قاصدان را بر عصایت دستے	تو بجسپ ای شہ مبارک خفتنے
تن بخفتہ نور جان در آسمان	بہر پیکارے توزہ کردہ کمان
فلسفے و آنچہ پوزش میکند	قوس نورت تیر دوزش میکند
آنچنان کرد و ازاں افزون کہ گفت	او بخفت و بخت و اقبالش نخفت

اب مولانا اگر پیرونیز حقیقتِ رافع ست کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا بیان
بالکل صحیح ہے چنانچہ اسکی نظیر یہ واقعہ موجود ہے کہ حق سبحانہ نے اپنے فضل و کرم سے
جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر آپ انتقال بھی فرماجاوین ۲۱۲
تو قرآن پھر بھی زندہ رہیگا مین اس کتاب اور اس معجزہ کو تفوق بخشونگا اور جو اس میں تحریف
کرنا چاہے گا مین مزاحمت کرونگا اور اسکو کامیاب نہ ہونے دونگا مین آپ کا دونون عالم
میں محافظ ہوں اور جو آپ کی بات نہ مانیں میں نہ انکو چھوڑ دونگا جب میں تم پر اتنا مہربان
ہون تو مین قرآن کی بھی حفاظت کرونگا تم اطمینان رکھو قرآن میں کوئی شخص کمی بیشی نہیں
کرسکتا اور مجھ سے بڑھکر تم کو کوئی محافظ ملے گا بھی نہیں پس فکر بیکار ہے مین آپکی رونق
کو روز بروز ترقی دونگا اور سونے چاندی پر آپکے نام کا سکہ ہوگا میں آپ کے لئے منبر و محراب
بناؤنگا جن میں آپ بحیثیت ایک مقتدا کے جلوہ افروز ہونگے اور چونکہ مجھے آپ سے
نہایت محبت ہے اسلئے آپ کا قہر و غضب میرا قہر و غضب ہوگا گو اب یہ حالت ہو
کہ مومنین مارے خوف کے آپ کا نام نہیں لے سکتے اور نماز بھی پڑھتے ہیں تو چھپ کر
اور آپ کا نام بھی لیتے ہیں تو آہستہ سے اور آذان بھی دیتے ہیں تو اس طرح کہ کسیکو خبر
نہ ہو اور ملعون کفار کے خوف سے آپ کا دین یوں پوشیدہ ہے جیسے کوئی چیز

زمین میں چھپی ہوئی ہو لیکن عنقریب میں آپ کے دین کو مشہور عالم کرونگا اور نافرمانوں کی آنکھوں کو اسکی چمک دمک سے اندھا کرونگا آپ کے خدام ملک جاہ پر قابض ہونگے اور آپکے دین کا زمین سے آسمان تک تسلط ہوگا آپ اسکا بھی اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا دین کسی وقت میں ادیان سابقہ کیطرح منسوخ ہوجاویگا یا مٹ جاویگا نہیں بلکہ ہم اسکو قیامت تک باقی رکھینگے اے ہمارے رسول آپ جادو نہیں جسکی شان وشوکت عارضی ہو بلکہ آپ سچے اور موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ نبوت میں مماثل ہیں آپ کے لئے قرآن ایسا ہی ہے جیسا اسکے پاس عصا تھا کہ یہ بھی تمام کفر ونکو اژدہے کیطرح نگل جاویگا آپ اگرچہ زیر زمین خواب راحت میں ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام مثل عصائے موسےٰ ہوگا کہ اسکو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتا اگرچہ آپ زیر خاک سورہے ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام عصا کی طرح خبردار ہوگا اور جو اس میں تحریف وغیرہ کا قصد کریگا اسکا اسپر قابو نہ چلیگا بس آرام سے سوئیے اور کچھ فکر نہ کیجئے آپ کا جسم سوتا ہوگا مگر آپ کا نور جان عالم بالا پر پہنچا ہوا جنگ مخالفین کے لئے کمان کھینچے ہوتے ہوگا یعنی آپ کو روحانی تعلق حق سبحانہ سے ہوگا جسکی وجہ سے حق سبحانہ اسوقت اُنکی خصوصیت کے ساتھ محافظ ہونگے اور فلسفی اور حکیم ونیا اور انکا پوزجو کارروائی آپ کے خلاف کریگا آپ کا نور اسکو فنا کردیگا اب مولانا ۲۱۳
فرماتے ہیں کہ جیسا حق سبحانہ نے وعدہ فرمایا تھا ویسا ہی کیا جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سوگئے مگر آپ کا بخت و اقبال بیدار رہا۔

شرح شبیری

قرآن مجید کو عصائے موسیٰ علیہ السّلام سے تشبیہ دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو موسیٰ علیہ السّلام کے

سو جانیسے تشبیہ دینا اور قرآن شریف مین تحریف کرنیوالونکو اُن ساحر بچون نے تشبیہ دینا جنھون نے کہ عصائے موسیٰ علیہ السلام کو چرانا چاہا تھا جبکہ موسیٰ علیہ السلام سورہے تھے

مصطفے را وعدہ کرد الطاف حق گر بمیری تو نمیرد این سبق

یعنی مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم سے الطاف حق نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر آپ وفات بھی پا گئے تب بھی یہ درس قرآن نہ مریگا اسلئے کہ۔ ۲۱۴

من کتاب و معجزت را رافعم بیش وکم کن راز قرآن مانعم

یعنی مین آپکی کتاب اور معجزہ (کے رتبہ) کو بلند کرنے والا ہون اور گھٹانے بڑھانے والیکو قرآن سے مانع ہون (اور کسیکو قدرت نہ ہونے دونگا)

من ترا اندر دو عالم حافظم طاغیان را از حدیثت دافعم

یعنی مین آپ کا دونون عالم مین حافظ ہون اور نا فرمانون کو آپکی حدیث سے دفع کرنیوالا ہون

کس نتاند بیش وکم کردن درو تو به از من حافظے دیگر مجو

یعنی اسمین کوئی شخص بیش وکم نہ کرسکیگا آپ مجھ سے بہتر کوئی اور محافظ نہ تلاش کرین۔

رونقت را روز افزون میکنم نام تو بر زر و بر نقرہ زنم

یعنی آپ کی رونق کو دن پر دن زیادہ کرونگا اور آپ کے نام کو سونے اور چاندی پر لاؤنگا یعنی آپکی سلطنت ہوگی اور آپکے نام کا سکہ چلیگا چنانچہ ہوا۔

منبر و محراب سازم بہر تو در محبت قہر من شد قہر تو

یعنی مین آپکے لئے منبر اور محراب بناؤنگا اور محبت مین آپ کا قہر میرا قہر ہے مطلب یہ کہ آپ سے محبت ہونے کی وجہ سے اگر کسی پر آپ کا قہر ہوگا تو اسپر میرا قہر بھی ہوگا اور مین تمہارے لئے منبر و محراب جو کہ لوازم سلطنت سے ہین بناؤنگا اور ابھی تو یہ حالت ہے کہ

نام تو از ترس پنہان میکنند چون نماز آرند پنہان مے شوند

یعنی آپ کے نام کو خوف کی وجہ سے پوشیدہ کرتے ہین اور جب نماز پڑھتے ہیں تو پوشیدہ ہوجاتے ہیں۔

۲۱۵ خفتہ میگویند نامت را کنون خفیہ ہم بانگ نماز ای ذی فنون

یعنی اب تو آپکے نام مبارک کو خفیہ لیتے ہیں اور آواز نماز کو بھی خفیہ رکھتے ہیں اے ذوفنون

از ہراس و ترس کفار لعین دینت پنہان میشود زیر زمین

یعنی کفار لعین کے خوف اور ترس کی وجہ سے آپ کا دین ابھی تو (گویا کہ) زیر زمین دفن ہوگیا ہے (مگر عنقریب یہ ہوگا کہ)

من منارہ پر کنم آفاق را کور گردانم دو چشم عاق را

یعنی مین آفاق میں اُس دین کو منارہ پر کرونگا اور منکر کی دو تون آنکھونکو اندھا بنا دونگا۔

چاکرانت شہر ہا گیرند و جاہ دین تو گیرد ز ماہی تا بماہ

یعنی آپکے غلام شہر دن اور مرتبوں کو لے لیں گے اور آپ کا دین ماہی سے ماہ تک محیط ہو جاوے گا
یعنی اسفل سے لیکر اعلیٰ تک آپ ہی کا دین ہوگا۔

تا قیامت باقیش داریم ما　　تو مترس از نسخ دین ای مصطفیٰ

یعنی قیامت تک ہم اسکو باقی رکھیں گے اور اے مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم تم نسخ دین سے
خوف مت کرو مطلب یہ کہ آپ بیفکر رہیں آپ کے بعد نسخ حق نہیں ہو سکتا۔

اے رسول ما تو جادو نیستی　　صادق ہم خرقہ موسیستی

یعنی اے ہمارے رسول آپ جادوگر نہیں ہیں آپ صادق ہیں اور آپ موسے کے ہم خرقہ ہیں

ہست قرآن مر ترا ہمچون عصا　　کفرہا را در کشد چون اژدہا

یعنی تمہارے لئے قرآن مثل عصا کے ہے کہ وہ کفروں کو اژدہا کی طرح مار ڈالتا ہے۔ ۲۱۶

تو اگر در زیر خاکے خفتۂ　　چون عصائش دان تو آنچہ گفتۂ

یعنی اگر آپ زیر خاک سو رہے ہیں تو جو کچھ کہ آپ نے فرمایا ہے اسکو عصا کی طرح جانو۔

گرچہ باشی خفتہ تو در زیر خاک　　چون عصا آگہ بود آن گفت پاک

یعنی اگرچہ آپ زیر خاک سو رہے ہوں مگر اس قول پاک کو مثل عصا کے آگاہ سمجھئے کہ
جسطرح وہ عصا ساحروں سے آگاہ ہوکر انکو بھگا دیتا تھا اسیطرح یہ قرآن بھی کسی کو اپنے
اوپر قدرت نہ ہونے دیگا۔

قاصدان را بر عصایت دست نے　　تو بخسپ ای شہ مبارک خفتنے

یعنی (تحریف کے) قاصدوں کو آپکے عصا پر قدرت نہیں ہے اے شاہ دوجہاں آپ مبارک سونا سوئیے

(باقی آیندہ)

الحديث يقال ان عيسى
عليه السلام مشى
على الماء قال
وصلى الله عليه
وسلم لو ازداد يقينا
لمشى على الهواء هذا
حديث منكر لا يعرف
هكذا والمعروف ما رواه
ابن ابى الدنيا فى كتاب
اليقين من قول بكر
ابن عبد الله المزنى قال
فقد الحواريون
نبيهم فقيل لهم توجه
نحو البحر فانطلقوا
يطلبونه فلما انتهوا
الى البحر اذا هو قد اقبل
يمشى على الماء فذكر
حديثا فيه ان عيسى
قال لو ان لابن آدم من
اليقين شعرة مشى
على الماء وفى شرح الاحياء

حدیث - کہا جاتا ہے کہ عیسے علیہ السلام
پانی پر چلتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ اگر اون کا یقین اور زیادہ ہوتا
تو وہ ہوا پر چلتے یہ حدیث منکر ہے (یعنی
غیر ثقہ نے ثقات کے خلاف روایت کیا
ہے) یہ اس طرح معروف نہیں ہے (معروف
مقابل ہے منکر کا) اور معروف وہ ہے
جو ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں بکر
ابن عبد اللہ مزنی کا قول نقل کیا ہے کہ
حوارین نے اپنے پیغمبر (عیسے علیہ السلام)
105 کو (ایک بار) نہ پایا کسی نے کہا کہ وہ دریا
کی طرف گئے ہیں۔ وہ (دریا کی طرف)
اونکو تلاش کرتے ہوئے چلے جب پار پہونچے
دیکھتے کیا ہیں کہ وہ پانی پر چلتے ہوئے
آرہے ہیں پھر حدیث ذکر کی جس میں یہ
ہے کہ عیسے علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر
ابن آدم کو ایک بال برابر بھی یقین ہو تو پانی
پر چلنے لگے شرح زبیدی میں ہے کہ
میں کہتا ہوں کہ نیز ابن ابی الدنیا اور
ابن عساکر نے فضیل بن عیاض سے
روایت کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام سے

للزبیدی قلت روی
ابن ابی الدنیا ایضاً وابن
عساکر عن فضیل بن
عیاض قال قیل لعیسی
ابن مریم بای شیٔ
تمشی علی الماء فقال
بالایمان والیقین
قالوا فانا امنا کما
امنت وایقنا کما
ایقنت قال فامشوا
اذاً فمشوا معه فجاء ۱۰
الموج فغرقوا فقال
لهم عیسی ما لکم
قالوا خفنا الموج
قال الا خفتم رب
الموج فاخرجهم وروی
ابو منصور الدیلمی فی
مسند الفردوس بسند
ضعیف من حدیث
معاذ بن جبل لو
عرفتم الله حق معرفته

کہا گیا کہ آپ کس چیز سے پانی پر چلتے ہیں فرمایا
ایمان اور یقین سے لوگوں نے عرض کیا کہ ہم بھی
ایمان رکھتے ہیں جیسا آپ ایمان رکھتے ہیں اور ہم بھی یقین
رکھتے ہیں جیسا آپ یقین رکھتے ہیں آپ نے فرمایا تو اس
حالت میں چلو وہ اون کے ساتھ چلے پھر
ایک موج آگئی تو لگے غوطہ کہانے اون سے
عیسے علیہ السلام نے فرمایا تم کو کیا ہوا کہنے
لگے ہم موج سے ڈر گئے آپ نے فرمایا تم رب
موج سے کیوں نہ ڈرے پھر اُن کو آپ نے
(دریا سے) نکالا زبیدی کا قول ختم ہوا۔
اور ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں
سند ضعیف سے معاذ بن جبل کی حدیث
روایت کیا ہے کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی ایسی
معرفت ہوتی جیسا معرفت کا حق ہے تو
تم دریاؤں پر چلتے اور تمہاری دعاؤں سے
پہاڑ (اپنی جگہ سے) ٹل جاتے ف مراد
یقین سے اس مقام پر یہ ہے کہ بعض واقعات
یومیہ کی نسبت بعض تصرفات حق کا ایسا
جازم خیال ہو جس میں جانب مخالف کا احتمال
ہی نہو مثلاً یہ پختہ خیال کر لیا کہ میں اگر پانی
پر چلوں گا تو اللہ تعالیٰ مجھکو غرق نہ کریں گے)

اثر بعض درجات الکمال بالیقین

لمشيتم على البحور
ولزالت بدعائكم
الجبال في المراد
باليقين ههنا هو
الجزم ببعض تصرفات
الحق في بعض الحوادث
اليومية بحيث
لا يحتمل النقيض وهو
قسم من التوكل و
هذه خاصية عادة
الا لمانع خاص
وليس من لوازم الايمان
ولا من خواصه نعم يزداد
بركة بالايمان وهو معنى
قول عيسى عليه السلام
بالايمان واليقين حديث
معاذ لو عرفتم اي لو
ايقنتم وعرفتم والمقصود
بيان خاصيته لا فضيلته
ولو اشكل عليك ان
الغزالي كيف جوز هذه

اور یہ توکل کی ایک قسم ہے اور یقین (بالمعنی
المذکور) کی عادۃً یہ خاصیت ہے مگر کسی
مانع خاص سے (اس کا تخلف بھی ہو جاتا ہے)
اور یہ یقین (بالمعنی) نہ لوازم ایمان سے ہے
(ممکن ہے کہ ایک شخص کامل الایمان ہو اور یہ
خیال اس درجہ کا اوسکو حاصل نہو) اور نہ
خواص ایمان سے ہے (ممکن ہے کہ یہ خیال
اس درجہ کا کسی غیر مومن کو بھی حاصل ہو جاوے)
البتہ ایمان سے (اس خیال) میں برکت بڑھ
ہو جاتی ہے اور یہی (از دیاد برکت) معنی
ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے ارشاد کے کہ ایمان 107
اور یقین سے اور (یہی معنی ہیں) حدیث
معاذ کے اگر تمکو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہوتی
یعنی اگر تمکو یقین اور معرفت حاصل ہوتی اور
مقصود ان روایات میں یقین کی خاصیت
کا بیان کرنا ہے نہ کہ اوسکی فضیلت کا
بیان کرنا اور اگر تم کو یہ اشکال واقع ہو کہ
امام غزالیؒ نے اس روایت منکرہ کو کیسے
جائز رکھا (کہ اپنی کتاب میں درج کر دیا) جبکہ
حضرت علیؓ سے اون کا قول منقول ہے
کہ اگر میرے لیے سب پردے اٹھا دیے جاویں

الروایۃ المنکرۃ مع قول
علیؓ لوکشف لی الغطاء ما
ازددت یقیناً لانہ یستلزم
بلوغ علیؓ الی اقصے
مراتب الیقین وعدم
بلوغ عیسے علیہ
السلام الیہ فیلزم منہ
تفضیل الولی علی النبی
وھو باطل فالملزوم مثلہ
فازعم بان المراد بہ فی
قول علیؓ علی تقدیر ۱۰۸
ثبوتہ ھو الایمان
ولا دلیل علی عدم
بلوغ عیسی علیہ
السلام الی اقصے
مراتبہ بل اقصے
مراتب ایمان
الولی لا یبلغ ادنے
مراتب ایمان النبی
فضلا عن اقصی
مراتبہ فافھم حق الفھم

تب بھی میرے یقین میں ترقی نہ ہو (بلکہ
جتنا یقین اوسوقت حاصل ہوتا وہ اب بھی
حاصل ہے اور اشکال) اس لئے (ہوسکتا ہے)
کہ اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت علیؓ تو انتہائی
مراتب یقین تک پہونچے ہوئے تھے اور عیسے
علیہ السلام اوس مرتبہ تک پہونچے ہوئے
نہ تھے اور اس سے ولی کی فضیلت نبی
پر لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے پس جس سے
یہ بات لازم آئی ہو وہ بھی باطل ہے (پس اس
روایت کی صحت کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا
پھر غزالیؒ اسکو کیوں لائے) سو اس
اشکال کو اس طرح زائل کرو کہ مراد یقین سے
حضرت علیؓ کے قول میں بشرطیکہ یہ قول
ثابت بھی ہو ایمان ہے (معنے مراد نہیں جسمیں
کلام ہے) اور اسکی کوئی دلیل نہیں کہ عیسے
علیہ السلام ایمان کے انتہائی مراتب تک
پہنچے ہوئے نہ تھے (نعوذ باللہ منہ) بلکہ ولی کا
انتہائی مرتبہ ایمان کا نبی کے ایمان کے ابتدائی مرتبہ
تک بھی نہیں پہونچتا چہ جائیکہ اوس کے انتہائی
مرتبہ تک پہونچ سکے خوب اچھی طرح سمجھ لو اور مزید شرح
اسکی کلید مثنوی دفتر سادس کے عشر ثالث میں ہے۔

(باقی آئندہ)

یہ عالم ایک مسجد میں رہتے تھے اور مسجد کی جنوبی جانب ایک سہ دری تھی اسمین پڑہایا کرتے
تھے مولوی فضل رسول بدایونی ظہر کی نماز سے پہلے یا عصر کی نماز سے پہلے انکی خدمت میں
پہنچے اور ان کو اپنی وہ تحریرات سُنائیں جو انھون نے مولانا شہید کے رد مین لکھی تہیں
اور ان سے اُنکی تصدیق اور مولانا شہید کی تکفیر چاہی استنے میں جماعت تیار ہو گی مولوی
صاحب نے فرمایا کہ پہلے نماز پڑہ لیں پھر غور کرینگے مولوی فضل رسول کے ساتھ ایک
شخص بھی تھا مولوی صاحب اور موی فضل رسول تو نماز کے لئے اٹھ کہڑے ہوئے اور
وہ انکا ساتھی نہیں اُٹھا اور بیٹھا ہوا حقہ پیتا رہا جب مولوی صاحب نماز پڑہکر تشریف
لائے تو اسنے حقہ پیتے ہوئے دیکھا اسپر مولوی صاحب نے مولوی فضل رسول
سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہین انھون نے کہا کہ یہ میرے عزیز ہیں مولوی
صاحب نے پوچھا کہ یہ تمہارے ساتھ کتنے دنون سے ہین اُنھون نے مدت بتائی اسپر
مولوی صاحب نے فرمایا کہ تکفیر کا میرا ارادہ پہلے بھی تھا مگر اسنا رادہ تہا کہ کچھ آپکے
۹۳ موافق لکھدونگا مگر الحمد للہ کہ اسوقت نماز کی برکت سے مجھ پر ایک حقیقت منکشف ہوئی
وہ یہ کہ یہ شخص تمہارا عزیز بھی ہے اور اتنی مدت سے تمہارے ساتھ بھی ہے مگر باوجود
اسکے تم اسے مسلمان (نمازی) بھی نہ بنا سکے اور مولوی اسمٰعیل جس طرف کو نکل گیا ہے
ہزارون کو دیندار بنا گیا ہے پس قابل تکفیر تم ہو یا کہ مولوی اسمٰعیل لہذا تم میرے پاس سے
چلے جاؤ میں کچھ نہ لکھونگا اسپر وہ بے نیل مرام واپس ہو گئے یہ قصہ بیان کر کے
خانصاحب نے فرمایا کہ میں اس شخص سے لاہون جو مولوی فضل رسول کے ساتھ تھا
حالانکہ وہ بڈہا ہو گیا تھا مگر بڑہاپے تک بے نماز تھا اور دنیا کی تمام بازیون شل کبوتر بازی
بٹیر بازی مرغ بازی وغیرہ میں ماہر تھا۔

حاشیہ حکایت (۷۹) **قولہ** پس قابل تکفیر الخ **اقول** اس بناء
پر نہیں کہ تمہارا اثر ساتھی پر نہ ہوا بلکہ اس بناء پر کہ اتنے بڑے خادم اسلام کی تکفیر کی
جو بروئے حدیث موجب تکفیر ہے پس حدیث کے جو معنے بھی ہین اسی معنے کر یہ قابلیت
بھی ہے تکفیر کی (شت)

(۴۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے شاہ عبدالرحیم صاحب نے بروایت مولانا گنگوہی بیان فرمایا کہ سید صاحب کے قافلہ کا ریاست رامپور جانے کا ارادہ ہوا یہ زمانہ نواب احمد علی خان کا تھا جب علماء رامپور کو اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جسطرح بھی ممکن ہو سید صاحب کے لوگوں کو بالخصوص مولوی اسمٰعیل صاحب کو نیچا دکھایا جاوے اور مشورہ سے ایک عالم صاحب کو گفتگو کیلئے منتخب بھی کر لیا گیا اس زمانہ میں رامپور میں ایک صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگرد تھے جو رامپور ہی کے رہنے والے تھے جب ان کو اس مشورہ کی اطلاع ہوئی تو وہ رامپور سے پیدل روانہ ہوئے اور دو تین منزل چلکر سید صاحب کے قافلہ سے ملاقات کی اور ان لوگوں سے کہا کہ آپ صاحبوں کا رامپور تشریف لیجانا مصلحت نہیں ہے کیونکہ وہاں کے علماء نے آپ لوگوں سے مناظرہ کا مشورہ کیا ہے اور وہ مناظرہ پر تلے ہوئے ہیں اور اگر جانا ہی ہے تو اور لوگ جائیں مگر مولوی اسمٰعیل صاحب کا جانا کسیطرح مصلحت نہیں ہے کیونکہ وہاں کے علماء انکے خاص طور پر درپے ہیں۔ ۹۴
اسکے بعد وہ خاص طور پر مولوی اسمٰعیل صاحب کے پاس گئے اور ان سے خصوصیت کے ساتھ اس واقعہ کو بیان کیا اور درخواست کی کہ آپ ہرگز رامپور تشریف نہ لیجائیں مولانا نے فرمایا کہ یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے ہم لوگوں کی وجہ سے اسقدر تکلیف گوارا کی اور ہم آپکے ممنون ہیں لیکن یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جسکی وجہ سے اتنی پریشانی ہو کیونکہ وہ لوگ یا معقول میں گفتگو کرینگے یا منقول میں اگر منقول میں گفتگو کرینگے تو جو بات ہمیں معلوم ہوگی ہم اسکا جواب دینگے اور جو نہ معلوم ہوگی ہم صاف کہدینگے کہ ہم نہیں جانتے اور اگر وہ معقول میں گفتگو کرینگے تو عقل خدا نے ہمیں بھی دی ہے وہ اشراقیہ اور مشائیہ کا جمع کیا ہوا گوہ اچھالیں گے اسکے جواب میں ہم بھی اپنی عقل سے گوہ اچھالیں گے دیکھیں وہ کہانتک چلتے ہیں غرض مولانا نے اپنا ارادہ فسخ نہیں کیا اور قافلہ کے ہمراہ مولانا رامپور پہنچے جب وہ رامپور پہنچے ہیں تو حسب قرارداد باہمی علماء رامپور نے اپنے منتخب عالم کو مناظرہ کے لئے بھیجا اس نے

پہنچکر مولانا سے سوالات شروع کئے اور مولانا نے تمام سوالات کا جواب دیا یہ گفتگو تین روز تک رہی جب سائل کے سوالات کا سلسلہ ختم ہوا تو مولانا نے فرمایا کہ آپ کے سوالات تو ختم ہوئے اب مجھے اجازت ہو تو چند سوالات میں بھی کرون انھون نے اجازت دی مولانا نے صرف چار سوال کئے دو معقول کے اور دو منقول کے مگر انکو جواب نہ بن آیا اسلئے انھون نے مہلت چاہی کہ مین کل جواب دونگا آپ نے اجازت دیدی اگلے دن صبح کی نماز کے وقت انکا حجرہ نہیں کھلا لوگون نے نماز کے لئے اٹھانا چاہا مگر وہان سے کوئی جواب نہ آیا تب لوگونکو شبہ ہوا تو لوگ کواڑ اتار کر اندر داخل ہوئے دیکہا تو وہ عالم صاحب مرے پڑے ہیں اور انھون نے سر میں پتھر مارکر خودکشی کرلی ہے۔

حاشیہ حکایت (۸۰) **قولہ** آپ کا احسان ہے **اقول** یہ ہے ادب مشیر کا کہ اگر اسکے مشورہ پر عمل بھی نہ کیا جاوے تب بھی اسکی شکر گزاری کرے یہ نہیں کہ اسکو رد کرنا شروع کردے جیسا آج کل کے متکبرین کا شیوہ ہے **قولہ** ہم صاف کہدینگے کہ ہم نہیں جانتے **اقول** یہ ہے ادب علم دین کا کہ جو بات معلوم نہ ہو بے تکلف لاادری کہدے یہ نہیں کہ اپنے جہل کو مختلف ایچ پیچ سے چھپاوے جیسا کہ آجکل متکبرین کا شیوہ ہے **قولہ** فی آخر القصۃ پتھر مارکر الخ **اقول** ایسا رسوائی کا خوف کیا مگر اس رسوائی سے نہ بچے جبکہ اس قصہ کی شہرت ہوگئی یہ تو دنیا کا خسارہ ہوا کہ جان اور جاہ دونون برباد ہوئے اور آخرت کا خسارہ کہ خودکشی پر استحقاق مواخذہ ہے یہ جدا رہا احقر کے وجدان میں یہ خسارۂ دارین سزا ہے اہل اللہ کیساتھ عداوت اور آویزش کی بقول عارف شیرازی **ع**

بس تجربہ کردیم درین دیر مکافات ٭ با دُردکشان ہر کہ در افتاد بر افتاد (**ششت**)

(۸۱) خانصاحب نے فرمایا کہ خورجہ مین ایک رئیس تھے نواب اعظم علی خان یہ بہت بڑے رئیس تھے مگر اس زمانہ میں لڑکے تھے انکی والدہ مولوی عبدالقیوم صاحب سے بیعت تھیں اور مولوی عبدالقیوم صاحب جب بھوپال سے بڈہانہ وغیرہ جاتے

تو خورجہ میں نواب صاحب کے یہاں ٹھیرتے تھے چونکہ میں بھی خورجہ مین مقیم تھا اور میرے قیام کے زمانہ مین مولانا خورجہ مین تین مرتبہ تشریف لائے اور ہر مرتبہ میں نے ان سے نیاز حاصل کی اسلئے مجھ سے محبت کرنے لگے تھے اور انکے بڑے صاحبزادے مولوی محمد یوسف صاحب بھی مجھ سے بہت محبت کرنے لگے ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم صاحب خورجہ تشریف لائے اور مولوی عبدالرحمٰن خان خورجوی کے مکان پر ٹھیرے سردیونکا موسم تھا اور چھت کے اوپر چارپائیاں بچھی ہوئی تھین اور مولانا دھوپ میں ٹوپی اتارے ہوئے ایک چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے اور مولوی احمد حسن صاحب مولانا کی پائنتی بیٹھے ہوئے تھے اور مین دوسری چارپائی پر بیٹھا ہوا تھا اور میرا منہ مولانا کی طرف تھا اور مولانا کا منہ اس زینہ کی طرف جو چھت پر چڑہنے کے لئے تھا اتنے میں مولوی محمد یوسف صاحب زینہ پر چڑہے مین نے منہ پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ مولوی محمد یوسف صاحب ہیں مولانا نانوتوی نے پہلے انکو کبھی نہ دیکھا تھا اس لئے وہ ان سے واقف نہ تھے مین نے عرض کیا کہ حضرت یہ مولوی محمد یوسف صاحب ہیں مولوی عبدالقیوم صاحب کے صاحبزادے ۹۶
یہ سُنکر مولانا گھبرا کر ننگے پاؤن اُٹھے اور جاکر انکے قدم پکڑنے کے لئے جھکنا چاہا مگر مولوی محمد یوسف صاحب نے مولانا کو قدم نہ پکڑنے دیے اب مولانا نے انکو اپنی چارپائی پر سرہانے بٹھانا چاہا مگر مولوی محمد یوسف صاحب مولانا کے سرہانے بھی نہ بیٹھے اور جس چارپائی پر میں بیٹھا تھا اسپر بیٹھ گئے تھوڑی دیر تک باتین ہوتی رہین اسکے بعد مولوی محمد یوسف صاحب تشریف لیگئے اسکے بعد مولانا ان سے ملنے کے لئے اسکے قیام گاہ پر تشریف لے گئے مولوی محمد یوسف صاحب نواب اعظم علیخان کے مکان پر تشریف رکھتے تھے اور نواب صاحب اس زمانہ مین بیمار تھے مولانا ممدوح مولوی یوسف صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اسی اثناء میں نواب صاحب کے چچا نے مولوی محمد یوسف صاحب کے کان مین کچھ کہا اسکے بعد مولوی محمد یوسف صاحب نے مولانا سے فرمایا کہ نواب صاحب نوعمر ہیں اور اسلئے دین کی طرف ان کو چندان توجہ نہیں ہے اگر آپ وعظ فرمادین تو ممکن ہے کہ آپ کی برکت سے انکو اعمال

مفید الاطفال

مولفہ مولوی قاری محمد حسین صاحب مدرس مدرسہ بیت العلوم شہر مالیگاؤن

یہ مبارک رسالہ علم تجوید کے ابتدائی مسائل میں مولانا موصوف نے علم تجوید کے مبتدی طلبہ کیلئے نہایت سلیس اور عام فہم جدید طرز پر تصنیف فرمایا ہے مخارج وصفات حروف اور قواعد اوقاف وغیرہ کو دلنشین پیرایہ مین بیان کیا ہے جسکو ایک نظر دیکھنے سے تجوید کے ضروری مسائل پر کافی عبور ہو جاتا ہے۔ اس رسالہ کی نسبت حضرت استاذ القراء مولانا حافظ قاری ضیاء الدین صاحب الہ آبادی تحریر فرماتے ہیں۔

مین نے اس رسالہ کو سنا ماشاء اللہ اسکے مولف نے اکثر ضروری مسائل تجوید محققہ کو اچھے عنوان سے آسان عبارت میں بیان فرمایا ہے جو پڑھنے پڑھانے کیلئے نافع ہے اللہ پاک اسکے مولف مشفقم مولوی قاری محمد حسین صاحب مدرس مدرسہ بیت العلوم مالیگاؤن ضلع ناسک کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس رسالہ کو مقبول انام فرمائے۔

مولانا قاری عبد المعبود صاحب مدرس مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ تحریر فرماتے ہیں

رسالہ ماشاء اللہ خوب لکھا ہے۔ دیکھکر طبیعت بہت خوش ہوئی انشاء اللہ درس میں داخل کرونگا۔

مولوی قاری ابو نعمان محمد فضل الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ مشاغل العلوم فاروقیہ بنارس تحریر فرماتے ہیں

میں اثنا لجناب قاری صاحب قبلہ سے ملنے کو گیا تہا بذریعہ بہائی استجاب الدین صاحب جناب کا رسالہ دیکھنے میں آیا مطالعہ سے بہت مسرت ہوئی مبتدی فن کے لئے نہایت مفید ہے جسکو اس قدر پسند آیا کہ اسیوقت چند عدد اس غرض سے خرید لیا تاکہ نصاب میں داخل کروں۔

اسیطرح دیگر مقتدر علماء وقراء نے اپنی پسندیدگی اور خوشنودی کا اظہار بہت اچھے الفاظ میں کیا ہے اور ابتدائی درجہ تجوید وقرات میں داخل درس کرنیکا مشورہ دیا ہے امید کہ شائقین فن تجوید اس سے فائدہ اٹھائیں گے

قیمت تین آنے مع محصولڈاک۔ تاجرون اور زیادہ مقدار مین خریدنے والے اصحاب کے ساتھ خاص رعایت ہوگی۔

خط وکتابت سے طے ہو سکتا ہے

ملنے کا پتہ

مولوی قاری محمد حسین صاحب مدرس مدرسہ بیت العلوم شہر مالیگاؤن ضلع ناسک

دوسرا پتہ

دفتر مدرسہ بیت العلوم شہر مالیگاؤن ضلع ناسک

المشتہرین

اراکین مدرسہ بیت العلوم شہر مالیگاؤن ضلع ناسک

حکیم الامۃ مجدد والملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کی تازہ تالیف
یعنی

احکام التجلّی من التعلّی والتدلّی

جناب باری عزاسمہٗ کا دیدار کب ہوگا کہاں ہوگا کس طرح ہوگا۔ اس باب میں حضرت مدظلہم نے نہایت عجیب لطیف رسالہ تحریر فرمایا ہے جس میں تین فصلیں ہیں۔ فصل اوّل میں دلائل شرعیہ سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ دنیا میں دیدار باری تعالیٰ ممتنع ہے۔ فصل دوم میں یہ بیان ہے کہ اس امتناع سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس مستثنیٰ ہے اور آپکو لیلۃ المعراج میں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوا فصل سوم میں نہایت شرح وبسط سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ آخرت میں تمام اہل ایمان کو انہیں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوگا اور فلاں فلاں مقام پر ہوگا اور ہر مقام کے دیدار میں کیا فرق ہے اسکے ساتھ ہی تجلی کے اقسام ذکر فرماکر بہت سے فوائد علمیہ تحریر فرمائے ہیں اسطرح یہ رسالہ اس مبحث میں مفصل ومکمل ہوگیا ہے۔ قیمت تین آنے (۳/) خریداران الہادی کے واسطے دو آنے۔ (۲/)

المصالح العقلیۃ للاحکام النقلیۃ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں۔ افسوس ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام بجالانے اور امر ونہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیمیافتہ تحقیق اسباب علل کو آڑ بناکر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں۔ مگر خدائے تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت حکیم الامۃ مدظلہم العالی کو کہ المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرماکر آزادان ہند کیلئے رموز واسرار کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جو ایک حق طلب وحق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہوسکتا ہے ورنہ خود پسند ونفس پرست کیلئے تو دفتر بھی کافی نہیں۔ قیمت حصہ اول نو آنے خریداران الہادی کیواسطے سات آنہ۔ ایضاً حصہ دوم ۱۲/ خریداران الہادی کیواسطے ۸/ ایضاً حصہ سوم ۱۲/ خریداران الہادی کیواسطے ۸/

ملنے کا پتہ

محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت محصوص و دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشید یا بادی ✦ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر جملہ

مقاصد مبادی ✦ پس اتباعاً للنص المذکور ✦ صحیفۂ شہریہ کہ مشتمل ست بر تدریج شہود

مسمیٰ بہ

الہادی

فی پرچہ ۲/

نمبر ۴	بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۴۵ھ	جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی ✦ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل اعتبارات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ✦ باہتمام محمد عثمان عامی ✦ در مطبع اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ در دریبہ کلاں دہلی بزیور طبع میگردد

ھ ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث اقتص منا بکتاب مسدد قضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت شعبان المعظم ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب فی التہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب	۱
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۹
۳	حل الاشتباہات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب	۱۹
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد [illegible] صاحب مدظلہم	۲۷
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.... ایضاً	۳۵
۶	امیر الروایات فی حبیب الحکایات	تصوف و سیر	مولوی حبیب احمد صاحب بعد حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۴۷

اصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ھذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) کبھی ماہ کا رسالہ علاوہ ٹائٹل کے ڈہائی جزسے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھ جانا ممکن ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنے ہے

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا کر چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا۔ اور دو آنہ فیس رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ وصول کریگا اور دو روپے بارہ آنے کا وی پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے۔ اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو طلب فرمادیں۔ مگر انکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے کہ بعض آدمی (اپنے خیال میں) نماز سے فارغ ہوتا ہے اور اسکی نماز میں سے صرف دسواں حصہ نواں حصہ آٹھواں ساتواں چھٹا پانچواں چوتھائی تہائی آدھا حصہ لکھا جاتا ہے اسکو ابو داؤد و نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے بھی اسکے مثل اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو الیسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض تو تم میں سے نماز کامل پڑھتے ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ آدھی تہائی چوتھائی پانچواں حصہ نماز کا پڑھتے ہیں اسیطرح جناب دسویں حصہ تک پہنچے اسکو نسائی نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے ابو الیسر کا نام کعب بن عمرو سلمی ہے بدر میں شہید ہوتے ہیں

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز کے تین حصے ہیں پاکی ایک ثلث ہے اور رکوع ایک ثلث ہے اور ۲۱۷
سجدہ ایک ثلث ہے پس جس نے اسکو اسکے حق کے موافق ادا کیا اسکی نماز قبول کیجاتی ہے اور تمام عمل بھی قبول کئے جاتے ہیں اور جسکی نماز قبول نہیں کیجاتی ہے اسکے اور عمل بھی قبول نہیں کئے جاتے ہیں اسکو بزار نے روایت کیا ہے اور کہتے ہیں ہم اسکو مرفوع صرف مغیرہ بن مسلم کی حدیث سے جانتے ہیں حافظ مصنف کتاب فرماتے ہیں اسکی اسناد حسن ہے۔

اور حضرت حریث بن قبیصہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں مدینہ منورہ میں آیا تو میں نے کہا اے اللہ تو مجھکو کوئی نیک ہمنشین نصیب فرما پس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس بیٹھا اور عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالےٰ سے دعا کی تھی کہ مجھکو نیک ہمنشین نصیب فرما تو آپ مجھ سے ایسی حدیث بیان کیجیے جسکو آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو اللہ تعالےٰ سے امید ہے کہ مجھکو اس سے نفع پہنچائے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے اول ہی جو بروز قیامت بندہ سے اسکے اعمال میں سے سوال کیا جائیگا وہ نماز ہے اگر یہ درست نکلی تو فلاح پائی اور مطلوب کو پہونچ گیا اور اگر یہ فاسد ہو گئی تو ٹوٹے اور خسران میں پڑ گیا اور اگر اسکے فرض

نماز مین کچھ نقصان رہگیا تو اللہ تعالے فرماینگے دیکھو کیا میرے بندہ کے کچھ نوافل ہین اگر ہونگے تو فرضونکی کمی انسے پوری کردیجائے گی پھر اسکے تمام اعمال اسی قاعدہ پر ہونگے لہذا بندہ کو چاہیئے کہ جیسے نماز فرض کے ساتھ نوافل پڑہتا ہے فرض روزہ زکوٰۃ کے ساتھ نفلی روزہ اور صدقات بھی کرتا رہے تاکہ نوافل سے فرائض کی بھرتی ہوجائے اسکو ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن غریب کہا ہے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہین ایک روز رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑہی پھر فارغ ہوکر فرمایا اے فلانے کیا اپنی نماز کو درست نہین کرتا کیا نمازی اپنی نماز کو نہیں دیکھتا جب نماز پڑہتا ہے کیونکر پڑہتا ہے اپنے ہی واسطے تو نماز پڑہتا ہے میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا ہی دیکھتا ہون جیسا کہ آگے سے دیکھتا ہوں اسکو مسلم نسائی ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ کے الفاظ یہ ہیں حضرت ابوہریرہ نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ ظہر کی نماز پڑہی جب سلام پھیرا تو ایک آدمی کو پکارا جو آخر صف میں تھا فرمایا اے فلان کیا اللہ سے ڈرتا نہیں کیا دیکھتا نہیں کس طرح نماز پڑہتا ہے اسیں شک نہین جب تم مین سے کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے ۲۱۸
وہ اسی لئے کھڑا ہوتا ہے کہ اپنے رب سے مناجات کرے اسکو دیکھنا چاہیئے کیونکر مناجات کرتا ہے تم لوگ گمان کرتے ہو کہ میں تمکو نہیں دیکھتا مین خدا کی قسم اپنی پس پشت ایسا ہی دیکھتا ہوں جیسا کہ آگے سے دیکھتا ہون۔

اور حضرت عثمان بن دہرشؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا اللہ پاک کسی بندہ سے کسی عمل کو قبول نہیں فرماتے جبتک کہ اسکا قلب اسکے بدن کے ساتھ حاضر نہو اسکو محمد بن نصر مروزی نے کتاب الصلوٰۃ میں اسیطرح مرسل روایت کیا ہے اور ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں اُبی بن کعب کے واسطے سے مرسل مسند روایت کیا ہے اور مرسل زیادہ صحیح ہے۔

اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہیں ہر رکعت میں تشہد پڑہے اور خشوع کرے

اور زاری کرے اور مسکنت کرے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاوے فرماتے تھے کہ ہاتھوں کو اسطرح اٹھاوے کہ ہاتھوں کے اندر کی جانب چہرے کے سامنے ہو اور عرض کرے اے میرے پروردگار اے میرے پروردگار (یعنی دعا مانگے) اور جس نے ایسا نہیں کیا اسکی نماز ایسی ایسی ہے اسکو ترمذی نسائی اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے اور اسکے ثبوت میں تردد کیا ہے سب نے اسکو لیث بن سعد کی روایت سے روایت کیا ہے کہتے ہیں لیث نے ہم سے حدیث بیان کی ہے عبد ربہ بن سعید نے عمران بن ابی انس سے انھون نے عبداللہ بن نافع بن عمیاء سے انھون نے ربیعہ بن حارث سے انھون نے فضل بن عباس سے اور ترمذی نے کہا ہے اسکے علاوہ ابن المبارک کے اور لوگون نے اس حدیث مین کہا ہے جس نے ایسا نہیں کیا تو اسکی نماز ناقص ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ میں نے امام محمد بن اسمٰعیل بخاری سے سنا ہے کہتے تھے اس حدیث کو شعبہ نے عبد ربہ سے روایت کیا ہے اس میں چند جگہ خطا کی ہے کہا اور لیث بن سعد کی حدیث شعبہ کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے حافظ مصنف کتاب کہتے ہیں
۲۱۹ عبداللہ بن نافع بن عمیاء سے عمران بن ابی انس کے سوا اور کسی نے نہین روایت کیا ہے اور عمران ثقہ ہیں اور اسی حدیث کو ابو داؤد اور ابن ماجہ نے طریق شعبہ سے انھون نے عبد ربہ سے انھون نے ابن ابی انس سے انھون نے عبداللہ بن نافع بن عمیاء سے انھون نے عبداللہ ابن حارث سے انھون نے مطلب بن ابی وداعہ سے روایت کیا ہے اور ابن ماجہ کے یہ لفظ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز دو دو رکعت ہیں اور تشہد پڑھے ہر دو رکعت مین اور محتاجی ظاہر کرے اور مسکنت کرے اور ہاتھ اٹھاوے اور کہے اے اللہ بخشدے مجھکو پس جس نے ایسا نہیں کیا تو وہ نماز ناقص ہے خطابی نے کہا ہے کہ ائمہ حدیث شعبہ کو غلطی کی طرف منسوب کرتے ہیں اس حدیث مین پھر بخاری کا پہلا قول نقل کیا اور کہا کہ یعقوب ابن سفیان بھی مثل قول بخاری کے کہتے ہیں اور شعبہ کی روایت کو خطا کہا ہے اور لیث بن سعد کو درست کہا اور ایسا محمد بن اسحٰق بن خزیمہ نے بیان کیا ہے اور لفظ تبائس کے معنے اظہار فقر و تنگی کے ہیں اور لفظ تمسکن مسکنت سے کہتے ہیں اور بعضون نے اسکے معنے سکون اور وقار کے کہے ہیں اور اس میں میم زائد بتائی ہے اور لفظ تقنع کے معنے دعا اور سوال کے وقت ہاتھ

اُٹھاتے کے ہیں اور لفظ خداج کے معنے اس جگہ اجر وفضیلت میں نقصان کے ہیں خطابی کا کلام ختم ہوا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں ہم نماز صرف اس شخص کی قبول فرماتے ہیں جو ہماری عظمت کی وجہ سے نماز کے ساتھ تواضع کرے اور میری مخلوق پر بڑائی نہ کرے اور میری معصیت پر اصرار کی حالت میں رات نہ گزارے اور اپنے دن کو میرے ذکر میں گزارے اور مسکینوں مسافروں بیواؤں پر رحم کرے اور مصیبت زدہ پر رحم کرے یہ وہ شخص ہے کہ اسکا نور مثل آفتاب کے نور کے ہے میں اُسکی نگہبانی اپنی عزت اور جلال سے کرتا ہوں اور اپنے فرشتوں سے اُسکی حفاظت کراتا ہوں میں اسکے واسطے اندھیرے میں روشنی کردیتا ہوں اور نادانی میں بردباری نصیب کرتا ہوں اور اسکی مثل میری مخلوقات میں مثل فردوس کے ہے تمام جنت میں اسکو بزار نے بروایت عبداللہ بن واقد حرانی کے روایت کیا ہے اور اس کے باقی راوی سب ثقہ ہیں۔ ۲

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے کہ بندہ جب نماز پڑھتا ہے اور اسکو تمام نہیں کرتا نہ اُسکے خشوع (یعنی سجدہ) کو اور نہ اسکے رکوع کو اور ادہر اُدہر توجہ زیادہ کرتا ہے اسکی وہ نماز قبول نہیں کیجاتی اور جو شخص اپنے کپڑے (تہبند وغیرہ) تکبر سے کھینچتا ہے (یعنی تہبند وغیرہ اتنا نیچا رکھتا ہے کہ چلتے ہوئے گھسٹتا ہے اور وہ تکبر اور لاپرواہی سے چلتا پھرتا ہے) اللہ اسکی طرف دیکھنے کا بھی نہیں اگرچہ وہ اللہ کے نزدیک (کسی اور جہت سے) عزت دار بھی ہو اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اول جو چیز اس اُمت سے اُٹھےگی وہ خشوع ہوگا یہانتک کہ تم اُن میں کسیکو خاشع اور سرنگوں ہی نہ دیکھوگے (واللہ اعلم مقصود یہ ہے کہ خاشع کی بہت قلت ہوجاتے گی) اسکو طبرانی نے سند حسن سے روایت کیا ہے اور اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں ایک حدیث کے

آخر میں شداد بن اوس پر موقوف کرکر روایت کیا ہے اور اسکو طبرانی نے مرفوع بھی بیان کیا ہے اور موقوف زیادہ مشابہ ثواب کے ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہتے ہیں مثال فرض نماز کی مثل ترازو کے ہے جس نے پورا دیا پورا لیگا اسکو بیہقی نے اسیطرح روایت کیا ہی اور انکے سوا اور محدثین نے حسن سے مرسل روایت کیا ہے اور وہ بھی درست ہے اور مطرف اپنے والد بزرگوار رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ایسی حالت میں دیکھا کہ آپکے سینہ میں ایسی آواز تھی جیسے چکی کی آواز ہوتی ہے رونے کی وجہ سے اسکو ابو داود نے روایت کیا ہے اور نسائی کے یہ الفاظ ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے ایسی حالت میں دیکھا کہ آپکے شکم مبارک میں ایسی آواز تھی جیسے ہانڈی میں (جوش کرتے ہوئے) ہوتی ہے یعنی رونے کی وجہ سے اور اسی حدیث کو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے اپنی اپنی صحیح میں مثل نسائی کے روایت کیا ہے مگر
۲۲۱ ابن خزیمہ نے (بجائے شکم کے) سینہ کہا ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں بدر کے دن ہم میں کوئی سوار نہیں تھا بجز حضرت مقداد رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اور بقسم ہم نے اپنے آپ کو دیکھا کہ ہم میں سے کوئی ایسا نہ تھا کہ سوتا نہ ہو بجز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ جناب ایک درخت کے نیچے برابر صبح تک نماز پڑھتے رہے اور سب سوتے رہے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن ابی بکر سے مروی ہے کہ حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے ایک باغ میں نماز پڑھتے تھے ایک چڑیا اڑی ادہر اُدہر پھرتی تھی نکلنے کا راستہ ڈہونڈتی تھی باقی نہیں تھی یہ بات انکو عجیب معلوم ہوئی ذرا دیر اسکی طرف نظر پڑتی رہی پھر نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ انکو خبر ہی نہیں کہ کتنی پڑہی ہے کہنے لگے کہ میرے اس مال میں مجھکو فتنہ پہنچ گیا پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر نماز کی غفلت کا قصہ بیان کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ وہ باغ صدقہ ہے جہاں چاہیں خرچ فرمائیں اسکو امام مالک نے روایت

کیا ہے اور عبداللہ بن ابی بکر نے اس قصہ کو نہیں پایا اور یہی قصہ کو ایک دوسرے طریق سے بھی روایت کیا ہے مگر اس میں نہ ابو طلحہ کا ذکر ہے اور نہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہے اور اسکے الفاظ یہ ہیں کہ ایک شخص انصار مین سے قف کے ایک باغ مین جواروں کی موسم میں نماز پڑھتے تھے (قف مدینہ منورہ کے جنگلوں میں سے ایک جنگل ہے) اور جواروں کے درخت جھکے ہوتے تھے اور خوشے (بوجھ کی وجہ سے جھک کر گولائی پر ہو گئے تھے انکی طرف نظر جا پڑی تو اچھے معلوم ہونے لگے پھر نماز کی طرف متوجہ ہوئے تو دیکھتے کیا ہیں کہ یہ ہی نہیں جانتے کہ کتنی پڑہی ہیں کہنے لگے میں اپنے اس مال کی وجہ سے فتنہ میں پڑ گیا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ اسوقت خلیفہ تھے اور یہ قصہ بیان کیا اور کہا کہ وہ باغ صدقہ ہے اسکو سبیل خیر میں خرچ کیجئے حضرت عثمانؓ نے اسکو پچاس ہزار میں بیچا اُس باغ کا نام ہی پچاس ہزار ہو گیا۔

اور اعمشؒ سے مروی ہے کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالے عنہ جب

۲۱ نماز پڑھتے تھے ایسے ہو جاتے تھے جیسا کوئی کپڑا پڑا ہوا ہوتا ہے اسکو طبرانی نے کبیر میں بیان کیا ہے اور اعمش نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو پایا نہیں ہے۔

اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی مسلمان وضو کامل کرتا ہے پھر نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور جو زبان سے پڑہتا ہے اسکو جانتا ہے وہ لامحالہ نماز سے ایسا فارغ ہو گا جیسا اس دن تھا کہ اسکی والدہ نے جنا تھا (گناہ سے پاک) اسکو حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح الاسناد کہا ہے اور یہ حدیث مسلم وغیرہ میں بھی ہے اور پہلے گزر چکی ہے۔

نماز میں آسمان کیطرف نظر اُٹھانے سے ڈرانا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کا کیا حال ہے کہ اپنی نظروں کو نماز میں آسمان کی طرف اُٹھاتے ہیں آپ نے اس کلام کو بہت سختی سے فرمایا یہانتک کہ فرمانے لگے یا تو اس سے باز رہیں

نہیں تو انکی آنکھیں اچک لیجائینگی اسکو بخاری ابوداؤد و نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نظروں کو آسمان کی طرف مت اٹھاؤ اچک لیجائینگی یعنی نماز میں اسکو ابن ماجہ طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکے راوی صحیح کے راوی ہیں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوموں کو ضرور نماز میں دعا کے وقت اپنی نظروں کو آسمان کی طرف بلند کرنے سے باز رہنا چاہیے ورنہ انکی نگاہیں اچک لی جائینگی اسکو مسلم نسائی نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے نماز میں ہو تو اپنی نظر کو آسمان کی طرف نہ اٹھاوے (کہیں) اچک لی جاوے اسکو طبرانی نے اوسط میں ابن لہیعہ کی روایت سے بیان کیا ہے
۲۲۳ اور نسائی نے عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اُن سے بیان کیا ہے اور نام صحابی کا نہیں لیا۔

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قوموں کو باز رہنا چاہیے اس سے کہ نماز میں اپنی نظروں کو آسمان کی طرف اٹھاویں ورنہ انکی نگاہیں انکی طرف لوٹینگی نہیں اسکو مسلم ابوداؤد و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ابوداؤد میں اسطرح ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں تشریف لے گئے تو کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ اپنی نظریں آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں تب فرمایا باز رہنا چاہیے ان لوگوں کو کہ اپنی نگاہیں اونچی کئے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں نہیں تو انکی نگاہیں انکی طرف واپس نہ ہونگی۔

نماز میں اِدہر اُدہر مونہ پھیرنے وغیرہ سے ڈرانا

حضرت حارث اشعری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے حضرت یحیٰی بن ذکریا علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو پانچ باتون
کا حکم کیا تھا کہ خود بھی اسپر عمل کریں اور بنی اسرائیل کو بھی حکم کریں کہ عمل کریں اور حضرت یحیٰی
کچھہ متردد ہوتے کہ حضرت عیسےٰ علی نبینا وعلیہ السّلام نے ارشاد فرمایا اللہ تعالےٰ نے تم کو
حکم کیا ہے پانچ باتونکا تاکہ تم خود بھی عمل کرو اور بنی اسرائیل کو بھی عمل کرنے کا حکم کرو پس یاتو
تم انکو حکم کرو نہیں تو مین حکم کرتا ہون حضرت یحیٰی نے فرمایا میں اس سے ڈرتا ہون اگر تم مجھ سے
سبقت کرو تو اللہ مجھکو زمین میں نہ دھسادے اور عذاب نہ کرے بس تمام لوگونکو بیت المقدس
میں جمع ہونے کا حکم دیا بیت المقدس بھر گیا اور کنارون پر بیٹھ گئے تب فرمایا اللہ تعالےٰ نے
مجھکو پانچ باتونکا حکم فرمایا ہے کہ میں اُن پر عمل کرون اور تم کو عمل کرنے کا حکم کرون اُن میں اوّل
یہ ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور اللہ کے ساتھ شرک کرنیلے
کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نے اپنے خالص مال سونا چاندی سے ایک غلام خریدا اور اس سے
کہا کہ یہ میرا گھر ہے اور یہ میرا کام ہے کام کر کے میرے پاس پہنچا تو وہ غلام کام کرکرا اور دون کو
دینے لگا پس تم میں سے کون پسند کریگا کہ میرا غلام ایسا ہو اور اللہ تعالےٰ نے تم کو نماز کا حکم ۲۲۴
کیا ہے جب نماز پڑہا کرو تو ادہر اُدہر نہ دیکھا کرو اس واسطے کہ اللہ تعالےٰ اپنے چہرہ کو بندہ
کے چہرہ کے مقابل برابر قائم رکھتا ہے جبتک کہ بندہ ادہر اُدہر نہیں دیکھتا ہے (ف اللہ
کے واسطے چہرہ کا ثابت کرنا متشابہات سے ہے یہ ایمان ہے کہ چہرہ ضرور ہے مگر کیفیت اسکی
معلوم نہیں کہ کیسا ہے جیسا کہ اسکی ذات حقیقی کا علم بشر کے واسطے ممکن نہیں اسیطرح اسکے چہرہ
ہاتھ وغیرہ کا علم بھی ممکن نہیں اور نہ یہ معلوم ہے کہ اس سے کیا مراد ہے اور جو کچھ توجیہات بعض
علمار نے بیان کی ہیں سب ظنی ہیں یہی اہل حق کا مسلک ہے) اور تم کو روزہ رکھنے کا حکم
کیا ہے اسکی مثال مثل ایک آدمی کے ہے کہ ایک جماعت میں بیٹھا ہوا ہے اور اسکے ہاتھ
میں ایک تھیلی مشک کی ہے کہ اسکی خوشبو ہر ایک کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور روزہ دار کے
مونہ کی بو اللہ تعالےٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے اور تم کو صدقہ کا
حکم کیا ہے اسواسطے کہ اُس کی مثال مثل اُس شخص کے ہے کہ اسکو دشمن نے قید کر لیا اور اسکے
ہاتھون کو اسکی گردن سے مضبوط باندھ دیا اور اسکی گردن مارنے کو سامنے لاتے۔

(باقی آئندہ)

شرمندہ ہوجاتا ہے اور میں اسکو بڑے لوگوں کے لئے پسند نہیں کرتا آخر میں نے انکی شرم یوں اُتاری کہ میں نے اُن سے کہا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ عامل ہیں اور مجھکو نیند کم آتی ہے اگر آپ پانی پڑھکر بھیجدیا کریں تو بہت اچھا ہو چنانچہ وہ اس سے خوش ہوگئے اور تشتری لکھدینے کا وعدہ کیا غرض حضرت علیؓ کی طرفداری کرکے دوسرے صحابہؓ کو بُرا نہ کہنا چاہئے اور صاحبو اُسوقت کی سلطنت ہی کیا تھی جسپر کوئی لالچ کرتا اُسوقت کی سلطنت یہ تھی کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ دوپہر کے وقت گرمی میں چلے جارہے تھے حضرت عثمانؓ نے دیکھا پوچھا کہ امیرالمؤمنین کہاں چلے آپ نے فرمایا کہ بیت المال[۱] کا ایک اونٹ گم ہوگیا ہے اُسکی تلاش کو جارہا ہوں حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ حضرت آپ نے اس گرمی میں کیوں تکلیف کی کسی کو حکم دیدیا ہوتا کہ وہ تلاش کرلیتا آپ نے فرمایا اے عثمانؓ میدان قیامت کی گرمی زیادہ سخت ہے اور قیامت میں سوال تو مجھ سے ہوگا نہ کہ دوسرے سے اسواسطے خود ہی جارہا ہوں غرض کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ ترقی پرند تھے یہ حضرات اُس ترقی پرستے کہ ساری دنیا جانتی ہے بلکہ مانتی ہے حالانکہ نہ اُنکے پاس فیشن تھی نہ سامان آرائش واقعہ یہ ہوکہ میں جوکہ بڑی بھاری جنگ تھی ایک شخص اونٹنی ١٧
پرسوار فتح کی خوشخبری لیکر آیا تو حضرت عمرؓ سے جوکہ روزانہ خبر کے انتظار میں باہر جاکر گھنٹوں کھڑے رہتے تھے جنگل میں ملاقات ہوئی آپ نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے آتا ہے معلوم ہوا یرموک سے آرہا ہے آپ نے جنگ کا حال پوچھا تو اُس نے آپ کو نہ پہچانا کہ یہ خلیفہ ہیں کیونکہ آپ کے لباس وغیرہ میں کوئی شان خلافت اور بادشاہت کی نہ تھی نہ تاج ہی سر پر تھا اسلئے اس نے آپکی طرف کچھ توجہ نہ کی اور اونٹنی دوڑاتے ہوئے مدینہ کی طرف چلا اور حضرت عمرؓ پیچھے پیچھے اونٹنی کے ساتھ دوڑے جاتے تھے جب آبادی کے قریب آئے تو لوگوں نے پہچانا اور امیرالمومنین کو سلام کیا اُسوقت اُسکو معلوم ہوا کہ خلیفہ یہی ہیں تو اُس نے بہت معذرت کی آپ نے فرمایا کہ میں نے جو قدم بھی اُٹھایا ہے ثواب کیلئے اُٹھایا ہے تجھے معذرت کرنیکی کوئی ضرورت نہیں۔ اب ہماری حالت یہ کہ جو قدم اُٹھتا ہے نفسانیت کے لئے اٹھتا ہے ایک صاحب جو کہ بہت عزت دار تھے مجھ سے فرمانے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا لڑکا ایسا ہوجاوے کہ ہزار روپے میں گذر کرلیا کرے اور

[۱] مسلمانوں کے خزانے کو بیت المال کہتے ہیں ۱۲

حالت لڑکے کی یہ تھی کہ پندرہ سے زیادہ کا اسکا ایک کوٹ ہی تھا افسوس ہو کہ ہم کو دوسری قومونکی
ریس اور دیکھا دیکھی نے برباد کیا ہم دوسرون کی حرص کرتے ہین اور وہ بھی بُری باتون مین انھون نے
ہماری باتین سیکھ کر گھر آباد کر لیا اور ہم انکی باتین سیکھ کر اپنی رہی سہی حالت بھی برباد کئے دیتے ہیں
دعوی ہے قومی ہمدردی کا اور مُسلمانون سے نفرت اسقدر ہے کہ شہر میں رہنا بھی گوارا نہیں الگ
جنگل میں جا کر رہتے ہیں صاحبو کیا ترقی اسی پر بھی موقوف ہے کہ قوم کے پاس بھی نہ رہا جائے دیکھئے
بھوپال کی بیگم صاحب آجکل کے ترقی یافتہ لوگون سے بہت زیادہ ترقی پر ہیں مگر حالت یہ ہے کہ اگر
کوئی غریب رعایا مین سے شادی وغیرہ مین انکی دعوت کرتا ہے تو قبول کر لیتی ہین اب یہ حالت ہے
کہ ہمارے روشن خیال سب سے زیادہ دعوت ہی کو ذلیل سمجھتے ہیں مجھے لکھنؤ کی ایک حکایت
یاد آئی کہ وہان ایک مولوی صاحب کی دعوت ایک سقے نے کی مولوی صاحب اُسکے گھر جا رہے
تھے کہ راستہ مین ایک رئیس صاحب ملے پوچھا مولوی صاحب کہان جا رہے ہو مولوی صاحب نے
بیان کیا کہ اس سقے نے دعوت کی ہے اسکے ہان جا رہا ہون تو رئیس صاحب فرمانے لگے کہ
۱۸ مولوی صاحب آپ نے تو لٹیا ہی ڈبو دی کیا سقون کی دعوت بھی کھانے لگے مولوی صاحب
نے یہ سُنکر سقے سے فرمایا کہ بھائی مین تو دعوت میں اس شرط سے چلتا ہون کہ ان رئیس
صاحب کو بھی لے چل اس سقے نے انکی خوشامد شروع کی اب تو رئیس صاحب بہت گھبرائے
مگر جب اس نے بہت ہی خوشامد کی اور دو چار بڑے بڑے آدمی بھی اتفاقاً وہان جمع ہوگئے تھے
انھون نے بھی بہت کچھ کہا سنا کہ ایک غریب آدمی اسقدر خوشامد کرتا ہے اور تم مانتے نہیں
بڑے بیرحم سخت دل ہو تو مجبور ہو کر ان رئیس صاحب کو ماننا پڑا آخر اُسکے گھر گئے وہان جا کر
دیکھا کہ تمام گھر مین فرش کیا ہوا ہے اور سقے ہاتھ باندھے کھڑے ہوئے ہیں کوئی ہاتھ چومتا
ہے کوئی پاؤن پکڑتا ہے آخر کھانا کھلایا گیا اور خود سارے سقے غلامون کی طرح کھڑے
رہے جب وہان سے فارغ ہو کر آتے تو رئیس صاحب نے کہا کہ حضرت واقعی مین غلطی پر
تھا آج مجھے معلوم ہوا کہ عزت غریبون کے ساتھ رہنے مین ہے میں نے آجتک یہ تعظیم نہیں
دیکھی تھی جوان لوگون نے کی سچ یہ ہے کہ محبت کے لوگ یہی ہیں اور رئیسون کو جو کچھ عزت
نصیب ہوتی ہے اپنے نوکرون مین ہوتی ہے لیکن انکی تعظیم بھی صرف ظاہر میں ہوتی ہے

دل میں نہیں ہوتی تو کر خوف کی وجہ سے تعظیم کرتے ہیں جیسے بھیڑیے کی تعظیم کیجاتی ہے غرض صحابہؓ نے اسطرح اپنی زندگی گذاری اور وہی حقیقی ترقی تھی تو اگر دنیا میں اُن حضراتؓ جیسی ترقی ہو تو اسلام کو بیشک ترقی ہے لیکن اگر یہ نہ ہو تو ساری دنیا کے مال و دولت جمع ہو جانے سے بھی اسلام کی کچھ ترقی نہیں یہ تو اہل دنیا کی شفقت کا بیان تھا اب ایک شفقت اہل دین کی ہے کہ ان لوگوں کو جوش اُٹھتا ہے کہ جسطرح ہوسکے قوم کی اصلاح ہو جائے اس کوشش میں طرح طرح کی مشکلیں انکو پیش آتی ہیں اول تو جسمانی تکلیف ہوتی ہے دوسرے بعض وقت دین کی بھی خرابی ہو جاتی ہے کہ اُسکے اہتمام میں بعض ناجائز طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں تیسرے کسی کے بہت پیچھے پڑنے سے اسکو عداوت ہو جاتی ہے یاد رکھو خدا تعالےٰ کے دربار میں طاقت سے زیادہ کسیکو تکلیف نہیں دیجاتی مجھے تو حضرت مولانا گنگوہی کا قول یاد آتا ہے اگر انکے پاس کوئی مسجد وغیرہ کے چندہ کی فہرست لیکر آتا اور دستخط کرنے کی درخواست کرتا تو فرماتے کہ میاں کیوں لوگوں کے پیچھے پڑے مسجد یا مدرسہ بنانا ہی ہے تو کچی دیواریں اُٹھا کر بنا لو اگر وہ کہتا کہ حضرت کچی دیواریں
19 گرجائینگی تو فرماتے کہ میاں پکی دیواریں بھی آخر ایک دن گرینگی تو جب یہ گرجائیں گی کوئی دوسرا بنادیگا تم قیامت کا بند وبست کرنے کی فکر میں کیوں پڑے تو بوجھ اسیقدر اٹھاؤ جو تم سے اُٹھ سکے حدیث شریف میں ہے کہ مومن کو چاہیئے کہ اپنے کو ذلیل نہ کرے اگر صحابہؓ اس حدیث کا مطلب حضورؐ سے دریافت نہ فرماتے تو آجکل کے روشن خیال اسکا یہ مطلب سمجھتے کہ مومن کو پھٹا کپڑا نہ پہننا چاہیئے بلکہ خوب بن سنور کر عمدہ پوشاک میں رہنا چاہیئے لیکن صحابہؓ نے حضورؐ سے پوچھکر مطلب حل کر دیا حضورؐ نے فرمایا کہ نفس کا ذلیل کرنا یہ ہے کہ اتنی مشقت اٹھائے جسکی طاقت نہ ہو اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ اسلام کی تعلیم ذلت اختیار کرنے سے روکتی ہے مگر آجکل روشن خیالوں نے ذلت کو مولوی ہونے کا اثر سمجھ لیا ہے حالانکہ مولویوں سے زیادہ یہی لوگ ذلت کو اختیار کرتے ہیں ہمارے نزدیک ایک قصبہ ہے وہاں بھی اور قصبوں کی طرح یہ رسم ہے کہ شادی میں دولہن کے میانہ پر بکھیر ہوتی ہے اس بکھیر کو بھنگی اُٹھاتے ہیں چند روز ہوئے کہ وہاں شادی ہوئی اور اس موقع پر آجکل کے ایک روشن خیال بھی تھے انھوں نے بھنگیوں کے ساتھ ملکر بکھیر کے پیسے جمع کئے شاید تین چار آنے پیسے

اسکے ہاتھ لگے کیون صاحب جب انگریزی مدرسون کے چندے کیواسطے یہانتک گوارا کیا جاتا ہے
تو اگر کوئی مولوی اسلامی مدرسون کے لئے چندہ جمع کرے تو اسکو بھیک منگا کیون کہا جاتا ہے اور
اسکو ذلت کیون بتلایا جاتا ہے پھر جب نماز کا وقت آیا اور وہ نماز پڑھنے کے لئے آئے تو ایک
ظریف نے انکی خبر لی کہا کہ تم ہماری جماعت سے الگ ہو جاؤ کیونکہ تم ناپاک ہو انھون نے کہا کیسے
ناپاک ہونے کی کیا وجہ ان ظریف نے جواب دیا کہ تم بھنگیون کے ساتھ ملکر پیسے لوٹ رہے تھے
اور اسوقت تم کو بھی پسینہ آرہا تھا اور انکو بھی اور اُنکے ناپاک بدن سے تمہارا بدن لگا جاتا تھا اس وجہ
سے تمہارا بدن بھی ناپاک ہوگیا مگر وہ ایسا بے ہمت تھا کہ اُسکو اس سے کچھ بھی اثر نہ ہوا پھر جب نیگ
لینے کا وقت آیا تو وہان بھی جا موجود ہوئے ایک روپیہ آپ کو بھی ملا خدا کا شکر ہے کسی مولوی نے
کبھی ایسی حرکت نہین کی مگر چونکہ ان بیچارون کی صورت غریبانہ ہے وہ ایسے کام نہ کرنے پر بھی
بھیک منگے ہیں اور ان لوگون کی صورت چونکہ امیرانہ ہے اسلئے یہ بھیک مانگنے پر بھی عزت والے
رہے مولویوں کے سینکڑون وعظ ایسے ہوتے ہین کہ ان میں چندہ کا نام بھی نہیں ہوتا اور
ان صاحبون کا کوئی لکچر بھی ایسا نہیں ہوتا جس مین چندہ کی ترغیب نہ ہو دوسرے یہ کہ بعضے مولوی ۲۰
اگر چندہ لیتے بھی ہیں تو دباؤ ڈالکر نہیں لیتے کیونکہ دباؤ ڈالکر وہ لے سکتا ہے جسکا کچھ اثر ہو ان
بیچارون کا اثر ہی کیا ہے جو انکا دباؤ پڑے اور یہ حضرات دباؤ ڈالکر ظلم کرکے وصول کرتے ہیں مین
دونون جماعتون کو کہتا ہون کہ تم کو اس حالت پر تمہاری شفقت لائق ہے تم نے قوم پر ضرورت سے
زیادہ شفقت کرکے ایسے ذریعے اختیار کئے ہیں بس تم اسیقدر شفقت کرو جو تمہارے دین میں
نقصان نہ پہنچائے بعضے لوگ چندہ مین ایسی کوشش کرتے ہین کہ ناجائز طریقے سے بھی نہیں
بچتے اس خیال سے کہ بدون اسکے کام نہیں چلتا اگر یہ تدبیرین نہ کیجائیں تو کام بند ہو جائے گا
مگر میں کہتا ہوں کہ اگر کام بند ہی ہو جائے گا تو بھی آپ کو کیا فکر قیامت مین اگر اسکی تم سے پوچھ گچھ
ہو تو کہدینا کہ میں نے لوگون کو امداد کی ترغیب دی تھی مگر کسی نے نہ مانا اور کام بند ہو گیا میں وعدہ
کرتا ہون کہ اس جواب کے بعد تم پر کوئی الزام نہ ہوگا ہم نے اپنے وطن مین ایک مدرسہ کر رکھا
ہے مگر اس انداز سے کہ نہ کسی سے چندہ مانگا جاتا ہے نہ کسیکو ترغیب دی جاتی ہے طالبعلمون
سے صاف کہدیا ہے کہ اگر خدا پر بھروسہ کرکے رہیں تو رہیں ہم ذمہ داری نہیں کرتے خدا تعالیٰ

نے دیا تو ہم دیدینگے مگر باوجود اتنی بے پروائی کے اچھی خاصی طرح مدرسہ چل رہا ہے بلکہ یہانتک انتظام کیا کہ طالبعلمون کی ایسی دعوت بھی جسمین کسی کے گھر جانا پڑے قبول نہیں کیجاتی اگرچہ دعوت کا کھانا لینا بھیک نہیں ہے مگر چونکہ آجکل طالبعلمون کی دعوت اکثر لوگ اُنکو ذلیل سمجھکر کرتے ہیں اسلئے ہم نے اسکو بھی قبول نہیں کیا اور میں دینے والون کو مشورہ دیتا ہون کہ اگر وہ طالبعلمون کو کچھ دین تو عزت سے دینا چاہیئے وہ آپکے مہمان ہیں دیکھئے اگر آپکا کوئی مہمان آکر مسجد مین ٹھیرے اور کھانے کے وقت گھر جانے سے انکار کرے تو آپ کیا یہ کہینگے کہ دروازہ پر جاکر کھانا لے آؤ ہرگز نہیں بلکہ مسجد میں جاکر خود اسکو کھانا دینگے پھر طالبعلمون کے ساتھ یہ کیون نہیں کیا جاتا اور جب تم نے خود اُنکو دروازے پر بلایا تو گویا اپنے مہمانون کو تم نے خود ذلیل کیا پھر کس مُنہ سے انکو ذلیل کہتے ہو خود تم نے ہی تو انہیں بلاکر ذلیل کیا اور خود ہی ذلیل کہتے ہو خلاصہ یہ ہے کہ مین دونون جماعتون کو کہتا ہوں کہ اپنی یہ حالت چھوڑ دو اور تھوڑا تھوڑا کام شروع کر دو تم لوگ دل ہی سے بڑا کام شروع کرتے ہو اسکے لئے مجبوراً زیادہ اہتمام کی ضرورت ہوتی ہے جسکی وجہ سے تم کو نامناسب کوششین کرنی پڑتی ہیں ایک آسان ترکیب آپ کو بتلاتا ہون کہ جو کام شروع کرنا ہو اتنا شروع کیجئے جو آپ اپنی ذات سے کر سکیں جب کام شروع ہو جائیگا اور دوسرے دیکھینگے خود بخود تمہاری مدد کرینگے خلاصہ اس تقریر کا یہ ہوا کہ شفقت کی بھی ایک حد مقرر ہے تم بھی اسپر رہو چنانچہ اس آیت میں اس مضمون کے متعلق اللہ تعالیٰ نے حضور کی تسلی فرمائی کہ شفقت اُن لوگو پر کیجئے جنمین خدا کا خوف ہو اور عالم ہون ایک بات تو اس آیت سے یہ ثابت ہوئی دوسری بات اس آیت سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا رتبہ نہایت عظیم الشان ہے کہ خدا تعالیٰ کو آپکا غمگین ہونا کسیطرح منظور نہیں جب کوئی بات رنج کی ہوتی ہے فوراً تسلی فرمائی جاتی ہے اور حضور کی شان تو اور ہی ہے آپ کی اُمت کے ولیون کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا یہی معاملہ ہے فرماتے ہیں کہ اُنکے لئے خوشخبری ہے دُنیا مین بھی اور آخرت میں بھی کبھی ان حضرات کا دل تنگ نہین ہوتا ہمیشہ خوش رہتے ہیں اور کیونکر نہ رہین ان حضرات کے پاس وہ چیز ہے کہ وہ جس کے پاس بھی ہوگی خوش ہی رہے گا بایں ان حضرات کی خوشی کی یہ حالت ہے کہ

اُن کو بادشاہونکی پریشانی پر رحم آتا ہے اور لوگ توانکی ظاہری حالت پر رحم کرتے ہیں کہ ان بیچارونکو کھانے کو نہیں ملتا بھوکے مرجاتے ہین اور یہ حضرات اہل دُنیا پر رحم کھاتے ہیں کہ انکو دنیا کا ہیضہ ہورہا ہے اور انکو پتہ نہیں بلکہ اس مرض کو مبارک مرض سمجھ رکھا ہے صاحبو تم اُن فاقہ مستون اور روزہ دارون پر رحم مت کرو اپنی حالت پر رحم کرو انکے لیئے خوان نعمت تیار ہورہا ہے قیامت مین ان سے کہا جاویگا کہ اپنے عملون کے عوض خوب کھاؤ پیو غرض اہل دنیا کو ان پر رحم آتا ہے مگر رحم کے قابل حقیقت میں وہ خود ہیں خلاصہ یہ کہ غم کے وقت اللہ والوں کی اب بھی تسلی ہوتی ہے تو اس مقام پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی گئی ہے حضور کی تسلی کے لیئے ارشاد ہوتا ہے کہ آپ کیون غم فرماتے ہیں آپ تو اُن لوگوں کو ڈرا سکتے ہین جنکو خوف ہو اور خوف جب ہوتا ہے جبکہ علم ہو اور علم انکو ہے نہین مگر یہ چاہیں تو علم حاصل کر سکتے ہین پس جب یہ خود ہی توجہ نہیں کرتے آپ بھی غم نہ فرمایئے اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ علم میں کیسی خوبی ہے اور اسیکا بیان کرنا اسوقت مقصود ہے دیکھیئے اس سے بڑھکر اور ایک فضیلت ہوگی کہ بے علم حاصل کئے خدا کا خوف نہیں ہوسکتا اور خوف کا ہونا ضروری ہے غور کرنے ۲۲
سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں خوف سے بڑھکر اور کسی چیز کا اہتمام نہیں اور اس سے زیادہ کوئی واجب نہین تقوی بھی اسی خوف کا نام ہے اللہ تعالے قرآن شریف کی نسبت فرماتے ہیں ھدی للمتقین ہ معنے یہ ہیں کہ قرآن شریف ہدایت ہے ڈرنے والون کے لئے کیونکہ جب خوف پیدا ہوگا تب ہی حق کی تلاش بھی ہوگی خوف وہ چیز ہے کہ اسلام بھی اسی کی بدولت پھیلا ہے پس خوف کا ہونا نہایت ضروری ہے اور بغیر علم کے خوف پیدا نہیں ہوتا اس لئے علم بھی ضروری ہوا لیکن نرے علم سے خوف نہیں پیدا ہوتا بلکہ علم کے ساتھ غور و فکر کی بھی ضرورت ہے کیونکہ بدون اسکے دل پر علم کا اثر نہیں ہوتا محض زبان تک رہتا ہے غرض دو چیزون کی ضرورت ہوئی ایک تو علم دین کی کیونکہ یہ نہ ہو تو خوف ہو ہی نہیں سکتا اور دوسری چیز یہ ہے کہ تنہائی مین بیٹھکر خوب سوچا کرو کہ قیامت کے لئے ہم نے کیا سامان تیار کر رکھا ہے جب وہان پوچھ ہوگی تو ہم کیا جواب دینگے اس سے ایک اثر پیدا ہوگا اور اس اثر کا نام حال ہے تو اصلاح کے لئے تین چیزین ضروری ہوئیں ایک علم دوسرا عمل تیسرا حال۔ حال کا ہونا بھی ضروری ہے کیونکہ

اصلاح کیلئے تین چیزوں کی ضرورت ہے

جبتک حال نہ ہونرے علم وعمل سے کام نہیں چلتا مثلاً ایک شخص جانتا ہے کہ زنا حرام ہے اور
اسپر عمل بھی کرے کہ زنا سے بچا رہے لیکن اسپر اسیوقت تک جارہ سکتا ہی جبکہ اس عمل میں
صاحب حال بھی ہوجائے بغیر حال کے عمل ایسا ہے جیسے بے انجن کی گاڑی کہ اسکو ہاتھ سے ڈھکیل
کر کچھ دُور تک لیجایئے لیکن جہان چھوڑ دیجئے گا رہجائیگی کیونکہ اسمین آگ نہیں پس یا تو خود انجن
بنجاؤ کہ تمہارے اندر خدا کی محبت کی آگ بھری ہو نہیں تو کسی انجن کے ساتھ ہو لو اور اگر یہ بھی نہ ہو
تو وہی حالت ہوگی جسکو پہلی مثال میں عرض کر چکا ہون غرض حال نہ ہو تو عمل اکثر بیکار ہوجاتا ہے
لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی سمجھئے کہ نرا حال بھی کافی نہیں بلکہ حال کے لئے عمل کا ہونا بھی ضروری ہے
جسمیں عمل کا ظہور نہیں اس مین حال بھی یقیناً نہیں کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک شخص صاحب حال
ہو اور اسکا حال ہمیشہ چھپا ہی رہے کبھی ظاہر ہی نہ ہو اور حال کا ظاہر ہونا ہی عمل ہے دل کی
حالت عمل ہی سے ظاہر ہوتی ہے دیکھو اگر کسی عاشق کی مدت کے بعد محبوب سے ملاقات
ہو تو اسکی کیا حالت ہوتی ہے کہ اول تو اسکو دیکھتے ہی اُسکی تعظیم کے لئے زمین پر گر پڑیگا پھر
جا کر اسکو لپٹ جائیگا کیا یہ ممکن ہے کہ محبوب کو دیکھے اور اُسکو حرکت بھی نہ ہو یوں ہی دیوار ۲۳
کی طرح کھڑا رہے تو اگر کسی شخص مین محبت خداوندی کا حال ہے تو اسکی کیا وجہ کہ اسکی حرکات
سے کبھی اسکا ظہور نہ ہو ہمیشہ یہ حال چھپا ہی رہے آخر اسکا ظہور کیوں نہیں ہوتا اور وہ اطاعت
خداوندی کیون نہیں کرتا غرض علم بھی ضروری عمل بھی ضروری حال بھی ضروری پس خوف حال ہی
اسی سے عمل میں آسانی ہوتی ہے اسی سے عمل کی توفیق ہوتی ہے کیونکہ جبتک کسی چیز کا چسکا نہ ہو
اسوقت تک کام کرنے کی ہمت نہیں ہوتی اور یہ بات کچھ دین کے کامون ہی کے ساتھ خاص
نہین بلکہ حال ہی سے دنیا کے کام بھی چلتے ہیں دیکھئے اگر رات کے دو بجے کسی جگہ ریل میں
جانا ہو تو ٹھیک وقت پر بلا کسی کے جگائے ہوئے آنکھ کھل جانا یہ حال ہی کی بدولت تو ہے کہ
دل پر سفر کا خیال سوار ہو گیا پس کسی چیز کا دل میں رچ جانا یہی حال ہے۔

(۴) واقعی جو شخص بھی عشق کے رنگ میں آتا ہے بدنام ہوتا ہے ہمارے ایک دوست
ہیں ڈپٹی کلکٹر جب روز سے انپر یہ محبت الٰہی کی حالت غالب ہوئی ہے دُنیا سے انکا دل برا
ہوگیا ہے انکے خاندان کے لوگ اُن سے خفا ہیں اور میری شکایت کرتے ہین کہ قیامت مین

ان سے اس بات کی پکڑ ہوگی کیونکہ یہ قوم کے لوگون کو تباہ کر رہے ہین مگر میں اسکے جواب میں
وہی کہونگا جو کہ ہمارے بزرگ حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے ہی موقع
پر کہا تھا کہ میاں ہمکو بھی تو کسی نے بگاڑا ہے اسلئے ہم کو تو یہی بگاڑنا آتا ہے لوگ کیون ہمارے
پاس بگڑنے آتے ہین ہم کسیکو بلانے تو نہیں جاتے صاحبو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں نے
قوم کے کتنے لوگونکو بگاڑ دیا نوکری سے میں منع نہیں کرتا تعلقات مین نہیں چھڑاتا ہاں یہ کہتا
ہون کہ فرعون نہ بنو کیونکہ آخر تم کسی کے بندے ہو تو بندگی کے طریقہ پر رہو غرض عاشق کے لئے
بدنامی لازمی ہے لیکن اُسکو بدنامی کی ذرا پروا نہیں ہوتی بلکہ بدنامی سے دل مین اور جوش
پیدا ہوتا ہے اور ہمت بڑہتی ہے غرض یہ محبت اور حال چین سے نہیں رہنے دیتا بلکہ ہر وقت
گھنٹی سی بجا کرتی ہے کہ چلو اور بیدار ہو اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ واقعی گھنٹی بجتی ہوگی بلکہ مطلب یہ ہے
کہ گھنٹی کا کام جگا دینے کا ہے اسکے دل میں ہر وقت ایک چیز جوش دلاتی رہتی ہے اور وہی
حال ہے اسی نے بزرگونکو بےچین کر رکھا ہے ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ رات بھر روتے
تھے ایک اور بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ وہ رات بھر پریشان رہتے تھے جب بیوی زیادہ
تقاضا کرتی تو آرام کرتے لیکن تھوڑی دیر مین پھر چونک کر اٹھ بیٹھتے اور فرماتے کہ کیا کرون یہ
آیت نہیں سونے دیتی۔ یایہا الذین امنوا قوا انفسکم واہلیکم نارا ۰ ترجمہ۔ اے ایمان والو
بچاؤ تم اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والون کو آگ سے۔

حاصل یہ کہ تقوے کے لئے آخرت کا فکر ضروری ہے یون سوچے کہ اس کے لئے
ایک بڑے سامان کی ضرورت ہے اور وہ ہمارے پاس ہے نہیں بالکل مفلس پراگندہ ہیں
اور یہ ایسا افلاس ہے کہ دنیا کا افلاس اسکے مقابلہ مین کچھ بھی نہین دنیا کی تنگدستی اور
اُسکا افلاس آخر ایک دن ختم ہو جاویگا اور اس افلاس کا کہیں خاتمہ نہیں وہاں یہ حالت ہوگی
کہ بازار گرم ہوگا قسم قسم کی عمدہ چیزین سبھی ہوگی مگر تمہاری جیب خالی ہوگی ذرا غور کرو اُسوقت
تمہاری کیا حالت ہوگی صاحبو ابھی وقت باقی ہے اپنا علاج کرلو اور وہان کے لئے سامان
جمع کرلو قرآن شریف میں ہے ولتنظر نفس ما قدمت لغد ۰ یعنی دیکھ لے ہر شخص
کہ کل کے لئے یعنی قیامت کے لئے کیا تیار کیا ہے اللہ کے بندوں نے اسکے بہت

طریقے تبلا دیتے ہیں ان مین سے ایک طریقہ یہ ہے کہ دن رات مین ایک وقت مقرر کرلو اور
اُس وقت بیٹھکر سوچا کرو سب سے اوّل یہ سوچو کہ خدا تعالےٰ کی کیا کیا نعمتین ہم پر ہیں اسکے
بعد یہ سوچو کہ ہمارا خدا تعالےٰ کے ساتھ کیا برتاؤ ہے ہم اُنکی نعمتون کا کسقدر شکر ادا کرتے ہین
اور کچھ بھی نہیں تو صبح سے شام ہی تک کے گناہ گن ڈالے اُسکے بعد غور کرے کہ اگر ہمارا یہ
برتاؤ کسی دوسرے سے ہوتا خاصکر حاکم یا آقا سے اسطرح برتاؤ کرتے تو وہ کیا کرتا اور اسکے
بعد جو کچھ ذہن مین آئے اُسکی بابت سوچے کہ خدا تعالےٰ بھی ہمارے ساتھ یہ کرسکتا ہے اسکے
بعد سوچے کہ میدان قیامت برپا ہے سورج سر کے قریب آگیا ہے سب بادشاہوں کے
بادشاہ کا اجلاس ہو رہا ہے نہ کوئی طرفدار ہے نہ کوئی وکیل ہے اور اسی حالت مین مجھے پکارا
گیا ہے فرشتے آئے اور مجھکو پکڑ کرلے گئے اور وہان لیجا کر چھوڑ دیا اب مجھسے میرے اعمال
کی پوچھ گچھ ہو رہی ہے اور میرے پاس کوئی جواب نہیں نہ کوئی ٹھکانا ہے کہ وہان بھاگ کر
پناہ لون ہان سامنے دوزخ ہے فرشتے پکڑ کر مجھکو دوزخ کیطرف لیجا رہے ہین بس یہ سوچکر
۲۵ فوراً سجدہ میں گر پڑو اور نہایت گڑگڑا کر خدا کی بارگاہ مین اپنے گناہون سے توبہ کرو اور روؤ
اور اگر رونا نہ آئے تو رونے کی صورت ہی بناؤ اور یہ دُعا کرو کہ اے خدا میرے گناہون کو
معاف کر اور مجھے ہمت دے کہ مجھسے گناہ نہ ہون یہ تو رات کو کرے اور دن مین عالمون کی
کتابین لیکر پڑھے اور اپنے بچے اور بیوی کو بھی پڑھاوے اگرچہ بچے انگریزی بھی پڑھتے ہون
کیونکہ بدون علم دین کے یہ نری انگریزی دوزخ میں پہنچائے گی افسوس تم لوگ اولاد کو دوزخی
بنانے کے لئے پرورش کرتے ہو صاحب جب انکا یہ انجام ہوا تو اُنکے پیدا ہونے اور پرورش
کر لینے سے کیا نفع ہوا اس سے تو پیدا نہ ہوتے اور بچپن ہی میں مرجاتے تو اچھا تھا غرض یہ کہ
دن مین عالمونکی کتابیں دیکھو اور جہان شبہ ہو اسے عالمون ہی سے دریافت کرلو جب یہ
دو کام شروع کر دوگے تو خدا نے چاہا تو خودبخود اعمال کی توفیق ہوگی اور خدا کا خوف دل میں
پیدا ہو جائے گا پھر اعمال خودبخود درست ہو جاوینگے اور یہ زندگی عمدہ زندگی ہو جاتے گی
تم اپنی اس موجودہ زندگی پر کیا ناز کرتے ہو زندگی یہ ہے کہ ایسی حالت پیدا ہو جائے جسکو ہمیشہ
کی زندگی کہتے ہیں اور اگر کسیکو شبہ ہو کہ موت تو آئیگی پھر ہمیشہ کی زندگی کہان رہی تو سمجھو کہ وہ

موت ظاہری موت ہے وہ ایسی موت ہے جسکی تم خود خواہش اور تمنا کروگے کہ وہ آجائے تو یہ نفسانیت کی دیوار اُٹھ گویا جسم کے چھوٹنے پر خوشی ہوگی اللہ اکبر کیا خوشی ہے صاحبو اس موت کو اللہ والے اتنا ہلکا سمجھتے ہیں کہ اسکی تمنا کرتے ہیں اور اُس دوسری زندگی کا انکو ایسا یقین ہے کہ اسی یقین کے بعض اثر دُنیا میں بھی ظاہر ہونے لگتے ہیں چنانچہ ہمارے حضرت مرشدؒ نے جس مرض میں انکا انتقال ہوا اسمیں ایک بزرگ سے یہ وصیت فرمائی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ لوگ میرے جنازہ کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے چلیں دیکھئے انکو پورا یقین تھا کہ موت کے بعد اُس دوسری زندگی میں اس ذکر کا مزہ ملیگا مگر ان بزرگ نے کہا کہ مناسب نہیں حضرت اسی پر راضی ہوگئے اور کسیکو اس وصیت کی اطلاع نہیں ہوئی اتفاق سے جسوقت جنازہ چلا اُسکے ساتھ ایک عرب بھی تھے انھوں نے للکار کر کہا کہ خدا کا ذکر کرو چنانچہ ہونے لگا یہ کرامت ہے کہ ان حضرات کی خواہش پوری ہوکر رہتی ہے حضرات اگر روح میں زندگی نہ تھی تو یہ وصیتیں کیوں کیں اور فقط یہ نہیں کہ یہ انکا صرف خیال ہی ہو بلکہ بعض وقت اسکا اثر ظاہر بھی ہوگیا ہے حضرت سلطان نظام الدین اولیاؒ کی حکایت ہے کہ جب انکا انتقال ۲۶ ہوگیا اور جنازہ سے چلے تو جنازہ پر اُنکے ایک خادم نے بعض شعر پڑھنے شروع کئے لکھا ہے کہ ہاتھ کفن کے اندر بلند ہوگیا آخر یہ کس نے ہاتھ بلند کرادیا تھا پھر کیا یہ کہنا غلط ہے کہ وہ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں مگر مجھے خوف ہے کہ جاہل لوگ انکو زندہ سمجھکر کہیں اُنسے مرادیں نہ مانگنے لگیں لیکن مرادیں مانگنا زندوں ہی سے کب جائز ہے جو اُن سے مانگنا جائز ہو دوسرے اُنسے مانگو تو وہ چیز مانگو جو اُنکے پاس ہو مال و دولت یا اولاد اُنکے پاس کہاں جو وہ تم کو دیدیں اُنکے پاس تو صرف ایک چیز ہے جسکو ساری عمر انھوں نے ڈھونڈھا اور اسی میں عمریں تمام کردیں یعنے خدا تعالےٰ کو اُن سے مانگو تو آپکو معلوم ہوگیا ہوگا کہ وہ زندگی کیسی زندگی ہے اور اسکے حاصل ہونے کا طریق کیا ہے یعنے علم دین سیکھو اُسپر عمل کرو اور اس علم کو حال بناؤ اس سے دین بھی درست ہوگا اور دُنیا بھی اور دُنیا کے ملنے سے یہ مراد ہے کہ تم کو پوری راحت نصیب ہوگی یہ نہیں کہ بہت سا مال ملجائیگا اب خدا تعالےٰ سے دُعا کیجئے کہ وہ عمل کی توفیق دے۔ آمین ؁

سلسلہ تسہیل المواعظ کا سترہواں وعظ مسمےٰ بہ علم و خوف کے فضائل ختم ہوا۔ اب اٹھارہواں وعظ انشاء اللہ تعالےٰ رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے شروع ہوگا ؁

(ا) تو بطور آیت استدلال علے بعض مسائل الالٰہی کے ہے جسکا مقصود ہونا عنقریب مذکور ہوتا ہے چنانچہ اسکے ساتھ لآیات لاولی الالباب وغیرہ فرمانا اسکی دلیل ہے اب ایک قسم تو حکمت نظریہ کی یعنے علم الٰہی اور حکمت علمیہ بجمیع اقسامہا باقی رہ گئیں چونکہ ان سب کو مقصد مذکور یعنی ادا حقوق میں دخل ہے ان سب کی کافی بحث کی ہے چنانچہ حکمت علمیہ کے مباحث کے کمال میں تو خود متبعین فلاسفہ نے بھی اعتراف کر لیا ہے کہ ان الشریعۃ المصطفویۃ قد قضت الوطر علی اکمل وجہ واتم تفصیل

(ح) کہ یہ کھیل ورزش ہیں اور ورزش موجب صحت ہے اور صحت پر قانون کا عملدرآمد اور سب کام موقوف ہیں تو ایسے ضروری کام کے لئے قانون کی کتاب مین کیون کوئی باب نہ ہو غرض چونکہ ریاضی اور طبعی کو ادا سے حقوق خلق یا خالق میں کوئی دخل نہیں اسواسطے شریعت نے انسے مقصوداً بحث نہیں کی ہان حکمت نظریہ کی قسم اول یعنی علم الٰہی سے اور حکمت علمیہ کی تینون قسمون یعنی تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ ان سب سے شریعت نے مفصل و مکمل طور سے بحث کی ہے کیونکہ قسم اول یعنی علم الٰہی کو ادا حقوق خالق میں اور بقیہ تینون کو ادا حقوق ۲۵
خلق میں بھی دخل ہے اور اگر کہیں کوئی بات علم ریاضی یا طبعی کی قرآن و حدیث میں آ گئی ہے تو نہ بوجہ مقصودیت کے بلکہ اس وجہ سے کہ اُس سے کوئی بات علم الٰہی کی ثابت ہوتی ہے چنانچہ بہت جگہ مسئلہ ریاضی یا طبعی کے بیان کے بعد اسکی تصریح بھی فرما دی ہے مثلاً فرمایا ہے یقلب اللہ اللیل والنہار یعنی حق تعالٰے لوٹ پوٹ کرتا ہے رات کی اور دن کی اور ساتھ ہی اسکے فرمایا ہے ان فی ذلک لعبرۃ لاولی الابصار یعنے اسمیں استدلال ہے قدرت کا اہل نظر کے لئے اُس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ دن اور رات کی لوٹ پوٹ کا بیان جو مسئلہ ہے علم طبعی کا اسواسطے ہے کہ اُس سے علم الٰہی کا ایک مسئلہ یعنی قدرت حق ثابت ہو نہ یہ کہ جنتری وغیرہ بنانا سکھانا ہے یہ کام شریعت کا نہیں اس کام کے لئے دوسرے فن موجود ہیں تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ کے متعلق جو بحثیں شریعت مین ہیں وہ اسقدر مکمل اور اچھی ہین کہ فلاسفہ کے پیروون نے مان لیا ہے کہ ان سے بہتر تعلیم نہیں ہو سکتی حتی کہ اپنی کتابون میں سے ان بحثوں کو نکال دیا اور یہ عذر کیا کہ اِنَّ الشَّرِیْعَۃَ الْمُصْطَفَوِیَّۃَ قَدْ قَضَتِ الْوَطَرَ عَلٰی اَکْمَلِ وَجْہٍ وَّاَتَمِّ تَفْصِیْلٍ۔

(۱) اور علم الٰہی کے مباحث میں بھی دلائل کے موازنہ کرنے سے حکماء کو اسی اعتراف کی طرف مضطر ہونا پڑتا ہے پس مبحوث عنہ فی الشریعۃ ایک تو علم الٰہی ہوا جسکے فروع مین سے مباحث وحی ونبوت واحوال معاد بھی ہیں اسکا نام علم عقائد ہے اور دوسرا مبحوث عنہ حکمت عملیہ ہوئی جسکے اقسام وارده فی الشرع یہ ہیں عبادات اور معاملات اور معاشرات اور اخلاق اور یہ اقسام مشہور قسمون تہذیب اخلاق و تدبیر منزل وسیاست مدنیہ سے متغائر نہیں بلکہ باہمدگر متداخل ہیں جو ادنیٰ تامل سے معلوم ہوسکتا ہے غرض علوم شرعیہ پانچ ہوتے چارون یہ اقسام جو ابھی مذکور ہوئے اور عقائد مجھکو ان اجزاء پنجگانہ میں سب پر بحث مقصود نہیں بلکہ

(ح) یعنی شریعت اسلامی نے اس ضرورت کو یعنی حکمت عملیہ کے بیان کو بہترین طریق پر اور انتہائی تفصیل سے پورا کردیا لہٰذا ہم اپنی کتاب مین اس بحث کو نہین رکھتے اھ. رہی حکمت نظریہ سو اسکی دو قسمون یعنی علم ریاضی اور طبعی سے تو شریعت نے بالقصد بحث ہی نہیں کی جیساکہ اوپر گزرا اور ایک قسم سے یعنی علم الٰہی سے بالقصد بحث کی ہے اس بحث کو فلاسفرونکی بحث سے موازنہ کرکے معلوم ہوسکتا ہے کہ ہمیں بھی فلاسفرون کو یہی کہنا پڑیگا کہ شریعت اسلامی کے سامنے اسکے متعلق بھی کوئی ضرورت لب کشائی کی نہیں رہی بلکہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔

کسانے کہ زین راہ برگشتہ اند ❊ برفتند وبسیار سرگشتہ اند

اور خلاف پیمبر کسے رہ گزید ❊ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

امام رازیؒ کے اور شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ فلاسفرونکی بحثیں علم الٰہی کے متعلق محض بازیچہ اطفال ہیں اور اس کی تصدیق اس سے ہوتی ہے کہ

فلسفی از عقل جدید راز او ❊ تران نباشد معرفت ساز او

اور یہ کہنا صحیح ہوتا ہے چند بخوانی حکمت یونانیان۔ حکمت ایمانیان راہم بخوان) الغرض منجملہ حکمت کی چھ قسمون کے ریاضی اور طبعی کو چھوڑکر شریعت نے چار قسمون سے بحث کی ہے وہ چار قسمیں یہ ہیں علم الٰہی اسکی شاخیں قرآن کا الہامی اور کلام الٰہی ہونا اور نبوت اور قیامت جنت

(ا) ان میں سے بعض ان امور پر جن پر نو تعلیم یافتوں کو کسی جگہ شبہ ہو گیا ہے اور وہ شبہات چونکہ اعتقادی ہیں اس معنے کر سب مباحث سے مقصود جزو اعتقادی ہی پر کلام ٹھیرا اور ہرچند کہ مقتضا ترتیب کا یہ تھا کہ اول ایک قسم کے تمام ایسے مسائل سے فارغ ہو کر دوسری قسم کو شروع کیا جاتا مگر تطریہ و تجدید نشاط مخاطبین کیلئے مختلط طور پر کلام کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوا چنانچہ انشاء اللہ تعالے آگے اسی طور پر اپنے معروضات پیش کرونگا اور ان معروضات کا لقب انتباہات تجویز کرتا ہوں اور یہی تنبیہات مقاصد ہیں اس مجموعہ کے۔

(ح) دوزخ وغیرہ بھی ہیں اسکا نام علم عقائد ہے اور تینوں قسمیں حکمت عملیہ کی یعنی تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدنیہ اسکے نام شریعت میں یہ ہیں عبادات۔ معاملات۔ معاشرت۔ اخلاق گو نام شریعت میں دوسرے ہیں اور فلسفہ میں دوسرے مگر حقیقت ایک ہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے بلکہ شریعت میں عبادات کا اضافہ ہے اس تک فلاسفروں کی رسائی نہیں ہوتی اور کیسے ہوتی عبادات حقوق خداوندی اور آداب سلطانی حضرت خالق جل شانہ کے اور آداب بلا بتلائے حضرت سلطان کے کیسے مقرر ہو سکتے ہیں اس بتلانے ہی کا نام وحی ہے غرض شریعت جن پانچ قسم کے علم میں عبادات معاملات، معاشرت۔ اخلاق اور عقائد اس کتاب میں ان پانچوں پر کلام کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ ہر ایک میں سے صرف ان باتوں پر کلام کرنا ہے جن پر نئے تعلیم یافتہ صاحب کو کچھ شبہات پیدا ہو گئے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ شبہات اعتقاد کے متعلق ہیں ان سے عقیدہ خراب ہوتا ہے ان شبہات کا حل کر کے اصلاح عقیدہ منظور ہے تو اعتقادیات ہی پر کلام اس کتاب کا موضوع اور مقصود ٹھیرا اور ہرچند کہ زیادہ مناسب یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان پانچوں قسموں میں سے ہر ایک میں سے وہ باتیں چھانٹ کر جن پر شبہات ہیں ترتیب وار ایک ایک الگ الگ بیان کیجاتیں لیکن اس میں طول ہوتا اور ناظرین کی طبیعت میں تازہ بتازہ نشاط پیدا ہوتے رہنے کے لئے اس ترتیب کا لحاظ نہیں کیا گیا اور ہر شبہ کو ایک مختصر اور جامع طریق سے مختلطاً بیان کیا جائیگا جسکی خوبی مطالعہ کرنے سے معلوم ہوگی اس کتاب کا نام انتباہات (تنبیہات) تجویز کیا گیا پورا نام الانتباہات المفیدۃ عن الاشتباہات الجدیدۃ

(ا) اوران مقاصد سے پہلے کچھ قواعد کی (جوان مقاصد کے ساتھ اصول موضوعہ کی نسبت رکھتے ہیں) تقریر کیجاتی ہے اور مقاصد کے مختلف مقامات پر ان قواعد کا حوالہ دیا جاتے گا تاکہ تفہیم و تسلیم میں سہولت و معونت ہو اللہ تعالیٰ مدد فرماوے فقط۔

اشرف علی عفی عنہ مقام تہانہ بہون ضلع مظفر نگر

(ح) سے مناسبت نام بالکل واضح ہے اور کتاب کا اصل مقصود شروع کرنے سے پہلے چند اصول بیان کئے جائینگے جن پر تمام شبہات کے جوابوں کی بنا ہے اور ان اصول کو جوابات سے وہ نسبت ہے جو اصول موضوعہ کو نسبت ہے اقلیدس کی شکلوں سے کہ بلا ان کے جانے ہوئے کوئی شکل ثابت نہیں ہوسکتی اوران کے جاننے کے بعد سب شکلیں ثابت ہوجاتی ہیں ان اصول کو ایک جگہ لکھکر اور ثابت کرکے آگے مضامین میں ان ہی کا حوالہ دیا جاتے گا
۲۸ جیسا اقلیدس میں ہر بات کے ثبوت میں کیا جاتا ہے بحکم اصول موضوعہ فلان (ناظرین کو پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ) کس سہولت سے اور کس خوبی سے حضرت مصنف مدظلہ نے علم کلام جیسے ادق فن کی ہندی کی چندی کردی ہے بلامبالغہ دریا کو کوزہ میں بند کیا ہے (و ذلك فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ومن یوتی الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا)

(۱) اُصول موضوعہ

نمبر ا کسی چیز کا سمجھ میں نہ آنا دلیل اسکے باطل ہونیکی نہیں

شرح

باطل ہونے کی حقیقت یہ ہے کہ دلیل سے اسکا نہ ہونا سمجھ میں آجاوے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں امرین یعنے ایک یہ کہ اسکا ہونا سمجھ میں نہ آوے اور ایک یہ کہ اسکا نہ ہونا معلوم ہوجاوے فرق عظیم ہے اوّل کا (یعنے یہ کہ اُسکا ہونا سمجھ میں نہ آوے) حاصل یہ ہے کہ بوجہ عدم مشاہدہ (دیکھنا ۱۲) اس چیز کے اسباب (ذرائع ۱۲) یا کیفیات کا ذہن کو احاطہ نہیں ہوا اسلئے ان اسباب یا کیفیات کی تعیین میں تحیر (حیرت ۱۲) و تردد ہے لیکن (موجود ہونے کی صورت میں ۱۲) بجز اسکے کہ یہ سہے کہ یہ کیونکر ہوگا وہ اسپر قادر نہیں

(ح) نمبر ا مر جیسا کہ کسی چیز کے موجود ماننے کیلئے ثبوت یعنی دلیل کی ضرورت ہے ایسے ہی اسکے نفی کا دعوے کرنے کے لئے بھی ثبوت یعنی دلیل کی ضرورت ہے اور اگر دونوں طرف کوئی کوئی دلیل عقلی یا معتبر خبر نہ ہو تو اس صورت میں کسی طرف کا دعوے کرنا صحیح نہ ہوگا نہ یہ کہہ سکیں گے کہ وہ چیز یقیناً موجود ہے اور نہ یہ کہہ سکینگے کہ وہ چیز یقیناً موجود نہیں ہوسکتی نتیجہ یہ ہے کہ اس صورت میں اگر کوئی خبر دے کہ وہ چیز موجود ہے تو اسکو جھٹلا نہیں سکتے خواہ وہ چیز عجیب ہو اور ہم نے کبھی دیکھی یا سنی نہ ہو ہاں ایسی چیز کی خبر سنکر تعجب ضرور ہوگا اور تعجب کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہم نے اس چیز کے بنتے کے ذرائع اور سامان کو اور اس چیز کو بنتے ہوتے نہیں دیکھا ہے چاہے بہت ہی معمولی بات ہو مگر تنکے کی آڑ میں پہاڑ ہوتا

(ا) کہ اسکی نفی پر کوئی دلیل صحیح قائم کرسکے عقلی یا نقلی اور ثانی کا (یعنے یہ کہ اسکا نہ ہونا معلوم ہو جاوے) حاصل یہ ہے کہ عقل اسکی نفی پر دلیل صحیح قائم کرسکے عقلی یا نقلی مثلاً کسی دیہاتی نے جسکو ریل دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا یہ سُنا کہ

(ح) ہے اور ذہن اس تک نہیں پہونچتا اور نئی چیز سمجھکر حیرت رہتی ہے اور جب اسکا سامان اور اسکو چلتے ہوئے دیکھ لیتے ہیں تو تعجب بھی رفع ہو جاتا ہے آجکل اسکی نظیریں ہزار ہا موجود ہیں مثلاً گھڑی کہ جس شخص نے کبھی نہ دیکھی ہو اسکے سامنے بیان کیا جاوے کہ گھڑی ایک چیز ہے کہ وہ آٹھ دن تک آپ سے آپ چلتی رہتی ہے اور بولتی رہتی ہے اور اسمیں ایک سوئی جلدی جلدی ناچتی ہے اور ایک سوئی ہلکے ہلکے چلتی ہے اور ایک اتنی سُست چلتی ہے کہ نظر بھی نہین آتی اور ایک سوئی (تاریخ کی سوئی) ایک مہینہ میں ایک چکر کرتی ہے تو وہ حیرت میں رہ جائیگا کہ کیا کرشمے ہیں بلکہ تعجب نہیں کہ کہہ اُٹھے کہ کیا خواب کی باتیں کر رہے ہو لیکن اسکو بار بار گھڑی دکھاؤ پھر کھولکر پُرزے الگ الگ کرکے بھی دکھا دو پھر جوڑ کر چلتی کرکے دکھا دو تو اسکا تعجب جاتا رہیگا کیونکہ اب اس کو
۳۰ گھڑی کے اجزا اور انکے جوڑنے کی کیفیت اور چلنے کا سبب سب معلوم ہوگئے ہر نئی چیز کی یہی حالت ہوتی ہے جیسے دیاسلائی موٹر ہوائی جہاز تار ٹیلیفون گراموفون وارلس ٹیلیگراف۔ (بے تار کا تار) وغیرہ لیکن سمجھنے کی بات یہ ہے کہ تاوقتیکہ ان ہی چیزون کے پرزے اور جوڑ توڑ دیکھے بھی نہ ہون اور تعجب رفع نہ ہوا سوقت بھی یہ کسیکو مجاز نہیں کہ محض اس وجہ سے کہ ہماری سمجھ مین نہیں آئی یہ کہدے کہ یہ خبر غلط ہے کہ ایسی چیز موجود ہے کیونکہ اس نفی کے دعوے پر کوئی دلیل نہیں ہے اسیکو دوسرے لفظ میں یون کہا جاتا ہے کہ عدم علم کو علم عدم لازم نہیں اسیکا ترجمہ حضرت مصنف مدظلہ نے یون کیا ہے کہ کسی چیز کا سمجھ مین نہ آنا دلیل اسکے باطل ہونے کی نہیں اور چند مثالون سے ایسا واضح کردیا کہ کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہا چونکہ اصل کی عبارت بھی واضح ہے اس واسطے اُسکے حل کو طول دینے کی ضرورت نہیں سمجھی صرف بعض الفاظ کا ترجمہ بین السطور کردیا ہے۔

(۱) ریل بدون کسی جانور کے گھسیٹنے کے خود بخود چلتی ہے تو تعجب سے کہیگا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ اسپر قادر نہیں کہ اسکی نفی پر دلیل قائم کرسکے کیونکہ اسکے پاس خود اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ بجز جانور کے گھسیٹنے کے گاڑی کی حرکت سریعہ ممتدہ کا کوئی اور سبب نہیں ہوسکتا اسکو سمجھ میں نہ آنا کہتے ہیں اور اگر وہ محض اسی بنا پر نفی کا حکم کرنے لگے اور راوی کی تکذیب کرنے لگے تو عقلا اسکو بیوقوف سمجھیں گے اور اس بیوقوف سمجھنے کی بنا صرف یہی ہوگی کہ تیری سمجھ میں نہ آنے سے نفی کیسے لازم آئی یہ مثال ہے سمجھ میں نہ آنے کی اور اگر کوئی شخص کلکتہ سے ریل میں سوار ہوکر دہلی اترا اور ایک شخص نے اسکے روبرو بیان کیا کہ یہ گاڑی کلکتہ سے دہلی تک آج ایک گھنٹہ میں آئی ہے تو وہ مسافر اسکی تکذیب کریگا اور اسکے پاس اسکی نفی کی دلیل موجود ہے جو اپنا مشاہدہ[عـ۱] اور سو دو سو مشاہدہ کرنے والوں کی (جو اسی گاڑی سے اترے ہیں) شہادت ہے یہ مثال ہے اس کی کہ اسکا نہ ہونا سمجھ میں آجاوے اسیطرح اگر کسی نے یہ سُنا کہ قیامت کے ۳۱
روز پل صراط پر چلنا ہوگا اور وہ بال سے باریک ہوگا چونکہ کبھی ایسا واقعہ دیکھا نہیں اسلئے یہ تعجب ہوناکہ کیونکر ہوگا تعجب نہیں لیکن ظاہر ہے کہ اسکی نفی پر بھی عقل کے پاس کوئی دلیل نہیں کیونکہ سرسری نظر میں دلیل اگر ہوسکتی ہے تو یہ ہوسکتی ہے کہ قدم تو اتنا چوڑا اور قدم رکھنے کی چیز اتنی کم چوڑی تو اسپر پاؤں کا ٹکنا اور چلنا ممکن نہیں لیکن خود اسکا کوئی ثبوت نہیں کہ مسافت کی وسعت قدم سے زیادہ ہونا عقلاً ضروری ہے اور یہ بات ہے کہ عادت یوں ہی دیکھی گئی ہے اسکے خلاف نہ دیکھا ہو یا دیکھا ہو مگر اتنا تفاوت نہ دیکھا ہو جیسے بعض کو رسی پر چلتے دیکھا ہے مگر اسمیں کیا محال ہے کہ وہاں عادت بدل دیجاوے[عـ۲]

عـ۱ کیونکہ وہ خود ہی گاڑی سے اترا ہے اور دیکھتا آرہا ہے کہ گاڑی چوبیس پچیس گھنٹہ میں آئی ہے ۱۲

عـ۲ جس خدا نے دُنیا میں یہ عادت مقرر کی ہے کہ چلنے کے لئے راستہ قدم کے قریب قریب چوڑا ہونا چاہئے اسکی قدرت سے یہ بات باہر نہیں کہ بجائے اسکے یوں کردے کہ قدم سے کم چوڑے پر بھی چل سکیں پرندوں کو دیکھئے کہ انکو ہوا میں معلق چلنے کی قدرت دی ہے زمین میں پیر ٹیکنے کی مطلق ضرورت نہیں رہی ۱۲

(ا) اس بنا پر اگر کوئی تکذیب کریگا تو اسکی حالت اسی شخص کی سی ہوگی جس نے ریل کے از خود چلنے کی تکذیب کی تھی البتہ اگر کسی نے یہ سنا کہ اللہ تعالے قیامت میں فلان بزرگ کی اولاد کو اگرچہ وہ مومن بھی نہ ہوں اس بزرگ کے قرب کی وجہ سے مقرب ومقبول بنا لیگا چونکہ اسکے خلاف پر دلیل قائم ہے اور وہ دلیل وہ نصوص ہیں جن سے کافر کا نہ بخشا جانا ثابت ہوتا ہے اسلئے اسکی نفی کیجاوے گی اور اسکو باطل کہا جاویگا یہ فرق ہے سمجھ میں نہ آنے اور باطل ہونے میں۔

نمبر ۲۔ جو امر عقلاً ممکن ہو اور دلیل نقلی صحیح اسکے وقوع کو تبلاتی ہو اسکے وقوع کا قائل ہونا ضروری ہے اسیطرح اگر دلیل نقلی اسکے عدم وقوع کو تبلادے تو عدم وقوع کا قائل ہونا ضروری ہے۔

شرح واقعات تین قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جنکے ہونے کو عقل ضروری اور لازم بتلادے مثلاً ایک آدھا ہے دو کا یہ امر ایسا لازم الوقوع ہے کہ ایک اور دو کی حقیقت جاننے کے بعد عقل اسکے خلاف کو یقیناً غلط سمجھتی ہے ۳۲
اسکو واجب کہتے ہیں۔

(ح) نمبر ۱۔ سب جانتے ہیں کہ کسی چیز کا ثابت ہونا دلیل پر موقوف ہے دلیل دو قسم کی ہوتی ہے عقلی اور نقلی دلیل عقلی اسکو کہتے ہیں جو ایسے قواعد پر مبنی ہو جنکو عقل تسلیم کرتی ہو اور ان میں کسی کے خبر دینے کی ضرورت نہ ہو جیسے حساب کے قواعد مثلاً ایک شخص دو آنہ روز تنخواہ پاتا ہے تو سال بھر میں اسکی تنخواہ کیا ہوگی جواب اسکا یہ ہے کہ سات سو بیس آنہ یا پینتالیس روپیہ ہوتے ہیں یہ جواب ایسے قواعد سے نکل آیا جنکو عقل تسلیم کرتی ہے کسیکے خبر دینے کی احتیاج نہیں اور دلیل نقلی خبر دینے کو کہتے ہیں خبر دینا بھی ایسی چیز ہے جس سے کسی چیز کے وجود یا نفی پر یقین ہو سکتا ہے اور غور سے دیکھا جاوے تو دلیل نقلی ہی زیادہ تر کارآمد اور رائج ہے دلیل عقلی بہت کم باتوں کے لئے ملسکتی ہے زیادہ تر نقلی ہی سے کام پڑتا ہے مثلاً تم کو یقین ہے کہ کلکتہ شہر ہے یا لندن شہر ہے یہ بات کسی دلیل عقلی سے ثابت نہیں ہوئی بلکہ دلیل نقلی سے یعنی خبر ملنے سے ثابت ہوئی ہے پھر جب ہم ان شہروں کو جانا چاہتے ہیں تب بھی دلیل نقلی ہی کی رہبری کیجاتی ہے

(باقی آئندہ)

یعنی آپ بیفکر سو وین اس پر کسیکو قدرت نہ ہوگی اسلئے کہ۔

تو بخفتہ نور تو بر آسمان — بہر پیکار تو زہ کردہ کمان

یعنی آپ سو رہے ہین اور آپ کا نور آسمان پر آپکی طرف سے لڑائی کیلئے کمان زہ کئے ہوئے ہے۔

فلسفی و آنچہ پوزش میکند — قوس نورت تیردوزش میکند

یعنی فلسفی اور اسکا منہ جو کچھ کرتا ہے آپکے نور کی قوس اسکو تیر دوز کردیتی ہے یعنی اسکو زک دیدیتی ہے مولانا فرماتے ہین کہ۔

آن چنان کرد و ازان افزون کہ گفت — او بخفت و بخت و اقبالش نخفت

یعنی حق تعالے نے ویسا ہی کیا بلکہ اس سے زیادہ جیسا کہ کہا تھا آپ سو رہے اور آپکا بخت و اقبال نہ سویا بلکہ بحمد اللہ تا ہنوز روز افزون و روز ترقی ہے اللہم زد فزد آگے پھر موسے علیہ السلام کا ۲۱۷
قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

جان بابا چونکہ ساحر خواب شد — کار او بے رونق و بے آب شد

ہر دو از گورش بدان گشتند تفت — تا بمصر از بہر آن پیکار رفت

چون بمصر از بہر آن کار آمدند — طالب موسی و خانہ او شدند

اتفاق افتاد کان روز و دو — موسی اندر زیر نخلی خفته بود

پس نشان دادندشان مردم عیان — کش بنخلستان بجوئید این زمان

آمدند آن سو و تا خرما بنان — خفته بود او لیک بیدار جهان

بهر نازش بسته بود او چشم سر — عرش و فرشش جمله در پیش نظر

ای بسا بیدار چشم خفته دل — خود چه بیند چشم اهل آب و گل

وانکه دل بیدار دارد چشم سر — گر بخسپد بر گشاید صد بصر ۲۱۸

گر تو اهل دل نه بیدار باش — طالب دل باش و در پیکار باش

ور دلت بیدار شد می خسپ خوش — نیست غائب ناظرت از هفت و شش

گفت پیغمبر که خسپد چشم من — لیک کی خسپد دلم اندر وسن

شاه بیدار ست حارس خفته گیر — جان فدای خفتگان دل بصیر

وصف بیداری دل ای معنوی — در نگنجد در هزاران مثنوی

چون بدیدندش کہ خفتست او و آن — بہر دزدے عصا کردند ساز

ساحران قصد عصا کردند زود — کز پسش باید شدن آنگہ بود

اندکے چون پیشتر کردند ساز — اندر آمد آن عصا در اہتزاز

آنچنان بر خود بلرزید آن عصا — کان دو بر جا خشک گشتند از وجا

بعد ازان شد اژدہا و حملہ کرد — ہر دوان بگریختند و روے زرد

رو در افتادن گرفتند از نہیب — غلط غلطان منہزم اندر نشیب ۲۱۹

پس یقینشان شد کہ ہست از آسمان — زانکہ مے دیدند حد ساحران

پس ازین رو علم سحر آموختن — نیست ممنوع و حرام و ممتہن

بعد ازان اطلاق و تبشان شد پدید — کارشان تا نزع و جان کندن رسید

پس فرستادند مردے در زمان — سوے موسیٰ از براے عذر آن

کامتحان کردیم ما را کے رسد — امتحان تو اگر نبود حسد

مجرم شاہیم و مارا عذر خواہ — ای تو خاص الخاص درگاہ اللہ
عفو کرد و در زمان نیکو شدند — پیش موسی ساجد و دو تو شدند
درگذار از ما کہ ما کردیم بد — اے ترا الطاف و فضل بیعدد
گفت موسی عفو کردم ای کرام — گشت بر دوزخ تن و جان تان حرام
من شمارا خود ندیدم اے دو یار — اعجمی سازید خود را ز اعتذار
۲۲۰ ہمچنان بیگانہ شکل و آشنا — در نبرد آئید پیش بادشاہ
انچہ باشد مر شمارا از فنون — جمع آرید از برون و از درون
پس زمین را بوسہ دادند و شدند — انتظار وقت فرصت مے بدند

اب مولانا پھر قصۂ خواب کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مردہ نے کہا کہ بیٹا جب جادو سوجاتا ہے تو اسکا کام بے رونق اور بے آب و تاب ہو جاتا ہے یہ سنکر وہ دونوں اسکی قبر سے مصر کی طرف اس جنگ عظیم کیلئے تیزی کے ساتھ روانہ ہوگئے جب وہ اس کام کے لئے مصر میں آئے تو انھوں نے موسےٰ علیہ السلام اور انکے دولت خانہ کو تلاش کیا اتفاق ایسا ہوا کہ جس روز وہ آئے اس روز موسےٰ علیہ السلام ایک کھجور کے درخت کے نیچے سو رہے تھے جب انھوں نے لوگوں سے دریافت کیا تو انھوں نے انکو صاف پتہ یہ بتایا کہ اسوقت وہ

تم کو نخلستان میں ملینگے وہاں تلاش کر دیجیئے سنکر وہ نخلستان میں آئے تو معلوم ہوا کہ وہ سو رہے ہیں
لیکن یاد رکھو کہ انکی روح سوئی ہوئی نہ تھی بلکہ وہ بیدار تھی مگر انکی جسمانی آنکھیں بند تھیں اسلئے
انکو ایک ایسے معشوق سے تشبیہ دیجا سکتی ہے جو جاگتا ہو مگر ناز سے آنکھیں بند کرے وہ سونیکی
حالت میں عرش و فرش سب کو بچشم قلب دیکھ رہے تھے انکی تو یہ حالت تھی کہ سوتے میں بھی
جاگ رہے تھے اور بہت سے ایسے بھلے مانس ہیں کہ جاگتے میں بھی سوتے ہیں یعنی انکی چشم قلب
بند ہے اور جسمانی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن بیچارے جسمانی لوگوں کی آنکھیں کھلی ہو کر بھی کیا خاک
دیکھ سکتے ہیں لیکن اگر یوں کہا جاوے کہ وہ ظاہراً بھی سو رہے ہیں اور باطناً بھی تب بھی ایک حد
تک صحیح ہے کیونکہ یہ بیداری بھی بمنزلہ خواب کے ہے برخلاف ان لوگوں کے جنکا دل جاگتا ہے
کیونکہ ایسے لوگوں کا سونا بھی مثل بیداری کے ہے کیونکہ اگر جسمانی آنکھیں بند ہوجاتی ہیں تو
روحانی آنکھیں بجائے ان دو کے سو کھل جاتی ہیں پس جب اہل دل کی فضیلت معلوم ہو گئی
تو اب تم اپنی حالت کو دیکھو اگر تم اہل دل نہیں ہو تو سونے کا موقع نہیں بلکہ تم کو ذکر اللہ کیلئے
۲۲۱ راتوں کو جاگنا چاہیئے اور اصلاح قلب اور مخالفت نفس و شیطان کرنا چاہیئے اور اگر تمہارا دل
بیدار ہو چکا ہے تو مزے سے پاؤں پھیلا کر سوؤ اب تمہاری چشم قلب سے کوئی معتد بہ چیز
غائب نہ ہوگی نہ کم نہ زیادہ چنانچہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سونے کی
حالت میں میری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا اور جبکہ بادشاہ یعنی دل بیدار ہوا اور محافظ یعنی
جسم سوتا ہو تو سویا کرے کیا مضائقہ مصیبت تو جب ہے کہ بادشاہ سو جاوے ایسے وہ لوگ
قربان ہوجانے کے قابل ہیں جو سوتے ہوں مگر قلوب انکے مشاہدہ جمال حق میں مصروف ہوں
سو اصلی بات یہ ہے کہ بیداری قلب بڑی دولت ہے اگر اسکی تعریف کیجاوے تو ہزاروں مثنویاں
بھی اسکے لئے کافی نہ ہوں اسلئے ہم اسکو مختصر کرتے ہیں اور اصل قصہ بیان کرتے ہیں جبکہ
انھوں نے موسےٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ پاؤں پھیلائے سو رہے ہیں تو عصا کو چرانے پر
اتفاق کیا اسکے بعد اسکو چرانے کا قصد کیا اور چاہا کہ پیچھے سے جا کر چپکے سے
اڑالیں جوں ہی وہ کسیقدر آگے بڑھے فوراً عصا کو جنبش شروع ہوئی وہ کچھ اس طرح سے
ہلا کہ اسکو دیکھتے ہی وہ دونوں خوف سے سوکھ گئے اسکے بعد وہ اژدہا بنا اور ان پر حملہ کیا

تو وہ بھاگے اور مارے خوف کے چہروں کی رنگت زرد ہو گئی فرط دہشت سے اچھی طرح بھاگ
بھی نہ سکتے تھے بلکہ گر گر پڑتے تھے مگر وہ گرتے پڑتے کسی نشیب کے اندر بھاگ ہی گئے اب
تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ تصرف حق سبحانہ ہے اسلئے کہ وہ ماہر فن تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ
بات ساحروں کی طاقت سے باہر ہے پس اگر کوئی جادو اس غرض سے سیکھے کہ تصرف حق سبحانہ
اور تصرف جادوگران میں امتیاز کر سکے تو نہ ممنوع وحرام ہے اور نہ ذلیل کام خیر یہ تو استطراداً
مذکور ہو گیا اب سنو کہ اسکے بعد انکی کیا حالت ہوئی وہ بھاگ تو گئے مگر انکو دست لگ گئے
اور بخار چڑھ آیا حتیٰ کہ قریب المرگ ہو گئے جب یہ حالت ہوئی تو کسی شخص کو فوراً حضرت موسیٰ
علیہ السلام کے پاس معذرت کے لئے بھیجا اور کہا کہ ہم نے آپکا امتحان کیا لیکن اگر فی الجملہ حسد
کی آمیزش نہ ہوتی تو ہم کو آزمائش کب زیبا تھی پس ہمارے حسد نے یہ نوبت پہنچائی پس اسے
درگاہ حق سبحانہ کے خاص الخاص بندے ہم اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہیں آپ ہم کو معاف
فرماویں موسےٰ علیہ السلام نے انکا قصور معاف کر دیا اور وہ اچھے ہو گئے اسکے بعد خود حاضر
خدمت ہوئے اور نہایت تعظیم وتکریم کی اور کہا کہ ہم نے بُری حرکت کی آپ ہم کو معاف فرمادیں ۲۲۲
آپکے الطاف وافضال بے حد ونہایت ہیں لہذا اس خطا کو معاف کر دینا آپ کے نزدیک
کوئی بڑی بات نہیں موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے معاف کیا اور میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں
کہ اب تم پر دوزخ حرام ہو گئی ہے کیونکہ تم مسلمان ہو گئے ہو میں نے تم کو دیکھا بھی نہیں تھا پس
اب تم معذرت کو بالکل بھول جاؤ اب میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم بادشاہ کے سامنے مقابلہ
میں یوں آنا جیسے کہ تم مجھے جانتے ہی نہیں اور اپنے ہنر خوب دکھلانا اور بالکل کمی نہ کرنا کیونکہ
اس سے فرعون پر کافی طور پر حجت قائم ہوگی ورنہ وہ خیال کریگا کہ اگر یہ لوگ پوری کوشش
کرتے تو میں غالب ہو سکتا تھا لیکن یہ کمبخت دشمن سے مل گئے اور اپنے ہم پیشہ کی
رعایت کر کے مجھے شکست دلا دی یہ سنکر وہ آداب بجا لا کر روانہ ہو گئے اور موقع کے
منتظر رہے۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کی حکایت کا بقیہ

جان بابا چونکہ ساحر خواب شد کار او بے رونق و بے آب شد

یعنی (اس مردہ ساحر نے کہا کہ) اے جان پدر جب ساحر سوگیا تو اسکا کام بے رونق اور بے آب ہوگیا اسلئے کہ متصرف وہ ہی تھا اب اُسکا تصرف باطل ہوگیا۔

۲۲۳ ہر دو از گورش روان گشتند و تفت تا بمصر از بہر آن پیکار رفت

یعنی وہ دونوں اسکی قبر سے جلدی سے روانہ ہوگئے یہانتک کہ مصر میں اس مقابلہ عظیم کیلئے آگئے۔

چون بمصر از بہر آن کار آمدند طالب موسیٰ و جائے او شدند

یعنی جب مصر میں اُس کام کے لئے آئے تو موسیٰ علیہ السلام اور انکی قیامگاہ کے متلاشی ہوئے۔

اتفاق افتاد کان روز ورود موسیٰ اندر زیر نخلے خفتہ بود

یعنی اتفاق ایسا پڑا کہ اس ورود (ساحران) کے دن میں موسیٰ علیہ السلام ایک کھجور کے نیچے سورہے تھے۔

پس نشان دادند شان مردم بدو کہ برو زان سوے نخلستان بجو

یعنی لوگوں نے ان ساحروں کو ان کا نشان بتایا کہ جاؤ اور اس نخلستان کے اس طرف تلاش کرو۔

چون بیامد دید در خرابانیان خفتہ کو بود بیدار جہان

یعنی جب وہ آئے تو انھوں نے کھیر کی جڑ میں ایک سویا ہوا دیکھا جو کہ جہان کا بیدار تھا یعنی قلب کے اعتبار سے سارے جہان سے زیادہ بیدار تھا اسکو دیکھا کہ وہ سو رہا ہے اب یہاں شبہ سا ہوا کہ جب بیدار تھے تو سو کیوں رہے تھے اسکو فرماتے ہیں۔

بہر نازش بستہ او دو چشم سر عرش و فرشش جملہ در پیش نظر

یعنی نازکی وجہ سے انھوں نے سر کی دونوں آنکھیں بند کرلی تھیں مگر عرش و فرش سب انکی پیش نظر تھا مطلب یہ کہ اگرچہ وہ ظاہر میں سو رہے تھے مگر اصل میں وہ بیدار تھے اسلئے کہ انکا قلب بیدار تھا مگر جسطرح کہ بچہ ماں کی گود میں لیٹ کر آرام اور نازکی وجہ سے آنکھیں بند کرلیتا ہے اسیطرح انھوں نے ان دونوں چشم سر کو بند کرلیا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل خود چہ بیند چشم اہل آب و گل ۲۲۴

یعنی بہت سے ایسے ہیں کہ بیدار چشم ہیں اور دل سویا ہوا ہے تو آب و گل کی آنکھ خود کیا دیکھ سکتی ہے مطلب یہ کہ جب یہ چشم آب و گل کھلی ہوگی تو یہ سوائے ان ظاہری چیزوں کے اور کیا دیکھیگی ظاہر ہے کہ اسکی نظر تو ان ہی پر رہیگی۔

وانکہ دل بیدار دارد چشم سر گر بخسپد بر کشاید صد بصر

یعنی اور جو کہ دل بیدار رکھتا ہے تو اگر چشم سر سو بھی جاوے تو وہ سیکڑوں آنکھیں کھول دے۔

گر تو اہل دل نہ بیدار باش طالب دل باش و در پیکار باش

یعنی اگر تو اہل دل نہیں ہے تو جاگا کر اور دل کا طالب اور (نفس کی) لڑائی میں رہ مطلب یہ کہ اگر تم کو بیداری قلب نصیب نہیں ہے تو خیر را تو نکو ان آنکھوں ہی کو کھولے رکھو کہ اسی سے بہت کچھ ہو جاوے گا۔

(باقی آیندہ)

الحديث متفق عليه من
حديث ابي هريرة لن يدخل
احدكم عمله الجنة قالوا ولا انت
يارسول الله قال ولا انا
الا ان يتغمدني الله
منه بفضل ورحمته
وفي رواية لمسلم ما من
احد يدخله عمله الجنة
الحديث واتفقا عليه
من حديث عائشة
وانفرد به مسلم
من حديث جابر
ف صريح فيما قالوا
ان اصل مناط الوصول
وعلته هو الجذب لا السلوك
المحض نعم لا ينكر
اشتراطه في الاكثر وعبارة
بعضهم فيه جذبة من
جذبات الحق تعالى
خير من عمل الثقلين
الحديث حديث عقبة بن عامر

حدیث بخاری و مسلم نے ابو ہریرہ کی حدیث
سے روایت کیا کہ کسی شخص کو اوس کا عمل جنت
میں داخل نہ کرے گا۔ لوگوں نے عرض کیا اور
نہ آپ (عمل سے داخل جنت ہوں گے)
یارسول اللہ آپ نے فرمایا اور نہ میں مگر یہ کہ اللہ
تعالیٰ مجکو اپنے فضل و رحمت میں ڈھانک
لے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے
کہ کوئی شخص ایسا نہیں کہ اوسکا عمل اوسکو
جنت میں داخل کردے الخ اور بخاری و
مسلم دونوں اس پر متفق ہیں حضرت
عائشہ کی حدیث سے اور مسلم اس میں منفرد
ہیں جابر کی حدیث سے **ف** حدیث
صریح ہے اوس مضمون میں جو اہل طریق نے
فرمایا ہے کہ اصل مدار اور علت وصول جذبہ
(الٰہیہ) ہے نہ کہ محض سلوک (اور اعمال)
البتہ عمل کے شرط ہونے کا انکار نہیں کیا
جا سکتا اکثر احوال میں اور بعض نے اسکو
اس عبارت سے تعبیر کیا ہے کہ حق تعالیٰ
کا ایک جذبہ جن و انس کے تمام اعمال
سے افضل ہے ٭
حدیث عقبہ بن عامر کی حدیث کہ جب

۱۰۶

اذا رايتم الرجل يعطيه الله ما يحب وهو مقيم على معصيته فاعلموا ان ذلك استدراج الحديث احمد والطبرانى والبيهقى فى الشعب بسند حسن ف شمل ما يحب المواجيد والاذواق فلا يستدل بوجودها على بقاء النسبة الباطنية كما اغتربها المبطلون المدعون لقوة نسبتهم بحيث لا تزول بالمعاصى فى المجتمع مع المعاصى ليست هى النسبة المطلوبة التى هى تعلق من العبد بالذكر والطاعة ومن الحق بالرضا

تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ اوسکو تمام اوسکی خواہشیں اور مرادیں دے رہا ہے اور وہ اپنے معصیت پر مصر ہے تو سمجھ لو کہ یہ استدراج ہے روایت کیا اسکو احمد اور طبرانی نے اور بیہقی نے شعب میں سند حسن سے **ف** مرادیں مواجید واذواق بھی داخل ہو گئے پس اون کے بقا سے نسبت باطنیہ پر استدلال نہ کیا جاوے جیسا کہ اہل باطل کو دہوکا ہوگیا ہے جو دعویٰ کرتے ہیں کہ اون کی نسبت باطنیہ ایسی قوی ہے کہ معاصی سے بھی زائل نہیں ہوتی اس لئے کہ جو چیز معاصی کیساتھ جمع ہو جاتی ہے وہ نسبت مطلوبہ نہیں ہے جسکی حقیقت یہ ہے کہ عبد کی جانب سے حق کے ساتھ ذکر وطاعت کا تعلق ہو اور حق کی جانب سے (عبد کے ساتھ) رضا کا تعلق ہو اور ظاہر ہے کہ معاصی کے ساتھ رضا کہاں

بقاء الاحوال مع المعاصی استدراج — استدراج بودن بقاء احوال مع المعاصی ۱۱۰

کتاب الخوف والرجاء

کتاب الخوف والرجاء

الحديث حديث زيد الخيل جئت لا سالك

حدیث زید خیل کی جو یہ حدیث ہے کہ میں اسلئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ سے یہ پوچھوں

عن علامۃ اللہ فیمن یرید
وعلامتہ فیمن لا یرید
الحدیث الطبرانی فی
الکبیر من حدیث ابن
مسعود بسند ضعیف
وفیہ انہ قال
لہ انت زید الخیر وکذا
قال ابن ابی حاتم
سماہ النبی صلی اللہ
علیہ وسلم الخیر
لیس یروی منہ
حدیث وذکرہ
فی حدیث یروی فقام
زید الخیر فقال
یارسول اللہ الحدیث
سمعت ابی یقول
ذلک وتمامہ
فقال کیف اصبحت قال
اصبحت احب الخیر واھلہ و
اذا قدرت علی شئی
منہ سارعت الیہ

کہ اللہ تعالیٰ کی کیا علامات ہیں اوس شخص
کے متعلق جسکو وہ چاہتے ہوں اور اوس
شخص کے متعلق جسکو وہ نہ چاہتے ہوں
اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود
کی حدیث سے بسند ضعیف روایت
کیا ہے اور اوسمیں یہ بھی ہے کہ آپنے
اون سے فرمایا تو زید خیر ہے (آپنے
خیل کو خیر سے بدلدیا) اور اسیطرح کہا ہے
ابن ابی حاتم نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم نے اون کا نام خیر رکھدیا اون سے
کوئی حدیث مروی نہیں اور انہوں نے
اون کا ذکر صرف ایک حدیث میں کیا ہے
جو مروی ہے یعنی زید خیر کھڑے ہوئے
اور عرض کیا یا رسول اللہ اخیر حدیث تک
میں نے اپنے باپ سے سنا ہے کہ یہ
فرماتے تھے اور تتمہ اوس کا یہ ہے کہ
آپ نے فرمایا تم نے کس حال میں صبح
کی انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس
حال میں صبح کی کہ میں خیر سے اور اہل
خیر سے محبت کرتا ہوں اور جب میں
کسی خیر پر قادر ہوتا ہوں تو اوسکی طرف

اقتران الرجاء بدون العمل غرور — غرور در رجاء بدون عمل

۱۱۳

وایقنت بثوابہ واذا فاتنی منہ شیٔ حزنت علیہ و حننت الیہ فقال ھذہ علامۃ اللہ فیمن یرید ولو ارادک للاخرے ھیأک لہا ثم لا یبالی فی ای اودیتہا ھلکت **ف** فیہ قد صرح ابہ من ان الرجاء المحض بدون العمل مع القدرۃ علیہ غرو محض

الحدیث لا یموتن احدکم الا وھو یحسن الظن باللہ مسلم من حدیث جابر **ف** یدل باطلاقہ علی کون الرجاء غیر مشروط بالعمل مع العجز عنہ کما فی قرب الموت

اعتبار رجاء للعاجز عن العمل — اعتبار رجاء عاجز بدون عمل

دوڑتا ہوں اور اوس کے ثواب کا یقین کرتا ہوں اور جب کوئی خیر میرے ہاتھ سے نکل جاتا ہے میں اوسپر غمگین ہوتا ہوں اور اوسکی طرف مشتاق ہوتا ہوں آپنے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی علامت ہے اوس شخص کے متعلق جسکو وہ چاہتے ہیں اور اگر تمکو کسی دوسری بات کے لیئے چاہتے (یعنی ضلال و وبال کے لیئے) تو تم کو اوسکے لیئے تیار کرتے پھر پرواہی نکرتے کہ تم اور کسی وادی میں بہی ہلاک ہو جاتے۔ **ف** اسمیں وہ مسئلہ ہے جسکی محققین نے تصریح کی ہے کہ رجاء محض بدون عمل کے باوجود عمل پر قادر ہونیکے محض (غش کا) فریب ہے +

حدیث۔ تم میں سے کسیکو موت نہ آنے پاۓ مگر اس حالت میں کہ وہ اللہ تعالیٰ کیساتھ گمان نیک رکھتا ہو روایت کیا اسکو مسلم نے جابر کی حدیث سے **ف** یہ حدیث اپنے اطلاق سے اسپر دال ہے کہ رجاء عمل کیساتھ مشروط نہیں جبکہ عمل پر قدرت نہو جیسا موت کے قرب میں حالت ہوتی ہے۔

باقی آئندہ

صالحہ کی توفیق ہو جاوے مولانا امراء سے بہت مجتنب رہتے تھے مگر مولوی یوسف
صاحب کے ارشاد کو رد نہ کر سکے اور مولوی صاحب کے ساتھ نواب صاحب کے پاس
تشریف لے گئے جس کمرہ مین نواب صاحب تھے وہان مسند تکیہ لگا ہوا تھا جب مولانا
وہان پہنچے ہین تو نواب صاحب نے تعظیم دی اور مسند پر بٹھانا چاہا گو مولانا کی طبیعت میں
نہایت ہی انکسار تھا مگر مولانا نے اسوقت نہ طبعی انکسار سے کام لیا اور نہ مولوی محمد یوسف
صاحب کا خیال کیا اور بے تکلف بیچ میں مسند پر بیٹھ گئے آپ کے ایک جانب مولوی
محمد یوسف صاحب مسند اور تکیہ کے ایک کنارہ پر نہایت ادب کے ساتھ بیٹھ گئے اور
دوسری طرف تکیہ کے قریب نواب صاحب بیٹھ گئے اور ہم لوگ سامنے بیٹھ گئے اسکے
بعد مولانا نے فرمایا کہ وعظ تو مجھے آتا نہین مگر اسوقت ایک بات کہتا ہون وہ یہ کہ بادشاہ
کے خدام مین مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہین کچھ وہ لوگ ہوتے ہین جنکے متعلق خدمات ملکی
ہوتی ہین مثلاً وزراء قضاۃ عمال وغیرہ اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہین جنکے متعلق دربانی وغیرہ
معمولی کام سپرد ہوتے ہین اور کچھ وہ لوگ ہین جو بادشاہ کے مصاحب ہوتے ہین ۹۷
اور بادشاہ کے جنپر انعام و احسان جسقدر زیادہ ہوتے ہیں ان سے وہ اسیقدر اطاعت
کا زیادہ متوقع ہوتا ہے اور اس بناء پر اگر ان لوگون میں سے جنپر بادشاہ کے انعامات
زیادہ ہین کسیوقت کوئی حکم شاہی کی تعمیل میں کوتاہی کرتا ہے تو اسپر بادشاہ کا عتاب
بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے جتنی کہ اسپر عنایت زیادہ تھی مثلاً اگر کوئی مصاحب یا وزیر خلاف ورزی
کرے تو اسپر بادشاہ کا عتاب اُس سے زیادہ ہوگا جتنا کہ ان سے کم رتبہ لوگو نکی خلاف ورزی
پر ہوتا جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھنا چاہیئے کہ امراء پر حق تعالٰے کے انعامات و احسانات
بحیثیت اُنکے دولتمند ہونے کے غرباء سے بحیثیت اُنکے افلاس کے بہت زیادہ ہیں
اسلئے حق تعالٰے انکے بہ نسبت غرباء کے اطاعت بھی اتنی ہی زیادہ چاہتا ہے جتنے کہ ان پر
اسکے احسان زیادہ ہین اور انکے خلاف ورزی پر سزا بھی اُنکو اتنی ہی زیادہ دیگا بس امراء
پر لازم ہے کہ وہ حق تعالٰے کی اطاعت میں غرباء سے زیادہ کوشش کریں ورنہ انکو غرباء
سے بہت زیادہ سزا ہوگی یہ خلاصہ ہے مولانا کی تقریر کا اور مولانا نے اسکو بہت

پہلوؤں کے ساتھ اور نہایت دلکش پیرایہ مین بیان فرمایا تھا۔

حاشیہ حکایت (۸۱) قولہ بے تکلف بیچ میں مسند پر بیٹھ گئے۔

اقول یہ مخالفت طبیعت کی اعزاز دین کے لئے کرنا جیسا کہ مجاہدہ عظیمہ ہے اسی طرح عدل وحکمت کی بھی اعلیٰ دلیل ہے یہ لوگ ہیں جنکی مراد اللہ کے ساتھ ہے خواہ صورت میں وہ ذلت ہو خواہ عزت ہو (**شت**)

(۸۲) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ روایت مین نے بہت سے لوگون سے سُنی منجملہ اُنکے مولوی سراج احمد صاحب خورجوی میانجی عظیم اللہ صاحب خورجوی اور میانجی رحیم داد صاحب خورجوی ہین یہ حضرات فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ قلعہ مین کسی شاہزادہ نے مولانا محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور انکے خاص لوگونکی دعوت کی اور اسکے ساتھ ہی انکے مخالفین جیسے حاجی قاسم اور مولوی کریم اللہ اور انکے ہم خیال لوگونکو بھی مدعو کیا جب یہ سب لوگ دسترخوان پر بیٹھے اور کھانا سامنے رکھا گیا اور لوگون نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑہائے تو اس شاہزادے نے کہا کہ صاحبو میں آپ صاحبون کو اطلاع کرتا ہون کہ میران کا بکرا ہے اب جس کا جی چاہے کھائے اور جس کا جی چاہے نہ کھائے اسپر مولوی محمد اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب اور آپکی جماعت نے ہاتھ کھینچ لئے جب مخالف پارٹی نے یہ دیکھا تو انھون نے بھی ہاتھ کھینچ لئے اسپر اس شاہزادہ نے کہا کہ مولوی اسحٰق صاحب اور مولوی محمد یعقوب صاحب تو اسکو حرام کہتے ہین انھون نے تو اس لئے ہاتھ کھینچے آپ لوگ تو اسے جائز کہتے ہیں آپ نے کیون ہاتھ کھینچ لئے آپ صاحب کھائیں مگر کسی نے نہ کھایا اسپر شاہزادہ نے کہا کہ مین قسم کھا کر کہتا ہون کہ یہ میران کا بکرا نہیں ہے بلکہ میں نے یہ صرف امتحان کے لئے کہا تھا کہ دیکھون کون اپنے خیال میں سچا ہے اور کون جھوٹا اب مجھے معلوم ہوگیا میں درخواست کرتا ہون کہ آپ صاحبان بے تکلف کھائیں اور حکم دیا کہ جو شخص اسکو حلال کہتا ہے اسکو دسترخوان سے اٹھا دیا جاوے اسپر حاجی قاسم اور مولوی کریم اللہ کی جماعت کو اٹھا دیا گیا اور شاہ اسحٰق صاحب کی جماعت نے کھانا کھایا۔ ۹۸

حاشیہ حکایت (۲۸) قولہ مگر کسی نے نہ کھایا اقول یہ ہاتھ کھینچنا
جیسا حق کے رعب کی دلیل ہے اسیطرح انکی بھی دلیل ہے کہ اُس زمانہ کے اہل ہوئے
پھر عقیدت سے تھے کہ علی تقوی کو اپنی بات کی پچ کے لئے نہیں چھوڑا یہ بات بھی قابل قدر
ہے اور احقر نے استاذی مولانا محمد یعقوب صاحب سے اس قصہ میں اتنا اور سُنا تھا کہ
ان صاحبوں نے یہ بھی کہا کہ حرام تو ہم بھی سمجھتے ہیں مگر انکی ضد میں حلال کہدیا کرتے ہیں (اشرف)

(۸۳) خانصاحب نے فرمایا کہ نواب اعظم علی خان کے یہان ایک قصہ خوان نوکر تھا اور
یہ قصہ خوان بہادر شاہ کا قصہ خوان تھا اور اس سے بڑھکر دہلی میں کوئی قصہ خوان نہ تھا۔
نواب صاحب کے یہان اسے تیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی اسکے اندر یہ کمال تھا کہ کیسا ہی
ہکلایا تو تلایا اور کسی قسم کا آدمی ہو اسکی اسطرح نقل کر دیتا تھا کہ اصل اور نقل میں امتیاز نہ
ہو سکتا تھا ایک مرتبہ مولانا نانوتوی خورجہ تشریف لائے اور اعظم علی خان نے مولانا کی
دعوت کی یہ قصہ خوان رافضی تھا اس نے مولانا سے سوال کیا کہ حضرت مین ایک بات دریافت
کرنا چاہتا ہون مولانا نے اجازت دی اُس نے عرض کیا کہ خلافت کی قابلیت کس مین تھی اور ۹۹
ابوبکر صدیق کیسے خلیفہ ہو گئے جبکہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو خلیفہ نہ بنایا
تھا اُسکے جواب مین مولانا نے فرمایا کہ مین جواب عرض کرتا ہون مگر تم اسکے درمیان مین
نہ بولنا جب مین تقریر ختم کرچکون اسوقت جو کچھ شبہ ہو اسکو پیش کرنا اس نے کہا بہت اچھا
مولانا نے فرمایا کہ اگر کوئی پہلوان یا پھکیت یا بکینٹ بیمار ہو جاوے اور اس وجہ سے کشتی یا پھکیتی
یا بکینٹ خود نہ سکھا سکے اور جب سکھانے کا وقت آوے اسوقت اپنے کسی شاگرد سے کہدے
کہ تو سکھا دیا یا کوئی رئیس یا اہل کار کہیں جاوے اور اپنے کام کے متعلق اپنے بیٹے یا کسی
عہدہ دار سے کہہ جاوے کہ میرا کام تم کرنا اور اشخاص مامورین اس خدمت مفوضہ کو انجام دین
تو یہ استخلاف عملی ہو گا اور اس قسم کا استخلاف اس استخلاف سے کہیں بڑھکر ہے جو فقط اس
کہنے سے ہو کہ فلان میرا خلیفہ ہے جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو گیا تو اب دوسرا مقدمہ سُنو اور اسکو
ذرا غور سے سُنو ارکان اسلام چار مین نماز روزہ حج زکوٰۃ مگر دو تو ان مین اصل ہیں اور دو انکے تابع
نماز اصل ہے اور زکوٰۃ اسکے تابع اور حج اصل ہے اور روزہ اسکے تابع۔ کیونکہ نماز کا تعلق

براہ راست حق تعالے سے ہے اور وہ اسکے دربار کی حاضری اور اسکی تعظیم اور اس سے عرض معروض کا نام ہے اور زکوٰۃ کا تعلق بلا واسطہ محتاجون اور فقراء سے ہے پس نماز کے مقابلہ مین زکوٰۃ ایسی ہے جیسے کوئی بادشاہ اہل دربار کو اپنے دربار میں پانچ وقت حاضری کا حکم دے اور یہ بھی حکم دے کہ ہماری طرف سے جو انعامات وصلات تم کو وقتاً فوقتاً ملے ہیں ان میں سے کچھ ہمارے غریب رعایا کو بھی جو دربار کے راستہ مین خیرات کے موقع پر بیٹھ جاتے ہیں دیدیا کرو سو ظاہر ہے کہ حاضری دربار مقصود ہے اور صدقہ وخیرات اُسکے تابع اور یہی وجہ ہے کہ حق تعالے نے تقریباً ہر جگہ قرآن میں زکوٰۃ کو نماز کے بعد بیان فرمایا ہے اور یقیمون الصلوٰۃ و یوتون الزکوٰۃ و اقیموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وغیرہ وغیرہ فرمایا ہے۔

اسیطرح حج کا تعلق براہ راست حق تعالے سے ہے کیونکہ اس میں محبوب کے در دولت پر حاضر ہو کر اپنے عشق ومحبت کا اظہار ہے اور روزہ میں کسر شوکت نفس ہے جو
مانع ہے اس محبت وعشق سے اور ان خامیون کو دفع کرتا ہے جو اس ناصح نامہربان نفس 100
امارہ کی بدولت اسکی خدمات میں پیدا ہو گئی ہیں اسی لئے روزے تیس مقرر کئے گئے اور حج کا وقت رمضان کے بعد سے شروع کیا گیا کیونکہ آخری وقت حج سے (کہ ۹ ذیحجہ ہے) رمضان تک (باد خال غایت) دس مہینے ہوتے ہیں (بحذف کسر کہ ثلث ماہ سے بھی کم ہے) پس ہر مہینے کے لئے تین مسہل (یعنی روزے) تجویز کئے گئے اور ان سب کو ایک مہینے مین (یعنی رمضان میں) جمع کر دیا گیا (کہ تیس روزے فرض کر دئے) تا کہ دس مہینون مین جسقدر نفس امارہ کی وجہ سے عشق ومحبت کے جذبات مین خامی اور خلل آ گیا ہے ان مسہلون سے اسکی تلافی ہو جاوے اور وہ اس قابل ہو سکے کہ محبوب کے در دولت پر حاضر ہو کر صحیح طور پر اپنی محبت کا اظہار کر سکے اور جب رمضان مین وہ ان مسہلون سے اس قابل ہو گیا تو اب یکم شوال سے اسکو اجازت ہوئی کہ اب آؤ اور آکر اپنی محبت کا اظہار کرو یعنی اسوقت سے حج کا وقت شروع ہو گیا اور اسکی ایسی مثال سمجھو جیسے بادشاہ اپنے اہل دولت کو جشن شاہی کی شرکت کے لئے دعوت دے

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ

چونکہ حضرت والا مدظلہم العالی کی مجلس وعظ مین اہل علم کا مجمع ہونیکی وجہ سے مضامین علمیہ اور الفاظ عربیہ بھی بیان مین آجاتے ہیں اسلئے حسب ایماء حضرت والا مواعظ کو نہایت آسان پیرایہ مین کر دیا ہے اور اس سلسلہ کا نام حضرت والا مدظلہم نے تسہیل المواعظ رکھا ہے اس سے ہر شخص حتی کہ بچے اور عورتین بھی فائدہ حاصل کر سکتے ہین اسوقت تک اس سلسلہ کے سولہ وعظ چھپ چکے ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے

پہلا وعظ مسمے بہ۔ حساب کی آمد منتخب از اشرف المواعظ۔ وعظ اول۔ حصہ اول۔ قیمت ۱/ر

دوسرا وعظ مسمے بہ۔ حاضری کا خوف منتخب از اشرف المواعظ۔ وعظ دوم۔ حصہ اول۔ قیمت ۱/ر

تیسرا وعظ مسمے بہ۔ رمضان کا خالص رکھنا منتخب از تطہیر رمضان وعظ اول دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱/ر

چوتھا وعظ مسمے بہ۔ قرآن کے حقوق منتخب از حقوق القرآن وعظ دوم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱/ر

پانچواں وعظ مسمے بہ۔ تکبر کا علاج منتخب از علاج الکبر وعظ سوم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱/ر

چھٹا وعظ مسمے بہ۔ پاکیزہ زندگی منتخب از حیوۃ طیبہ۔ وعظ چہارم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱/ر

ساتواں وعظ مسمے بہ۔ اصلاح کا آسان طریق منتخب از تسہیل الاصلاح وعظ پنجم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱/ر

آٹھواں وعظ مسمے بہ۔ اخیر عشرہ کے احکام منتخب از احکام العشر الآخر وعظ ششم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱/ر

نواں وعظ مسمے بہ۔ صوم اور عید کی تکمیل منتخب از کمال الصوم والعید وعظ ہفتم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱/ر

دسواں وعظ مسمے بہ۔ نگاہ کی حفاظت منتخب از غض البصر وعظ ہشتم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۲/ر

گیارہواں وعظ مسمے بہ۔ اعضاء کا پاک رکھنا منتخب از تطہیر الاعضاء وعظ نہم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۱/ر

بارہواں وعظ مسمے بہ۔ کجی کی درستی منتخب از تقویم الزیغ وعظ دہم دعوات عبدیت جلد دوم قیمت ۲/ر

تیرہواں وعظ مسمے بہ۔ اہتمام دین کی ضرورت منتخب از ضرورۃ الاعتناء بالدین وعظ اول دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۲/ر

چودہواں وعظ مسمے بہ۔ علم دین کی ضرورت منتخب از ضرورۃ العلم بالدین وعظ دوم دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۲/ر

پندرہواں وعظ مسمے بہ۔ عمل دین کی ضرورت منتخب از ضرورۃ العمل فی الدین وعظ سوم دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۱/ر

سولہواں وعظ مسمے بہ۔ مقبولیت کا طریق منتخب از طریق القرب وعظ چہارم دعوات عبدیت جلد سوم قیمت ۱/ر

قیمت پورے سٹ کے خریدار سے صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ لیجاویگی اور ابھادی کے خریدار سے ۲/ر

المشتہر۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

"حاذق" یونانی طب کی بہترین کتاب ہے!

"حاذق" میں کیا ہے؟ سر سے لیکر پاؤں تک کی بیماریوں کا بیان، امراض کے اسباب و علامات، بیماریوں کی تشخیص۔ بیماروں کے لئے غذا، پرہیز اور ضروری ہدایتیں۔ بڑی بڑی کتابوں کا خلاصہ۔ استادانِ فن کے اسرار سینہ بسینہ" جو لوگوں کو زندگیاں گذارنے پر نصیب ہوتے ہیں مطب جناب حکیم اجمل خانصاحب کے صحیح اور اصلی نسخے جو اور کسی کتاب میں نہیں ملیں گے "حاذق"

طبابت پیشہ اصحاب کے لیئے

ایک رہبر اور رہنما اور ایک ایسی مفید کتاب ہے جو دہلی کے اس طبی مخزن کو گھر بیٹھے حوالہ کرتی اور فن علاج میں کامیاب کر دیتی ہے

لکھے پڑھے لوگوں کے لیئے

خود نفع اٹھانے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور یہ واقعہ ہے کہ صرف اس کتاب کی وجہ سے ہزاروں غریب بیمار مصیبت سے بچے ہیں۔

نوجوانوں کے لئے

یا ان لوگوں کے لئے جو اپنا پوشیدہ حال کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے اس میں مقصد و کامیابی ہے۔

لکھی پڑھی خواتین

آپ صرف اسے دیکھکر اپنے بچوں کا آسانی سے علاج کر لیتی ہیں۔

بہترین مشورہ

ایک بیمار کے لئے یہ ہے کہ "حاذق" سے خود نفع حاصل کرے ایک تندرست کے لئے یہ ہے کہ "حاذق" سے دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔

آسانی سے ہر جگہ ملنے والے نسخے "حاذق" میں کثرت سے ہیں حجم ۴۱۳ صفحے اور

جناب حکیم اجمل خانصاحب کے خاندانی اور ذاتی مجرب نسخے

ہیں جو اپنے صحیح اور اصلی اور کسی کتاب میں بھی نہیں ہیں جو آٹھویں دفعہ چھپی ہے تو بلا مبالغہ یہ کتاب کچھ اور ہی چیز ہو گئی ہے اب اناٹمی (تشریح) کا بیان زیادہ کیا گیا ہے تاکہ جسم انسان کی مشینری کا حال اور ہر مرض کا تشریحی حصہ آئینہ ہو جائے یہ تشریحی اضافہ گو مختصر ہے مگر عام فہم اور نہایت ضروری ہے۔ اس پر حاوی ہو جانے سے تشخیص مرض کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کثرت سے نسخے بڑھا دئے گئے ہیں بہت سے امراض کا بیان جو پہلے نہ تھا اضافہ کیا گیا ہے ہر مرض کا ایلوپیتھی (ڈاکٹری) میں جو نام ہے اسے اردو اور انگریزی حروف میں لکھدیا ہے تاکہ ڈاکٹر اور کمپونڈر اور دوسرے انگریزی دان مرض کی صحیح مطابقت اسکے یونانی نام سے کر سکیں۔ اور اگر چاہیں تو یونانی طب سے بھی با آسانی نفع اٹھا سکیں اس اشاعت پر حجم قریباً دوگنا ہو گیا ہے یعنی ۴۱۳ صفحات پر ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

مختصر پتہ (پوسٹ بکس نمبر ایک دہلی)

رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال الله تعالیٰ وقرآنا فرقناه لتقرأه علی الناس علی مکث ونزلناه تنزیلا

چو آیت موصوف دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برای ناس

حاضر باشد یا بادی ٭ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیه یعنی دینیه که شامل ست بر

مقاصد و مبادی ٭ پس اتباعاً للنص المذکور این صحیفهٔ شهریه که مشتمل ست بر تدریج شهور

مسمیٰ به

الهادی

۱۳۴۵

۲ — ۳ — ۵

جلد ۳	بابت رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ	نمبر ۵

که جامع ست انواع علوم دینیه را برای هر طالب و جادی و مذکر ست در هر مجلس و نادی

و مسکن ست برای هر جائع و صادی ٭ بصورت ترجمه رسالهٔ ترغیب و ترهیب و تسهیل المواعظ

و حل اغتابات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات که اکثر آن مستفاد ست از

درگاه ارشادی یعنی خانقاه اشرفی امدادی ٭ باداره محمد عثمان خان عامی ٭ و حیره اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانه اشرفیه دریبه کلان دهلی بزد ... طلب باید کرد

سے ہٰذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث اقتصر بھٰا بکتاب العمر و قتی بالرحم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دُعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب التہذیب ترجمہ ترغیب وترہیب ...	حدیث	مولانا مولوی محمد اسحٰق صاحب ...	۱
۲	تسہیل المواعظ ...	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۹
۳	حل الاشتباہات ...	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب ...	۱۷
۴	کلید مثنوی ...	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۲۵
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف ...	حدیث	ایضاً ...	۳۳
۶	اسیر الروایات فی جیب الحکایات ...	تصوف وسیر	مولوی حبیب احمد صاحب بعد حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۷
۷	سیرۃ الصدیق ...	سیر	مولوی محمد صابر صاحب امروہوی ...	۴۱

اُصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہٰذا کا مقصود امتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) کبھی اوکار رسالہ علاوہ ٹائیٹل کے ڈھائی جزء سے کم نہ ہوگا بعض مرتبہ کسی مضمون کی تکمیل کی ضرورت سے اس سے بھی بڑھجانا ممکن ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنے ہے۔

(۴) سوائے اُن صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں۔ جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا۔ اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور جدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے۔

اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو طلب فرمادیں۔ مگر انکی قیمت فی جلد تین روپے ہے۔ علاوہ محصولڈاک کے

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

اُس نے کہا میں اپنی جان کے بدلے میں سب کچھ تھوڑا بہت دیتا ہوں اور انکو بدلہ دیکر بچ گیا اور تم کو یہ حکم کیا ہے کہ خدا کی یاد کرتے رہا کرو اسواسطے کہ اسکی مثال مثل اس شخص کے ہے کہ دشمن اسکے پیچھے بھاگا اس شخص نے ایک مضبوط قلعہ میں پہنچکر اپنے آپ کو ان سے محفوظ کر لیا اسیطرح انسان اپنے آپ کو شیطان سے بجز ذکر خدا کے (کسی طرح) نہیں بچاسکتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں تم کو پانچ چیزون کا حکم کرتا ہون جنکا اللہ تعالےٰ نے مجھکو حکم فرمایا ہے (حاکم وقت کی) بات سُننا اور اسکی تابعداری کرنا اور جہاد اور ہجرت اور جماعت (اسلام سے چپٹے رہنا) اسواسطے کہ جو جماعت (مسلمانون سے) ایک بالشت جدا ہوا اُس نے اسلام کی رسّی اپنی گردن سے نکالدی ہاں اگر پھر لوٹ آوے (ف اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے ان لوگونکو جو آزادی پسند ہیں کہتے ہیں کہ ہم کتاب اور سنت رسول اللہ سے جو کچھ خود مطلب سمجھیں گے اسکے کاربند ہونگے ہم کو تمام امت سے بحث نہیں یا اگر اپنے مطلب کے موافق کوئی قول کہیں کا ملگیا اُسکو آڑ بنالیا اگرچہ وہ امت کے نزدیک متروک ہی ہو اور اسی سے کیفیت تمام مذاہب جدیدہ کی معلوم
۲۲۵ ہوگئی یہ ظاہر ہے کہ اگر اقوال سلف صالحین کے موافق ہو تو جدید ہی کیونکر ہو لہذا تمام مُسلمانونکو مناسب ہے کہ حدیث کے اس جملہ کو پیش نظر رکھکر بجز مذہب اہل سنت والجماعت کے جو کتب قدیمہ میں ہے اسکے سوا اور نئی نئی باتیں جنکا کتابون میں وجود نہیں ہے ہرگز نہ سُنیں) اور جس نے جاہلیت کے زمانہ کے دعوے کئے وہ جہنم کی جماعتون میں سے ہے ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ اگرچہ وہ نماز روزہ کرے فرمایا اگرچہ نماز روزہ کرے پس تم تو اللہ کے انہیں خطابون کے ساتھ ایک دوسرے کو پکارو جو تمہارا نام مقرر فرمادیا ہے مسلمان مومن عباد اللہ ترمذی نے اس حدیث کو انہیں الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور حسن صحیح کہا ہے اور کچھ حصہ نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیحون میں اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور شرط بخاری مسلم پر صحیح کہا ہے صاحب کتاب فرماتے ہیں حارث اشعری کی صحاح ستہ میں بجز اس حدیث کے اور کوئی روایت نہیں ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنے کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا یہ اچکنا ہے

کہ شیطان بندہ کی نماز میں سے اچکتا ہے (یعنی شیطان چاہتا ہے کہ نماز کو بندہ کی خراب کرون تو وہ بندہ کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ ادہر اُدہر دیکھے اور نماز سے غافل ہو جائے) اسکو امام بخاری نسائی ابو داؤد ابن خزیمہ نے روایت کیا ہے۔

اور ابو الاحوص حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ برابر اپنے بندہ کی طرف اسکی نماز میں متوجہ رہتا ہے جبتک کہ وہ ادہر اُدہر نہیں دیکھتا جب وہ بندہ منہ پھیرتا ہے اللہ تعالےٰ بھی اس سے اعراض فرما لیتے ہیں اسکو امام احمد ابو داؤد نسائی ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے مصنف کتاب حافظ عبد العظیم فرماتے ہیں یہ ابو الاحوص اپنے نام کے ساتھ مشہور نہیں ہیں ان سے زہری کے علاوہ اور کسی نے روایت نہیں کیا اور ترمذی اور ابن حبان وغیرہ نے اسکی تصحیح کی ہے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں مجھکو میرے خلیل صلے اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے اور تین باتوں سے منع کیا ہے مجھکو ۴۲۰
منع فرمایا ہے مرغ کی سی ٹھونگیں مارنے سے اور کتے کی سی بیٹھک سے (کہ اپنے سرینوں پر گھٹنے کہڑے کر کے بیٹھے) اور لومڑی کی طرح ادہر اُدہر جھکنے سے اسکو امام احمد اور ابو یعلےٰ نے روایت کیا ہے اور امام احمد کی اسناد حسن ہے اور اسکو ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے مگر انھوں نے کتے کی بجائے بندر فرمایا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے پیارے بیٹے نماز میں ادہر اودہر دیکھنے سے بچ اسواسطے کہ نماز میں ادہر اُدہر دیکھنا ہلاکت ہے الی آخر الحدیث اسکو ترمذی نے بواسطہ علی ابن زید بروایت سعید بن المسیب حضرت انس سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے اور بعض نسخون میں حسن صحیح کہا ہے مصنف کہتے ہیں علی بن زید بن جدعان میں کلام ہے جو آئندہ آئیگا اور سعید کی روایت انس سے غیر مشہور ہے۔

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں برابر اللہ تعالیٰ

بندہ کی طرف متوجہ رہتا ہے جبتک کہ وہ ادہر ادہر نہ دیکھے یا حدث نہ کرے اسکو طبرانی نے کبیر میں بروایت ابو قلابہ حضرت ابن مسعود سے موقوف روایت کیا ہے ابو قلابہ نے حضرت ابن مسعود سے سُنا نہیں ہے۔

اور حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ زوجہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگ ایسے تھے کہ نمازی نماز ایسے پڑہتا تھا کہ ان میں سے کسی کی نظر اسکے قدم کی جگہ سے نہیں ٹلتی تھی جب جناب کی وفات ہوگئی تو لوگ ایسے ہوگئے کہ جب کوئی ان میں سے نماز کو کہڑا ہوتا تو اسکی نظر موضع قبلہ سے نہیں ٹہتی تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا زمانہ ہوا تو ادہر ادہر دیکھنا ہونے لگا لوگ داہنے بائیں دیکھنے لگے اسکو ابن ماجہ نے باسناد حسن روایت کیا ہے مگر موسےٰ بن عبد اللہ بن ابی امیہ مخزومی کی روایت کو اصحاب صحاح ستہ نے نہیں بیان کیا بجز ابن ماجہ کے اور مجھکو اس میں جرح یا تعدیل ثابت نہیں ہوئی واللہ اعلم۔

۲۲۷ بلاضرورت کنکری وغیرہ پر جائے سجدہ میں ہاتھ پھیرنے یا پھونک مارنے سے ترہیب

حضرت ابوذر رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جناب نے فرمایا جب کوئی تم میں سے نماز کو کہڑا ہو تو کنکریوں کو نہ چھوئے اسواسطے کہ رحمت اسکے منہ کے مقابل ہوتی ہے اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن کہا ہے اور نسائی ابن ماجہ نے اور ابن حبان ابن خزیمہ نے اپنی صحیحوں میں روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ کے یہ الفاظ ہیں جب تم میں سے کوئی نماز میں کہڑا ہوتا ہے تو رحمت اسکے سامنے ہوتی ہے پس کنکریوں کو مت ہلاؤ ان سب نے ابی الاحوص کی روایت سے بیان کیا ہے۔

اور حضرت معیقیب رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کنکریاں مت چھوا کر جب تو نماز پڑہا کرے اور اگر تو مجبور ہی ہو تو کنکریوں کا چھونا ایک مرتبہ ہے اسکو امام بخاری مسلم

ترمذی نسائی ابو داؤد ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہین میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا نماز مین کنکریان چھونے سے فرمایا ایک دفعہ اور اگر اس سے بھی رک جاوے تو تیرے واسطے سو اونٹنیون سے بہتر ہے کہ سب سیاہ حلقہ والے ہوں اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح مین روایت کیا ہے (ف زمانہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مین مسجد وںکے فرش خام تھے چھوٹی چھوٹی پتھریاں بچھی ہوئی ہوتی تھیں اُن میں سے نوک دار چبھنے والی بھی ہوتی تھیں پھر ظاہر ہے کہ انپر سجدہ کرنا کس قدر ناگوار ہوگا پھر بھی کسقدر کنکریوں پر ہاتھ پھیرنے کو منع فرمایا ہے پس اس زمانہ مین کہ مساجد میں سب طرح کی آسایش ہے پھر گرد وغبار یا خس وخاشاک کا نماز پڑھتے ہوئے دُور کرنا کتنا ممنوع ہونا چاہیئے۔

اور حضرت ابو صالح مولے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس تھا ایک انکے رشتہ دار بھون والے آئے کھڑے ہو کر نماز پڑہنے لگے جب سجدہ کو جانے لگے تو پھونک ماری حضرت ام سلمہ نے فرمایا ایسا نہ کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے ایک حبشی غلام کو فرمایا کرتے تھے اے افلح اپنے چہرے کو خاک آلود کر اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور ترمذی نے بواسطہ میمون ابو حمزہ ابو صالح کی روایت سے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ایک غلام جسکو افلح کہتے تھے دیکھا جب سجدہ کرتا تھا تو پھونک مارتا تھا فرمایا اے افلح اپنے چہرہ کو خاک آلود کر۔ ۲۲

اور ترغیب فی الصلوۃ میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پہلے گزر چکا ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کسی حالت میں خدا کے نزدیک زیادہ محبوب نہین ہوتا بجز حالت سجدہ کے کہ اسکو سجدہ کرتے ہوئے چہرہ کو مٹی میں خاک آلود کرتے ہوئے دیکھتا ہے اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے۔

نماز میں کوکھوں پر ہاتھ رکھنے سے ترہیب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے اسکو بخاری مسلم ترمذی نے روایت کیا ہے اور مسلم ترمذی کے لفظ اس طرح ہیں کہ منع فرمایا ہے اس سے کہ آدمی مختصر ہو کر نماز پڑھے اور نسائی نے بھی اسی کے مانند روایت کیا ہے اور ابوداؤد نے زیادہ کیا ہے یعنی کوکھ پر ہاتھ رکھکر

اور انہی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اختصار نماز میں جہنمیوں کی راحت ہے اسکو ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیحوں میں روایت کیا ہے (اختصار کے ایک معنے کوکھ پر ہاتھ رکھکر کھڑا ہونا ہے اور ایک معنی نماز مختصر کرنا رکوع سجود تمام نہ کرنا ہے یہ دونوں مکروہ اور منع ہیں اور ایک یہ بھی مراد ہو سکتی ہے قرأت کو مرتبہ مسنون سے کم پڑھنا یہ ایسا مذموم نہیں ہے)

نمازی کے آگے سے گزرنے کی ترہیب

حضرت ابوجہیم عبداللہ بن حارث بن الصمہ انصاری رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی

۲۲۹ ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر نمازی کے سامنے گزرنے والا جان لے کہ اس پر کتنا سخت گناہ ہے تو چالیس تک ٹھیرا رہنا اسکے لئے بہتر ہو اس سے کہ سامنے سے گزر جائے ابونضر فرماتے ہیں میں نہیں جانتا کہ چالیس دن فرمائے یا مہینے یا برس اسکو بخاری مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور بزار نے بھی روایت کیا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والا جانے کہ اسپر کیا ہے تو بیشک یہ کہ چالیس سال کھڑا رہے اسکے لئے بہتر ہے اس سے کہ اُسکے آگے سے گزر جائے اور اسکے راوی صحیح میں ہیں ترمذی نے کہا ہے۔

اور حضرت انس رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں البتہ یہ کہ تم میں سے کوئی سو برس تک ٹھیرا رہے تو اس سے بہتر ہے کہ اپنے بھائی کے آگے سے گزرے اور وہ نماز پڑھتا ہو۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم میں سے کوئی جان لے کہ اپنے بھائی کے سامنے سے چلے اور وہ اپنے رب کے سامنے مناجات کرتا ہو۔ تو سو برس تک اسی جگہ کھڑا رہنا اسکو اس قدم رکھنے سے زیادہ پسندیدہ ہوگا اسکو ابن ماجہ نے اسناد صحیح سے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور یہ لفظ ابن حبان کے ہیں۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی کسی چیز کی آڑ میں نماز پڑھے کہ وہ اسکا لوگوں سے سترہ ہوجاوے پھر کوئی اسکے سامنے سے گذرنا چاہے تو اسکی چھاتی میں دھکا دینا چاہیئے اگر پھر بھی نہ مانے تو اس سے لڑو (یعنی زبردستی روکو) اسواسطے کہ وہ شیطان ہے اور دوسرے لفظوں میں اسطرح ہے جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہو کسی کو اپنے سامنے سے نہ گزرنے دے اور حتی الامکان اسکو دفع کرے اگر وہ انکار کرے تو اس سے لڑو اسواسطے کہ وہ شیطان ہے اسکو بخاری مسلم نے روایت کیا ہے یہ
الفاظ مسلم کے ہیں اور ابو داؤد نے بھی اسی کے قریب روایت کیا ہے۔ ۲۳۰

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو کسیکو اپنے سامنے سے نہ گزرنے دے اگر نہ مانے تو اس سے قتال کرو اُسکے ساتھ اسکا قرین ہے (یعنی شیطان ہے، جسکو ہمزاد کہتے ہیں) اسکو ابن ماجہ نے اسناد صحیح سے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہ انسان کا راکھ ہوجانا کہ ہوا میں اڑایا جائے اس سے بہتر ہے کہ کسی نماز پڑھنے والے کے سامنے سے قصداً گزرے اسکو عبد البر نے تمہید میں موقوف روایت کیا ہے۔

قصداً نماز چھوڑنے اور سستی سے نماز کو قضا کرنیسے ترہیب

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی اور کفر کے درمیان علاقہ نماز چھوڑنا ہے (یعنی نماز

چھوڑنے کے بعد آدمی رفتہ رفتہ کافر ہوجاتا ہے) اسکو امام احمد نے روایت کیا ہے اور مسلم نے اس طرح روایت کیا ہے درمیان آدمی اور شرک وکفر کے علاقہ نماز چھوڑنا ہے اور ابوداؤد ونسائی کے یہ الفاظ ہیں بندہ اور کفر کے درمیان کوئی علاقہ نہیں ہے بجز نماز چھوڑنے کے اور ترمذی کے لفظ یہ ہیں درمیان کفر اور ایمان کے نماز چھوڑنا ہے اور ابن ماجہ کے یہ لفظ ہیں درمیان بندہ اور کفر وشرک کے ترک نماز ہے۔

اور حضرت بریدہ رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے تھے ہمارے اور ان (منافقوں) کے درمیان معاہدہ نماز ہے پس جس نے اسکو چھوڑ دیا کافر ہوگیا یعنی کفر کو ظاہر کردیا اسکو امام احمد ابوداؤد ونسائی ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے اور ابن ماجہ نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کیا ہے اور صحیح کہا ہے اور ہم انمیں کوئی علت نہیں پاتے۔

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں مجھکو
میرے پیارے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کی وصیت فرمائی ہے فرمایا ۲۲۱
ہے تم ہرگز شرک نہ کرنا اگرچہ تم کاٹے جلائے جاؤ یا سولی دئے جاؤ اور قصداً نماز کو مت چھوڑنا جس نے اسکو قصداً چھوڑ دیا امت سے خارج ہوگیا اور معصیت کے مرتکب مت ہو وہ خدا کا غصہ ہے اور شراب مت پینا وہ تمام خطاؤں کی سردار ہے الی آخر الحدیث اسکو طبرانی اور محمد بن نصر نے کتاب الصلوۃ میں دو اسنادوں سے روایت کیا ہے متن میں کچھ نقصان نہیں ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن شقیق عقیلی رضی اللہ تعالے عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں اصحاب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے اسکو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالے عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بندے اور کفر وایمان کے درمیان نماز (فاصل) ہے جب وہ نماز ترک کردیتا ہے تو شرک ہوجاتا ہے اسکو ہبۃ اللہ طبری نے

سند صحیح کے کیساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جسکے (پاس) نماز نہیں اسکے لئے اسلام میں کوئی حصہ نہیں اور جسکو وضو نہیں اسکی نماز (درست) نہیں اسکو بزار نے روایت کیا ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جسمیں امانت نہیں اُس میں ایمان نہیں اور جسمیں طہارت (و پاکی) نہیں اسکی نماز (کچھ) نہیں اور جسکے پاس نماز نہیں اُسکا دین (کچھ) نہیں دین میں نماز کا درجہ تو ایسا ہے جیسے جسم کے لئے سر اسکو طبرانی نے معجم اوسط وصغیر میں روایت کیا ہے اور کہا کہ حسین بن حکم حبری اسکی روایت میں منفرد ہیں۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھکو میرے حبیب (سیدنا رسول اللہ) صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی ہے کہ اللہ تعالےٰ کیساتھ شریک نہ کرنا اگرچہ تجھکو کاٹ دیا جائے یا ڈبو دیا جائے اور فرض نماز کو عمداً نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے اسکو چھوڑ دیا اُس سے (خدا کا) ذمہ بری ہوجاتا ہے اور شراب نہ پینا کیونکہ وہ ہر بدی (کے راستہ) کو کھولنے والی ہے اسکو ابن ماجہ اور بیہقی نے شہر (بن حوشب) سے ام درداء سے ابوالدرداء سے روایت کیا ہے (اور شہر بن حوشب میں کلام ہے مگر وہ حسن الحدیث ہیں ۱۲ مترجم) ۲۳۲

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب میری آنکھوں میں پانی اتر آیا تو لوگوں نے کہا ہم آپ کا علاج کرسکتے ہیں مگر آپ کو نماز چھوڑنی پڑے گی ابن عباس نے فرمایا نہیں (میں نماز نہ چھوڑونگا) کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو نماز کو چھوڑ دیگا وہ اللہ تعالےٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اللہ تعالےٰ اس پر غضبناک ہونگے اسکو بزار نے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کیا ہے اور اسکی سند حسن ہے اور قامت العین اسوقت بولتے ہیں جبکہ نگاہ جاتی رہے مگر ڈھیلا صحیح سالم ہو۔

م

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کا اٹھارہواں وعظ

مسمّیٰ بہ

قربانی کی ترغیب

منتخب از ترغیب الاضحیہ وعظ ششم دعوات عبدیت

حصہ سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ اما بعد فقد ورد فی حدیث طویل قالوا ما هذه الاضاحی یا رسول اللہ قال سنۃ ابیکم ابراھیم۔ **ترجمہ**۔ ایک بڑی حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ان قربانیوں کی کیا اصلیت ہے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے اس حدیث کے متعلق یہ مضامین ہیں۔

(۱) یہ ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے قربانی کی فضیلت میں مضمون مقصود سے پہلے ایک مضمون مناسب اسکے بیان کیا جاتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیسے کریم اور کیسے سخی ہیں کہ ہمارے نفع کی کوئی بات حضور نے بغیر بیان کئے نہیں چھوڑی قربانی۔ نماز۔ روزہ۔ حج زکوۃ۔ یہ سب احکام اسوقت ہم کو معمولی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور ہم کو انکی کچھ قدر نہیں جیسی قدر کرنا چاہیے اُس درجہ قدر نہیں اور وجہ اسکی یہ ہے کہ ہمیشہ سے ان باتوں کو باپ دادا سے

سنتے چلے آتے ہیں مگر جن لوگوں کو تلاش کے بعد یہ دولت ملی ہو گی انکی کیا حالت ہوتی ہو گی۔ جیسے بھوکے آدمی کو اگر آدھی روٹی بھی ملجاتی ہے تو غنیمت سمجھتا ہے اور اگر معدہ خراب ہو گا تو اسکو پلاؤ زردے کی بھی قدر نہ ہو گی کیونکہ اسکو کھانے کی خواہش ہی نہیں چنانچہ صحابہ کے سوالات کے بعد جو جواب عنایت ہوئے انکو تو بعد طلب کے ملے اور ہم کو مفت مل گئے سو اس حدیث میں بھی ایسا ہی مضمون ہے صحابہ کے دل سے اسکی قدر پوچھو تو صحابہ کی طرح ہم کو بھی قدر کرنا چاہئے اور یہ مضمون ثواب عذاب کے وہ ہیں کہ کوئی چیز ان سے زیادہ نفع دینے والی نہیں اور باوجود نفعمند ہونے کے اسقدر آسان ہیں کہ کسی قسم کی تنگی ان میں نہیں اور ان کا آسان ہونا یہ خود دلیل ہے انکے نفع و ضرورت کی کیونکہ جس چیز کا نفع زیادہ ہوتا ہے وہ بہت آسانی سے حاصل ہو جایا کرتی ہے دیکھو آدمی اور حیوانات کو سب سے زیادہ ضرورت ہوا کی ہے اگر ایک منٹ بھی ہوا نہ ہو تو کسی کی زندگی باقی نہ رہے مگر وہ اسقدر سستی ہے کہ اسکی کچھ قیمت ہی نہیں اسکے بعد پانی کی ضرورت ہے وہ اسقدر سستا نہیں لیکن اور چیزوں کے اعتبار سے سستا ہے اسکے بعد
۲ غذا کی ضرورت ہے وہ اس سے زیادہ گران ہے اور جس چیز کی بالکل ضرورت نہیں وہ نہایت گران ہے جیسے جواہرات کہ عمر بھر بھی اگر کسی کو نہ ملیں تو کچھ حرج نہ ہو چنانچہ سینکڑوں آدمی ایسے ہیں کہ وہ جانتے بھی نہیں کہ لعل کیا ہے اور زبرجد کس چیز کا نام ہے اسیطرح جو علم زیادہ کارآمد ہیں وہ نہایت آسانی سے حاصل ہو جاتے ہیں چنانچہ شریعت کے علوم بھی ایسے ہی ہیں کہ نہایت ضروری اور نفع مند ہونے کی وجہ سے نہایت آسان ہیں اور ہر جگہ انکے بتلانیوالے موجود ہیں اور وہ کوئی معاوضہ نہیں لیتے اور یہی بھید ہے کہ قرآن شریف کے تعلیم کرنیوالے کثرت سے پائے جاتے ہیں اور نہایت تھوڑی تنخواہ پر ملجاتے ہیں بخلاف اور علموں کے کہ انکے سکھانے والے کم ہیں اور بڑی بڑی تنخواہوں پر ملتے ہیں غرض دیکھنے کی چیز نفع ہے نہ کہ اور باتیں مثلاً یہ کہ مضمون خوب چٹ پٹا ہو جیسا کہ اکثر لوگ وعظ میں اسکو دیکھا کرتے ہیں کہ جب کہ وعظ میں مزہ دار شعر ہوں تو اسے پسند کرتے ہیں اور اگر کوئی واعظ ترے مسئلے سنادے تو اس سے بھاگتے ہیں حالانکہ یہ زیادہ نفع مند ہے لیکن انکو کیا معلوم کہ ہمارے نفع کی کیا چیز ہے حق تعالےٰ کی بڑی رحمت ہے کہ ایسے مضمون ہم کو بتائے جو ہمارے کام آنیوالے ہیں اور بیکار اور غیر ضروری

مضمون ہم کو نہیں سکھاسکتے یہ تمام تقریر اس لئے عرض کی گئی کہ جو مضمون اسوقت بیان کیا جائیگا
اسکو بیقدر اور معمولی نہ سمجھا جاوے حاصل یہ کہ ان فائدہ مند مضمونوں میں سے ایک مضمون یہ
بھی ہے جو حق تعالیٰ نے حضور کے ذریعہ سے ہم کو بتایا ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ حضور
قربانی کے متعلق احکام بیان فرمارہے تھے صحابہ نے دریافت کیا کہ حضور یہ قربانیاں کیا چیز
ہیں حضور نے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے اس مضمون کو سنکر لوگ کہیں گے
کہ قربانی کی اسمیں کیا فضیلت ہوئی لیکن سمجھدار کے لئے یہ بڑی بھاری فضیلت ہے بلکہ جسقدر
فضیلتیں قربانی کی آئی ہیں ان میں سب سے زیادہ فضیلت یہی ہے چنانچہ ابھی آپ کو معلوم
ہوجاویگا اب سمجھئے کہ اس لفظ کے بڑہانے سے کیا غرض ہے کہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت
ہے صرف یہ کیوں نہ فرمادیا کہ حضرت ابراہیم کی سنت ہے انکے باپ ہونے کا ذکر کیوں کیا
بات یہ ہے کہ شفیق باپ بیٹے کو طرح طرح سے سمجھایا کرتا ہے اور ہر وقت اسی دھن میں رہتا ہے
کہ اسکو سمجھانا چاہیئے کہ اسپر اثر پڑے حضور چونکہ ہمارے روحانی باپ ہیں بلکہ باپ سے زیادہ
۳ مہربان ہیں اسلئے حضور نے قربانی کی اس طریقہ سے ترغیب دی تاکہ زیادہ اثر ہو کیونکہ انسان
کی طبعی بات ہے کہ اسکو اپنے باپ دادا سے اور انکے رسم ورواج سے نہایت تعلق ہوتا ہے
اور اس رسم کا دل سے نکلنا بہت بھاری ہے چنانچہ جب کفار کو بت پرستی سے روکا
جاتا تھا یا آجکل کی رسموں سے مسلمانوں کو روکا جاتا ہے تو بڑا جواب یہ ہوتا ہے کہ صاحب ویرسے
اسی طرح ہوتی آئی ہے غرض خاندانی بات کی بڑی پنچ ہوتی ہے اسلئے حضور ترغیب دینے کیلئے
فرماتے ہیں کہ میاں قربانی تو کوئی باہر کی بات نہیں ہے یہ تو تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا
طریقہ ہے یہ تو خاندانی مذہب ہے اسکو کیوں چھوڑتے ہو دیکھا آپ نے کہ حضور کو اپنی امت پر
کس قدر شفقت ہے کہ کس طرح آپ ہم کو ترغیب دیتے ہیں تاکہ کسیطرح اسپر اثر ہوجاوے
خلاصہ یہ کہ حضور کو قربانی کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے اب سنئے کہ اس حدیث سے قربانی
کی بڑی بھاری فضیلت معلوم ہوئی کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے تعالیٰ کی
خوشنودی کیلئے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے کا ارادہ کرلیا تھا بلکہ جو انکے کرنے کا کام تھا
وہ انھوں نے کر بھی دیا تھا یعنے اپنے بیٹے کے گلے پر چھری کا پھیر دی تھی اور یہی سمجھکر چھری

پھیری تھی کہ بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں لیکن حق تعالےٰ نے بجائے انکے جنت سے ایک مینڈھے کو بھیجدیا جو اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ ذبح ہوا لیکن انکو تو مینڈھے کے ذبح کرنے میں بھی وہی ثواب ملا جو بیٹے کو ذبح کرنے سے ملتا کیونکہ وہ تو اپنی طرف سے بیٹے ہی کو ذبح کر چکے تھے اور بیٹے کو خدا کی راہ میں نثار کرنیکا بڑا بھاری ثواب ہے کیونکہ شریعت کے قواعد سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس چیز کو خدا کی راہ میں خرچ کیا ہے وہ جسقدر زیادہ پیاری ہوگی اسیقدر زیادہ ثواب ملتا ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ بیٹے سے آدمی کو کسقدر محبت ہوتی ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹے کیساتھ اپنے نفس سے بھی زیادہ محبت ہوتی ہے کیونکہ انسان اپنے لئے جو آرام چاہتا ہے وہ دوسرے کیلئے ہرگز نہیں چاہتا لیکن بیٹے کیلئے یوں چاہتا ہے کہ ہر طرح کا آرام اسکو مجھ سے زیادہ ہو پس ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وہ کام کیا کہ اس سے بڑھکر ہو نہیں سکتا تو ظاہر ہے کہ اسکا ثواب نہایت ہی عظیم الشان ہوگا بلکہ یوں کہیئے کہ بے انتہا ثواب ہوگا اسکے بعد معلوم کرنا چاہیئے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قربانی کو حضرت ابراہیم کی سنت فرمایا ہے حالانکہ حضرت ابراہیم نے تو بیٹے کے گلے پر چھری پھیری تھی اور قربانی میں جانور ذبح کئے جاتے ہیں پھر قربانی حضرت ابراہیم کی سنت کیسے ہوئی انکی سنت تو جب ہی ہوسکتی ہے جبکہ قربانی میں ہم کو وہی ثواب ملے جو حضرت ابراہیم کو بیٹے کے ذبح کرنے میں ملا تھا تو چونکہ وہ ثواب ان کا ثواب ایک درجہ کا تھا اسلئے اسکو حضرت ابراہیم کی سنت فرمایا گویا یہ فرمایا کہ اے اُمت محمدیہ تم کو جانور کے ذبح کرنے میں وہی ثواب ملیگا جو ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کے ذبح کرنے میں ملا تھا دیکھئے کسقدر فضیلت قربانی کی اس حدیث سے معلوم ہوئی اللہ اکبر کتنا بڑا انعام ہے اور اُمت محمدیہ پر حضور کی برکت سے کیسا کچھ لطف وکرم ہے قربانی کی یہ فضیلت تو ایسی ہے کہ اگر کسی کے ذمہ قربانی واجب بھی نہ ہو تو اس ثواب کے کمانے کیواسطے وہ بھی نہ چوکے اور جسطرح بن پڑے بغیر کئے نہ رہے آخر دنیا کے بہت سے کام بلاضرورت صرف دل خوش کرنے کے لئے کرتے ہو اللہ تعالےٰ کی رضامندی کیلئے اگر تھوڑا سا خرچ کر دوگے تو کیا حرج ہوگا اور اگر ضرورت ہی پر مدار رکھتے ہو کہ جو کام فرض اور واجب ہیں ہم تو وہی ادا کرینگے اور جو واجب نہیں انہیں بلاضرورت کیوں کریں تو

دُنیا کے کاموں میں بھی اسپر عمل کیوں نہیں ضرورت تو اسقدر ہے کہ زندگی باقی رکھنے کے
لائق جو کی روٹی پر بس کرو اور جو کی روٹی صرف اتنی کھالیا کرو جس سے زندگی باقی رہے اور
گرمی سردی کی تکلیف سے بچاؤ کیواسطے گاڑھے گزی کا کپڑا مل جاوے پھر یہ پلاؤ زردے اور
کوفتے کیوں کھاتے ہو اور ململ و تنزیب و مخمل کیوں پہنتے ہو کیا ٹھکانا ہے اس بے انصافی کا
کہ نفس کے خوش کرنے کو تو غیر ضروری کام بھی کرلیں اور دین کے کاموں میں یہ پوچھتے ہیں
کہ صاحب کیا یہ بہت ہی ضروری ہے اسکے تو یہ معنے ہوئے کہ اگر اسکا چھوڑ دینا بہت بڑا گناہ
ہو تب تو کرلینگے ورنہ چھوڑ دینگے صاحبو! اعتقاد درست کرنیکے لئے تو بیشک ضرور پوچھو کہ یہ ضروری
ہے یا نہیں اگر ضروری ہو تو اسکے ضروری ہونے کا اعتقاد رکھو اگر ضروری نہ ہو صرف ثواب
کی بات ہو تو اسکو غیر ضروری سمجھو کیونکہ ضروری کو ضروری سمجھنا واجب ہے اور غیر ضروری کو غیر ضروری
سمجھنا واجب ہے تو اعتقاد درست کرنے کیلئے تو یہ دریافت کرلو لیکن عمل کرنیکے لیے تو صرف
اتنا پوچھ لینا چاہیئے کہ کیا اللہ تعالے اس سے خوش ہوتے ہیں اگر یہ معلوم ہو جاوے
۵ کہ اللہ تعالے اس عمل سے خوش ہوتے ہیں تو بلا تامل جھٹ پٹ رغبت سے اسکو کر دیت
لوگ دین کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور نماز و روزہ وغیرہ میں مستعد ہیں لیکن روپیہ خرچ
کرنے کا جہاں وقت آیا تو وہ حیلے حوالے کرتے ہیں اسپر مجھکو ایک حکایت یاد آئی کہ ایک
بدو کو کسی نے دیکھا کہ نہایت پریشان بدحواس ہے اور رو رہا ہے اور اسکے پاس ہی روٹیوں کا
تھیلا بھرا رکھا ہے کسی نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو کہا کہ میرا کتا بھوک سے مر رہا ہے اس
شخص نے کہا کہ تھیلے میں کیا ہے کہنے لگا روٹیاں ہیں اس نے کہا پھر اسکو کیوں نہیں دیتا
کہنے لگا کہ مجھے کتے کی اتنی محبت نہیں کہ اسکو روٹی دوں کیونکہ اسکو تو دام لگے ہیں صرف
آنسو بہانے کی محبت ہے کہ یہ تو مفت کے ہیں تو بعض لوگوں کی محبت کا دعوی بھی ایسا
ہی ہوتا ہے کہ جہاں انکا خرچ ہو وہاں نادار ہوگئے اور یہاں تو حقیقت میں ہمارا کچھ خرچ بھی نہیں
ہوتا کیونکہ صدقہ خیرات میں جو کچھ خرچ ہوتا ہے وہ کہیں جاتا نہیں جو کچھ ہے اپنے ہی لئے
ہے بلکہ قربانی تو ایسی چیز ہے کہ کچھ ہاتھ سے نکلتا بھی نہیں اسلئے کہ ثواب کیلئے یہ ضروری
نہیں کہ قربانی کے جانور کا گوشت پوست تقسیم ہی کردو بلکہ تم کو اختیار ہے خواہ تقسیم کردو

یا اپنے کام میں لاؤ ہاں بیچنے کی اجازت نہیں ہے غرض سب گوشت اپنے ہی پاس رکھو جب
بھی ثواب ملتا ہے اگر کوئی کہے کہ جب خدائے تعالےٰ خرچ کرا کر ہم سے کچھ لیتے بھی نہیں پھر کیوں
خرچ کراتے ہیں قربانی سے مقصود انکا کیا ہے اگر کہو کہ ہم کو گوشت کہلانا مقصود ہے تو منے
اور مکہ معظمہ میں ہزاروں جانور ذبح ہوتے ہیں انکا تو کوئی گوشت بھی نہیں کھاتا ہزاروں
جانور بالکل بیکار ہی جاتے ہیں اور کھتوں میں دبائے جاتے ہیں تو بات اصل میں یہ ہے کہ
قربانی میں اصل تو یہ تھا کہ بیٹے کو ذبح کریں لیکن اول تو بیٹا سب کے ہوتا نہیں دوسرے
یہ کہ اگر سب کو یہ حکم ہوتا تو بہت کم ایسے نکلتے جو اسپر عمل کرتے یہ حق تعالےٰ کا فضل ہے
کہ بیٹے کو ذبح کرنے کی جگہ ہم کو جانور کے ذبح کرنے کا حکم کر دیا پس قربانی میں ایک پیاری چیز
کا خدا کی راہ میں صرف کرنا مقصود ہے تاکہ ہماری محبت کا امتحان لیا جائے کہ اللہ کیواسطے
کون اپنی پیاری چیز خرچ کرتا ہے اور کون نہیں کرتا پس یہ مقصود ہے کھانا اور کہلانا مقصود
نہیں اس لئے اس جانور میں ایسی خوبیاں ہونی چاہئیں جسکی وجہ سے وہ بہت محبوب ہو کہ
۴ خوب موٹا تازہ جانور ہو جسکو ذبح کرتے ہوئے کچھ تو دل دکھے جیسے بیٹے کے ذبح کرنے
میں دل دکھتا ہے اور وہ جانور مریل نہ ہو کہ جسکے ذبح ہو جانے کو بھی غنیمت سمجھے کہ مرتا تو
یہ ضرور خیر اچھا ہوا اس سے بھی کام نکل آیا حضرت عمرؓ نے ایک اونٹنی ذبح کی تھی جسکی قیمت تین سو
اشرفیاں تھی پس یہ جو بعض لوگوں کی عادت ہے کہ رول خدل کم قیمت جانور ذبح کر دیتے
ہیں تو یاد رکھو کہ وہاں بھی تم کو ثواب ایسا ہی ملیگا اور جبکہ وہ لوٹ کر تم کو ہی ملیگا تو پھر کم قیمت
کیوں ذبح کرتے ہو جسقدر اس میں خرچ کروگے اپنے ہی واسطے ہے اور یاد رکھو صدقہ سے
مال گھٹتا نہیں حدیث میں ہے لا ینقص مال من صدقۃ۔ ترجمہ۔ صدقہ کرنے سے مال
ہرگز کم نہیں ہوتا اور اسکے معنے یہ نہیں کہ اگر دس روپے پاس تھے صدقہ کے بعد بھی
وہ دس روپیہ جیب میں ہی رہتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ صدقہ سے مال میں برکت ہوتی ہے
اور خدا اسکو کسی اور جگہ سے نفع دیتا ہے اور اسکا مال کام میں آتا ہے اگر صدقہ نہ دیتا تو
وہ ادہر اُدہر ضائع ہو جاتا اور صدقہ دینے کے بعد جسقدر مال باقی رہتا ہے وہ سب اسی کے
کام میں آتا ہے اور اسمیں برکت ہوتی ہے اسلئے قربانی کے جانور کا گوشت اگر کھانہیں

نہ بھی آوے تب بھی قربانی کرنا بیکار نہیں کیونکہ قربانی سے مقصود یہ ہے کہ جو محبت ہم کو خدا تعالےٰ کے ساتھ ہے وہ ظاہر ہو جاوے اور وہ اس صورت مین بھی حاصل ہے جبکہ گوشت کسی کام میں نہ آئے بلکہ اس صورت مین محبت کا امتحان زیادہ ہے کہ خرچ بھی ہوا اور اسسے دنیا کا کچھ کام نہ نکلا پھر مال ضائع کہاں ہوا اور اگر کہا جاوے کہ جی دکھتا ہے کہ ہماری چیز یون ہی بیکار جاتی رہے گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تمہاری چیز ہے کہان تم خود تو اپنے ہو ہی نہیں تمہاری چیز کہان سے آئی تم خود اللہ تعالےٰ کے غلام ہو غلام کسی چیز کا بھی مالک نہیں ہوا کرتا اگر کوئی کہے کہ جناب مال خرچ کرنے سے تو دل تنگ نہیں ہوتا بلکہ اس سے دل دکھتا ہے کہ جانور کی جان ضائع ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ آپ بیفکر رہیئے جب خود مالک ہی ضائع کرائے تو آپ کون ہیں آپ بڑے دردمند نکلکر آسکے ہیں بس اس وقت میں اسی بیان پر کفایت کرتا ہوں ؂

تمّت

سلسلہ تسہیل المواعظ کا اٹھارہوان وعظ مسمّٰے بہ قربانی کی ترغیب ختم ہوا۔ اب انیسوان وعظ انشاء اللہ تعالےٰ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ سے شروع ہوگا ؂

الہادی

دینیات کا ہواری رسالہ جسمیں شریعت و طریقت کے متعلق جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے علوم عقلیہ و نقلیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہے جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے جمادی الاول ۱۳۴۲ھ سے جاری ہوا ہے جس کی سالانہ قیمت دو روپیے آٹھ آنے ہے اور بصورت وی پی دو روپیے بارہ آنے کو پڑتا ہے ؂

المشتہر

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

تکمیل الیقین یعنے خلاصۂ سائنس اور اسلام

از حضرت مولانا تھانوی مدظلہٗ

اُردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو دینیات کی جامعیت کے ساتھ سائنس اور طبعیات کا پہلو لئے ہوئے ہے یہ کتاب زیادہ تر ان تعلیمیافتوں کیواسطے تالیف کیگئی ہے جو علوم مروجہ کے اثر سے متاثر ہوکر شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہ کتاب دیندار مسلمانوں کیلئے بھی ازبس ضروری اور نافع ہے مضامین کی مختصر فہرست یہ ہے۔ اوّل عقائد و اعمال کو لکھکر اسکے ضمن میں ہر قسم کے شرک اور خلاف شرع رسوم کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے پھر معاصی اور طاعات کے بعض دنیوی نقصانات و منافع دکھا کر حکومت و انتظام ملکی کی تشریح کی ہے اسکے بعد نماز کے لئے طہارت کے شرط ہونے کی حکمت وضو میں اعضائے وضو ہونے اور ترتیب کی حکمت۔ نماز میں کعبہ کی طرف منہ کرنے کی حکمت۔ سب نمازوں کی واہی تباہی عذروں کے معقول جواب۔ اعمال حج کی فلاسفی اور بے پردگی کی خرابیاں۔ تعدد ازدواج کے متعلق نہایت عمدہ بحث۔ اُس شبہ کا جواب جو کہ شریعت محمدیہ کے قوانین نئی روشنی کے زمانہ میں بے سود ہیں۔ سچے صوفیوں کے حالات۔ مادّے کی قدامت کا ابطال فلاسفہ ہی کے مسلمہ اصول سے۔ وحدانیت کی فلاسفی۔ عقل کی حقیقت معلوم کرنے میں اہل سائنس کی بدحواسی۔ حیات بعد الممات کا عقلی ثبوت اور فلاسفہ کے شبہات کا جواب روح اور جسم کے باہمی تعلق کی حقیقت۔ الغرض دنیا بھر کے مشکوک شبہات کے جوابات جو کسی حیثیت سے اسلام پر وارد ہوسکتے ہیں اس کتاب میں موجود ہیں جنکو پڑھکر اسلام کے دین کامل ہونے کا یقین ہوجاتا ہے۔ **قیمت صرف دو روپے۔** (۲؎)

خریداران الہادی کے واسطے ایک روپیہ آٹھ آنے

قصۂ معراج اور معتبر واقعات

شب معراج کے واقعات جتنے عجائب و غرائب اور بیشمار معجزات کو شامل ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ لیکن انقلاب زمانہ اور دور حاضرہ کے افراط و تفریط سے جہالت اور بدعت سے اُمور مختلف شکل بنگئے ہیں۔ معراج شریف کے واقعات بھی اس سے خالی نہیں رہے اگر ایک شخص اسمیں سیکڑوں جھوٹی روایتیں منظوم کرتا ہے تو دوسرا تمام قصہ ہی کو یکسر اڑا دیتا ہے اس انقلاب کو دیکھتے ہوئے حضرت اقدس جامع الشریعت والطریقت حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا مولوی شاہ **محمد اشرف علی** صاحب دام ظلہم العالی نے اس ضرورت کو محسوس فرماکر **تنویر السراج فی لیلۃ المعراج** تالیف فرمائی جس میں افراط و تفریط کو چھوڑ کر اپنی عادت شریفہ کے موافق اعتدال کے ساتھ واقعات کو کتب احادیث و سیر سے جمع فرمایا ہے حضرت ممدوح کے انتساب کے بعد کتاب کی اہمیت اسکی تعریف اسکی خوبیوں کے اظہار کی ضرورت نہیں رہتی۔ **قیمت دس آنے۔** ۱۰؍

خریداران الہادی کے واسطے آٹھ آنے۔ (۸؍)

انتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ

علم کلام جدید کا ایک نہایت مفید رسالہ جسمیں شبہات جدیدہ کے جوابات اہل شبہات یعنی انگریزی تعلیمیافتہ حضرات کے مذاق پر نہایت وضاحت و متانت سے دئے ہیں یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر انگریزی تعلیمیافتہ حضرات کے پاس رہے تاکہ جسوقت کوئی شبہ پیش آوے فوراً اس کتاب سے حل کر لیا جاوے انشاء اللہ تعالےٰ جواب حاصل ہوجاوے گا۔ قیمت نو آنے (۹؍) خریداران الہادی کے واسطے چھ آنے (۶؍)

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

(ا) دوسری قسم وہ جنکے نہ ہونے کو عقل ضروری اور لازم بتاوے مثلاً ایک مساوی ہے دو کا یہ امر ایسا لازم النفی ہے کہ عقل اسکو یقیناً غلط سمجھتی ہے اسکو ممتنع

(ج) اور پہنچ جاتے ہیں یعنی کسی کے خبر دینے سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ فلان ریلوے لائن ان شہرون کو جاتی ہے اور فلان وقت گاڑی چھوٹتی ہے اس میں بے تردد بیٹھ جاتے ہیں اور پہونچ جاتے ہیں اور وہان کا جو کام کرنا ہوتا ہے وہ بھی ہم کسی کی خبرون ہی کے ذریعہ سے (دلیل نقلی سے) ہی پورا کرتے ہیں مثلاً کوئی بتاتا ہے کہ تم کو جو سودا خریدنا ہے فلان دکان سے ملیگا وہین پہونچ جاتے ہیں اور وہ سودا مل جاتا ہے پھر کوئی بتاتا ہے کہ اسکو گھر بھیجنے کی یہ صورت ہے کہ بیل گاڑی فلان جگہ ملیگی اور گاڑی والا لادکر ریلوے گودام میں پہنچا دیگا وہاں سے روانہ ہوکر تمہارے شہر میں پہونچ جائیگا سب کام جو ہم چاہتے ہیں اسیطرح ہو جاتا ہے یہ سب کا سب ہے ہوا نقلی دلیلون سے ہماری بود و باش، حفاظت، حقوق معاملات تجارت ملک گیری اور ملک داری سب ان ہی نقلی دلیلون کی بدولت ہے حاکم حقوق دلاتا ہے تو شہادت کے ذریعہ سے اور شہادت خبر کا نام ہے اور خبر ہی کو نقل یا نقلی دلیل کہتے ہیں غرض دلیل نقلی ثبوت کیلئے ۲۳
کافی اور رائج اور کارآمد ہے مگر یہ یاد رہے کہ خبر (نقلی دلیل) سے مراد خبر صحیح ہے افواہی اور بے بنیاد اور غیر معتبر خبروں سے کچھ نتیجہ نہیں نکل سکتا یہ قید بالکل بدیہی ہے تو دو قسم کی دلیلیں ہوئیں عقلی اور نقلی دونون کی تشریح اچھی طرح کردی گئی ان دونون میں تعلق یہ ہے کہ کہیں دلیل عقلی یقین کے ساتھ حکم کرتی ہے خواہ وجود کے ساتھ یا نفی کے ساتھ اور کہیں صرف یہ حکم کرتی ہے کہ اسکا وجود بھی ہو سکتا ہے اور نفی بھی ہو سکتی ہے تو واقعات جن پر عقلی دلیل قائم کیجاتی ہے تین قسم کے ہوتے ایک وہ جنکے ہونے کو عقل ضروری اور لازم بتلاوے مثلاً یہ کہنا کہ ایک آدھا ہے دو کا اسپر عقل پورے یقین کے ساتھ حکم کرتی ہے کہ واقع میں ایسا ہی ہے اور اسکے خلاف نہیں ہو سکتا کیونکہ دو کہتے ہی انکو ہیں جسمیں ایک اور ایک دو ہوں تو دو کل ہوا اور ایک اسکا آدھا تو اگر کوئی یون کہے کہ ایک آدھا دو کا نہیں ہے تو یہ معنے ہونگے کہ ایک کی ماہیت ایک عین موجود نہیں اور یہ یقیناً غلط ہے ایسی بات کو جسپر دلیل عقلی وجود کا حکم یقین کے ساتھ لگادے واجب کہتے ہیں اور دوسری قسم واقعات کی یہ ہے کہ انکے نہ ہونے کو عقل ضروری اور یقینی لازم

(ا) اور محال کہتے ہیں تیسری قسم وہ جسکے نہ وجود کو عقل لازم بتاوے اور نہ نفی کو ضروری سمجھے بلکہ دونون شقون کو محتمل قرار دے اور ہونے نہ ہونے کا حکم کرنے کیلئے کسی اور دلیل نقلی پر نظر کرے مثلاً یہ کہنا کہ فلان شہر کا رقبہ فلان شہر سے زائد ہے ایسا امر ہے کہ قبل جانچ کرنے یا جانچ والون کی تقلید کرنے کے عقل نہ اسکی صحت کو ضروری قرار دیتی ہے اور نہ اسکے بطلان کو بلکہ اسکے نزدیک احتمال ہے کہ یہ حکم صحیح ہو یا غلط ہو اسکو ممکن کہتے ہیں پس ایسے امر ممکن کا ہونا اگر دلیل نقلی سے

(ح) بتاوے مثلاً یہ کہنا کہ ایک برابر ہے دو کے کہ عقل اسکو قطعی اور یقینی طور پر نفی کرتی ہے اور غلط کہتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے ایسے واقعات کو ممتنع (ناممکن) اور محال کہتے ہیں تیسری قسم واقعات کی وہ ہے جنکو عقل نہ ضروری کہتی ہے کہ انکا ہونا یقینی ہو اور نہ انکو ممتنع اور محال کہتی ہے کہ انکے نہ ہونے پر یقین کرے کہ انکا ہونا یقیناً غلط ہے ایسے واقعات کو ممکن کہتے ہیں چونکہ عقل کے نزدیک ایسے واقعات کے متعلق دونون جانبین یعنی ہونا نہ ہونا برابر ہے اسواسطے انکا ثبوت
دلیل نقلی یعنی خبر دینے سے ہوسکتا ہے پس اگر کوئی ایسے واقعات کی خبر دے تو اسکی تردید عقلی دلیل ۳۴
سے نہیں کرسکتے کیونکہ یہ بات مانی جاچکی ہے کہ ان واقعات میں عقل ساکت ہے نہ کوئی وجہ عقل کے پاس انکے وجود کو ثابت کرنے کی ہے نہ انکے عدم کو ثابت کریگی اب اس خبر کو عقل سے جھٹلانے کے کوئی معنے نہیں ہوسکتے اور نہ اسکی خبر دینے والے سے دلیل عقلی کا مطالبہ ہوسکتا ہے کیونکہ یہ بات پہلے طے ہوچکی ہے کہ عقل اسکے دونون جانب کو برابر کہتی ہے ہان خبر دینے والے کی کوئی تسکین بخش دلیل ہونی چاہیئے اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی کہے کہ فلان شہر کا رقبہ فلان شہر سے بڑا ہے یہ بڑا ہونا ایسی بات ہے کہ محض عقل کسی کے بتانے اور خبر دینے یا جانچ کرنے سے پہلے نہ اسکے ہونے کی تصدیق کرسکتی ہے کہ یقین کے ساتھ کہدے کہ بڑا ہونا صحیح ہے اور ضرور بڑا ہے اور نہ اسکے نہ ہونے کی تصدیق کرسکتی ہے کہ یقین کے ساتھ کہدے کہ بڑا ہونا غلط ہے اور بڑا نہیں ہے عقل دونون احتمالوں کو جائز رکھتی ہے اور کہتی ہے کہ ممکن ہے کہ بڑا ہو اور ممکن ہے کہ بڑا نہ ہو اس صورت میں نقل جو کچھ حکم کریگی اسکو عقل کو بھی ماننا پڑیگا یعنی اسکے متعلق کوئی معتبر آدمی خود جانچ کرکے یا معتبر جانچ کرنیوالون سے سُنکر جو کچھ کہے اسکو صحیح سمجھنا چاہیئے یہ ایسا صحیح

(۱) صحیح ثابت ہو تو اسکے ثبوت اور وقوع کا اعتقاد واجب ہے اور اگر اسکا نہ ہونا ثابت ہو جاوے تو اسکے عدم وقوع کا اعتقاد ضروری ہے مثلاً مثال مذکور میں جانچ کے بعد کہیں اسکو صحیح کہا جاتے گا کہیں غلط اسیطرح آسمانون کا اس طور سے ہونا جیسا جمہور اہل اسلام کا اعتقاد ہے عقلاً ممکن ہے یعنی صرف عقل کے پاس نہ تو اسکے ہونے کی کوئی دلیل ہے اور نہ نہ ہونے کی کوئی دلیل ہے عقل دونون

(ح) اور مسلم اصول ہے کہ تمام دنیا کے کام اسی پر چل رہے ہین جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ کلکتہ کی خبر سنکر ہم جاتے ہیں اور مال لے آتے ہیں اور تمام تجارتیں اور کاروبار اسی پر چل رہے ہیں اور تمام حقوق کی حفاظت اسی پر ہو رہی ہے اور سلطنت کا قیام اسی پر ہے حاکم کے سامنے ایک شخص دعویٰ کرتا ہے کہ زید نے مجھکو مارا ہے وہ عقل سے پوچھتا ہے تو عقل اس واقعہ کے متعلق ساکت رہتی ہے اور کہتی ہے کہ ممکن ہے کہ مارا ہو اور ممکن ہے کہ نہ مارا ہو اسواسطے نقل کو تلاش کرتا ہے کہ یہ خبر صحیح ہے یا نہیں اگر نقل صحیح مارنے کی ملجاتی ہے یعنی شہادت قابل اعتبار بہم پہنچ جاتی ہے تو مارنے کو ثابت مان لیتا ہے اور مدعی علیہ کو سزا دیتا ہے اور اگر نقل صحیح یعنی شہادت کافی مارنے کی نہیں ملتی تو واقع کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتا ہے یعنے مارنے کو بے ثبوت سمجھکر مدعی علیہ کو چھوڑ دیتا ہے غرض سارے کام اسی اصول پر مبنی ہیں کہ جو بات عقلاً ممکن ہو اسکو نقل کے موافق صحیح یا غلط ماننا پڑتا ہے جب یہ اصول ثابت ہو گیا تو شریعت کی بہت سی باتیں واجب التسلیم ہو جاوینگی مثلاً آسمانون کا وجود اسطرح سے جیسا کہ اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ یہ عقلاً ممکن ہے اور نقلاً اسکی خبر آتی ہے لہٰذا ماننا چاہیے کہ واقع میں ایسا ہی ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ قرآن شریف میں ہے خلق سبع سموات ومن الارض مثلھن۔ ترجمہ پیدا کیا حق تعالےٰ نے سات آسمانون کو اور زمین بھی اتنی ہی یعنی سات اور دوسری آیت میں زیادہ تفصیل کیساتھ مذکور ہے وہ آیت یہ ہے قل ائنکم لتکفرون بالذی خلق الارض فی یومین وتجعلون ۳۵

لہ اندادا ذلک رب العلمین وجعل فیھا رواسی من فوقھا وبارک فیھا وقدر فیھا اقواتھا فی اربعۃ ایام سواء للسائلین ثم استوی الی السماء وھی دخان فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین فقضٰھن سبع سمٰوات فی یومین واوحی فی کل سماء امرھا

(ا) احتمالون کو تجویز کرتی ہے اسلئے عقل کو اسکے وقوع یا عدم وقوع کا حکم کرنیکو دلیل نقلی کی طرف رجوع کرنا پڑا چنانچہ دلیل نقلی قرآن وحدیث سے اسکے وقوع پر دلالت کرنیوالی ملی اسلیئے اسکے وقوع کا قائل ہونا لازم اور واجب ہے۔

(ح) وزینا السماء الدنیا بمصابیح وحفظا ذلک تقدیر العزیز العلیم ط۔ ترجمہ۔ کہئے انسے کہ کیا تم ایسی ذات کے ساتھ کفر کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں بنایا اور اسکے لیئے شریک ٹھیراتے ہو یہ ذات رب العلمین ہے اور زمین مین بوجھ (پہاڑ) اوپر سے قائم کئے اور برکت (نشوونما کی قوت) رکھی اور رزق (اہل زمین کے) اسمین مقدر کردیئے۔

پھر توجہ فرمائی آسمان کی طرف اور وہ اسوقت دہوین کی صورت میں تھا اور فرمایا اس سے اور زمین سے کہ تم میرا حکم مانو خوشی سے یا جبر سے دونون نے عرض کیا ہم خوشی سے فرمانبردار ہیں پس آسمانون کو سات طبق بنادیا اور ہر آسمان میں اسکے تمام کام مقرر فرمادیئے یہ زبردست اور جاننے والے کا مقرر فرمانا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آسمان سات ہیں اور یہ کہ وہ مجسم چیزین ہیں پہلے مادہ انکا دہوین کی شکل میں تھا پھر اسکے سات مجسم طبق بنادیئے گئے (جیسے بادل کا ۳۶
مادہ بخارات ہیں وہ منجمد ہوکر بادل بنجاتے ہیں) آیتیں رو ہے آجکل کے لوگون کے خیال کا کہ آسمان منتہائے نظر ہے کوئی موجود فی الخارج چیز نہیں اول تو دہواں ہی موجود اور جسم دار چیز ہے پھر اسکے سات طبق بنائے گئے سات منتہائے نظر کے کیا معنے ہوسکتے ہیں اور دوسری آیت میں ہے وجعلنا السماء سقفا محفوظا۔ ترجمہ بنایا ہم نے آسمان کو محفوظ چھت۔ اور ایک آیت میں جنات کا قول نقل فرمایا ہے وانا لمسنا السماء فوجدناها ملئت حرسا شدیدا وشهبا۔ ترجمہ ہم نے آسمان کو چھوکر دیکھا تو اسکو سخت چوکیدارون سے اور شہابون سے بھرا ہوا پایا اور ایک آیت مین ہے والسماء بنینها بایید۔ ترجمہ ہم نے آسمانون کو بنایا بڑی قوت سے اس مضمون کی آیتیں بہت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آسمان مجسم چیزیں ہیں اور احادیث میں جابجا آیا ہے کہ آسمانون میں دروازے ہیں جن میں سے فرشتے اترتے اور چڑھتے ہیں حدیث معراج میں تصریحا آیا ہے کہ جب آسمان پر حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لیجاتے اس کا دروازہ حضرت جبریل علیہ السلام کھلواتے تھے ظاہر ہے کہ دروازہ ایسی چیز میں ہوسکتا

(ح) جو مجسم اور موجود فی الخارج ہو غرض شریعت میں صاف طور پر خبر آئی ہے کہ آسمان ایک مجسم اور موجود چیز ہے اور عقلاً اسکا وجود اور مجسم ہونا ممکن ہے یعنی عقل نہ اُسکا وجود ثابت کرنے پر کوئی دلیل رکھتی ہے نہ اسکے وجود کو کسی دلیل سے غلط ثابت کرسکتی ہے تو حسب قاعدہ مسلمہ مذکورہ نمبر ۲ ضروری ہوگا کہ آسمان کے اسی طرح کے وجود کے قائل ہوں اور اسکے خلاف عقیدہ رکھنا غلط عقیدہ ہوگا۔

اسپر ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ عقل تو بیشک آسمان کے وجود کو ممکن کہتی ہے یعنی نہ اسکے وجود پر کوئی دلیل رکھتی ہے نہ عدم پر لیکن ایک دلیل نقلی آسمان کے نہ ہونے کی موجود ہے تو حسب قاعدہ مسلمہ مذکورہ آسمان کے عدم کا قائل ہونا چاہیئے وہ دلیل نقلی فیثاغورسی حکیم کی تحقیقات ہے کہ اسنے تمام سیاروں کی حرکتیں اور تاثیرات اور کل نظام عالم کا نقشہ ایسا قائم کرکے دکہا دیا ہے کہ آسمان کے وجود کی ضرورت ہی نہیں رہتی یہ سب چیزیں جو کچھ حرکت وغیرہ کرتی ہیں وہ سب خلا میں خطوط مفروضہ پر کرتی ہیں یہ بھی ایک خبر ہے اور خبر کو دلیل نقلی کہتے ہیں تو دلیل نقلی اس بات کی پائی گئی کہ آسمان موجود نہیں لہذا اسیکا قائل ہونا چاہیئے کہ ۳۷
آسمان کا کچھ وجود نہیں اسکا جواب یہ ہے کہ فیثاغورسی کی تحقیقات کا ماحصل اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ یہ حرکتیں اور کل نظام اسطرح بھی ہوسکتا ہے کہ یہ سب چیزیں خلا میں کشش سے قائم ہوں اور حرکت کرنے والی چیزوں کی حرکت خطوط مفروضہ پر ہو یعنی آسمان کا وجود ہو یا نہ ہو یہ نظام ہوسکتا ہے آسمان کے وجود پر موقوف نہیں سو کسی واقعی بات کا کسی دوسری بات پر موقوف نہ ہونا اسکی دلیل نہیں ہوسکتی کہ دوسری بات موجود بھی نہیں مثلاً یوں کہا جاوے کہ زید کا مجلس میں آنا عمرو کے آنے پر موقوف نہیں تو اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ عمرو کا وجود بھی نہیں بلکہ اس سے یہ بھی نہیں ثابت ہوتا کہ عمرو اس مجلس میں نہیں آیا ممکن ہے کہ آیا ہو اسکا مطلب تو صرف یہ ہے کہ یہ کوئی ضروری بات نہیں کہ زید جبھی آوے جبکہ عمرو بھی آوے اور اس سے سکوت ہے کہ عمرو موجود ہے یا نہیں اور مجلس میں آیا یا نہیں اگر کسی اور دلیل سے مثلاً کسی معتبر خبر سے آنا ثابت ہوجاوے تو اسکا اعتبار ہوگا اور نہ آنا ثابت ہوجاوے تو نہ آنا مانا جائیگا اب فرض کرو کہ حاکم کسی گواہ سے عدالت میں سوال کرے کہ زید تو فلاں مجلس

(۱) اور اگر فیثا غورسی ہی نظام کو اسکے عدم وقوع کی دلیل نقلی سمجھی جاوے تو یہ محض ناواقفی ہے کیونکہ اسکا مقتضا غایت ما فی الباب یہ ہے کہ اس حساب کی درستی آسمانوں کے وجود یا حرکت پر موقوف نہیں سو کسی امر واقعی کا کسی امر پر موقوف

(ح) میں گیا تھا عمرو کی نسبت تم کیا جانتے ہو کہ وہ بھی گیا تھا یا نہیں اور اگر گواہ اسکے جواب میں کہے کہ میں قسم کھاتا ہوں اور مجھے پورا یقین ہے اور میرے نزدیک ثابت ہے کہ زید کا جانا عمرو کے جانے پر موقوف نہیں تو کیا یہ حاکم کے سوال کا جواب ہوجاویگا اور کیا اس سے حاکم یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ عمرو وہاں نہیں گیا تھا ہرگز نہیں اسیطرح اگر فیثا غورسی نے ثابت کردیا کہ نظام سیارات وغیرہ محض خلا میں ہوسکتا ہے اور آسمان کے وجود پر موقوف نہیں تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ آسمان کا وجود بھی نہیں فیثا غورسی اگر اسکا قائل بھی ہو کہ آسمان کا کوئی وجود نہیں تو اسکے پاس اسکی کوئی دلیل نہیں اور نہ اسکے اس نظام قائم کرنیکا یہ مطلب ہوسکتا ہے کہ میں وجود آسمان کا قائل نہیں ایک مثال تحصیلدار کی حضرت مصنف مدظلہٗ نے بھی دی ہے وہ بہت ظاہر ہے۔ **تنبیہ** اس اصول موضوعہ نمبر ۲ سے تمام ان شبہات ۳۸
کا حل ہوجاتا ہے جو جنت دوزخ، پلصراط، فرشتوں، جنوں، میزان، معراج شریف وغیرہ پر کئے جاتے ہیں حل کی تقریر یہ ہے کہ یہ سب چیزیں عقلاً ممکن ہیں بایں معنی کہ عقل کے پاس نہ کوئی دلیل انکے واقع ہونے کی ہے نہ انکے واقع نہ ہوسکنے کی لہذا عقل ساکت ہوئی اور نقل نے انکے واقع ہونے کی خبر دی ہے تو انکا ماننا ضروری ہوا جیسا کہ مشرح بیان ہوا اور ان شبہات کا حل دیگر اصول موضوعہ سے بھی ہوگا جیسا کہ آگے آتا ہے۔

آجکل خلاف عقل کا لفظ نئے تعلیم یافتہ اصحاب کی زبانوں پر ایسا چڑھا ہے کہ شریعت کی اکثر باتوں پر بیدھڑک بول اٹھتے ہیں نہ اسکی حقیقت اور مفہوم سمجھتے ہیں نہ اسکا موقع استعمال عذاب قبر وجود ملائکہ وجود جنات وغیرہ کی جب گفتگو آتی ہے تو فوراً یہی لفظ زبان پر آتا ہے کہ یہ خلاف عقل باتیں ہیں پچھلے زمانہ میں تعلیم نہ تھی لوگ سیدھے اور بھولے تھے جیسا کہئے کہا مان لیتے تھے آجکل بال کی کھال نکالی جاتی ہے ہربات کی دلیل مانگی جاتی ہے اب ایسی باتیں جلدی سے نہیں مانی جاتیں انکی غلطی یہ ہے کہ خلاف عقل کے معنے صحیح نہیں

(ا) نہ ہونا دلیل اسکے عدم کی نہیں مثلاً کسی واقعی کلام کا تحصیلدار پر موقوف نہ ہونا اسکی دلیل کب ہوسکتی ہے کہ شہر میں تحصیلدار موجود بھی نہیں غایت ما فی الباب یہ ہے کہ اسکا ہونا تحصیلدار کی موجودگی کی بھی دلیل نہیں لیکن دوسری دلیل سے تو اسکی موجودگی پر استدلال کیا جاسکتا ہے۔

تمبیہ محال عقلی ہونا اور چیز ہے اور مستبعد ہونا اور چیز ہے۔ محال خلاف عقل ہوتا ہے اور مستبعد خلاف عادت۔ عقل اور عادت کے احکام جدا جدا ہیں دونوں کو ایک سمجھنا غلطی ہے محال کبھی واقع نہیں ہوسکتا مستبعد واقع ہوسکتا ہے محال کو خلاف عقل کہینگے اور مستبعد کو غیر مدرک بالعقل۔ ان دونوں کو ایک سمجھنا غلطی ہے

صرف عقل سے ضد یا ثابت ہونیوالا

(ح) سمجھے ایک خلاف عقل ہونا ہے اور ایک خلاف عادت۔ خلاف عقل اسکو کہتے ہیں جسکا وجود نا ممکن ہونے پر دلیل عقلی موجود ہو ایسی چیز کے اگر کوئی وجود ہونے کی خبر دے تو اسکو جھٹلا سکتے ہیں بلکہ جھٹلانا ضروری ہے مثلاً کوئی کہے کہ ہم نے فلاں مقام پر رات اور دن دونوں کو ایک وقت میں جمع دیکھا ہے تو اسمیں چونکہ اجتماع ضدین لازم آتا ہے اور اجتماع ضدین عقلاً نا ممکن ہے اس وجہ سے اسکو فوراً ۴۵
جھٹلا دینگے اور اسکو سچا سمجھنا غلطی ہے یا کوئی کہے کہ ایک مساوی ہے دو کے تو چونکہ اسکے نا ممکن ہونے پر دلیل عقلی موجود ہے اسواسطے جھٹلا دینگے اور کہینگے یہ خلاف عقل ہے جیسا کہ اصل تمبیہ میں بھی گذرا اور خلاف عادت اسکو کہتے ہیں کہ کسی بات کو ایک طریقے پر دیکھتے چلے آتے ہیں لیکن کوئی دلیل عقلی ایسی موجود نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوجاوے کہ اسکے خلاف ہونا ممکن ہے یعنی اسکے خلاف ہونے سے کوئی عقلی محال لازم آئیگا اسکا اثر یہ ہے کہ خلاف عادت کوئی چیز دیکھنے یا سننے سے اول اول تعجب اور حیرت ہوتی ہے اور بار بار دیکھنے اور سننے سے وہ بھی داخل عادت ہوجاتی ہے پھر وہ تعجب جاتا رہتا ہے مثلاً عادت یہ ہے کہ آدمی کا قد چھ سات فیٹ کا ہوتا ہے اگر کوئی خبر دے کہ ایک آدمی دو سو فیٹ قد کا موجود ہے تو بڑی حیرت اور تعجب ہوگا یہ فطری امر ہے لیکن کسی ایسے آدمی کو جو عقل رکھنے کا دعوی رکھتا ہو یہ کہنا روا نہیں کہ یہ خبر غلط ہے اس بنا پر کہ اتنا لمبا قد ہونا خلاف عقل ہے اگر کوئی ایسا کہے تو اس سے مطالبہ کیا جائیگا کہ وہ دلیل بیان کرو جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا ہونا نا ممکن ہے اور ایسی دلیل عقلی کبھی نہیں مل سکتی

(۱) شرح. محال وہ ہے جسکے نہ ہونے کو عقل ضروری تبلا وے اسکو ممتنع بھی کہتے ہیں جسکا ذکر مع مثال حل موضوع نمبر ۱ میں آچکا ہے اور مستبعد وہ ہے جسکے وقوع کو عقل جائز تبلا وے مگر چونکہ اسکا وقوع کبھی دیکھا نہیں دیکھنے والون سے بکثرت سُنا نہیں اسلئے اسکے وقوع کو سُنکر اول وہلے میں متحیر و متعجب ہو جاوے جسکا ذکر مع مثال حل موضوع نمبر ۱ میں کسی چیز کے سمجھ میں نہ آنے کے عنوان سے کیا گیا ہے انکے احکام جدا جدا یہ ہیں کہ محال کی تکذیب و انکار محض بنا پر محال ہونیکے واجب ہے اور مستبعد کی تکذیب و انکار محض بنا پر استبعاد کے (عجیب کی بات ہونا) جائز بھی نہیں البتہ اگر علاوہ استبعاد کے دوسرے دلائل تکذیب کے ہون تو تکذیب جائز بلکہ واجب ہے

(ح) دیکھیے اس شخص کے سامنے جس نے ہمیشہ گاڑی کو بذریعہ بیلون کے چلتے دیکھا ہو یہ کہنا کہ ریل ایک گاڑی ہے جو بلا بیلون کے چلتی ہے موجب تعجب و حیرت ضرور ہوگا لیکن اسکا یہ منہ نہیں کہ کہدے یہ غلط ہے اور خلاف عقل ہے کیونکہ کوئی عقلی دلیل ایسی اسکے پاس نہیں ہے جو اس کو محال ثابت کرونے یہ ہے حل تعلیم یافتہ اصحاب کی غلطی کا کہ خلاف عادت کا نام خلاف عقل رکھا ہے ۴۰
اور بات بات پر خلاف عقل کا لفظ بول اٹھتے ہیں تعجب یہ ہے کہ یہ زمانہ تعلیم و ترقی کا کہا جاتا ہے بہت سی ایجادیں ایسی ہو چکی ہیں اور ہوتی جاتی ہیں جنپران اصحاب کی عادت کے موافق خلاف عقل کا لفظ پوری طرح صادق آتا ہے اگر ایجاد سے پہلے ان ہی اصحاب کو خبر دیجاتی مثلاً یہ کہا جاتا کہ کوئی آدمی ہوا میں معلق سفر کر رہا تھا تو فوراً یہی کہتے کہ تم باوے ہو ایسی بات کہتے ہو آدمی کیا کوئی پرند ہے جو ہوا میں اڑ سکے لیکن اب دن رات اپنی آنکھون سے دیکھتے ہیں کہ ہوائی جہاز میں لوگ سفر کرتے ہیں اور ہوا میں معلق رہتے ہیں پرند بھی اتنی دیر ہوا میں نہیں رہ سکتا جتنی دیر یہ رہتے ہیں اور نہ اتنا اونچا جا سکتا ہے جتنا یہ جاتے ہیں اب خلاف عقل موافق عقل ہو گیا سمجھنے کی بات یہ ہے کہ آجکل ایجاد کا زمانہ ہے اور ایجاد اور صنعت و حرفت کو نہایت استحسان کی نظر سے دیکھا جاتا ہے لیکن یہ کوئی غور نہیں کرتا کہ ان ایجادون کی بنا کیا ہے یہ ہے تمام ایجادون کی بنا اسی زریں اصول پر ہے جسکو حضرت مصنف مدظلہ نے نمبر ۳ قرار دیا ہے یعنی محال اور چیز ہے اور مستبعد اور محال کا وجود نہیں ہو سکتا اور مستبعد کا وجود ہو سکتا ہے۔

(باقی آئندہ)

دولت بیدار شد مے خسپ خوش نیست غائب ناظرت از ہفت و شش

یعنی اور اگر تیرا دل بیدار ہوجاوے تو پھر خوب سو پھر تیری نظر چھ اور سات سے غائب نہیں ہے مطلب یہ کہ بعد مجاہدہ و ریاضت کے اگر کچھ آرام زیادہ بھی کرو تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے مگر قبل نفس کے رام ہونے کے تو ذرا مجاہدہ و ریاضت کرو اور اسکی تدبیر یہی ہے کہ حقوق نفس تو ادا کرے مگر حظوظ میں مبالغہ نکرے اسی سے سب کچھ انشاء اللہ حاصل ہوجاویگا ہاں اسکے ساتھ جو اور شرائط ہیں وہ ہیں ہی۔

گفت پیغمبر کہ خسپد چشم من لیک کے خسپد دلم اندر وسن

یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ تو سو رہتی ہے مگر میرا قلب اونگھ میں کب سوتا ہے یعنی آپکی نیند بھی مشابہ اونگھ کے ہوتی تھی جیسے کہ ہم لوگوں کا وضو اونگھ سے نہیں ٹوٹتا

۲۲۵ اسیطرح آپ کا وضو سونے سے نہ جاتا تھا اسلئے کہ آپکی نیند بھی مثل اونگھ کے ہے اسلئے کہ آپکا قلب بیدار ہی رہتا تھا۔

شاہ بیدارست حارس خفتہ گیر جان فدائے خفتگان دل بصیر

یعنی بادشاہ کو بیدار اور پاسبان کو سویا ہوا فرض کرو ہماری جان ان سوئے ہوؤں پر فدا ہو جنکا دل بصیر ہے مطلب یہ کہ قاعدہ تو یہ ہے کہ چوکیدار جاگتا ہے اور بادشاہ سوتا ہے مگر یہاں قلب جو کہ مشابہ بادشاہ کے ہے جاگتا ہے اور آنکھ جو کہ مثل پاسبان کے ہے سوتی ہے یہ عجیب الٹی بات ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وصف بیداری دل اے معنوی در نگنجد در ہزاران مثنوی

یعنی اے معنوی بیداری دل کا وصف تو ہزاروں مثنویوں میں بھی نہ سماویگا لہذا اسکو یہیں تک بیان کرکے آگے پھر ان ساحرون کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون بدیدندش کہ خفتست او دراز بہر دزدی عصا کردند ساز

یعنی جب انھون نے دیکھا کہ وہ لمبے لمبے سو رہے ہیں تو عصا کے چرانے کا سامان کیا۔

ساحران قصد عصا کردند زود کز پسش باید شدن آنگہ ربود

یعنی ساحرون نے جلدی سے عصا (کے چرانے) کا قصد کیا کہ انکے پیچھے سے جانا چاہیے اور اسکو اچک لینا چاہیے اسلئے کہ سامنے جانے میں تو خوف تھا کہ وہ شاید جاگتے ہون تو دیکھ لیں لہذا یہ تدبیر کی۔

اندکے چون بیشتر کردند ساز اندر آمد آن عصا در اہتزاز

یعنی جب تھوڑا سا زیادہ سامان کیا تو وہ عصا ہلنے میں آیا یعنی جب وہ ذرا اور قریب پہونچے تو اس عصا نے ہلنا شروع کیا۔ ۲۲۶

آنچنان بر خود بلرزید آن عصا کان دو بر جا خشک گشتند از وجا

یعنی وہ عصا خود بخود اس طرح ہلا کہ وہ دونوں اپنی جگہ ہی پر ڈر کے مارے سوکھ گئے۔

بعد ازان شد اژدہا و حملہ کرد ہر دو آن بگریختند روئے زرد

یعنی بعد اُس (ہلنے) کے وہ اژدہا ہوگیا اور اس نے حملہ کیا تو وہ دونوں روئے زرد ہوکر بھاگے روئے زرد ہوکر بھاگنے سے مراد خائف ہوکر بھاگنا ہے۔

رو در افتادن گرفتند از نہیب غلط غلطان منہزم اندر نشیب

یعنی انھون نے ڈر کے مارے گرنا شروع کیا اور لڑھکتے پڑھکتے نشیب میں کو بھاگنے والے یعنی نشیب میں کو بھاگ رہے تھے تاکہ اس اژدہا کی نگاہ سے اوجھل ہو جاویں۔

پس یقین شان شد کہ ہست از آسمان زانکہ میدیدند حدّ ساحران

یعنی پس انکو یقین ہو گیا کہ آسمان ہی سے ہے اسلئے کہ انھون نے ساحرون کی حد تو دیکھی تھی مطلب یہ کہ وہ سحر کو تو پہچانتے تھے اور اس میں وہ علامات نہیں تھیں لہذا معلوم ہوا کہ یہ حق تعالےٰ کی طرف سے ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پس ازین رو علم سحر آموختن نیست ممنوع و حرام و ممتہن

یعنی اس حیثیت سے علم سحر کو سیکھ لینا ممنوع اور حرام اور ممتہن نہیں ہے یعنی اس نیت سے کہ حق و باطل میں تمیز ہو جاوے اگر سحر کو کوئی سیکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے ہاں اُسکے مقتضا پر عمل نہ کرے جیسے کہ فلسفہ کو پڑھا جاوے کہ اُن لوگون کے جواب دینگے مگر اسپر عمل نہ کرے مولانا خود اسیکو فرماتے ہیں کہ۔

۲۲۷ **بہر تمیز حق از باطل نکوست سحر کردن شد حرام ای مرد دوست**

یعنی حق کو باطل سے تمیز دینے کیلئے تو اچھا ہے (مگر) اے دوست سحر کرنا حرام ہے یعنی اسپر عمل نہ کرے صرف اُسکی حقیقت سے معلوم کرنے کو سیکھ لے خیر جب وہ بھاگے تو اُن کی یہ حالت ہوئی کہ۔

بعد از ان اطلاق و تبشان شد پدید کارشان تا نزع و جان کندن رسید

یعنی بعد اسکے اُن کو (ڈر کی وجہ سے) دست اور بخار ہو گیا اور اُن کا کام نزع اور جان کنی تک کو پہنچ گیا

پس فرستادند مردے در زمان سوئے موسیٰ از برائے عذر آن

یعنی پس انھون نے اسیوقت اُس فعل کی عذر خواہی کیلئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا

کامتحان کردیم ما را کے رسد امتحان تو اگر نبود حسد

یعنی کہ ہم نے امتحان کیا تو ہم کو آپ کا امتحان کرنا کب لائق تھا اگر حسد نہ ہوتا مطلب یہ کہ ہم نے جو یہ امتحان کیا یہ اسی لئے تھا کہ ہمارے قلب میں آپ کی طرف سے کینہ تھا ورنہ اس امتحان کی کیا ضرورت تھی تو چونکہ ہم سے یہ خطا ہوگئی ہے لہٰذا ہم اب معافی کے خواستگار ہیں۔

مجرم شاہیم مارا عذر خواہ　　　اے تو خاص الخاص درگاہ اللہ

یعنی ہم مجرم شاہ ہیں آپ ہماری عذرخواہی فرمادیں اے وہ شخص کہ آپ درگاہ خداوندی کے خاص الخاص ہیں۔

درگذر از ما کہ ما کردیم بد　　　اے ترا الطاف و فضل بے عدد

یعنی ہم سے درگذر فرمایئے اس لئے کہ ہم نے برا کیا ہے اے وہ کہ آپکے الطاف اور فضل بے نہایت ہیں غرضکہ اُن بچاروں نے بہت ہی عذرخواہی کی۔

عفو کرد و در زمان نیکو شدند　　　پیش موسیٰ بر زمین سر می زدند ۲۲۸

یعنی موسےٰ علیہ السّلام نے معاف فرمایا تو وہ اسیوقت اچھے ہوگئے اور موسےٰ علیہ السلام کے آگے زمین پر سر مارتے تھے یعنی بہت ہی شرمندگی اور عاجزی کا اظہار کر رہے تھے۔

گفت موسیٰ عفو کردم ای کرام　　　گشت بر دوزخ تن و جان تان حرام

یعنی موسےٰ علیہ السّلام نے فرمایا کہ اے کرام میں نے تو معاف کر دیا اور اب دوزخ تمہاری جان اور تن پر حرام ہوگئی یعنی آپ نے ان کو مغفور و مرحوم ہونے کی بشارت دی مگر اُن کی شرمندگی اس سے نہ گئی اس لئے کہ اب تو ان کو موسےٰ علیہ السّلام کی قدر ہوگئی تھی تو اُنکی تسلی کے لئے موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

من شمارا خود ندیدم ای دو یار　　　اعجمی سازید خود را از اعتذار

یعنی اے دونون یار وہین نے تو تم کو دیکھا بھی نہ تھا تم اس عذر خواہی سے اپنے کو اجنبی بنا لو مطلب یہ کہ آپ اس عذر خواہی میں اسقدر مبالغہ مت کرو اسلئے کہ زیادہ سخت بات تو اسوقت ہوتی جبکہ مین تم کو دیکھتا اور میرا دل دکھتا مگر آپ تو مجھے خبر بھی نہ ہوئی تم نے جب کہا ہے تب خبر ہوئی ہے لہذا بس عذر خواہی کو ختم کرو کہ ہو چکی آگے فرماتے ہیں کہ ایک بات یہ کرنا کہ۔

ہمچنان بیگانہ شکل و آشنا   در نبرد آئید پیش پادشاہ

یعنی اسیطرح بیگانون جیسے شکل اور (اصل مین) آشنا ہو کر بادشاہ کے مقابلہ میں آنا۔

انچہ باشد مر شمارا از فنون   جمع آرید از درون و از برون

یعنی جو کچھ کہ تم کو فنون (جادو) سے (حاصل) ہو اسکو اندر سے باہر سے خوب جمع کرو مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ تدبیر بتائی کہ آپ تم مومن تو ہوگئے مگر اس ایمان کو کسی پر ظاہر مت کرو بلکہ اسیطرح بیگانون کی طرح آکر مجھسے مقابل ہونا اور اپنے کرتب خوب کرنا اسکے بعد میں ۲۲۹
تم کو مغلوب کرونگا پھر سب کے سامنے ایمان کو ظاہر کرنا تو اس میں مصلحت یہ ہے کہ اور لوگونکو بھی ترغیب ایمان کی ہوگی پس یہ سنکر وہ چلدیئے۔

شہرون سے ساحرونکا فرعون کے سامنے جمع ہونا اور اس سے خلعتین پانا اور موسیٰ علیہ السلام کے مغلوب کرنے پر سینہ پر ہاتھ مارنا اور کہنا کہ اس کام کا دفعیہ ہم سے مجھو

پس زمین را بوسہ دادند و شدند   انتظار وقت فرصت مے بدند

یعنی ان دونون نے زمین کو بوسہ دیا اور چلدیئے اور وقت فرصت کے منتظر رہے (وہ وقت فرصت یہ تھا کہ)

شرح حبیبی

تا بفرعون آمدند آن ساحران	داد شان تشریفہاے بیکران
وعدہاشان کرد وہم پیشین بداد	بندگان اسپان نقد وجنس وزاد
بعد از ان گفت ہین ای سابقان	گر فزون آیید اندر امتحان
بر فشانم بر شما چندین عطا	کہ بدرّد پردۂ جود و سخا ۲۳۰
پس بگفتندش باقبال تو شاہ	غالب آییم وشود کارش تباہ
ما درین فن صفدریم و پہلوان	کس ندارد پاے ما اندر جہان

القصہ جادوگر فرعون کے پاس آئے اُس نے انکو ولا بیش بہا خلعت عطا کئے اور وعدے بھی کئے اور بہت کچھ غلام گھوڑے نقد وجنس کھانے وغیرہ پیشگی بھی دیتے اسکے بعد ان سے کہا کہ اے سابقان فن جادوگیری یا انعام واکرام اگر تم اس آزمائش میں کامیاب ہوئے اور میرے لئے سے بڑھ گئے تو میں تم کو اسقدر انعام دونگا کہ جود وسخا کی حد سے بھی تجاوز کر جاویگا۔ اسپر انھون نے کہا کہ حضور کے اقبال سے ہم یقیناً غالب ہونگے اور حریف کو کامل شکست ہوگی ہم تو اس فن مین صف شکن اور پہلوان ہیں عالم میں ہمارے مقابلہ کی کسیکو تاب نہیں موسٰے بیچارہ کیا کریگا۔

شرح مثنوی

تا بفرعون آمدند آن ساحران داد شان تشریفہائے بیکران

یعنی یہانتک کہ وہ سب ساحر فرعون کے پاس آئے تو اس نے انکو بے انتہا خلعتیں دیں۔

وعدہاشان کرد و پیشین ہم بداد بندگان اسپان و نقد و جنس زاد

یعنی اُن سے فرعون نے وعدے بھی کئے اور پیشگی بھی غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ (خوب) دیا۔

بعد از آن گفتا ہلا ای سابقان گر فزون آئید اندر امتحان ۲۳۱

یعنی اسکے بعد اُن سے بولا کہ اے سبقت لیجانے والو اگر تم امتحان میں غالب آگئے تو۔

بر فشانم بر شما چندین عطا کہ بدرّد پردۂ جود و سخا

یعنی تم پر اسقدر عطا کرونگا کہ وہ جود و سخا کے پردہ کو بھی پھاڑ دیگی مطلب یہ کہ جود و سخا سے بھی وہ عطا بڑہ جاویگی جود و سخا کو ایک پردہ فرض کرکے اس سے عطا کو بڑہاتے ہیں جب اسکو پردہ فرض کیا تو اس سے جب ہی بڑہ سکتی ہے جبکہ اس پردہ کو پھاڑے لہذا کہدیا کہ بدرد پردہ الخ غرضکہ اس نے کہا کہ بے انتہا مال و دولت دونگا سبحان اللہ ذرا آپکی خدائی ملاحظہ ہو کہ جنکو کل تید سے کہتا تھا آج ان ہی سے امداد کا قائل ہے تف ہے ایسے خدا پر اور اسکی خدائی پر نعوذ باللہ منہ۔

پس بگفتندش باقبال تو شاہ غالب آئیم و شود کارش تباہ

یعنی بس انہوں نے اُس سے کہا کہ اے بادشاہ آپکے اقبال سے ہم ہی غالب آوینگے اور اُنکا (موسے علیہ السلام کا) کام تباہ ہوگا اس مضمون کو حق تعالے فرماتے ہیں کہ قَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ۔ بعزۃ کا ترجمہ باقبال ہی کرنا بہتر ہے اور بولے کہ۔

ما درین فن صفدریم و پہلوان — کس ندارد پائے ما اندر جہان

یعنی ہم اس فن مین صف شکن (کامل) ہیں اور پہلوان ہیں اور جہان میں ہمارا مرتبہ کوئی نہیں رکھتا مطلب یہ کہ ہم سب سے بڑھے ہوئے ہیں آج کوئی ہمارے مقابلہ کا نہیں ہے مولانا نے اس حکایت کو یہیں تک بیان فرمایا ہے آگے کہیں پورا نہیں کیا اور وجہ اسکی یہ ہے کہ مولانا کو حکایت مقصود ہی نہیں ہے بالکل اسیطرح قرآن شریف میں بھی ہے کہ قصص پورے پورے بیان نہیں کئے گئے بلکہ اسیقدر بیان کیا گیا ہے جسقدر سے کہ نتیجہ نکل سکے اسیطرح مولانا نے اسکو یہانتک فرماکر آگے اُس مضمون کو جو کہ اس سے مقصود ہے اور جو اس سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے
۲۳۲ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ذکر موسیٰ بند خاطرہا شدست — کاین حکایتہاست کہ پیشین بدست

ذکر موسیٰ بہر روپوش است ولیک — نور موسیٰ نقد تست ای یار نیک

موسیٰ و فرعون در ہستی تست — باید این دو خصم را در خویش جست

تا قیامت ہست از موسیٰ نتاج — نور دیگر نیست دیگر شد سراج

(باقی آئندہ)

الحديث انا عند ظن
عبدی بی فليظن
بی ما شاء
ابن حبان
من حديث
واثلة بن الاسقع
وهو فی الصحيحين
من حديث
ابی هريرة دون قوله
فليظن بی ما شاء ف
هو مجمل يفصله الحديثان
السابقان و
الايمان شرط فی كل حال
الحديث لو تعلمون
ما اعلم لضحكتم قليلا
ولبكيتم كثيرا الحديث
وفيه فهبط جبريل
الحديث ابن
حبان فی صحيحه من
حديث ابی هريرة فاوله
متفق عليه من حديث

حدیث (قدسی) میں (یعنی حق تعالیٰ)
اپنے بندہ کے گمان کے نزدیک ہوں
پس میرے ساتھ جو چاہے گمان کرلے
روایت کیا اسکو ابن حبان نے واثلہ بن
الاسقع کی حدیث سے اور یہ حدیث
صحیحین میں ابوہریرہؓ سے ہے اوس میں
یہ مضمون نہیں ہے کہ میرے ساتھ جو چاہے
گمان کرلے **ف** یہ حدیث مجمل ہے
اوپر کی دو حدیثیں اس کی تفصیل کرتی
ہیں (یعنی یہ حسن ظن قدرت کے وقت
۱۱۳ عمل کے ساتھ معتبر ہے اور عجز کے وقت
بدون عمل بھی معتبر ہے) اور ایمان
ہر حال میں شرط ہے۔
حدیث اگر تم کو اون باتوں کی خبر
ہوجاوے جنکی مجکو خبر ہے تو تم بہت کم ہنسو
اور کثرت سے رویا کرو اور اس حدیث
میں یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ السلام نازل
ہوئے الخ اسکو ابن حبان نے اپنی صحیح
میں ابوہریرہ کی حدیث سے روایت
کیا ہے پس اس حدیث کا اول حصہ
شیخین کا روایت کیا ہوا ہے حضرت

انس ورواه بزيادة	انس کی حدیث سے اور احمد اور حاکم نے اسکو
ولخرجتم الى	اس زیادت کے ساتھ روایت کیا ہے
الصعدات	(کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا)
احمد والحاكم	اور تم جنگلوں کو نکل جاتے اور تتمہ اسکا
وتمامه فقال	یہ ہے کہ پس جبریل علیہ السلام نے کہا
ان ربك يقول	کہ آپ کے پروردگار فرماتے ہیں کہ آپ
لك لم تقنط عبادي	میرے بندوں کو نا امید کیوں کرتے ہیں پس
فخرج عليهم	آپ اون لوگوں کے پاس تشریف لائے
ورجاهم و	اور اونکو امید دلائی اور شوق دلایا (تاکہ
شوقهم ف	زیادت تخویف کا تدارک ہو جاوے)
فيه ادب	**ف** اس حدیث میں شیخ کا ادب ہے کہ
الشيخ من تغليب	خوف پر رجا کو غالب رکھا کرے ایسے
الرجاء على الخوف	لوگوں کے لیے جو کہ خوف کی حکمت یعنی
لمن هو بصدد	اہتمام آخرت کے سامان کی کوشش میں لگے
الحيازة لغاية	ہوں جیسے صحابہ کی شان تھی (کہ اہتمام آخرت
الخوف من الاهتمام	میں شدت سے مشغول تھے جس سے خوف
للاخرة كداب	کی غایت حاصل تھی تو اون کے لیے خوف سے
الصحابة رض	زیادہ ضرورت رجا کی ہے)
الحديث المومن افضل	**حدیث** مؤمن کعبہ سے افضل ہے
من الكعبة ابن ماجة	روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے ابن عمر کی حدیث
من حديث	سے ان الفاظ سے کہ (اے کعبہ) تو کسقدر

۱۱۴ التغليب الرجاء من الخوف للعامل للآخرة — الخ بودن رجاء از خوف برائے عامل آخرت

ابن عمر بلفظ
ما اعظمك واعظم
حرمتك والذی نفسی
بیدہ لحرمة المؤمن
اعظم حرمة منك ماله
ودمه وان یظن به الا
خیرا وشیخه نصر بن محمد
ابن سلیمان الحمصی
ضعفه ابو حاتم و
وثقه ابن حبان
ف فیه فضل المومن
علی الکعبة ولو جزئیا
ومنه قول
بعضهم ؎
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
فان المؤمن هو
القلب لقوله تعالی
ولما یدخل
الایمان فی قلوبکم
ولا یخفی الجنت
ان مدلول الحدیث

له ای تاذیه و نظن منی الفضل ۱۲

عظیم ہے اور تیری حرمت کسقدر عظیم ہے
(مگر) قسم ہے اوس ذات کی جس کے ہاتھ
میں میری جان ہے (کہ) البتہ مومن کی حرمت
تیری حرمت سے اعظم ہے اوسکا مال بھی اور
اوسکی جان بھی اور اوس کے ساتھ خیر ہی
کا گمان کیا جاسکتا ہے اور ابن ماجہ کے
شیخ یعنی نصر بن محمد بن سلیمان حمصی کو
ابو حاتم نے ضعیف کہا ہے اور ابن حبان
نے اون کی توثیق کی ہے ف اس
حدیث میں مومن کا کعبہ پر فضیلت رکھنا
۱۱۵ مذکور ہے اگرچہ یہ فضیلت جزئیہ ہو (اسی
لئے اوسکا جہت سجدہ ہونا لازم نہیں
آتا) اور اسی سے بعض کا مقولہ ہے ؎
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کیونکہ مومن قلب ہی ہے حسب ارشاد
حق تعالی کے کہ ابھی تک ایمان تمہارے
قلوب میں داخل نہیں ہوا پس مومن کا
افضل ہونا جیسا کہ حدیث میں ہے
اور دل کا افضل ہونا جیسا قول بعض میں ہے
ہم معنی ہے) اور تمکو یہ خلجان نہ ہو کہ حدیث
کا مدلول تو صرف حرمت میں اعظم ہوتا ہے

انما هو لاعظمية في الحرمة
بمعنى لزوم الاثم بانتهاكها
فوق الكعبة من
وجه لكون حق العبد
اشد من حق الله و
هو لا يستلزم
افضلية والا لزم
القول بافضلية
مال المسلم الخ وهو
باطل لانا لا نستدل
۱۱۶ بقوله لحرمة المؤمن الخ
بل بقوله ما اعظمك الخ
على العظم الذاتي فلو
بارادة المقابلة على عظمية
المؤمن ذاتا والا
لكان ذكر العظم الذاتي
خاليا عن الفائدة ولا يسوغ القول به

جسکے معنی یہ ہیں کہ اوس (مومن) کی حرمت
پر حملہ کرنے سے بہ نسبت بے ادبی کعبہ کے
من وجہ گناہ زیادہ لازم آتا ہے بوجہ اسکے
کہ حق العبد اشد ہے حق اللہ سے
اور یہ مستلزم فضیلت (ذات) کو نہیں
ورنہ لازم آتا ہے کہ مال مسلم کی فضیلت
کے بھی قایل ہوں (کہ وہ بھی دم کے
ساتھ مذکور ہے) حالانکہ یہ باطل ہے
(سو یہ خلجان نہ ہو) کیونکہ ہم اس قول سے
استدلال نہیں کرتے لحرمة المومن الخ
بلکہ ما اعظمک سے استدلال کرتے
ہیں۔ جوکہ عظمت ذات (کعبہ) پر دال ہے
پس چونکہ مقصود مقابلہ کرنا ہے اس سے
یہ قول مومن کی عظمت ذات پر دال
ہوگا ورنہ عظمت ذات (کعبہ) کا ذکر
بیفائدہ ہوگا اور (حدیث میں) اسکا
قائل ہونا جائز نہیں۔

الحديث المؤمن اكرم
على الله من الملئكة
ابن ماجة من رواية
ابي المهزم يزيد بن سفيان

حدیث۔ مومن اللہ تعالی کے نزدیک
ملائکہ سے بھی زیادہ مکرم ہے روایت کیا اسکو
ابن ماجہ نے ابوالمہزم یزید بن سفیان
کی روایت سے یہ روایت کرتے ہیں

(باقی آئندہ)

اور اُسکے ساتھ یہ بھی حکم دے کہ سب لوگ خوب نہا دھو کر اور اعلےٰ اعلےٰ خوشبوئیں لگاکر اور عمدہ سے عمدہ پوشاکیں پہن کر غرض پوری طرح شرکت جشن کے قابل ہو کر شریک جشن ہوں سو ظاہر ہے کہ شرکت جشن مقصود ہے اور باقی امور اسکے تابع جب یہ بھی ذہن نشین ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ نماز اور حج ارکان مقصودہ ہیں اور زکوٰۃ اور روزہ انکے تابع تو اب اصل مقصود سنو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں صدیق اکبر کو امیر حج بنایا اور باوجود تمام صحابہ کی موجودگی کے اس خدمت پر آپکے سوا کسیکو مامور نہیں فرمایا پس اسلام کے ایک رکن اصلی کے متعلق آپ کا استخلاف عملی ثابت ہوگیا اور اسکے ضمن میں اسکے تابع روزہ کے متعلق بھی استخلاف ثابت ہوگیا پھر آپ نے اپنے مرض وفات میں خدمت امامت صلوٰۃ آپ کے سپرد کی اور سترہ وقت کی نمازیں اپنے سامنے آپ سے پڑھوائیں اور باوجود تمام صحابہ کی موجودگی کے یہ خدمت صدیق اکبر کے سوا کسی کے سپرد نہیں فرمائی پس نماز کے متعلق آپ کا استخلاف عملی ثابت ہوگیا اور اسکے ضمن میں اسکے تابع زکوٰۃ کے متعلق بھی استخلاف ثابت ہوگیا تو دوسرے اعمال
مثل جہاد وغیرہ کے متعلق بھی ضمناً استخلاف ثابت ہوگیا اب کونسی وجہ ہے کہ صدیق اکبر کو ۱۰۱
خلیفہ برحق نہ مانا جاوے اور کس طرح کہا جاوے کہ خلافت کی ان میں اہلیت نہ تھی اور اہلیت خلافت صرف حضرت علی میں تھی اور وہی خلیفہ تھے مولانا نے اس تقریر کو نہایت وضاحت اور بسط کے ساتھ بیان فرمایا تھا اور اسقدر دلکش پیرایہ میں بیان فرمایا تھا کہ میں نے مولانا کی کوئی تقریر اس قدر دلکش نہیں سنی مگر وہ تقریر مجھے محفوظ نہیں رہی اسلئے اسکا قریب قریب خلاصہ بیان کر دیا گیا ہے اس تقریر کا اس تقنہ خوان پر یہ اثر ہوا کہ وہ اسیوقت رفض سے تائب ہو کر سنی ہوگیا۔

حاشیہ حکایت (۳۸) قولہ فی آخر القصۃ قریب قریب خلاصہ الخ

اقول جب متقارب اور خلاصہ اس غضب کا ہے تو عین کیا کچھ ہوگا (**ش ت**)

(۳۹) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا نانوتوی نے حضرت ابوبکر صدیق رض کی افضلیت بیان فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ اور مختلف لوگوں کی نسبت احادیث میں لفظ احب وارد ہوا ہے کہیں حضرت عائشہ رض کو احب فرمایا ہے کہیں حضرت فاطمہ کو کہیں حضرت ابوبکر صدیق رض کو

وغیرہ وغیرہ لیکن ابوبکر صدیقؓ کی نسبت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو
خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا اور یہ بات (جسمیں مادہ خلت ہو) کسی اور کیلئے نہیں فرمائی جب یہ
معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ خاص خاص مادوں کی خاص خاص خصوصیات ہوتی ہیں مثلاً جس مادہ
میں ف کی جگہ (یعنی فاء فعل کی جگہ) ش ہوگا اسکے معنے میں علو کے معنے پائے جائیں گے
جیسے شرف شر شیطان وغیرہ وغیرہ اسی طرح جس مادہ میں ف ع کی جگہ خ ل ہونگے اسمیں
علیحدگی اور یکسوئی کے معنے پائے جائیں گے جیسے خلوت خلوبیت الخلا خلیفہ خلال وغیرہ جب
یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ محبت کا تعلق قلب سے ہے اور قلب میں بہت سے پردے
ہوتے ہیں اور اسکے بیچ میں ایک خلا ہوتا ہے پس عام محبوبوں کی محبت تو قلب کے پردوں
میں ہوتی ہے اور خلیل کی محبت اس خلا میں جو قلب کے اندر ہوتا ہے جب یہ بھی معلوم
ہوگیا تو اب حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ میرے جوف قلب میں خدا کی محبت کے سوا کسی
کی محبت کی جگہ نہیں ہے اور اگر بالفرض اس جگہ کسی اور کی محبت کو جگہ ہوتی تو ابوبکر
۱۰۲ صدیق کی محبت کو ہوتی اور جب ابوبکر آپ کو اس درجہ محبوب تھے تو ضرور ہے کہ آپ کی محبت
اور سب سے زائد ہوگی اور دوسروں کی محبت کا تعلق جوف قلب سے دور پردوں سے ہوگا
اور ابوبکر صدیق کی محبت کا تعلق اس پردہ سے جو جوف قلب سے قریب تر ہے۔

حاشیہ حکایت (۸۴) **قولہ** کسی کو خلیل بناتا **اقول** اگر یہاں یہ سوال
ہو کہ حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ فرما کر اپنے تفضیل کی علت میں اپنے
کو حبیب اللہ فرمایا ہے جس سے اسکے عکس کا شبہ ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ اس حکم کا
مبنیٰ لغت نہیں بلکہ محاورہ ہے محاورات میں خلیل کا اطلاق عاشق پر بھی ہوتا ہے مگر حبیب
کا صرف معشوق پر (**ش ت**)

(۸۵) خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے مولوی سراج احمد خورجوی اور مولوی محمد شاہ
صاحب رامپوری سے سنا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے ایک خط میں شیخین کی
افضلیت پر اس آیت سے استدلال فرمایا ہے واذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداءً
فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ اور تقریر استدلال اسطرح فرمائی ہے کہ

حق تعالے نے صحابہ پر اپنا احسان جتاتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم خدا کی اس نعمت کو یاد کرو
کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دلونکو ملا دیا اور تم اسکی نعمت سے
بھائی بھائی ہوگئے اس سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
صحابہ میں آپس میں عداوت نہ تھی اور وہ آپس میں بھائی بھائی تھے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ
برکت تھی آپ کے وجود اور آپ کی تعلیم کی جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ صحابہ میں یہ صفت
اخوت پورے طور پر کس وقت تک رہی سو پورے طور پر یہ صفت دو خلافتوں تک رہی اور
اگر حضرت عثمان کے خلافت کے ابتدائی چھ برس بھی شمار کئے جائیں تو کئے جا سکتے ہیں اور
اسکے بعد صحابہ مین آپس مین مخالفتین اور جھگڑے قصے پیدا ہوگئے سو اس سے پتہ چلتا ہے
کہ اول کی ڈہائی خلافتیں اخیر کی ڈیڑھ خلافت سے افضل ہیں اور اس زمانہ کے خلیفونکی
برکت اور تعلیم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور تعلیم کا بہ نسبت اخیر کے خلیفونکی برکت
و تعلیم کے زیادہ حصہ لئے ہوئے تھی اور اس سے پہلے خلیفونکی افضلیت بعد کے خلیفوں پر ظاہر ہے
۱۰۳ اور ثابت ہے کہ پہلے دو خلیفونکی تعلیم اخیر کے دو خلیفون سے زیادہ علی منہاج النبوۃ تھی۔

حاشیہ حکایت (۸۵) قولہ فی آخر القصۃ اخیر کے دو خلیفون سے
زیادہ **اقول** یہ تفاوت ناقص کامل کا نہیں کامل اکمل کا ہے (**ش ت**)

(۸۶) خانصاحب نے فرمایا کہ جب شاہ صاحب کا تحفہ لکھنؤ میں پہنچا ہے تو لکھنؤ
کے نواب نے جو اسوقت برسرِ حکومت تھا مجتہدین شیعہ سے درخواست کی کہ اسکا جواب
لکھا جاوے مجتہدین میں سے دلدار علی خان نے جواب کا بیڑا اٹھایا لیکن تحفہ کی زبان چونکہ
بینظیر تھی اسلئے مرزا قتیل سے درخواست کی گئی کہ اور مضامین قبلہ و کعبہ لکھیں اور آپ انکو اپنی
عبارت میں ادا کر دین تاکہ مضامین کا جواب مضامین سے اور عبارت کا جواب عبارت سے
ہو جاوے مگر قتیل نے عذر کیا اور کہا کہ میں شاہ صاحب کی سی فارسی عبارت لکھنے پر
قادر نہیں ہون اور اسکی تائید مین اس نے بیان کیا کہ دلی میں ایک رنڈی سے میری آشنائی
ہے اور میں نے نہایت دماغ سوزی سے اور اپنی پوری قابلیت صرف کر کے اسے ایک
خط لکھا تھا وہ رنڈی خط کو دلی کے تمام لائق فائق لوگوں کے پاس لیگئی اور درخواست کی

کہ اسکا جواب لکھدیا جاوے مگر اسکے جواب کا کسی نے اقرار نہیں کیا مجبور ہوکر وہ اس خط کو
شاہ صاحب کی خدمت مین لیگئی اور ظاہر کیا کہ میں تمام جگہ پھر چکی ہون مگر کسی نے جواب کی حامی
نہیں بھری اب مین مجبور ہوکر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئی ہون حضور اسکا جواب لکھدیں۔
شاہ صاحب نے خط سنتے ہی فی البدیہ اسکا جواب لکھوا دیا وہ خط میرے پاس چھ مہینے سے
رکھا ہے اور میں کوشش کرتا ہون کہ اسکا جواب لکھون مگر اب تک مجھ سے اسکا جواب
نہین ہوسکا اب آپ غور فرمالیں کہ میں تحفہ کی عبارت کا جواب کس طرح دے سکتا ہون جب
قتیل نے عذر کیا تو ناچار قبلہ وکعبہ نے خود ہی جواب لکھا اس جواب کو نواب صاحب نے
مرزا قتیل کے سامنے پیش کیا اور پوچھا کہ تبلایئے کیسا جواب ہے مرزا قتیل نے اسکو
دیکھکر کہا کہ اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو عرض کرون نواب صاحب نے فرمایا کہ فرمایئے مرزا قتیل نے
کہا کہ سچ تو یہ ہے کہ قبلہ وکعبہ نے تو اپنی کتاب کا نام بھی رکھنا نہ آیا شاہ صاحب تو تحفہ
پیش کرتے ہیں اور قبلہ وکعبہ تحفہ کا جواب تلوار سے دیتے ہیں (مرزا قتیل کے اس اعتراض
کا منشا یہ تھا قبلہ وکعبہ نے اپنی کتاب کا نام ذوالفقار رکھا تھا) اسکے بعد قبلہ وکعبہ نے فرمایا ۱۰۴
کہ اچھا عبارت کی نسبت کچھ فرمایئے قتیل نے کہا کہ حضور کہان جائس کا جولاہہ اور کہان
دلی کی سیڑھیوں کا بیٹھا ہوا شہدہ (یہ قتیل نے اسلئے کہا کہ قبلہ وکعبہ جائس کے تھے اور
جائس کے جولاہے مشہور ہیں)

حاشیہ حکایت (۱۰۴) **قولہ** فی البدیہ اُسکا جواب لکھوا دیا **اقول** اگر
کسی کو وسوسہ ہو کہ ظاہراً فسق ہی کا علاقہ تھا تو اسکی تقویت واعانت کیسے کی جواب یہ ہے کہ
ممکن ہے کہ قاتلہ اور قتیل دونوں اس قابل نہ رہے ہون صرف اظہار لیاقت ہی کے لئے
مکاتبت ہوئی ہو تو معین یہ بدگمانی کا کچھ حق نہیں ؎

بگذر از ظن خطا اے بدگمان ☆ ان بعض الظن اثم را بخوان (**تشت**)

(۱۰۵) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ بات جو میں اسوقت لکھوانا چاہتا ہون میں نے صدہا
آدمیوں سے سنی ہے اور اسکے آخر میں مولوی محمود حسن صاحب کا کچھ اضافہ ہے اسکو بھی
اسکے آخر میں لکھواونگا اصل واقعہ یہ ہے کہ اگر عید کا چاند تیس کا ہونے والا ہوتا تو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سیرۃ الصدّیق

الحمد للہ الذی أنزل علی عبدہ قرآناً عربیاً غیر ذی عوج والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الذی قال اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضاً من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین +

بعد حمد وصلوٰۃ کے احقر محمد صابر امروہوی غفرلہ عارض مدعا ہے کہ ارباب بصیرت و اہل دانش خوب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام میں سے ہر ایک کا وجود باوجود آپکا ایک بین معجزہ اور حقانیت اسلام کی ایک روشن دلیل ہے اسلئے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مافوق العادۃ نتائج واثرات یا بالفاظ دیگر آپکے شاگردون کے فضائل وکمالات منجملہ آپکی نبوت کے اور براہین ساطعہ وحجج قاطعہ کے یہ بھی دلائل قاہرہ ہیں شاگردون کے کمالات استاد کے کمال کی دلیل ہونا کسی ذی فہم کے نزدیک قابل انکار نہیں ہوسکتا خاصکر وہ شاگرد جنہون نے سوائے ایک استاد کے کسی دوسرے کے سامنے زانوئے تلمذ خم نہ کیا ہو چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی دوسرے سے کچھ حاصل ہی نہیں کیا اور اگر کسی کو قبل از اسلام کچھ معلومات تھے بھی تو اس نے انکو اسلام لانیکے بعد لوح قلب سے حرف غلط کیطرح بالکل محو کردیا تھا۔

حضرت شیخ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالے نے اسی کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے "ہمہ تن چشم بر جمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بودند" اور فرماتے ہیں صحابہ عظام اسطرح خالی الذہن ہوکر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے کہ گویا "ہنوز از شکم مادر بظہور آمدہ آند" بھلا ایسے شاگردون کے کمالات انکے استاد کے کمال کے کیونکر دلائل نہ ہونگے ان دلائل کا ذکر قرآن مجید و فرقان حمید مین بکثرت موجود ہے چند آیات ہدیہ ناظرین ہیں باریتعالی عز اسمہ ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا - یعنی جو شخص رسول

(اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کریگا بعد اسکے کہ اسکو امر حق ظاہر ہو چکا تھا اور مومنین کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ ہو لے تو ہم اسکو (دُنیا میں) جو کچھ کرتا ہے کرنے دینگے اور (آخرت میں) اسکو دوزخ میں داخل کرینگے اور وہ بُری جگہ ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُنَ۔ اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں ایک اور جگہ فرماتے ہیں هُوَ الَّذِيٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ یعنی وہی (اللہ) جس نے آپ کو اپنی (غیبی) امداد (یعنی ملائکہ) سے اور (ظاہری امداد یعنی) مومنین سے قوت دی اور اسکے دلوں میں اتفاق پیدا کر دیا۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ۔ یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں جو لوگ آپکے صحبت یافتہ ہیں وہ (عموماً) کافروں کے مقابلہ میں سخت ہیں اور آپس میں مہربان ہیں (اے مخاطب) تو انکو دیکھیگا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ تعالے کے فضل
۲ اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں انکی مقبولیت کے آثار سجدوں کی تاثیر سے اُن کے چہروں میں نمایاں ہیں۔

ایک مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ یعنی آپکے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور آپکے ساتھ والوں میں سے بعضے آدمی (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات نماز میں کھڑے رہتے ہیں۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ یعنی اے نبی آپ نے اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں لوگوں کو جوق جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیا۔

ناقلان قرآن وراویان دین وایمان کی سب سے پہلی جماعت یہی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت ہے جسکا انکار کرنے سے قرآن کریم ونبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار لازم آتا ہے اور نہ کوئی مسئلہ مسائل شرعیہ سے ثابت ہو سکتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت صحابہ کرام کی تحقیقی طور پر تعداد توکسیکو معلوم نہ ہو سکی ہاں تخمینی شمار محدثین نے بیان فرمایا ہے علامہ محمد طاہر گجراتی مجمع بحار الانوار میں تحریر فرماتے ہیں و قبض عن

مائۃ الف و اربعۃ عشر الفا یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ
چھوڑ کر دنیا سے رحلت فرمائی یہ ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابی تھے یا یون کہنا چاہیئے کہ ایک لاکھ
چوبیس ہزار آپکی نبوت کے دلائل تھے باغ اسلام کی پرورش اور اسکے تر و تازہ کرنے میں صحابۂ
عظام کی جان نثاریان اور انکی قربانیان تاریخ عالم کی ورق گردانی کرنے والون پر مخفی و پوشیدہ
نہیں مورخین اسلام کا تو کہنا ہی کیا ہے تعجب یہ ہے کہ مورخین یورپ کی تاریخین تک جسکی شہادت
دے رہی ہیں اس موقع پر چند متعصب دشمن اسلام عیسائیون کے اقوال پیش کئے جاتے ہیں۔

سر ولیم میور اپنی کتاب لائف آف محمد میں جہان انھون نے حضرت عیسیٰ کے حواریین اور
مہاجرین وانصار کے حالات کا مقابلہ کیا ہے لکھتے ہیں کہ جس زمانہ تک مقابلہ کرنا ممکن ہے آمیں
تکلیفات کی برداشت کرنے اور دنیاوی لالچون کے قبول نہ کرنے میں دونوں حضرت مسیح اور
آنحضرت) برابر ہیں لیکن محمد کے تیرہ برس کے موعظت نے بمقابلہ کل زمانہ زندگی مسیح کے ایک
انقلاب پیدا کیا جو ظاہر میں لوگون کی نظر میں بہت بڑا معلوم ہوتا ہے مسیح کے تمام پیرو خوف کی
آہٹ معلوم ہوتے ہی بھاگ گئے اور ہمارے خداوند کی تعلیم نے اُن پانسو آدمیون کے دل پر جنھون
نے انکو دیکھا تھا خواہ کیسا ہی گہرا اثر پیدا کیا ہو مگر ظاہر میں اسکا کچھ نتیجہ دکھائی نہیں دیا ان میں
سے کسی نے بھی اپنی خوشی سے اپنا گھر نہیں چھوڑا اور نہ سیکڑون نے مسلمانونکی طرح بالاتفاق مہاجر
اختیار کی اور نہ ویسا پر جوش ارادہ ہی کسی سے ظاہر ہوا جیسا کہ ایک غیر شہر (یثرب) کے نومسلموں
نے اپنے خون کے عوض اپنے پیغمبر کے بچانے میں کیا۔

ایک دوسرا عیسائی فاضل گاڈفری ہگنس اپنی کتاب موسوم بہ اپالوجی فرام محمد میں
لکھتا ہے کہ "باوجودیکہ محمد (صلعم) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کی ابتدائی سوانحعمری میں ایسے حالات
ہیں جنمیں عجیب مشابہت پائی جاتی ہے لیکن بہت سے ایسے ہیں جنمین بالکل اختلاف ہے مثلاً
عیسےٰ کے اول بارہ مریدوں کو ناتربیت یافتہ و کم رتبہ مانا گیا ہے بخلاف محمد (صلعم) کے اول
مریدون کے کہ بجز اسکے غلام کے سب لوگ بڑے ذی وجاہت تھے اور جب وہ خلیفہ اور
افسر فوج اسلام ہوئے تو اس زمانہ میں جو کچھ انھون نے کام کئے اُنسے ثابت ہوتا ہے کہ
امیں اوّل درجہ کی لیاقتیں تھیں بورتمالٹا ایسے نہ تھے کہ بآسانی دھوکہ کھا جاتے"۔

بڑے مشہور مورخ گبن نے بیان کیا ہے کہ "عیسائی اس بات کو یاد رکھیں تو اچھا ہو کہ
محمد (صلعم) کے مسائل نے اس درجہ نشہ دینی اسکے پیرووں میں پیدا کیا کہ جسکو عیسےٰ (علیہ السلام)

کے ابتدائی پیروؤں میں تلاش کرنا بے فائدہ ہے اور اسکا مذہب اس تیزی کیساتھ پھیلا جسکی نظیر دین عیسوی میں نہیں ملتی چنانچہ نصف صدی سے کم میں اسلام بہت سے عالیشان اور سر سبز سلطنتوں پر غالب آگیا جب عیسیٰ (علیہ السلام) کو سولی پر لیگئے تو اسکے پیرو بھاگ گئے اور اپنے مقتدا کو موت کے پنجے میں چھوڑ کر چلدیے اگر بالفرض اسکی حفاظت کرنیکی انکو ممانعت تھی تو اسکی تشفی کیلئے تو موجود رہتے اور صبر سے اسکے اور اپنے ایذا رسانوں کو دھمکاتے برعکس اسکے محمدؐ کے پیرو اپنے مظلوم پیغمبر کے گرد و پیش رہے اور اسکے بچاؤ میں اپنی جانیں خطرے میں ڈالکر دشمنوں پر اسکو غالب کر دیا۔"

سچ تو یہ ہے کہ اس باغ اسلام کے سب سے پہلے پودے جنکے بعد کے پودوں نے نشو و نما پائی انکی آبیاشی کا کام انہیں صحابہ کرام کے خون نے دیا ہے ان حضرات کے اسوہ حسنہ کو مخلوق کی صلاح اور ہدایت کیلئے بہترین طریقہ قرار دیا گیا ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِهْتَدَیْتُمْ یعنی میرے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں جنکی اقتدا کروگے ہدایت یاب ہو جاؤگے سب سے پہلے سلف صالحین نے باریتعالیٰ کے قول مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ پر عمل کرکے اس فرمان نبوی کے سامنے سر تسلیم خم کیا جسکے سبب انھوں نے فلاح دارین حاصل کی لیکن ایک ہم ہیں کہ صحابہ کبار کے کارناموں اور انکے حالات سے بھی ناآشنا ہیں کیونکہ حقیقی مسلمان بننے کیلئے صحابہ کرام ۴
رضی اللہ عنہم کے اسوہ حسنہ کو شعار بنانا لازمی ہے اس بنا پر میرے دوست محمد عثمان صاحب دہلوی کا ارادہ ہوا کہ ان حضرات کے حالات کا سلسلہ بحجم اخبار رسالہ الہادی میں شائع کیا جائے اور سب سے پہلے افضل الانام بعد الانبیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات سے اس سلسلہ کی ابتدا ہو اور اسکے لئے چار صفحون کا اضافہ رسالہ مذکور میں کر دیا جائے۔

صاحب موصوف نے اپنے اس ارادہ کو احقر سے بیان کرکے فرمایش کی کہ تو اس کام کو اپنے ذمہ لیلے یہ ناچیز باوجود بے بضاعتی و کم مائگی کے اس بار عظیم کو اٹھانے کی طاقت نہ رکھتا تھا مگر یہ خیال کرکے کہ باریتعالیٰ عز اسمہ کی وہ قدرت ہے کہ ایک خشک لکڑی سے وہ کام لے سکتے ہیں کہ جسکے انجام دینے سے بڑے بڑے ذی عقل صاحب قدرت عاجز رہجاتے ہیں اس کام کو بنام خدا
۵ یہ امید کرکے شروع کر دیا کہ کیا تعجب ہے کہ خدا تعالیٰ محض اپنے فضل و کرم سے اسکو ذریعہ نجات بنا دیں

اُحِبُّ الصَّالِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ ✝ لَعَلَّ اللّٰهَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

یا الٰہی اس خاکسار کی مدد فرما اور خطا و لغزش و ریا سے بچا آمین ثم آمین وبک نستعین ✝

(باقی آیندہ)

احکام التجلّی من التعلّی والتدلّی

جناب باری عزاسمہٗ کا دیدار کب ہوگا. کہاں ہوگا کس طرح ہوگا اس باب میں حضرت حکیم الامۃ مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب نے نہایت عجیب و لطیف رسالہ تحریر فرمایا ہے اسمین تین فصلیں ہیں فصل اوّل میں دلائل شرعیہ سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ دُنیا میں دیدار باری تعالیٰ ممتنع ہے۔ فصل دوم میں یہ بیان ہے کہ اس امتناع سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس مستثنےٰ ہے اور آپکو لیلۃ المعراج میں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوا. فصل سوم میں نہایت شرح وبسط سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ آخرت مین تمام اہل ایمان کو انہیں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوگا اور فلاں فلاں مقام پر ہوگا اور ہر مقام کے دیدار مین کیا فرق ہے اس کے ساتھ ہی تجلی کے اقسام ذکر فرماکر بہت سے فوائد علمیہ تحریر فرمائے ہیں اسطرح یہ رسالہ اس مبحث میں مفصل ومکمل ہوگیا ہے۔ قیمت صرف تین آنے۔ خریداران امداد کیواسطے دو آنے۔

تربیۃ السالک و تنجیۃ الہالک

احکام باطنی کا مجموعہ ذکر وشغل کرنیوالے حضرات حضرت والا مدظلہم کی خدمت میں اپنے باطنی حالات عرض کرتے ہیں اور انکے جوابات حضرت والا مدظلہم عطا فرماتے ہیں وہ یکجا جمع کرتے جاتے ہیں اور وہ شائع ہوتے رہتے ہیں سالکین ومشائخ کیلئے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں اسکو روحانی مطب کہاجائے تو بجا ہے اسکے مطالعہ سے سالک نفس وشیطان کے دہوکہ سے بچ سکتا ہے اور مشائخ کی بھی ہزاروں مشکلات اس سے حل ہوجاتی ہیں یہ کتاب سالکین کیلئے خصوصاً اور عام مسلمانوں کیلئے عموماً نہایت ضروری ہے قیمت حصہ اول ۱۲؍ ایضاً حصہ دوم ۱۲؍

خریداران امدادی کیواسطے حصہ اول ۸؍ ایضاً حصہ دوم ۸؍

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دھلی

نقشہ اوقات و کرایہ شاہدرہ سہارنپور چھوٹی لائن کا

چونکہ یکم مارچ سے گاڑیوں کے اوقات تبدیل ہوگئے ہیں اسواسطے مناسب معلوم ہوا کہ جدید اوقات سے ناظرین ہادی کو آگاہ کر دیا جائے

شاہدرہ سے سہارنپور

میل	منٹ	بجے	منٹ	بجے	نام اسٹیشن	کرایہ ہر سہ درجہ: تیسرا	ڈیوڑھ	اول
	۴۰	۱۹	۳۵	۸	شاہدرہ			
۵	۷	۲۰	۵۸	۸	لونی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۰	۳۴	۲۰	۲۰	۹	گوٹرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۴	۵۶	۲۰	۳۹	۹	کھیکڑہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۰	۲۹	۲۱	۵	۱۰	باغپت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۴	۵۹	۲۱	۳۰	۱۰	سوجرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۰	۲۹	۲۲	۵۶	۱۰	بڑوت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۳	۰	۲۳	۱۴	۱۱	باولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۶	۱۹	۲۳	۳۰	۱۱	قاسم پور کھیڑی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۲	۵۶	۲۳	۱	۱۲	ایلم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۵	۱۷	۲۴	۱۸	۱۲	کاندھلہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۹	۵۰	۲۴	۴۱	۱۲	ہندا ولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۳	۱۵	۱	۱	۱۳	شاملی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۰	۱	۲	۳۶	۱۳	ہینڈ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۷	۳۷	۲	۶	۱۴	تھانہ بھون	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۳	۹	۳	۳۳	۱۴	نانوتہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۰	۵۳	۳	۹	۱۵	رامپور منہاران	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۶	۲۷	۴	۳۶	۱۵	منانی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۹۲	۵۷	۴	۰	۱۶	سہارنپور	[illegible]	[illegible]	[illegible]

سہارنپور سے شاہدرہ

میل	منٹ	بجے	منٹ	بجے	نام اسٹیشن	کرایہ ہر سہ درجہ: تیسرا	ڈیوڑھ	اول
	۵	۲۰	۱۰	۱۰	سہارنپور			
۵	۳۱	۲۰	۳۳	۱۰	منانی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۱	۱	۲۱	۵۹	۱۰	رامپور منہاران	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۹	۳۷	۲۱	۳۲	۱۱	نانوتہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۵	۸	۲۲	۰	۱۲	تھانہ بھون	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۱	۴۴	۲۲	۲۶	۱۲	ہینڈ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۸	۱۵	۲۳	۱۵	۱۲	شاملی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۲	۵۲	۲۳	۲۲	۱۳	ہندا ولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۷	۱۵	۲۴	۴۳	۱۳	کاندھلہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۰	۴۱	۲۴	۳	۱۴	ایلم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۶	۱۴	۱	۳۲	۱۴	قاسم پور کھیڑی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۹	۳۶	۱	۵۱	۱۴	باولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۲	۵۳	۱	۷	۱۵	بڑوت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۸	۳۵	۲	۳۵	۱۵	سوجرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۲	۵۸	۲	۵۷	۱۵	باغپت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۸	۳۰	۳	۲۶	۱۶	کھیکڑہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۲	۵۵	۳	۴۵	۱۶	گوٹرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۷	۲۱	۴	۸	۱۷	لونی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۹۲	۵۰	۴	۳۳	۱۷	شاہدرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]

چھوٹی لائن سے میل ہونیوالی گاڑیاں

منٹ	بجے	منٹ	بجے	منٹ	بجے	منٹ	بجے	نام اسٹیشن	منٹ	بجے	منٹ	بجے	نام اسٹیشن
۳۰	۱۸	۳۰	۱۷	۰	۶	۵۵	۴	دہلی	۵۱	۱۸	۳۸	۶	شاہدرہ
۴۶	۱۸	۴۲	۱۷	۱۵	۶	۱۰	۵	شاہدرہ	۰۸	۱۹	۵۳	۶	دہلی

رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالی الر کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربہم

چوں آیت مقصود اصل ست از بعثت تعلیم ہدایت ہے برائے ناس

حاضر باشد بابادی ⁂ و دبیر بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد و مبادی ⁂ پس اتباعاً للنص المذکور صحیفہ شہریہ کہ مسمی ست بجائے صحیح شہور

مسمی بہ

الہادی

عدد ۵۶ — عدد ۲۹۵

جلد ۳	بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۴۵ھ	نمبر ۱۰

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے طالب ہادی و مذکر ست در ہر مجلس نادی

و مسکن ست برائے ہر رائح و صادی ⁂ بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل اشتباہات و کلید مثنوی و تشرف امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ⁂ باہتمام محمد عثمان خاں عامی ⁂ در مطبع اسلامی

محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ [illegible]

ہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من الحدیث اللہم فقہنا بکتابک و فقہنا بالرحمۃ ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت شوال المکرم ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب التہذیب ترجمہ ترغیب وترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد میاں صاحب سلمہ	۱
۲	تسہیل [illegible]	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۹
۳	حل [illegible]	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب	۱۷
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۲۵
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	ایضاً	۳۳
۶	امیر الروایات فی حبیب الحکایات	تصوف وسیر	مولوی حبیب احمد صاحب بعد حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۷
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب مرہوی	۴۱

اُصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمت محمدیہ کے عقائد واخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحساب تعین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے رسالہ معہ ٹائٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (تعجیل)

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں۔ جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاک خانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے۔

اور اگر الہادی کی جلد اول ودوم درکار ہو طلب فرمادیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک ہے

الراقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ "الہادی" دہلی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص نماز کو عمداً (جان بوجھکر) چھوڑ دے وہ کھلم کھلا کافر ہو گیا اسکو طبرانی نے اوسط میں ایسی سند سے روایت کیا ہے جسمیں کچھ مضائقہ نہیں اور اسکو محمد بن نصر نے کتاب الصلوٰۃ مین ان لفظون سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ بندہ کے اور کفر یا شرک کے درمیان نماز کا چھوڑنا ہے جب وہ نماز کو چھوڑ دیتا ہے کافر ہو جاتا ہے اور اسکو ابن ماجہ نے یزید رقاشی سے انس ابن مالک سے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے (ان الفاظ سے) روایت کیا ہے کہ بندہ کے اور شرک کے درمیان ترک صلوٰۃ کے سوا کچھ نہیں جب وہ نماز کو چھوڑ دے تو مشرک ہو جائیگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے حماد بن زید کہتے ہیں کہ میرے علم میں یہ روایت مرفوع ہی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کے (مضبوط) حلقے اور دین کی بنیاد تین چیزین ہیں جن پر اسلام کی اساس (قائم) ہے جو ان میں سے
ایک کو بھی چھوڑ دے تو وہ اسکی وجہ سے کافر مباح الدم ہو جائے گا۔ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ ۲۲۳
اور نماز فرض اور رمضان کا روزہ اسکو ابو یعلی نے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے اور اسکو سعید بن زید برادر حماد بن زید نے عمرو بن مالک نکری سے ابو الجوزاء سے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے اسکے یہ الفاظ ہیں کہ جو کوئی ان میں سے ایک کو بھی چھوڑ دے وہ خدا کے ساتھ کفر کرنے والا ہے اس سے کوئی نفل و فرض قبول نہ ہو گا اور اسکا خون اور مال حلال ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے تو کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ جب میں اسے کرون تو (میں گویا) میں جنت میں پہنچ ہی گیا آپ نے فرمایا کہ (ان تین امور پر کاربند ہو جاؤ اول تو) اللہ تعالے کے ساتھ کبھی کسی چیز کو بھی شریک نہ کرو اگرچہ تمہیں کوئی کیسی ہی تکلیف دے بلکہ جلا بھی دے (دوسرے) اپنے والدین کی اطاعت کرنا اگرچہ وہ تمہارے (ذاتی) مال بلکہ اور تمہاری ہر چیز سے بھی تمہیں بے دخل کر دین (تیسرے) نماز کبھی نہ چھوڑنا جان بوجھکر کیونکہ جس نے جان بوجھکر نماز چھوڑ دی اس سے عمداً بری الذمہ

(اور بیزار) ہوجاتے ہیں (بھلا پھر اس کا کہاں ٹھکانا ہوگا) یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں روایت کی ہے اور اسکی سند میں متابعت کی رو سے کوئی نقص نہیں ہے (متابعت ایک قسم کے اتفاق رواۃ کو کہتے ہیں)

انہیں معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس باتوں کی وصیت فرمائی تھی (۱) فرمایا تھا کہ اللہ کے ساتھ کسیکو شریک نہ ٹھیرانا اگرچہ تمہیں (شرک کرانے پر) کوئی قتل کر دے اور جلاوے (۲) اور اپنے والدین کی کبھی نافرمانی نہ کرنا اگرچہ وہ تم سے یہ کہیں کہ تم اپنے بیوی بچوں اور مال دولت کو چھوڑ کر نکل جاؤ (۳) اور فرض نماز قصداً کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے فرض نماز قصداً چھوڑ دی اس سے خدا بری الذمہ (اور بیزار) ہوجاتا ہے (۴) اور شراب (وغیرہ نشہ کی چیز) کبھی نہ پینا اسلئے کہ یہ کل بد افعالیوں کی بیخ و بنیاد ہے (۵) اور اپنے آپ کو معصیت (الہی) سے بچاتے رہنا کیونکہ معصیت سے قہر الہی نازل ہوجاتا ہے (۶) اور جہاد میں بھاگنے سے اپنے کو بچانا اگرچہ (وہاں کے موجودہ) سب ہی آدمی شہید ہوجائیں (۷) اور اگر کہیں آدمیوں میں ۲۳۴
وبا پھیل جائے تو تم وہیں رہنا (موت سے ڈر کر وہاں سے بھاگ نہ جانا) (۸) اور اپنے حسب استطاعت اپنے بیوی بچوں پر خرچ کرتے رہنا (۹) اور ادب کی لاٹھی ان سے نہ ہٹا لینا (۱۰) اور اللہ (کے احکام ادا کرنے) میں انھیں خوف دلاتے رہنا یہ حدیث امام احمد نے (اپنی کتاب میں) اور طبرانی نے (اپنی) کبیر میں روایت کی ہے۔ امام احمد کی سند صحیح ہے اگر انقطاع سے محفوظ ہو کیونکہ عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر (جو اسکی سند میں ایک راوی ہیں (ان) کی معاذ بن جبل سے سماعت ثابت نہیں (اس وجہ سے انقطاع کا احتمال ہے)

بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور نے یوں فرمایا تھا کہ ابر کے دن نماز سویرے (اول وقت) پڑھ لیا کرو (ایسا نہ ہو کہ وقت گذرنے سے نماز رہ جائے) کیونکہ جس نے نماز چھوڑ دی (گویا) وہ کافر ہوگیا (اسلئے کہ نماز کا چھوڑنا علامت کفر ہے) یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

امیمہ آزاد کردہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ

میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو وضو کرا رہی تھی کہ اتنے میں ایک آدمی آیا اس نے عرض کیا کہ حضور مجھے کچھ وصیت (نصیحت) فرمایئے آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کے ساتھ کبھی کسیکو شریک نہ کرنا اگرچہ (اسمیں) تمہیں کوئی آگ میں جلادے اور چاہے تمہارے ٹکڑے بھی کر دے اور اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا اگر وہ تم سے یہ بھی کہیں کہ تم اپنے اہل وعیال اور دنیاوی مال و متاع کو چھوڑ کر نکل جاؤ تو فوراً نکل جانا (انکا کہنا نہ ٹالنا) اور شراب کبھی نہ پینا کیونکہ یہ کل بدافعالیوں کی کنجی ہے اور فرض نماز جان بوجھکر کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے ایسا کیا اس سے اللہ اور اللہ کا رسول دونوں بری الذمہ اور بیزار ہیں یہ حدیث طبرانی نے روایت کی ہے اسکی سند میں (ایک راوی) یزید بن سنان راوی ہیں جو شاید کچھ مجروح ہیں۔

زیاد بن نعیم حضرمی سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اسلام میں اللہ میاں نے چار چیزیں فرض فرمائی ہیں ان چار میں سے جس نے تین ادا کیں تو یہ تین کا ادا کرنا اسے کچھ فائدہ نہیں دیگا یہانتک کہ چاروں ہی کو ادا نہ کرے (وہ چار چیزیں یہ ہیں) نماز زکوٰۃ رمضان شریف کے روزے اور بیت اللہ کا حج کرنا (بشرط استطاعت) یہ حدیث امام احمد نے مرسل روایت کی ہے۔ ۲۳۵

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یکے بعد دیگرے اسلام کے سب ہی عماد توڑ دیئے جائینگے جب ایک ٹوٹے گا تو لوگ دوسرے کے سر ہوجائیں گے ان میں سے پہلے تو حاکم (وقت) کے حکم کو توڑنا ہوگا اور سب سے آخر میں نماز کو کھونا۔ یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے جان بوجھکر نماز چھوڑ دی اسکے سارے ہی عمل اللہ میاں رائگان کر دیتے ہیں اور اس سے ذمہ الٰہی بری ہوجاتا ہے حتیٰ کہ پھر اللہ میاں ہی اسکو توبہ کی توفیق عطا کریں یہ حدیث اصبہانی نے روایت کی ہے۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ نماز قصداً کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے نماز قصداً چھوڑ دی اس سے اللہ اور اللہ کا

رسول دونوں بیزار ہیں یہ حدیث امام احمد اور بیہقی نے روایت کی ہے امام احمد کی سند کے راوی صحیح حدیث کی سند کے راوی ہیں ہاں مکحول (جو اس سند میں ایک راوی ہیں ان) کی سماعت ام ایمن سے ثابت نہیں ہے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جس نے نماز نہ پڑھی (اور اسکی فرضیت کا منکر رہا) وہ کافر ہے۔ یہ روایت ابوبکر بن شیبہ نے کتاب الایمان میں نقل کی ہے اور امام بخاری اپنی تاریخ میں موقوفاً لائے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے تھے کہ جس نے (بوجہ انکار فرضیت) نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا۔ یہ روایت محمد بن نصر مروزی اور ابن عبد البر نے موقوفاً نقل کی ہے (یعنی رسول اللہ کی طرف اسکو منسوب نہیں کیا)

۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس نے نماز چھوڑ دی اسکا دین ہی (سلامت) نہیں رہا یہ بھی محمد بن نصر نے موقوفاً روایت کی ہے۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے تھے کہ جس نے نماز نہ پڑھی وہ ۲۳۶
کافر ہے۔ یہ حدیث ابن عبد البر نے موقوفاً روایت کی ہے۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جو نماز کا عادی نہیں اس کا ایمان بھی (پختہ) نہیں اور جس کا وضو پورا نہیں اسکی نماز بھی صحیح نہیں۔ یہ حدیث ابن عبد البر وغیرہ نے موقوفاً نقل کی ہے اور ابن ابی شیبہ کا قول یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ جس نے نماز چھوڑ دی وہ کافر ہو گیا اور محمد بن نصر مروزی فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے استاد) اسحق سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ نماز (فرض) کا (قصداً) چھوڑنے والا کافر ہے اور اسیطرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر تمام اہل علم کی رائے بھی اسی پر متفق رہی کہ بے عذر جان بوجھکر نماز چھوڑنے والا حتے کہ نماز کا وقت جاتا رہا کافر ہے (کیونکہ چھوڑنا غالباً قرینہ انکار فرضیت ہے جو بالاتفاق کفر ہے)

اور حماد بن زید سے بواسطہ ایوب تو یہ بھی مروی ہے وہ فرماتے تھے کہ نماز چھوڑنے

کے کفر ہونے میں کسی کا اختلاف ہی نہیں ہے (مگر وہی چھوڑنا جو بذریعہ انکار فرضیت ہو)

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے ایک روز نماز کا ذکر کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ جس نے نماز کی کماحقہ حفاظت کرلی (کہ پابندی کے ساتھ اوقات میں برابر ادا کرتا رہا) تو یہ نماز اسکے لئے قیامت کے دن نور حجت اور (ذریعہ) نجات ہوجائیگی اور جس نے ان نماز و نیز محافظت نہ کی تو نہ اسکے پاس (قیامت کے دن) نور ہوگا نہ (ایمان کے ثبوت کی) کوئی حجت ہوگی اور نہ (ذریعہ) نجات بلکہ ایسا آدمی قیامت کے دن قارون فرعون ہامان اور ابی بن خلف (کفار) کے ساتھ ہوگا یہ حدیث امام احمد نے بہت عمدہ سند سے روایت کی ہے اور طبرانی نے (اپنی دو کتابوں) کبیر اور اوسط میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے کلام اللہ کی اس آیت کا مطلب پوچھا الذین ھم عن صلوتھم ساھون۔ (ترجمہ وہ لوگ جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں) حضورؐ نے فرمایا کہ اس آیۃ میں وہ لوگ مراد ہیں جو ۲۳۷
نماز کو اسکے وقت سے ٹال کر پڑھتے ہیں یہ حدیث بزار نے عکرمہ بن ابراہیم کی سند سے روایت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ اس حدیث کو حفاظ (حدیث) نے موقوفاً ہی روایت کیا ہے سوائے ان سعد کے اسکو کسی نے مرفوعاً روایت نہیں کیا اور حافظ مذکور نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ عکرمہ (مذکور) وہی ازدی ہیں جنکے ضعیف (راوی) ہونے پر سب (محدثین) کا اجماع ہے اور واقعی بات اس حدیث کا موقوف ہی ہونا ہے (مرفوع ہونا نہیں)

مصعب بن سعد سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے اپنے والد صاحب سے کہا اے ابا خدا کے اس فرمان کا مطلب بتلا دیجئے الذین ھم عن صلوتھم ساھون۔ (ترجمہ جو لوگ اپنی نماز کو بھلا بیٹھے ہیں) بھلا ہم میں ایسا کونسا ہے جو بھولتا نہیں یا کونسا ایسا ہے کہ جسکو (نماز میں) وسوسے نہیں آتے (تو پھر اس آیت کا مطلب کیا ہوا) والد صاحب نے فرمایا کہ یہ مطلب نہیں ہے (جو تم سمجھے) بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی فضولیات میں پڑ کر یہاں تک تضییع اوقات کرتا رہا کہ وقت بھی (نماز کا) نکل گیا یہ حدیث

حسن سند سے ابویعلیٰ نے روایت کی ہے۔

نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (وہ فرماتے ہیں) کہ نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جسکی نماز قضا ہوگئی تو (اسکا اخروی اسقدر نقصان ہوا کہ) گویا (دنیا میں) اسکے اہل وعیال مال ودولت سب چھین گیا یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے بلا عذر دو نمازیں جمع کرلیں (یعنی دو وقت کے فرض ایک وقت میں پڑھے) تو اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک قسم کا کبیرہ گناہ کیا یہ حدیث حاکم نے روایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ (اسکی سند میں) جو حنش (راوی) ہیں وہ ابن قیس ہیں ثقہ ہیں مگر حافظ صاحب کا قول یہ ہے کہ یہ غلط ہے بلکہ یہ راوی غیر معتبر ہیں سوائے حصین بن نمیر کے کسی نے انکو ثقہ نہیں کہا۔

۲۳۸ سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ لبا اوقات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے یہ پوچھا کرتے تھے کہ آیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے پھر جو کوئی اپنا خواب آپ سے عرض کرتا تو آپ خدائے پاک کی منظوری کے مطابق اسکی تعبیر دیدیا کرتے تھے پھر ایک دن صبح کو آپ نے ہم سے فرمایا کہ آج رات کو میرے خواب کی حالت میں دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے اٹھالیا مجھ سے کہنے لگے کہ چلو میں انکے ساتھ چلدیا ہم (دونوں) ایک لیٹے ہوئے آدمی کے پاس پہنچے اور وہیں ایک اور آدمی ہاتھ میں بڑا پتھر لئے اسکے پاس کھڑا تھا اور وہ پتھر اسکے سر میں اس زور سے مارتا تھا کہ اسکے سر کا کچلا کردیتا تھا اور پتھر (زور سے لگنے کے باعث) لڑک کر دور چلا جاتا تھا پھر وہ اس پتھر کو لاتا تھا اور ابھی اس (لیٹے ہوئے) کے پاس نہیں پہنچنے پاتا تھا کہ اس کا سر اتنے میں ویسا ہی صحیح سالم ہوجاتا تھا کہ جیسا پہلے تھا پھر وہ آتا پھر ویسے ہی کرتا کہ جیسا پہلی دفعہ کیا تھا میں نے (تعجب سے) کہا سبحان اللہ یہ کیا ہورہا ہے وہ دونوں مجھ سے کہنے لگے کہ ابھی تو آپ چلتے رہیئے (یہ راز بعد میں ظاہر کیا جائے گا) پھر ہم

ایک اور آدمی کے پاس پہنچے جو اوندھا پڑا ہوا تھا اسکے پاس بھی ایک آدمی کھڑا تھا جسکے پاس
لوہے کا آنکس تھا اس آنکس کو وہ اسکے منہ میں دیکر اس زور سے چیرتا تھا کہ ایک باچھ اور
ناک کے نتھنے اور ایک آنکھ تک کو گدی تک چیرتا ہوا لیجاتا تھا (راوی کہتے ہیں حضور نے)
فرمایا پھر وہ دوسری طرف آتا اور ویسا ہی کرتا کہ جیسا منہ کے اُس طرف کیا تھا اور ابھی اس
طرف سے فارغ نہیں ہونے پاتا تھا کہ وہ پہلی جانب منہ کی ویسی ہی صحیح سالم ہوجاتی تھی
کہ جیسی پہلے تھی (وہ پھر لوٹتا پھر ویسا ہی کرتا کہ جیسا پہلی مرتبہ کیا تھا (پھر) میں نے (تعجب سے)
کہا کہ یہ ہو کیا رہا ہے پھر دونوں نے مجھ سے یہی کہا کہ ابھی تو آپ ذرا چلتے ہی رہیئے (اور تحقیق
حال بعد میں کیجئے) ہم اور آگے بڑھے اور تنور جیسے ایک جھیرے کے پاس پہنچے (کہ اوپر
سے منہ چھوٹا اور نیچے سے پیٹ بڑا) راوی کہتے ہیں میرے خیال میں حضرتؐ نے یہ بھی
فرمایا تھا کہ میں نے جو غور کیا تو اس تنور میں بڑا شور مچ رہا تھا بڑے غوغے ہو رہے تھے
اس لئے میں نے اس میں جھانکا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ننگے مرد اور ننگی عورتیں اس میں بھری
ہوئے ہیں اور اسکے نیچے کی طرف سے آگ کا ایک شعلہ ابھر آتا ہے بس جب وہ شعلہ ابھر ۲۳۹
آتا تھا تو بے تحاشا دہاڑتے تھے آپ فرماتے تھے میں نے کہا اب تو بتلادو کہ یہ معاملہ کیا ہے
کہنے لگے ابھی آپ چلے ہی چلیے چنانچہ ہم اور آگے بڑھے تو ایک نہر پہ پہنچے (راوی کہتے ہیں)
مجھے خیال پڑتا ہے کہ حضورؐ نے اس موقع پہ یہ بھی فرمایا تھا کہ اسکا پانی خون کی طرح بالکل
سرخ تھا پھر میں کیا دیکھتا ہوں کہ اُس نہر میں اچھا ایک تیراک آدمی تیر رہا ہے اور اسی نہر
کے کنارے پہ ایک اور آدمی کھڑا ہے بہت سے پتھروں کا اسکے پاس ڈھیر لگا ہوا ہے
اور جب یہ تیراک اِدھر اُدھر تیرتا تیرتا اسکی طرف کو آتا ہے جسکے پاس پتھروں کا تودہ
لگا ہوا ہے تو یہ اسکے منہ پہ اس طرح پتھر رسید کرتا ہے کہ وہ پتھر اسکے منہ میں گھس جاتا
ہے وہ لوٹ کر پھر تیرنے لگ جاتا ہے پھر لوٹ کر اس طرف کو آتا ہے جیسے پہلے چلا آیا
تھا وہ پھر ویسے ہی پتھر رسید کرتے ہیں کہ اسکے منہ میں گھسا دیتے ہیں پھر میں نے ان
دونوں سے کہا کہ (یہ کیا معاملہ ہے کیا بھید ہے) یہ دونوں آدمی کون ہیں دونوں کہنے
لگے کہ ابھی تو آپ چلے ہی چلیے (ابھی ہمارے بتلانے کا موقع نہیں ہے خیر) ہم اور آگے

بڑھے اور ایک ایسے آدمی کے پاس پہنچے جو اس قدر بدصورت اور بدشکل تھا کہ ہم نے اپنی عمر بھر میں بھی ایسا بدشکل مرد یا عورت شاید ہی دیکھا ہو اور اسکے سامنے آگ (جل رہی) تھی یہ اسے اور دہکار رہا تھا اور (دہکانے کی غرض سے) اسکے چوطرفہ دوڑا پھر رہا تھا پھر میں نے دونوں سے کہا کہ میاں اب تو بتلا دو کہ یہ سب کیا معاملہ پھر دونوں نے یہی کہا کہ ابھی تو آپ چلے ہی چلیئے ہم اور آگے چلے تو ایک نہایت ہی سرسبز اور شاداب باغ میں پہنچے اس میں طرح طرح کے پھول پھلواریاں کھڑی تھیں اور اس باغ کے بیچم بیچ ایک اس قدر لمبے قد کا آدمی تھا کہ اسکا سر آسمان کی طرف تھا تو مجھے اسکا سر (بوجہ بلندی) نظر بھی نہیں آتا تھا اور اسکے ادہر اُدہر چھوٹے چھوٹے بچے اتنے بہت سے بیٹھے ہوئے تھے کہ تم نے اپنی عمر بھر بہت بچے بھی اتنے ہی دیکھے ہونگے۔ میں نے پوچھا کہ میاں یہ صاحب کون ہیں اور یہ بچے کیسے ہیں دونوں پھر وہی کہنے لگے کہ ابھی آپ اور چلیئے (اور ذرا سیر کیجئے) ہم اور آگے بڑھے تو ہم ایک ایسے جنگی عالیشان بھاری درخت کے پاس پہنچے کہ میں نے تو ایسا بھاری جنگی اور خوبصورت درخت کبھی دیکھا ہی نہیں اب ان دونوں (ہمراہیوں) نے مجھسے کہا کہ آپ ۲۴۰
اس درخت پر چڑھیئے چنانچہ ہم تینوں ہی اس درخت پر چڑھ کر ایک ایسے (عجیب وغریب) شہر میں پہنچے کہ اسکی کل عمارت ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی سے بنی ہوئی ہے پھر ہم اسی شہر کے دروازے پر پہنچے ہم نے دروازہ کھلوایا تو دروازہ ہمارے لئے کھل گیا ہم اندر گئے تو ہم سے بہت آدمی ایسے ملے کہ ان کا نصف بدن تو نہایت ہی حسین خوبصورت کہ ایسا تم نے کبھی نہ دیکھا ہوگا اور نصف بدن نہایت ہی بھدا بے رونق آپ فرماتے تھے کہ (میرے) ان دونوں (ہمراہیوں) نے ان آدمیوں سے کہا کہ جاؤ اور اس نہر میں کود پڑو اور وہاں ایک بہت بڑے بھانٹ کی نہر چل بھی رہی تھی اس کا پانی اسقدر لاجواب تھا کہ گویا بس اصل سپیدی وہی تھی (خیر) وہ سب آدمی گئے اور اس نہر میں کود پڑے اب جو وہ ہمارے پاس آئے تو انکی وہ سیاہی وغیرہ بدصورتی سب جاتی رہی تھی اور سب اعلےٰ درجہ کی حسین حسین صورتوں میں ہوگئے تھے اور (اتنا واقعہ گذرنے کے بعد) اب دونوں نے مجھ سے کہا کہ حضرت یہ باغ جنت عدن ہے اور یہ عالیشان محل خاص آپکا ہے

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کا انیسواں وعظ

مسمّٰی بہ

توبہ کی ضرورت

منتخب از ضرورۃ التوبہ وعظ ہفتم دعوات عبدیت

حصہ سوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ ماثورہ۔ اما بعد، فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا ایہا الذین امنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحا عسی ربکم ان یکفر عنکم سیاتکم ویدخلکم جنت تجری من تحتہا الانہار۔ **ترجمہ**۔ اے ایمان والو توبہ کرو اللہ کی طرف سچی توبہ قریب ہے کہ تمہارا رب معاف کر دے تمہارے گناہ اور داخل کرے تم کو جنتوں میں کہ جاری ہیں انکے نیچے (یعنے درختوں کے نیچے) نہریں۔ اس آیت کے متعلق یہ مضامین ہیں

(۱) اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنی رحمت سے ایک عجیب غریب نسخہ اکسیر کا دیا ہے جس سے لوہا بھی سونا ہو جاتے دیکھئے لوگ کیمیا کی تلاش میں اپنا مال اور وقت برباد کرتے ہیں حال آنکہ کیفیت انکی یہ ہے کہ بڑے بڑے عقلمندوں کی انکی نسبت یہ رائے ہے کہ کیمیا بن ہی نہیں سکتی البتہ بعضوں کی یہ بھی رائے ہے کہ

بن سکتی ہے لیکن اگر اسکو مان بھی لیا جاوے کہ کیمیا کا وجود ہے تو آپ نے بہت کم سنا ہوگا
کہ کسی نے کیمیا بنائی ہو اگرچہ اس قسم کے قصے بہت مشہور ہیں لیکن معتبر ذریعہ سے اسکا ثابت
ہونا بہت مشکل ہے بہرحال کیمیا کے وجود میں شک ہی رہا اور جب شک ہے تو اسکی وجہ
سے مال اور وقت خراب کرنا نہ چاہیئے وہمی نفع کے لئے نقصان نہ کرنا چاہیئے اور کیمیا میں
یہی بات ہے کہ کیمیا بنجانے کا تو وہم ہی وہم ہے اور نقصان یقینی ہے کہ مال خراب ہوتا ہے
اسلئے مسائل کی کتابوں میں اسکو ناجائز لکھا ہے بلکہ یہانتک لکھا ہے کہ اگر کسی وقف کے
متولی کی نسبت یہ معلوم ہو جائے کہ وہ کیمیا کی لت میں ہے تو اسکو موقوف کر دیا جائے۔

۲ (۲) ہمارے روشن خیال حضرات تو عالموں تک کو رائے دینے لگے ہیں کہتے ہیں
کہ ترقی اسوقت تک نہیں ہو سکتی جبتک سود حلال نہ ہو جائے اسیطرح بعض لوگ کہتے ہیں
کہ اسلام کو ترقی سے روکنے والی نماز ہے کہ ایک شخص اسلام کی طرف رغبت رکھتا ہے مگر
جب وہ دیکھتا ہے کہ نماز بھی گلے پڑیگی تو اسکی ہمت ٹوٹ جاتی ہے اور وہ اسلام لانے سے
رک جاتا ہے تو نماز کو اسلام کی برادری سے علٰحدہ کر دینا چاہیئے صاحبو! مجھے زمانہ کی اس
حالت سے سخت اندیشہ ہے کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ غیر قومیں تو اسلام کے احکام کی خوبیاں
مانتی جاتی ہیں اور ان پر مضامین لکھتے ہیں کوئی نماز کی حکمت بیان کرتا ہے کوئی روزے کی
حکمت بیان کرتا ہے ایک ڈاکٹر نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں جو یہ تعلیم ہے کہ اگر کسی
برتن کو کتا چاٹ جائے تو اسکو سات مرتبہ دھوڈالو جسمیں ایک مرتبہ مٹی سے بھی صاف کرو
ایک مدت میں سوچتا رہا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ مٹی سے بھی صاف کرنے کو کہا گیا آخر غور
کرنے سے اور مٹی کے اجزا الگ کرنے سے معلوم ہوا کہ مٹی میں ایک جزو نوشادر کا بھی ہوتا ہے
اور وہ کتے کے لعاب کی سمیت کو دفع کر دیتا ہے چونکہ نوشادر کا ہر وقت ہر جگہ ملنا مشکل تھا
اسلئے مسلمانوں کے نبی نے مٹی ملنے کا حکم کیا کہ یہ ہر جگہ مل سکتی ہے اور نوشادر کا کام دیتی
ہے ایک اور عیسائی نے لکھا ہے کہ شریعت اسلامی کے تمام احکام عقل کے موافق ہیں
یعنی کوئی حکم عقل کے خلاف نہیں اگرچہ بعض احکام کی حکمت عقل سے نہیں معلوم ہوتی لیکن
عقل کے خلاف وہ بھی نہیں کہ عقل اسکے اندر کوئی نقصان بتلاتی ہو اب دیکھ لیجئے کہ غیر

قوموں کی تعریفوں کا تو یہ حال ہے اور ہمارے مسلمان بھائیوں کی یہ حالت ہے کہ نہ دین
کی کچھ خبر نہ اسکی پیروی کرنے کا کچھ خیال اور اعتراض کرنے کو آمادہ ہیں کہ روزہ میں یہ خرابی
ہے اور نماز سے ترقی رکتی ہے اگر یہی حالت ہے تو کچھ تعجب نہیں کہ سو برس کے اندر بہت سے
مسلمان اسلام سے بالکل باہر ہو جائیں اور غیر قومیں مسلمان ہو جائیں صاحبو! یہ حیرت کی
بات نہیں ہے مجھے اس حالت پر خدائے تعالےٰ کا وہ فرمان یاد آتا ہے کہ ان تتولوا
یستبدل قوما غیرکم ثم لا یکونوا امثالکم. ترجمہ یہ نہ سمجھو کہ دین کا مدار تم پر ہے اور
بلا تمہارے اسکی ترقی ہو نہیں سکتی یاد رکھو) اگر تم اسلام سے منہ پھیرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارے
بجائے ایک دوسری قوم بھیجے گا جو تمہاری طرح نہ ہوگی تم کو تو احسان مند ہونا چاہیئے تھا کہ
خدائے تعالےٰ نے تم کو ایسی نعمت دی اور اپنے دین کا خادم بنایا صاحبو اس آیت میں اور
اپنی حالت میں ذرا غور کرو تمہاری جگہ دوسری قوم کو بدل دینے کی یہ بھی ایک صورت ہے
جو آجکل ہو رہی ہے کہ مسلمان اسلام پر اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں اور غیر قومیں اسلام
کی طرف جھکی جارہی ہیں کہ اسکے احکام کی حکمتیں تلاش کر رہی ہیں جسکا انجام یہی ہے کہ 2
غیر قومیں تو مسلمان ہو جائینگی اور یہ اعتراض کرنے والے مسلمان اسلام سے باہر ہو جائینگے
اگر اس اندیشہ سے بچنے کی فکر ہے تو اسکی تدبیر یہی ہے کہ اپنے اس رویہ کو چھوڑو
اور وہ حالت پیدا کرو جیسے ایک غلام کی حالت ہوتی ہے کیونکہ ہم کو خدا تعالےٰ سے وہی
تعلق ہے جو غلام کو اپنے مالک کے ساتھ ہوتا ہے اور عاشق کو اپنے محبوب کے ساتھ
ہوتا ہے پس ہمیں ان ہی دو تعلقوں کو غلبہ دینا چاہیئے کہ اپنے کو غلام اور اللہ کو مالک اور
اپنے کو عاشق اور اسکو محبوب سمجھیں ممکن ہے کہ کوئی اسپر یہ کہے کہ ہم تو عاشق نہیں بنتے
کہ ہم پر عشق کے حقوق واجب ہوں تو میں کہونگا کہ حضرت اب آپ کیا عاشق بنیگے عاشق تو
آپ اس دن ہو چکے جس دن مسلمان کہلائے کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں والذین
امنوا اشد حبا للہ ترجمہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں وہ اللہ تعالےٰ سے انتہا درجہ کی محبت
رکھتے ہیں اور انتہا درجہ کی محبت ہی کا نام عشق ہے پس آپ تو عاشق خدا ہو چکے اور اگر کہئے
کہ ہم کو تو اپنا عاشق ہونا معلوم بھی نہیں پھر ہم کیونکر عاشق ہوتے تو سمجھئے کسی چیز کے حاصل

ہونے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ اسکی خبر بھی ہو دیکھئے اگر ایک شخص مرے اور دس ہزار کی جائداد چھوڑ جائے اور ایک نابالغ لڑکا وارث چھوڑے تو باپ کے مرنے کے بعد یہ لڑکا اس مال کا مالک ہوگیا مگر اس لڑکے کو اسکی خبر بھی نہیں تو ہماری بھی یہی حالت ہے کہ ہم کو عشق ہے اگرچہ خبر نہیں بس ہماری وہ حالت ہے جو اس فقیر کی حالت تھی جسکے سر پر ایک ٹوکرا ہیرا دیتوں کا رکھا ہوا ہے اور بھیک مانگتا پھرتا ہے اگر اپنی اس دولت کی خبر پانا چاہتے ہیں تو اسکے لئے آنکھ کی ضرورت ہے کیونکہ اگر ایک اندھا جو ماں کے پیٹ ہی سے اندھا پیدا ہوا ہے رنگ کی حقیقت پوچھے تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ رنگ تو تمہارے کپڑے ہی میں موجود ہے مگر اسکے لئے صرف ہاتھ کافی نہیں نہ نرے سن لینے سے اسکی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے اگر اسکو دریافت کرنا ہو تو اول آنکھ پیدا کرو اسیطرح جو لوگ قرآن شریف میں تاویلیں کرتے ہیں اور اپنی رائے سے قرآن شریف کے معنے بیان کرتے ہیں انکی مثال ایسی ہے جیسا اندھا ہاتھ سے رنگ معلوم کرنا چاہے جسطرح صرف ہاتھ سے رنگ نہیں معلوم ہوتا اسیطرح صرف رائے سے قرآن کے مقصود تک نہیں پہونچا جاتا صاحبو! تم اپنے اندر تصرف کرو کلام اللہ ۴
میں تصرف نہ کرو اپنی آنکھیں کھولو اور اس سے پردہ اٹھاؤ پھر دیکھو تم کو کیا خزانہ نظر آتا ہے اور وہ پردہ دنیا کی محبت ہے میں قسمیہ کہتا ہوں کہ یہ مال اور عزت کی محبت بہت بڑا پردہ ہے دیکھئے بنی اسرائیل کے عالموں کو ہمارے حضور کے نبی ہونے کا پورا علم تھا لیکن چونکہ انکو دنیا کی محبت تھی اسلئے ایمان نہ لاتے تھے جانتے تھے پھر مانتے نہ تھے قرآن شریف میں انکی نسبت ارشاد ہے یعرفونہ کما یعرفون ابناءھم۔ ترجمہ (بنی اسرائیل کے عالم) حضور کے نبی ہونے کو ایسا جانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں یعنی جیسے بیٹے کی صورت دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کچھ تامل کرنے کی حاجت نہیں ہوتی اسیطرح حضور کی صورت دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ نبی ہیں پس بنی اسرائیل کے عالموں کو حضور کے نبی ہونے کا اتنا تو علم تھا لیکن باوجود اتنے علم کے ان کو حقیقت نظر نہ آتی تھی کیونکہ دنیا کی محبت کا پردہ انکی آنکھوں پر پڑا ہوا تھا اور جب حقیقت معلوم نہیں ہوتی تو دل میں وقعت اور عظمت نہیں ہوتی دیکھئے اگر کوئی جان بوجھ کر آگ میں کود پڑے تو اگرچہ یہ تو کہا جاوے گا

کہ یہ شخص آگ کو پہچانتا اور دیکھتا تھا لیکن یہ نہ کہا جائیگا کہ آگ کی حقیقت بھی اسکی نظر میں تھی اور جتنے جرم بھی اس قسم کے لوگ کرتے ہیں اسکی اصلی وجہ یہی ہے کہ انکو اصلی حقیقت اس چیز کی معلوم نہیں ہوتی اکثر عورتیں اور بعض مرد بھی کنوئیں میں گر جاتے ہیں لیکن گرنے کے بعد جب انکو کنوئیں کی حقیقت معلوم ہوتی ہے اسوقت کوئی ان سے پوچھے کہ کنوئیں میں گرنے کی بابت آپکی کیا رائے ہے لکھنؤ میں ایک صاحب نے کسی بات پر غصہ میں آکر سنکھیا کھا لیا کھا تو گئے لیکن جب کھانے کے بعد اسکی حقیقت معلوم ہوئی تو آنکھیں کھلیں پھر یہ حالت تھی کہ لوگوں کی خوشامدیں کرتے تھے کہ کسیطرح مجھے اس سے نجات دلواؤ تو بنی اسرائیل کو اگرچہ علم تھا لیکن حضور کی حقیقت انپر ظاہر نہ ہوئی تھی کیونکہ دنیا کی محبت کے پردے انکی آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے پس آپ اول ان پردوں کو دور کر دیجئے پھر حقیقت سامنے ہے اور بالکل قریب ہے اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ ہم تو شہرگ سے زیادہ تمہارے قریب ہیں حضرت بایزید بسطامیؒ نے خدائے تعالےٰ کو خواب میں دیکھا عرض کیا کہ اے خدا مجھے اپنے تک پہنچنے کا وہ
راستہ تبلادیجئے جو سب سے زیادہ قریب ہو سبحان اللہ کیسے سچے رہبر تھے کہ ہمارے ۵
لئے کتنا آسان راستہ تحقیق کر گئے یہ جو آج لوگ آسانی سے منزلیں طے کرتے چلے جا رہے ہیں انہیں حضرات کا طفیل ہے غرض خواب میں عرض کیا کہ اے خدا مجھے قریب کا رستہ تبلادیجئے ارشاد ہوا کہ اے بایزید اپنے نفس کو چھوڑ دو اور آجاؤ یعنی اپنی خودی اور نفسانیت کو چھوڑ اور پھر راستہ سیدھا ہے صاحبو! اسکے بعد آپ دیکھیں گے کہ آپ پاس دولت محبت خداوندی ضرور ہے چنانچہ دیکھ لیجئے کہ ہم لوگ اپنے خیال میں جسکو دین سمجھتے ہیں اگر کسیکو اسکے خلاف کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو ہم کو اسپر کس قدر غصہ آتا ہے کہ ہم اسکے تکلیف دینے کے درپے ہو جاتے ہیں اور دل کو اس سے نفرت ہو جاتی ہے اور اگر کوئی کافر ہمارے دین و مذہب کو بُرا کہنے لگے تو تبلائیے اسوقت تن بدن میں کیسی آگ لگتی ہے آخر یہ نفرت اور وحشت کیوں ہے اسی لئے تو وہ طریق جسکو ہم دین سمجھتے ہیں ہمارا محبوب ہے کیونکہ وہ ہمارے خیال میں خدائی راستہ ہے جو کہ خدا نے ہم کو تبلایا ہے پس یقیناً ہم کو خدا تعالیٰ سے محبت ہے لیکن ہماری محبت کی ایسی مثال ہے جیسے راکھ کے نیچے چنگاری دبی ہوئی

ہے کہ اگر اسکو چھیڑا اور کرید اتہ جائے تو وہ نظر بھی نہیں آتی لیکن وہی چنگاری جب راکھ سے باہر نکلتی ہے تو شہر کے شہر جلا دینے کے لئے کافی ہوتی ہے اب یہ دیکھئے کہ عاشق کو معشوق سے کس قسم کا تعلق ہوتا ہے اور اسکے دل میں معشوق کی کتنی عظمت اور وقعت ہوتی ہے کیا اگر کبھی عاشق کو اسکا معشوق حکم کرے کہ تم میرے پاس آؤ یا گرمی کے موسم میں دوپہر کو چار کوس تک ننگے پیر جلتے ہوئے ریت پر چلنے کا حکم کرے تو کیا وہ عاشق انکار کرے گا یا اُس سے اس حکم کی وجہ پوچھے گا ہرگز نہیں اور اگر کوئی شخص عشق کا تو دعوے کرتا ہو لیکن اپنے معشوق کے حکم کو جھٹ پٹ نہیں بجالاتا بلکہ اسکی وجہ تلاش کرنے میں لگجاتا ہے تو کیا ایسے شخص کو سچا عاشق کہا جائیگا کبھی نہیں ظاہر ہے کہ اگر اسکو سچا عشق ہوگا تو اسکے بلانے پر دوڑا ہوا آئے گا بلکہ اگر کوئی روکنا بھی چاہے گا تو ہرگز نہیں رکے گا غرض کسی حکم میں بھی اسکو ذرا عذر نہ ہوگا لوگ اسکے حرکات پر اسکو دیوانہ تبلا نینگے پاگل کہیں گے مگر اسکو ان خطابوں سے ذرا عار نہ ہوگا بلکہ وہ نہایت خوش ہوگا جس طرح آجکل کے عقلمند عالموں کو نیم وحشی وغیرہ وغیرہ خطاب دیتے ہیں لیکن وہ نہایت خوش ہیں کیونکہ انکی حالت یہ ہے کہ ملامت کرنے والوں کی ملامت تو دل کے باہر ہے اسکے گرداگرد چکر لگا رہی ہے اور خدا کی محبت دل کے اندر جگہ پکڑ چکی ہے خلاصہ یہ کہ جب معلوم ہوا کہ عاشق کو معشوق کے ساتھ کیسا برتاؤ چاہیے اور ہم خدا کے عاشق ہیں جیسا ابھی ثابت ہوا تو ہم کو بھی اسکے ساتھ یہی برتاؤ رکھنا چاہیے اور اسکے احکام میں بلا عذر گردن جھکا دینی چاہیے۔

(۳) ایک صاحب نے مجھسے دریافت کیا کہ نماز پانچ وقت کیوں مقرر ہوئی میں نے اُن سے پوچھا کہ اول یہ تبلائیے کہ آپ کی ناک چہرہ پر کیوں لگائی گئی کمر پر کیوں نہیں لگائی گئی جب اسکی وجہ آپ کو معلوم ہو جائے گی تو اسکے بعد نماز کے وقتوں کی مصلحت دریافت کرنا غرضکہ جسکو علم سے مناسبت نہیں ہوتی اسکا بولنا ہمیشہ بے موقع ہوتا ہے اور اسی لئے اسکا بولنا اچھا نہیں معلوم ہوتا ایک مرتبہ امام ابو یوسف بیٹھے ہوئے کچھ بیان فرمارہے تھے اور لوگ لکھ رہے تھے اور پوچھ بھی رہے تھے ان میں ایک شخص بالکل خاموش بیٹھا تھا آپ نے فرمایا کہ بھائی تم بھی کچھ پوچھو عرض کیا بہت اچھا اب پوچھونگا چنانچہ ایک دفعہ تقریر میں آپ نے

یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ جب سورج ڈوب جائے تو روزہ افطار کرنے میں دیر نہ کرے اس شخص نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو میں بھی کچھ بولوں امام صاحبؒ نے فرمایا کہو تو وہ کہتا ہے کہ اگر کسی روز سورج ہی نہ ڈوبے تو کیا کریں امام صاحب نے ہنسکر فرمایا کہ تمہارا تو چپ رہنا ہی بہتر ہے اسیطرح مشہور ہے کہ ایک دلہن ساس کے گھر جا کر بالکل بولتی ہی نہ تھی اسکی ساس نے اس سے کہا کہ دلہن تم بھی بولا کرو ہر وقت خاموش کیوں رہتی ہو دلہن نے کہا بہت اچھا اب بولونگی چنانچہ ایک روز بولی اور ساس کو خطاب کر کے کہنے لگی کہ اماں بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر تمہارا لڑکا مرگیا میرا نکاح کسی دوسرے سے بھی کردوگی ساس نے کہا کہ دلہن بس تم خاموش ہی رہا کرو تمہارے لئے یہی بہتر ہے تو دیکھئے تمیز نہ ہونے کی وجہ سے بات بھی پوچھی تو کیسی خوبصورت کہ ساس کا کلیجہ ہی ٹھنڈا ہوگیا ہوگا۔

(۴) صاحبو! شریعت کے احکام کے ساتھ ہمارا بالکل وہ مذہب ہونا چاہیئے جو عاشق کا معشوق کے ساتھ اور غلام کا مالک کے ساتھ ہوتا ہے مشہور ہے کہ ایک شخص نے غلام خریدا اور اس سے پوچھا کہ تیرا کیا نام ہے اس نے کہا جو آپ مقرر کریں پھر آقا نے پوچھا کہ تو کیا کھایا کرتا ہے غلام نے کہا جو آپ کھلائیں پھر دریافت کیا کیسا کپڑا پہنا کرتے ہو اس نے جواب دیا کہ جو کچھ آپ پہنائیں تو صاحبو! کیا خدا سے جو ہمارا علاقہ ہے وہ غلامی کا نہیں ہے بلکہ اگر غور کروگے تو معلوم ہوگا کہ دوسروں کے ساتھ تو غلاموں کی غلامی برائے نام ہے اور خدا تعالےٰ کے ساتھ تو ہم کو حقیقی غلامی حاصل ہے اور جب ہم ہمیشہ کے لئے انکے غلام ہیں تو ہم کو غلام ہی کا برتاؤ بھی کرنا چاہیئے اور کسی حکم کے بجا لانے میں گرانی نہ ہونا چاہیئے اور میں کہتا ہوں کہ احکام کے دشوار معلوم ہونے سے ان میں کسی قسم کا شبہ کرنا تو بالکل ہی بیہودہ ہے کیونکہ خدا کی جانب سے تو وہی احکام مقرر ہونگے جو نفس پر دشوار ہوں تاکہ خدا تعالےٰ دیکھیں کہ جو کچھ کرتے ہو اس سے اپنے نفس کا خوش کرنا منظور ہے یا خدا کا اور خدا کے خوش کرنے میں بھی ہماری ہی مصلحت ہے نہ خدا کی صاحبو! یہ اتنا بڑا عالم ہمارے ہی فائدے کے لئے ہے اور اس سے ہمیں کو نفع پہنچانا مقصود ہے ہر ہر طرح ہماری مصلحتوں پر نظر ہے البتہ یہ ضرور نہیں کہ وہ مصلحتیں ہماری سمجھ میں بھی

آجائیں غرض بعض احکام کی سختی اور دشواری وسوسہ کا سبب ہوتی ہے لیکن غور کرنے کے بعد معلوم ہوجاتا ہے کہ یہ سختی ہی ان احکام کے اللہ تعالےٰ کی طرف سے ہونے کی دلیل ہے اگر کسی مخلوق کا بنایا ہوا ہوتا تو اسمیں دشواری بالکل نہیں ہوتی یہی وجہ ہے کہ جھوٹے مذاہب میں بہت آسانیاں ہوتی ہیں تاکہ نفس کے کتے اسکو جلدی قبول کرلیں پھر میں کہتا ہوں کہ آپ جو دین میں آسانیاں ڈھونڈتے ہیں کبھی دنیا کے کاموں میں بھی آپ نے اسکو ڈھونڈا ہے سب سے زیادہ آسان کام دنیا کا روٹی کھانا ہے مگر خبر بھی ہے کہ یہ کتنی مصیبت جھیلنے کے بعد آسان ہوا ہے جب بچہ کا دودھ چھڑاتے ہیں تو کیسی کچھ مصیبت ہوتی اور کتنی تکلیف بچہ کو پہنچتی ہے اور وہ دودھ پینے کے لئے کیا کچھ ضد نہیں کرتا ہے لیکن اسکی ایک نہیں سنی جاتی بلکہ کبھی ایلوا لگاکر کبھی دوسری تدبیر سے اسکو دودھ پینے سے روکا جاتا ہے آخر یہ مصیبت کیوں جھیلی جاتی ہے وجہ صرف یہ ہے کہ ماں باپ بچے سے زیادہ اسکی مصلحتوں کو جانتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اگر اسوقت اسکی مرضی کے موافق کام کیا گیا تو جوان ہوکر تباہ ہوگا اور ساری عمر اسی بلا میں مبتلا رہکر کمزور رہے گا بس احکام دینیہ کی حالت بھی بالکل ایسی ہے کہ گو وہ کسیوقت دشوار معلوم ہوتے ہوں مگر مصلحت انہی میں ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ اگر حق تعالےٰ انکی خواہشوں کے تابع ہوجائے تو زمین آسمان سب خراب اور برباد ہوجائیں بس ہمارے لئے یہی شفقت ہے کہ اس معاملہ میں ہماری ایک نہ سنی جائے جسطرح بچے کی رائے کو نہیں سنا جاتا۔

(۵) حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی کیفیت ملاحظہ فرمایئے کہ باوجود عالم کے سردار ہونے کے کسقدر سادگی آپ کے ہر ہر انداز میں تھی بیٹھنے مین کبھی آپ نے اپنے لئے کوئی خاص جگہ نہیں بنائی یہانتک کہ لوگ جب زیارت کو آتے تھے تو صحابہ سے دریافت کرتے کہ من محمد فیکم۔ ترجمہ۔ تمہارے مین محمد صلے اللہ علیہ وسلم کون ہیں صحابہؓ جواب دیتے کہ ھذا الابیض المتکئ۔ ترجمہ۔ یہ گورے گورے جو سہارا لگاتے بیٹھے ہیں۔ اور سہارا لگانے کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھے کہ حضور کوئی گاؤ تکیہ لگاکر بیٹھتے تھے بلکہ عرب کے عرف میں ہاتھ پر سہارا لگانے والیکو بھی متکئ کہا جاتا ہے اور چلنے میں آپکی حالت تھی کہ ہمیشہ ملے جُلے چلتے تھے۔

(باقی آئندہ)

(۱) جیسا اُوپر ایک دو مثالوں سے معلوم ہوا ہوگا کہ اگر کوئی کہے کہ ایک مساوی ہے دو کا تو اسکی تکذیب ضروری ہے اور اگر کوئی کہے کہ ریل بدون کسی جانور کے لگائے چلتی ہے تو تکذیب جائز نہیں باوجودیکہ ایسے شخص کے نزدیک جس نے اتبک وہی عادت دیکھی ہو کہ جانور کو گاڑی میں لگا کر چلاتے ہیں مستبعد اور عجیب ہے بلکہ جتنے واقعات کو غیر عجیب سمجھا جاتا ہے وہ واقع میں سب عجیب ہیں مگر بوجہ

(ح) موجدین غور کرتے ہیں اور نئی نئی چیزیں نکالتی آتی ہیں جنکا پہلے سے وہم وگمان بھی نہیں ہوتا اور یہ بھی دُنیا کے نزدیک اور ان موجدوں کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ بعض چیزیں ناممکن بھی ہیں مثلاً دو اور ایک کا برابر ہونا یا دن اور رات کا ایک وقت میں جمع ہونا ایسی چیزوں کو چھوڑ کر وہ اور چیزوں میں غور کرتے اور کامیاب ہوتے ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ بھی دو چیز مانتے ہیں ایک خلاف عقل اور ناممکن (محال) اسکے متعلق کوشش نہیں کرتے کسی موجد کو نہیں سُنا ہوگا کہ وہ اس کوشش میں لگا ہوا ہو کہ دو اور ایک کو برابر کردے یا رات اور دن کو جمع کردے اور دوسری موجودہ اشیاء کے سوا کوئی نئی چیز یعنی خلاف عادت (مستبعد) اسکے متعلق نئی سے نئی اور بعید سے بعید چیز بنانے اور انکشافات حاصل کرنے کی کوششیں کرتے ہیں حتیٰ کہ ۱۴
چاند میں اور مریخ میں جانے اور زمین میں آر پار سوراخ کرنے اور طبقات الارض کی معلومات حاصل کرنے اور مردہ کو زندہ کر لینے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں نئے تعلیم یافتہ اصحاب جن کو بڑا عقلمند سمجھتے ہیں اور انکی بات کو اسقدر مانتے ہیں کہ اگر جھوٹ بھی کوئی کہدے کہ یہ تحقیق نئی ہوئی ہے تو شریعت میں شبہ ہو جاوے مگر انکی بات میں شبہ نہیں ہوتا جیسا کہ پچھلے دنوں ایک سائنس داں کی مریخ میں پہنچ جانے اور وہاں جنت کے سے باغ اور نہریں اور میوے دیکھنے کی افواہ اڑی تھی اسپر یہ اصحاب مفتون تھے اور اسکی کوشش کی داد دیتے تھے بعد میں وہ سب اپریل فول ثابت ہوا یا اب ڈارون کی تحقیق پر غش ہیں جس نے ارتقاء کے مسئلہ کو اٹھایا ہے اور کہتا ہے کہ آدمی پہلے بندر تھا ترقی کرتے کرتے اسمیں جسمانی تبدیلیاں بھی ہو گئیں اور سیدھا کھڑا ہو کر چلنے لگا اور دم جھڑ گئی اسپر ایسا یقین ہوا ہے کہ شریعت میں تحریف کرنا گوارا کر لیا مگر اسمیں تاویل کو بھی گوارا نہیں کیا ایک ہمدرد اسلام نے شریعت سے تعارض

(ا) تکرار مشاہدہ و الف (مانوس ہو جانا ۱۲) و عادت کے انکے عجیب ہونے کی طرف التفات (توجہ ۱۲) نہیں ہوتا ۱
لیکن واقع میں یہ مستبعد اور غیر مستبعد آپس میں مساوی ہیں مثلاً ریل کا اسطرح چلنا
اور نطفہ کا رحم میں جا کر زندہ انسان ہو جانا فی نفسہ ان دونوں میں کیا فرق ہے
بلکہ دوسرا امر واقع میں زیادہ عجیب ہے مگر جس دیہاتی نے امر اول کو کبھی نہ دیکھا ہو

(ح) اٹھانے کے لئے کہا کہ (نعوذ باللہ) پہلا وہ بندر جسکی دم جھڑ گئی وہی ہے جسکو شریعت میں
آدم کہا گیا ہے) اس اصل کے تسلیم کرنے میں انکا بھی اتباع نہیں کرتے کہ خلاف عقل (محال)
اور چیز ہے اور مستبعد اور چیز اگر اسمیں بھی انکا اتباع کرتے تو شریعت کی کسی بات پر شبہ نہ کرتے
شریعت میں جس بات کی بھی خبر دی گئی ہے جنت دوزخ ملائکہ جن وغیرہ کوئی بھی ایسی بات نہیں
جو خلاف عقل ہو یعنی عقلی کوئی دلیل ایسی موجود ہو جس سے ثابت ہو جاوے کہ انکے ہونے سے
فلاں محال لازم آتا ہے ہاں مستبعد ضرور ہیں یعنی نئی سی باتیں ہیں اور عادت موجودہ کے خلاف
ہیں تو مستبعد کے وجود کو ناممکن کہدینا سخت غلطی ہے جیسا کہ مشرح بیان ہوا غور سے دیکھا
جاوے تو جتنے واقعات کو دن رات دیکھا جاتا ہے اور ذرا بھی تعجب ان سے نہیں ہوتا اور انکو ۴۲
داخل عادت کہا جاتا ہے وہ سب درحقیقت عجیب ہیں اور مستبعد ہیں لیکن اس وجہ سے کہ
دن رات نظر سے گذرتے ہیں ایک عادت سی ہو گئی ہے اور تعجب جاتا رہا ہے غور کرنیکی بات یہ
ہے کہ اسکے پیدا ہونے میں جسکی عادت ہو گئی ہے اور اسکے پیدا ہونے میں جسکو خلاف عادت
اور مستبعد کہا جاتا ہے کیا فرق ہے سو فرق کچھ بھی نہیں دیکھئے ایک اس دیہاتی شخص سے
جس نے ریل کبھی دیکھی نہ ہو کہا جاوے کہ ریل بلا گھوڑے بیل کے چلتی ہے تو وہ حیران
رہ جاوے گا اور جب کہا جاتا ہے کہ نطفہ رحم میں گرتا ہے تو اس سے زندہ انسان ایسا عقلمند
صاحب ہوش وحواس پیدا ہو جاتا ہے تو اس سے بالکل تعجب نہیں کرتا حالانکہ درحقیقت
مستبعد ہونے میں دونوں برابر ہیں بلکہ یہ واقعہ ریل کے واقعہ سے بدرجہا زیادہ حیرت انگیز
ہے جیسا کہ ظاہر ہے وجہ دونوں میں فرق کرنے کی یہ ہے کہ بچہ پیدا ہونے کا واقعہ
ہر وقت دیکھتے دیکھتے داخل عادت ہو گیا ہے اور ابھی ریل اس نے دیکھی نہیں چند دفعہ
دیکھنے کے بعد یہ بھی داخل عادت ہو جاوے گی ہم نے خود دیکھا ہے کہ جن دیہات میں ریل

(ا) اور امر ثانی کو وہ ہوش سنبھالنے ہی کے وقت سے دیکھتا آیا ہو تو ضرور وہ امر اول کو اس وجہ سے عجیب سمجھے گا اور امر ثانی کو باوجودیکہ وہ امر اول سے عجیب تر ہے عجیب نہ سمجھے گا اسیطرح جس شخص نے گراموفون سے ہمیشہ باتیں نکلتے دیکھا مگر ہاتھ پاؤں کو باتیں کرتے نہیں دیکھا وہ گراموفون کے اس فعل کو عجیب نہیں سمجھتا اور ہاتھ پاؤں کے اس فعل کو عجیب سمجھتا ہے اور عجیب

(ح) نئی نئی نکلی تو ریل کو دیکھکر گنوار اور جاہل لوگ ڈنڈوت کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے یہ بھی بڑا دیوتا ہے کہ آپ سے آپ چلتا ہے اور اب کوئی بھی ڈنڈوت نہیں کرتا کیونکہ عادت ہوگئی اور ریل کوئی نئی چیز نہیں رہی۔ اسکی نظیر ایک شرعی تحقیق ہے کہ قیامت کے دن آدمی کے اعضا بولینگے اور اعمال کا اقرار اور گواہی دینگے اسکو سنکر تعجب ہوتا ہے کیونکہ مستبعد اور عادت کے خلاف ہے کبھی ایسا دیکھا نہیں اور گراموفون سے باتیں نکلتے دیکھکر تعجب نہیں ہوتا کیونکہ اسکو بار بار دیکھ لیا ہے ورنہ درحقیقت دونوں میں کچھ بھی فرق نہیں گراموفون بھی بیجان چیز ہے جو بولتی ہے اور اعضا بھی بیجان چیزیں ہیں جو بولیں گے بلکہ اعضا کو بیجان کہنا ۴۲
بھی صحیح نہیں اسواسطے کہ دنیا میں جبتک رہے ان میں حیات تھی اور جب قیامت میں اٹھینگے تب بھی جاندار ہونگے جبکہ بیجان چیز میں یہ قوت ہے کہ وہ بات کا اخذ کر لیتی ہے اور عند الضرورت پھر نکالدیتی ہے تو اگر جاندار چیز میں یہ قوت ہو تو کیا تعجب ہے یہ مضمون قرآن شریف میں اسطرح مذکور ہے وقالوا لجلودھم لم شھدتم علینا قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شئی وھو خلقکم اول مرۃ والیہ ترجعون. ترجمہ (جنکے اعضاء قیامت کے دن بولینگے) وہ اپنی کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے اوپر گواہی کیوں دی تو کھالیں جواب دینگی ہم کو اس اللہ نے گویائی دی جس نے اور سب چیز کو گویائی دی اور اسی نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اور اسیکی طرف تم لوٹنے والے تھے حاصل جواب کا یہی ہے کہ بولنے والی چیزوں میں گویائی کہاں سے آئی وہیں سے ہر چیز میں آسکتی ہے بلفظ دیگر اعضا کا بولنا مستبعد سہی (جیساکہ لوگ اپنی کھالوں سے تعجب سے پوچھینگے) مگر خلاف عقل نہیں کوئی دلیل اسکے محال ہونے کی موجود نہیں بلکہ ممکن ہونے کی دلیل موجود ہے وہ یہ کہ گویائی کسی چیز میں

(ا) سمجھنے کا تو مضائقہ نہیں لیکن یہ سخت غلطی ہے کہ عجیب کو محال سمجھے اور محال سمجھکر نص کی تکذیب کرنے یا بلا ضرورت اسکی تاویلیں کرے غرض محض استبعاد کی بنا پر انہیں (شرعی نصوص ۱۲) احکام محال کے جاری کرنا غلطی عظیم ہے البتہ اگر علاوہ استبعاد کے اور کوئی دلیل صحیح بھی اسکے عدم وقوع پر قائم ہو تو اسوقت اسکی نفی کرنا واجب ہے جیسا کہ ۱ میں کلکتہ سے دہلی تک ایک گھنٹہ میں ریل کے پہونچنے کی مثال ذکر کی گئی اور اگر دلیل صحیح اسکے وقوع پر قائم ہو اور وقوع پر اس درجہ کی دلیل نہ ہو تو اسوقت وقوع کا حکم واجب ہوگا مثلاً جبتک خبر بلا تار پہنچنے کی ایجاد

(ح) ہونا اپنا کمال ذاتی نہیں بلکہ کسی کے (حق تعالےٰ کے) دینے سے آیا ہے تو وہ جس کو بھی گویائی دیدیں اسی میں آسکتی ہے غرض اعضا کا بولنا ممکن ہے کوئی دلیل عقلی اسکے محال ہونیکی نہیں ہاں نئی سی بات اور مستبعد ہے سو مستبعد ہزاروں چیزیں ہیں بلکہ ہر چیز مستبعد دیکھتے دیکھتے استبعاد جاتا رہا ہے نئی بات ہونے کی وجہ سے اعضا کے بولنے پر تعجب ہونے کا مضائقہ بھی نہیں یہ ایک فطری بات ہے کہ نئی بات پر تعجب ہوا کرتا ہے لیکن اس تعجب کو ۴۴
اس حد تک بڑھا دینا کہ اسکو محال اور ناممکن سمجھ لیا جاوے اور (نعوذ باللہ) قرآن وحدیث کی خبر کو غلط سمجھا جاوے یا اسمیں بلاوجہ تاویلیں کیجاویں یہ محض بددینی اور بیوقوفی اور جہالت ہے اور یہ اس قاعدہ کے خلاف ہے جسکو بدیہی دلیلوں سے ثابت کردیا گیا ہے اور مسلم ہوچکا ہے کہ محال اور چیز ہے اور مستبعد اور چیز اور دونوں کا حکم ایک نہیں محال کی خبر کو فوراً جھٹلاتے ہیں اور مستبعد کی خبر کو محض مستبعد ہونے کی بنا پر نہیں جھٹلا سکتے ہاں اگر کوئی دلیل اسکے جھٹلانے کی ہو تو ضرور جھٹلانا چاہیئے جیسا ملا میں گذرا کہ ایک ٹرین کلکتہ سے دہلی پہنچی اسمیں سے اترنیوالے مسافروں کے سامنے ایک شخص نے دعوی کیا کہ یہ ٹرین کلکتہ سے دہلی ایک گھنٹہ میں آئی ہو تو یہ بات مستبعد ہے لیکن محال نہیں کیونکہ کوئی دلیل عقلی ایسی موجود نہیں جس سے ثابت ہوجاتے کہ ایسا ہونا ناممکن ہے بلکہ عقل اسکو جائز رکھتی ہے ہاں ایسی تیز رفتار گاڑی ابتک دیکھی اور سنی نہیں گئی اسواسطے گونہ تعجب ہوسکتا ہے لیکن اس تعجب کی بنا پر اس دعوے کرنیوالے کو جھٹلا نہیں سکتے کیونکہ ایک امر ممکن کا دعوی کررہا ہے ہاں ایک دوسری دلیل جھٹلانیکے لئے

(ل) شائع اور مسموع نہ ہوئی تھی اسوقت اگر کوئی خبر دیتا کہ میں نے خود اسکو دیکھا ہے تو اگر اس خبر دینے والے کا پہلے سے صادق ہونا یقیناً ثابت نہ ہوتا تو گو تکذیب کی حقیقۃً تو گنجائش نہ تھی مگر ظاہراً کچھ گنجائش ہوسکتی تھی لیکن اگر اسکا صادق ہونا یقیناً ثابت ہوتا تو اصلاً گنجائش تکذیب کی نہیں ہوسکتی یہ ہیں وہ جُدا جُدا احکام محال

(ح) موجود ہے وہ یہ کہ یہ مسافر سب خود دیکھتے آرہے ہیں کہ کلکتہ سے وہ ریل کسوقت چلی تھی اور کسوقت دہلی پہنچی اس حساب سے تخمیناً بیس بائیس گھنٹے میں پہنچی ہے تو خود دیکھنے والوں کے سامنے اسکا یہ کہنا کہ یہ ٹرین کلکتہ سے ایک گھنٹے میں آئی ہے کیسے قابل تسلیم ہوسکتا ہے تو اس دعویٰ کی تکذیب محض مستبعد ہونے کی بنا پر نہیں کی گئی بلکہ ایک دوسری دلیل سے کی گئی مستبعد ہونے کا اثر صرف یہ ہوسکتا ہے کہ گونہ تعجب ہو لیکن اگر کوئی دلیل جانب موافق کی ہو تو اسکے موافق حکم ہوگا اور دلیل جانب مخالف کی ہو تو اسکے موافق حکم ہوگا واقعہ مذکورہ میں چونکہ دلیل جانب مخالف کی موجود ہے اس واسطے اس خبر کو جھٹلایا گیا اور اگر ایسا واقعہ ہوتا کہ خبر کی جانب موافق کی تائید کسی اور دلیل سے ہوتی تو جانب موافق کا قائل ہونا پڑتا ۴۵
بلکہ اگر ایسا بھی ہو کہ جانب موافق کی دلیل تو ہے ہی جانب مخالف کی بھی ہے لیکن اس درجہ کی نہیں جس درجہ کی جانب موافق کی ہے تب بھی ترجیح جانب موافق کو ہوگی اور اسی کا قائل ہونا ضروری ہوگا مثلاً تار میں خبر جانا ایک عجیب چیز ہے مگر بکثرت رواج ہونے سے اسکا استبعاد بالکل جاتا رہا ہے لیکن تھوڑے زمانہ سے ایسی یہ ایجاد اور ہوئی ہے کہ تار کا سلسلہ درمیان میں ہونے کی بھی ضرورت نہیں رہی صرف ایک آلہ یہاں ہو اور ایک ہزار کوس پر تو وہ ہی کام ہوسکتا ہے جو تار کے سلسلہ سے ہوتا یہ بات بہت زیادہ عجیب ہے اور مستبعد ہے لیکن محال نہیں اسواسطے کہ کوئی دلیل عقلی اس بات کی نہیں ہے کہ ایسا ہونا ناممکن ہے ہاں تعجب کی بات ضرور ہے پس اگر کوئی ایسی جگہ جاکر یہ خبر دے جہاں لوگوں نے مطلقاً اس ایجاد کو دیکھا سنا نہ ہو اور یہ کہے کہ میں نے خود ایسا آلہ دیکھا ہے جسمیں بلا سلسلہ تار کے خبر جاتی ہے تو اس قاعدہ کے بموجب کہ مستبعد کا انکار محض مستبعد ہونے کی بنا پر جائز نہیں اسکا انکار کرنے کی کوئی گنجائش نہیں دوسری دلیل کو دیکھا جائے مثلاً وہ دلیل یہ ہے

(۱) و مستبعد کے اس بنا پر پلصراط کا بکیفیت عہ مذکورہ گذرگاہ خلائق بننا چونکہ محال نہیں صرف مستبعد ہے اور اسکے وقوع کی مخبر صادق نے خبر دی ہے اسلئے اس عبور کی نفی اور تکذیب کرنا سخت غلطی ہے اسیطرح اسکی تاویل کرنا ایک فضول حرکت ہے۔

(ج) کہ کہنے والا بہت معتبر اور سچا آدمی ہے جسکا سچا ہونا پہلے سے مانا ہوا ہے تو اس صورت میں اسکو نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں اور ضرور ہے کہ یقین کیا جاوے گو ابھی تک سمجھ میں نہ آوے اور حیرت سی رہے اور اگر فرض کیا جائے کہ وہ کہنے والا ایک اجنبی اور غیر شناسا آدمی ہے اور کبھی اسکے سچے یا جھوٹے ہونے کا تجربہ نہیں ہوا تو ایک گونہ دلیل جانب مخالف کی بھی موجود ہے ممکن ہے کہ جھوٹ بولتا ہو لیکن اس وجہ سے کہ ہمارے پاس کوئی دلیل یقینًا اسکے جھوٹے ہونے کی بھی نہیں ہے اور وہ ایک ایسی بات کا دعوی کر رہا ہے جو عقلًا باطل نہیں ہے لہذا ترجیح اسکے سچے ہونے ہی کو ہوگی اور یہ کہنے کی گنجایش نہ ہوگی کہ یہ تعجب کی بات ہے کہ بلا سلسلہ تار کے خبر جا سکے لہذا یقینًا غلط ہے خلاصہ یہ کہ مستبعد کی تکذیب ۴۶
محض مستبعد اور عجیب ہونے کی بنا پر جائز نہیں اس تقریر سے محال اور مستبعد کی تعریف اور دونوں کے حکموں میں فرق صاف ظاہر ہو گیا اس سے شرعی بہت سی تحقیقات مثلًا پلصراط کا بہیئت کذائی یعنی بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہونے اور میزان میں اعمال تلنے وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے جنکی خبریں شریعت میں آئی ہیں اور وہ باتیں صرف مستبعد ہیں (شرعی تحقیقات محال ایک بھی نہیں) ان سے تعجب تو ہو سکتا ہے کیونکہ عادت کے خلاف ہیں لیکن صرف مستبعد ہونے کی وجہ سے انکو غلط نہیں کہہ سکتے جیسا کہ اصل عقل کا یہی مقتضا ہے بلکہ یہ کہینگے کہ اگر کوئی دلیل ایسی موجود ہو جس سے انکا صحیح ہونا ثابت ہو تو انکا ماننا واجب ہوگا اور اگر کوئی دلیل ان کو غلط ثابت کرنے والی ہو تو غلط کہا جاویگا صرف مستبعد اور انوکھا ہونا غلط کہنے کے لئے کافی نہیں سو یہاں خبر دینے والے کی سچائی اپنے موقع پر نہایت مستحکم دلیلوں سے ثابت ہو چکی ہے وہ خبر دینے والا کون ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ

عہ یعنی جسطرح پر حدیث میں وارد ہے کہ پلصراط بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا اور سب تمام آدمیوں کو چلنا ہوگا ۱۲

(۱) نمبر ۱ موجود ہونے کے لئے محسوس ومشاہد ہونا لازم نہیں۔

شرح۔ واقعات پر وقوع کا حکم تین طور پر کیا جاتا ہے ایک مشاہدہ جیسے ہم نے زید کو آتا ہوا دیکھا دوسرے مخبر صادق کی خبر جیسے کسی معتبر آدمی نے خبر دی کہ زید آیا اسمیں یہ شرط ہوگی کہ کوئی دلیل اس سے زیادہ صحیح اسکی تکذیب نہ ہو

(ح) علیہ وسلم اور دیگر انبیا علیہم السلام۔ رسالت کا مسئلہ اپنے موقع پر ایسا ثابت ہے کہ کسی کو مجال دم زدن باقی نہیں جب وہ خبریں ایسے مخبرون کی دی ہوئی ہیں تو ترجیح جانب وقوع کو ہوگی اور اسپر عقیدہ رکھنا اور انکو صحیح سمجھنا جس کیفیت سے کہ شریعت میں آیا ہے واجب ہوگا انکو جھٹلانا سخت غلطی ہوگی اور انکی توجیہات ایسی کرنا جو محض استبعاد پر مبنی ہوں فضول حرکت اور ناجائز بات ہوگی (پلصراط کے متعلق کسیقدر مفصل بحث اصل ۱ میں گذر چکی ہے) یہ تاویل کرنا ایسا ہوگا جیسے اس بے تار کے خبر رسانی کی مثال میں وہ شخص جسکے سامنے سچے اور معتمد علیہ شخص نے کہا ہو کہ میں نے خود اسکو دیکھا ہے یہ تاویل کرے کہ آپکی مراد یہ ہے کہ بذریعہ قاصد کے خط پہنچایا جاتا ہے کیونکہ بلا سلسلہ تار کے خبر تو پہنچنا ناممکن اور محال ہے پس یہی مراد ہوسکتی ہے کہ قاصد کے ذریعہ سے خط پہنچایا جائے یہ کیسی زبردستی ہے اسکو تاویل القول بمالا یرضی بہ قائلہ کہتے ہیں۔ ۴۷

حق تعالے نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اس اشرف ہونے کا ذریعہ علم ہے انسان کو علم دیا ہے دوسری مخلوقات کو ایسا علم نہیں دیا علم وادراک ایک ہی چیز ہے ادراک کے لئے کئی قسم کے آلات عطا فرمائے ہیں ان آلات کو حواس کہتے ہیں انکی دو قسمیں ہیں ایک حواس ظاہرہ اور وہ پانچ ہیں۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ زبان۔ لمس یعنی چھونے سے پہچاننا ان حواس سے ادراک کرنے کو احساس اور مشاہدہ کہتے ہیں اور پانچ حواس باطنی اور ہیں ان کے سامنے یہ حواس ظاہری مثل نوکروں چاکروں کے ہیں ؎

پنج حسہا وادہ اندر درج سر ❁ پنج حس دیگرے ہم مستتر

کتب طب میں ہے الحواس الظاہرۃ کالجواسیس للباطنۃ۔ یعنی ظاہری حواس خمسہ باطنی حواس خمسہ کے سامنے مثل مخبر کے ہیں حواس ظاہری ہی ایسی عجیب چیزیں ہیں

(۱) مثلاً کسی نے یہ خبر دی کہ زید رات آیا تھا اور آتے ہی تم کو تلوار سے زخمی کیا تھا حالانکہ مخاطب کو معلوم ہے کہ مجھکو کسی نے زخمی نہیں کیا اور نہ اب وہ زخمی ہی پس یہاں مشاہدہ (جس سے بات کر رہے ہیں ۱۲) اسکا مکذب ہے اس لئے اس خبر کو غیر واقع کہیں گے۔

(ح) کہ انکی ماہیت کوئی فلسفی نہیں بیان کر سکتا (دیکھو کتاب العقل) تا یہ باطنی چہ رسد مختلف اور متفرق ادراکات حیوانات کو بھی ہیں بلکہ بعض کے نزدیک جمادات کو بھی مثلاً یہ مقناطیس کو پہچان لیتا ہے وغیرہ وغیرہ لیکن اتنے وسیع ادراکات کسی قسم کی مخلوقات کو عطا نہیں ہوتے جتنے انسان کو عطا ہوتے ہیں لیکن یہ ادراکات حواس ظاہری اور باطنی سب کے افعال کے ملنے سے پورے ہوتے ہیں کتب طب اور فلسفہ میں انکی تفصیل شرح و بسط کے ساتھ موجود ہے یہاں تفصیل کا موقع نہیں یہاں صرف یہ کہنا ہے کہ تمام ادراکات کا حصر صرف دیکھنے میں یا ظاہری حواس کے فعل میں نہیں ہے بلکہ پانچوں ظاہری اور پانچوں باطنی کے افعال ملنے سے انکی تکمیل ہوتی ہی بعض باتیں حواس ظاہری سے ادراک کیجا سکتی ہیں اور بعض نہیں کیجا سکتیں تو ایسی چیزوں کی نسبت جو حواس ظاہری کے ادراک میں نہ آتی ہوں یوں کہدینا کہ یہ چیز ہم نے مثلاً دیکھی نہیں ۴۸
لہذا اسکا وجود ہی نہیں یہ سخت غلطی ہے یہ ایسا ہے جیسے کوئی بچہ اپنا نہ یہ چاندی سونے کے ورق لپٹے ہوئے آنکھ سے دیکھکر اسکو کھانا شروع کر دے اور ناک سے اسکو نہ سونگھے اور جب اس سے کہا جائے کہ یہ بُری چیز ہے تو کہے اسمیں کوئی بُرائی نہیں ہم نے آنکھ سے دیکھ لیا ہے نہایت چمکدار خوش منظر چیز ہے ہم آنکھ سے دیکھنے پر اعتماد کرتے ہیں تم ایک فرضی برائی کے قائل ہو جو نظر میں نہیں آتی اور مشاہدہ کے خلاف ہے اسکا جواب یہی ہو سکتا ہی کہ ادراک آنکھ ہی میں منحصر نہیں بعض چیزوں کا ادراک دوسرے حواس سے ہوتا ہی انکو کام میں لانا چاہئے اور ان کو کام میں لگانے کا نتیجہ گوہ کہا تا ہی اسیطرح کہا جاتا ہی کہ ادراک حواس ظاہری پر بھی ختم نہیں ہے بعض باتیں ایسی بھی ہیں کہ حواس ظاہری کے ادراک میں آ ہی نہیں سکتیں۔

عـــہ کتاب العقل ایک فاضل اجل حیدرآبادی کی تصنیف ہے جسمیں بہت شرح و بسط کے ساتھ بطور سوال و جواب ثابت کیا ہی کہ حضرت حق جل و علا شانہٗ کی ذات صفات میں بحث کرنا تو چھوٹا منہ بڑی بات ہی اپنے حواس کی ہی ماہیت اور کنہ نہیں دریافت ہوتا۔ بہت قابلیت کے ساتھ لکھی گئی ہی اور قابل دید کتاب ہی۔ عـــہ گو اسکو عرف میں کشش طبعی کہا جاتا ہے لیکن عند التحقیق یہ حس و ادراک سے ہے ہمیشہ ایسا دیکھکر اسکو لازم ذات اور کشش کہدیا گیا ہے ۱۲ منہ۔

(باقی آئندہ)

این سفال و این فتیلہ دیگرست	لیک نورش نیست دیگر زان سرست
گر نظر در شیشہ داری گم شوی	زانکہ از شیشہ است اعداد دوئی
ور نظر بر نور دارے وارہے	از دوئی و اعداد جسم ای منتہے
از نظر گاہ است اے مغز وجود	اختلاف مومن و گبر و جہود

قصہ بیان کرنے کے بعد مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صورت قصہ موسےٰ میں تمہارا دل پھنسکر رہ گیا ہے اور تم نے سمجھ لیا ہے کہ یہ قصے ہیں جو گذر چکے لیکن یہ تمہاری غلطی ہے تم کو اس میں امور ذیل کا لحاظ رکھنا چاہیئے اول یہ کہ صورت
۲۲۳ محض روپوشی کے لئے ہے ورنہ تمہارا حصہ اسمیں سے نور موسےٰ ہے یعنی اس سے عبرت حاصل کرکے تم کو بھی اسی قسم کا نور حاصل کرنا چاہیئے جو موسےٰ علیہ السلام کو حاصل تھا یعنی معرفت حق سبحانہ۔ دوم یہ کہ موسےٰ و فرعون خود تیرے اندر بھی موجود ہیں یعنی نفس و روح پس تجھے انکو اپنے اندر ڈھونڈھنا چاہیئے اور موسےٰ روح کی حمایت کرکے فرعون نفس کو شکست دینی چاہیئے تیسرے یہ کہ موسےٰ صرف وہی نہ تھے جو گذر گئے بلکہ موسے قیامت تک پیدا ہوتے رہینگے اور اہل اللہ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا پس تجھکو انکے ساتھ وہ برتاؤ نہ کرنا چاہیئے جو فرعون نے موسےٰ معروف کے ساتھ کیا تھا بلکہ انکی طاعت کرنا چاہیئے اہل اللہ کو ہم نے موسےٰ اسلئے کہا کہ موسےٰ اپنی جسمیت کے لحاظ سے موسےٰ نہ تھے کیونکہ جسمیت کے لحاظ سے ان میں اور دیگر لوگوں میں امتیاز نہیں بلکہ وہ نور حق سبحانہ تھا جس نے موسےٰ کو موسےٰ بنایا تھا اور وہی نور اپنی قدر مشترک کے لحاظ سے ان میں بھی موجود ہے گو خصوصیات مختصہ کے ذریعہ سے انمیں فرق بھی

ہوا اسلئے وہ بھی حکماً موسےٰ ہونگے چراغ بتی یعنی اجسام متعدد سہی مگر شعلہ یعنی نورِ حق سبحانہ
تو سب میں ایک ہے لہٰذا انکو متحد کہنا کچھ بیجا نہیں اب ہم تم کو اس سے بھی زیادہ واضح مثال
سے سمجھاتے ہیں مثلاً اگر ایک چراغ روشن ہو اور اسکا عکس مختلف شیشوں میں نظر آتا ہو
پس اس صورت میں اگر تم شیشوں کے تعدد پر نظر کر کے نور کو متعدد دیکھوگے تو یہ تمہاری غلطی
اور راہ صواب سے گمشدگی ہوگی کیونکہ تعدد فی الحقیقت نور میں نہیں بلکہ شیشوں میں ہے
اور اگر نور کو دیکھوگے تو توہم تعدد و اثنینیت سے رہائی پاؤگے اور ٹھیک راستہ پر چلوگے
یوں ہی افراد اہل اللہ بھی بمنزلہ متعدد شیشوں کے ہیں جن میں حق سبحانہ کا نور واحد جلوہ نما
ہے اور تعدد محال سے متعدد نظر آتا ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب یہ مسئلہ صاف ہوگیا
کہ دیگر اہل اللہ بھی موسےٰ ہیں لیکن اس اتحاد سے سب کے نبی اور رسول ہونے کا شبہ
نہ ہونا چاہیئے کیونکہ اول تو یہ مثال تقریبی ہے تحقیقی نہیں لہٰذا مثال کے کل احکام کا ممثل لہ
کیلئے ثابت کرنا بھی صحیح نہ ہوگا اسکے علاوہ مثال میں بھی من کل الوجوہ اتحاد نہیں کیونکہ شیشوں
کے تکدر اور شفافی کے اختلاف سے۔ نیز انکے رنگوں کے مختلف ہونے سے۔ مرتبہ ظہور میں ۲۳۴
اس نور میں اختلاف ہوجاویگا کہیں وہ زیادہ روشن ہوگا کہیں کم کہیں اس سے کم کہیں
سُرخ ہوگا کہیں سبز کہیں زرد کہیں سفید یس نورِ حق سبحانہ میں اختلاف ہے کہیں وہ
نورِ نبوت ہے کہیں نورِ ولایت کہیں کم ہے کہیں زیادہ لیکن اس اختلاف کو بھی اس اختلاف
کی مثال تام نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ مثال تقریبی سمجھنا چاہیئے چونکہ الفاظ اصل حقیقت کو ظاہر
نہیں کرسکتے جیسا کہ مولانا بھی جابجا اسکی شکایت کرتے ہیں اسواسطے مدعا کو ایسے الفاظ میں ظاہر
کیا جاتا ہے جسکا مدلول مقصود سے فی الجملہ مناسبت رکھتا ہے یہ بڑی لغزش کی جگہ ہے
اس سے ہوشیار رہنا چاہیئے اور دھوکا کھا کر گمراہی میں نہ پڑنا چاہیئے) چونکہ اختلاف حکم توحد
و تعدد نور اختلاف محال نظر سے پیدا ہوا تھا اسکی مناسبت سے استطراداً ایک اور
اختلاف کو جتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مومن اور آتش پرست اور یہودی وغیرہ میں جو
اختلاف ہے اسکا منشا بھی اختلاف مواقع نظر ہے لیکن مومن کی نظر حقیقت پر ہے اسلئے
اسکا حکم و اعتقاد صحیح اور وہ مہتدی ہے اور دوسروں کی نظریں غیر حقیقت پر ہیں اسلئے انکے

اعتقادات واحکام غیر صحیح اور وہ گمراہ وضال ہیں آگے اس اختلاف کو ایک مثال سے ظاہر کرتے ہیں مگر یہ مثال بھی تقریبی ہے تحقیقی نہیں وہو کا نہ کھانا چاہئیے۔

شرح شبیری

ذکرِ موسیٰ بند خاطر ہا شدست کاین حکایتہاست کہ پیشین بدست

یعنی موسےٰ علیہ السّلام کا ذکر قلوب کے لئے قید ہو گیا ہے کہ یہ حکایتیں ہیں انکی جو کہ پہلے تھے مطلب یہ کہ لوگ صرف حکایت وذکر موسےٰ کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ تو پہلوں کی حکایتیں ہیں جو کہ گذر چکے ہیں اب انکا کوئی اثر نہیں ہے حالانکہ۔

۲۳۵ **ذکرِ موسیٰ بہر روپوش است ولیک نور موسےٰ نقد تست ای یار نیک**

یعنی ذکر موسےٰ علیہ السّلام تو ایک روپوش ہے ولیکن نور موسےٰ تمہاری جانکا نقد ہے اے یار نیک مطلب یہ کہ یہ ذکر موسےٰ تو ایک واسطہ ہے کہ اسکے ذریعہ سے انکی حالت کو ظاہر کیا جاتا ہے یہ صرف پردہ ذکر دالات موسوی ہے ورنہ وہ نور جو کہ موسےٰ علیہ السّلام کے اندر تھا تمہارے اندر بھی موجود ہے اور وہ ملکات حسنہ درجہ استعداد میں تمہارے اندر موجود ہیں انکو حاصل کرو اور انکو ترقی دو۔

موسیٰ و فرعون در ہستی تست بایداین دو خصم را درخویش جست

یعنی موسےٰ وفرعون خود تمہارے اندر موجود ہیں تو ان دونوں متخاصمین کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہیئے موسےٰ سے مراد ملکات حسنہ اور فرعون سے ملکات سیئہ مطلب یہ کہ خود تمہارے اندر ملکات حسنہ اور سیئہ دونوں موجود ہیں تو تم کو چاہیئے کہ اپنے اندر ان دونوں چیزوں کو تلاش کرو اور ایک کو مغلوب اور دوسرے کو غالب کرو اب چونکہ یہاں شبہ ہوتا تھا کہ

اب موسے علیہ السلام کا نور کہاں ہے وہ تو مدت ہوتی ہے کہ گذر گئے ہیں اسکا جواب فرماتے ہیں کہ یہ

تا قیامت ہست از موسیٰ نتاج نور دیگر نیست دیگر شد سراج

یعنی موسے علیہ السلام سے قیامت تک توالد ہوگا تو نور دوسرا نہیں ہے ہان چراغ دوسرا ہوگیا ہے مطلب یہ کہ قیامت تک موسے علیہ السلام کی اولاد معنوی باقی رہے گی اور وہ نور موسوی قیامت تک قائم رہیگا تو جب انکی اولاد معنوی قیامت تک باقی ہے تو انکا وہ نور بھی اسیطرح باقی ہے اور تمہارے اندر بھی موجود ہے اسلئے کہ تم بھی مسلمان ہو ہان بوجہ تشخص بدل جانے کے ایسا ہوگیا ہے کہ جیسے دو چراغ ہوں کہ انکا جو نور ہے وہ بالنوع تو ایک ہی ہے صرف تشخص بدل گیا ہے اسیطرح تمہارے اندر بھی بالنوع تو وہی نور ہے ہاں تشخص کے بدل جانے سے تشخصات مختلف ہوگئے ہیں مگر ہیں سب اسیکی افراد آگے اور توضیح فرماتے ہیں کہ۔ ۲۳۶

این سفال و این فتیلہ دیگرست لیک نورش نیست دیگر زان سرست

یعنی یہ چراغ اور یہ فتیلہ دوسرا ہے لیکن نور اسکا دوسرا نہیں ہے وہ اسی طرف سے ہے سفال و فتیلہ سے مراد تشخص انسانی مطلب وہی کہ صرف تشخصات بدل گئے ہیں ورنہ تمہارے اندر بھی وہی نور ہے جو کہ موسے علیہ السلام میں تھا اور وہ نور بھی غیب سے تھا اور یہ بھی یہان تو مولانا نے اس نور کو تشخصاً دو اور حقیقۃً ایک کہا تھا آگے اور ترقی فرما رہے ہیں کہ۔

گر نظر در شیشہ داری گم شوی زانکہ از شیشہ است اعداد دوئی

یعنی اگر تم نظر شیشہ میں رکھو تو گم ہوگئے اسلئے کہ تعدد اور دوئی تو شیشہ ہی کی وجہ سے ہے

ور نظر بر نور داری وارہی از دوئی و اعداد جسم اے منتہی

یعنی اور اگر نظر نور پر رکھو گے تو دوئی اور تعدد سے چھوٹ جاؤ گے اے منتہی۔ مطلب یہ کہ مثلاً ایک لیمپ کسی لالٹین کے اندر رکھا ہوا ہے تو جس شخص کی نظر اس لالٹین کے شیشوں پر پڑ رہی ہے وہ تو سمجھتا ہے کہ ایک نور اس طرف ہے اور دوسرا نور اُس طرف اور تیسرا نور اسطرف علیٰ ہذا اور جو کہ خود اس لیمپ کو دیکھ رہا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ نور خود نہایت تو ایک ہی ہے مگر یہ سب آئینے مظاہر ہیں کہ یہ اس طرف سے بھی نظر آ رہا ہے اور اس طرف سے بھی علیٰ ہذا تو اسیطرح وہ نور حق اپنی ذات کے اعتبار سے تو واحد ہی ہے جیسا کہ معلوم ہے مگر اسکے مظاہر مختلف ہیں لہذا ظاہر نظر میں وہ نور متعدد معلوم ہوتا ہے مگر اصل میں وہ ایک ہی ہے تو اوپر تو اس نور کو بھی تشخصاً متعدد کیا تھا یہاں پر اس نور کو بھی ایک فرما دیا۔ صرف اس کے مظاہر مختلف ہو رہے ہیں اسی لئے مسلمانوں میں مختلف فرقے ہیں اور یہ سب مظاہر اسماء کے ہیں کوئی کسی اسم کا ظہور ہے اور دوسری میں دوسرے کا مگر ہیں سب مظاہر حق ہی اب یہاں بھی مولانا نے مسلمانوں ہی کی بابت فرمایا کہ انہیں مختلف مظاہر کی وجہ سے مختلف فرقے ہو رہے ہیں آگے اس سے بھی ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔ ۲۴۷

از نظرگاہ است اے مغز وجود　　　اختلاف مومن و گبر و جہود

یعنی اے مغز موجودات (یعنی انسان) یہ مومن و گبر و جہود کا اختلاف نظرگاہ کی وجہ سے ہو رہا ہے مطلب یہ ہے کہ مومنین میں تو وہ نور ایک ہے ہی مگر اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار میں بھی وہی نور ہے اور مومنین اور کافرین میں جو اختلاف ہو رہا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ نظرگاہ مختلف ہے کسی کی نظر کہیں پہونچی اور کسی کی کہیں پس بجز مومن کے اور سب کی نظر غلط پہنچ گئی تو اگر سب کی نظر صحیح ہوتی تو پھر اختلاف کیوں ہوتا اسلئے کہ وہ ذات تو ایک ہی ہے یا اگر ذات تو مختلف ہوتی تب بھی اسقدر اختلاف نہ ہوتا اسلئے کہ ہر شخص اس نور کو اپنے اپنے کیلئے ثابت کرتا اختلاف تو زیادہ اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ باوجودیکہ وہ ذات ایک ہی ہے پھر اسکے بیان میں اختلاف ہو رہا ہے کوئی اسکی کسیطرح تعبیر کر رہا ہے کوئی کسیطرح اور وہ ایک ہی ہے تو بس جب وہ نور واحد ہے تو وہ تو ہمیشہ سے ہے

اور ہمیشہ تک رہے گا اور اُس ہمیشگی کے ضمن میں ہم بھی داخل ہیں لہذا وہ نور ہمارے اندر بھی موجود ہے لہذا چاہیے کہ اُس نور کو حاصل کریں اور اسکو غالب کریں آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ چند آدمیوں نے ہاتھی کو تاریکی میں ہاتھ سے چھوکر دیکھا تو کسی نے اسکو ستون کیطرح بتایا اور کسی نے کسیطرح اسلئے کہ جہاں جسکا ہاتھ لگا وہ اسکو سارے کو ویسا ہی سمجھا اسلئے کہ ایک ہاتھ سارے ہاتھی کا احاطہ تو کر ہی نہیں سکتا اسی طرح ہماری نظر کنہ ذات کا تو احاطہ کر ہی نہیں سکتی لہذا جہاں تک جسکی نظر پہونچی اس نے ویسا بیان کیا اسلئے یہ سارا اختلاف واقع ہوا ہے اب حکایت سُنو۔

شرح حبیبی

پیل اندر خانۂ تاریک بود ۲۳۸	عرضه را آورده بودندش هنود
از برائے دیدنش مردم بسے	اندران ظلمت همی شد هر کسے
دیدنش با چشم چون ممکن نبود	اندر آن تاریکیش کف می بسود
آن یکے را کف بخرطوم اوفتاد	گفت همچون ناودانستش نهاد
آن یکے را دست بر گوشش رسید	آن برو چون بادبیزن شد پدید
آن یکے را کف چو بر پایش بسود	گفت شکل پیل دیدم چون عمود

آن یکی بر پشت او بنہاد دست　　گفت خود این پیل چون تختے بدست

ہمچنین ہر یک بجزوے چون رسید　　فہم آن میکرد ہر جا مے تنید

از نظرگہ گفتشان شد مختلف　　آن یکے دالش لقب داد آن الف

در کف ہر کس اگر شمعے بدے　　اختلاف از گفتشان بیرون شدی

چشم حس ہمچون کف دستست و بس　　نیست کف را بر ہمہ آن دسترس

چشم دریا دیگرست و کف دگر　　کف بہل وز دیدہ در دریا نگر ۲۳۹

جنبش کفہا ز دریا روز و شب　　کف ہمی بینی و دریا نے عجب

ما چو کشتیہا بہم بر مے زنیم　　تیرہ چشمیم و در آب روشنیم

ایک ہاتھی ایک تاریک مکان میں تہا ہندوستانی لوگ اسے دکہانے کے لئے لائے تھے اسکے دیکھنے کے لئے بہت سے آدمی گئے ہر شخص اندہیرے میں گہسا چلا گیا چونکہ اندہیرے میں آنکھ سے تو دیکہا نہیں جا سکتا تھا اس لئے ہاتھون سے ٹٹولتے تھے ایک شخص کا ہاتھ تو اس کی سونڈ پر پڑا اسنے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے پرنالہ دوسریکا ہاتھ کان پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا پنکہا کسیکا ہاتھ پاؤں پر پڑا اسنے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا ستون کسی نے اسکی کمر پر ہاتھ رکھا اسنے کہا ہاتھی ایسا ہے

جیسا تخت غرض یون ہی ہر شخص اسکو ویسا ہی سمجھتا تھا جیسا وہ عضو جسپر اسکا ہاتھ پڑتا تھا اور ہر
جگہ شیخی مارتا تھا کہ میں نے ہاتھی دیکھا ہے اور اختلاف موقع نظر کے سبب انکی گفتگو
مختلف تھی ایک اسکو دال کہتا تھا دوسرا الف لیکن اگر ہر شخص کے ہاتھ میں شمع ہوتی
تو انکی گفتگو سے اختلاف دور ہوجاتا پس یہی حالت اختلاف مومن و گبر و یہود وغیرہ کی ہے کہ
مومن کے ہاتھ میں شمع ہے یعنی نور باطن یا نور نبوت اسلئے وہ حقیقت سے واقف ہے اور
اسکے احکام و عقائد صحیح ہیں اور دوسرون کے پاس دونون شمعین نہیں اسلئے وہ گمراہ ہیں اور
انکے اعتقادات خلاف واقع اب تم ایک اور مفید بات سنو وہ یہ کہ حواس جسمانی تو ایسے
ہیں جیسے ہتھیلی اور جس طرح ہتیلی سے حقیقت ہاتھی کی معلوم نہیں ہوسکتی تھی یون ہی حواس
جسمانیہ سے بھی ذات و صفات حق سبحانہ کا صحیح طور پر ادراک نہیں ہوسکتا بلکہ دریا بین اور
حق سبحانہ کا ادراک کرنے والی آنکھ اور ہے اور خس و خاشاک غیر اللہ کا ادراک کرنیوالی
اور ۔ پس تو خاشاک کو چھوڑ اور دریا بین آنکھ سے دریا (حق سبحانہ) کو دیکھ یہ جس قدر خس و
۲۴۰ خاشاک یعنی غیر اللہ ہیں سب کی حرکت وغیرہ رات دن دریا یعنی حق سبحانہ ہی کی جانب سے
ہے پس پہلے مانس بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو خس و خاشاک کو دیکھتا ہے اور دریا کو
نہیں دیکھتا اور اتنا نہیں سمجھتا کہ کف دریا کہیں بدون دریا کے بھی ہوتا ہے اور ممکن بدون
واجب کے بھی ہوسکتا ہے پس ہم جو آپس میں اختلاف کر رہے ہیں اور گویا کہ کشتیونکو
آپس میں ٹکرا رہے ہیں اسکا منشا حق سبحانہ کا خفا نہیں کیونکہ وہ تو بمنزلہ آب روشن
کے ہے بلکہ اسکا باعث ہماری بینائی کا قصور ہے کہ ہم کو دکھائی نہیں دیتا ۔

ع۵ یا یون کہو کہ دریا بین آنکھ اور ہے اور ہتیلی یعنی چشم حس اور کہ اس سے غیر اللہ کا ادراک ہوتا ہے نہ کہ حق سبحانہ
کا پس تو ہتیلی (چشم حس) کو چھوڑ اور چشم دریا بین (چشم قلب) سے دریا حق سبحانہ کو دیکھ ۔

باقی آئندہ

عن ابی هریرة بلفظ المؤمن
اکرم علی الله من بعض
الملئکة وابو المهزم
ترکه شعبة وضعفه
ابن معین ورواه
ابن حبان فی
الضعفاء والبیهقی
فی الشعب
من هذا الوجه بلفظ
المصنف **ف** فیه
دلیل علی بعض اجزاء
مسئلة التفاضل
بین البشر وبین الملئکة وفضل
البعض جزئی والبعض کلی
الحدیث قال الله
تعالی انما خلقت الخلق
لیربحوا علی ولم
اخلقهم لاربح
علیهم لم اقف
له علی اصل
قلت والیه

ابوہریرہ سے ان لفظوں سے کہ مومن اللہ تعالیٰ
کے نزدیک بعض ملئکہ سے بھی زیادہ مکرم ہے
اور ابو المہزم کو شعبہ نے ترک کر دیا ہے اور
ابن معین نے اوسکو ضعیف کہا ہے۔ اور
روایت کیا اسکو ابن حبان نے ضعفاء میں
اور بیہقی نے شعب میں اسی طریق سے مصنف
کے الفاظ سے (یعنی اوس میں لفظ بعض
نہیں ہے) **ف** اس میں دلیل ہے مسئلہ
تفاضل بین البشر والملئکہ کے بعض اجزاء کی
اور بعض بشر کی فضیلت (ملئکہ پر) جزئی
ہے (جیسے عوام مومنین کی کہ باوجود موانع
طبعیہ کے کچھ اطاعت کرتے ہیں) اور بعض
کی کلی ہے (جیسے حضرات انبیاء کی کہ قرب
میں بھی افضل ہیں)

حدیث ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے میں نے
مخلوق کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ
مجھ سے نفع حاصل کریں اور اس لئے
پیدا نہیں کیا کہ میں اون سے نفع حاصل
کروں (عراقی کہتے ہیں کہ) میں اس حدیث
کی کسی اصل پر واقف نہیں ہوا اور میں
کہتا ہوں کہ اسی مضمون کی طرف مولوی

۱۱۷ التفضیل الجزئی للمؤمن علی بعض الملئکة
تفضیل جزئی مومن بر بعض ملئکہ

استحالة استكمال تعالى بالغير

استحالہ استکمال حق تعالی بالغیر

اشار الرومی بقوله ؎

من نکردم خلق تاسودے کنم
بلکہ تا بربندگان جودے کنم

واصله فی القرآن من قوله تعالیٰ وهو یطعم ولا یطعم وقوله تعالیٰ لا نسئلك رزقا نحن نرزقك وقوله تعالیٰ ما ارید منهم من رزق وما ارید ان یطعمون ان
الله هو الرزاق والمسئلة ۱۱۸
عقلیة من امتناع استکماله تعالیٰ بالغیر فالحدیث اذن ثابت معنی وان لم یثبت لفظا۔

الحدیث لولم تذنبوا لخلق الله خلقا یذنبون لیغفرلهم وفی لفظ لذهب بکم الحدیث مسلم من حدیث ابی ایوب واللفظ الثانی من حدیث ابی هریرة

رومی نے اس شعر میں اشارہ کیا ہے ؎

من نکردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

اوراس مضمون کی اصل قرآن مجید (کی ان آیات) میں ہے ﴿ترجمہ﴾ وہ اوروں کو کھلاتا ہے اوسکو کوئی نہیں کھلاتا۔ ﴿ترجمہ﴾ ہم تمسے رزق نہیں مانگتے ہم تمکو خود رزق دیتے ہیں ﴿ترجمہ﴾ میں اون (جن و انس) سے رزق نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجکو کھانا کھلاویں بیشک اللہ تعالی وہ خود رزاق ہیں اھ اور یہ مسئلہ (مذکورہ فی الحدیث) عقلی ہے کہ حق تعالے پر استکمال بالغیر محال ہے پس حدیث اس حالت میں بالمعنی ثابت ہے گو باللفظ ثابت نہیں۔

حدیث اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالے ایسی مخلوق کو پیدا کرتے جو گناہ کرتے تاکہ اون کی مغفرت فرماتے اور ایک لفظ میں یہ ہے کہ تمکو (اس عالم سے) لیجاتے روایت کیا اسکو مسلم نے ابو ایوب کی حدیث سے اور لفظ ثانی کو ابو ہریرہ کی حدیث سے

قربًا منه وتمامه
وجاء بخلق آخرين يذنبون
فيغفر لهم **ف** فيه
حكمة لوجود الذنب
تكوينا من الخالق
لانه حسن لا صدورا
من الخلق لانه
قبيح وحاصلها
ظهور المغفرة
ولم يصل اليها
ذهن غير
العارفين
الحديث حديث
عائشة قلت
يا رسول الله
الذين يؤتون
ما آتوا وقلوبهم
وجلة
هو الرجل
يسرق
ويزني

اونکے قریب اور تتمہ اوسکا یہ ہے کہ (تم کو
تو اس عالم سے لیجاتے) اور (بجائے تمہارے)
ایک دوسری مخلوق کو لاتے جو گناہ کرتے
پھر اون کی مغفرت فرماتے **ف** اسمیں
گناہ کے وجود کی حکمت (مذکور) ہے
(یعنی) اس حیثیت سے کہ وہ حق تعالے
کا ایجاد کیا ہوا ہے۔ کیونکہ یہ ایجاد حسن ہے
نہ اس حیثیت سے کہ وہ خلق سے صادر
ہوا ہے کیونکہ یہ صدور قبیح ہے اور حاصل
اس حکمت کا ظہور مغفرت ہے اور اس نکتہ
119 تک بجز عارفین کے کسی کے ذہن کی رسائی
نہیں ہوئی ؎
حدیث حضرت عائشہ کی حدیث ہے
کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ جو آیت
ہے یؤتون ما آتوا وقلوبهم وجلة
(یعنی دیتے ہیں جو دیتے ہیں اور اونکے
دل خوف زدہ ہیں) یہ تمام افعال کو عام ہے
کیونکہ سب میں اون کو عدم سے ہستی میں
لانا اور وجود دینا ہے) کیا مراد اس سے
وہ شخص ہے جو چوری اور زنا کرے۔
(کیونکہ خوف تو ان ہی افعال کے بعد

بعض الحكمة التكوينية لايجاد الذنوب
بعض مصالح تکوینیہ خلق ذنوب نہ ذنوب خالق

قال لا الحديث الترمذی و ابن ماجه والحاكم وقال صحيح الاسناد قلت بل منقطع بين عائشة وبين عبد الرحمن بن سعد بن وهب قال الترمذی وروی عبد الرحمن بن سعد عن ابی حازم عن ابی هريرةؓ وتمامه بل الرجل يصوم ويصلی ويتصدق ويخاف ان لا يقبل منه **ف** فيه ما عدم الاتكال على الاعمال وقطع الغرور والادلال الا ان يغلب الخوف على الرجاء من الرحيم ذی الافضال فان الثابت هو عكس لمن له بالطاعات اشتغال من الصلوٰة و الصوم والتصدق بالاموال ومر قريبا تحت حديث لو تعلمون ما اعلم ۱۲۰

ہوتا ہے) آپ نے فرمایا نہیں (آگے تتمہ آتا ہے) اسکو ترمذی اور ابن ماجہ اور حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور حاکم نے اسکو صحیح الاسناد کہا میں (یعنی عراقی) کہتا ہوں کہ بلکہ یہ منقطع ہے عائشہ اور عبد الرحمٰن ابن سعد بن وہب کے درمیان میں ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث عبد الرحمٰن بن سعد سے بھی مروی ہے وہ ابو حازم سے روایت کرتے ہیں وہ ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں اور تتمہ حدیث کا (حضور کے اوس ارشاد کے بعد کہ نہیں) یہ ہے کہ (آپ نے فرمایا) بلکہ مراد وہ شخص ہے جو روزہ رکھے اور نماز پڑھے اور صدقہ دے اور (پھر) ڈرے کہ یہ اوس سے قبول نہ کیا جاوے **ف** اس حدیث میں یہ مضمون ہے کہ اعمال پر اعتماد نہ چاہیئے اور نیز اسمیں قطع ہے غرور و ناز کا اور یہ مضمون نہیں ہے کہ خوف کو غالب کیا جاوے رحیم ذی افضال سے امید رکھنے پر کیونکہ جس شخص کو طاعات میں مشغولی ہے جیسے نماز روزہ ہے اموال کا تصدق کرنا ہے اوس کے لئے تو اس کا عکس ثابت ہے چنانچہ یہ مضمون قریب ہی گذر چکا ہے اس حدیث کے تحت میں لو تعلمون ما اعلم الخ

(باقی)

عدم الاتکال علی الاعمال بلکہ خوف و رجا دونوں

شاہ عبدالقادر صاحب اوّل روز تراویح میں ایک سپارہ پڑھتے اور اگر انتیس کا چاند ہونیوالا ہوتا تو اوّل روز دو سپارے پڑھتے چونکہ اسکا تجربہ ہو چکا تھا اسلئے شاہ عبدالعزیز صاحب اوّل روز آدمی کو بھیجتے تھے کہ دیکھکر آؤ میاں عبدالقادر نے آج کے سپارہ پڑھے ہیں اگر آدمی یہ آکر کہتا کہ آج دو پڑھے ہیں تو شاہ صاحب فرماتے کہ عید کا چاند تو انتیس ہی کا ہوگا یہ بات دوسری ہے کہ ابر وغیرہ کی وجہ سے دکہائی نہ دے اور حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں اس میں مولوی محمود حسن صاحب یہ اضافہ فرماتے تھے کہ یہ بات دلی میں اسقدر مشہور ہو گئی تھی کہ اہل بازار اور اہل پیشہ کے کاروبار اسپر مبنی ہو گئے تھے مثلاً اگر شاہ عبدالقادر صاحب پہلے روز دو سپارے سناتے تو لوگ سمجھ لیتے تھے کہ اب کے عید کا چاند انتیس کا ہوگا اور درزی دہوبی وغیرہ انتیس رمضان تک کپڑوں کی تیاری کیلئے کوشش کرتے تھے اور انتیس کو حتی الامکان کام پورا کردیتے تھے اور اگر اوّل روز ایک سپارہ سناتے تو سمجھ لیتے کہ چاند تیس کا ہوگا اور تیس تاریخ تک تیاری کا اہتمام کرتے

۱۰۵ **حاشیہ حکایت** (۸۷) قولہ حجت شرعی نہ ہونے کی وجہ سے ہم رویت کا حکم نہ لگا سکیں **اقول** اس سے معلوم ہوا کہ کسی کشف کا واقعیت سے کبھی مختلف نہ ہونا بھی کاملین کے نزدیک شرع کے مقابلہ میں حجت نہیں (**ش ت**)

(۸۸) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ بات بھی میں نے صدہا لوگوں سے سُنی ہے اور اپنے سب بزرگوں سے بھی سنی ہے اور مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری اور مولوی ماجد علی صاحب اور مولوی احمد علی خیرآبادی سے بھی سُنی ہے کہ مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صدر الدین صاحب جس روز خود کتاب لیکر جاتے اس روز شاہ عبدالقادر صاحب سبق پڑھاتے تھے اور جس روز کتاب خدمتگار کے ہاتھ لواکر لاتے اُس روز سبق نہ پڑھاتے تھے۔

حاشیہ حکایت (۸۸) قولہ جس روز کتاب خدمتگار کے ہاتھ الخ

اقول دو کمال پر دلالت ہوتی ایک کمال کشف کیونکہ خدمتگار کو استاد کے سامنے تک تھوڑا ہی آنے دیتے تھے دوسرا کمال تربیت کہ ذمیمہ کبر کا کیسا لطیف علاج فرماتے تھے

جو تولی سے انفع ہے (تشتت)

(۸۹) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب فرماتے تھے کہ میرے استاد مولوی فضل حق صاحب خیر آبادی بیان فرماتے تھے میں حضرت مجدد صاحب کے سلسلہ کا زیادہ معتقد نہ تھا لیکن جب سے میں نے شاہ عبد القادر صاحب کو اور فلاں بزرگ کو دیکھا ہے اُس وقت سے میں اس سلسلہ کا بہت معتقد ہو گیا کیونکہ اگر وہ سلسلہ فی الحقیقت ناقص ہوتا تو ایسے لوگ اس سلسلہ میں داخل نہ ہوتے (خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی فیض الحسن صاحب نے ان دوسرے بزرگ کا نام بھی لیا تھا مگر مجھے وہ نام یاد نہیں رہا) مولوی فیض الحسن صاحب یہ بھی فرماتے تھے کہ شاہ عبد القادر صاحب سے کرامات کا اس زور و شور سے صدور ہوتا تھا جیسے خزاں کے زمانہ میں پت جھڑ ہو یا بارش کے وقت بوندیں گرتی ہوں۔

حاشیہ حکایت (۸۹) قولہ داخل نہ ہوتے اقول مطلب یہ ہے کہ اس داخل ہونے کا استمرار نہ ہوتا یعنی اگر غلطی سے داخل ہو جاتے تو داخل رہتے نہیں (تشتت) ۱۰۶

(۹۰) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ بات میں نے صدہا سے سنی ہے مگر خاص یہ بات میں نے مولانا نانوتوی سے سنی ہے۔ وہ فرماتے تھے کہ اس خاندان کے دو مغنی ہیں۔ ایک شاہ عبد القادر صاحب اور ایک مولانا اسحٰق صاحب مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صدر الدین صاحب یہ فرمایا کرتے تھے کہ اس خاندان کے لوگ علوم دینیہ جیسے حدیث تفسیر فقہ وغیرہ خوب جانتے ہیں مگر معقولات نہیں جانتے چنانچہ ایک روز جس وقت پڑھنے جارہے تھے ابھی وہ شاہ صاحب تک پہنچے بھی نہ تھے کہ شاہ صاحب نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ ایک بوریا مسجد سے باہر ڈالدو اور ایک مسجد کے اندر اور جب فضل حق اور صدر الدین آئیں تو انکو وہیں بٹھلادو۔ بوریئے حسب الحکم بچھا دیئے گئے اور جب وہ دونوں آگئے تو انکو وہیں بٹھلا دیا گیا جب انکے آنے کی شاہ صاحب کو اطلاع ہوئی تو شاہ صاحب تشریف لائے اور آکر اپنے بوریئے پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ میاں فضل حق او میاں صدر الدین آج سبق پڑھانے کو تو جی نہیں چاہتا یوں جی چاہتا ہے کہ کچھ معقولیوں کی خرافات میں گفتگو

ہوا انھوں نے فرمایا کہ حضرت جیسے حضرت کی خوشی ہو اسپر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ متکلمین کا کونسا مسئلہ ایسا ہے جو فلاسفہ کے مقابلہ میں بہت ہی کمزور ہو انھوں نے عرض کیا کہ حضرت متکلمین کے تو اکثر مسائل کمزور ہی ہیں مگر فلاں مسئلہ تو بہت ہی کمزور ہے اسپر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا تم فلاسفہ کا مسئلہ لو اور ہم متکلمین کا اور گفتگو کریں انھوں نے عرض کیا کہ بہت اچھا اسپر گفتگو ہوئی اور شاہ صاحب نے دونوں کو عاجز کر دیا اس کے بعد فرمایا کہ اچھا اب یہ بتلاؤ فلاسفہ کا کونسا مسئلہ سب سے کمزور ہے اسپر انھوں نے عرض کیا کہ فلاں مسئلہ بہت کمزور ہے اسپر شاہ صاحب نے فرمایا کہ اچھا اب تم متکلمین کا پہلو لو اور ہم فلاسفہ کا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور شاہ صاحب نے اب بھی ان کو چلنے نہیں دیا جب ہر طرح ان کو مغلوب کر دیا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں فضل حق اور میاں صدر الدین تم یہ سمجھے کہ ہم کو معقول نہیں آتی بلکہ ہم نے ان کو ناقص اور واہیات سمجھکر ان کو چھوڑ دیا ہے مگر انہوں نے ہمیں اب تک نہیں چھوڑا وہ اب تک ہماری قدمبوسی کئے جاتے ہیں یہ قصہ بیان فرماکر خانصاحب
۱۰۷ نے فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں سے تو یوں سنا ہے کہ یہ گفتگو مولوی فضل حق صاحب اور مفتی صدر الدین صاحب دونوں سے ہوئی تھی مگر مولوی احمد علی خیرآبادی اور مولوی ماجد علی یہ فرماتے تھے کہ اس گفتگو میں صرف مفتی صاحب تھے اور مولوی فضل حق صاحب سے گفتگو نہ ہوئی تھی۔

حاشیہ حکایت (۹۰) قولہ ایک بوریا مسجد سے باہر الخ **اقول** کتنا دقیق تقوی ہے کہ دونوں بوریئے معقولات ہی کی گفتگو کے لئے بچھائے گئے تھے مگر مدعیان معقول کی نیت تقویت معقول کی تھی انکا فعل طاعت نہ تہا اُس کے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز نہیں رکھا گیا اور حضرت شاہ صاحب کی نیت تزئیف معقول کی تھی یہ فعل طاعت تھا اس کے لئے مسجد میں بیٹھنا جائز رکھا گیا (**ش ت**)

(۹۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولوی عبدالجلیل صاحب علی گڈہی کے صاحبزادے مولوی اسمٰعیل صاحب نے بیان فرمایا کہ میرے والد مولوی عبدالجلیل صاحب اپنے زمانہ طالب علمی میں شاہ اسحٰق صاحب کی مسجد میں رہتے تھے اور اس زمانہ میں فتحپوری کی مسجد میں

ایک عالم رہتے تھے جنکا نام آخون شیر محمد تھا میرے والد ان سے تعلیم حاصل کرتے تھے اتفاق سے ایک روز شمس بازغہ کی ایک عبارت کا مطلب انکی سمجھ میں نہ آیا اور وہ جس مسجد میں رہتے تھے اسی مسجد میں ایک مقام پر بیٹھے ہوئے اس عبارت مین غور کر رہے تھے اتفاق سے شاہ اسحٰق صاحب بھی اسیوقت مسجد میں ٹہل رہے تھے شاہ صاحب نے انکے پاس آکر دریافت کیا کہ میاں صاحبزادے بڑے مصروف ہو کونسی کتاب دیکھ رہے ہو والد صاحب نے اسپر کچھ التفات نہیں کیا اور ہوں ہاں کر کے ٹالدیا شاہ صاحب نے دوسری مرتبہ پھر پوچھا کہ میاں صاحبزادے ہمیں تو بتاؤ کونسی کتاب دیکھ رہے ہو والد صاحب نے پھر ٹالدیا شاہ صاحب پھر چلے گئے تیسری مرتبہ شاہ صاحب پھر ٹہلتے ہوتے آئے اور آکر والد صاحب کے پاس بیٹھ گئے اور زرا اصرار سے پوچھا کہ میاں آخر بتاؤ تو سہی یہ کیا کتاب ہے اور تم اسمیں اتنے مصروف کیوں ہو تب والد صاحب نے مجبور ہوکر کہا کہ یہ کتاب شمس بازغہ ہے میں ایک مقام میں الجھا ہوا ہوں اسے سوچ رہا ہوں اسپر شاہ صاحب نے فرمایا کہ کونسا مقام ہے انھون نے انکا جواب بھی لاپروائی سے دیا جب کئی مرتبہ شاہ صاحب نے اصرار کیا ۱۰۸
تب انھون نے انکو وہ مقام دکھلایا (وجہ انکے ان بے التفاتیونکی یہ تھی کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ شاہ صاحب اور انکے خاندان کے لوگ معقول نہیں جانتے) شاہ صاحب نے اس مقام کو ملاحظہ فرماکر فرمایا کہ تمہارے استاد نے یہ مطلب بتلایا ہوگا اور تم یہ کہتے ہوگے انھون نے اقرار کیا اسپر شاہ صاحب نے اسکا صحیح مطلب بتلایا اور عبارت پر اسکو منطبق فرمادیا۔

حاشیہ حکایت (۱۵) قولہ ٹہل رہے تھے اقول احیانا اسکا مضائقہ نہیں بشرطیکہ خاص اسی غرض سے مسجد مین داخل نہ ہوا ہو اور عادت کرتا یا اسی قصد سے داخل ہونا مکروہ ہے جیسے دوسرے مباحات جنکے لئے مسجد موضوع نہیں (**ش ت**)

(۵۲) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنی حیات میں اپنی کل جائداد حصص شرعیہ کے موافق اپنی صاحبزادی اور اپنے بھائیون کے نام کردی تھی اور چونکہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے آپ کو بہت محبت تھی اور آپ نے انکو متبنی بھی بنایا تھا اسلئے آپ نے بیٹی اور بھائیونکی اجازت سے کچھ حصہ انکو بھی دیدیا تھا اور خود بالکل متوکل ہوکر بیٹھ گئے

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ

کا

اسم مبارک، لقب، کنیت

اسم مبارک

آپ کا نام نامی، اسم گرامی عبد اللہ مشہور ہے اور یہی صحیح تر ہے بعضوں نے کہا ہے کہ آپ کا نام عتیق تھا لیکن تمام علما۔ کا اسپر اتفاق ہے کہ یہ آپکا نام نہیں بلکہ لقب ہے ۵
اہل النسب[1] الزبیری وغیرہ کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام زمانۂ جاہلیت میں عبد الکعبہ تھا اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپکا نام عبد اللہ رکھدیا۔

کنیت، لقب

آپ کی کنیت[2] ابوبکر اور آپ کا لقب عتیق ہے صدیق کے خطاب سے بھی آپ مشہور و معروف ہیں۔

عتیق لقب ہونیکی وجہ

لیث بن سعد اور احمد بن حنبلؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آپ حسن و جمال کی وجہ سے عتیق کے لقب سے ملقب ہوئے (کیونکہ عتیق کے معنی حسنِ جمال کے ہیں) مصعب[3] بن زبیر وغیرہ

[1] کتاب الاستیعاب جلد اطبوعہ دائرۃ المعارف صفحہ ۳۴۲ [2] کنیت اسکو کہتے ہیں جسکے شروع میں اب یا ام یا ابن ہو ۱۲ منہ [3] کتاب الاستیعاب جلد

فرماتے ہیں کہ چونکہ آپکے نسب میں کوئی بات قابل عیب نہ تھی اسواسطے آپ کو عتیق کہتے ہیں۔ بعضوں نے کہا ہے کہ عتیق اس وجہ سے لقب ہوا کہ آپ آتش دوزخ سے عتیق یعنی آزاد ہیں چنانچہ ترمذی اور حاکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالے عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ (آقائے نامدار جناب) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو آپ نے فرمایا کہ اے ابو بکر تم نار دوزخ سے خدا کے آزاد کئے ہوئے ہو اسی روز سے آپ کا نام عتیق ہو گیا۔ عبد اللہ بن زبیر کی سند سے بزار اور طبرانی نے بیان کیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ تھا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم آتش دوزخ سے آزاد کئے ہوئے ہو اسی دن سے انکا نام عتیق ہو گیا نیز ابو یعلے اپنی مسند میں اور ابن سعد اور حاکم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک دن اپنی کوٹھری میں تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ (کرام رضی اللہ تعالے عنہم) کے ساتھ باہر صحن میں تشریف فرما تھے میرے اور آپ کے درمیان ایک پردہ پڑا ہوا تھا اچانک حضرت ابو بکر (رضی اللہ عنہ) تشریف لے آئے حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دوزخ کی آگ سے آزاد شخص کو دیکھنا چاہے وہ ابو بکر کو دیکھ لے انکا نام انکے خاندان والوں نے تو عبد اللہ ہی رکھا تھا مگر عتیق مشہور ہو گیا۔[1]

ابو نعیم تحریر فرماتے ہیں کہ یہ لقب اس وجہ سے ہوا کہ ہر نیک کام میں آپ سب سے پہلے پیش قدمی کیا کرتے تھے۔

بعضوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے دو بھائی تھے ان میں سے ایک کا نام عتیق تھا جب اسکا آپ کی پیدائش سے قبل انتقال ہو گیا تو آپ کے والد ماجد نے پیدا ہونے کے بعد آپ کا نام عتیق رکھا ابن مندہ اور ابن عساکر موسٰی بن طلحہ سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو طلحہ سے دریافت کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کا نام عتیق کیوں رکھا گیا آپ نے جواب دیا کہ انکی والدہ ماجدہ کی اولاد چونکہ زندہ نہیں رہتی تھی جسوقت آپ پیدا ہوئے تو آپکی والدہ آپ کو لیکر خانہ کعبہ گئیں اور عرض کیا الٰہی! یہ تمہارا بچہ موت سے عتیق (آزاد) ہے مجھے عطا کردو

[1] کتاب الاستیعاب جلد ا صفحہ ۳۲۹ - ۱۲ منہ

صدیق لقب ہونے کی وجہ

حافظ[1] ابن عبدالبر رحمۃ اللہ تعالےٰ نے کتاب الاستیعاب میں صدیق لقب ہونیکی وجہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے "چونکہ آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ہر خبر کی تصدیق میں مبادرت کیا کرتے تھے اسوجہ سے آپ صدیق کے مشہور خطاب سے مخاطب کیے گئے۔

سدی فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت ہی میں آپ کا یہ لقب ہوگیا تھا کیونکہ آپ ہمیشہ سچ بولا کرتے تھے۔

نیز جبکہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی صبح کو اسکا قصہ لوگوں سے بیان کیا بت پرستوں کی طعنہ زنی کا تو ٹھکانا ہی کیا ہے اکثر ضعیف الاسلام مسلمان بھی مرتد ہوکر آپ کی ہنسی اڑانے لگے کفار نابکار آپ کا مذاق اڑاتے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہنے لگے کہ لیجئے آپ نے اپنے دوست کی رات کی نئی من گھڑت کہانی بھی سنی! وہ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس ہوتا ہوا تمام آسمانوں کی سیر کرآیا اور بحالت بیداری آن واحد میں جنت و دوزخ سب کچھ دیکھ آیا سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور پیغمبر ہیں جو کچھ بھی فرمائیں وہ بالکل سچ ہے جب میں ایک لحظہ میں آپ پر وحی آسمانی کا نزول تسلیم کرچکا تو ایک آن میں ملکوتی سیر پر ایمان لے آنا کون بڑی بات ہے اسکے بعد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے اٹھکر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے بیت المقدس دیکھا ہے آپ بیان فرمائیے کہ آپ نے کیا ملاحظہ فرمایا صادق مصدوق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے واقعات بیان کرنے شروع کئے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آپکی ہربات کے جواب میں عرض کرتے رہے کہ بیشک سچ ہے اور واقعی درست ہے اسوقت سے آپکا لقب صدیق ہوگیا اسلئے کہ آپ نے سب سے پہلے تصدیق اور ایمان کی دولت سے اپنا دامن بھرا۔

---

[1] کتاب الاستیعاب جلد ۱ صفحہ ۳۲۱-۱۲ منہ

سعید بن منصور اپنی مسند میں تحریر فرماتے ہیں کہ شب معراج میں جب حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم "ذی طوی" کے مقام پر پہونچے تو آپ نے فرمایا کہ اے جبرائیل میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ آپ کی تصدیق ابو بکر کرینگے وہ صدیق ہیں چنانچہ ابن اسحٰق بروایت حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ شب معراج کے دوسرے دن آپ کا یہ لقب ہوا۔

دارقطنی اور حاکم نے ابو یحیٰی سے روایت کیا ہے کہ میں نے بہت سی مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بر سر منبر کہتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام صدیق رکھا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نسب

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نسب نامہ ہمارے پیغمبر شفیع روز محشر حضرت خیر البشر محمد مصطفیٰ
۸ صلے اللہ علیہ وسلم کے نسب نامہ سے ساتویں پشت میں ملجاتا ہے خود بھی صحابی والدین بھی صحابی اور اولاد بھی صحابی ہے یہ خصوصیت آپکے سوا کسی صحابی کو حاصل نہیں ہوئی۔

والد کا اسم مبارک

والد ماجد کا اسم گرامی ابو قحافہ عثمان بن عامر قریشی[له] تیمی ہیں آپ فتح مکہ کے دن مشرف باسلام ہوئے۔

له یہ لقب (قریش) نضر کے وقت سے شروع ہوا اور بقول بعض فہر کے وقت سے۔ حافظ عراقی سیرت منظوم میں تحریر کرتے ہیں ؎ اما قریش فالاصح فہر ٭ جماعہا والاکثرون النضر۔ بعضوں نے کہا ہے کہ قریش کا لقب اول قصی کو ملا۔ علامہ ابن عبدہ نے عقد الفرید میں تصریح کی ہے کہ قصی نے چونکہ خاندان کو جمع کرکے کعبہ کے گرداگرد آباد کیا۔ اسلئے انکو قریش کہتے ہیں (کیونکہ قریش) قرش سے ماخوذ ہے جسکے معنی جمع کرنے کے ہیں چنانچہ محیط المحیط مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۶۹۰ پر مذکور ہے قرش الشیٔ ای جمعہ من ھنا وھنا وضم بعضہ الی بعض۔ یعنی جب کسی شئے کو ادھر اُدھر سے جمع کرکے بعض کو بعض کے ساتھ ضم کریں اسوقت عربی محاورہ میں قرش الشیٔ بولا جاتا ہے) اسی بنا پر انکو مُجمِّع بھی کہتے ہیں ایک شاعر کہتا ہے ؎ قصی ابوکم من یسمی مجمعاً ٭ بہ جمع اللہ القبائل من فہر۔ اس لقب کی وجہ میں اختلاف ہے جمہور کا قول یہ ہے کہ قریش ایک دریائی جانور کو کہتے ہیں جو سب دریائی جانوروں سے قوی ہے اس سے سب ڈرتے ہیں چونکہ نضر عرب کے سردار تھے اور بہت قوی تھے اس وجہ سے انکو یہ لقب ملا۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎ وقریش ھی التی تسکن البحر بھا سمیت قریش قریشا۔ سہیلی کی تحقیق کے مطابق یہ قبیلہ کا نام ہے ۱۲ منہ۔

(باقی آئندہ)

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں۔ افسوس ہے کہ خدا تعالےٰ کے احکام بجالانے اور امر و نہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیمیافتہ تحقیق اسباب و علل کو آڑ بنا کر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں مگر خدا سے تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت حکیم الامۃ مدظلہ العالی کو کہ المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرما کر آزادان ہند کیلئے رموز و اسرار کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جو ایک حق طلب و حق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہوسکتا ہے ورنہ خود پسند و نفس پرست کے لئے تو دفتر بھی کافی نہیں۔ قیمت حصہ اوّل نو آنے۔ (۹ر) خریداران امدادی کیواسطے سات آنے۔

ایضاً حصہ دوم ۱۲ر خریداران امدادی کیواسطے ۸ر **ایضاً** حصہ سوم ۱۲ر خریداران امدادی کیواسطے ۸ر

التکشف عن مہمات التصوف

چونکہ انقلاب زمانہ سے اصل تصوف لوگوں کی نظروں سے روز بروز پوشیدہ ہوتا جاتا ہے اور کوئی نادان دوست اور کوئی کھلا دشمن بنکر اس نورانی علم کو (جو درحقیقت اسلام کی روح ہی) مٹانے کی فکر میں لگا رہتا ہے اسلئے حکیم الامۃ جامع شریعت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب نے یہ معرکۃ الآرا کتاب تالیف فرمائی ہے جسمیں تصوف اور مسائل تصوف کی تحقیق فرما کر ہر ایک دوست و دشمن کی غلطی کو ظاہر فرما دیا ہے پس جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادھر متوجہ ہونے کا ارادہ رکھتے ہیں انکو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے انشاء اللہ تعالےٰ تمام اشکالات حل ہوکر اشعار فارسی اور اردو کا منذار صوفیہ کا مکرمات نظر آنے لگے گا اور بہت سے ایسے جدید فوائد دیکھنے میں آئینگے جو اب تک نظر سے نہیں گزرے۔ قیمت پانچ روپے۔ خریداران امدادی کے واسطے تین روپے۔

بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء

اس زمانہ میں اس کتاب کا مطالعہ بہت بیجا بیجی کا موجب ہوگا اس کتاب میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے لیکر سنہ ۹۰۳ھ تک تمام خلفاء کے حالات درج کردئے ہیں۔ پس اسکے دیکھنے سے شاندار تاریخ اسلام پر پورا عبور ہوجاتا ہے اور نامور و اولو العزم خلفائے اسلام کے کارناموں سے واقف ہونیکے بعد خلافت راشدہ و غیر راشدہ کا فرق بھی معلوم ہوجاتا ہے آجکل چونکہ اسلامی سیاست کا ذکر اخباروں اور مختلف صحبتوں و جلسوں میں زیادہ رہتا ہے اسلئے واقعات کے متعلق صحیح رائے قائم کرنیکے لئے خلفائے اسلام کے حالات معلوم کرنے ضروری ہیں جسکے لئے بیان الامراء بہترین کتاب ہے ضخامت ۱۱۵ صفحات کاغذ سفید قیمت عـــہ خریداران امدادی کیواسطے عـــہ

المشتہر:۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

از عمدۃ المحققین زبدۃ المفسرین حکیم الامۃ سراج الملۃ حضرت مولٰنا محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدفیوضہم

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا ایک بے بہا خزینہ ہے تمام قرآن شریف مین جو آتیں مسائل تصوف پر دال ہیں انکی تفسیر ہے اور خطبہ میں اس تفسیر کا معتبر و مستند ہونا دلائل شرعیہ سے بیان فرمایا ہے یہ کتاب حرز جان بنانے کے قابل ہے آئیں وہ مسائل ہین جو مدلول قرآنی ہیں کہ ان کو اہل ظاہر بھی تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے اسکے نو جز رسالہ الشیخ میں شائع ہو چکے ہیں ناظرین الشیخ اس سے بخوبی واقف ہین اور الشیخ بند ہوچکے بعد اکثر حضرات نے احقر ہی سے افسوس ظاہر فرمایا ہے باقی مسودہ محفوظ تھا احقر نے حضرت والا مدظلہم سے لیکر اسکو شروع کردیا اور اب کتابت قریب اختتام پر ہے انشاءاللہ ۲۵ر ذیقعدہ تک تیار ہوجاوے گی جن حضرات کو خریدنا ہو وہ نام درج کرادین اسوقت نام درج کرانے والون کو دو روپے آٹھ آنہ مین دیجاوے گی اور تیاری پر تین روپے چار آنہ ہان اسقدر عرض کرنا مناسب ہے چونکہ تعداد بہت تھوڑی رکھی ہے صرف ۷۵۰ نسخے تیار ہونگے اسکی وجہ یہ ہے کہ الشیخ میں جو حصہ شائع ہوچکا ہے وہ صرف اسیقدر موجود ہے اور احقر اسکو ہی پورا کر رہا ہے لہذا نام درج کرانے میں جلدی کرین ورنہ بعد ختم افسوس کرینگے ہان نام درج کراتے وقت آٹھ آنے پیشگی دینے ہونگے اور اسکا تخمینہ ۲۷ جز کا ہے تقطیع ۲۲/۲۹ کاغذ سفید محصول ڈاک ذمہ خریدار ہوگا ٭

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دھلی

رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال الله تعالى وقرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت ممدوح دال ست بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشند یا بادی * و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر جمیع

مقاصد و مبادی * پس اتباعاً للنص المزبور * صحیفۂ شہریہ کہ مستدرج ست بتدریج شہور

مسمّیٰ بہ گردید

الهادی

نمبر ۷	بابت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۳۴۵ھ	جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی * بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی * باہتمام محمد عثمان عامی * دفترہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزند نور ضمیمہ میگردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ذیقعدہ ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامت محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب التہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد میاں صاحب سلمہ	۱
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامت حضرت مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۹
۳	حل الانتباہات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب سلمہ	۱۷
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۲۵
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.... ایضاً	۳۳
۶	اسرار روعات فی حدیث الحکایات	تصوف، سیر	مولوی حبیب احمد صاحب معہ حاشیہ حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہم	۳۷
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب اجرہوی	۴۱

اصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینہ کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ ہی پر شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ سے رسالہ مع ٹائٹیل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (ع)

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے ٹیچر کا وی پی روانہ ہوگا جسپر دو آنہ فیس منی آرڈر کا کتابنہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی۔ پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے۔

اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو طلب فرمائیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے۔ علاوہ محصولڈاک ۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

آپ فرماتے تھے کہ میں نے اپنی نگاہ اوپر کو کی تو واقعی ایک بڑا محل سپیدابر کی طرح (اونچا) وہاں موجود تھا پھر دونوں نے مجھ سے کہا کہ دیکھیے یہ ہے آپکا محل (سرلے) میں نے کہا اللہ تم دونوں کو خوش خورم رکھیں اب ذرا مجھے اپنے محل میں جانے دو کہنے لگے کہ کیا ابھی نہیں (ابھی نہیں کیونکہ ابھی دنیا میں آپکی عمر باقی ہے) ہاں آپ اسمیں جائینگے ضرور۔ میں نے ان سے کہا کہ آج رات میں تم نے مجھے بڑی بڑی عجیب چیزیں دکھلائی ہیں آخر یہ ہے کیا معاملہ جو اسوقت میں نے دیکھا ہے کہنے لگے کہ اچھا اب ہم آپ سے بیان ہی کئے دیتے ہیں دیکھیے تو وہ سب سے پہلا جو آدمی تھا جسکا پتھرون سے سر کچلا جارہا تھا وہ ایسا آدمی تھا کہ اس نے قرآن شریف پڑھ تو لیا تھا لیکن پھر اس (کی طرف سے بے توجہی کے باعث اس) کو چھوڑ دیا اور فرض نماز بھی بے پڑھے ہی سو جاتا تھا اسکے بعد آپ نے ایک اور آدمی دیکھا تھا کہ جسکی باچھ بھی تھنا بھی ایک آنکھ بھی گدی تک چیری جارہی ہے سو وہ ایسا آدمی تھا کہ صبح ہی اپنے گھر سے اُٹھا اور جھوٹ پر جھوٹ بولتا پھرے گیا اور اسکا یہ جھوٹ نقل در نقل ہو کر تمام جہان میں
۲۴۱ پھیل گیا اسکے بعد ننگے مرد اور ننگی عورتیں جو آپ نے دیکھی تھیں تو وہ زنا کار عورتیں اور رنڈی باز مرد تھے اسکے بعد آپکا گذر ایک اور آدمی کے پاس کو ہوا تھا جو ایک نہر میں تیر رہا تھا اور اسکے منہ پر پتھر لگ رہے تھے تو وہ سود خوار آدمی تھا اسکے بعد بد صورت اور بد شکل آدمی جو آگ کے پاس آپنے دیکھا تھا۔ اور آگ سلگا تا ہوا اسکے ادہر اُدہر دوڑا پھرتا تھا تو وہ مالک (نام) کوتوال جہنم تھے اسکے بعد بہت لمبے قد کا آدمی جو آپ نے باغ میں دیکھا تھا تو حضرت ابراہیم (خلیل اللہ آپکے جدامجد) تھے اور اسکے آس پاس جو بہت سے بچے بیٹھے ہوئے تھے تو وہ سب ایسے بچے تھے کہ دین اسلام قبول کرنیکی استعداد رکھتے ہوئے بچپنے ہی میں فوت ہوگئے ہیں راوی کہتے ہیں کہ (حضرت کے اتنا بیان فرمانے کے بعد) مسلمانوں میں سے کسی نے پوچھا کہ (حضور یہ بچے تو مسلمانوں کے ہیں اور) مشرکین کے بچے (کہاں رہتے ہیں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کے بچے بھی ان ہی میں شامل ہیں۔ ہاں وہ لوگ جنکا نصف بدن تو اعلےٰ درجہ کا حسین اور نصف ثانی نہایت ہی بدترین تو وہ لوگ تھے جنھوں نے نیک عمل بد عمل سب کچھ کیا اور دونوں قسم کے عمل مساوی درجہ میں رہے انکے

اللہ میاں نے اب درگذر فرما کر انکو معافی دے) دی یہ حدیث امام بخاری نے روایت کی ہی اور مین نے یہاں یہ پوری حدیث اسلیے ذکر کردی ہے کہ آیندہ اس حدیث (کی تکذیب) پر کسی کا کوئی حیلہ نہ چلے انشاء اللہ تعالے اور بزار نے ربیع بن انس کی سند سے انھون نے ابو العالیہ یا اور کسی سے انھون نے ابو ہریرہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ پھر آپ یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جنکے سر پتھر سے کچلے جارہے تھے جب کچل دیے جاتے تھے تو پھر ویسے ہی ہوجاتے تھے جیسے پہلے تھے اس کچلنے سے انکے سرون میں کچھ کمی نہیں ہوجاتی تھی آپ نے پوچھا اے جبرئیل یہ کون لوگ ہیں انھون نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز (پڑھنے) سے منہ موڑتے تھے۔ بزار نے یہ حدیث شب معراج کے قصے اور نماز فرض ہونے کے بیان میں ذکر کردی ہے۔ ابو محمد بن حزم فرماتے ہیں کہ صحابہ میں سے عمر عبدالرحمن بن عوف معاذ بن جبل ابو ہریرہ وغیرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ جس نے جان بوجھکر ایک وقت کی فرض نماز چھوڑ دی حتی کہ نماز کا وقت بالکل ختم ہوگیا تو ایسا شخص کافر مرتد ہے اور جہانتک ہمین معلوم ہے صحابہ میں سے ان حضرات مذکورہ کی اس بارے میں کسی نے مخالفت ۲۸۲ نہیں کی حافظ عبدالعظیم فرماتے ہیں کہ صحابہ اور انکے بعد والون میں سے ایک جماعت کی راے یہی ہے کہ ایسے آدمی پر کفر کا فتوی لگاتے ہیں کہ جس نے قصداً نماز پڑھنے میں یہانتک سستی کی کہ نماز کا وقت بالکل ختم ہوگیا اس جماعت میں سے یہ حضرات بھی ہیں عمر بن الخطاب۔ عبداللہ ابن مسعود۔ عبداللہ بن عباس۔ معاذ بن جبل۔ جابر بن عبداللہ۔ ابو الدرداء رضی اللہ عنہم اور صحابہ کے علاوہ یہ حضرات بھی ان ہی میں سے ہیں امام احمد بن حنبل۔ اسحق بن راہویہ۔ عبداللہ بن مبارک امام نخعی۔ حکم بن عتیبہ۔ ایوب سختیانی۔ ابوداود طیالسی۔ ابوبکر بن شیبہ۔ زہیر بن حرب وغیرہ رحمہم اللہ۔

نوافل کا بیان۔ رات دن میں بارہ رکعت سنتین پڑھنے پر مداومت کرنیکی ترغیب

ام حبیبہ رملہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جو بھی مسلمان بندہ خاص خوشنودی الٰہی کے لئے
فرضوں کے علاوہ بارہ رکعتیں سنت رات دن میں برابر پڑھ لیا کرے تو اللہ میاں اُسکے
لئے ایک مکان جنت میں بنا دینگے یا یوں فرمایا تھا کہ جنت میں اسکے لئے ایک مکان ضرور
بنجائیگا یہ حدیث مسلم ابوداؤد نسائی اور ترمذی نے (اپنی اپنی کتابوں میں) روایت کی ہے
نسائی ترمذی نے (اوقات سنن کی بابت) اتنا اور نقل کیا ہے کہ چار رکعت ظہر کی نماز سے پہلے
اور دو بعد میں اور دو رکعت بعد مغرب اور دو بعد عشا اور دو فرض فجر سے پہلے یہ حدیث مع اس
زیادت کے ابن خزیمہ ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں نقل کی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ مسلم کی
شرط پر یہ حدیث صحیح ہے ہاں ان (مذکورہ) مؤلفوں نے یہ لفظ زیادہ نقل کئے ہیں کہ دو رکعتیں
عصر کی نماز سے پہلے ہوں اور عشا کے بعد کی دو رکعتوں کا انھوں نے ذکر نہیں کیا۔ نسائی میں
بھی یہ حدیث اسی طرح ہے۔ ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کر کے فرمایا ہے کہ دو رکعتیں ظہر
سے پہلے ہوں اور دو میرے خیال میں عصر سے پہلے اور باقی حدیث میں ابن ماجہ نے
۲۴۳ ترمذی کی موافقت کی ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا تھا کہ جو شخص التزام اور پابندی کے ساتھ رات دن میں بارہ رکعتیں سنت پڑھتا رہا
تو (یوں سمجھو گویا) وہ جنت میں پہنچ (ہی) گیا (اور پڑھے اس طرح) چار ظہر سے پہلے دو ظہر
کے بعد اور دو مغرب کے بعد دو عشا کے بعد اور دو صبح کی نماز سے پہلے یہ حدیث نسائی نے
روایت کی ہے اور یہ (مذکورہ) لفظ انہیں کے ہیں۔

صبح (کے فرضوں) سے پہلے دو رکعتوں (سنت) پر مداومت کرنے کی ترغیب

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں
آپ نے فرمایا تھا کہ فجر کی دو (سنت) رکعتیں دنیا و ما فیہا سے بہتر ہیں (یعنی دنیا و ما فیہا کو

خرچنے سے زیادہ اجر و ثواب ان دو رکعتوں کے پڑھنے میں ہے) یہ حدیث مسلم ترمذی نے روایت کی ہے اور مسلم کی ایک روایت میں یوں بھی ہے (حضورؐ نے فرمایا) کہ یہ دونوں رکعتیں مجھے دُنیا بھر سے پیاری ہیں

انھیں صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ نوافل (اور سنن) میں صبح کی دو سنتوں کے برابر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نماز نفلی کا زیادہ خیال اور فکر نہیں کرتے تھے۔ یہ حدیث بخاری مسلم ابوداؤد ونسائی نے اور ابن خزیمہ نے اپنی (کتاب) صحیح میں روایت کی ہے ابن خزیمہ کی روایت میں یوں بھی ہے صدیقہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کسی (امر) خیر (یا مال) غنیمت کی طرف اتنا جلدی کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنا کہ فجر (کے فرضوں) سے پہلے دو رکعت سنتوں کی طرف جلدی کرتے دیکھا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا تھا۔ کہ یا رسول اللہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلا دیجئے کہ (جس کو کرلینے پر) اس سے مجھے اللہ نفع پہنچائیں حضور نے فرمایا کہ صبح کی دو سنتیں تم اپنے اوپر لازم سمجھ لو (کہ انکا پڑھنا کبھی قضا
نہ ہو) کیونکہ ان میں بہت ہی بڑی فضیلت ہے یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے ۲۴۴
اور طبرانی ہی کی ایک اور روایت میں یوں ہے (ابن عمر) فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ صبح (کے فرضوں) سے پہلے کی دو رکعتوں کو کبھی نہ چھوڑا کرو اسلئے کہ انکے پڑھنے سے بڑے بڑے فائدوں کی امید ہے۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ مجھے میرے دوست صلی اللہ علیہ وسلم نے تین چیزوں کی وصیت فرمائی تھی (ایک تو) ہر مہینے میں تین روزے رکھنے کی (دوسرے) سونے سے پہلے وتر پڑھ لینے کی (تاکہ قضا نہ ہوجائیں) (تیسرے) صبح کی دو سنتوں کی۔ یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں اچھے سند سے نقل کی ہے اور یہی حدیث ابوداؤد وغیرہ میں اس طرح ہے کہ صبح کی دو سنتوں کے بجائے ان میں چاشت کی دو نفلوں کا ذکر ہے یہ روایت انشاء اللہ آگے آوے گی۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ قل ہو اللہ احد (کے ایک بار پڑھنے) کا ثواب تہائی قرآن کی برابر ہوتا ہے اور

قل یا ایھا الکفرون پڑھنے کا چوتھائی قرآن پڑھنے کا اور آپ ان دونوں سورتوں کو صبح کی سنتوں میں پڑھا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ان دو رکعتوں کے پڑھنے میں دنیا بھر کا فائدہ ہے یہ حدیث ابو یعلی نے حسن سند سے روایت کی ہے اور طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے یہ (مذکورہ) الفاظ طبرانی ہی کے ہیں۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ صبح کی دو سنتیں کبھی نہ چھوڑو اگرچہ (کہیں انکے پڑھنے میں) تمکو گھوڑے بھی کچل دیں۔ یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

ظہر (کے فرضوں) سے پہلے اور بعد میں نماز (نفل) پڑھنے کی ترغیب

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس نے ظہر (کے فرضوں) سے پہلے چار رکعت اور بعد میں
۲۴۵ چار رکعت پڑھنے کو عمر بھر نبھا دیا تو ایسے آدمی کو جلانا دوزخ پر اللہ میاں حرام کر دینگے یہ حدیث امام احمد ابوداؤد اور نسائی نے روایت کی ہے اور ترمذی نے قاسم کی سند سے یا عبدالرحمن ابو امامہ کے شاگرد کی سند سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے اور قاسم (راوی) اور عبدالرحمن شامی ثقہ آدمی ہیں اور نسائی کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ (اللہ میاں یہ حرام کر دینگے کہ) ایسے آدمی کے چہرے کو نار دوزخ کبھی بھی جلائے۔

ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے تھے کہ ظہر سے پہلے چار رکعت (پڑھنی) بیچ میں بلا سلام پھیرے ایسی ہیں کہ ان (کی قبولیت) کے لئے آسمان کے سارے دروازے کھولدیے جاتے ہیں یہ حدیث ابوداؤد اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے یہ لفظ ابوداؤد ہی کے ہیں اور دونوں کی سند قابل تحسین ہے اور یہی حدیث طبرانی نے (اپنی دونوں کتابوں) کبیر اور اوسط میں روایت کی ہے باین الفاظ ابو ایوب فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے دیکھا کہ آپ ظہر سے پہلے چار رکعت برابر پڑھتے اور یہ

فرماتے تھے کہ جب آفتاب ڈھل جاتا ہے تو آسمان کے سب دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ظہر کی نماز ہولے تک ان میں سے کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا تو چونکہ یہ وقت بھی بہت متبرک ہے) اسلئے میں یہ چاہتا ہوں کہ اس وقت میں میرا کوئی عمل خیر وہاں پہنچ جائے۔

قابوس سے مروی ہے اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد نے عائشہ صدیقہ کے پاس (ایک آدمی کو) یہ دریافت کرنے کے لئے بھیجا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسی زیادہ محبوب نماز (نفلی نماز میں) کونسی تھی کہ جسکی مداومت کو آپ دل سے چاہتے ہوں صدیقہ رضہ نے فرمایا کہ ظہر سے پہلے آنحضرت چار رکعت پڑھا کرتے تھے ان میں قیام بھی طویل کرتے اور رکوع وسجود بھی بہت ہی عمدگی کے ساتھ کیا کرتے تھے (لہذا اس نماز کے اس درجہ میں ہونے کی زیادہ امید ہے۔ یہ روایت ابن ماجہ نے نقل کی ہے اور یہ قابوس (راوی) جو ابن ابی ظبیات ہیں انکی توثیق کی ہے اور ترمذی ابن خزیمہ اور حاکم وغیرہ نے انکی روایت کو صحیح کہا ہے ہاں حضرت صدیقہ تک مرسل جو روایت ہے وہ ٹھیک نہیں واللہ اعلم۔

۴۴۱ عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے بعد ظہر (کے فرضوں) سے پہلے چار رکعت پڑھا کرتے اور یہ فرماتے تھے کہ یہ وقت ایسا متبرک ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں اسلئے میں چاہتا ہوں کہ میرا کوئی عمل (خیر) اسوقت اوپر چلا جائے۔ یہ حدیث امام احمد اور ترمذی نے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بہت پسند تھی کہ آپ نصف النہار کے بعد کچھ (نفلی) نماز پڑھ لیا کریں (ایک مرتبہ) عائشہ صدیقہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ میں آپکو دیکھتی ہوں کہ آپ اس وقت نماز پڑھنا بہت ہی اچھا سمجھتے ہیں (کیا وجہ ہے) آپ نے فرمایا کہ اسوقت میں آسمان کے دروازے کھولدیے جاتے ہیں اور اللہ تبارک وتعالے اپنی مخلوق پر نظر رحمت فرماتے ہیں اور یہ نماز ایسی ہے کہ اسکا التزام حضرت (بابا) آدم حضرت نوح حضرت ابراہیم اور حضرت موسےٰ اور حضرت عیسےٰ علیہم السلام بھی کیا کرتے تھے یہ حدیث بزار نے نقل کی ہے۔

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے تھے کہ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھلیں تو اس نے یہ رکعتیں (گویا) اس رات میں تہجد کے وقت پڑھی ہیں (ثواب میں تہجد کے وقت پڑھنے کی برابر ہونگی) اور جس نے یہی چار رکعت (نفلی) عشاء کے (فرضوں کے) بعد پڑھلیں تو گویا انکو شب قدر میں پڑھا ہے۔ یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں روایت کی ہے۔

بشیر بن سلیمان چند واسطوں کے ذریعہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے ظہر (کے فرضوں) سے پہلے پوری چار رکعت پڑھ لیں تو یہ (پڑھنا ثواب کے اعتبار سے) اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے ایک غلام آزاد کرنے کی برابر ہوجائے گا یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) کبیر میں نقل کی ہے اور اسکے راوی بشیر بن سلیمان تک سب ثقہ ہیں۔

عبدالرحمٰن بن حمید بواسطہ اپنے والد کے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ دن ڈھلے کی (نفلی) نماز (ثواب میں) تہجد کی برابر ۴۷ ہوتی ہے ایک (نیچے کے) راوی کہتے ہیں میں نے عبدالرحمٰن بن حمید سے دریافت کیا کہ دن ڈھلے کی نماز سے کیا مراد ہے انھوں نے فرمایا کہ جب آفتاب ڈھل جائے اسوقت نماز پڑھنا۔ یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں نقل کی اور اسکی سند میں کچھ ضعف ہے اور ان (راوی) عبدالرحمٰن کے دادا جو ہیں یہ وہی عبدالرحمٰن بن عوف (صحابی) رضی اللہ عنہ ہیں۔

اسود مرہ اور مسروق رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا تھا کہ دن کی (نفلی) نمازوں میں سے کوئی نماز تہجد کی نماز کے برابر نہیں ہے سوائے ظہر سے پہلے کی چار رکعت کے کہ انکو دن کی اور (نفلی) نماز پر ایسی فضیلت ہے کہ جیسے جماعت سے نماز پڑھنے کو اکیلے پڑھنے پر فضیلت ہے (کہ جماعت سے پڑھنے میں بہت گونے زیادہ ثواب ہوتا ہے) یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے اور اسکے موقوف ہوتے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

سے ثنا ہے آپ فرماتے تھے کہ زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعت نماز پڑھنی تہجد کے وقت پڑھنے کی برابر شمار ہوتی ہیں اور اسوقت مخلوق (الہی) میں ہر ایک چیز اللہ کی تسبیح کرتی ہے پھر (استشہاداً) آپ نے یہ آیت پڑھی یتفیؤ ظللہ عن الیمین والشمائل سجدا للہ وھم داخرون۔ (ترجمہ جنکے سائے کبھی ایک طرف کو کبھی دوسری طرف کو اس طور پر جھکتے جاتے ہیں کہ بالکل خدا (کے حکم) کے تابع ہیں اور وہ چیزیں بھی عاجز ہیں) یہ حدیث ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے (وجہ غریب ہونے کی یہ ہے کہ) ہم اسکو سوائے ایک سند علی بن عاصم کے اور کسی سند سے نہیں جانتے (اور حدیث کے غریب ہونے کے یہی معنے ہیں کہ ایک سند سے مروی ہو)

عصر (کے فرضوں) سے پہلے (نفلی) نماز پڑھنے کی ترغیب

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں حضور نے (دعا کے طور پر) فرمایا تھا کہ اللہ تعالے ایسے آدمی پر رحم فرمائیں جو عصر (کے فرضوں) سے پہلے چار رکعت (نفلیں) پڑھ لیا کرے۔ یہ حدیث امام احمد ابو داؤد ترمذی نے روایت کی ہے ترمذی نے اسکو حسن بھی کہا ہے ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اپنی اپنی صحیح (کتاب) میں نقل کیا ہے۔ ۱۴۸

ام حبیبہ بنت ابو سفیان رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتی ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے عصر (کے فرضوں) سے پہلے چار رکعت (نفل) پڑھنے کی پابندی کرلی اسکے لئے اللہ میاں جنت میں ایک محل بنا دینگے یہ حدیث ابو یعلیٰ نے روایت کی ہے اسکی سند میں (ایک راوی) محمد بن سعد مؤذن ہیں انکی بابت معلوم نہیں کہ یہ کون ہیں۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص عصر سے پہلے چار رکعت (نفل) پڑھتا رہا اللہ میاں دوزخ پر اسکا بدن جلانا حرام کردینگے یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے۔

(باقی آئندہ)

آخر اسکی کیا وجہ تھی آپکی شان یہ ہے کہ ع بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر • ترجمہ مختصر بات یہ ہے
کہ اللہ تعالے کے بعد آپ کا ہی مرتبہ بزرگ ہے مگر بات یہ تھی کہ اللہ تعالے کی بڑائی حضور
کی نظروں میں سمائی ہوئی تھی غرض آپکے کسی انداز سے بھی بڑائی کی شان ظاہر نہ ہوتی تھی اس سے
زیادہ اور کیا ہوگا کہ جب حضور مدینہ تشریف لیگئے تو مدینہ کے لوگ حضور کو پہچان نہیں سکے۔
حضرت صدیق اکبر سے مصافحہ کرتے تھے کیونکہ انکے کچھ بال پک گئے تھے جسکی وجہ سے وہ
بڑے معلوم ہوتے تھے حضرت صدیق اکبر کا ادب دیکھئے کہ لوگوں سے برابر خود ہی مصافحہ
کرتے رہے اور حضور کو تکلیف نہیں ہونے دی اسیطرح دوسرے صحابہؓ بھی خاموش بیٹھے
رہے کیونکہ سب سمجھدار تھے لیکن اگر آجکل کوئی ایسا کرے کہ غلطی سے شاہ صاحب کے بجائے
اورکسی سے مصافحہ کرے سب غل مچانا شروع کردیں اور جس سے غلطی میں مصافحہ کرلیا ہو اسکی
تو بہت ہی بری گت بنائی جاوے کہ اپنے کو پیر بنانا چاہتا ہے خلاصہ یہ کہ جب حضور کے
جسم مبارک پر دہوپ آگئی تو حضرت صدیق اکبرؓ کپڑا تان کر کھڑے ہوگئے اسوقت حاضرین نے
پہچانا کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) یہ ہیں اور ابوبکر خادم ہیں انصار کا ادب دیکھئے کہ حقیقت معلوم ۹
ہوچکنے کے بعد اب دوبارہ حضور سے مصافحہ کرنے نہیں چلے آجکل کے لوگ تو ضرور دوبارہ کرتے

(۷) اسیطرح ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے کہ میں تو غلام کی طرح کھاتا ہوں حضور کی
عادت تھی کہ اکڑوں بیٹھکر کھانا کھاتے تھے صاحبو یہ کوئی چھوٹی سی بات نہیں اسکی قدر اسوقت ہوگی
جب اپنے اوپر یہ کیفیت غالب ہو اور یہی وجہ تھی کہ حضور نے فرمایا ہے کہ اگر کھانا کھاتے
میں کوئی لقمہ گر جاوے تو مٹی سے صاف کرکے کھالو اور حضور کھانا جلدی جلدی تناول فرمایا
کرتے آج اسکو سخت عیب سمجھا جاتا ہے کہتے ہیں کہ فلاں شخص اسطرح کھاتا ہے کہ شاید کبھی
اسے کھانے کو نہیں ملا وجہ یہ ہے کہ جو چیز حضورؐ کی نظروں میں سمائی ہوئی تھی ہم اس سے
محروم ہیں صاحبو! میں پوچھتا ہوں کہ اگر کوئی بادشاہ کسی معمولی سے آدمی کو بلاکر حلوا
کھانے کو دے اور کہے کہ میرے سامنے بیٹھکر کھاؤ تو ذرا غور کیجئے کہ یہ شخص کسطرح کھائیگا
ظاہر ہے کہ اسکے ہر لقمہ کا انداز یہ ہوگا کہ دیکھنے والے کو معلوم ہوجاتے کہ بڑی رغبت
اور شوق سے کھا رہا ہے اور یہی انداز اسوقت پیارا ہوگا اسکو طمع ہرگز نہیں کہہ سکتے

اور اگر فرض کرلو کہ یہ طمع ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ جو عیب سلطان پسند کرے وہ عیب نہیں بلکہ ہنر ہے اور اگر اس مثال میں اس شخص کے ہاتھ سے کھاتے ہوئے اتفاق سے کوئی لقمہ گر جائے تو بتلاؤ یہ کیا کرے گا ظاہر ہے کہ اسکو اٹھائیگا اور صاف کرکے کھا جائیگا اسیطرح یہ بھی سوچو کہ بادشاہ کے سامنے کس انداز سے بیٹھکر کھائیگا کیا اسیطرح جیسے اپنے گھر میں بیٹھکر کھاتا تھا کبھی نہیں بلکہ نہایت ادب سے بیٹھکر کھائیگا تو جب دنیا کے بادشاہوں کے سامنے ان تین باتوں کا لحاظ ضروری ہے تو کیا اللہ میاں کے سامنے ضروری نہیں اور آجکل تہذیب تو صرف نام ہی کی ہے اسمیں حقیقت کا نام ونشان بھی نہیں ہے صاحبو! حضور نے جو ہم کو کھانے کے طریقے سکھائے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ جسطرح دل کی حالت کا ظاہری بدن پر اثر پڑتا ہے یوں ہی ظاہری حالت کا اثر بھی انسان کی اندرونی حالت تک پہنچتا ہے اگر ظاہری حالت پر غرور برستا ہے تو دل تک بھی اسکا چھینٹا ضرور پہونچے گا اور غرور دل میں ضرور پیدا ہونا شروع ہوگا اور اگر ظاہری حالت عاجزی کی سی ہے تو دل میں بھی عاجزی کا اثر پہنچے گا اور راز اسکا یہ ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے ظاہر کو طریقہ سنت کے موافق کرلیا تو اس نے خدا تعالےٰ کی 10
نزدیکی کا قصد کیا اور یہ انکا وعدہ ہے کہ جو مجھ سے ایک بالشت نزدیک ہوگا میں اس سے ایک ہاتھ نزدیک ہونگا اور جو مجھ سے ایک ہاتھ نزدیک ہوگا میں اس سے دو ہاتھ نزدیک ہونگا مطلب یہ ہے کہ جو میری طرف تھوڑا سا بھی بڑھتا ہے میں اسکی طرف بہت سا بڑھ جاتا ہوں اور ظاہر ہے کہ خدا کی نزدیکی اس سے زیادہ کیا ہوگی کہ اندرونی حالت درست ہوجاتی اور باطنی نزدیکی نصیب ہوجائے پس معلوم ہوگیا کہ ظاہری درستی سے باطنی نزدیکی ضرور نصیب ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) میں جو اسقدر عاجزی بڑھی ہوئی تھی تو اس کی وجہ یہ تھی کہ ذات خداوندی کی عظمت حضور کی نظروں میں بسی ہوئی تھی اسلئے آپ ہر حالت میں غلامی کا طریقہ اختیار کرتے تھے اور جب یہ ہے تو بس ہم کو بھی خدا کے احکام سنکر چپ چاپ مان ہی لینا چاہئیں اور کچھ حیلہ وحجت نکرنا چاہئے کیونکہ غلام کی شان یہی ہے اور یہ سمجھو کہ یہ ہمارے حق میں نقصان پہنچانیوالی بھی تو ہے اگر نقصان نہ پہنچاتی تو حضور ہم کو اسکی اجازت دیتے اس سے منع نہ فرماتے حالانکہ حضور نے ہم کو اس سے منع فرمایا ہے دیکھئے صحابہؓ جو کہ حضورؐ کی

صحبت اٹھائے ہوئے تھے اور جنکی عقلیں بالکل درست تھیں ان حضرات نے تقدیر کے مسئلہ
میں گفتگو کی تو حضورؐ نے بالکل روک دیا اور بہت خفا ہوئے اور فرمایا کہ اگلی قومیں اسی کھود کرید
کی بدولت ہلاک ہوئیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ جسطرح بہت سی باتیں دلیل سے سمجھ میں آجاتی
ہیں اسیطرح بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن میں دلیل کا گذر نہیں اور بلا دیکھے سمجھ میں نہیں
آسکتیں بلکہ انکے لئے مشاہدہ کی ضرورت ہے اور وہ ہم کو نصیب نہیں تو ایسی باتوں میں کھود
کرید کرنے کا یہی نتیجہ ہوگا کہ ہم تباہ ہوں مجھے اسکے مناسب ایک حکایت یاد آئی مشہور ہے
کہ ایک لڑکے نے اپنے استاد کی (جو اندھے تھے) دعوت کی اور کہا آج میں آپ کو کھیر کھلاؤنگا
استاد صاحب نے چونکہ کھیر کبھی دیکھی نہ تھی کیونکہ اندھے تھے اور نہ ابھی تک کھانے کا اتفاق ہوا
تھا اسلئے لڑکے سے پوچھا کہ بھائی کھیر کیسی ہوتی ہے لڑکے نے جواب دیا کہ کھیر سفید ہوتی
ہے استاد نے کہا سفید کس کو کہتے ہیں اس نے کہا جیسے بگلا مگر استاد صاحب نے کبھی بگلا
بھی نہ دیکھا تھا اسلئے دریافت کیا کہ بگلا کیسا ہوتا ہے اس نے ہاتھ ٹیڑھا کرکے بگلے کی صورت
بنائی استاد صاحب نے ہاتھ سے چھوکر دیکھا تو فرمانے لگے کہ بھائی یہ کھیر تو بہت ٹیڑھی ہے 11
کیسے کھاؤنگا تو جیسے اس اندھے کے کھیر کو ٹیڑھا سمجھنے کی وجہ یہی تھی کہ جو چیز دیکھنے سے تعلق
رکھتی ہے وہ اسکو بیان سے سمجھنا چاہتا تھا یہی حالت ہماری بھی ہے ہم مشاہدہ کی چیزونکو
دلیل سے سمجھنا چاہتے ہیں ہاں اگر سمجھنا چاہو تو اول دل میں نور پیدا کرو پھر اپنے آپ یہ
حالت ہوگی کہ ہر چیز کی سینکڑوں حکمتیں نظر آنے لگیں گی دیکھو اگر کوئی معمولی شخص کسی بادشاہ
سے کہے کہ مجھے اپنا خزانہ دکھا دو تو اسکی بڑی غلطی ہے اور اسکا مقصود کبھی پورا نہیں ہوسکتا
البتہ اسکی یہ تدبیر ہے کہ بادشاہ سے خوب گاڑھا تعلق پیدا کرے اور اسکے خاص لوگوں میں
سے ہوجاوے اسکے بعد بلا کہے کبھی وہ مہربان ہوگا تو خود دکھا دیگا بس اپنے دل کو خدا کے
تعلق سے نورانی کرو پھر خود ہی حکمتیں معلوم ہوجاوینگی کیونکہ اللہ تعالےٰ خود بتلا دینگے مگر
اب تو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ساری باتیں استاد کے سامنے بیٹھکر سمجھ لیں۔

(۷) مشہور ہے کہ حضرت لقمان نے کسی شخص کے ہاں باغبانی کی نوکری کی ایک
روز وہ باغ میں آیا اور ان سے کہا کہ ایک ککڑی لیکر آؤ آپ ایک ککڑی لا سکے آتا ہے

چھیل کر اسکی قاشیں کیں اور اوّل ایک قاش حضرت لقمان کو دی آپ لیکر کھا گئے اسکے بعد جو دوسری قاش آقا نے کھائی تو بالکل کڑوی تھی اس نے حضرت لقمان سے کہا کہ تم نے یہ تلخ ککڑی کسطرح کھالی مجھ سے کہا کیوں نہیں کہ یہ کڑوی ہے تو حضرت لقمان فرماتے ہیں کہ جس ہاتھ سے میں نے ہزاروں میٹھی چیزیں کھالی ہیں اگر اس سے ایک دفعہ کڑوی چیز ملگئی تو اسکو زبان پر کیا لاتا پس اگر کبھی ہماری مصلحت کے خلاف بھی خدا ئے تعالےٰ کی طرف سے برتاؤ ہو تب بھی گرانی نہ ہونا چاہیئے اور ہمارے ادب میں فرق نہ آنا چاہیئے صاحبو! عاشق تو ہر حالت میں عاشق ہی رہتا ہے اور اسکی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر جان جان کر بھی اسے ستایا جائے تو وہ ناخوش کبھی نہیں ہوتا کیا لوگوں کے خیال میں خدا تعالےٰ سے برادری کا سا تعلق ہے جو اس سے ناخوش ہوتے ہیں غرض جو شخص اپنی درستی چاہتا ہے اور اسکو شریعت کی حکمتیں اور بھید معلوم کرنے کی ہوس ہے تو وہ اپنے اندر یہ کیفیت پیدا کرے یعنے خدا سے لگاؤ حاصل کرے یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں اسپر اکثر لوگ کہا کرتے ہیں کہ صاحب پھر کیا ہم جنید بغدادیؒ بن جائیں میں کہتا ہوں کہ نہیں صاحب آپ جنید بغدادی نہ بنیں ۱۴
یہ بھی تو نہ ہو کہ بالکل نکمے ہی رہو اگر جنیدؒ نہیں ہو سکتے تو جنید کی خاک پا ہی ہو جاؤ کچھ تو کسی بات میں اُن جیسے ہو جاؤ سب میں نہ سہی مگر غور کیجئے کہ آپ تو جنید بغدادی کے برابر کسی بات میں بھی نہیں دیکھئے ایک نماز ہی ہے کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ میں جنید بغدادی جیسی نماز پڑھتا ہوں ایک بزرگ کی یہ حالت تھی کہ ایک رات نماز میں کھڑے رہنے کی نیت کی تو نیت باندھکر ساری رات کھڑے ہی گذار دی ایک رکوع کیلئے مقرر کی ہے تو تمام رات رکوع ہی میں ختم ہوگئی اور فرمایا کرتے تھے کہ افسوس رات بہت جلد ختم ہو جاتی ہے دل نہیں بھرتا یہ حالت تھی کہ ؎

نہ آیا وصل میں بھی چین ہم کو + گھٹا کی رات اور حسرت بڑھا کی

پس جب کسی حالت میں بھی ہم انکے برابر نہیں لیکن پھر بھی ہم کسی بات کو چھوڑ نہیں دیتے بلکہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں کیونکہ مثل مشہور ہے کہ گندم اگر بہم نرسد جو غنیمت ست یعنے اگر گیہوں میسر نہ ہوں تو جَو ہی غنیمت ہیں تو جب ساری چیزیں ہماری گھٹیا درجہ کی ہیں

تو یہ حالت بھی یعنی ہمارا خدا تعالےٰ کے ساتھ لگاؤ اور ہماری نورانیت بھی گھٹیا درجہ کی سہی اسکو بالکل تو نہ چھوڑ دینا چاہیئے اگر جنید کے برابر بھم اسرار نہ معلوم ہونگے تو اپنے اطمینان کے لائق تو کچھ معلوم ہو جائینگے اور اسکی ضرورت ہے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ کسی بزرگ سے تعلق پیدا کیا جائے اگر انکی صحبت میں رہو تو بہت ہی خوش قسمتی کی بات ہے لیکن اگر صحبت میسر نہ ہو تو خط و کتابت ہی کا سلسلہ رکھا جاوے اور اپنا پورا حال ظاہر کر کے ان سے علاج کی تدبیر دریافت کیجئے صاحبو! اگر اپنی رائے سے کوئی شخص اپنی درستی کی تدبیر سوچکر چار گھنٹے روزانہ اسمیں مشغول رہا کرے تو اسمیں وہ بات حاصل نہ ہوگی جو کسی جاننے والے کی رائے سے آدھ گھنٹہ روزانہ کام کرنے سے حاصل ہو جائے گی مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ مجھکو بخار آنے لگا ایک حکیم صاحب سے حالت بیان کی انہوں نے نسخہ لکھدیا جسکے استعمال سے چند روز میں فائدہ ہو گیا میں نے نسخہ کو فائدہ مند دیکھکر اپنے پاس حفاظت سے رکھ لیا اتفاق سے دوسرے برس پھر کچھ شکایت ہوئی تو مین نے اسی نسخہ کو منگا کر استعمال کیا
۱۴ لیکن کچھ بھی فائدہ نہ ہوا اسکے بعد پھر اسی حکیم سے حال بیان کر کے نسخہ لکھوایا اور اسکے استعمال سے صحت ہو گئی تو جیسے بدن کے مرضوں میں اپنی رائے سے کام نہیں چلتا ایسے ہی نفسانی مرضوں کی حالت ہے اور میں کہتا ہوں کہ اللہ والوں کی زبان میں بھی اثر ہے وہ جو کچھ بتلادیتے ہیں اسمیں ضرور اثر ہوتا ہے اور اللہ والوں سے تعلق رکھنے کو جو کہتا ہوں اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں نوکری کرنے سے منع کرتا ہوں یا تجارت میں لگنے سے روکتا ہوں اور تعلقات چھوڑنے کی رائے دیتا ہوں ہرگز نہیں بلکہ میں صرف یہ کہتا ہوں کہ کسی بزرگ سے تعلق پیدا کیجئے صاحبو یہ حضرات بڑے عقلمند ہوتے ہیں انکو دین کی عقل تو ہوتی ہی ہے اسکے ساتھ دنیا کی بھی پوری عقل ہوتی ہے انکی نسبت یہ گمان ہرگز نہ کرو کہ اگر ان سے تعلق پیدا کیا تو وہ بال بچوں سے چھڑا دینگے ہمارے حضرت حاجی صاحب سے جب کوئی مرید عرض کرتا کہ حضور دل چاہتا ہے کہ نوکری چھوڑ دوں تو فرماتے کہ بھائی ایسا نہ کیجیو نوکری بھی کرو اور خدا کی یاد میں بھی لگے رہو۔

(۸) غرض یہ ہے کہ عقل سے شریعت کی حکمتیں سمجھ میں نہیں آسکتیں انکی ہوس ہے

تو خدا کے ساتھ لگاؤ پیدا کرو دیکھو تجربہ کاروں نے کہا ہے کہ اول ہم نے عقل سے کام لیا وہ تھوڑی دور چلی اور تھک کر رہ گئی آخر عقل کو چھوڑا اور دیوانگی اور عشق کا دامن پکڑا اسنے انتہا تک پہنچا دیا اس سے میرا یہ مطلب نہیں کہ عقل بالکل بیکار ہے عقل کام کی ضرور ہے مگر ایک حد تک کام دیتی ہے اسکے بعد بیکار ہو جاتی ہے عقل کی حالت گھوڑے کی سی ہے دیکھو اگر کسی کا محبوب ایک پہاڑ کی چوٹی پر ہو اور یہ عاشق اسکے پاس پہنچنا چاہے اور ایک گھوڑے پر سوار ہو کر چلے تو ظاہر ہے کہ گھوڑا پہاڑ کے کنارہ تک پہنچکر آگے نہ چل سکے گا بلکہ بیکار ہو جائے گا اب اگر یہ عاشق آگے بھی جانا چاہے تو اسکی یہی صورت ہے کہ گھوڑی کو چھوڑ کر عشق کا جوش اپنے اندر پیدا کرے اور راہ طے کرتا چلا جائے غرض عقل سے کام لینا چاہیئے لیکن صرف اسقدر کہ فلاں شخص اس قابل ہے کہ اسکے قدم بہ قدم چلیں اور فلاں شخص اس قابل نہیں۔ بیمار کو عقل سے کام لینا ضروری ہے مگر صرف اسقدر کہ کونسے حکیم سے علاج کرانا چاہیئے لیکن جب کسی حکیم کو پسند کر لیا تو پھر اپنی عقل کو دخل نہ دے بلکہ جس رستہ پر وہ حکیم ڈالدے اسپر بے کھٹکے چلا جائے ورنہ اگر وہاں بھی عقل سے کام لیا حکمتیں دریافت کرنا شروع کیں تو ایک قدم بھی نہ سرک سکے گا اور سینکڑوں الجھنیں پیش آئینگی۔ ۱۴

(۹) لیکن اس کے ساتھ ہی یہ تبلادینا بھی ضروری ہے کہ مقتدا اور پیشوا کی علامت اور پہچان کیا ہے تاکہ اس علامت سے پہچان لیا کریں کہ مقتدا بنانے کے قابل کون ہے کیونکہ آجکل عام لوگوں نے عجیب عجیب پہچانیں نکال رکھی ہیں چنانچہ اگر کسی شخص کا دربار بہت بڑا ہو کہ لوگ بہت زیادہ اسکے پاس آتے جاتے ہوں تو سمجھتے ہیں کہ یہ بہت بڑا بزرگ ہے خاص کر جبکہ امیروں کا بھی اسپر اعتقاد ہو تب تو انکی بزرگی پر رجسٹری ہو گئی حالانکہ یہ کوئی پہچان نہیں کیونکہ میں نے بڑے بھاری بزرگ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ جس درویش کے پاس دنیاداروں کا ہجوم بہت زیادہ ہوتا ہو اور عالموں اور نیکوں کی توجہ اسکی طرف کم ہو تم ایسے درویش کی طرف توجہ نہ کرنا کیونکہ دنیاداروں کا گرنا اور دینداروں کا اس سے پرہیز کرنا علامت ہے اس درویش کے ناقص ہونے کی اور بعض لوگوں کے نزدیک یہ

پہچان ہے کہ جس شخص سے کرامتیں زیادہ ہوتی ہوں پوشیدہ باتیں اسکو معلوم ہوجاتی ہوں وہ سب سے بڑا بزرگ ہے حالانکہ یہ پہچان بھی بالکل بیہودہ ہے کیونکہ جو شخص دل و دماغ کا تندرست اور مضبوط ہوا اور اسکے قلب میں پوری قوت بھی ہو پھر وہ کثرت سے محنت اور مشق کرے اس سے ایسی ایسی کرامتیں ظاہر ہونے لگیں گی جنکو جاہل لوگ کرامت سمجھتے ہیں اگرچہ وہ کافر ہی ہو چنانچہ ایسے واقعات بہت سننے میں آتے ہیں اور نہ بھی سنتے تب بھی یہ بات ظاہر تھی کیونکہ دیکھو دجّال جو کہ خدائی کا دعوی کریگا اس سے کیسے شعبدے ظاہر ہوں گے بارش تک کرکے دکھلاوے گا زمین کے خزانے اسکے ہمراہ چلیں گے پس ظاہر ہوا کہ کرامتوں کا پایا جانا بھی صحیح پہچان نہیں اب صحیح پہچان بزرگی کی دریافت کرنے کیلئے یہ تدبیر ہے کہ اول یہ سمجھو کہ انسان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ جس کام کیلئے اسکو دنیا میں بھیجا گیا ہے وہ حالت اپنے اندر پیدا کرے اور ظاہر ہے کہ انسان کرامت کیلئے دنیا میں نہیں بھیجا گیا بلکہ اس لئے بھیجا گیا ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے حکموں پر چلے اور اسکا سچا بندہ بنے پس ظاہر ہوا کہ جسکو یہ حالت حاصل ہو کہ خدا کے احکام پر مضبوطی کے ساتھ چلتا ہو اور خدا کا سچا بندہ ہو وہ کامل ہے اس پہچان کی نسبت مولانا روم فرماتے ہیں کہ (خدا کے) مردوں کا کام روشنی اور گرمی ہے پس مولانا نے دو چیزیں علامت کے طور پر بیان کی ہیں ایک روشنی دوسرے گرمی روشنی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہاں سے بیٹھے ہوئے کلکتہ اور بمبئی نظر آنے لگیں بلکہ یہ معنے ہیں کہ دل میں خدا کی معرفت پیدا ہوجاتے اور گرمی سے مراد محبت ہے حاصل یہ ہوا کہ جسکو الٰہی محبوب سے محبت ہوا اور معرفت اور سچا علم حاصل ہو وہ مرد ہے لیکن محبت تو دل کے اندر ہوتی ہے دوسرے شخص کو کیسے معلوم ہوسکتی ہے پس اسکی کچھ علامتیں بیان کیجاتی ہیں سب جانتے ہیں کہ انسان کو جس سے محبت ہوتی ہے ایک تو اسکی یاد کسی وقت دل سے نہیں اترتی سوتے ہوئے خواب بھی دیکھتا ہے تو محبوب ہی نظر آتا ہے اور دوسرے محبوب کے حکموں کو دل سے سنتا ہے اور نہایت شوق سے حکم بجالانے کو آمادہ رہتا ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ عاشق سے محبوب کے کسی حکم میں بھول چوک یا نافرمانی ہو کیونکہ بھول ہمیشہ اس کام میں ہوا کرتی ہے جسکی جانب پوری توجہ

نہ ہو اور جو چیز دل میں بسی ہوئی ہو اسمیں بھول کس طرح ہو سکتی ہے اسیطرح نافرمانی اسکے
حکم کی ہوتی ہے جسکی وقعت اور محبت دل میں نہ ہو پس خلاصہ یہ نکلا کہ مقتدا بنانے کے قابل وہ
شخص ہے کہ اسکو ضرورت کے لائق دین کا علم ہو اگرچہ پورا مولوی نہ ہو دوسرے یہ کہ اس کو
کسی کامل بزرگ کی صحبت نصیب ہوئی ہو کیونکہ گرمی (یعنی محبت) اسیکو حاصل ہوتی ہے جو
کسی گرمی والے کے پاس رہے اور اسکی ہدایت کے موافق عمل کرے اور یہی وہ چیز ہے
جو بزرگوں سے سینہ بسینہ چلی آتی ہے اور یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ دنیا میں اسکے
سوا اور بہت سے کام ایسے ہیں جو سینہ بسینہ چلے آتے ہیں دیکھئے باورچی گری کا کام
یہ بھی سینہ بسینہ چلا آتا ہے اگر کوئی کتاب میں دیکھکر کھانا پکانے کی ترکیبیں یاد کرلے تو
اس سے کچھ نہیں ہو سکتا جبتک کسی کامل استاد کے پاس نہ رہے اسکو باورچی گری نہیں آسکتی
اسیطرح درزی کا کام ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کتاب میں دیکھکر کرتہ اچکن وغیرہ کی کاٹ تراش
بالکل ازبر یاد کرلے اسکو درزی کا کام نہیں آسکتا ایسے ہی لوہار اور بڑھئی کا کام ہے
کہ بدون اُستاد کے پاس رہے نہیں آسکتا پھر تصوف ہی کے سینہ بسینہ ہونے پر کیا تعجب ۱۶
ہے لیکن تصوف کے سینہ بسینہ ہونے کے یہی معنے ہیں کہ محبت اور خدا کے ساتھ لگاؤ
ہونا سینہ بسینہ ہے نہ یہ کہ تصوف کا علم اور اسکے مسئلے بھی سینہ بسینہ ہیں کیونکہ علم تصوف
تو کتابوں میں پورا بیان کر دیا گیا ہے بلکہ وہی ایک نسبت سینہ بسینہ ہے جسکو گرمی کے نام
سے ذکر کیا ہے تیسرے شرع کا پورا پابند ہو یہ تو اسکی علامتیں ہیں جو خود کامل ہو اور جو
دوسروں کو بھی کامل بنادے اسکی پہچان اور ہے اور اسکا جاننا بھی نہایت ضروری ہے کیونکہ
بیمار کو اپنی بیماری دور کرنے کیلئے ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو خود بھی تندرست ہو اور
حکیم بھی ہو کہ دوسروں کو بھی تندرست بنا سکے تو اسکی پہچان یہ ہے کہ اسکے پاس بیٹھنے سے
دل میں ایک اطمینان اور راحت پیدا ہو اور خدا تعالےٰ کی محبت بڑھے دنیا کی محبت کم ہو
اگرچہ یہ باتیں فوراً نہ پیدا ہوں بلکہ کچھ دنوں کے بعد ہوں دوسرے اگر اس سے اپنا مرض
بیان کیا جاوے تو اسکے جواب سے دل کو تسلی ہو یوں معلوم ہو کہ یہ ہمارے مرض کو بالکل
سمجھ گیا پس جب ایسا شخص میسر ہو جاوے تو ضرور ہے کہ اسکی صحبت اختیار کی جاوے۔

(باقی آئندہ)

(۱) تیسرے استدلال عقلی جیسے دہوپ کو دیکھکر گو آفتاب کو دیکھا نہ ہو اور نہ کسی نے اسکے طلوع کی خبر دی (مگر چونکہ معلوم ہے کہ دہوپ کا وجود موقوف ہے

(ح) جیسے بدبو آنکھ کے ادراک میں نہیں آسکتی اسکے ادراک کا آلہ ناک ہے اسکو کام میں نہ لانا غلطی ہے اسیطرح جو چیزیں حواس ظاہری بلکہ حواس باطنی کے بھی ادراک میں نہیں آسکتیں بلکہ انکا ادراک استدلال سے ہوتا ہے (جسکا بیان آگے آتا ہے) اسکے واسطے حواس کو کافی سمجھنا اور مشاہدہ کا مطالبہ کرنا اور استدلال سے کام نہ لینا غلطی ہے اور انجام اسکا گو کھانے سے بھی زیادہ بُرا ہوگا۔ اسیکا بیان اصل شبہ میں ہے کہ موجود ہونے کو محسوس ومشاہدہ ہونا لازم نہیں شرح اسکی یہ ہے کہ وہ ادراک یا علم جو باعث شرف انسانی ہے وہ صرف آنکھ سے دیکھنے یا حواس ظاہری سے محسوس کرنے میں منحصر نہیں بلکہ حواس ظاہری اور باطنی اور قوت استدلال وغیرہ سب کے ملنے سے اسکی تکمیل ہوتی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کے موجود ہونے کا حکم کرنا تین طرح پر ہوتا ہے ایک مشاہدہ سے
۴۹ جیسے ہم نے زید کو آتا ہوا دیکھ لیا کہ اسپر یہ حکم لگا دینا صحیح ہے کہ زید کا آنا وقوع میں آیا دوسرے کسی اور معتبر خبر دینے والے کی خبر سے مثلاً کوئی ایسا آدمی جسکا سچا ہونا ثابت ہوچکا ہو اور سب کے نزدیک مسلم ہو خبر دے کہ زید اندر آیا تو اس سے ہم کو علم اور یقین ہوجاتا ہے کہ زید کا آنا وقوع میں آیا۔ لیکن اسمیں یہ شرط ضرور ہے کہ کوئی اور دلیل صحیح اسکی خبر سے بھی زیادہ پکی اس خبر کے خلاف نہ ہو اور اگر ایسا ہوگا تو اُس دلیل کا اعتبار ہوگا مثلاً کسی نے ہم کو خبر دی کہ رات زید تمہارے پاس آیا تھا اور اسیوقت تم کو تلوار سے زخمی کر گیا تھا یہ خبر اگر کسی اور کے متعلق ہوتی تو اس لحاظ سے کہ ایک ممکن الوقوع بات کی خبر ہے ماننے کے قابل تھی لیکن ہم کو خود معلوم ہے کہ ہم کو کسی نے زخمی نہیں کیا اور نہ زید ہمارے پاس آیا تو مشاہدہ اس خبر کے خلاف ہوا اور مشاہدہ خبر سے بمصداق لیس الخبر کالمعاینۃ زیادہ قوی دلیل ہے لہذا اس خبر کو جھوٹا کہیں گے اور یہی کہینگے کہ زید کا آنا اور زخمی کرنا وقوع میں نہیں آیا۔ تیسرے استدلال عقلی سے یعنی ان قاعدوں سے جو عقل کے نزدیک مسلم ہیں اور ثابت ہوچکے ہیں مثلاً دہوپ کو دیکھکر یہ یقین کرلینا کہ آفتاب نکل آیا ہے اس صورت میں کہ نہ ہم کو کسی نے خبر دی ہو

(ا) طلوع آفتاب پر اسلئے) عقل سے پہچان لیا کہ آفتاب بھی طلوع ہوگیا ہے ان تینوں واقعات میں وجود کا حکم تو مشترک ہے لیکن محسوس صرف ایک واقعہ ہے اور باقی دو غیر محسوس ہیں تو ثابت ہوا کہ یہ ضرور نہیں کہ جس امر کو واقع کہا جاوے وہ محسوس بھی ہو اور جو غیر محسوس ہو اسکو غیر واقع کہا جاوے

(ح) کہ آفتاب نکل آیا ہے اور نہ ہم نے اپنی آنکھ سے آفتاب کو دیکھا ہو کہ اس صورت میں جو دھوپ کو دیکھکر ہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ آفتاب نکل آیا ہے وہ اس عقلی قاعدہ پر مبنی ہے کہ دھوپ بلا آفتاب کے نکلے نہیں پیدا ہوتی اور دھوپ نکلی ہوئی ہم نے دیکھ لی تو یقین ہونا چاہیئے کہ آفتاب نکل آیا یہ تین طریقے ہوئے کسی چیز پر موجود ہونے کا حکم کرنے کے یعنی آنکھ وغیرہ سے دیکھنا یا محسوس کرنا اور خبر معتبر کے ذریعہ سے علم ہونا اور عقلی طور پر معلوم ہو جانا تینوں کی مثالیں ذکر کیگئیں تینوں میں یقین کے ساتھ ہم کو ایک چیز کے وجود کا علم ہوتا ہے حالانکہ آنکھ سے دیکھنا مثال اول ہی میں پایا گیا ہے باقی دو میں آنکھ سے دیکھنا نہیں پایا گیا تو ثابت ہوا کہ کسی چیز کو موجود ماننے کے لئے اسکی ضرورت نہیں کہ آنکھ سے یا حواس سے بھی دیکھا ہو ۵۰
یا محسوس کیا ہو اور نہ یہ طریقہ صحیح ہے کہ جس چیز کو مثلاً دیکھا نہ ہو اسکو غلط کہدیا جاوے راقم کہتا ہے کہ غور سے دیکھا جاوے تو ان تینوں میں سے زیادہ کارآمد اور مستعمل تیسرا ہی طریقہ ہے یعنی استدلال عقلی اور خاص انسانی کمال بھی یہی ہے مشاہدہ سے علم ہو جاتا تو جانوروں میں بھی پایا جاتا ہے گائے بیل چارہ کو دیکھکر اسکی طرف دوڑنے لگتے ہیں اور شیر بھیڑیے کو دیکھکر بھاگنے لگتے ہیں مگر قوت استدلالیہ ان میں نہیں ہے یہ نہیں جان سکتے کہ ہم دس میل کی چال فی گھنٹہ چلیں گے تو دہلی سے کلکتہ کتنی دیر میں پہونچیںگے اور اس سفر کیلئے ہم کو کتنا چارہ لے لینا چاہیئے اور انسان گھر بیٹھے بیٹھے معلوم کر لیتا ہے کہ میں اگر ایک گاڑی ایسی بناؤنگا کہ دس میل فی گھنٹہ چلے تو دہلی سے کلکتہ اتنے گھنٹے اور منٹ میں پہونچیگا اور اتنے سامان کی ضرورت ہوگی اور جتنے بڑے بڑے کام اور جتنی ایجادیں آجکل ہو رہی ہیں سب قوت استدلالیہ ہی کی برکات ہیں بعض باتیں بعض حیوانات کو ایسی حاصل ہیں کہ انسان کو حاصل نہیں مثلاً شہد کی مکھی چھتہ ایسا بناتی ہیں کہ انسان نہیں بنا سکتا اور ہزار کوس پر اس مکھی کو

(۱) مثلاً نصوص نے خبر دی ہے کہ ہم سے جہت فوق میں سات اجسام عظام ہیں
کہ ان کو آسمان کہتے ہیں اب اگر اس نظر آنے والے نیلگوں خیمہ کے سبب

(ح) بند کر کے لیجائیے جب وہاں سے چھوٹے گی اپنے چھتہ میں آجاویگی راستہ نہیں بھولتی یہ بات انسان کو حاصل نہیں یا بندر زہر کو پہچان لیتا ہے انسان نہیں پہچانتا وعلیٰ ہذا۔ لیکن حیوانات میں قوت استدلالیہ یعنی معلومات سے مجہولات کی طرف پہنچ جانا نہیں اسواسطے کسی کام میں ترقی نہیں کر سکتے اور انسان کو وہ قدرت دی گئی ہے کہ گھر میں بیٹھے باہر کے حالات اور دور دراز اور ماضی و مستقبل کے حالات کا اندازہ کر لیتا ہے اور معمولی اشیاء سے وہ عجیب غریب چیزیں بناتا ہے کہ عقل حیران ہوتی ہے یہ سب سائنس کے کرشمے ہیں جیسا کہ سب جانتے ہیں اور سائنس کاہے سے حاصل ہوا؟ قوت استدلالیہ سے تو معلوم ہوا کہ تمام ترقیات کا دارو مدار قوت استدلالیہ پر ہے اور معلومات بڑھانے کا عمدہ ذریعہ یہی قوت ہے اور مشاہدہ اور خبر اسقدر کار آمد نہیں یہ بات ایسی واضح اور مسلم ہے کہ کوئی بھی اسکا انکار
نہیں کر سکتا خصوصاً تعلیم یافتہ اصحاب کیونکہ وہ دن رات سائنس کے کرشمے اور زمانہ حال ۵۱
کی ترقیات دیکھتے رہتے ہیں مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ دنیا کی باتوں میں تو اسکو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور موجدین کی تعریف میں کہتے ہیں کہ کیا دماغ پائے ہیں کھیل تماشوں اور معمولی باتوں میں سے کیا کیا چیزیں بنا لیتے ہیں کپڑے ایک پہیے کو لڑھکتے دیکھکر بائیسکل بنالی جو آدمی کو لیکر تیز رفتار سے چلتی ہے بھاپ سے ہانڈی کا سرپوش اٹھتے دیکھکر تاڑ لیا کہ بھاپ میں قوت تحریک ہے پھر اسکو اسقدر عروج تک پہونچایا کہ ریل بنالی اور ہر کام کیلئے ایک مشین بنالی گویا ہاتھ کو تکلیف دینے کی ضرورت ہی نہیں رہی گولیاں بھی مشین ہی بناتی ہے شیشیوں پر لیبل بھی مشین ہی لگاتی ہے دیا سلائی کے کارخانہ میں جاکر دیکھئے موٹے موٹے درختوں سے اتنی باریک دیا سلائیاں تراشنا انمیں مصالحہ لگانا بکس تیار کرنا بکسوں کے اندر دیا سلائیاں بھرنا پھر ایک ایک درجن بکسوں کے بنڈل بنانا اور انکے اوپر کاغذ لپیٹنا سب مشین کرتی ہے پس قوت ارادیہ یا جان پڑنے کی کسر ہے ورنہ مشین انسان ہی کی طرح ایک مخلوق ہوجاوے پھر ایک موجد نے کہربا پر گھاس کے تنکے کو چپکتے دیکھکر اندازہ کیا

(ز) وہ ہم کو نظر نہ آتے ہوں تو یہ لازم نہیں کہ صرف محسوس نہ ہونے سے انکے
وقوع کی نفی کر دیجاوے بلکہ ممکن ہے کہ وہ موجود ہوں اور چونکہ مخبر صادق نے
اسکی خبر دی ہے اسلئے اسکے وجود کا قائل ہونا ضروری ہوگا جیسا اصول موضوعہ
نمبر ۲ میں مذکور ہے۔

(ح) کہ قوت کہربائی بھی کوئی چیز ہے اسکو اس عروج تک پہونچایا کہ بجلی کے جذب سے ریلوے
بلا گھوڑے بیل کے بلکہ بلا آگ اور بھاپ کے چل رہی ہے بلا آگ اور تیل کے روشنی ہوتی
ہے اور بلا قلی اور مزدور کے اور بلا شین کے پنکھے چلتے ہیں بلکہ اب تو بڑی بڑی قوت کی
مشینیں اس قوت کہربائی ہی سے چل رہی ہیں یہ سب کرشمے قوت استدلالیہ ہی کے ہیں
موجدین کی تعریف اسکی بدولت کیجاتی ہے لیکن جب دین کے بارہ میں اسکو استعمال کیا جاتا ہے
تو بجائے اسکے کہ اسکو صدق دل سے تسلیم کرلیں اور نتیجہ صحیح نکالیں یا جو نتیجہ نکالکر بتایا جاوے
اسکو مان لیں اسپر مشاہدہ کو طلب کرتے ہیں جو تینوں حصول علم کے طریقوں میں سے سب سے کم
مستعمل طریقہ ہے اور اس طریقہ کا جسکی دنیا کے کاموں میں تعریف کرتے تھے یعنی استدلال ۵۲
عقلی دین کے بارہ میں استعمال کرنا کافی نہیں سمجھتے ہیں کاش دونوں جگہ اسکو یکساں سمجھتے تو
دین کے بارہ میں ایک شبہ کی بھی گنجائش نہ رہتی اور جیسا کہ اقلیدس کی بیسویں شکل مثلاً استدلال
عقلی سے اسطرح ثابت ہوجاتی ہے کہ اس سے پہلے انیسویں شکل اور اس سے پہلے اٹھارہویں
اور اس سے پہلے سترہویں وغیرہ ثابت ہیں حتیٰ کہ سلسلہ شکل اول تک پہونچتا ہے ہر شکل
اس سے پہلی شکل سے باضافہ کسی اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ کے ثابت ہوتی چلی جاتی ہے
پھر اگرچہ اس شکل کی ہیئت کذائیہ ایسی ہوتی ہے کہ بداہۃً سمجھ میں نہیں آتی مگر اسکے ثبوت
اور واقعیت میں دل میں تردد تک نہیں رہتا اسوجہ سے کہ اسکی بناء اس سے پہلے ثابت شدہ
شکلوں اور اصول موضوعہ یا علوم متعارفہ پر ہے جو تسلیم شدہ ہیں اسیطرح اگر استدلال عقلی سے کام
لیں تو ہر بات دین کی بھی اسیطرح مسلم اور ثابت ہوجاوے جیسے اقلیدس کی بیسویں شکل۔ وہ
استدلال عقلی یہ ہے کہ دین کی باتیں اللہ و رسول کی بتائی ہوئی ہیں اور اللہ و رسول سچے ہیں
نتیجہ یہ ہے کہ یہ باتیں سب سچی ہیں جیسا کہ اقلیدس کی بیسویں شکل کے ثابت کرنے کے لئے

(ح) کہا جاتا ہے کہ یہ شکل اپنے سے پہلی گذشتہ شکلوں سے باضافہ فلاں اصول موضوعہ
ثابت ہوتی ہے اور اصول موضوعہ اور وہ پہلی شکل صحیح ہے لہذا بیسویں شکل بھی صحیح ہے ہاں
یہ گنجایش ہے کہ اصول موضوعہ میں کلام کیا جاتا ہے یا انیسویں اور اس سے پہلی شکلوں کے
اصول موضوعہ سے ثابت ہونے میں کلام کیا جاوے۔ انکا ثابت کرنا اور منوا دینا معلم کے ذمہ
ہوگا لیکن جب اصول موضوعہ کو اور بیسویں شکل سے پہلی شکلوں کو منوا دیا گیا تب یہ گنجائش نہ ہوگی
کہ بیسوین شکل مین شبہ کیا جاتے اور مشاہدہ کو طلب کیا جاتے اسی طرح جویائے حق کو
یہ گنجایش تو ہے کہ اللہ ورسول کے سچے ہونے میں کلام کیا جاتے اور جیسا چاہے شبہ کیا
جائے اسکا ثابت کرنا متکلم کا ذمہ ہوگا۔ اسکے لئے علماء اسلام بہت خوشی اور فراخ دلی کے
ساتھ تیار ہیں لیکن یہ کلام کرنا حق ہے اس شخص کا جو اپنے آپ کو مسلمان نہ کہتا ہو اور اپنے
آپ کو مسلمان کہنا۔ مان لینا ہے اللہ ورسول کے سچے ہونے کو اسکے بعد دین کی باتوں میں
مشاہدہ کا طلب کرنا ایسا ہے جیسے اقلیدس کے اصول موضوعہ اور انیس شکلوں کے ماننے
۵۲ کے بعد بیسویں شکل میں مشاہدہ کا طلب کرنا کہ بالکل عقل وانصاف کے خلاف ہے۔ الغرض
کسی چیز کو سچا ماننے کے لئے تین طریقے ہیں۔ مشاہدہ سچی خبر۔ استدلال عقلی۔ ان میں سے جس
طریق سے بھی کوئی بات ثابت ہو جائے دوسرے طریق کے ثبوت کا مطالبہ جائز نہیں
بنا بریں جبکہ خبر صحیح (حدیث وقرآن) سے ثابت ہو کہ ہمارے اوپر کی طرف سات بہت بڑے
بڑے اجسام ہیں جنکو آسمان کہتے ہیں یہ بات خبر صحیح سے ثابت ہوتی ہے جو علم کے تین
طریقوں میں ایک طریقہ ہے تو اسپر یہ مطالبہ کرنا کہ آنکھ سے دکھاؤ جائز نہیں جیسا مفصل
بیان ہوا ورنہ لازم آئے گا کہ جسنے کلکتہ دیکھا نہیں وہ تاوقت آنکھ سے نہ دیکھ لینے کے
کلکتہ کا انکار کرتا رہے اور جس نے جارج بادشاہ کو نہیں دیکھا وہ تاوقت آنکھ سے نہ دیکھ لینے
کے اسکا انکار کرتا رہے اور اگر اس درمیان میں وہ بغاوت کرے تو اسپر کوئی الزام نہ ہو
کیونکہ اس نے مشاہدہ نہیں کیا اسکو کوئی عقلمند تسلیم نہ کریگا اور سب اسکو ملزم ہی قرار دینگے
اسکی بناء اسی بات پر تو ہے کہ یہ باتیں صحیح خبروں سے ثابت ہیں گو مشاہدہ میں اب تک نہیں
آئیں آجکل تعلیم یافتہ اصحاب سے جب آسمانوں کا ذکر آتا ہے تو کہتے ہیں آسمان کیا چیز ہے

(۱) نمبر ۵ منقولات محضہ پر دلیل عقلی محض کا قائم کرنا ممکن نہیں اسلئے ایسی دلیل کا مطالبہ بھی جائز نہیں۔

شرح نمبر ۵ میں بیان ہوا ہے کہ واقعات کی ایک قسم وہ ہے جنکا وقوع مخبر صادق کی خبر سے معلوم ہوتا ہے منقولات محضہ سے ایسے واقعات مراد ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے واقعات پر دلیل عقلی محض سے استدلال ممکن

(ح) دکھاؤ کہاں ہے اگر جواب دیا جاتا ہو کہ اوپر ہے تو کہتے ہیں کہ یہ نیلے رنگ کا خیمہ سا جو نظر آتا ہو یہ تو ہوا کا رنگ ہو اوپر میلوں تک ہوا ہے بوجہ عمیق ہونیکے نیچے سے اسکا رنگ نیلا نظر آتا ہو جیسے بہت گہرا پانی کہ نیلا نظر آنے لگتا ہو جواب علی سبیل التسلیم یہ دیا جاتا ہے کہ یہ نیلا رنگ ہوا کا سہی مگر اسکے اوپر آسمان ہو جو نظر نہیں آتا کسی چیز کے نظر نہ آنے سے اسکی نفی نہیں کیجاسکتی جیسے کلکتہ کے وجود کی یا جارج بادشاہ کے وجود کی نفی نہ دیکھنے کی وجہ سے نہیں کیجاسکتی (راقم کہتا ہو کہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہو کہ اوپر نیلا رنگ ہوا کا ہے اور سائنس والوں کا صرف خیال
۵۴ دلیل نہیں ہوسکتا یہ انکا محض وہم وگمان ہو وہ بھی اسکا قطعی ایسا دعوےٰ نہیں کرسکتے جسمیں مخالف کو کلام کرنیکی گنجائش نہ رہے) آسمانوں کا شرعی ثبوت اوپر نمبر ۲ میں گذر چکا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آسمانوں کا ثبوت خبر سے ہو اسمیں مشاہدہ کا مطالبہ جائز نہیں اور چونکہ وہ ممکن ہو محال نہیں اور مخبر صادق نے خبر دی ہو لہذا اسکا قائل ہونا ضروری ہوگا دیکھئے اصول موضوعہ نمبر ۷۔

نمبر ۵ اور نمبر ۴ میں بیان ہوا ہے کہ کسی واقعہ کو سچا ماننا تین طرح سے ہوسکتا ہو مشاہدہ یعنے حواس کے ساتھ ادراک کرلینے سے جیسے آفتاب کو ہم نے نکلا ہوا آنکھ سے دیکھ لیا۔ اور معتبر خبر سے جیسے تواریخی قصے بشرطیکہ پایہ ثبوت کو پہونچ جاویں اور کوئی دلیل معارض اسکے خلاف اس سے زائد بھی نہ ہو جیسے سکندر اور دارا کی لڑائی یا انگریزوں کے گذشتہ تاجداروں کے قصے۔ اور استدلال عقلی سے جیسے دھوپ کو دیکھکر آفتاب کے نکلنے کا یقین ہوجانا۔ یہ تین طریقے ہوے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی واقعہ ان میں سے کسی ایک ہی طریق سے ثابت ہوتا ہے اور کبھی دو طریقوں سے اور کبھی تین طریقوں سے۔ تو کل طریقے مفرد اور مرکب یہ ہونگے۔ مشاہدہ۔ خبر۔ استدلال عقلی۔ مشاہدہ وخبر۔ مشاہدہ اور استدلال عقلی۔ خبر اور استدلال عقلی

(۱) نہیں جیسا نمبر ۴ کی قسم سوم میں ممکن ہے مثلاً کسی نے کہا کہ سکندر اور دارا دو بادشاہ تھے اور ان میں جنگ ہوئی تھی اب کوئی شخص کہنے لگے کہ اسپر کوئی دلیل عقلی قائم کرو تو ظاہر ہے کہ کوئی کتنا ہی بڑا فلسفی ہو لیکن بجز اسکے اور کیا دلیل قائم

(ح) مشاہدہ اور خبر اور استدلال عقلی۔ کل سات قسمیں ہوئیں مثالیں انکی یہ ہیں۔ مشاہدہ جیسے آفتاب کو دیکھکر یقین ہو گیا۔ خبر جیسے کسی نے خبر دی کہ آفتاب نکل آیا۔ استدلال عقلی جیسے دہوپ کو دیکھکر یقین ہو گیا آفتاب کے نکلنے کا۔ مشاہدہ اور خبر جیسے کسی نے خبر دی کہ آفتاب نکل آیا ہے پھر ہم نے اپنی آنکھ سے بھی دیکھ لیا۔ مشاہدہ خبر اور استدلال عقلی جیسے ہم نے اول دہوپ دیکھی پھر آنکھ سے آفتاب کو بھی دیکھ لیا۔ خبر اور استدلال عقلی جیسے دہوپ کو دیکھا پھر کسی نے خبر دی کہ آفتاب نکل آیا۔ مشاہدہ اور خبر اور استدلال عقلی جیسے ہم نے دہوپ بھی دیکھی اور کسی نے بتلایا بھی کہ آفتاب نکل آیا اور ہم نے اپنی آنکھ سے بھی دیکھ لیا یہ کل مثالیں ہو گئیں۔ کسی واقعہ کو سچا ماننے کے لئے تینوں طرح کی دلیلوں کا جمع ہونا ضروری نہیں۔
۵۵ بلکہ دو طرح کا جمع ہونا بھی ضرور نہیں۔ ایک طرح کی دلیل کا ہونا بھی کافی ہے جیسا کہ نمبر ۴ میں بیان ہو چکا بلکہ بعض واقعات ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ایک ہی قسم کی دلیل انکے واسطے ہو سکتی ہے دو یا تین قسم کی ہو ہی نہیں سکتی مثلاً صرف مشاہدہ کی مثال یہ ہے کہ ہم ایک جنگل لق و دق میں اکیلے ہوں اور ایک شخص ہمارے پاس آوے تو اس صورت میں ہم کو اسکے آنے کا علم صرف مشاہدہ سے ہو گا نہ کوئی خبر دینے والا ہے نہ استدلال عقلی موجود ہے اور صرف خبر کی مثال تاریخی واقعات کا علم ہے کہ نہ آنکھ سے ان واقعات کو دیکھ سکتے ہیں نہ عقلاً ثابت کر سکتے ہیں اور استدلال عقلی صرف کی مثال آفتاب کا زمین سے ایک خاص درجہ بڑا ہونا ہے کہ یہ صرف ریاضی سے ثابت ہے نہ کسی نے ناپ کر دیکھا ہے نہ کسی کی خبر سے ثابت ہوا ہے اور جو اسکو ریاضی دانوں کے کہنے سے (جسکو خبر کہنا چاہیئے) ثابت مانا جاتا ہے اسکا مطلب یہی ہے کہ ریاضی دان کہتے ہیں کہ حساب سے یوں ثابت ہے نہ یہ معنے ہیں کہ ہم نے ناپ کر دیکھا ہے غرض ایسے واقعات بھی ہیں جو صرف ایک ہی قسم کی دلیل سے ثابت ہو سکتے ہیں اور یہ بات بالکل ظاہر ہے جب کسی واقعہ کے لئے تینوں طریقوں میں سے صرف ایک ہی

(ا) کر سکتا ہے کہ ایسے دو بادشاہوں کا وجود اور مقابلہ کوئی امر محال تو ہے نہیں بلکہ ممکن ہے اور اس ممکن کے وقوع کی معتبر مورخین نے خبر دی ہو اور جس ممکن کی وقوع کی مخبر صادق خبر دیتا ہے اس کے وقوع کا قائل ہونا واجب ہے

(ح) طریق کی دلیل پیدا ہو سکے تو اسکے ساتھ محض کی قید لگائی جاتی ہے مثلاً کہا جاوے گا مشاہدہ محض یا خبر محض یا استدلال عقلی محض۔ خبر کا ترجمہ نقل بھی ہے۔ جو واقعہ محض خبر سے ثابت ہو سکے اسکو منقول محض کہینگے۔ اصول موضوعہ کے اسی نمبر ۵ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو واقعہ منقول محض ہے یعنے اسکا ثبوت صرف نقل (خبر) ہی سے ہو سکتا ہو اسپر دلیل عقلی محض کا قائم کرنا ممکن نہیں جب یہ ممکن نہیں تو اسکا مطالبہ بھی جائز نہیں۔ یعنے جو شخص ایسے واقعہ کا دعوے کرے جو صرف خبر (نقل) سے ثابت ہو سکتا ہے تو اسکے ذمہ یہ نہیں ہے کہ دلیل عقلی بھی اس واقعہ کے پیش آنے کی بیان کرے اور کسیکو یہ حق نہیں ہے کہ کہے کہ دلیل عقلی اسپر قائم کرو ورنہ تم کو جھوٹا کہا جاوے گا کیونکہ یہ خلاف مفروض ہے وہ واقعہ فرض ہی ایسا کیا ہے
جسپر سوائے خبر کے دلیل عقلی قائم ہو ہی نہیں سکتی یہ واقعہ ایسا نہیں ہے جیسا اصول موضوعہ ۵۷
نمبر ۴ کی تیسری قسم تھی کہ وہاں وجود آفتاب کو دلیل عقلی سے یعنے دھوپ دیکھکر پہچان لیا تھا۔ بلکہ یہ واقعہ ایسا ہے کہ اسپر دلیل عقلی محض ہو ہی نہیں سکتی مثال اسکی تاریخی واقعات ہیں جیسے سکندر اور دارا کا دنیا میں آنا اور ان میں لڑائی ہونا کہ یہ ایسی بات ہے کہ اسکے واقع ہونے کا ثبوت صرف نقل (خبر) سے ہوا ہے ہم مشاہدہ نہیں کر سکتے نہ کوئی طریقہ عقلی استدلال کا ہے جس سے اسکا واقع ہونا ثابت ہو سکے عقلی دلیل صرف ان واقعات کے امکان کے ہونے کی ہے کیونکہ ہر وہ چیز ممکن ہے جسپر کوئی دلیل عقلی ناممکن (محال) ہونے کی نہ ہو اور یہ واقعات ایسے ہی ہیں لہذا انکا ممکن ہونا ثابت ہوا۔ دلیل عقلی سے صرف یہ ثابت ہوا عقل اس سے ساکت رہتی ہے کہ جب یہ واقعات واقع ہو سکتے ہیں تو واقع ہوئے یا نہیں۔ واقع ہونے کے ثبوت کے لئے یہ جاننا اور ملانا پڑتا ہے کہ جب یہ واقع ہو سکتے ہیں اور معتبر مورخین نے خبر دی ہے لہذا اطمینان ہے کہ ضرور یہ واقعات وقوع میں آئے اس ملانیکا حاصل یہی ہوا کہ ثبوت ان واقعات کا خبر سے ہوا عقلی دلیل سے صرف امکان ثابت ہوا۔

(باقی آئندہ)

شرح شبیری

ہاتھی کی صورت اور اسکی ہیئت میں شب تاریک میں اختلاف کرنا

پیل اندر خانۂ تاریک بود عرضہ را آوردہ بودندش ہنود

یعنی ہاتھی ایک تاریک گھر میں تھا اسکو ہندی لوگ دکھانے کے لیے لائے تھے۔

از برائے دیدنش مردم بسے اندران ظلمت ہمی شد ہر کسے

یعنی اسکے دیکھنے کے لیے بہت سے آدمی اس تاریکی میں جا رہے تھے ہر ہر شخص۔

۲۴۱ دیدنش با چشم چون ممکن نبود اندر آن تاریکیش کف می بسود

یعنی جبکہ اسکو آنکھ سے (بوجہ تاریکی کے) دیکھنا ممکن نہ تھا تو اس تاریکی میں اسپر ہاتھ ملتے تھے یعنے ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھتے تھے۔

آن یکے را کف بخرطوم اوفتاد گفت ہمچون ناودانست این نہاد

یعنی ایک کا ہاتھ تو سونڈ پر پڑا وہ بولا کہ یہ ذات تو مثل پرنالے کے ہے۔

آن یکے را دست بر گوشش رسید آن برو چون بادبیزن شد پدید

یعنی ایک کا ہاتھ اسکے کان پر پڑا تو اسپر وہ ہاتھی مثل ایک پنکھے کے ظاہر ہوا۔

آن یکے را کف چو بر پایش بسود گفت شکل پیل دیدم چون عمود

یعنی ایک شخص کا ہاتھ جو اسکے پاؤں پر لگ گیا تو وہ بولا کہ میں نے تو ہاتھی کی شکل مثل ایک ستون کے دیکھی۔

آن یکے بر پشت او بنہاد دست — گفت خود این پیل چون تختے بدست

یعنی ایک شخص نے ہاتھ اسکی پیٹ پر رکھا تو وہ بولا کہ یہ ہاتھی تو مثل ایک تخت کے ہے۔

ہمچنین ہر یک بجزوے کو رسید — فہم آن میکرد ہر جا مے تنید

یعنی اسیطرح ہر ایک کہ وہ جس جزو پر پہونچتا تھا وہ اسکو سمجھتا تھا اور اسی جگہ پر تنتا تھا یعنی جو شخص جو سمجھے ہوتے تھا وہ اسی میں مست تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

از نظر گہ گفت شان شد مختلف — آن یکے دالش لقب داد این الف

۲۴۲ یعنی انکے اقوال نظرگاہ کی وجہ سے مختلف ہو رہے تھے کہ ایک تو اسکو دال کہتا تھا اور وہ الف یعنی مختلف عنوانات سے جو اسکو بیان کر رہے تھے اسکی یہ وجہ تھی کہ جسکی نظر جہاں پہونچی وہ اسی کو ہاتھی سمجھے ہوتے تھا تو دیکھو ایک ہی ذات میں نظرگاہ کے اختلاف سے اختلاف ہو رہا ہے۔

در کف ہر کس اگر شمعے بدے — اختلاف از گفت شان بیرون شدی

یعنی اگر ہر شخص کے ہاتھ میں ایک شمع ہوتی تو انکے اقوال سے اختلاف باہر ہو جاتا اسلئے کہ سب اسکے پورے جسم کو دیکھ لیتے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چشم حس ہمچون کف دستست و بس — نیست کف را بر ہمہ او دسترس

یعنی چشم حس بھی مثل کف دست ہی کے ہے اور بس کہ ہاتھ کو تمام جسم پر قدرت نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ ہاتھ سے ہاتھی کے پورے جسم کا احاطہ نہ کر سکے اور اس وجہ سے اختلاف واقع ہوا اسیطرح یہ ہماری چشم حس بھی حقائق کا احاطہ نہیں کر سکتی بس جسکی نظر جہاں تک پہونچی

وہ اسیر رہ گیا تو جب چشم حس سے غلطی ہوتی ہے تو تم کو یہ چاہیئے کہ اس سے دیکھنا چھوڑ و بلکہ چشم حقیقت بین سے نظر کرو کہ حقائق اشیا منکشف ہوں آگے اس چشم حس اور چشم حقیقت بین کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چشم دریا دیگرست و کف دگر — کف بہل وز دیدۂ دریا نگر

یعنی چشم دریا تو اور ہے اور (چشم) کف اور ہے تو کف کو ترک کرو اور چشم دریا سے دیکھو۔ دریا سے مراد روح اور کف سے مراد ظاہر جسم وغیرہ مطلب یہ ہے کہ تم اس آنکھ سے دیکھو جو کہ روح بین اور حقیقت بین ہے اور اس ظاہر بین چشم کو چھوڑ و تب تم کو حقائق اشیاء ظاہر ہوں گی اور اسوقت تم حقیقت بین ہو جاؤ گے۔

جنبش کفہا ز دریا روز و شب — کف ہمی بینی و دریا نے عجب

یعنی کف کی جنبش روز و شب دریا ہی کی وجہ سے ہے تو تم کف کو تو دیکھتے ہو اور دریا کو نہیں ۲۴۳
دیکھتے تعجب ہے مطلب یہ کہ جسقدر تصرفات اور حرکات جسم کے ہیں یہ سب روح ہی کی بدولت ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ تم ان تصرفات جسم کو تو دیکھتے ہو مگر ان تصرفات روح پر نظر نہیں کرتے سخت تعجب کی بات ہے آگے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

ما چو کشتیہا بہم بر مے زنیم — تیرہ چشمیم و در آب روشنیم

یعنی ہم کشتیوں کی طرح آپس میں لگ رہے ہیں اور خود تیرہ چشم ہیں اور آب روشن میں ہیں یعنی ہماری ایسی مثال ہے کہ جیسے کشتی کہ خود تو اندھی ہوتی ہے مگر ہوتی ہے آب روشن میں اسیطرح ہمارا یہ جسم ظاہری تو اندھا ہے۔ مگر روح کے پاس ہے لیکن اسے خود بھی خبر نہیں ہے۔

شرح حبیبی

ای تو در کشتی تن رفته بخواب — آب را دیدی نگر در آبِ آب

آب را آبی ست کو میراندش — روح را روحی ست کو میخواندش

موسیٰ و عیسیٰ کجا بد کآفتاب — کشت موجودات را می داد آب

آدم و حوا کجا بود آن زمان — که خدا افگند این زه در کمان ۲۴۴

این سخن هم ناقص ست و ابتر ست — آن سخن که نیست ناقص زان سر ست

گر بگویم زان بلغزد پای تو — ور نگویم هیچ از آن ای وای تو

ور بگویم در مثال صورتی — بر همان صورت بچسپی ای فتی

بسته پایی چون گیا اندر زمین — سر بجنبانی ببادی بی یقین

لیک پایت نیست تا نقلی کنی — یا مگر پا را ازین گل بر کنی

چون نکنے پارا حیاتت زین گل است | این حیاتت را روش بس مشکل است

چون حیاتت از حق بگیری ای روی | پس غنی گردے زگل در دل روی

شیرخوارہ چون زدایہ بگسلد | لوت خوارہ شد مرا ورا مے ہلد

بستۂ شیر زمینے چون حبوب | جو فطام خویش از قوت القلوب

قوت حکمت خور کہ شد نور ستیر | ای تو نور بے حجب را نا پذیر

تا پذیرا گردی اے جان نور را | تا بہ بینی بے حجب مستور را ۲۴۵

چون ستارہ سیر بر گردون کنی | بلکہ بے گردون سفر بیچون کنی

آنچنان کز نیست در ہست آمدی | ہین بگو چون آمدی مست آمدی

راہہاے آمدن یادت نماند | لیک رمزی با تو برخواہیم خواند

ہوش را بگذار انگہ ہوش دار | گوش را بر بند انگہ گوش دار

می نگویم زانکہ تو خامے ہنوز | در بہاری و ندیدستے تموز

این جہان ہمچون درخت است ای کرام | ما برو چون میوہائے نیم خام
سخت گیرد خامہا مر شاخ را | زانکہ در خامے نشاید کاخ را
چون بہ پخت و گشت شیرین لب گزان | سست گیرد شاخہا را بعد ازان
چون ازان اقبال شیرین شد دہان | سرد شد بر آدمی ملک جہان
سخت گیری و تعصب خامے است | تا جنینے کار خون آشامی است
۲۴۶ چیز دیگر ماند اما گفتنش | با تو روح القدس گوید نے منش

اُوپر سے مولانا لوگوں کی غفلت از حق سبحانہ کو بیان کرتے آرہے ہیں اب اس غفلت کو دُور کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں ارے تو جو کشتی تن میں بڑا اسور ہا ہے آخر تو نے پانی کو تو دیکھا ہے جس سے وہ کشتی تن چل رہی ہے یعنی رُوح کو تو تو جانتا ہی ہے پس تو اس پانی کو بھی تو دیکھ جو اس پانی کو چلا رہا ہے یعنی حق سُبحانہ پر بھی تو نظر کر جو رُوح میں متصرف ہے اسلئے کہ اس پانی کیلئے بھی ایک پانی ہے جو اسکو چلا رہا ہے اور روح کیلئے بھی ایک رُوح ہے جو اسکو اپنی طرف بلاتی ہے اور صرف رُوح پہ انتہا نہیں ہوگئی بلکہ منتہی رُوح الروح یعنی حق سُبحانہ ہیں تو اسکو کیوں نہیں دیکھتا رُوح الروح کے وجود کی دلیل یہ ہے کہ رُوح کا وجود اور دیگر کمالات ذاتی نہیں چنانچہ ایک وقت میں وہ اپنے وجود اور تمام کمالات سے معرا تھی پس ضرور کوئی اور رُوح ہے جس نے اسکو وجود اور دیگر کمالات عطا کئے اور وہ ازلی قدیم ہے دیکھو لو سوئے و علیئے اسوقت کہاں تھے جبکہ وہ موجودات کو اپنے

فیوض سے مالامال کررہے تھے اور آدمؑ وحوا کہاں تھے جبکہ حق سبحانہ نے کمان تصرف کوزہ
کیا تھا اور ایجاد خلق اور دیگر تصرفات کا ارادہ کیا تھا اسکا جواب یہ ہے کہ کہیں نہیں پس معلوم ہوا کہ
ان تمام موجودات سے باہر ایک ذات ہے جو یہ سب تصرفات کرتی ہے اسیکو ہم خدا کہتے ہیں
اور وہی روح الروح ہے اور وہی آب آب۔ یہ گفتگو ناقص اور ناتمام ہے اس سے پورا مدعا
ظاہر نہیں ہوتا جو بات ناقص اور ناتمام نہیں وہ وہی ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے ہو یعنی
ذوق ووجدان صحیح وہ اصل حقیقت کو پورے طور پر ظاہر کردیتی ہے جسمیں شک وشبہ کی
گنجایش نہیں اور ایسی گفتگو میں تو شکوک وشبہات نکل سکتے ہیں لہذا اگر تم انکشاف حقیقت
چاہتے ہو تو ذوق ووجدان حاصل کرو۔ اگر میں امور کشفیہ کو تجھسے ظاہر کرتا ہوں تو یہ اندیشہ
ہے کہ تو اس راہ سے واقف تو ہے نہیں نہیں معلوم کیا سے کیا سمجھ جاوے اور گمراہ ہوجاوے
اور اگر نہیں بیان کرتا تو یہ بھی تیرے لئے مصیبت ہے کہ تو بالکل ہی محروم رہا جاتا ہے پس
میں عجب کشمکش میں ہوں کہ کیا کروں اگر مثالوں سے سمجھاتا ہوں تو اسمیں یہ خرابی ہے کہ صورت
ہی کو لیکر رہجاتا ہے اور اس سے حقیقت کی طرف نہیں چلتا۔ بات یہ ہے کہ تو پابند صورت ۲۴۷
ہے اسلئے تیری ایسی مثال ہے کہ جیسے گھاس زمین میں جما ہوا ہو اور ہوا سے حرکت کرتا ہو یونہی
تو بھی پابند صورت ہو کر اس سے مزہ لیتا اور جھومتا ہے مگر جس طرح گھاس کے پاؤں نہیں
کہ وہ ایک انچہ جگہ سے ہٹ جاوے یونہی تیرے بھی پاؤں نہیں کہ صورت سے حقیقت
کی طرف ذراسی بھی حرکت کرے ہاں تیری حرکت وانتقال کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ تو
صورت کو چھوڑدے اور اس نے جو تیرے پاؤں پکڑ رکھے ہیں انکو چھڑالے لیکن تو ایسا
کریگا کیوں اسلئے کہ یہ حیات موجودہ تو تیری اسیکے دم سے ہے اور تو اس حیات کو چھوڑنا
نہیں چاہتا پس حقیقت کی طرف انتقال کیونکر ہو مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس حیات سے کام چلنا
نہایت دشوار ہے جبتک یہ حیات ہے اسوقت تک کامیابی نہیں ہوسکتی۔ پس جبتک یہ
حیات موجودہ ہے یعنی تلذذات وتنعمات جسمانیہ وغیرہ موجود ہیں اسوقت تک تو تم سے صورت
سے استغنا نہیں ہوسکتا اور جبکہ حق سبحانہ سے تو نے حیات حاصل کی اور مایہ حیات تیرا
غذائے روحانی ہوئی اسوقت تجھے گل کی ضرورت نہ ہوگی اور صورت سے تجھے کچھ

کام نہ رہے گا بلکہ تو اقلیم قلب میں پہونچ جاویگا اور تیری غذا حقائق و معارف ہونگے۔ دیکھو جب بچہ دایہ سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو وہ اغذیہ نفیسہ کھانے لگتا ہے اور دایہ سے کچھ بھی واسطہ نہیں رکھتا پس یہی حالت تمہاری ہوگی نیز تم بھی طفلوں کی طرح پابند غذاے زمین اور ناسوتی غذاؤں سے متغذی ہو لہذا اسکو چھوڑو اور غذائے دل حاصل کرو اور اسکی صورت یہ ہے کہ چونکہ تم ابھی بحجاب نور سے متغذی ہونے کی استعداد نہیں رکھتے اسلئے اولاً کلمات حکمت اور پند و نصائح سے غذا حاصل کرو کہ یہ نور مستور ہے اور اسکو تم ہضم کر سکتے ہو اس سے تمہارے اندر نور بے حجاب کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوگی اور تم اس پوشیدہ نور کو بیحجاب دیکھنے لگوگے اور تمہاری یوں کایا پلٹ ہوگی کہ اب تو ایک انچہ بھی حرکت نہیں کر سکتے اسکے بعد ستاروں کی طرح آسمان پر چلوگے (یعنی بسیر معنوی و روحانی) بلکہ آسمان تو کیا چیز ہے لامکان میں بے کیف متعارف سیر کروگے سیر بے کیف اگر سمجھ میں نہ آئی ہو تو سمجھو کہ تم یونہی سیر کروگے جیسے نیستی سے ہستی میں آئے تھے بھلا بتلاؤ تو سہی کیسے آئے تھے مست آئے اور مست ہی جاؤگے تمہیں تو آنے کا راستہ یاد نہیں رہا اسلئے جا بھی نہیں سکتے مگر ہم اشارۃً ۲۴۸
تم کو بتلاتے ہیں اچھا اب تم دنیاوی عقل کو خیرباد کہکر سمجھنے کیلئے تیار ہو جاؤ اور دنیاوی کام بند کر کے سننے کیلئے مستعد ہو نہیں میں نہیں کہتا اسلئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی تو تیار بھی نہیں ہے یعنی تیری ابتدائی حالت ہے تو نے گرمیاں نہیں دیکھیں اور پختہ نہیں ہوا لہذا تو ابھی نہ اسرار کو سن سکے گا نہ سمجھ سکے گا یہ جہان ایسا ہے جیسے درخت اور ہم اہل ایسے ہیں جیسے درخت پر گدرائے ہوئے میوے اور قاعدہ ہے کہ کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے ہیں اسلئے کہ ہنوز وہ محلوں میں پہونچنے کے قابل نہیں ہوتے اور جب وہ پک گئے اور شیریں اور مرغوب ہوگئے اسکے بعد وہ شاخ کو بہت ہلکے سے پکڑتے ہیں پس یہی حالت ہر انسان کی ہے کہ جب وہ دولت باطنی سے شیرین دہن ہوتا ہے تو جہان اُسکی نظروں میں بالکل بے وقعت ہو جاتا ہے اس عالم ناسوت کو سخت پکڑنا اور اسکے لئے تعصب کرنا دلیل خامی ہے دیکھ لو جبتک تم شکم مادر میں اور ناقص ہوتے ہو اسوقت تک خون حیض کھاتے ہو اور جب کامل ہو گئے اسوقت تمہاری غذا دودھ ہوتا ہے اور جب اور کامل ہوتے اسوقت اور غذائیں کھاتے ہو

(باقی آئندہ)

الحديث

حديث حنظلة كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فوعظنا وفيه نافق وفيه ولكن يا حنظلة ساعة وساعة مسلم مختصرا

ف فيه ان التغير الطبعي لا يخلو عنه كامل وهو غير مضر بل فيه من المصالح ما يذوقه أهل الطريق

حدیث حضرت حنظلہ کی حدیث ہے کہ
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
تھے آپ نے ہم کو نصیحت فرمائیں اور اس
حدیث میں یہ بھی ہے کہ (حضرت حنظلہ نے
حضرت صدیق اکبر رضہ سے یہ کہا کہ حنظلہ (یعنی
میں) تو منافق ہوگیا (جسکی وجہ یہ بیان کی کہ
جب ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت میں ہوتے ہیں تو ہماری یہ حالت
ہوتی ہے کہ گویا جنت و دوزخ کا مشاہدہ
کر رہے ہیں اور جب گھر آتے ہیں تو بیوی
۱۲۱ بچوں میں مشغول ہوکر وہ حالت نہیں رہتی
اور یہ بظاہر نفاق ہے حضرت صدیق بولے کہ
یہ حالت تو میری بھی ہے) اور اس حدیث
میں یہ بھی ہے کہ (پھر دونوں صاحب حضور
میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا تو آپ نے
ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کی سی حالت
رہے تو تم سے ملائکہ مصافحہ کیا کریں) لیکن
اے حنظلہ ایک ساعت کیسی ایک ساعت
کیسی روایت کیا اسکو مسلم نے مختصراً **ف**
اس حدیث میں یہ ہے کہ تغیر طبعی سے
کامل بھی خالی نہیں (چنانچہ [illegible]

الحدیث قال یوم بدر اللھم ان تہلک ھذہ العصابۃ لم یبق علی وجہ الارض احد یعبدک البخاری من حدیث ابن عباس بلفظ ان شئت لم تعبد بعد الیوم ف سیاق مافیہ الحدیث کان اذا دخل فی الصلوۃ سمع لصدرہ ازیز کازیز المرجل ابو داؤد الترمذی فی الشمائل والنسائی من حدیث عبد اللہ بن الشخیر ف فی الحدیثین اجتماع غلبۃ الحال مع الکمال ولو	خصوص حضرت صدیق اکبرؓ) اور یہ تمیز (مقصود میں) مضر نہیں بلکہ اس باب میں تحقیق یہی ہے جو اہل طریق کو ذوقی طور پر معلوم ہوتی ہے حدیث آپنے یوم بدر میں فرمایا کہ اے اللہ اگر یہ جماعت (مسلمانوں کی) ہلاک ہوجاتے گی تو روئے زمین پر کوئی شخص بھی ایسا نہ رہیگا جو آپکی عبادت کرے گا روایت کیا اسکو بخاری نے ابن عباس کی حدیث سے ان الفاظ سے کہ اگر آپ کو یہی منظور ہے تو آج کے دن کے بعد آپ کی عبادت نہ کی جاوے گی ف اسکا فائدہ آگے آتا ہے۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ نماز میں داخل ہوتے تھے تو آپ کے سینہ کی ایسی آواز سنائی دیتی تھی جیسے ہنڈیا کے جوش کی آواز ہوتی ہے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے اور ترمذی نے شمائل میں اور نسائی نے عبد اللہ بن الشخیر کی حدیث سے ف اس حدیث میں اور حدیث سابق میں دلالت ہے اسپر کہ غلبہ حال کا کمال کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے اگرچہ یہ علی سبیل القلۃ ہوتا ہے (چنانچہ حدیث سابق میں دعا کا انداز اور اس حدیث میں

اجتماع غلبۃ الحال مع الکمال

غلبۂ حال و کمال

على الندرة۔

كتاب الفقر والزهد

الحديث ابو نعيم في الحلية
من حديث الحسين بن علي
بسند ضعيف اتخذوا عند
الفقراء ايادي الخ في الحاشية
عن البرهان الحلبي عن ابن
تيمية بخط بعض الفضلاء حديث
اتخذوا مع الفقراء ايادي
وكذا حديث الفقر فخري كلاهما ۱۲۳
كذب وفي المقاصد الحسنة
الفقر فخري قال شيخنا باطل
موضوع والديلمي عن معاذ
ابن جبل رفعه تحفة المؤمن
في الدنيا الفقر وسنده لا بأس به
ف واصل معنى الحديثين
من فضل الفقر و
الفقراء والاحسان
اليهم ثابت بلا امتراء
الحديث لقد هممت ان لا

سینہ کی آواز اسی غلبۂ حال سے ناشی ہے)

کتاب الفقر والزهد

حدیث۔ ابو نعیم نے حسین بن علی سے
بسند ضعیف حلیہ میں روایت کیا ہے کہ
فقراء کے پاس احسانات مہیا کیا کرو الی
آخرہ حاشیہ میں برہان حلبی سے انہوں نے
بخط بعض فضلاء ابن تیمیہ سے نقل کیا ہے
کہ یہ حدیث مذکور اور اسیطرح حدیث الفقر
فخری دونوں غلط ہیں اور مقاصد حسنہ میں
ہے کہ الفقر فخری کو ہمارے شیخ نے باطل
موضوع کہا ہے اور دیلمی نے معاذ بن جبل
سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ مومن کا تحفہ
دنیا میں فقر ہے اور اسکی سند میں کچھ
مضائقہ نہیں (اشارہ ہے قدرے ضعف
کی طرف) **ف** اور اصل یعنی ان دونوں
حدیثوں کی (جنکو موضوع کہا گیا ہے)
یعنی فقر و فقراء کی فضیلت اور ان کے
ساتھ احسان کرنا یہ بلا کسی اشتباہ کے ثابت
ہے +
حدیث میں نے ارادہ کرلیا ہے کہ کسی کا

فضیلت الفقر

ایھم الا من	ہبہ قبول نہ کرونگا بجز قریشی یا ثقفی یا انصاری
قرشی	یا دوسی کے (یہ اوس وقت فرمایا تہا جبکہ ایک
او ثقفی	اعرابی نے آپ کو ایک اونٹ ہدیہ دیا تہا اور
او انصاری	آپنے اوس کے عوض میں کئی اونٹ عطا
او دوسے	فرمائے مگر وہ راضی نہ ہوا اوسکو توقع اور زیادہ
الترمذی	کی تہی اس زمانے کا حال یہ تہا کہ یہ خاص
من حدیث	قبائل یا ان کے امثال عالی حوصلہ ہوتے
ابی ہریرۃ	ہیں کہ محض محبت سے ہدیہ دیتے ہیں کسی
وقال روی من	غرض کی طمع سے نہیں دیتے) روایت کیا
غیر وجہ عن	اسکو ترمذی نے حدیث ابو ہریرہ سے
ابی ہریرۃ قلت	اور کہا کہ یہ حدیث کئی طریق سے ابو ہریرہ ۱۲۴
ورجالہ ثقات	سے روایت کی گئی ہے میں (اسراقی)
ف فیہ	کہتا ہوں کہ اس کے رجال ثقہ ہیں **ف**
اصل لتقیید	اس حدیث میں اصل ہے اسکی کہ قبول ہدیہ
قبول	کو ایسے خاص شرائط کے ساتہ مقید
الھدیۃ	کر دیا جاوے جن کو مصالح مقتضی ہوں
بشرائط تقتضیہ	(اور اون شرائط کے نہ ہونے پر رد
مصالح	ہدیہ کو خلاف سنت نہ کہا
الوقت	جاوے ۔

اشتراط قبول الھدیۃ بشرائط تقتضیھا مصلحۃ
مشروط کردن ہدیہ بشرائط مناسب

(باقی آیندہ)

اور یہ بھی عادت تھی کہ کسی کا ہدیہ نہ لیتے تھے شاہ عبدالعزیز صاحب کو ان سے محبت تھی اسلئے
شاہ صاحب دونوں وقت نہایت اہتمام کے ساتھ انکے لئے کھانا بھجوایا کرتے تھے اور جب
کپڑوں کی ضرورت ہوتی تو کپڑے بھی شاہ صاحب ہی بنا دیا کرتے تھے اتفاق سے ایک روز ایک
بھنگ فروش عورت آئی اور اُس نے آکر نہایت سماجت سے عرض کیا کہ حضرت میں مجبور
ہو گئی ہوں اور میری دکان نہیں چلتی آپ نے اسکو ایک تعویذ لکھدیا اور فرمایا کہ اسکو بھنگ گھوٹنے
کے لوٹے پر باندھ دینا اور فرمایا کہ جب تیری دکان چل جائے تو مجھے یہ تعویذ واپس دے جانا
چونکہ آپکی خدمت میں بڑے بڑے لوگ جیسے شاہ اسحٰق صاحب مولوی عبدالحیٔ صاحب وغیرہم
بیٹھتے تھے اسلئے انکو شاہ صاحب کے اس فعل سے بہت خلجان ہوا کہ شاہ صاحب اور بھنگ
کی بکری کا تعویذ. مگر اسکو دل ہی میں رکھا اور ظاہر نہیں کیا چند روز کے بعد عورت وہ بھنگیا ں
مٹھائی کی لائی اور وہ تعویذ بھی لائی آپ نے خلاف معمول (کہ ہدیہ نہ لیتے تھے) بھنگیا ں
قبول فرمالیں اَب تو ان حضرات کا خلجان اور ترقی کر گیا جب وہ عورت چلی گئی تو آپ نے
وہ تعویذ ان لوگوں کو دیا اور فرمایا کہ اسے پڑھ لو ہمیں کیا لکھا ہے انھوں نے پڑھا تو اس میں ۱۰۹
لکھا تھا کہ دہلی کے بھنگ پینے والو تمہارا بھنگ پینا مقدر ہو چکا ہے تم اور جگہ نہ پیا کرو اسکی
دوکان پر پی لیا کرو اور اسی روز آپ نے حکم دیا کہ چار بوریے مسجد سے باہر بچھائے جائیں
اور ایک مسجد کے اندر بچھا دیا جاوے خدام نے اس حکم کی تعمیل کر دی تھوڑی دیر میں چار جوگی
آئے شاہ صاحب نے انکو چاروں بوریوں پہ بٹھایا اور خود مسجد کے اندر ڈالے ہوئے بوریے
پر بیٹھ گئے اور تھوڑی دیر باتیں کر کے انکو رخصت کر دیا اور چاروں چھبڑے مٹھائیوں کے
انکے ساتھ کر دئے اور جن لوگوں کو شبہ ہوا تھا انکو سُناتے ہوئے فرمایا مالِ حرام بود بجائے
حرام رفت. خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولوی عبدالقیوم صاحب سے سُنا ہے.

حاشیہ حکایت (۹۲) قولہ متبنی بھی بنا دیا تھا **اقول** اور متبنی کی
جو نفی آئی ہے وہ وہ ہے جسمیں احکام ابناء کے جاری کئے جاویں مثل میراث وغیرہ **قولہ**
اجازت سے **اقول** یہ اجازت لینا تبرع تھا ورنہ بوقت مصلحت مالک کو اسکی اجازت ہے
قولہ متوکل ہو کر بیٹھ گئے تھے **اقول** ترک اسباب ظنیہ اقویاء کو جائز ہے اور کسی ضعیف

اسکو ترجیح دینا بھی خلاف طریق نہیں **قولہ** ہدیہ نہ لیتے تھے **اقول** حاجت نہ ہونے
کے وقت بمصلحت اس طور سے عذر کر دینا کہ مہدی کی دلشکنی نہ ہو نیز خلاف طریق نہیں
اور عدم حاجت بڑے شاہ صاحب کے کفالت کے سبب تھی اور مصلحت کا علم خود مقتضا معاملہ
کو ہونا کافی ہے **قولہ** ایک تعویذ لکھدیا **اقول** اس تعویذ کی حقیقت تو آگے مذکور ہے جس سے
معلوم ہوگا کہ وہ کوئی تعویذ ہی نہ تھا جسکے اثر سے بکری ہوتی ہو تو اعانت علی المعصیۃ کا شبہ
تو متوجہ ہو ہی نہیں سکتا باقی یہ شبہ کہ اسکو نہی عن المنکر کیوں نہیں کیا اسطرح مدفوع ہے
کہ توقع قبول کی نہ ہوگی رہا یہ کہ اگر نہی نہیں فرمائی تو کم از کم تقریر تو نہ فرماتے جس سے شبہ
موافقت و عدم نکیر کا ہوتا ہے جواب یہ ہے ممکن ہے کہ انکشاف قدر سے مغلوب ہو گئے
ہوں اور مغلوب معذور ہوتا ہے اور یہی انکشاف بدرجہ غلبہ سبب ہوا ہو قبول ہدیہ کا. باقی
قبول کے بعد اسکا مصرف اہل حاجت ہوتا یہ تو قواعد شرعیہ ہی کا مقتضا ہے باقی اس
مصرف کا کافی ہونا یہ مزید رعایت ہے مال کے خبث کی **قولہ** چار بورئے مسجد سے باہر الخ
اقول یہ ضرور نہیں کہ یہ بورئے مسجد کے ہوں کیونکہ انکا استعمال غیر مصالح مسجد میں ناجائز ۱۱۰
ہے خود شاہ صاحب کے ہونگے (**تشت**)

(۹۳) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب نے بیان فرمایا کہ شاہ
عبدالقادر صاحب کا معمول تھا کہ کسی کی تعظیم نہ دیتے تھے مگر سید کی تعظیم دیتے تھے خواہ
سُنی ہو یا شیعہ ایک رئیس تھا شیعی اسکے یہاں شاہ عبدالقادر صاحب کی اس عادت کا
تذکرہ ہوا جن لوگوں نے ذکر کیا وہ سُنی تھے اسپر وہ رئیس بولا کہ میں شاہ صاحب کی
خدمت میں جاتا ہوں اگر انھوں نے میری تعظیم دیدی تو میں سُنی ہو جاؤنگا اور اس سے میرے
سید ہونے کی بھی تصدیق ہو جائے گی اور یہ کہکر وہ شاہ صاحب کی خدمت میں روانہ ہو گیا
اور جو لوگ اسوقت اسکے یہاں موجود تھے وہ بھی اسکے ساتھ ہولئے اس رئیس نے سب سے
کہدیا کہ سب لوگ میرے ساتھ چلیں کوئی شخص مجھ سے آگے نہ جاوے جب وہ شاہ صاحب
کی خدمت میں پہونچا تو حسب عادت شاہ صاحب نے اسکی تعظیم دی اس نے کہا کہ حضرت
آپ نے میری تعظیم کیوں دی آپ نے فرمایا کہ تمہارے سید ہونے کی وجہ سے اس نے کہا

کہ میں تو شیعی ہوں آپ نے فرمایا کیا مضائقہ ہے اسپر اس نے کہا کہ آپ شیعوں کی بھی تعظیم دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ سید اگر شیعی بھی ہوتا ہے تو اسکی تعظیم دیتا ہوں اس نے کہا اسکی کیا وجہ آپ نے فرمایا قرآن شریف اگر کاتب کی غلطی سے غلط لکھا جاوے تو اسکو قرآن کہیں گے گو یہ بھی کہیں گے کہ غلط ہے اسپر وہ سنی ہو گیا اور جتنے اسکے ساتھ شیعہ تھے وہ بھی سُنی ہو گئے اور جب اسکی خبر اور شیعوں کو ہوئی تو اور بھی چند شیعہ سنی ہو گئے اور اس رئیس نے بہت دھوم کے ساتھ مٹھائی بانٹی۔

حاشیہ حکایت (۹۳) قولہ سید اگر شیعی بھی ہوتا ہے ا اقول توقیر مبتدع کے لزوم کا عذر یہ ہے کہ یہ توقیر من حیث البدعت نہ تھی کسی دوسرے مقتضی سے تو کافر کا اکرام بھی وارد ہے (**شت**)

(۹۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبد القیوم صاحب نے فرمایا کہ ایک اور قصہ سُناتا ہوں اکبری مسجد جسمیں شاہ عبد القادر صاحب رہتے تھے اسکے دونوں طرف بازار تھا اور اس مسجد میں دونوں طرف حجرے اور سہ دریاں تھیں ان میں سے ایک سہ دری میں شاہ عبد القادر صاحب رہتے تھے اور اپنے حجرے سے باہر سہ دری میں ایک پتھر سے کمر لگا کر بیٹھا کرتے تھے بازار کے آنے جانے والے آپ کو سلام کیا کرتے تھے سو اگر سنی سلام کرتا تو آپ سیدھے ہاتھ سے جواب دیتے تھے اور اگر شیعی سلام کرتا تو الٹے ہاتھ سے جواب دیتے تھے یہ بیان کرکے مولوی عبد القیوم صاحب نے یہ فرمایا ملہن کیا کھد وبن ا المؤمن ینظر بنور اللہ۔ ۱۱۱

حاشیہ حکایت (۹۴) قولہ سیدھے ہاتھ سے الی قولہ الٹے ہاتھ سے **اقول** اس تفاوت کی بنا ر کرامت ہونا تو ظاہر ہے باقی کرامت میں جو دوام نہ ہونا مقرر ہے سو مراد دوام اختیاری کی نفی ہے اور ہاتھ سے سلام کے منہی عنہ کا اگر شبہ ہو تو وہ غیر ضرورت میں ہے اور یہاں ضرورت ہو گی مثلاً سلام کرنے والا دور ہوتا ہو گا کہ جواب سُنانے میں تکلف ہوتا ہو گا ایسی حالت میں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اشارہ بالید ثابت ہے اور یا نہی کا محل اکتفا بالاشارہ ہے اور جمع میں اجازت ہو (**شت**)

(۹۵) خانصاحب نے فرمایا کہ میانجی محمدی صاحب حکیم خادم علی صاحب اور مولوی عبدالقیوم صاحب اور شاہ عبدالرحیم صاحب وغیرہم بیان فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب سے فرمایا کہ میاں عبدالقادر اسحق کی طرف بھی توجہ کرو نہ ۔ اسکا جواب شاہ عبدالقادر صاحب نے یہ دیا کہ حضرت اسحق کو ضرورت نہیں ہے وہ بلا ذکر و شغل اور ریاضت ہی کے اُن لوگوں سے بڑھا ہوا ہے جو باقاعدہ سلوک طے کرتے ہیں غرض شاہ صاحب نے چند مرتبہ فرمایا مگر شاہ عبدالقادر صاحب نے ہر مرتبہ یہی جواب دیا۔

حاشیہ حکایت (۹۵) قولہ اسحق کو ضرورت نہیں ہے **اقول** اس جواب کی حقیقت وہی ہے جو محققین فرماتے ہیں کہ مقصود اصلی نسبت احسان ہے خواہ اعمال شرعی سے حاصل ہوجاوے خواہ اشغال صوفیہ سے رہا یہ کہ پھر بڑے شاہ صاحب نے توجہ کا کیوں مشورہ دیا سو یا تو حضرت شاہ صاحب کو کمال نسبت احسان کی اطلاع نہ ہوگی یا اسکی تقویت دوسرے طریق سے بھی تجویز فرمائی ہوگی (**رشت**)

۱۱۲ (۹۶) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب اور انکے علاوہ اور بہت سے حضرات نے بیان فرمایا کہ شاہ عبدالقادر صاحب جس پتھر سے کمر لگا کر بیٹھتے تھے اسمیں نشان ہوگیا تھا اور آپ کی مجلس کا یہ رنگ ہوتا تھا کہ بالکل خاموشی طاری ہوتی تھی اور مجلس میں کوئی شخص بات نہ کرتا تھا اگر شاہ صاحب کو کچھ فرمانا ہوتا تھا تو فرمادیتے تھے ایک مرتبہ آپ پتھر سے آگے کی طرف کو جھکے لوگوں نے سمجھا کہ کچھ فرمانا چاہتے ہیں لوگ سننے کے لئے متوجہ ہوگئے آپ نے یہ آیت پڑھی اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى اور فرمایا کہ کسی چیز نے ڈھانک لیا تھا سدرہ کو، اور یہ فرما کر آپ پر گریہ طاری ہوا اور پیچھے کو ہٹ گئے تھوڑی دیر تک روتے رہے جب رونا ختم ہوا تو تھوڑی دیر کے بعد مولوی عبدالحئی صاحب نے فرمایا کہ حضرت کچھ بیان فرمانا چاہتے تھے مگر وہ بات یوں ہی رہگئی ہے آپ نے فرمایا کہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا جس بات کو اللہ تعالےٰ نے مجمل رکھا ہو عبدالقادر کی کیا مجال ہے کہ اسکی تفصیل کرسکے اس قصہ کو بیان فرما کر مولوی عبدالقیوم صاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالقادر کا مذہب یہ تھا اجملوا ما اجملہ اللہ ورسولہ اور جن باتوں کی قرآن وحدیث میں تفصیل نہیں بتلائی گئی شاہ صاحب بھی انکی تفصیل نہ فرماتے تھے اور انکو مجمل ہی رکھتے تھے۔

(باقی آئندہ)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عین اسوقت جبکہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے مسلمون کو بیعت فرمارہے تھے آپ کا ہاتھ پکڑے ہوئے لیکر آئے کیونکہ آپکی بصارت جاتی رہی تھی حضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یون فرماکر کہ بڑے میاں کو کیون تکلیف دی ہم ہی انکے مکان پر چلے چلتے آپ کے سینہ پر ہاتھ رکھا ابو قحافہ رضی اللہ عنہ جنکی سفید ڈاڑہی نیچے لٹک رہی تھی بصدق دل مسلمان ہوئے اسکے بعد حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خضاب کرو اور ڈارہی کو مہندیا سے رنگ لو تاکہ یہود سے مشابہت نہ رہے۔

قتادہ[1] رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی وہ شخص ہیں کہ جنھوں نے اسلام میں سب سے پہلے بالوں میں خضاب کا استعمال کیا۔

آپ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانہ تک زندہ رہے ۱۴ھ میں ستانوے برس کی عمر پاکر اپنے بیٹے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد انتقال فرمایا چنانچہ انکے ترکہ میں سے آپ کو بھی چھٹا حصہ از روے فرائض ملا جو کہ آپ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اولاد ہی کو دیدیا۔ ۹

والدہ ماجدہ کا اسم گرامی

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام نامی سلمٰی بنت صخر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ ہے جو کہ آپکے والد بزرگوار کے چچا کی بیٹی ہیں اور کنیت ام الخیر ہے محمد[2] بن سلام نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن واب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام دریافت کیا تو انھون نے کہا کہ ام الخیر نام ہی صحیح یہی ہے کہ ام الخیر کنیت ہے اور نام نامی سلمٰی ہی ہے محمد[3] بن سعد کا قول ہے کہ انکا نام لیلٰی بنت صخر بن عامر تھا اور بعض لوگون نے بیان کیا ہے کہ آپ کا نام سلمٰی بنت صخر بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم تھا مگر یہ غلط ہے اسلئے کہ اس صورت میں آپ ابو قحافہ کے بھائی کی بیٹی ہو جائینگی اور اہل عرب بھائی کی بیٹی سے زمانہ جاہلیت میں بھی نکاح نہ کرتے تھے پہلا ہی قول صحیح ہے۔

سلہ کتاب الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۴۴۳ ۱۲ منہ سلہ کتاب الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۶ - ۱۲ منہ سلہ اسد الغابہ ۱۲ منہ

حضرت سلمٰی بھی ان عورتوں میں سے ہیں جنکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا شرف حاصل ہے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپکی وفات ہوئی۔

نسب پدری

اس طرح ہے ابوبکر بن عثمان ابو قحافہ[1] بن عامر بن عمرو بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان[2]۔

نسب مادری

اس طرح ہے سلمٰی بنت صخر بن عمرو بن کعب بن تیم بن مرہ الخ

---

[1] ابو قحافہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد کی کنیت ہے ۱۲ منہ [2] اسقدر نسب آپکا متفق علیہ ہے اسمیں کسی نسابہ اور مورخ کو بالکل اختلاف نہیں اسکے بعد اسمٰعیل بن ابراہیم علیہما السلام تک سلسلۂ نسب میں سخت اختلاف ہے جو کہ احاطۂ انضباط سے باہر ہے اور یہ اختلاف شمار میں بھی ہے اور ناموں میں بھی لیکن اکثر نسب دانوں نے عدنان سے لیکر حضرت اسمٰعیل تک صرف آٹھ نو پشتیں بیان کی ہیں چنانچہ بیان کرتے ہیں عدنان بن ادد بن اود بن الھمیسع بن سلامان بن نبت بن حمل بن قیدار بن اسمٰعیل علیہ السلام۔ مگر علامہ سہیلی کے نزدیک یہ صحیح نہیں بلکہ انھوں نے چالیس پشتیں تاریخ سے ثابت کی ہیں چنانچہ علامہ موصوف روض الانف میں تحریر فرماتے ہیں۔

ویستحیل فی العادۃ ان یکون بینھما اربعۃ اوسبعۃ کما ذکر ابن اسحاق اوعشرۃ اوعشرون فان المدۃ اطول من ذلک کلہ	اور عادۃً محال ہے کہ دونوں میں ۴ یا ۷ پشتوں کا فاصلہ ہو جیسا کہ ابن اسحٰق نے ذکر کیا ہے یا ۱۰ یا ۲۰ پشتیں بھی کیونکہ زمانہ اس سے بہت زیادہ ہے۔

بہرحال یہ بات واقعی ہے کہ عدنان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں ۱۲ منہ [3] کتاب الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۰۹ و نیز جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ بجائے عمرو کے عامر مرقوم ہے اور یہی لطائف اخبار الاول مطبوعہ مطبعۃ العامرہ صفحہ ۳۳ پر ہے جو کہ غلط ہے صحیح عمرو ہے کیونکہ عامر کی صورت میں سلمٰی ابو قحافہ کے بھائی کی بیٹی ہونگی اور بھائی کی بیٹی سے نکاح ایام جاہلیت میں بھی ناجائز تھا ۱۲ منہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلفائے راشدینؓ کا شجرہ طیبہ

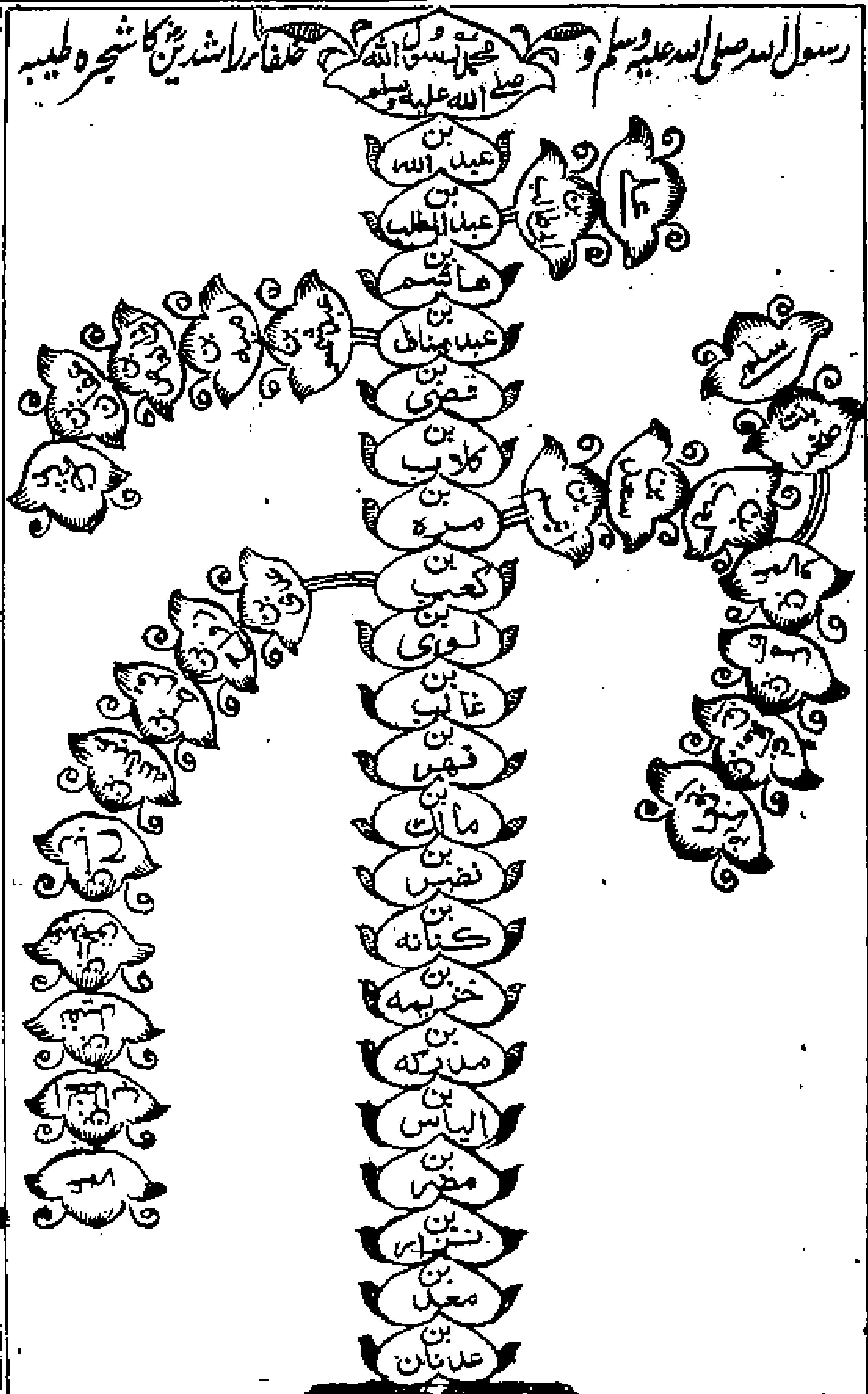

عہ شجرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک ادب کے خیال سے اوپر لکھا ہے ورنہ شجرہ کے لحاظ سے نیچے آنا تھا ۱۲ منہ

ولادتؐ شریف و حلیہ مبارک

ولادت شریف

امیرالمومنین حبیب رسول اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت جناب سیدالانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے دو برس دو ماہ بعد خاص شہر مکہ میں ہوئی جو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے وقت سے آپ کے آبائے کرام کا مسکن اور وطن مالوف تھا۔

یعنی جس سال واقعہ فیل[۱] پیش آیا اس واقعہ کے دو برس چار ماہ کے بعد جبکہ نوشیروان عادل بادشاہ فارس کی سلطنت کا بیالیسواں سال تھا ۵۷۳ء میں آپ عالم ملکوت سے عالم ناسوت میں تشریف فرما ہوئے۔

۱؎ ابن کثیر و روح المعانی میں یہ قصہ مفصلاً اس طور پر مذکور ہے کہ بادشاہ حبشہ کی طرف سے ایک حاکم تھا جو ابرہہ کے ۱۲
کے نام سے موسوم تھا اس نے ایک کنیسہ بنایا کیونکہ یہ سب لوگ نصرانی تھے اور چاہا کہ کعبہ کا حج کرنے والے لوگ یہاں آیا کریں اور اس کا اعلان کر دیا عرب کو خصوصاً قریش کو بہت ناگوار ہوا اور کسی شخص نے رات کو اس میں جا کر پاخانہ پھر دیا اور مقاتل نے کہا ہے کہ بعض عرب نے وہاں آگ جلائی تھی ہوا سے اس میں آگ جا لگی سب جل گیا ابرہہ کو غصہ آیا اور لشکر عظیم لیکر جسمیں ہاتھی بھی تھے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے چلا جب مغمس جو کہ طائف کے راستہ میں واقع ہے پہنچا تو عبدالمطلب کے پاس جو کہ اس وقت رئیس مکہ تھے آدمی بھیجا کہ میں لڑنے نہیں آیا صرف کعبہ کو منہدم کرنے آیا ہوں البتہ اگر کوئی اسکی حمایت کریگا تو اس سے ضرور لڑونگا۔ عبدالمطلب نے جواب دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ آپ حفاظت کرے گا پھر عبدالمطلب اسکے بلائے ہوئے اسکے پاس خود بھی گئے اور یہی گفتگو زبانی بھی ہوئی وہاں سے واپس آکر سب قریش کو لیکر پہاڑوں میں جا چھپے تاکہ لشکر کے شر سے محفوظ رہیں اور ابرہہ یہاں سے مکہ کیطرف چلا جب وادی محسّر میں کہ جو مزدلفہ کے قریب ہے پہونچا تو سمندر کی طرف سے کچھ سبز اور زرد رنگ کبوتر سے کسیقدر چھوٹے پرندے آئے مسور اور چنے کی برابر کنکریاں جو انکے پنجوں اور چونچوں میں تھیں لشکر پر چھوڑنا شروع کیں ہر کنکری خدا کی قدرت سے گولی کی طرح لگتی اور جس شخص پر گرتی اسکو ہلاک کر کے چھوڑتی بعض تو اس عذاب سے ہلاک ہوئے اور بعضے دوسری بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے یہ واقعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف سے پچاس روز پیشتر ظہور میں آیا آپ ربیع الاول کے شروع میں پیدا ہوئے اور یہ واقعہ محرم کے آخر میں تھا لُباب ماہ پنج ۵۷۱ء کو ہوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انھوں نے بڑے ہاتھی کے قائد اور سائیس کو اندھے بھیک مانگتے دیکھا ہے اور نوفل بن ابی معاویہ سے منقول ہے کہ انھوں نے وہ کنکریاں دیکھی ہیں درمنثور میں ہے کہ بعض کو ان کنکریوں کے لگنے سے خارش و بعض کے چیچک نکل آئی جسکی زیادتی سے ہلاک ہوگئے (کذا فی بیان القرآن مع تغییر) ۱۲ منہ

(باقی آئندہ)

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی علتیں۔ افسوس ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام بجا لانے اور امر و نہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی عادت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیمیافتہ تحقیق اسباب و علل کو آڑ بنا کر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں مگر خدا اسے تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت حکیم الامت مدظلہ العالی کو کہ المصالح العقلیہ اُردو زبان میں تالیف فرما کر آزادان ہند کیلئے رموز و اسرار کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جو ایک حق طلب حق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہو سکتا ہے ورنہ خود پسند نفس پرست کیلئے تو دفتر بھی کافی نہیں۔ قیمت حصہ اول نو آنے (۹؍) خریداران امدادی کیواسطے سات آنے۔ **ایضاً** حصہ دوم ۱۲؍ خریداران امدادی کیواسطے ۸؍ **ایضاً** حصہ سوم ۱۲؍ خریداران امدادی کیواسطے ۸؍

التکشف عن مہمات التصوف

چونکہ انقلاب زمانہ سے اصل تصوف لوگوں کی نظروں سے روز بروز پوشیدہ ہوتا جاتا ہے اور کوئی نادان دوست اور کوئی کھلا دشمن بنکر اس نورانی علم کو (جو درحقیقت اسلام کی روح ہے) مٹانے کی فکر میں لگا رہتا ہے اسلئے حکیم الامت جامع شریعت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب نے یہ معرکۃ الآرا کتاب تالیف فرمائی ہے جسمیں تصوف اور مسائل تصوف کی تحقیق فرما کر ہر ایک دوست و دشمن کی غلطی کو ظاہر فرما دیا ہے پس جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادھر متوجہ ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں انکو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے انشاء اللہ تعالیٰ تمام اشکالات حل ہو کر اشتہاری اور دوکاندار صوفیوں کا مکر صاف نظر آنے لگیگا اور بہت سے ایسے جدید فوائد دیکھنے میں آئینگے جو اجتک نظر سے نہیں گذرے۔ قیمت پانچ روپے (ﷲ) خریداران امدادی کیواسطے تین روپے +

بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء

اس زمانہ میں اس کتاب کا مطالعہ بیحد دلچسپی کا موجب ہوگا اس کتاب میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر ۹۰۳ھ تک خلفاء کے حالات درج کر رہے ہیں جسکے دیکھنے سے شاندار تاریخ اسلام پر پورا عبور ہو جاتا ہے اور نامور و اولو العزم خلفائے اسلام کی کارناموں سے واقف ہونے کے بعد خلافت راشدہ و غیر راشدہ کا فرق بھی معلوم ہو جاتا ہے آجکل چونکہ اسلامی سیاسیات کا ذکر اخبارات و مختلف صحبتوں و جلسوں میں زیادہ ہے بناءً بریں واقعات کے متعلق صحیح رائے قائم کرنیکے لئے خلفائے اسلام کے حالات معلوم کرنے ضروری ہیں جسکے لئے بیان الامراء بہترین کتاب ہے۔ ضخامت ۵۱۲ صفحات۔ کاغذ سفید۔ قیمت عہ خریداران امدادی کیواسطے عہ

المشتہر۔ محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

از عمدۃ المحققین زبدۃ المفسرین حکیم الامۃ سراج الملۃ حضرت مولٰنا محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدفیوضہم

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا ایک بے بہا خزینہ ہے تمام قرآن شریف میں جو آیتیں مسائل تصوف پر دال ہیں انکی تفسیر ہے اور خطبہ میں اس تفسیر کا معتبر و مستند ہونا دلائل شرعیہ سے بیان فرمایا ہے یہ کتاب حرز جان بنانے کے قابل ہے اسمیں وہ مسائل ہیں جو مدلول قرآنی ہیں کہ ان کو اہل ظاہر بھی تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے اسکے نو جز رسالہ الشیخ میں شائع ہو چکے ہیں۔ ناظرین الشیخ اس سے بخوبی واقف ہیں اور الشیخ بند ہو چکنے بعد اکثر حضرات نے احقر ہی سے افسوس ظاہر فرمایا ہے۔ باقی مسودہ محفوظ تھا احقر نے حضرت والا مدظلہم سے لیکر اسکو شروع کر دیا اور اب کتابت قریب اختتام پر ہے انشاء اللہ ۲۵ ذیقعدہ تک تیار ہو جاوے گی۔ جن حضرات کو خریدنا ہو وہ نام درج کرا دیں اسوقت نام درج کرانے والوں کو دو روپے آٹھ آنے میں دی جاوے گی اور تیاری پر تین روپے چار آنہ ہاں اسقدر عرض کرنا مناسب ہے چونکہ تعداد بہت تھوڑی رکھی ہے صرف ۷۵۰ نسخے تیار ہونگے اسکی وجہ یہ ہے کہ الشیخ میں جو حصہ شائع ہو چکا ہے وہ صرف اسیقدر موجود ہے اور احقر اسکو ہی پورا کر رہا ہے لہذا نام درج کرانے میں جلدی کریں ورنہ بعد ختم افسوس کرینگے ہاں نام درج کراتے وقت آٹھ آنے پیشگی دینے ہونگے اور اس کا تخمینہ ۲۷ جز کا ہے تقطیع ۲۲/۲۹ کاغذ سفید محصولڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علیٰ مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت مصدوال است بر فضیلت تعلیم تدریجی برائے عامہ ناس

حاضر باشید یا بادی * ونیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل است بر جملہ

مقاصد و مبادی * پس اتباعاً للنص المذکور بہ صحیفۂ شہریہ کہ مستدرج است بتدریج مشہور

مسمیٰ بہ

الہادی

نمبر ۸	بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ	جلد ۳

کہ جامع است انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر است در ہر مجلس و نادی

و مسکن است برائے ہر جائع و صادی * بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد است از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی * بادارۂ محمد عثمان عامی * در شہرہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانۂ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزر قیمت دستیاب میگردد

؎ ہذا التفسیر الہام ماخوذ من الحدیث اقض بیننا بکتاب اللہ فقضی بالرجم ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ذی الحجہ ۱۳۴۵ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامت محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب التہذیب ترجمہ ترغیب ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد میاں صاحب سلمہٗ	۱
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۹
۳	حل الاشتباہات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب سلمہٗ	۱۳
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامت حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب ظلہم	۲۱
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.... ایضاً	۳۳
۶	امیر الروایات فی حبیب الحکایات	تصوف وسیر	مولوی حبیب احمد صاحب حاشیہ حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہم	۳۷
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب امروہوی	۴۱

اُصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعین

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد واخلاق ومعاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ بجائے ڈھائی جز کے تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (عہ)

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں بجز حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے عہ کا وی۔پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنے کا وی۔پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا گیا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتداء سال سے خریدار سمجھے جائینگے۔

اور اگر الہادی کی جلد اول ودوم درکار ہو طلب فرمائیں مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک

راقم

محمد عثمان مالک ومدیر رسالہ الہادی دہلی

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں (مسجد نبوی میں ایک روز) ایسے وقت آیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے ان میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے مجھے (حضرت کی باتوں میں سے) صرف ایک اخیر کی بات ملی (وہ یہ کہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یوں فرماتے تھے کہ جو عصر سے پہلے چار رکعت (نفل) پڑھتا رہے گا تو (قیامت کے روز) دوزخ کی آگ اسکے پاس کو بھی نہیں آئے گی۔ یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں نقل کی ہے۔

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت میں سے جو افراد عصر سے پہلے کی ان چار رکعتوں کو پڑھتے رہینگے تو انکے (جیتے جی ہی) زمین پر چلتے پھرتے ہی انکی یقیناً مغفرت ہو جائے گی یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے یہ حدیث غریب ہے۔

۲۴۹ مغرب و عشا کے درمیان (نفلی) نماز پڑھنے کی ترغیب

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے مغرب کے (فرض پڑھنے کے) بعد چھ رکعت (نفل) اس طرح پڑھ لیں کہ انکے درمیان میں کوئی بات بُری منہ سے نہ نکالی تو ان (چھ ہی رکعتوں) کا ثواب بارہ برس عبادت کرنے کی برابر ہو جائے گا یہ حدیث ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور ترمذی نے بھی سب نے عمر بن ابی خثعم کی سند سے نقل کی ہے اور ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرمائی میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے مغرب کے بعد بیس رکعت پڑھ لیں اللہ میاں اسکے لئے ایک محل جنت میں بنا دینگے۔ یہ حدیث ابن ماجہ نے یعقوب بن ولید کی سند سے روایت کی ہے (اور امام احمد وغیرہ نے ان یعقوب کو کاذب کہا ہے (گویا سند میں ضعف رہا)

محمد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے (اپنے والد)

عمار بن یاسر کو دیکھا کہ آپ بعد مغرب چھ رکعت پڑھا کرتے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اپنے محبوب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ بعد مغرب چھ رکعت (نفل) پڑھا کرتے تھے اور یہ فرماتے تھے کہ مغرب کے بعد جو بھی کوئی یہ چھ رکعت پڑھتا رہے گا تو اسکے گناہ سب ہی تو بخشدیے جائینگے اگرچہ وہ گناہ (بہتایت ہیں) سمندر کے جھاگوں کی برابر کیوں نہ ہوں یہ حدیث طبرانی نے (اپنی) تینوں (کتابوں) میں نقل کی ہے اور کہا ہے کہ اسکے راوی صالح بن قطن بخاری اکیلے ہی ہیں (لہذا یہ حدیث غریب کہی جائیگی) حافظ ابوبکر نے لکھا ہے کہ یہ صالح راوی جو ہیں مجھے انکے مجروح یا عادل ہونے کا ابھی تک ثبوت نہیں ملا

اسود بن یزید سے مروی ہے فرماتے ہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے تھے کہ ساعت غفلت بھی کیا عمدہ چیز ہے اور اس سے مراد انکی نفلی مغرب وعشا کے درمیان نماز (نفل) پڑھنا۔ یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں جابر جعفی کی سند سے روایت کی ہے اور اسکو مرفوع نہیں کیا۔

۲۵۰ مکحول سے مروی ہے وہ اسکو آنحضرت کی طرف نسبت کرتے تھے کہ حضور نے یوں فرمایا تھا کہ جس نے مغرب کے بعد بات (چیت) کرنے سے پہلے دو رکعت پڑھ لیں اور ایک روایت میں (بجائے دو کے) چار رکعت ہیں تو اسکی یہ نماز علیین میں پہنچادی جائیگی یہ روایت رزین نے ذکر کی ہے اصول میں میں نے کہیں نہیں دیکھی۔

انس رضی اللہ عنہ سے آیہ تتجافی جنوبھم عن المضاجع کی تفسیر میں مروی ہے کہ یہ آیہ اُس نماز کے انتظار کرنے کے بارے میں نازل ہوئی تھی جسکو عتمہ کہتے ہیں (یعنی عشا کی نماز) ترمذی نے یہ حدیث روایت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے مگر یہ کہا ہے کہ (اس زمانہ کے) آدمی نفلی نماز مغرب وعشا کے درمیان پڑھتے تھے (اُسکے بارے میں نازل ہوئی تھی) اور امام حسن کا قول یہ ہے کہ (اس موقع پر) یہاں تہجد کی نماز مراد ہے۔

حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپکے پیچھے مغرب کی نماز پڑھی اور عشا تک (وہیں) نماز پڑھتا رہا۔ یہ حدیث

امام نسائی نے اعلیٰ سند سے روایت کی ہے۔

عشا کے بعد (نفلی) نماز پڑھنے کی ترغیب

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھنی (ثواب ملنے میں) عشا کے بعد چار رکعت پڑھنے جیسی ہیں اور عشا کے بعد کی چار رکعتیں (ثواب میں) شب قدر میں چار رکعت پڑھنے جیسی ہیں یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں روایت کی ہے اور براء (بن عازب) کی یہ حدیث پہلے گذر چکی ہے کہ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھ لیں تو گویا اس نے یہ رکعتیں تہجد میں پڑھی ہیں اور جس نے چار رکعتیں عشا کے بعد پڑھ لیں تو اس نے وہ رکعتیں گویا شب قدر میں پڑھی ہیں اور (کتاب) کبیر میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اس طرح مروی ہے آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے عشا کی نماز جماعت سے پڑھ لی۔ پھر مسجد سے نکلنے سے پہلے پہلے چار رکعت (نفل) پڑھ لیں تو اسکا یہ عمل شب قدر میں کرنیکے ۲۵۱ برابر ہو جائے گا اور اسی باب میں اور چند حدیثیں اس بارے میں ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم عشا کی نماز پڑھنے کے بعد جب اپنے مکان پر تشریف لاتے تھے تو چار رکعت (نفل) پڑھا کرتے تھے (صاحب مصابیح فرماتے ہیں) ہم نے ان حدیثوں کو (اپنی اس کتاب میں) اسلئے ذکر نہیں کیا کہ وہ ہماری اس کتاب کی شرط کے مطابق نہیں ہیں۔

نماز وتر کی ترغیب اور اُن حدیثوں کا بیان جو وتر نہ پڑھنے والوں کے بارے میں آئی ہیں

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے تھے کہ وتر ایسے ضروری تو نہیں ہیں جیسے اور فرض نمازیں ہیں پر ہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی نے (انکے پڑھنے کا) یہ طریقہ جاری کیا تھا اور آپ یوں فرمایا کرتے تھے کہ اللہ میاں بھی وتر (یلا دوئی کے) ہیں اور

وتر سے محبت رکھتے ہیں پس اے قرآن والو تم وتر پڑھا کرو۔ یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی نے روایت کی ہے یہ (مذکورہ) الفاظ ترمذی کے ہیں نسائی ابن ماجہ اور ابن خزیمہ نے بھی اپنی (کتاب) صحیح میں روایت کی ہے ترمذی نے اسے حدیث حسن کہا ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جسکو یہ اندیشہ ہو کہ وہ تہجد کے وقت نہیں اٹھ سکے گا تو اسکو چاہیئے کہ شروع ہی رات (یعنی عشا کی نماز کے بعد ہی) وتر پڑھ لیا کرے اور جسکو تہجد کے وقت اٹھنے کا شوق ہو تو وہ وتروں کو تہجد ہی کے وقت پڑھا کرے کیونکہ تہجد (کا وقت بڑا متبرک ہے اس) میں فرشتے آموجود ہوتے ہیں اور یہ بڑی اعلیٰ درجہ کی بات ہے یہ حدیث مسلم ترمذی اور ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کی ہے۔

انھیں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے (مسلمانو) قرآن والو تم وتر (برابر) پڑھا کرو کیونکہ اللہ بھی وتر ہیں وہ وتر سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے اور ابن خزیمہ نے بھی ۲۵۲
اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی سند سے مختصر روایت کی ہے (یہ ہیں الفاظ) الله وتر یحب الوتر۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جو شخص چاشت کی نماز پڑھتا رہا۔ ہر مہینے میں تین روزے رکھتا رہا اور سفر حضر میں وتر کبھی نہیں چھوڑے تو ایسے آدمی کو (بلا شہید ہوتے ہی) شہید کا اجر ملے گا۔ یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے ہاں اسکی سند میں کچھ نقص ہے۔

خارجہ بن حذافہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ایک روز ہمارے پاس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ اللہ میاں نے تم پر ایک نماز اور زیادہ کر دی ہے وہ نماز تمہارے (پڑھنے والوں کے) حق میں سُرخ اونٹوں سے بھی بہتر (اور فائدہ مند) ہے اور وہ نماز وتر ہے عشا سے لیکر صبح صادق ہوتے تک کے وقت میں اللہ میاں نے یہ نماز تم پر لازم کر دی ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد ابن ماجہ ترمذی نے روایت کی ہے

ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے کیونکہ سوائے ایک سند یزید بن حبیب کے اور کسی سند سے یہ معروف نہیں ہے اور امام بخاری نے بھی اسکی سند میں ضعف ہونا فرمایا ہی

ابو تمیم جیشانی سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ مجھ سے ایک صحابی رسول اللہ نے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ اللہ میاں نے تم (یعنی میری امت) پر ایک نماز اور زیادہ کر دی ہی اس نماز کو عشاء کے بعد سے لیکر صبح صادق ہونے تک کے بیچ بیچ میں پڑھ لیا کرو یاد رکھنا وہ وتر ہے وہ اور وہ صحابی ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ ہیں (جو جلیل القدر آدمی ہیں) یہ حدیث امام احمد اور طبرانی نے روایت کی ہے۔ امام احمد کی ایک سند کے راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں اور یہی حدیث حضرت معاذ بن جبل۔ عبد اللہ بن عمرو۔ ابن عباس۔ عقبہ بن عامر جہنی اور عمرو بن العاص وغیرہ سے بھی مروی ہوئی ہے۔

بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے تین مرتبہ یوں فرمایا تھا کہ وتر حق (یعنی واجب) ہیں جس نے قصداً ٢٥٣
(بلا عذر) وتر نہ پڑھے وہ ہم (مسلمانوں) میں سے نہیں ہے وتر حق ہیں جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے جس نے وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے یہ حدیث امام احمد اور ابو داؤد نے روایت کی ہے یہ لفظ ابو داؤد ہی کے ہیں اور حاکم نے بھی اسکو روایت کرکے صحیح الاسناد کہا ہے۔

ترغیب اس بارے میں کہ انسان وضو کرکے (تہجد کے لئے) اُٹھنے کے ارادے سے سوئے

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو آدمی باوضو سوتا ہے تو اسکے بدن سے لگے کپڑے میں ایک فرشتہ رہتا ہے پھر جس وقت بھی یہ بیدار ہوتا ہے تو وہ فرشتہ ضرور یہ دعا کرتا ہے کہ الٰہی اپنے اس بندے

کی مغفرت فرما دے کیونکہ یہ باوضو سویا ہے یہ حدیث ابن حبان نے اپنی (کتاب) صحیح میں نقل کی ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جو مسلمان باوضو سویا تھا پھر رات کو اسکی آنکھ کھلی اور اس نے (اپنے لئے) امر دنیا یا آخرت کی بہترائی کی دعا کرلی تو اللہ میاں اسکو وہ دے ہی دیں گے یہ حدیث ابو داؤد نے عاصم بن بھدلہ کی سند سے روایت کی ہے اور نسائی و ابن ماجہ نے بھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ تم (غسل و وضو کے ذریعہ اپنے) ان بدنوں کو پاک رکھا کرو اللہ میاں تمہیں پاک ہی کردینگے اسلئے کہ جو بھی اللہ کا بندہ باوضو سوتا ہے اسی کے پاس ایک فرشتہ برابر رات کو رہتا ہے جسوقت یہ کروٹ بدلتا ہے اسیوقت وہ فرشتہ یہ دعا کرتا ہے کہ الٰہی اپنے اس بندے کی مغفرت فرما دو کیونکہ یہ باوضو سویا ہے یہ حدیث طبرانی نے عمدہ سند کے ساتھ اوسط میں نقل کی ہے۔ ۲۵۴

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جو شخص اپنے بچھونے پر باوضو ذکر الٰہی کرتا ہوا سو گیا تو پھر رات کو جسوقت بھی یہ کروٹ بدلتے وقت دنیا یا آخرت کی کسی بہترائی کا سوال کرے گا تو خدا تعالےٰ اسکو وہ بہترائی عطا ہی کردینگے۔ یہ حدیث ترمذی نے شہر بن حوشب سے نقل کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جس آدمی کی رات کو (تہجد کی) نماز پڑھنے کی عادت ہو اور پھر (کسی روز اتفاقیہ) اسپر نیند کا غلبہ ہو جائے (جس سے وہ نماز نہ پڑھ سکے) تو اللہ میاں ایسے آدمی کیلئے (پڑھی ہوئی) نماز کا اجر لکھدیتے ہیں اور یہ سونا اسکو مفت میں رہتا ہے۔ یہ حدیث امام مالک ابو داؤد اور نسائی نے روایت کی ہے۔

ابو درداء رضی اللہ عنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص اپنے بستر پر یہ ارادہ کرکے لیٹا کہ رات کو اٹھکر تہجد کی نماز پڑھونگا اور پھر نیند کا غلبہ ہونے سے صبح تک اسکی آنکھ نہ کھلی تو خدا تعالے اسکے ارادہ اور نیت کے مطابق اس نماز کا اجر اسکے لئے لکھدینگے اور یہ نیند اسپر اللہ کی طرف سے صدقہ (اور انعام) رہیگی یہ حدیث نسائی اور ابن ماجہ نے عمدہ سند سے روایت کی ہے اور ابن خزیمہ نے بھی اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔

شعبہ بطور شک کے ابوذر یا ابو درداء سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ (بندگان الٰہی میں سے) جو بندہ بھی رات کو تہجد کی نماز پڑھنے کا خیال دل میں کرکے سوگیا پھر رات کو اسکی آنکھ نہ کھلی تو ایسے آدمی کی یہ نیند اسپر صدقہ شمار ہوگی گویا اللہ نے اس نیند کے ذریعہ اسپر یہ احسان فرمایا ہے اور جسقدر نماز پڑھنے کا اس نے ارادہ کیا تھا اس نماز کا اجر اسکو برابر ملیگا۔ یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں مرفوعاً روایت کی ہے۔ ۲۵۵

ان کلمات کی ترغیب جنکو آنحضرت بستر پر لیٹتے وقت پڑھا کرتے تھے اور ان حدیثوں کا بیان جو ایسے شخص کے بارے میں آئی ہیں کہ جو بلا ذکر الٰہی کرتے ہوئے سوجائے

براء ابن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جب تم اپنے بستر پر لیٹنا چاہو تو پہلے یہی وضو کرلو کہ جو نماز کیلئے ہوتی ہے پھر داہنی کروٹ لیٹکر یہ دعا پڑھا کرو اللھم انی اسلمت نفسی الیک ووجھت وجھی الیک وفوضت امری الیک والجأت ظھری الیک رغبۃ ورھبۃ الیک لا ملجأ ولا منجأ منک الا الیک آمنت بکتابک الذی انزلت وبنبیک الذی ارسلت (ترجمہ الٰہی

میں نے اپنی جان تمہیں سونپ دی میں نے اپنا رخ تمہاری ہی طرف کر لیا میں نے اپنا (ہر)
کام تمہارے ہی سپرد کر دیا میں نے اپنا پشت پناہ تمہیں ہی بنا لیا مجھے امید و بیم تمہیں
سے ہے۔ تمہارے سوا تمہارے (عذاب و عقاب) سے بچنے کے لئے میرے واسطے نہ کوئی
پناہ کی جگہ ہے نہ کوئی نجات کی صورت ہے میں تمہاری اس کتاب (یعنی قرآن) پر بھی ایمان
لے آیا ہوں جو تم نے نازل فرمائی ہے اور تمہارے ان نبی پر بھی جو تم نے (دنیا میں) بھیجے
ہیں) پھر (حضور نے فرمایا) اگر اسی شب میں تمہارا انتقال ہو گیا تو اسلام پر خاتمہ ہوگا (جو
آخرت کیلئے اعلے درجہ کا سرمایہ ہے) اور اس دعا کو پڑھنے کے بعد (سوائے سو رہنے
کے) اور کوئی بول بات نہ ہونی چاہیئے (تاکہ جس مطلب کے لئے پڑھی ہے وہ حاصل
ہو جائے) میں نے (صحیح کرنے کی غرض سے) اس دعا کو پھر حضور کے سامنے پڑھا اور
جب میں اس جملہ پر پہنچا کہ آمنت بکتابك الذی انزلت تو میں نے (و نبیك کی جگہ)
و رسولك کہدیا آپ نے فرمایا نہیں و نبیك الذی ارسلت (کہو) یہ حدیث بخاری
۲۵۶ مسلم ابو داود۔ ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور بخاری ترمذی کی ایک
اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ اگر اسی شب میں تمہارا انتقال ہو گیا تو اسلام پر خاتمہ ہوگا
اور اگر زندہ رہے تو صبح کو باخیر اٹھو گے۔

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے
روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جب کسی نے (سوتے وقت) داہنی کروٹ لیکر یہ
دعا پڑھ لی اللھم اسلمت نفسی الیك و وجھت وجھی الیك و الجأت ظھری الیك
و فوضت امری الیك لا ملجأ منك الا الیك و من بکتابك و رسولك۔ تو اگر یہ
(پڑھنے والا) اسی رات میں مر گیا تو کھلا جنت میں جائے گا۔ یہ حدیث ترمذی نے روایت
کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے ابن اعبد سے فرمایا کہ کیا میں تم سے
اپنا اور فاطمہ زہرا صاحبزادی رسول اللہ کا عجیب و غریب واقعہ نہ بیان کر دوں اور
صاحبزادی بھی وہ جو سارے گھر کے آدمیوں سے زیادہ آپکی چاہیتی تھیں اور میرے نکاح میں تھیں

(باقی آیندہ)

اگرچہ اس سے بیعت ہو کیونکہ بیعت ہونا ایسا ضروری نہیں لیکن یہ بھی نہ سمجھنا چاہئے کہ بیعت
بالکل بیکار ہے جیسا کہ ایک صاحب کہنے لگے کہ بیعت بالکل بیکار ہے اسکی کیا ضرورت ہے کہ
کسی کے ہاتھ میں ہاتھ دیکر ہی کام کرے میں نے کہا کہ صاحب آپ نے کبھی علاج بھی کرایا ہے
کہ نہیں کہنے لگے کہ ہاں ضرورت کے وقت علاج کرایا ہے میں نے پوچھا کہ ایک حکیم سے
علاج کراتے ہو یا اسطرح کہ آج ایک سے کل دوسرے سے پرسوں تیسرے سے کہنے لگے
کہ جس حکیم پر اطمینان ہو بس اسی سے علاج کرایا پھر میں نے پوچھا کہ اسمیں آپ نے کیا مصلحت
سوچی کہنے لگے کہ روز روز نئے حکیم بدلتے سے کسی ایک کو بھی توجہ اور شفقت بیمار پر نہیں ہوتی
کیونکہ کوئی ایک بھی اسکو اپنا بیمار نہیں سمجھتا میں نے کہا بس یہی حکمت اور نفع بیعت ہونے میں
ہے کیونکہ بیعت ہونے کے بعد پیر مرید کو اپنا سمجھنے لگتا ہے اور یہ حالت ہوتی ہے کہ یوں
کہتا ہے ؎ من غم تو مے خورم تو غم مخور ترجمہ میں تیرا غم کھاتا ہوں تو غم مت کھا مرید کو
ہر وقت یہ تسلی رہتی ہے کہ میرا ایک شفیق مہربان میرے ساتھ موجود ہے اور پیر کو یہ خیال
ہوتا ہے کہ یہ میرا شخص ہے یہ مصلحت ہے بیعت میں ہاں اگر تبرے نذرانہ کی بیعت ہو تو کچھ 17
بھی فائدہ نہیں جیسا کہ آجکل یہ حالت ہے کہ بعضے فخر کرتے ہیں کہ میرے ایک لاکھ مرید ہیں
لاحول ولا قوۃ الا باللہ گویا ایک فوج جمع کی ہے غرض یہ کہ اگر نذرانہ کی پیری مریدی نہ ہو
تو اسمیں نفع ہے کلام بہت دور پہنچ گیا میں بیان یہ کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ نسبت
اور محبت ایسی چیز ہے کہ جب یہ دل میں جگہ کر لیتی ہے تو سب کوڑا کباڑ دل سے بہ جاتا ہے
پس پھر کوئی شبہ نہیں رہتا تو جب یہ تمام وسوسے دور ہو جاتینگے تو کوئی سوال ہی پیدا نہ ہوگا
اور معلوم ہو جائیگا کہ ہم کو خدا تعالیٰ سے کیا تعلق ہے اسکے بعد کوئی حکم ناگوار نہ گذریگا۔
کیونکہ عاشق کو کوئی حکم محبوب کا ناگوار نہیں ہوتا بلکہ یوں چاہتا ہے کہ کسی طرح ہر وقت ادھر
سے کچھ حکم ہی ہوتا رہے ایک شخص کا قصہ ہے کہ وہ ایک حکیم پر عاشق ہو گیا تھا آخر بیمار پڑا
لوگ اس حکیم کو علاج کے لئے لائے تو وہ بیمار یہ آرزو کرتا تھا کہ مجھے کبھی آرام نہ ہو تاکہ
اسی بہانہ سے روزانہ یہ حکیم میرے پاس چلا تو آیا کرے صاحبو! واقعی یہ آگ بہت غضب
کی چیز ہے کہ عاشق تو عاشق معشوق کو بھی متوجہ کر دیتی ہے دیکھئے اس بیمار کا مرض ہی تو

تھا جس نے حکیم کو بھی کھینچ لیا آجکل کے عقلمند اسکو نہ سمجھیں گے کیونکہ یہ ذوقی ہے چکھے ہوئے محض عقل سے معلوم نہیں ہو سکتا اسپر ایک حکایت یاد آئی چند ہی روز ہوتے کہ مجھکو الہ آباد کا سفر کرنا پڑا میرے ہمراہ ایک دوست بھی تھے وہ چونکہ شاعر بھی ہیں اسلئے ایک موقع پر اپنے کچھ اشعار پڑھ رہے تھے ان میں یہ شعر بھی پڑھا ؎

کیا بیٹھا ہے سینے پر زانو کو دہرے قاتل ؎ ہاں پھیر بھی دے خنجر کیا دیر لگا رکھی ہے

وہاں پر ایک مولوی صاحب بھی تھے جنکو شعر سے بالکل مناسبت نہ تھی انھوں نے جو یہ شعر سُنا تو نہایت تعجب سے کہا کہ اس شعر کا کیا مطلب ہے یہ تو بالکل غلط معلوم ہوتا ہے کیونکہ نہ تو اصلی محبوب (یعنے اللہ میاں) نے کسی کے گلے پر خنجر پھیرا نہ ان شاعر کے پیر نے کبھی ایسا کیا البتہ طمانچہ شاید کسیکو مار دیا ہو لیکن سینے پر زانو رکھکر تو کبھی نہیں بیٹھے غرض انکو ہر چند سمجھایا گیا لیکن اخیر تک سمجھ ہی میں نہ آیا وہ اسکو برابر غلط ہی کہتے رہے اور لوگ ہنسا کئے تو دیکھئے چونکہ شعر کا ذوق ہی ان کو نہ تھا اسلئے وہ ایک صاف شعر کو بھی نہ سمجھ سکے تو اسیطرح جن لوگوں کو یہ نسبت حاصل نہیں ہے انکی سمجھ میں نہ آئے گا کہ نسبت سے کیا بات پیدا ہو جاتی ہے لیکن ایسے لوگوں کو اہل محبت پر طعنہ کرنا ہرگز مناسب نہیں غرض محبت ایک عجیب چیز ہے ذرا غور کر لیجئے کہ اگر ایک مردار عورت سے محبت ہو جاتی ہے تو کیا حال ہوتا ہے کہ اسکی سخت اور بیہودہ باتیں بھی اچھی معلوم ہوتی ہیں اور بیجا فرمائشیں بھی پوری کی جاتی ہیں اور دل پر ناگواری نہیں ہوتی یہ سب مضامین اس آیت سے مناسبت رکھتے ہیں جسکی اسوقت تلاوت کی گئی تھی کیونکہ اسمیں حکم ہے توبہ کا اور توبہ انسان پر دشوار ہوتی ہے اسلئے کہ گناہ میں لذت ہے لیکن دشواری کی وجہ سے توبہ کو چھوڑنا نہ چاہیئے کیونکہ دشواری صرف شروع میں ہوگی چند روز کے بعد عادت ہو جاتی ہے پھر کچھ دشواری نہیں رہتی پس آیت سے مناسبت کی وجہ سے یہ مضمون بیان کئے گئے اور چونکہ یہ مضامین زیادہ بڑھ گئے ہیں اور اکثر ضروری ضروری مضمون اس میں آ گئے ہیں اور وقت بھی زیادہ گذر گیا ہے اسلئے میں آیت کا ترجمہ کر کے بیان کو ختم کرتا ہوں اور آیت کا اصلی مضمون یعنی توبہ کا مفصل بیان خدا نے چاہا تو کسی دوسرے موقع پر ہو جائیگا سو آیت میں

خدا تعالےٰ نے توبہ کا حکم دیا ہے فرماتے ہیں کہ اے مسلمانو! خدا کی جانب رجوع کرو اور توبہ کرو دیکھیے خدا تعالےٰ کا کسقدر احسان ہے کہ یون نہیں فرمایا کہ بالکل گناہ ہی نہ کرو بلکہ یہ فرمایا کہ اگر گناہ ہو جاوے تو توبہ کرو۔ صاحبو! اسمیں تو کوئی دقت نہیں ہے اس سے تو ہمت نہیں ہارنی چاہیے دیکھیے شریعت کی آسانی کو ملاحظہ فرمایئے کہ اول تو یہ حکم ہے کہ بدپرہیزی کرکے بیمار ہی نہ پڑو اور اگر بیمار پڑ جاؤ تو یوں فرماتے ہیں کہ دوا پی لو۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ توبہ سے کیا فائدہ کیونکہ ہم سے پھر گناہ ہوگا میں جواب میں کہا کرتا ہوں کہ یہ قانون بدن کے مرضوں میں کیون نہیں چلایا جاتا کہ علاج سے کیا فائدہ جبکہ اگلے بھادون میں پھر بخار کی آمد ہوگی اب خدا تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ وہ عمل کی توفیق دیں آمین ٭

تمت

19 سلسلہ تسہیل المواعظ کا انیسوان وعظ مسمےٰ بہ توبہ کی ضرورت ختم ہوا۔ اب بیسوان وعظ انشاء اللہ تعالےٰ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ سے شروع ہوگا۔

الہادی

دینیات کا ماہواری رسالہ جسمیں شریعت و طریقت کے متعلق جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت حکیم الامتہ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے علوم عقلیہ و نقلیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہے جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے جمادی الاول ۱۳۴۴ھ سے جاری ہوا ہے جس کی سالانہ قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے اور بصورت وی پی دو روپے بارہ آنے کا پڑتا ہے۔

المشتہر

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

حکیم الامتہ مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی کی تازہ تالیف

یعنی

احکام التجلّی من التعلّی والتسلّی

جناب باری عز اسمہٗ کا دیدار کب ہوگا کہاں ہوگا کس طرح ہوگا۔ اس باب میں حضرت مدظلہم نے نہایت عجیب و لطیف رسالہ تحریر فرمایا ہے جس میں تین فصلیں ہیں۔ فصل اوّل میں دلائل شرعیہ سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ دنیا میں دیدار باری تعالیٰ ممتنع ہے۔ فصل دوم میں یہ بیان کیا ہے کہ اس امتناع سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس مستثنیٰ ہے اور آپ کو لیلۃ المعراج میں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوا فصل سوم میں نہایت شرح و بسط سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ آخرت میں تمام اہل ایمان کو انہیں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوگا اور فلاں فلاں مقام پر ہوگا اور ہر مقام کے دیدار میں کیا فرق ہے اسکے ساتھ ہی تجلی کے اقسام ذکر فرما کر بہت سے فوائد علمیہ تحریر فرمائے ہیں اس طرح یہ رسالہ ایک بحث میں مفصل و مکمل ہو گیا ہے۔ قیمت تین آنے۔ خریداران الہادی کے واسطے دو آنے۔ ۲۰

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں سافسوس ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکام بجا لاتے اور امر و نہی پر عمل کرتے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہو گئی ہے اور اکثر جدید تعلیمیافتہ تحقیق اسباب علل کو آڑ بنا کر عمل سے بے پرواہ ہو گئے ہیں۔ مگر خدائے تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت حکیم الامتہ مدظلہم العالی کو کہ المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرما کر آزادان ہند کے لئے رموز و اسرار کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جو ایک حق طلب حق پسند کے لئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہو سکتا ہے ورنہ خود پسند نفس پرست کیلئے تو دفتر بھی کافی نہیں۔ قیمت حصہ اول نو آنے خریداران الہادی کیواسطے ۷ر ایضاً حصہ دوم ۱۲ر خریداران الہادی کیواسطے ۱۰ر ایضاً حصہ سوم ۱۲ر خریداران الہادی کیواسطے ۱۰ر

ملنے کا پتہ

محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

(ا) جیسا نمبر ۲ میں مذکور ہوا اسلئے اس واقعہ کا قائل ہونا ضروری ہے اسیطرح قیامت کا آنا اور سب مُردوں کا زندہ ہوجانا اور نئی زندگی کا دور شروع ہونا ایک واقعہ منقول محض عنہ بالتفسیر المذکور ہے تو اسکے دعویٰ کرنے والے سے کوئی شخص دلیل عقلی محض کا مطالبہ نہیں کرسکتا اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ ان واقعات کا

(ح) ایسے واقعات کے وقوع پر دلیل عقلی کا مطالبہ کرنا محض بے عقلی ہے اور اگر مدعی کوئی دلیل عقلی بیان کرے تو اسکا احسان ہے از روئے اصول و قواعد اس سے مطالبہ اسکا نہیں ہوسکتا اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ وہ دلیل عقلی جو کچھ بیان کرے گا اسکا حاصل اس سے زیادہ نہ ہوگا کہ ان واقعات کا امکان واضح کردے جس سے گو نہ انکا مستبعد ہونا رفع ہوجاوے نہ یہ کہ انکے واقع ہونے کو عقل سے ثابت کرسکتا ہے کیونکہ یہ تو ممکن ہی نہیں واقع ہونا اور چیز ہے اور ممکن الوقوع ہونا اور چیز۔ اسی جنس سے قیامت کی خبریں ہیں جو شریعت میں آئی ہیں کہ ایک دن جزا و سزا کا آئے گا اور سب مردے زندہ ہونگے اور نئے قسم کی زندگی کا دور شروع ہوگا کہ اسکے بعد فنا نہ ہوگی نیکوکار جنت میں جائینگے اور بدکار دوزخ عـہ
میں پھر نہ وہ جنت سے کبھی نکلینگے اور نہ وہ دوزخ سے۔ یہ واقعات ان مذکورہ سات قسموں میں سے قسم دوم میں داخل ہیں یعنے ان کا ثبوت صرف خبر سے ہوا ہے نہ مشاہدہ وہاں تک پہونچ سکتا ہے کیونکہ زمانہ آیندہ کے واقعات میں جیسا گذشتہ زمانہ نظر سے غائب ہوتا ہے کہ سکندر اور دارا کی لڑائی کو اب کوئی نہیں دیکھ سکتا اسیطرح زمانہ آئندہ نظر سے پوشیدہ ہے کہ ہمکو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے اور نہ استدلال عقلی واقعات کے وقوع کو ثابت کرسکتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو ثابت ہوا کہ قیامت کے واقعات صرف ثابت بالخبر ہیں تو اگر مخبر سچا ہے تو ان واقعات پر ایسا ہی اطمینان اور ایمان ہونا چاہئیے جیسے سکندر اور دارا کے وجود اور لڑائی پر کیونکہ وہ واقعات بھی ثابت بالخبر ہی تو ہیں اور قیامت کے واقعات کی خبر دینے والوں کی سچائی اپنے موقع پر دلیل سے ثابت ہے جب انبیا علیہم السلام نے دعویٰ نبوت کیا تو جسطرح بھی کسی نے ثبوت مانگا اسیطرح انکا اطمینان کیا حتیٰ کہ کسیکو

عـہ یعنے ایسا ہے کہ صرف خبر ہی سے اسکا ثبوت ہوتا ہے ۱۲ منہ

(ا) محال عقلی ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں گو سمجھ میں نہ آوے کیونکہ ان دونوں
کا ایک ہونا صحیح نہیں جیسا نمبر ۱ میں بیان ہوا ہے پس ممکن ٹھیرا اور اس امر ممکن
کے وقوع کی ایسے شخص نے خبر دی ہے جسکا صدق دلائل سے ثابت ہے اسلئے
حسب نمبر ۲ اسکے وقوع کا قائل ہونا واجب ہوگا اور اگر ایسے واقعات کی کوئی
دلیل عقلی محض بیان کیجاویگی۔ تو حقیقت اُسکی رفع استبعاد ہوگا جو مستدل کا تبرع
محض ہے اسکے ذمہ نہیں۔

دلیل پیش کرنے والا ۱۲ احسانی ۱۲

نمبر ۳ نظیر اور دلیل جسکو آجکل ثبوت کہتے ہیں ایک نہیں اور مدعی سے دلیل کا

(ح) محال انکار نہیں رہی گو بعض لوگ بوجہ عناد انکار کرتے رہے مگر صدق وحقانیت اسکے
دلوں نے تسلیم کی وجحدوا بها واستیقنتها انفسهم ظلما وعلوا یعنے معاندین انکار کرتے
رہے محض ناانصافی اور تکبر سے حالانکہ اسکے دلوں نے انکی حقانیت مان لی تھی) ثابت ہوا
کہ قیامت کے واقعات جسطرح خبر صحیح میں آتے ہیں سب واجب التسلیم ہیں۔ جب ایک ذریعہ
سے ثابت ہوگئے تو دوسری قسم کی دلیل ان پر مانگنا درست نہیں نہ مشاہدہ کا مطالبہ ہوسکتا ۵۸
ہے نہ دلیل عقلی کا، مشاہدہ تو آئندہ آنیوالے واقعات کا سب جانتے ہیں کہ ہو ہی نہیں
سکتا اور دلیل عقلی کسی واقعہ کے وقوع کو نہیں بیان کرسکتی۔ دلیل عقلی صرف اتنا کرسکتی ہے کہ
انکا امکان ثابت کرے سو امکان قیامت کے تمام واقعات کا ثابت ہے کیونکہ امکان کے
یہ معنی ہیں کہ دلیل عقلی سے انکا محال وممتنع ہونا ثابت نہ ہو۔ قیامت کا واقعہ ایک بھی ایسا نہیں
جسکا محال ہونا کوئی ثابت کرسکے ہاں مستبعد ہیں سو مستبعد محال اور ناممکن نہیں ہوتا جیسا کہ
اصول موضوعہ نمبر ۵ میں بیان ہوا غرض قیامت کے واقعات گو مستبعد ہوں مگر ممکن ضرور
ہیں اور خبر صحیح میں انکا واقع ہونا آیا ہے لہذا انکا ماننا ضروری ہوا اور دلیل عقلی مانگنا بے عقلی۔
اصل نمبر ۳ آجکل ایک یہ بھی جہالت اور بدمذاقی شائع ہورہی ہے کہ دین کی جب کوئی
بات ذرا نئی سی جو روزمرہ کی عادت کے خلاف ہو سنتے ہیں تو فوراً بول اُٹھتے ہیں کہ ایسا
ہو نہیں سکتا اگر یہ صحیح ہے تو اسکا ثبوت لاؤ اور ثبوت کس کو سمجھتے ہیں نظیر کو یعنی اسی جیسا

۵ محال عقلی ہونا اور سمجھ میں نہ آنا ۱۲ منہ

(۱) مطالبہ جائز ہو مگر نظیر کا مطالبہ جائز نہیں۔

شرح مثلاً کوئی شخص دعویٰ کرے کہ شاہ جارج پنجم نے تخت نشینی کا دربار دہلی میں منعقد کیا اور کوئی شخص کہے کہ ہم تو جب مانیں گے جب کوئی اسکی نظیر بھی ثابت کرو کہ اس سے قبل کسی اور بادشاہ انگلستان نے ایسا کیا ہو اور

(ح) کوئی اور واقعہ پیش کرنے کو۔ اگر نظیر نہ پیش کیجاوے تو اسکو ایسا غلط سمجھتے ہیں کہ تمام شرعی صریح دلیلوں میں تاویل کر لینا بلکہ تحریف کر لینا اور رد کر دینا انکو سہل ہوتا ہے لیکن اسکو صحیح معنوں پر قائم رکھنا مشکل ہوتا ہے آپس بیباکی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ معجزات کا قطعی انکار اور فرشتوں کا انکار اور قیامت کے واقعات میں ایسی تاویلیں کرتے ہیں کہ وہ بھی درحقیقت انکار ہی میں داخل ہیں دیگر معجزات کی نسبت کیا کہا جاوے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بلا باپ کے پیدا ہونے کا انکار کیا ہے محض اس بنیاد پر کہ اسکی نظیر عادۃً نہیں پائی جاتی حالانکہ قرآن کی آیتیں جابجا خصوصاً سورۂ مریم میں ایسی صریح موجود ہیں جن میں کوئی بھی تاویل نہیں چل سکتی حتیٰ کہ اس قائل کو بھی کوئی تاویل نہ مل سکی تو اسی پر ۵۹
اکتفا کرنا پڑا کہ یہ سہی کہ فرشتہ اور حضرت مریم علیہا السلام کے درمیان بن باپ کے پیدا ہونے کے متعلق گفتگو ہوئی اور وہ سب کچھ ہوا جو آیتوں میں مذکور ہے مگر اسکی کیا دلیل ہے کہ ان سب باتوں کے بعد یوسف نجار سے نکاح ہوا (نعوذ باللہ) اور اس سے ہی عیسٰی علیہ السلام پیدا ہوئے۔ ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ خود حضرت مریم کا فرشتہ سے تعجب سے یہ کہنا کہ میرے بچہ کیسے ہوگا میری شادی نہیں ہوئی اور اسکا جواب دینا کہ حق تعالیٰ کا حکم ایسے ہی ہے یہ صحیح تھا یا فرشتوں کو یوں جواب دینا چاہیے تھا کہ تمہاری شادی یوسف نجار سے ہوگی تعجب نہ کرو۔ پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام کا پیدا ہونا اور تمام لوگوں کا ان پر اعتراض کرنا کہ تونے یہ کیا حرکت کی نہ تیری ددھیال میں کوئی بدچلن ہوا ہے نہ ننھیال میں تونے یہ بچہ کہاں سے حاصل کیا۔ اسپر حضرت عیسٰی علیہ السلام کا بولنا اور انکی پاکدامنی ثابت کرنا کیا معنی رکھتا ہے یوسف نجار سے اگر نکاح ہو گیا تھا تو پھر قوم کو کیوں تعجب ہوا۔ ایسی ہی تاویل کو تاویل القول بما لا یرضی بہ القائل اور تحریف کہتے ہیں فرشتوں کو

(۱) اگر نظیر نہ لا سکو تو ہم اس واقعہ کو غلط سمجھیں گے تو کیا اس مدعی کے ذمہ کسی نظیر کا پیش کرنا ضرور ہوگا یا یہ کہنا کافی ہوگا کہ گو اسکی نظیر ہم کو معلوم نہیں لیکن ہمارے پاس اس واقعہ کی دلیل صحیح موجود ہے کہ مشاہدہ کرنے والے آتے ہیں۔

(ح) قوائے الٰہیہ یعنے خدائے تعالیٰ کی قوتیں کہا ہے یہ بھی نہیں سوچا کہ اسکے کیا معنے ہوئے قوت تو عرض ہے فرشتوں کے جو صفات شریعت میں آئے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ از قبیل جواہر ہیں نہ از قبیل اعراض اور کیا ذات خداوندی جل و علاشانہ کیلئے اعراض ہوسکتے ہیں اعراض کا ہونا علامت حدوث کی ہے اور حدوث و قدم نقیضین ہیں یہ ایسی غلطی ہے کہ باطل سے باطل مذہب والا بھی حدوث باری تعالےٰ کے قائل ہونے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا قیامت اور جنت دوزخ کے متعلق کہدیا کہ کوئی کام بلا خوف وامید کے نہیں ہوتا شریعت نے ڈرانے کے لئے دوزخ کی خبریں اور امید دلانے اور حوصلہ بڑھانیکے لئے جنت کی خبریں دی ہیں ورنہ درحقیقت روحانی رنج کا نام دوزخ اور روحانی چین کا نام جنت ہے۔ قائل نے یہ بھی نہیں خیال کیا کہ جب یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ یہ صرف ڈرانے اور للچانے کی بندشیں ہیں اور اصلیت کچھ بھی نہیں ہے تو خوف وامید ہی کہاں رہی پھر جو غرض تھی یعنے اعمال کی صحت وہ کہاں حاصل ہوسکتی ہے ان سب کی بنا اتنی سی بات پر ہے کہ ان کو معجزات اور فرشتوں اور واقعات قیامت کی نظیر عادۃً نہیں ملی اور وہ نظیر کو اور دلیل کو ایک سمجھتے ہیں تو ان کے نزدیک یہ سب دعوے بلا دلیل ہوئے اس مغالطہ کا حل اس اصول موضوعہ نمبر میں ہے۔ حاصل اسکا یہ ہے کہ نظیر اور دلیل کو ایک سمجھنا غلطی ہے کسی دعوے کے ثابت کرنے کے لئے دلیل کی بیشک ضرورت ہے نظیر کی ضرورت قابل تسلیم نہیں. نظیر کی ضرورت اگر مان لیجاوے تو یہ معنے ہونگے کہ ہر واقعہ کم از کم دو دفعہ ہونا چاہیئے تب قابل تصدیق ہو اور جبتک کہ دو دفعہ نہ ہو جاوے اسکو غلط سمجھتے رہنا چاہیئے حالانکہ یہ بداہتہً غلط ہے اور کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی اسکو نہیں مانتا موٹی بات ہے کہ سکندر ذوالقرنین جیسا بادشاہ ایک ہی ہوا ہے دوسرا بادشاہ جو اسکا نظیر ہو پیش نہیں کیا جا سکتا تو کیا جبتک کہ دوسرا کوئی بادشاہ بالکل اسی کی طرح کا نہ ہو جائے اسوقت تک سکندر ذوالقرنین کے تمام تاریخی واقعات کا بلکہ اسکے وجود کا بھی

(ح) انکار کرنا چاہیئے اور اگر کوئی زمانہ آئندہ میں موجود ہو جاوے تو اب ان تمام واقعات کو
صحیح ماننا چاہیئے یہ کیا کھیل ہے کہ جس بات کو غلط کہدیا پھر وہ صحیح ہوگئی یہ مجنونانہ حرکت ہے
اور اگر نظیر کے ساتھ کامل کی قید اور بڑھادی جاوے تب تو ایک واقعہ کی بھی بلکہ کسی موجود چیز
کی بھی نظیر نہیں ملسکتی۔ نظیر کامل کے یہ معنے ہیں کہ سب طرح سے ایک واقعہ یا ایک چیز دوسرے
کے مشابہ ہو کسی بات میں بھی فرق نہ ہو اس صورت میں کسی بادشاہ گذشتہ بلکہ موجود کی تصدیق
نہیں کیجاسکتی مثلاً کوئی کہے کہ ملکہ وکٹوریہ ایک فرمانروائے انگلستان تھی اور اسپر کوئی کہے کہ
ہم نہیں مانتے تاوقتیکہ اسکی نظیر (کامل) نہ پیش کرو تو ظاہر ہے کہ نظیر کامل جو من کل الوجوہ
ملکہ مذکورہ کی نظیر ہو وہی صورت ہو وہی نام ہو وہی قد وہی مولد و مسکن وہی مدت سلطنت ہو
وہی امن و امان عملداری میں ہو قیامت تک کوئی پیش نہیں کرسکتا تو چاہیئے کہ ملکہ مذکورہ کے
وجود کا انکار کردیا جاوے کیونکہ دعوے بلا دلیل رہگیا۔ علی ہذا جارج بادشاہ کے وجود کا
کوئی دعوے کرے تو اس سے مطالبہ کیا جاوے کہ نظیر (کامل) بالمقابل پیش کرو تو
ہرگز کوئی پیش نہیں کرسکتا لہذا جارج بادشاہ کے وجود اور عملداری اور فرمانروائی کا انکار کردینا ۱۱
چاہیئے اور خود جو جی چاہے قتل و غارت تسلط سب کچھ کرلینا چاہیئے (ایسا کرکے دیکھیے ابھی
دست بدست عملی جواب ملجائے گا اور معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ اصول کہانتک سچا ہے کہ ہربات
کے لئے نظیر کا مطالبہ کرنا چاہیئے) نہ معلوم یہ لفظ (نظیر لاؤ) نئے تعلیم یافتہ صاحب نے کس سے
سیکھا ہے اکثر باتوں میں انکے مقتدا اہل یورپ ہیں انکے نزدیک خود یہ مقولہ غلط ہے اسواسطے
کہ اگر انکے نزدیک یہ مقولہ صحیح ہے تو ایجاد کا تو دروازہ ہی بند ہو جاتے جسپر اہل یورپ کی
دن رات مدح سرائی کی جاتی ہے کیونکہ اگر انکے نزدیک بھی یہ اصول مسلم ہو کہ جبتک کسی چیز کی
نظیر نہ ہو اسوقت تک اسکو غلط اور باطل کہنا چاہیئے تو جب انکا ذہن ایک نئی بات کی طرف چلے
یہ کہکر بیٹھ رہنا چاہیئے کہ یہ تجویز بالکل غلط اور باطل ہے کیونکہ اسکی نظیر نہیں مثلاً
جس وقت تک گراموفون ایجاد نہیں ہوا تھا اس کی کوشش کرنا بنابر
اصول مذکورہ غلط راہ اختیار کرنا تھا یا آب جو ایجادیں نئی ہورہی
ہیں سب میں غلط راستہ اختیار کیا جارہا ہے تو اس بنا پر تو

(ح) اہل یورپ شایان نفرین ہوئے نہ قابل تحسین حالانکہ ان ہی لوگوں کا عملدرآمد اسکے
خلاف ہے اور سب کی نظریں اہل یورپ پر استحسان کے ساتھ پڑتی ہیں سخت تعجب کی بات
ہے کہ دنیا کے کاموں میں تو بڑی سے بڑی اور نئی سے نئی بات کے لئے نظیر لاؤ کا لفظ نہیں
اختیار کیا جاتا حتیٰ کہ ایک دفعہ کسی اخبار میں خبر چھپی تھی کہ یورپ کا کوئی محقق مریخ میں پہونچ گیا
اور وہاں عجیب عجیب چیزیں دیکھیں دودھ کی نہریں سونے چاندی کی اینٹوں کے مکان ہمیشہ
رہنے والے میوے طرح طرح کے جانور وغیرہ وغیرہ۔ اسپر کسی تعلیم یافتہ کے منہ سے نہ نکلا کہ
اسکی نظیر لاؤ ورنہ غلط کہا جائے گا۔ اسپر تحسین اور واہ کے نعرے لگائے جاتے ہیں۔ کہ
اہل یورپ بھی کس درجہ باہمت انسان ہیں کہ خیال ہوا کہ مریخ میں جاویں تو اس خیال
کو پورا کرکے ہی چھوڑا اور اب زمین سے اور مریخ تک ڈاک جایا کرے گی اور عام آمدرفت
ہونے لگے گی۔ پھر بعد میں ظاہر ہوا کہ یہ سب اپریل فول تھا غرض دنیا کی باتوں میں تو بڑی
سے بڑی بات کے بارے میں بھی نظیر لاؤ کا سوال نہیں اور دین کے بارے میں حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کی ولادت کے بارے میں بھی جو تاریخی واقعہ ہے نظیر لاؤ کا سوال ہوتا ہے وجہ ۶۲
اسکی سوائے اسکے اور کچھ نہیں کہ دین سے اسقدر اجنبیت ہوگئی ہے کہ اسکی ہر بات سے
وحشت کا ظہور طرح طرح سے ہوتا ہے احکام میں تو حکمت بھی پوچھی جاتی ہے کہ نماز میں کیا
حکمت ہے زکوٰۃ میں کیا حکمت ہے روزہ میں کیا حکمت ہے اگر انمیں حکمت اپنے مذاق
کے موافق بتائی گئی تب تو تسلیم ہے ورنہ وہ وحشت رفع نہیں ہوتی بلکہ اور زیادہ ہوجاتی
ہے اور عقائد میں اس وحشت کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ بات بات پر سوال ہوتا ہے کہ
اسکی نظیر لاؤ حالانکہ یہ سوال محض جہل ہے جیسا کہ بیان ہوا نفس کے لئے یہ بہانہ ان عقائد
سے علیحدگی کے لئے کافی ہوجاتا ہے اور روئے قاعدہ مطالبہ کسی واقعہ کے لئے ثبوت
کا ہوسکتا ہے جسکو دلیل کہتے ہیں اور نظیر دلیل نہیں دلیل وہی تین چیزیں ہیں جو نمبر ۴
میں بیان ہوئیں۔ یعنے مشاہدہ اور سچی خبر اور استدلال عقلی۔ تو جارج بادشاہ کی تخت نشینی کی
خبر کی تصدیق کے لئے ان میں سے ایک کا ہونا کافی ہے اور اسکا مطالبہ صحیح ہے اور یہ کہنا
کافی ہے کہ ہمارے پاس اس دربار کے مشاہدہ کرنیوالے آئے ہیں جنکی خبر قابل وثوق ہے

(ا) یا اگر مقام گفتگو پر کوئی مشاہدہ کرنے والا نہ ہو تو یوں کہنا کافی ہو گا کہ اخبارون
میں چھپا ہے کیا اس دلیل کے بعد پھر اس واقعہ کے ماننے کے لئے نظیر کا بھی انتظار
ہو گا اسیطرح اگر کوئی شخص دعوے کرے کہ قیامت کے روز ہاتھ پاؤں کلام

(ح) بلکہ صرف اتنا کہنا بھی کافی ہو جاتا ہے کہ یہ خبر اخبارون میں چھپی ہے اخبارون میں ایسی
خبریں دیکھکر ایسا اطمینان ہو جاتا ہے کہ کچھ تردد نہیں رہتا اور اگر کوئی اس صورت میں کہے
کہ اسکی نظیر لاؤ تو اسکو وہمی اور خبطی کہا جاتا ہے زمانہ جنگ کے تمام واقعات اخبارون ہی کی
خبروں پر سچے سمجھے جاتے تھے اور ان ہی کی بنا پر مفید باتوں پر اظہار مسرت کے جلسے اور بری
باتوں پر اظہار رنج و نفرت کے جلسے کئے جاتے تھے کسی ایک تعلیم یافتہ نے بھی کسی واقعہ کی
نسبت یہ سوال نہیں کیا کہ اسکی نظیر لاؤ تب ہم تسلیم کرینگے کہ جنگ میں ایسے واقعات ہوئے
پہلے کبھی ایسی عظیم الشان باین ساز و سامان جنگ ہی نہیں ہوئی کہ نظیر آویگی کہاں سے۔ ذرا
سوچنے کی بات ہے کہ اگر نظیر سے ثبوت ہوتا ہے اور بلا دلیل کے دعوے باطل ہوتا ہے
تو اگر کوئی بادشاہ زمانہ جنگ میں اس اصول پر اعتماد کرے تو ایسی عظیم الشان جنگ ہونیکی ۶۴
تیاریونکی خبر سنکر یہ کہکر بیٹھ رہتا کہ ایسا ہو نہیں سکتا کیونکہ اسکی کوئی نظیر نہیں۔ اور کوئی
سامان جنگ کا یا مدافعت کا نکرتا تو اسکا کیا حشر ہوتا سوائے اسکے کہ ملک سے بھی ہاتھ
دھو بیٹھتا اور جان کے بھی لالے پڑ جاتے ایسے موقع پر عقلا کا عملدرآمد یہ رہا ہے کہ احتیاط
کا پہلو اختیار کیا جاوے اور ان آفتون کا انتظام کر لیا جاوے جنکا وہم و گمان بھی نہ ہو
چنانچہ جتنی جس بادشاہ سے ہو سکیں تیاریاں کرلیں پھر بھی بعضوں پر زوال آگیا۔ تعجب ہے
کہ دنیا کے بارے میں تو اسکو عقلمندی کہا جاتا ہے کہ نظیر کے بھروسہ پر نہ رہا جاوے بلکہ
علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد پر عمل کیا جاوے اور آخرت کے بارے میں کسی بڑے
سے بڑے ہولناک واقعہ کی خبر سے کھٹکا تک دل میں نہیں پیدا ہوتا اور یہ کہکر تسلی کر لیجاتی
ہے کہ اسکی نظیر لاؤ ورنہ اسکے ماننے میں تامل ہے عقل کی بات تو یہ ہے کہ یہاں بھی احتیاط
کا پہلو اختیار کیا جاوے اور تمام تیاریان ان واقعات کے وقعیہ کی کر لیجاویں جنکی خبر
سچی جا رہی ہے حتی کہ اگر بفرض محال وہ واقعات نہ بھی پیش آویں تو حرج ہی کیا ہے

(۱) کرینگے تو اس سے کسیکو نظیر مانگنے کا حق نہیں اور نہ نظیر نہ پیش کرنے پر کسی کو اسکی تکذیب کا حق حاصل ہے البتہ دلیل کا قائم کرنا اسکے ذمہ ضروری ہے اور چونکہ وہ منقول محض ہے اسلئے حسب نمبر ۵ اسقدر استدلال کافی ہے۔

یعنے صرف دلیل نقلی سے ثابت ہوسکتا ہے ۱۲

(ح) غرض کسی دعوے پر نظیر کا سوال بالکل مہمل اور بے عقلی ہے جیسا کہ مشرح بیان ہوا بنا بریں جب اہل شرع دعوے کرتے ہیں کہ قیامت کے روز ہاتھ پیر بولیں گے اور نیکی اور بدی کی گواہی دینگے تو اسپر ان سے نظیر کا مطالبہ کرنا بیجا مطالبہ ہے اور نظیر نہ دینے کی صورت میں انکی تکذیب کرنا غلطی ہے دعوے پر مطالبہ دلیل کا ہوا کرتا ہے اور ثابت ہوچکا کہ نظیر دلیل نہیں لہذا اسکا مطالبہ تو درست نہیں ہاں دلیل کا مطالبہ کرنا درست ہے اور مدعی کے ذمہ ہے کہ دلیل پیش کرے۔ اوپر نمبر ۵ میں بیان ہوا ہے اور ثابت کردیا گیا ہے کہ واقعات کا ثبوت تین قسم کی دلیلوں سے ہوا کرتا ہے یا مشاہدہ سے یا سچی خبر سے یا استدلال عقلی سے ان میں سے ایک قسم کی دلیل بھی اگر ہوجاوے تو واقعہ کا سچا ہونا ثابت ہوجاتا ہے زمانہ ماضی اور زمانہ آیندہ کے واقعات کے لئے مشاہدہ تو ہے نہیں مثلاً سکندر اور دارا کی لڑائی کی خبر کے ثبوت میں کوئی مشاہدہ نہیں پیش کرسکتا جب زمانہ ماضی کا مشاہدہ نہیں پیش کیا جاسکتا جو ایک دفعہ وجود میں بھی آچکا ہے تو زمانہ مستقبل کے متعلق مشاہدہ کیسے پیش کیا جاسکتا ہے جو ابھی وجود میں آیا بھی نہیں بس رہگئیں دو باقی ماندہ صورتیں یعنے خبر اور استدلال عقلی۔ ان دونوں میں سے استدلال عقلی کو بھی زیر بحث مسئلہ میں یعنے قیامت کے واقعات میں دخل نہیں سوائے اسکے کہ عقل یہ حکم کرے کہ یہ واقعات ممکن الوقوع ہیں یا ممتنع الوقوع سو عقل حکم کرتی ہے کہ سب ممکن الوقوع ہیں کیونکہ انکے واقع ہونے سے کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا اب رہ گئی تیسری دلیل یعنے خبر صادق سو وہ موجود ہے قرآن و حدیث میں صاف صاف آیا ہے کہ اعضاء بولیں گے سو یہ ایک قسم کی دلیل موجود ہے اب اسپر اعتقاد نہ رکھنا دلیل کے خلاف کرتا ہے رہی یہ بات کہ اللہ رسول کی دی ہوئی خبر صادق ہے یا نہیں اسکے ثابت کرنے کے لئے اہل علم ہر وقت موجود ہیں یہ سوال غیر مسلم کرسکتا ہے اگر خدانخواستہ کسی مسلمان کو بھی اسمیں کچھ تامل ہے تو پہلے اسکو چاہیئے کہ غیر مسلموں کی جماعت میں اپنے کو شمار کرے یہ سوال کرے اسوقت یہ سوال غیر موزوں نہ ہوگا۔ ۴ ب

(باقی آیندہ)

یوں ہی اسکو سمجھو کہ جب تک ناقص ہو اسوقت تک تمہاری غذا ناسوتی ہے جب کسیقدر کامل ہوگے یہ غذا بھی کم ہوگی اور دوسری غذا ملیگی بالآخر تمہاری غذا بالکل روحانی ہوجاویگی۔ ہاں وہ بات تو رہی گئی جو ہم کہنا چاہتے تھے لیکن ہم نہیں کہتے وہ اگر خدا چاہے گا تو تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہوگی۔

شرح شبیری

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب　　آب را دیدی نگر در آب آب

یعنی اے شخص کہ تو کشتی تن میں سو رہا ہے: رسے تو نے پانی کو تو دیکھ لیا مگر اس پانی کے پانی کو بھی تو دیکھ مطلب یہ کہ اگر تمہاری نظر متنبہ کرنے سے روح پر بھی پہونچ گئی اور تم نے اسکو بھی
دیکھ لیا تو کیا ہوتا ہے ارے اسپر نظر کر کہ جو اسکی بھی روح ہے یعنی حضرت حق کی طرف نظر کر ۳۴۹
کہ فلاح دارین حاصل ہو۔

آب را آبے ست کو میراندش　　روح را روحی ست کو میخواندش

یعنی پانی کیلئے بھی پانی ہے جو کہ اسکو چلا رہا ہے اور روح کی بھی ایک روح ہے جو کہ اسکو بلا رہی ہے اسلئے کہ روح کے جو تصرفات ہیں وہ تو آخر حضرت حق ہی کی طرف سے ہیں بس اسکو طلب کرنا چاہیئے آگے اُس ذات کا قدیم ہونا بتاتے ہیں کہ۔

موسےٰؑ و عیسےٰؑ کجا بد کافتاب　　کشت موجودات را می داد آب

یعنی موسےٰؑ اور عیسےٰؑ کہاں تھے کہ وہ آفتاب حقیقی کشت موجودات کو پانی دے رہا تھا یعنی جبکہ حق تعالےٰ موجودات میں تصرفات فرما رہے تھے اسوقت بھلا کوئی بتا دے کہ موسےٰؑ کہاں تھے جنکی روح آج ایسی ہے اور عیسےٰؑ کہاں تھے پس جب کوئی نہ تھا تو وہ تھا اور جب کوئی

نہ ہوگا تو وہ ہوگا۔

آدم و حوا کجا بد آن زمان ۔ کہ خدا افگند این زہ در کمان

یعنی اُسوقت آدم وحوا کہاں تھے جبکہ حق تعالےٰ نے اس زہ کو کمان میں ڈالا یعنی جبکہ عالم میں تصرفات فرمائے اور اسکو پیدا فرمایا تو یہ آدم وحوا کہاں تھے بلکہ عالم تو ان سے بھی پہلے ہی اگرچہ حادث ہے مگر پھر بھی ان سے تو پہلے ہی ہے لہٰذا اس ذات قدیم کو حاصل اور تلاش کرنا چاہئے اور اُنہیں عمر گنوا دے کہ سو شہیدوں سے اسکی وہ ترت جو اس طلب میں ہو اوسلے ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن ہم ناقص ست و ابتر ست ۔ آن سخن کہ نیست ناقص زان سر ست

یعنی یہ بات بھی ناقص اور ابتر ہے اور جو بات کہ ناقص نہیں ہے وہ اسطرف کی ہے مطلب یہ کہ ہم نے
۴۵۰ جو آفتاب و آب سے تشبیہ دی ہے یہ بھی ناقص ہی ہے اور صرف مثال ہے مثل نہیں ہے اسلئے کہ مثال تو مشارک فی الوصف کو کہتے ہیں اور مثل مشارک فی النوع کو تو حق تعالیٰ کی مثال تو بیان ہوسکتی ہے مگر مثل کوئی بیان نہیں کرسکتا اور پھر مثال بھی جو بیان کرتے ہیں وہ بھی ناقص ہی ہوتی ہے وہ بھی پوری طرح بیان نہیں ہوسکتی ہے اسلئے اسکے بیان سے بھی عاجز ہیں۔

گر بگویم زان بلغزد پائے تو ۔ ور نگویم ہیچ ازاں ای وائے تو

یعنی اگر میں اس میں سے کچھ کہتا ہوں تو تیرا پاؤں لغزش کریگا اور اگر نہیں کہتا ہوں تو اے شخص تیری حالت پر افسوس ہی مطلب یہ کہ اگر مثال بیان کرتا ہوں تو ممکن ہے کہ تو اسکو مثل سمجھ جاوے اور پھر کفر میں مبتلا ہو اور اگر کچھ بھی بیان نہیں کرتا تو تیری حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ تو بالکل ہی جاہل رہا جاتا ہے۔

ور بگویم در مثال صورتے ۔ بر ہمان صورت بچسپی ای فتے

یعنی اور اگر میں کسی صورت کی مثال میں بیان کرتا ہوں تو اے جوان تو اسی صورت پر چپک جاویگا
یعنی بس اسکو ذات سمجھ جاؤ گے لہذا سخت مشکل آگئی ہے اور تمہاری یہ حالت ہے کہ

بستہ پائے چون گیاہ اندر زمین سر بجنبانی بباد بے یقین

یعنی تو گھاس کی طرح زمین میں بستہ پا ہو اور بلا یقین کے ہوا سے سر ہلا رہا ہے۔

لیک پایت نیست تا نقلے کنی تا مگر پارا ازین گل بر کنی

یعنی لیکن تیرا پاؤں نہیں ہے تاکہ تو کوئی نقل کرے تاکہ شاید تیرا پاؤں اس مٹی سے اکھڑ جاوے
مطلب یہ کہ تمہارا پاؤں تو اس دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور عمدہ مضامین کو سنکر فوراً سر ہلانے
لگتے ہو تو یاد رکھو کہ اس سر ہلانے سے تم اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے اس دنیا کی دلدل سے
تو جب رہائی ہوگی جبکہ اپنے پاؤں سے چلوگے ورنہ سر ہلانے سے کچھ نہیں ہوتا اور جب اپنے
۳۵۱ پاؤں کو حرکت دوگے اسیوقت تم کو اسکی بھی قابلیت ہو جاویگی کہ تم ان مضامین کو بھی سمجھ سکو
اور غلطی نہ ہو۔

چون کنی پارا حیاتت زین گل است این حیاتت را روش بس مشکل است

یعنی تو اس سے کسطرح پاؤں اکھاڑے تیری حیات تو اسی مٹی سے ہے تو اس حیات سے تو روش
مشکل ہی مطلب یہ کہ دنیاوی حیات سے تو وصول الی الحق مشکل ہے بلکہ۔

چون حیات از حق بگیری ای روی پس غنی گردی ز گل در دل روی

یعنی اے سیراب جب تو حق تعالے سے حیات کو حاصل کریگا تو اس گل سے غنی ہو جاویگا اور
دل میں چلا جاویگا۔ یعنی پھر اس دنیاوی تعلق سے چھوٹکر قلب کی راہ پر چلوگے جو کہ راہ حق
ہے۔ آگے اس چھوٹنے بعد وصل ہو جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شیر خوارہ چون ز دایہ بگسلد لوت خوارہ شد مر او را مے ہلد

یعنی شیر خوار بچہ جب دایہ سے الگ ہو جاتا ہے تو وہ غذا خوار ہو جاتا ہے اور اس (دودھ) کو چھوڑ دیتا ہے (اور اگر اس شیر مادر کو ترک نہ کرتا تو آج یہ قسم قسم کی غذائیں کہاں سے کھاتا)

بستہ شیر زمینے چون حبوب — جوئے فطام خویش از قوت القلوب

یعنی تو اس زمین کے دودھ میں بندھا ہوا ہے دانوں کی مانند تو تو اس سے فطام کو قوت القلوب سے تلاش کر مطلب یہ کہ جس طرح حبوب زمین سے غذا حاصل کر کے نشوونما حاصل کرتے ہیں اسیطرح تم اس دنیا سے غذا حاصل کر رہے ہو تو تم اس دودھ کے چھوٹنے کی تدبیر کو قوت القلوب یعنی حضرت حق سے تلاش کرو کہ پھر اسکے مقتضیات سے نکلکر دوسری غذا حاصل ہو گی۔

قوت حکمت خور کہ شد نور ستیر — اے تو نور بے حجب را نا پذیر

۲۵۲ یعنی تو حکمت کی غذا کہا کہ وہ نور مستور ہے اسے وہ شخص کہ تو نور بے حجاب کو نا پذیر ہے اور جب غذائے حکمت کھاؤ گے تو یہ ہو گا کہ۔

تا پذیرا گردی اے جان نور را — تا بہ بینی بے حجب مستور را

یعنی اے جانان تاکہ تم نور کے قابل ہو جاؤ اور تاکہ اس مستور کو بے حجاب ہو کر دیکھو یعنی اگر تم قوت حکمت کو حاصل کرو گے تو پھر تمہارے اندر اس نور کے قبول کی قابلیت ہو جاویگی اور یہ ہو گا کہ۔

چون ستارہ سیر بر گردون کنی — بلکہ بے گردون سفر بیچون کنی

یعنی ستارہ کیطرح تم آسمان پر سیر کرو گے بلکہ بے سماں کے سفر بے کیف کرو گے مطلب یہ کہ پھر تم کو عالم ملکوت سے تعلق ہو جاویگا اور اسوقت تم کو عروج اور سیر میں کسی کیف کی ضرورت نہ ہو گی بلکہ بے کیف تمہاری سیر ہو گی آگے اس سیر کی ایک مثال بتاتے ہیں کہ

پسیر کوئی عجیب نہیں ہے بلکہ تم ایک دفعہ کر بھی چکے ہو فرماتے ہیں کہ۔

آنچنان کز نیست در ہست آمدی ہین بگو چون آمدی مست آمدی

یعنی جس طرح کہ تو نیست سے ہست میں آیا ہاں ذرا کہہ کہ تو کسطرح مست آیا مطلب یہ کہ جسطرح اول عدم سے وجود میں آنے کہ انکی کیفیت تم کو معلوم ہے کچھ بھی نہیں بس صرف تم اسوقت مست تھے کچھ خبر نہ تھی صرف حضرت حق پہ نظر تھی اسیطرح اگر اب مست ہو جاؤ گے تو تم کو اب بھی اسیطرح سیر حاصل ہو جاوے گی ہاں اب اتنا ضرور ہو گیا ہے کہ۔

راہہائے آمدن یادت نماند لیک رمزے بر تو بر خواہیم خواند

یعنی تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے لیکن ہم ایک رمز اس میں سے تجھے بتا دینگے یعنی ہم ان راہ کا کچھ پتہ دینگے۔ لہذا اب یہ کر کہ۔

۲۵۳ **ہوش را بگذار انگہ ہوش دار گوش را بربند وانگہ گوش دار**

یعنی (اُس) ہوش (ظاہری) کو چھوڑ اور پھر ذرا ہوش رکھ اور (ان ظاہری) کانوں کو بند کر اسوقت کان لگا۔ مطلب یہ کہ ان رموز کے سننے کے لئے ان حواس ظاہری کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حواس قلب اور حس باطن کی ضرورت ہے لہذا اُن حواس کو کھول اور انکو بند کر چونکہ مولانا غایت جوش مین تھے اسلئے یہ تو کہدیا کہ ہم تم سے کہتے ہیں مگر پھر سنبھلے اسلئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

می نگویم زانکہ تو خامی ہنوز در بہاری و ندیدستی تموز

یعنی میں نہیں بتاتا اسلئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی بہار میں ہے تموز کو نہیں دیکھا ہے مطلب یہ کہ چونکہ ابھی تم خام ہو اسلئے ہم تم سے بیان نہیں کرتے اسلئے کہ غالب احتمال غلطی کا ہے اب تم بہار میں تو آگئے ہو مگر ابھی گرمی نہیں پڑی کہ تم کو سینک کر پختہ بنا دیں اسلئے ابھی کچے

ر بگئے ہو آگے اس خامی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

این جہان ہمچون درخت است ای کرام　　ما برو چون میوہائے نیم خام

یعنی اے کرام یہ جہان ایک درخت کی مانند ہے اور ہم اسپر مانند ادھکچرے میووں کے ہیں

سخت گیرد خامہا در شاخ را　　زانکہ در خامے نشاید کاخ را

یعنی کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے ہیں اسلئے کہ خامی کی حالت میں وہ محلونکے لائق نہیں ہیں (لہذا درخت ہی کو خوب پکڑے ہوتے ہیں)۔

چون بپخت و گشت شیرین لب گزان　　سست گیرد شاخہا را بعد ازان

یعنی جبکہ پختہ ہوگیا اور شیرین تو (اپنی پہلی حالت خامی پر) لب کاٹتا ہوا اسکے بعد شاخون کو
بہت سست پکڑتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ جہان تو درخت ہے اور ہم اسپر میوے ہیں تو میوہ ۲۵۴
جبتک خام رہتا ہے شاخ کو مضبوط پکڑے رہتا ہے اسلئے کہ وہ ابھی اس قابل نہیں ہوا ہے کہ محلوں میں جاکر نازنینوں کے منہ سے لگے اس طرح ہم جبتک خام ہیں اسوقت تک اس جہاں مین خوب مضبوط جکڑے ہوتے ہیں اور اس سے الگ نہیں ہوتے اسلئے کہ ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ عالم غیب میں جاکر ملکوت میں ملیں تو اگر کوئی شخص اس میوہ نیم خام کو درخت سے الگ کرکے محل میں لیجاوے تو یہ ہوگا کہ اتنے سے بھی جاویگا اور بالکل ہی سڑ جاویگا۔ اسیطرح اگر اس حالت میں ہم سے علوم و معارف بیان کر دئے جاویں تو ابھی اس قابل تو ہوئے نہیں کہ انکو سمجھ سکیں لہذا اتنے ایمان سے بھی جاوینگے اور شاید نوبت (نعوذ باللہ) کفر کی آجاوے ہان جب میوہ پختہ ہوجاتا ہے تو اب وہ شاخ سے برائے نام ہی لگا ہوا ہوتا ہے ذرا سی ٹھیس سے نیچے آرہتا ہے اسیطرح جب ہم پختہ ہوجاوینگے تو اسوقت ہم کو ذرا سی حرکت کی ضرورت ہوگی کہ اس حرکت سے سب مراحل طے ہوجاویں اور میوہ پختہ جب ہوتا ہے کہ اسپر گرمی پڑے تو وہ گرمی اسکو سینک سینک کر پکا دیتی ہے اسیطرح ہم

پختہ جب ہو سکتے ہیں جبکہ مجاہدات وریاضات کریں لہذا مولانا نے یہاں سے مجاہدہ کی بھی ترغیب دی ہے لہذا جب مجاہدہ کرکے صفائی حاصل ہوگی اور فہم میں ترقی ہو جاوے گی اسوقت ذرا سے اشارہ سے یہ علوم حاصل ہو سکتے ہیں اور ذوق سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جس مضمون کو بیان کرتے کرتے ہماری خامی کی وجہ سے رک گئے ہیں وہ مضمون ظلیت کا ہے کہ تمام مخلوق ظل ہے حق تعالے کی تو چونکہ یہ مضمون بہت ہی نازک تھا اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ احتمال غالب غلطی کا تھا آگے اس مثال کو خود ممثل لہ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

چون ازان اقبال شیرین شد دہان سرد شد بر آدمی ملک جہان

یعنی جبکہ اس اقبال حق سے منہ میٹھا ہو گیا تو آدمی پر یہ ملک جہان سرد ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جب انسان کو عالم غیب کی شیرینی میسر ہو جاتی ہے تو یہ تمام جہان اسکی نظر میں ہیچ ہو جاتا ہے اور اسکا دل اس سے سرد ہو جاتا ہے بس ذرا سے اشارہ میں وصل حق ہو جاتا ہے
۲۵۵ پھر یہ تمام علوم و معارف اسکے سامنے مثل آئینہ کے ہوتے ہیں۔

سخت گیری و تعصب خامی است تا جنینے کار خون آشامی است

یعنی (اس جہان کو) مضبوط پکڑنا یہ خامی ہے اور تم جبتک جنین ہو تمہارا کام خون پینا ہی ہے مطلب یہ کہ تم جو اس دنیا میں منہمک ہو یہ علامت ہو اسکی کہ ابھی خامی تمہارے اندر موجود ہو تب تو اس میوۂ خام کی طرح چپکے ہو اور جب تک اس دنیاوی لذات میں ہو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جنین ہو کہ اس ناپاک شے کو استعمال کر رہے ہو ورنہ اگر تم پختہ ہوتے یا انسان کامل ہوتے تو کیون اس دنیا میں اس طرح لگے ہوتے اور اس مردار کو کیوں منہ لگاتے تو بس مجاہدہ کرو کہ اس سے صفائی قلب میں پیدا ہو کر کام بنجاویگا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چیز دیگر ماند اما گفتنش با تو روح القدس گوید بے منش

یعنی ایک اور چیز بھی رہگئی ہے لیکن اسکے نہ کہنے کی وجہ یہ ہو کہ تجھ سے اسکو روح القدس

بلا میرے فرمادینگے روح القدس سے مراد وسائط فیض مطلب یہ کہ ہم ان علوم کو تو بیان نہیں کر سکتے مگر ہاں ایک چیز ہے کہ جو تم کو خود حاصل ہو جاویگی مگر اسمیں میرے واسطہ کی ضرورت نہیں ہے وہ تم کو خود حاصل ہو جاویگی اور وہ وجدان ہے کہ جسکے ذریعہ سے علوم و معارف کو حاصل کر سکتے ہو اب اسکا حاصل یہ ہوا کہ مجاہدہ کرو کہ اس سے قلب میں صفائی ہوگی اور پھر اس قابل ہو جاؤ گے کہ یہ علوم جنکو آج خامی کی وجہ سے سمجھ نہیں سکتے ہو انشاء اللہ تم کو خود حاصل ہونگے یہاں تو مولانا نے فیض بذریعہ وسائط کو حاصل ہونے کو کہا ہے آگے بطور اضراب کے فرماتے ہیں کہ . نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن الخ

شرح حبیبی

نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن　　بے من و بے غیر من اے ہم تو من ۲۵۶

ہمچو آن وقتے کہ خواب اندروی　　تو زپیش خود بہ پیش خود شوی

بشنوی از خویش و پنداری فلاں　　با تو اندر خواب گفتست آن نہاں

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق　　بلکہ گردونی و دریائے عمیق

آن توی زفتست کان نہصد توست　　قلزم ست و غرقہ گاہ صد توست

خود چہ جائے حد بیداری و خواب　　دم مزن واللہ اعلم بالصواب

اوپر بیان کیا تھا کہ وہ اسرار تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہونگے اب ترقی کر کے
فرماتے ہیں کہ کیسے وسائط بلکہ تو خود اسرار کو اپنے کان میں بیان کریگا نہ میں بیان کرونگا
نہ میرا غیر تم یہ شبہ نہ کرنا کہ میں بھی تو آپ کا غیر ہوں جب میں خود بیان کرونگا تو آپ کے
غیر نے تو بیان کیا پھر بے غیر من کہاں درست ہوا کیونکہ تو میرا غیر نہیں بلکہ تو اور میں توافق
اغراض کے اعتبار سے یا اسلئے کہ ہم دونوں ایک ظاہر کے مظاہر اور ایک ہی حقیقت اصطلاحیہ
یعنی اسماء الٰہیہ کے افراد اصطلاحیہ یعنی مظاہر ہیں تو ہم اور تم متغائر نہ ہوتے ہیں اب کوئی اشکال
نہ رہا نیز یہ بھی شبہ نہ کرنا کہ میں اپنے کان میں کیونکر کہہ سکتا ہوں اسلئے کہ تم جب خواب
دیکھتے ہو تو تمہیں دیکھتے ہو کہ میں فلاں کے پاس گیا اور اس نے مجھ سے یہ کہا وہ دوسرا شخص
کون ہوتا ہے خود تمہاری ہی روح جو اس صورت میں متمثل ہو کر تم کو نظر آتی ہے پس دیکھو تم
خود اپنے پاس جاتے ہو علیٰ ہذا جو تم سے خواب میں کچھ کہتا ہے وہ کون ہوتا ہے وہ بھی تمہاری
روح جو اس شکل کے ساتھ متمثل ہوتی ہے پس دیکھو تم خود اپنے سے سنتے ہو لیکن تم کو اس
عینیت کا احساس نہیں تم یہی سمجھتے ہو کہ میں فلاں کے پاس گیا اور فلاں نے مجھ سے بیان ۲۵۷
کیا پس یوں ہی سمجھ لو کہ وہ وسائط خود تم ہی ہوگے اسلئے کہ وہ واسطہ خود تمہاری حقیقت
اصطلاحیہ ہوگا یعنی اسم الٰہی تم کو واقعہ خواب سے آگاہ ہو کر متحیر نہ ہونا چاہیئے اسلئے کہ تم ایک ہی
شے نہیں ہو بلکہ تم تو آسمان اور بڑے گہرے سمندر ہو کہ ہزاروں عجائبات کو اپنے اندر
لئے ہو مگر تمہیں اپنے کمالات کی خبر نہیں اسلئے ذرا سی عجیب بات سنکر متحیر ہو جاتے ہو۔
آدمی تو وہ بڑی نہ ہے جو سیکڑوں تہیں اپنے اندر رکھتا ہے بلکہ وہ تو ایک سمندر ہے جس میں
سیکڑوں تہیں غرق ہو جائیں یعنی انسان تو تمام حقائق موجودہ کا جامع ہے ایک بیداری
و خواب کیا چیز ہیں اور انکا اجتماع ایک وقت میں جیسا کہ واقعہ خواب سے ظاہر ہوتا ہے
کہ آدمی سوتا بھی ہے اور بیداری کا کام بھی کرتا ہے یعنی آتا جاتا بھی ہے بولتا اور سنتا بھی ہے
وغیرہ وغیرہ کیا تعجب کی بات ہے اس سے تو اس سے بڑی عجائبات کا ظہور بھی تعجب خیز
نہیں پس تم کو ان واقعات میں شکوک و شبہات نہ کرنے چاہئیں اور خاموشی کے ساتھ
ان کو سننا اور ماننا چاہیئے مضمون ختم ہوا اور خدا اسکی صحت سے خوب واقف ہے کہ

سب صحیح ہے یا کہیں لغزش ہوگئی ہے اسکے بعد خاموشی کے نتائج بتلاتے ہیں۔

شرح شبیری

نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن — بے من و بے غیر من اے ہم تو من

یعنی نہیں تو اپنے ہی کان میں کہے گا بے میرے اور بے میرے غیر کے اے وہ شخص کہ میں بھی تو ہے مولانا کی یہ ایک تعبیر ہے جسکا عنوان مولانا نے یہ اختیار کیا ہے اول معنوں کو سمجھ لو پھر یہ بھی سمجھ میں آجاویگا بات یہ ہے کہ صوفیہ اسکے تو قائل ہیں ہی کہ عالم میں جسقدر فیض جس کسی کو بھی ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی اسم الہی کا ظہور ہوتا ہے تو وہ اسم ظاہر اور یہ شخص اسکے لئے مظہر ہوتا ہے اور صوفیہ کی یہ بھی ایک اصطلاح ہے کہ وہ اس اسم ظاہر کو اس شخص کی حقیقت کہدیا
۲۵۸ کرتے ہیں مثلاً ایک شخص کو ہدایت ہوئی تو یہ حضرات فرماتے ہیں کہ اسکے اندر اسم ہادی کا ظہور ہوا اور اسم ہادی اس شخص کی حقیقت ہے پھر ان اسماء کا جو ظہور ہوتا ہے اور ان سے جو فیض ہوتا ہے وہ اول تو بواسطہ مخلوق کے ہوتا ہے مگر ایک وہ وقت آتا ہے کہ اس شخص کو خود حق سبحانہ تعالے سے فیض ہونے لگتا ہے اور وہ اسماء بلا واسطہ کسی کے خود اس شخص کے اندر ظہور کرتے ہیں اور اسکو مستفیض کرتے ہیں تو اسوقت میں یہ حضرات کہتے ہیں کہ یہ شخص خود اپنی حقیقت سے یعنی اس اسم سے جو کہ اسکے اندر ظہور کر رہا ہے مستفیض ہو رہا ہے تو اس مرتبہ میں گویا کہ شخص یہ خود اپنی ہی ذات سے مستفیض ہو رہا ہے اور علوم و معارف خود بخود اسکو حاصل ہونے لگتے ہیں بس مولانا اسیکو فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کہا تھا کہ تم کو وہ وجدان حاصل ہو جاویگا اور اسمیں میری تو ضرورت نہ ہوگی مگر اور وسائط فیض کی ضرورت ہوگی اب فرماتے ہیں کہ ایک وہ مرتبہ آویگا کہ اسمیں نہ میری اور نہ میرے غیر کی کسیکی بھی ضرورت نہ ہوگی یعنے مخلوق کا واسطہ ہی نہ رہیگا پس بلا واسطہ حضرت حق سے فیض ہونے لگے گا اسیکو تعبیر اسطرح فرمایا کہ تم اپنے کان میں خود بات کہو گے یعنی اپنی اس حقیقت سے مستفیض ہوگے کہ وہ حقیقت خود تم ہی ہو

اسلئے کہ وہ تمہاری حقیقت ہے اور اس حقیقت کے وہ معنی نہیں جیسے کہ انسان کے لئے حیوان ناطق حقیقت ہوتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اندر ظہور کئے ہوئے ہوگا اور اُس سے تم کو فیض ہوگا اور اسیکی طرف مولانا نے یہیں اشارہ کر دیا ہے فرماتے ہیں کہ اے ہم تو من یعنی اس مرتبہ حقیقت میں میں اور تو دونوں ایک ہیں مثلاً دو شخص ہیں اور دونوں میں اسم ہادی کا ظہور ہوا تو اس مرتبہ میں ان دونوں کی حقیقت کو ایک ہی کہا جاویگا اور کہیں گے کہ یہ دونوں مرتبہ حقیقت میں ایک ہیں ہاں خصوصیات کے لحاظ کرنے سے ان میں تغائر آگیا ہے ورنہ وہ اس مرتبہ میں ایک ہی ہیں اور بعض بزرگ جو فرماتے ہیں کہ میاں شیخ کی حقیقت مرید کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب جو ان اصطلاحات سے ناواقف ہے اسکو تعجب ہوتا ہے اور وہ شیخ کو حاضر و ناظر سمجھکر کفر میں مبتلا ہوتا ہے حالانکہ انکا مقصود یہ ہوتا ہے کہ شیخ کی حقیقت جو کہ اسم ہادی ہے وہ انسان کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب دیکھ لو یہیں کوئی اشکال نہیں ہے تو مولانا کی تعبیر اور ہے۔ اور مقصود مولانا کا یہ ہے جو کہ اب تقریر کرنے سے بحمد اللہ واضح ہوگیا
اصل توجیہ یہ ہے یہیں بعض نے غلو کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ شجر میں سے جو موسیٰ علیہ السلام ۲۵۹
کو آواز آئی تھی وہ بھی خود اُن کی حقیقت تھی وہ حق تعالےٰ کا نور نہ تھا اور کسی قسم کی باتیں کہتے ہیں تو یہ سب واہیات ہے بس اصل صرف یہ ہے جو بیان کی گئی ہے آگے تقریب کے لئے اسکی ایک مثال بھی فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو آن وقتے کہ خواب اندر روی　　تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی

یعنی جیسے کہ تم جسوقت کہ سو جاتے ہو تو اپنے ہی سامنے سے اپنے سامنے ہوتے ہو۔

بشنوی از خویش و پنداری فلان　　باتو اندر خواب گفتست آن نہان

یعنی اپنے ہی سے باتیں سنتے ہو اور سمجھتے ہو کہ فلاں نے تم سے خواب میں وہ پوشیدہ بات کہی ہے مطلب اسکا یہ سمجھو کہ یہ حال کل خوابوں کا نہیں ہے بلکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں یہ شخص دیکھتا ہے کہ خود یہی شخص سامنے سے آرہا ہے تو یہ اپنے وجود کو خود ہی

سامنے سے دیکھ رہا ہے وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ روح اشکال متفرق میں متشکل ہوتی ہے اور وہ اسکی روح دوسری شکل میں متشکل ہوکر اسکے سامنے آجاتی ہے اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ شخص کسی دوسرے کو دیکھتا ہے کہ اس نے اس سے یہ کہا مگر وہ خود اسکی روح ہوتی ہے کہ وہ دوسری صورت میں متشکل ہوگئی ہے اور بعض مرتبہ جسکو اس نے دیکھا ہے خود اسکی روح ہی ہوتی ہے تو مولانا ان بعض حالات کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ یہ شخص خود اپنی روح کو دوسری شکل میں متشکل دیکھکر اسکو دوسرا سمجھے ہوئے ہے مگر وہ خود اسکی روح ہے اور یہ اکثر طلباء کو ہوتا ہے کہ وہ مثلاً ایک مضمون کا مطالعہ دیکھتے دیکھتے سوگئے اور وہ مطالعہ میں انکو حل نہ ہوسکا تو انکو خواب میں حل ہوجاتا ہے تو یہ جو حل کرنے والا ہے یہ خود اس شخص کی روح ہے کہ بعد سونے کے اسکے اندر یکسوئی پیدا ہوئی اور اس نے دوسری صورت میں متشکل ہوکر اسکو فیض پہنچایا تو دیکھو جسطرح کہ یہاں خود اس شخص کی حقیقت اسکو فیض پہنچا رہی ہے اسیطرح وہاں بھی اسکی حقیقت اسکو فیض پہنچاتی ہے اور یہ تو عالم ملکوت کی حالت ہے ہمیں تو اگر ایسا ہوجاوے تو
۲۶۰ کچھ بعید نہیں ہے بزرگوں کے قصے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم ناسوت میں بھی انکو ایسا پیش آتا ہے ایک بزرگ کی بابت لکھا ہے کہ انکی شکایت قاضی کے یہاں سماع سننے کی ہوئی تو قاضی نے محتسب کو روانہ کیا تاکہ احتساب کرے جب وہ قریب آیا تو وہ حضرت سامنے تشریف لائے اور انکی ستر صورتیں تھیں اور بولے کہ لو اپنے مجرم کو پہچان لو تو دیکھو یہ جسقدر صورتیں تھیں ساری ان بزرگ کی روح کی شکلیں تھیں اور بہت سے قصے ایسے ہیں تو پھر اگر ملکوت میں کہا جاوے کہ روح انسان مختلف اشکال میں ظاہر ہوجاتی ہے تو کیا حرج ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان ایک نہیں ہے بلکہ اسکے اندر ایک بہت بڑا عالم ہے کہ جسکی مختلف اشکال ہیں اسکو فرماتے ہیں کہ۔

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق — بلکہ گردونی و دریائے عمیق

یعنی تو ایک تو نہیں ہے اے اچھے ساتھی بلکہ تو تو گردون ہے اور دریائے عمیق ہے مطلب کہ اے انسان تو مرتبہ روح میں ایک تو نہیں ہے بلکہ تیرے اندر بہت سے اعتبارات ہیں۔

(باقی آئندہ)

اشتراط قبول الهدیۃ بعدم الاشراف والانتظار

الحديث في الصحيحين من حديث عمرؓ ما اتاك من هذا المال وانت غير مشرف ولا سائل فخذه الحديث **ف** فيه بعض الادب بقبول الهدية من اشتراط بعدم الاشراف وعلامته التاذی بعدم اتيانه

الحديث للسائل حق وان جاء على فرس ابو داؤد من حديث الحسين بن علی ومن حديث علی وفی الاول يعلی بن ابی يحيى جهله ابو حاتم ووثقه ابن حبان وفی الثانی شيخ لم يسم وسكت عليهما ابو داؤد وما ذكر ابن الصلاح فی علوم الحديث انه بلغه عن احمد بن حنبل قال اربعة احاديث تدور فی الاسواق

حدیث صحیحین میں ہے حضرت عمرؓ کی حدیث سے کہ جو مال تمہارے پاس اس حالت میں آوے کہ تم کو نہ اوس کا انتظار ہوا اور نہ تم اوس کا سوال کرو تو اوسکو لے لیا کرو **ف** اس حدیث میں قبول ہدیہ کا ایک ادب ہے یعنی اوسمیں شرطیہ ہے کہ اوس کا انتظار نہ ہو اور انتظار کی یہ علامت ہے کہ اوس مال کے نہ آنے سے اسکو ناگواری ہو۔

حدیث سائل کا حق ہے اگرچہ وہ گھوڑے پر آوے روایت کیا اسکو ابو داؤد نے حسین بن علیؓ کی حدیث سے اور نیز حضرت علی کی حدیث سے اور اوّل طریق میں یعلی ابن ابی یحییٰ ہیں جسکو ابو حاتم نے مجہول کہا ہے اور ابن حبان نے اوس کی توثیق کی ہے اور دوسرے طریق میں ایک شیخ ہے جس کا نام معلوم نہیں ہوا اور دونوں طریق کی حدیثوں پر ابو داؤد نے سکوت کیا ہے (تو ثابت ہوا کہ حدیث بے اصل نہیں) اور ابن الصلاح نے جو علوم حدیث میں (اس کے خلاف) ذکر کیا ہے کہ اونکو احمد بن حنبل سے یہ خبر پہونچی کہ چار حدیثیں ہیں جو بازاروں میں

125

ليس لها اصل منها للسائل
حق الحديث فانه لا يصح عن
احمد فقد اخرج حديث
الحسين بن علي في مسنده
ف فيه عدم الحكم بالقرائن
الظنية فيما يضر صاحبه ككون
السائل غنيا وهو من
اخلاق القوم ـ
الحديث لما قال له
حارثة انا مؤمن حقا
فقال وما حقيقة ۱۲۶
ايمانك الحديث البزار
من حديث انس
والطبراني من حديث
الحارث بن مالك و
كلا الحديثين ضعيف
وتمامه قال عزفت[1] نفسي
فاستوى عندي حجرها
وذهبها وكاني
بالجنة والنار وكاني

[1] في القاموس عزفت نفسي عنه زهدت فيه وانصرفت عنه او ملّته ۱۲م

عدم الحکم بالقرائن الظنیۃ

وارد ہیں جن کی کوئی اصل نہیں انہیں سے
ایک یہ ہے **للسائل حق** الخ تو یہ قول احمد سے
صحیح نہیں ہے کیونکہ خود احمد نے اس حدیث
کو اپنی مسند میں حسین بن علی سے روایت
کیا ہے **ف** اس میں یہ مضمون ہے کہ صاحب
معاملہ کو جس میں ضرر ہو ایسے قرائن ظنیہ
پر حکم نہ کرنا چاہیئے جیسے سوال دیکھ کر اسکو
غنی سمجھ لیا جاوے اور یہی عادت ہے صوفیہ کی
حدیث جب آپ سے حارثہ نے عرض کیا
کہ میں مومن ہوں آپ نے فرمایا تمہارے
ایمان کی حقیقت کیا ہے الخ روایت کیا
اسکو بزار نے حدیث انس سے اور طبرانی
نے حدیث حارث بن مالک سے اور دونوں
حدیثیں ضعیف ہیں اور تتمہ حدیث کا یہ ہے
کہ حارثہ نے (حقیقت ایمان کے سوال
کے جواب میں) عرض کیا کہ میرا نفس دنیا
سے ہٹ گیا پھر میرے نزدیک دنیا کا
سنگ اور زر برابر ہو گیا اور (مجھکو
مشاہدہ قلب سے نہ کہ مشاہدہ عین سے
ایسا معلوم ہوتا ہے) گویا میں جنت و
دوزخ پر مطلع ہوں اور گویا میں اپنے

بعرش ربی بارزا
فقال صلی الله علیه
وسلم عرفت فالزم
عبد نور الله قلبه
بالایمان ف فیه
صفات الکاملین
ومعنی الحدیث اورده
الرومی فی مثنویه
بعد اربعة اخماس
من الدفتر الاول مع
معنی الحدیث الاول من کتاب
الخوف والرجاء وخلط بینهما
مع تعددهما وسأذکرهما فی الشطر
الباقی عن غیر العراقی مفصلا
ان شاء الله تعالی وفیه عوف
ابن مالك مکان
حارثة
الحدیث الطبرانی من
روایة ابی العالیة ان
العباس بنی غرفة
فقال له النبی صلی الله

پروردگار کے عرش پر مطلع ہوں کہ نمایاں
ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
(واقعی) تمکو معرفت حاصل ہو گئی بس اسی
جمے رہو (اور اونکی نسبت یہ بھی فرمایا کہ)
یہ ایک بندہ ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے
قلب کو ایمان سے منور فرمایا ہے ف اس میں
صفات کاملین کی مذکور ہیں اور اس
حدیث کے مضمون کو مولانا رومی اپنی
مثنوی میں دفتر اول کے چار خمس کے بعد لائے
ہیں مع مضمون اوس حدیث کے جو کتاب
الخوف میں سب سے پہلی حدیث ہے اور
دونوں حدیثوں کو ایک کر دیا حالانکہ
دونوں الگ الگ ہیں (مگر اس سے
اصل مقصود میں کوئی خلل نہیں ہوا) اور
اس تعدد کی تحقیق انشاء اللہ تعالی شطر باقی
یعنی غیر العراقی میں آوے گی اور اوس میں
بجائے حارثہ کے عوف بن مالک ہیں
127 حدیث طبرانی نے ابوالعالیہ کی
روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت
عباس نے ایک بالاخانہ (بلا ضرورت
بنایا تہا ورنہ بضرورت خود حضور کے یہاں

حدیث نمبر ۱۲۱

عليه وسلم اهدمها الحديث
وهو منقطع وحديث مر
بجنبذة معلاة فقال
لمن هذه قالوا لفلان
فلما جاءه الرجل اعرض
عنه الحديث ابو داؤد
من حديث انس باسناد
جيد بلفظ فرأى قبة
مشرفة وتمامه فلم
يكن يقبل عليه كما كان
۱۲۸ فسأل الرجل اصحابه عن
تغير وجهه صلى الله عليه
وسلم فاخبر فذهب فهدمها
فمر رسول الله صلى الله عليه
وسلم بالموضع فلم يرها
فاخبر بانه هدمها فدعا له بالخير

ذم التكلف والترفع
ذم تکلف اور ترفع

ف فيهما ذم للتفاخر
والترفع والتكلف فوق الحاجة
والمسئلة كالمتفق
عليه بين الفنين
علماً وعملاً (باقی آئندہ)

بالاخانہ تھا) اون سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا اسکو منہدم کرادو الخ اور یہ حدیث
منقطع ہے اور یہ حدیث کہ آپ ایک
بلند قبہ پر گذرے اور پوچھا کہ یہ کس کا ہے
لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں کا ہے جب
شخص آپکے پاس حاضر ہوا آپنے اوس سے
مونہ پھیر لیا اس حدیث کو ابوداؤد نے
حدیث انس سے باسناد جید نقل کیا ہے
ان الفاظ سے کہ حضور نے ایک بلند قبہ
دیکھا اور تتمہ اوسکا یہ ہے کہ آپ (آنے
کے وقت) اوس کی طرف ایسے متوجہ
نہیں ہوئے جیسے پہلے ہوتے تھے اوس نے
اپنے دوستوں سے یا آپکے اصحاب سے آپکے رخ بدلنے
کی وجہ پوچھی۔ لوگوں نے بتلادیا اوس نے جاکر
اوسکو منہدم کردیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اوس
موقع پر گذر ہوا تو اوسکو نہ دیکھا اور آپ کو خبر دی
گئی کہ اوس شخص نے اوسکو منہدم کردیا آپنے اوسکے
لئے دعائے خیر فرمائی **ف** ان دونوں حدیثوں
میں مذمت ہے تفاخر اور ترفع اور تکلف زائد
از حاجت کی اور یہ مسئلہ علماً وعملاً اہل طریق
میں مثل متفق علیہ کے ہے (باقی آئندہ)

حاشیہ حکایت (۹۶) **قولہ** مذہب یہ تھا اجلوا **قول** یہی ارشاد ہے حضرت عمرؓ کا ابھموا ما ابھمہ اللہ تعالیٰ مگر یہ علوم محضہ میں ہے اور جن علوم کا تعلق اعمال سے ہے اُن میں تفصیل وتفسیر کا ضروری ہونا تمام علماء کا مجمع علیہ ہے (**شت**)

(۹۷) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے پہلے خادم میاں کریم اللہ تھے جب میاں کریم اللہ کا انتقال ہوگیا تو انکے بجائے اُنکے بیٹے میاں عیدو شاہ صاحب کی خدمت کرنے لگے یہ میاں عیدو فرماتے تھے کہ جو شخص شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں جامع مسجد (دہلی) کے امام تھے وہ بیان فرماتے تھے کہ ایک بخاری بزرگ جامع مسجد میں آکر ٹھیرے اور کئی روز تک ٹھیرے رہے یہ صاحب اسقدر نیک تھے کہ انکا مستحب تک ترک نہ ہوتا تھا۔ اشراق چاشت صلوٰۃ الاوابین تک پر مداومت کرتے تھے میں نے ان کو دریافت کیا کہ آپ کس غرض سے تشریف لاتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ میں یہاں کے بزرگوں سے ملنے آیا ہوں مگر نہ مجھے یہ معلوم ہے کہ یہاں کون کون بزرگ ہیں اور نہ یہ کہ وہ کہاں کہاں
رہتے ہیں اور نہ میری کسی سے شناسائی ہے کہ وہ رہبری کرے میں نے کہا کہ یہاں کے ۱۱۳
بزرگوں سے میں آپ کو ملاؤنگا مگر اتنی درخواست ہے کہ آپ عارف ہیں جن جن بزرگوں کی جو جو کیفیت جناب کو معلوم ہو اسکو مجھ سے بیان فرمادیا جاوے انھوں نے اسکو منظور فرمایا میں اول انکو شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں لے گیا شاہ غلام علی صاحب بہت مدارات سے پیش آئے اور یہ بزرگ انکی خدمت میں دیر تک رہے جب ہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے دریافت کیا کہ حضرت فرمائیے کیا کیفیت ہے آپ نے فرمایا کہ کچھ نہ پوچھو بہت بڑا شخص ہے میں کوئی ولایت نہیں دیکھتا جسمیں اسکے طریقت کی نہریں نہ بہتی ہوں اسکے بعد میں انکو شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت میں لے گیا وہاں بھی بہت دیر تک بیٹھے جب وہاں سے رخصت ہوئے تو میں نے عرض کیا کہ ان کی کیفیت بیان فرمائیے انھوں نے فرمایا اللہ اکبر یہ تو شاہ غلام علی صاحب سے شریعت میں بھی بڑھے ہوئے ہیں اور طریقت میں بھی انکی شریعت کی نہریں میں تمام عالم میں دیکھتا ہوں اور ان کو اللہ تعالیٰ ایک زمانہ تک قائم رکھے گا اسکے بعد میں انکو شاہ عبدالقادر صاحب کی خدمت میں لے گیا وہاں بہت

ہیبت زدہ بیٹھے اور تھوڑی دیر بیٹھے وہان سے واپسی مین میں نے ان کی کیفیت دریافت کی تو انھوں نے فرمایا کہ اسکی حالت میں کچھ نہیں بیان کرسکتا کیونکہ جب میں نے اکبری مسجد کی سیڑھیوں پر قدم رکھا ہے تو جو کچھ میرے پاس تھا سب سلب ہوگیا اور میں کورا رہگیا اور جب واپس ہوکر سیڑھیون پر آیا تو پھر مجھے ملگیا۔

حاشیہ حکایت (۹۷) قولہ سب سلب ہوگیا اقول یہ مغلوبیت ہوتی ہے بشکل مسلوبیت جیسے نور کواکب نور شمس سے کالعدم ہوجاتا ہے (**ش**ت)

(۹۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب مولوی محمود بخاری مولوی اعلم علی صاحب فرماتے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں کسی شخص پر جن آیا اسکے قرابت دار اسکو شاہ عبدالعزیز صاحب شاہ غلام علی صاحب اور دوسرے بزرگون کے پاس لے گئے اور سب نے جھاڑ پھونک گنڈے تعویذ کئے مگر کچھ افاقہ نہ ہوا اتفاق سے شاہ عبدالقادر صاحب اسوقت دہلی میں تشریف نہ رکھتے تھے جب شاہ صاحب تشریف لائے تو انکی طرف بھی رجوع کیا شاہ صاحب نے جھاڑ دیا وہ اسی روز اچھا ہوگیا جب شاہ عبدالعزیز صاحب کو اسکی اطلاع ہوئی تو آپ نے شاہ صاحب سے پوچھا میان عبدالقادر تم نے کونسا عمل کیا تھا انھوں نے فرمایا کہ حضرت میں نے تو صرف الحمد پڑھ دی تھی اسپر شاہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ کسی خاص ترکیب سے پڑھی تھی انھون نے فرمایا کہ ترکیب کوئی نہیں فقط یا جبار کی شان میں پڑھ دی تھی۔ اھ (میں نے خانصاحب سے اس جملہ کا مطلب پوچھا انھوں نے فرمایا کہ مطلب میں بھی نہیں سمجھا راویوں نے یہی الفاظ فرماتے تھے) ۱۱م

حاشیہ حکایت (۹۸) قولہ مطلب میں بھی نہیں سمجھا اقول احقر کے ذہن مین جو بے تکلف مطلب آیا اسکو بسبیل احتمال عرض کرتا ہوں کہ کاملین میں ایک درجہ ہے ابوالوقت کہ وہ جس وقت جس تجلی کو چاہیں اپنے اوپر وارد کرلیں کذا سمعت مرشدی رہ پس عجب نہیں کہ حضرت شاہ صاحب نے اسوقت اپنے پر جبار کی تجلی کو وارد کیا ہو اور اسکی مظہریت کی حیثیت سے اسکو توجہ سے دفع فرمادیا ہو (**ش**ت)

(۹۹) خانصاحب نے فرمایا کہ قاری عبدالرحمن صاحب پانی پتی اور مولوی عبدالقیوم

صاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحب کے زمانہ میں دلّی مین ایک عرب عالم تشریف لائے ایک امیر نے ان سے مولود پڑھنے کی درخواست کی انھون نے منظور فرمالیا اُسکے بعد وہ امیر شاہ اسحٰق صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا اور آکر عرض کیا کہ میرے یہاں میلاد ہے حضور بھی تشریف لائیں اگر حضور تشریف لائینگے تو میں ان عالم مولود خوان کو سات سو روپیہ دونگا ورنہ کچھ نہ دونگا جب مولود کا وقت ہوا شاہ اسحٰق صاحب اس محفل میں شریک ہوئے محفل سادہ تھی روشنی وغیرہ حد اسراف تک تھی او قیام بھی نہیں کیا گیا تھا ذکر میلاد منبر پر پڑھا گیا تھا اسکے بعد جب شاہ صاحب حج کو تشریف لیجاتے ہوئے بمبئی پہنچے ہیں تو وہاں انکے ایک شاگرد تھے جسکا نام غالبًا عبدالرحمٰن تھا ذکر میلاد کروایا اور اس نے بھی شاہ صاحب کو شرکت کی دعوت دی شاہ صاحب اس میں بھی شریک ہوتے اس محفل کا رنگ بھی اس امیر کی محفل کے قریب قریب تھا اور یہاں بھی نہ قیام ہوا تھا اور نہ روشنی وغیرہ زیادہ تھی جب جلسہ ختم ہوا تو شاہ صاحب نے فرمایا کہ عبدالرحمٰن تم نے تو بدعت کا کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا یہ قصہ بیان فرماکر خانصاحب نے فرمایا کہ میں نے یہ قصہ صرف اتنا ہی سُنا ہے نہ کسی نے یہ بیان کیا کہ شاہ صاحب کیوں شریک ہوتے 115
اور نہ یہ کہ ایک جگہ نکیر فرمایا اور دوسری جگہ خاموش رہے اسکا کیا سبب ہے)

حاشیہ حکایت (۹۹) قولہ فی آخر القصتہ نہ کسی نے یہ بیان کیا الخ

اقول احقر یہ سمجھا کہ محفل تو اس رنگ سے فی نفسہ بدعت نہ تھی مگر ایسی ہی محفل کا اگر رواج ہوجاوے تو شدہ شدہ مفضی الی البدعتہ ہوسکتی ہے تو شاگرد کی اس محفل میں تو کوئی ضرورت نہ تھی اسلئے اس افضاء پر نظر فرماکر نکیر فرمایا اور شرکت اباحتہ پر نظر کرکے فرمالی خاص کر جب شرکت میں یہ مصلحت بھی ہو کہ نکیر کا اثر زیادہ ہوگا ورنہ عدم شرکت میں عدم مشاہدہ کے وسوسہ سے اثر کم ہوتا اور امیر کی محفل میں ضرورت تھی ان مسافر صاحب کی اعانت ہوجانے کی اسلئے نکیر نہیں فرمایا صرف اباحتہ پر نظر فرمائی واللہ اعلم (**اشرف**)

(۱۰۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد حسن مرادآبادی کے والد مولوی احمد حسن شاہ عبدالغنی صاحب کے حدیث میں شاگرد تھے مگر اعمال وغیرہ میں بدعات کا رنگ تھا قوالی سنتے تھے عرسوں وغیرہ میں بھی شریک ہوتے تھے اس وجہ سے شاہ عبدالغنی صاحب نے

ان کو حدیث کی سند بھی نہ دی تھی اسی زمانہ میں خورجہ میں ایک شخص یعقوب خان نام تھے
یہ شخص فارسی میں نہایت قابل اور اردو کے بہت اچھے شاعر تھے میر کے رنگ میں شعر
کہتے تھے مگر ان کا دیوان مرتب نہیں ہوا یہ کہا کرتے تھے کہ وادی پر خار میں یا میر گیا ہے
یا میں اور میر کا یہ شعر پڑھتے تھے ؎

ماجرا برہنہ پائی کا ہمارے مجنون ✤ خار سے پوچھ کہ سب نوک زبان ہو اسکو

اور اپنے یہ شعر پڑھتے تھے۔

بل کے خار وسیع دشت غربت میں ✤ آبلے پھوٹ پھوٹ کر روئے

ایضاً ہم نے چاہا کہ انہیں دشت جنوں سے یعقوب ✤ آبلے پاؤں پڑے خار نے دامن پکڑا

ایضاً فرہاد نہ پوچھ سختی ہجر ✤ دن آج پہاڑ سا کٹا ہے

یہ یعقوب خان خاندان عزیزی کے عقائد پر تھے اور مراد آباد میں داروغہ تھے
ایک روز یہ اپنے دروازہ میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں مولوی احمد حسن صاحب قوالی
میں سے تشریف لائے انھوں نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب کہاں سے آرہے ہو فرمایا ۱۱۶
کہ کیا بتاؤں کہاں سے آرہا ہوں جھک مارکے آرہا ہوں گوہ کھاکے آرہا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۰۰) **قولہ** کیا بتاؤں **اقول** اسکی وجہ حکایت
آئندہ میں آتی ہے۔

(۱۰۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمد نور صاحب مراد آبادی فرماتے تھے کہ جب
مولوی احمد حسن صاحب کا انتقال ہونے لگا تو اسوقت میں بھی موجود تھا اور کمرہ وغیرہ دبا رہا
تھا انھوں نے فرمایا کہ تم لوگ گواہ رہنا کہ میں تمام بدعات سے جن میں میں مصروف تھا
توبہ کرتا ہوں اور عقائد میرے پہلے بھی بُرے نہ تھے ہاں اعمال نفس کی شرارت سے فروع
خراب تھے سو میں اب ان سے بھی توبہ کرتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۰۱) **قولہ** عقائد میرے پہلے بھی بُرے نہ تھے۔
اقول یہی ہے وہ مضمون جسکا حوالہ حکایت بالا کے حاشیہ میں دیا گیا ہے۔
(**ش ت**)

(باقی آئندہ)

حبیب بن شہید نے میمون بن مہران سے انھوں نے یزید بن اصم سے نقل کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم بڑے ہو یا میں ؟ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ بڑے اور بہتر تو مجھ سے آپ ہی ہیں مگر عمر میری زیادہ ہے"[1] یہ حدیث بہت غریب ہے اسلئے جمہور علمائے اخبار، سیر و آثار نے بیان کیا ہے کہ صدیق اکبر مع اپنی مدت خلافت کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر یعنی ترسٹھ[2] برس کو پہنچے۔

آپ نے مکہ معظمہ ہی میں پرورش پائی اور تجارت کی ضرورت کے علاوہ آپ کبھی مکہ مکرمہ سے باہر نہیں نکلے۔

حلیہ شریف

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا رنگ گورا، قد کشیدہ، پیشانی بلند، آنکھیں اندر کی جانب دھنسی ہوئی تھیں۔ ابن سعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کا رنگ گورا، بدن چھریرا، رخسار مبارک ذرا پچکے ہوئے، بلند پیشانی تھی۔ آپ کا پاجامہ نیچے ۱۴
کو کھسکتا جاتا تھا، پیشانی پر پسینہ آتا رہتا، آنکھیں نیچے رکھتے تھے، انگلیوں کی جڑیں گوشت سے خالی تھیں۔ آپ کی ڈاڑھی گھنی اور سفید تھی جسکو مہدی لگایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو سوائے حضرت ابوبکر صدیق کے کسی کی ڈاڑھی کھچڑی نہیں ہوئی تھی اس کے بعد آپ مہدی یا کسم سے خضاب کرنے لگے۔

حضرت صدیق کا اسلام

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں بھی سرداران قریش سے تھے ان میں نہایت مالدار تاجر اور متمول اور ہردلعزیز ہونے کے علاوہ مدبر، منتظم، عقیل و فہیم اور ذکاوت و دوراندیشی میں شہرہ آفاق اور عفیف، پارسا اور صدق و دیانت میں مشہور تھے

[1] کتاب الاستیعاب جلد ۲ صفحہ ۳۲۶ ۱۲ منہ [2] تاریخ الخلفاء ۱۲ منہ۔

معزز محفلوں میں صدر مجلس بنائے جاتے، تمام باشندگان عرب میں قابل وقعت سمجھے جاتے تھے زمانہ جاہلیت میں دیت کے فیصلے آپ ہی کے متعلق تھے جب کسی بات کی ذمہ داری کر لیتے تو تمام قریش اسکو مانتے اور آپ کی ذمہ داری کا پاس و لحاظ کرتے اگر کوئی اور ذمہ داری کرتا تو اسکی بات نہ مانتے تھے۔

سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت ظاہر ہونے سے پہلے بھی وہ آپ کے سچے دوست اور آپ کی مجلس مبارک میں ہر وقت کے حاضر باش تھے اور ورقہ بن نوفل وغیرہ علماء اہل کتاب کی باتیں سن سنکر ہمیشہ اسکے منتظر رہتے تھے کہ دیکھئے وہ دن کب نصیب ہوتا ہے کہ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم خلعت رسالت سے مشرف ہوں اور میں آپ کی اتباع کا فخر حاصل کروں۔

ابن کثیر نے اسد الغابہ میں ذکر کیا ہے کہ ابن واب یعنی عیسےٰ بن یزید نے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ میں ایک دن کعبہ کے قریب بیٹھا ہوا تھا اور زید[1] بن عمرو بن نفیل بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے امیہ بن ابی الصلت آگئے ۱۴

[1] زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی بن رباح بن عبد اللہ بن قرظ بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر ابن مالک قریشی عدوی سعید بن زید کے والد ماجد ہیں جو عشرہ مبشرہ میں تھے اور عمر بن خطاب کے چچازاد بھائی ہیں نفیل میں اُن کا نسب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے زید کے بارے میں دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ زید تنہا ایک جماعت کے برابر قیامت میں ہونگے زمانہ جاہلیت میں آپ خدا کی عبادت کیا کرتے اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دین تلاش کرتے تھے، خدا کی وحدانیت کے قائل تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ میرا خدا ابراہیم کا خدا ہے میرا دین ابراہیم کا دین ہے (کذا فی اسد الغابہ)

علامہ شیخ احمد شہاب الدینؒ نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ "زید بن عمرو بن نفیل بن عبد العزی جو عمر بن خطاب کے چچازاد بھائی ہیں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پیشتر دین ابراہیمی کی جستجو میں سرگرداں رہتے، بتوں کیلئے قربانی کرتے، مردار کا گوشت اور خون کھانے سے احتراز کیا کرتے تھے، ایک مرتبہ آپ ورقہ بن نوفل کے ہمراہ ملت ابراہیمی کی تلاش میں ملک شام کی طرف نکلے جب دونوں یہودیوں کے پاس ہو کر گذرے تو انہوں نے اُنکے سامنے اپنا دین پیش کیا ورقہ تو یہودی ہو گئے زید نے یہودیوں کا مذہب نہیں قبول کیا پھر دونوں نے نصاریٰ سے ملاقات کی تو انہوں نے بھی اپنا دین پیش کیا ورقہ نے تو مذہب نصاریٰ اختیار کر لیا، زید نے نصرانی ہونے سے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ یہ ادیان بھی ہماری قوم کے دین کی طرح شرک کی تعلیم دینے میں برابر ہیں اسکے بعد انکا گذر ایک راہب پر ہوا اُس نے آپ سے کہا کہ (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

پاس آیا اور اُن سے پوچھا کہ اے طالب خیر تمہارا کیا حال ہے؟ زید نے کہا اچھا حال ہے! امیہ نے پوچھا کہ کیا تم اپنا مقصود پا گئے؟ زید نے کہا نہیں مگر جستجو میں ہوں اور یہ شعر پڑھا ؎

کل دین یوم القیامۃ الا　+　ما قضی اللہ بہ والحنیفۃ بور

تمام ادیان قیامت کے روز بجز اس دین کے جسکا اللہ تعالے نے حکم دیا ہے اور بجز ملت حنیفہ کے ہلاک ہونگے

(بقیہ صفحہ سابق) تم ایسا دین تلاش کرتے پھرتے ہو جس کا وجود روئے زمین پر نہیں پایا جاتا۔ زید نے دریافت کیا وہ کونسا دین ہے؟

راہب۔ دین ابراہیمؑ۔

زید۔ دین ابراہیمؑ کیا تعلیم دیتا ہے؟

راہب۔ دین ابراہیمؑ یہ سکہاتا ہے کہ صرف خدا تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، اسکا کسیکو شریک نہ بناؤ، قبلہ رخ ہو کر نماز پڑھو۔ زید تا زیست اسی حالت پر قائم رہے" (کتاب القلیوبی مطبوعہ مجیدی پریس صفحہ ۹۴)

آپ قریش کے بہینٹوں کی برائیاں کرتے اور کہتے تھے کہ بکری کو خدا تعالےٰ نے پیدا کیا اسکے لئے آسمان سے پانی برسایا زمین گہاس اُگائی پھر تم بجز اللہ کے نام پر اسکو ذبح کرتے ہو؟ انکا یہ کہنا صرف اس فعل کے انکار اور خدا تعالےٰ کی بزرگی و برتری جتانے کی غرض سے تھا۔ عروہ نے اسماء بنت ابی بکر سے روایت کی ہے" انھوں نے کہا کہ میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو خانہ کعبہ سے پشت لگائے ہوئے دیکہا کہ یہ کہتے تھے کہ" اے گروہ قریش خدا کی قسم میرے سوا دین ابراہیمؑ پر تم سے کوئی نہیں ہے اور آپ
15 کہا کرتے تھے اے اللہ اگر میں تیرا پسندیدہ طریقہ عبادت جانتا تو میں اسیطرح تیری عبادت کرتا لیکن افسوس میں اس سے واقف ہی نہیں ہوں پھر اپنی ہتھیلی پر سجدہ کرتے۔

ابن اسحٰق نے بیان کیا ہے کہ خطاب بن نفیل نے زید بن عمرو بن نفیل کو اسقدر تکلیفیں پہونچائیں کہ وہ پریشان ہوکر مکہ کی بلندی پر چلے گئے اور غار حرا میں جاکر فروکش ہوئے خطاب نے مکہ کے نوجوانوں اور جاہلوں کو لگا دیا کہ انکو مکہ میں آنے دیں زید مکہ میں علانیہ طور پر نہیں داخل ہو سکتے تھے اور جب پوشیدہ داخل ہو جاتے اور اُن لوگوں کو خبر ہوتی تو خطاب کو جاکر اطلاع دیتے وہ اُن کو تکلیف دیتے اور وہاں سے نکلوا دیتے تھے اس خوف سے کہ کہیں لوگوں کا دین نہ بگاڑ دیں اور کوئی انسے الگ ہو کر اُن کا پیرو نہ بنجائے۔ زید کہا کرتے تھے کہ اے گروہ قریش تم اپنے کو ریا سے بچاؤ کیونکہ یہ محتاجی پیدا کرتا ہے نبوت سے پانچ برس قبل آپ کا انتقال ہو گیا ورقہ بن نوفل نے ان کا مرثیہ کہا ؎

رشدت وانعمت ابن عمرو وانما　+　تجنبت تنوراً من النار حامیا

اے ابن عمرو تم نے راہ ہدایت پائی　اور تم آگ کے تنور سے بچ گئے

بدینک رباً لیس رب کمثلہ　+　وترکک اوثان الطواغی کما ھیا

اسلئے تمنے ایسے پروردگار کی عبادت شروع کی جسکی مثل کوئی دوسرا نہیں۔ اور تم نے سرکش بتوں کی پرستش چھوڑدی

وقد یدرک الانسان رحمۃ ربہ　+　ولو کان تحت الارض ستین وادیا

کبھی انسان کو پروردگار کی رحمت اس حال میں پہنچ جاتی ہے کہ وہ تحت الثریٰ میں پہنچنے کے قریب ہوتا ہے

آپ مسند مقام میں مدفون ہوئے اور بعض مورخین کا قول ہے کہ کوہ حرا کی جڑ میں قبر ہے (کذا فی اسد الغابہ مع ادنی تغییر) ۱۲ منہ۔

پھر دریافت کیا اچھا بتاؤ تو یہ نبی جنکا انتظار ہے ہم میں سے ہونگے یا تم میں سے یا اہل فلسطین سے حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے اس سے پہلے کبھی نہ سُنا تھا کہ کسی نبی کا انتظار ہے یا وہ مبعوث ہونگے اسکے بعد وہاں سے اُٹھکر میں ورقہ بن نوفل[۱] کے پاس آیا ان کی نظر کتب آسمانی پر زیادہ تھی اور ان کا دل بہت بولتا تھا میں نے ان سے سب حال بیان کیا انھوں نے کہا "اے میرے بھتیجے تمام اہل کتاب اور علما اس بات پر متفق ہیں کہ یہ نبی جنکا انتظار ہے عرب کے اعلے خاندان سے ہونگے میں نسب سے واقف ہوں تمہاری قوم عرب کے اعلے خاندان میں ہے حضرت ابوبکرؓ کہتے تھے میں نے کہا اے چچا نبی کیا بات کہتے ہیں؟ انھوں نے کہا جو اُن کو خدا کی طرف سے حکم ملتا ہے وہ بیان کرتے ہیں اور کبھی ظلم کی بات نہیں کہتے چنانچہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی۔

نیز ابن کثیر نے اسد الغابہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے واسطہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا قصہ اسطرح بیان کیا ہو کہ حضرت ابوبکر صدیق فرماتے تھے کہ ایکمرتبہ 16
نبوت محمدیہ سے پہلے میں نے یمن کا سفر کیا وہاں پہنچکر قبیلہ ازد کے ایک شیخ کے یہاں مہمان ہوا جو کہ کتب سماویہ کا عالم ہونے کے علاوہ دوسرے علوم سے بھی واقف اور بہت لوگوں سے علم میں بڑھا ہوا تھا اس نے مجھکو دیکھتے ہی کہا کہ میرا خیال ہے کہ تم زمین حرم کے رہنے والے ہو۔

[۱] ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی قوم قریش سے تھے عبری زبان جانتے تھے توریت و انجیل کے ماہر تھے انجیل کا ترجمہ عبرانی زبان سے عربی زبان میں کیا کرتے تھے آپ نے زمانہ جاہلیت ہی میں بُت پرستی سے بیزار ہو کر دین حق کی تلاش کیلئے ملک شام کا سفر کیا تھا اور وہاں بہت تحقیق و تفتیش کے بعد مذہب نصاری قبول کیا لیکن ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ اول یہودی ہوگئے تھے اسکے بعد نصرانی ہوئے بہت بوڑھے تھے اور اندھے بھی ہوگئے تھے سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے جب ابتدائی وحی کی کیفیت اُن سے بیان فرمائی تو انھوں نے کہا "آپ خوش ہوں کہ آپ کو خدا نے نبی کیا اور جو فرشتہ آپ پر نازل ہوا ہے یہ وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰ و عیسےٰ علیہما السلام پر نازل ہوا کرتا تھا آپکو عنقریب تبلیغ کا حکم ملے گا اور آپ کی قوم کے لوگ آپکے دشمن ہوجائینگے اور آپ کو مکہ سے نکال دینگے کاش میں اسوقت زندہ رہتا تو آپ کی اچھی طرح مدد کرتا" مگر اسکے چند ہی روز بعد نبوت کے تیسرے یا چوتھے سال ورقہ کی وفات ہوگئی بعض علماء نے لکھا ہے کہ مردوں میں سب سے پہلے ورقہ مسلمان ہوئے اور بعض نے بیان کیا ہے کہ انھوں نے نبوت کا زمانہ پایا رسالت کا زمانہ نہیں پایا ۱۲ منہ۔

(باقی آئندہ)

عربی زبان و ترجمہ قرآن آسانی کیساتھ سکھانیوالی نئی کتابیں

عربی زبان کا قاعدہ

اس قاعدہ میں صیغوں اور ضمیروں کی پہچان ایسے آسان طریقہ سے بتائی گئی ہے کہ اگر بچہ کو اُردو کی پہلی دوسری کتاب پڑھا کر یہ قاعدہ شروع کرا دیا جائے تو وہ نہایت آسانی سے صیغوں و ضمیروں کو پہچاننے اور عربی سے اُردو۔ اُردو سے عربی ترجمہ کرنے لگیں گے قیمت ۲ر

علم الصرف حصہ اوّل و دوم

عربی علم صرف کی پہلی منزل آسان کرنیکے لئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا ہے۔ ماضی۔ مضارع۔ امر و نہی۔ نون ثقیلہ وغیرہ بنانیکا طریقہ بہت ہی سلجھا کر نثر و نظم اُردو میں بیان کیا گیا ہے جسے مبتدی صرف کی تمام گردانیں اچھی طرح سمجھ کر یاد کر لیتا ہے (طبع دوم) قیمت ۵ر

علم الصرف حصہ سوم

اس رسالہ میں تعلیل کے ضروری قاعدے بہت آسان طریقہ سے اردو میں بیان کئے گئے ہیں اور چند معتل ابواب کی پوری پوری گردانیں جدولوں میں درج کی گئی ہیں آخر میں ابواب معتلہ کا ایسا جامع نقشہ دیا گیا ہے جس سے ہر باب کی تمام بگڑی ہوئی صورتیں معلوم ہو جاتی ہیں غرضیکہ اپنی شان کا عجیب و غریب رسالہ ہے قیمت ۲ر

روضۃ الادب فی تسہیل کلام العرب

عربی زبان بولنے اور تحریر و ترجمہ میں مہارت پیدا کرنیکے لئے روضۃ الادب بے مثل کتاب ہے۔ اسکی ترتیب نہایت پیاری اور معنی خیز ہے اس میں جو ضروری اور کارآمد جملے لکھے گئے ہیں وہ بہت دلچسپ و مفید ہیں جو شخص انکو یاد کریگا اسکی عربی زبان نہایت صاف ستھری اور فصیح ہو جائیگی (طبع دوم) قیمت آٹھ آنے۔ (۸ر)

عربی صفوۃ المصادر مع لغات جدیدہ

کئی سو ضروری و کارآمد عربی مصادر مع صرف صغیر (ماضی و مضارع) مع فارسی آمدنامہ کے جمع کئے گئے ہیں جنکو طلبہ بہت آسانی سے یاد کر سکتے ہیں ایسے ہی بہت سے ضروری لغات لکھے گئے ہیں۔ اسم و فعل کا ایسا ضروری مجموعہ اس ترتیب سے آجتک شائع نہیں ہوا۔ قیمت ۶ر

علم النحو

اس رسالہ میں عربی نحو کے ضروری اور اہم مسائل نہایت آسان اردو میں لکھے گئے ہیں بہت سے ایسے خاص مسئلے جو بڑی بڑی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتے ہیں وہ اس رسالہ میں پہلے ہی سمجھا دیتے ہیں اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ عربی مثالوں کی ترکیب بھی ساتھ کے ساتھ بتائی ہے اور دوسرے جملے اسی قسم کے لکھکر طلبہ سے ترکیب دریافت کی ہے اگر مسائل نحو کے ساتھ ہی ترکیبی مرحلہ بھی طے کرا دیا گیا ہے تاکہ پھر عربی ترکیب کی مشق بڑھانے میں طلبہ کو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ قیمت چھ آنے۔ (۶ر)

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

از عمدۃ المحققین زبدۃ المفسرین حکیم الامۃ سراج الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب مدفیوضہم

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

فدائیان شریعت و طریقت و شیدائیان معرفت و حقیقت کو ہم دلی مسرت کے ساتھ یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ کتاب مستطاب مسائل السلوک مع رفع الشکوک حسب وعدہ تاریخ مقررہ پر طبع ہو گئی ہے۔

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بے مثل رہنما ہے۔ ہمت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے۔ اسرار و معارف کی کان ہے۔ شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے اتمام حجت ہے اور محبین کے لئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیات قرآنی اور ہر لفظ مصور کیفیت روحانی ہے۔

پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے۔ اور کدہر ہیں طریقت کو شریعت سے جدا بتانے والے۔ وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کر کے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں۔ انشاء اللہ تعالے ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہو جائیگا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے۔ ان دونون مین تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے۔

یہ بات ہم پہلے اعلان میں بتا چکے ہیں کہ مسائل السلوک تھوڑی تعداد میں طبع ہوئی ہے اسلئے خریداری میں جلدی کریں ورنہ بعد میں شکایت فضول ہوگی کتاب نہ ملنے سے طبیعت ملول ہوگی۔ قیمت تین روپے چار آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

المشتہر محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلان دہلی

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت مصرحہ دال است بر اہمیت تعلیم تدریجی برائے عامۂ ناس

حاضر باشید یا بادی ✤ و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل است بر جمیع

مقاصد و مبادی ✤ و پس اتباعاً للنص المذکور بہ صحیفہ شہریہ کہ مستدرج است بہ تدریج شہور

مسمّی بہ

الہادی

نمبر ۹	بابت ماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۲ھ	جلد ۳

کہ جامع است انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و جادی و مذکر است در ہر مجلس و نادی

و مسکن است برائے ہر جائع و صادی ✤ بخصوص ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتخابات و کلید مثنوی و تشرف و امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد است از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی ✤ بادارۂ محمد عثمان عالمی ✤ دفترہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی [illegible]

[illegible]

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت محرم الحرام ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب فی التہذیب ترجمہ ترغیب ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد میاں صاحب سلمہ	۱
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۹
۳	حل الاشتباہات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہ	۱۷
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۲۵
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	حدیث	.... ایضاً	۲۹
۶	امیر الروایات فی حبیب الحکایات	تصوف سیر	مولوی حبیب احمد صاحب بعہد حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۳
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب امروہوی	۳۷
۸	ضمیمہ	خبری ۱۳۴۵ھ	.... مدیر	

اُصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود اُمتِ محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ سے یہ رسالہ بجائے ایک کے تین جزو کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنے (عہ)۔

(۴) سوائے اُن صاحبان کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔ پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کیے جاویں کا وی۔ پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنے کا وی۔ پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہو وہ جب تک قیمت پیشگی نہ بھیجیں گے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے ان کی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاولیٰ ۱۳۴۴ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے۔

اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو طلب فرمائیے مگر اسکی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک کے۔

راقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

میں نے کہا ہاں ہاں کیوں نہیں فرمایئے فرمایا کہ صاحبزادی کے چکی پیستے پیستے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے تھے اور مشک سے پانی بھرنے کے باعث چھاتی تک زخمی ہوگئی اور گھر میں جھاڑو بہار و دینے سے سارے کپڑے بھی چکٹ ہو گئے تھے پھر (کہیں مال غنیمت میں سے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لونڈی غلام آئے تو میں نے صاحبزادی صاحبہ کو یہ رائے دی کہ تم اپنے باداجی کے پاس جاؤ اور ایک خادم مانگو چنانچہ صاحبزادی خدمت اقدس میں گئیں تو وہاں چند آدمی بیٹھے ہوئے تھے اسلئے (جھجکی ہی) واپس چلی آئیں اگلے روز حضور خود ہی صاحبزادی کے ہاں تشریف لائے اور دریافت کیا کہ تمہیں کیا کام تھا (جو تم میرے پاس گئی تھیں صاحبزادی خاموش ہوگئیں شرم کے مارے بولی ہی نہیں) تب میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ان کا مطلب عرض کیے دیتا ہوں ان کے چکی چلاتے چلاتے ہاتھوں میں گھٹے پڑ گئے ہیں اور مشک سے پانی لاتے لاتے ساری چھاتی لہولہان ہو رہی ہے اب چونکہ آپ کے ہاں لونڈی غلام آئے تھے تو میں نے ان کو یہ صلاح دی تھی کہ یہ آپ کی خدمت میں جائیں اور آپ سے ایک غلام لونڈی مانگ لیں تاکہ وہ ان کی خدمت کرے اور یہ ان ناقابل برداشت ۲۵۷
مصیبتوں سے نجات پائیں حضور نے (جواب میں) یہ فرمایا کہ اے فاطمہ اللہ سے ڈرو اپنے رب کے فرائض ادا کرتی رہو اور اپنے گھر والوں کے کام برابر کرتی رہو اور جب (سونے کے لیے) اپنے بستر پر لیٹو تو تینتیس دفعہ سبحان اللہ اور تینتیس ہی دفعہ الحمد للہ اور چونتیس دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لیے خادم سے بھی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے صاحبزادی صاحبہ نے جواب دیا کہ بہتر ہے میں راضی ہوں اللہ سے بھی اور اللہ کے رسول سے بھی۔ ایک روایت میں اتنا لفظ اور ہے کہ حضرت نے صاحبزادی کو کوئی خادم نہیں دیا۔ یہ حدیث بخاری مسلم اور ابوداؤد نے روایت کی ہے یہ (مذکورہ) لفظ ابوداؤد ہی کے ہیں اور ترمذی نے بھی اختصار کے ساتھ روایت کی ہے اور یہ کہدیا ہے کہ اس حدیث میں قصہ ہے۔ اور قصہ ذکر نہیں کیا۔

فروہ بن نوفل سے مروی ہے اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل سے فرمایا تھا کہ تم قُلْ یٰٓاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ پڑھ کر سویا کرو کیونکہ

اِس سورت میں شرک سے بیزاری کا اظہار) ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے اور لفظ انہیں کے ہیں ترمذی اور نسائی نے متصل اور مرسل دونوں طرح روایت کی ہے ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اور حاکم نے روایت کر کے اسکو صحیح الاسناد کہا ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپنے فرمایا تھا کہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ جو بھی مسلمان ان کو پابندی سے نبہالے وہ ضرور ہی جنت میں جائیگا۔ وہ دونوں چیزیں ویسے تو آسان ہیں اور اُن کے کرنے والے پھر بھی کم ہی ہیں (پہلی چیز تو یہ ہے کہ) آدمی ہر نماز کے بعد دس دفعہ سبحان اللہ پڑھ لیا کرے دس دفعہ الحمد للہ اور دس ہی دفعہ اللہ اکبر یہ (مجموعہ پانچوں نمازوں کے بعد کی مل کر) زبان سے پڑھنے میں تو ڈیڑھ سو ہوں گی اور میزان عمل میں (ایک نیکی کی دس کے قاعدے سے) ڈیڑھ ہزار ہو جائینگی (دوسری چیز یہ ہے کہ جب آدمی اپنے بستر پر لیٹنے لگے تو چونتیس دفعہ تو اللہ اکبر پڑھے اور تینتیس دفعہ سبحان اللہ اور تینتیس ہی دفعہ الحمد للہ پڑھ لیا کرے۔ یہ زبان سے پڑھنے میں تو سو دفعہ ہوگی اور میزان عمل میں (اُسی مذکورہ قاعدہ سے) ایک ہزار ہوگی (راوی کہتے ہیں) میں نے ۲۵۸
حضرت کو دیکھا کہ آپ اپنی اُنگلیوں پر گنتی کا اشارہ کر کے فرما رہے تھے صحابہ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ ان دونوں چیزوں کے آسان ہوتے ہوئے بھی ان کے کرنے والے کم کیوں ہوں گے فرمایا (اس کمی کی وجہ یہ ہے) کہ ہر ایک کے سونے کے وقت شیطان اس کے پاس آجاتا ہے اور یہ کلمات کہنے سے پہلے ہی اسکو (تھپک تھپکا کر) سلا دیتا ہے علیٰ ہذا القیاس نماز پڑھنے میں بھی وہ آموجود ہوتا ہے اور یہ کلمات پڑھنے سے پہلے ہی اسکو اور ضروری کام یاد دلا دیتا ہے (جس سے آدمی انکو چھوڑ کر اٹھ جاتا ہے) یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے یہ لفظ بھی ان ہی کے ہیں اور ترمذی نے روایت کر کے اسے حسن صحیح کہا ہے نسائی نے اور ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ان دونوں نے ان لفظوں کے بعد کہ میزان عمل میں ڈیڑھ ہزار ہو جائیں گی اتنا اور زیادہ روایت کیا کہ (اس کے بعد) حضور نے یہ بھی فرمایا کہ ایک رات دن میں تم میں سے ڈھائی ہزار گناہ کون سا کرتا ہے (یعنی نہیں کرتا لہذا نیکیوں کا پلہ بھاری رہیگا جنتی ہی ہوگا)۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے پہلے مسبّحات پڑھا کرتے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ ان میں ایک آیۃ ایسی ہے کہ وہ (اکیلی) ہزار آیتوں (کے پڑھنے) سے بہتر ہے۔ یہ حدیث ابوداؤد۔ ترمذی نے روایت کی ہے۔ یہ لفظ ترمذی کے ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ حدیث حسن غریب ہے۔ امام نسائی نے اس حدیث کو روایت کرکے یہ فرمایا ہے کہ معاویہ بن صالح یہ فرماتے تھے کہ علماء دین مسبّحات سے یہ چھ سورتیں مراد لیتے ہیں۔ حدید۔ حشر حوارئین۔ جمعہ۔ تغابن۔ سبح اسم ربک الاعلیٰ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جس شخص نے اپنے بستر سے پر لیٹتے وقت یہ پڑھ لیا لاالٰہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علیٰ کل شئی قدیر لاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم سبحان اللہ الحمد للہ ولاالٰہ الااللہ واللہ اکبر تو اس کے سارے گناہ بخشے جائیں گے۔ صغیرہ یا کبیرہ اسکی تعیین میں مسعر (راوی حدیث) کو شک ہوگیا ہے۔ (کہ کیا لفظ فرمایا تھا) اگرچہ وہ گناہ سمندر کے جھاگوں کے برابر ہوں۔ یہ حدیث نسائی نے اور ابن حبان نے اپنی (کتاب) صحیح میں روایت کی ہے (الفاظ مذکورہ) ابن حبان ہی کے ہیں اور نسائی میں (بجائے سبحان اللہ کے) سبحان اللہ وبحمدہ ہے اور آخر حدیث میں اتنا اور زیادہ ہے کہ اس پڑھنے والے کے گناہ اگرچہ سمندر کے جھاگوں سے بھی زیادہ ہوں تب بھی سب بخشدیئے جائیں گے۔ ۲۵۹

شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا مسلمانوں میں سے کوئی بھی ہو جو اپنے بستر سے پر لیٹتے وقت قرآن مجید کی کوئی سی بھی سورت پڑھ لے تو اس پر اللہ میاں ایک فرشتہ ایسا (محافظ) مقرر کردیتے ہیں کہ پھر کوئی موذی چیز اس کے قریب بھی نہیں آتی یہاں تک کہ یہ سوکر اٹھے۔ یہ حدیث امام ترمذی نے روایت کی ہے اور امام احمد نے بھی مگر انہوں نے ان لفظوں سے روایت کی ہے حضور نے فرمایا کہ اللہ میاں ایسے آدمی کے پاس ایک فرشتہ بھیجدیتے ہیں جو اس سونے کی ہر ایسی چیز سے حفاظت کرتا ہے جو اسکو ستائے یہاں تک کہ یہ سوکر اٹھے جو وقت بھی اٹھے۔ امام احمد کی روایت کے راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جب آدمی اپنے بستر پر لیٹ جاتا ہے تو فوراً ہی اس کے پاس ایک فرشتہ اور ایک شیطان آجاتا ہے فرشتہ تو یہ دعا کرتا ہے کہ تیرا خاتمہ بالخیر ہو اور شیطان یہ بددعا کرتا ہے کہ تیرا خاتمہ برا ہو پھر اگر یہ آدمی ذکر الٰہی کرتا ہوا سوگیا تو رات بہر وہ فرشتہ اسکی حفاظت کرتا ہے۔ جب اس کی آنکھ کھلتی ہے پھر فرشتہ دعا کرتا ہے کہ خیر (وبرکات) کے ساتھ اٹھو اور شیطان کہتا ہے تباہی نصیب ہو اب اگر اس آدمی نے (بیدار ہوتے ہی) یہ پڑھ لیا الحمد للہ الذی رد علی نفسی ولم یمتہا فی منامہا الحمد للہ الذی یمسک السموٰت والارض ان تزولا الآیۃ الحمد للہ الذی یمسک السماء ان تقع علی الارض الا باذنہ (بس) اب اگر یہ آدمی اپنے اس پلنگ پر ہی سے گر کر مرگیا تو سیدھا جنت میں جائیگا۔ یہ حدیث ابویعلیٰ نے صحیح سند سے روایت کی ہے اور حاکم نے بھی انکی روایت کے آخر میں یہ لفظ زیادہ ہیں۔ الحمد للہ الذی یحیی الموتیٰ وھو علی کل شئی قدیر۔ اور حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) ۲۶۰ فرمایا تھا کہ اگر تم اپنے بستر پر لیٹکر الحمد للہ اور قل ھو اللہ احد پڑھ لیا کرو تو موت کے سوا ہر چیز سے تم امن میں ہوجاؤ گے۔ یہ حدیث بزار نے روایت کی ہے اور اس کے راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں سوائے غسان بن عبید کے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جو شخص اپنے بچھونے پر سونیکا ارادہ کرے اور دائیں کروٹ لیٹکر سورہ قل ھو اللہ احد پڑھ لیا کرے تو (خدا کے ہاں یہ اتنے مرتبہ کا ہوجائیگا کہ) جب روز قیامت ہوگا تو خدا تعالےٰ اس سے فرمائیں گے کہ اے میرے بندے تو اپنی دائیں جانب سے جنت میں چلا جا۔ یہ حدیث ترمذی نے روایت کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا جو شخص اپنے بچھونے پر لیٹتے وقت یہ پڑھ لیا کرے استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ۔ تو اس کے سارے ہی گناہ بخشے جائیں گے اگرچہ

وہ گناہ سمندر کے جھاگوں کے برابر کیوں نہ ہوں یا درختوں کے پتوں کے عدد کی برابر کیوں نہ ہوں یا ریتے کے تودوں کے ذرات کی برابر یا ایام دنیا کے عدد کی برابر کیوں نہ ہوں۔ یہ حدیث ترمذی نے وصافی کی سند سے روایت کی ہے اور حسن غریب کہا ہے۔

ابو عبد الرحمن حبلی سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو نے ہمیں ایک کاغذ دکھایا اور یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (اس میں لکھی ہوئی یہ دعا) ہمیں سکھایا کرتے تھے۔ اللھم فاطر السموت والارض عالم الغیب والشھادۃ انت رب کل شیٔ واله کل شیٔ اشھد ان لا اله الا انت اعوذ بك من الشیطان وشرکه واعوذ بك ان اقترف علی نفسی سوءا او اجرہ علی مسلم ابو عبد الرحمن فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عبد اللہ بن عمرو کو یہ دعا سکھاتے ہوئے فرماتے تھے کہ اسکو سوتے وقت پڑھ لیا کرو یہ حدیث امام احمد نے حسن سند سے روایت کی ہے۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب کوئی بچھونے پر لیٹتے وقت یہ دعا پڑھ لے الحمد لله الذی علا فقهر وبطن فخبر وملك فقدر الحمد لله الذی یحیی ویمیت وھو علی کل شی قدیر تو اپنے گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جائے گا جیسا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے دن تھا۔ یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں اور حاکم نے اور بیہقی نے شعب الایمان وغیرہ میں روایت کی ہے

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے بچھونے پر لیٹتے وقت یہ دعا پڑھ لی الحمد لله الذی کفانی واوانی والحمد لله الذی اطعمنی وسقانی والحمد لله الذی من علی فافضل تو بس اس نے اللہ کو حمد کے مجموعہ طرق سے موصوف کر دیا یہ حدیث بیہقی نے روایت کی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۃ الفطر (کے غلہ وغیرہ) کی حفاظت کے لئے تعینات کیا۔ میں پہرہ دے رہا تھا کہ ایک مسافر نے آکر اس غلہ میں سے دو ہتڑیں بھرنی شروع کر دیں میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا کہ اب میں تجھے رسول اللہ کے پاس پہنچاؤں گا وہ کہنے لگا کہ میاں (غریب آدمی ہوں) محتاج ہوں

قرضدار ہوں عیالدار ہوں اور انتہا درجہ ضرورتمند ہوں میں نے (رحم کھاکر) اسے چھوڑ دیا صبح کو میں حضور سے ملا تو آپ نے فرمایا اے ابو ہریرہ تمہارا وہ رات والا قیدی کیا ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے اپنی بڑی حاجتمندی اور عیالداری ظاہر کی تو مجھے رحم آگیا فرمایا کہ وہ تو تم سے جھوٹ بول گیا ہے اور دیکھنا وہ پھر بھی آوے گا میں نے رسول اللہ کے فرمانے کی وجہ سے یقین کر لیا کہ ضرور آوے گا چنانچہ (اگلے روز) میں انتظار میں ہی تھا کہ وہ پہلے کی طرح آکر دو منٹھیں بھرنے لگا میں نے پھر پکڑ لیا اور اس کے بعد تیسرے روز بھی اسی طرح ہوا تب میں نے کہا کہ اب میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرونگا کیونکہ یہ تیسری دفعہ اور آخری درجہ ہے تو ہر دفعہ کہہ جاتا ہے کہ اب نہیں آؤنگا پھر آجاتا ہے (لہذا اب میں نہیں چھوڑنے کا) کہنے لگا کہ تم چھوڑ دو میں تمہیں ایک عمل بتادونگا اس سے اللہ تمہیں بہت فائدہ پہنچائیگا میں نے کہا آخر وہ عمل ہے کیا کہنے لگا کہ جب تم اپنے بچھونے پر لیٹو تو آیۃ الکرسی اللہ لا الہ الا ھو الحی القیوم سے ختم آیۃ تک پڑھکر سو یا کرو اسکے پڑھنے پر اللہ میاں کیطرف سے تم پر ایک خاص محافظ (فرشتہ) مقرر ہوگا اور شیطان صبح تک تمہارے پاس تک بھی نہیں آئیگا (خیر) میں نے اسے پھر چھوڑ دیا اور صبح کو حضور کے ہاں قدمبوس ہوا تو حضور نے پھر پوچھا کہ تمہارا رات کا قیدی کیا ہوا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے مجھ سے یہ کہا کہ میں تمہیں ایک عمل بتادونگا اس سے اللہ تمہیں بہت فائدہ پہنچائیگا آپ نے پوچھا کہ پھر اس نے کیا عمل بتایا میں نے عرض کیا حضور اس نے یہ بیان کیا کہ جب تم بچھونے پر لیٹو تو آیۃ الکرسی شروع سے اخیر تک پڑھ لیا کرو۔ اور یہ بھی کہا کہ اس کے پڑھنے کے باعث اللہ میاں کی طرف سے تم پر ایک محافظ مقرر ہو جائیگا اور شیطان صبح تک تمہارے قریب بھی نہ آئیگا۔ حضور نے فرمایا واقعی بات یہ ہے کہ ہے تو یہ یقیناً جھوٹا لیکن یہ عمل تمہیں یقیناً سچا بتلا گیا ہے۔ اور اے ابوھریرہ تمہیں معلوم بھی ہے کہ تین روز سے تمہاری یہ باتیں کس سے ہوا کرتی تھیں میں نے کہا حضور نہیں (بالکل معلوم نہیں کون تھا کہاں سے آتا تھا) فرمایا یہ شیطان تھا (آدمی نہیں تھا)۔ یہ حدیث بخاری اور ابن خزیمہ وغیرہ نے روایت کی ہے اور ترمذی وغیرہ نے ابو ایوب کی سند سے

اسی کے قریب قریب روایت کی ہے اس میں ایک اور سند سے مروی ہونے میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ اس چور نے ابوہریرہ سے یہ بھی کہا کہ تم مجھے چھوڑ دو میں تمھیں قرآن شریف کی ایک ایسی آیۃ بتادونگا کہ مال و اولاد میں سے جس چیز پر بھی اسے پڑھ دو گے تو پھر شیطان اس کے قریب بھی کبھی نہیں آیگا (ابوہریرہ کا قول ہے) میں نے کہا وہ آیت کونسی ہے کہنے لگا میں تو اپنی زبان سے اسکو پڑھ نہیں سکتا (صرف نام بتائے دیتا ہوں کہ) آیۃ الکرسی ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص کہیں بلا ذکر الٰہی کرتے سوگیا تو اسکی وجہ سے قیامت کے دن اس سے ضرور گرفت ہوگی اور جو کسی مجلس میں بیٹھا اور وہاں ذکر الٰہی نہیں کیا تو اس پر بھی اس سے گرفت ہوگی یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے اور نسائی نے صرف پہلا جملہ روایت کیا ہے

ایسی دعاؤں کی ترغیب جو رات کو سوکے اٹھکر پڑھنی چاہئیں ۳۶۳

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپنے فرمایا تھا کہ جس نے رات کو نیند سے بیدار ہوکر یہ پڑھ لیا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پھر اللھم اغفرلی یا اور کچھ دعا کی تو اسکی دعا (فوراً) قبول ہوجائے گی اور اگر وضو کرکے کچھ نماز پڑھ لی تو نماز بھی قبول ہوجائیگی یہ حدیث بخاری ابوداؤد ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ رات کو جب اللہ میاں نے مسلمان آدمی کی روح (اسکی طرف) لوٹا دی (اور یہ زندہ اٹھ کھڑا ہوا) پھر اس نے اللہ کی تسبیح و تمجید کی استغفار کیا دعا مانگی تو اسکی طرف سے یہ سب عمل قبول ہوجاتا ہے۔ یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے رات کو کروٹ لیتے ہوئے دس دفعہ بسم اللہ پڑھی اور دس ہی دفعہ سبحان اللہ اور دس ہی دفعہ امنت باللہ وکفرت بالطاغوت کہہ لیا تو یہ ہر ایسے گناہ سے محفوظ رہے گا جس کا اسے اندیشہ ہوا در کوئی ایسا گناہ اسکو پیش نہیں آئیگا۔ یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں روایت کی ہے۔

تہجد کی نماز کی ترغیب

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ جب آدمی سوجاتا ہے تو شیطان اسکی گدی پر تین گرہیں لگا دیتا ہے۔ ہر گرہ پر یہ (منتر) دم کردیتا ہے۔ علیک لیل طویل فارقد (یعنی ابھی تو رات بہت باقی ہے سوئے جا) پس اگر (اتفاقیہ) اسکی آنکھ کھل گئی اور اس نے کچھ ذکر الٰہی کر لیا تو (اس) ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر اٹھ کر وضو کر لیا تو دوسری بھی کھل جاتی ہے اسکے بعد اگر نماز پڑھ لی تو تیسری بھی کھل جاتی ہے اور صبح کو ایسا آدمی ہنسی خوشی تازہ دم ہو کر اٹھتا ہے ورنہ مردہ دلی سست کاہل ہونے کی حالت میں صبح کرتا ہے یہ حدیث امام مالک بخاری مسلم ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور الفاظ حدیث میں کچھ فرق بھی بیان کیا ہے۔ ۱۳۸۴

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہر مرد و عورت کے سونے کے وقت اس کے سر پر (شیطان کیطرف سے) گرہیں لگا دی جاتی ہیں اب اگر کسی کی آنکھ کھل گئی اور اس نے کچھ ذکر الٰہی کر لیا تو ایک گرہ کھل گئی اور جو اٹھ کر وضو کر لیا نماز پڑھ لی تو ساری گرہیں کھل گئیں اور ایسا آدمی ہلکا پھلکا ہنسی خوشی اٹھتا ہے نیکی کرنے کی توفیق بھی زیادہ ہوتی ہے (اور اس کے برخلاف کرنے والا نقصان میں رہتا ہے) حدیث ابن خزیمہ نے روایت کی ہے اور ابن حبان نے بھی (اپنی کتاب) صحیح میں نقل کی ہے۔

(باقی آئندہ)

سلسلہ تسہیل المواعظ کا بیسواں وعظ

مسمّٰی بہ

توبہ کی تفصیل

منتخب از تفصیل التوبہ وعظ ہشتم دعوات عبدیت

حصہ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ ماثورہ:۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یاایہا الذین اٰمنوا توبوا الی اللہ توبۃ نصوحاً۔ عسٰی ربکم ان یکفر عنکم سیاٰتکم ویدخلکم جنّٰت تجری من تحتہا الانہٰر۔ **ترجمہ:** اے ایمان والو توبہ کرو طرف اللہ کے خالص توبہ قریب ہے کہ معاف کردیں گناہ تمہارے اور داخل کریں تم کو جنتوں میں کہ جاری ہوں انکے (درختوں کے) نیچے نہریں اس آیت کے متعلق یہ مضامین ہیں۔

(۱) یہ ایک آیت ہے کہ جسکی صبح[۱] بھی تلاوت کی گئی تھی اور اسکے مناسب کچھ مضامین بیان ہوئے تھے اسوقت یہ معلوم نہ تھا کہ دوسرا موقع اتنی جلدی بیان کرنیکا ملجائے گا اسلئے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ اس آیت کا مقصود پھر کبھی بیان کردیا جائے گا مگر یہ خدا کا فضل ہے

[۱] اس صبح کو بھی اسی آیت کے متعلق بیان ہوا تھا ۱۲ منہ

کہ اس نے اتنی جلدی موقع دیدیا لیکن یہ ضرور ہے کہ چونکہ اس وعظ میں عورتیں بھی جمع ہیں اور یہ وعظ اصل میں عورتوں ہی کو سنانا مقصود ہے اسلئے رنگ بیان کا دوسرا ہوگا۔ اور اسوقت زیادہ مضامین عورتوں کی ضرورت کے لائق ہونگے اور اس طرز سے بیان ہونگے۔ کہ عورتوں کی سمجھ میں آجائیں پس اگر مردوں کو اس وقت کے بیان میں مزہ نہ آئے تو تنگدل نہوں اسلئے کہ اول تو مزہ مقصود نہیں دوسرے کبھی تو عورتوں کو بھی کچھ دین کا بیان سننا چاہیئے جسکے لئے انکی سمجھ کی رعایت کرنا ضروری ہے۔

(۲) مقصود اس آیت کا یہ ہے کہ خدا تعالےٰ اپنے ایمان والے بندوں کو توبہ کا حکم فرماتے ہیں چنانچہ ترجمہ سے معلوم ہوگا فرماتے ہیں کہ اے ایمان والو خدا کی طرف متوجہ ہوجاؤ اسیکو توبہ کہتے ہیں کہ بندہ خدا کی طرف متوجہ ہوجائے یہی توبہ کی حقیقت ہے اور صرف لفظ توبہ زبان سے کہہ لینا کافی نہیں چونکہ توبہ کی حقیقت بیان ہوچکی اسلئے اب میں توبہ ہی کا لفظ کہونگا سنئے خدا تعالےٰ فرماتے ہیں کہ اے ایمان والے بندو توبہ کرو خدا کی طرف خالص

توبہ اس آیت کا یہ مضمون کوئی نیا مضمون نہیں ہے بہت دفعہ کانوں میں پڑا ہوگا لیکن شاید ۲
کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب یہ پرانا مضمون ہے تو اسکے اسوقت بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی سو ضرورت یہ ہے کہ وعظ میں جو مضمون بیان کیا جاتا ہے اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اسپر عمل کیا جائے اور جب کئی مرتبہ سننے کے بعد بھی ایک مضمون پر عمل نہ ہو تو معلوم ہوا کہ ابھی اسکے دہرانے کی ضرورت ہے تاکہ اس طرف توجہ پیدا ہو بلکہ جو مضمون معلوم نہیں ہیں اسنے بھی اس مضمون کی ضرورت زیادہ ہوگی وجہ یہ ہے کہ جان بوجھ کر خلاف کرنا بہت بڑی معصیت ہے اسکا علاج نہایت ضروری ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص کسی جگہ اکثر وعظ کہا کرتا ہو اسے تو چاہیئے کہ ترتیب وار مضمون بیان کرے اور جسکو کبھی کبھی موقع ملے جیسے کہ اسوقت میرا آنا مسافرانہ ہوگیا ہے اسکو چاہیئے کہ جو مضمون زیادہ ضروری ہو اسیکو بیان کرے اور ظاہر ہے کہ اس مضمون سے زیادہ ضروری اور کونسا مضمون ہوگا کہ جسکی ہر وقت ہم کو ضرورت ہو توبہ کا مضمون ایسا ہے کہ ہر حالت کو عام ہے اور ہر وقت ہم کو اسکی ضرورت ہے کیونکہ توبہ گناہ سے ہوا کرتی ہے اور گناہ ہم سے ہر وقت ہوتے ہیں اسپر شاید کسیکو تعجب ہو

کہ ہر وقت تو ہم گناہ نہیں کرتے تو وجہ اس تعجب کی یہ ہے کہ لوگوں کو گناہ کی حقیقت معلوم نہیں صرف ٹوٹی پھوٹی فہرست گناہوں کی یاد کر رکھی ہے کہ چوری قتل بدکاری جوا وغیرہ ہی گناہ ہیں مگر جب گناہ کی حقیقت معلوم ہوگی تو معلوم ہوگا کہ کوئی وقت بھی ہمارا گناہ سے خالی نہیں اور جب ایسا ہے تو ہر وقت ہم کو توبہ کی ضرورت ہے گناہ کا خلاصہ ہے خدا کی نافرمانی کرنا تو اول تو یہ معلوم کرو کہ خدا نے کس کس بات کا ہم کو حکم کیا ہے پھر دیکھو کہ ہم ان میں سے کتنے حکموں پر عمل کرتے ہیں اور جن باتوں سے ہم کو روکا ہے ان سے کہاں تک بچتے ہیں اور یہ اسوقت ہوگا کہ شریعت کا علم سیکھا جائے کیونکہ بدون علم شریعت کے سیکھے یہ باتیں کیونکر معلوم ہو سکتی ہیں افسوس ہے کہ آجکل مسلمانوں نے خاصکر عورتوں نے علم دین کی طرف سے بالکل توجہ ہٹالی عورتوں کو اول تو موقع نہیں ملتا کہ علم دین سیکھیں اور نہ انکو توجہ ہے اور عورتوں کے بارے میں بڑا قصور مردوں کا ہے کہ وہ ان سے صرف کھانے پکانے کا کام لیتے ہیں اور علم دین سکھانے کی ذرا کوشش نہیں کرتے کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ عورتیں
۳ مردوں کی طرح باہر پھر کر علم نہیں سیکھ سکتیں اسلئے کہ ان کو پردے سے نکلنا جائز نہیں اب اگر وہ علم سیکھ سکتی ہیں تو اسیطرح کہ مرد توجہ کریں اور اس کام کو اپنے ذمہ لیں آجکل کے عقلمند پردے کے مسئلہ میں بھی بہت کچھ زبان درازیاں کرتے ہیں میں اسکے لئے مختصر طور پر بیان کرتا ہوں کہ دیکھئے حضور پرنور (صلے اللہ علیہ وسلم) کی بیبیاں تمام امت کی مائیں ہیں اور ظاہر ہے کہ ماں کے ساتھ بیٹوں کو کسی قسم کے فتنہ کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا لیکن باوجود اس کے دیکھ لیجئے کہ پردے کے بارہ میں ان کو کیا کیا حکم ہوتے پہلا حکم یہ ہے کہ گھر میں بیٹھی رہو تو جب ان کو ارشاد ہوا ہے کہ گھر میں بیٹھی رہو اور باہر نہ نکلو تو پھر اور عورتوں کو کیسے حکم نہ ہوگا اور اسی آیت پر بس نہیں بلکہ دوسری آیات بھی موجود ہیں فرماتے ہیں کہ مسلمان عورتوں کو حکم فرما دیجئے کہ اپنی نگاہیں پست رکھیں اور اپنی زیب و زینت ظاہر نہ کریں تو جب پردہ ضروری ہے تو ظاہر ہے کہ عورتوں کو ایسا موقع نہیں ملسکتا کہ وہ باہر پھر کر علم دین سیکھیں۔ اسلئے مردوں پر واجب ہے کہ علم دین کے احکام بتلائیں حدیث میں ہے کہ تم سب ذمہ دار ہو اور تم سے قیامت میں تمہاری

ذمہ داری کی چیزوں سے سوال ہوگا قرآن شریف میں ہے کہ اے ایمان والو بچاؤ تم اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے تو گھر والوں کے بچاتے کے معنی یہی ہیں کہ ان کو تنبیہ کرو اور بتلاؤ بعض لوگ بتلا تو دیتے ہیں مگر پھر ڈھیل چھوڑ دیتے ہیں کہتے ہیں کہ دس دفعہ تو کہدیا نہ مانیں تو ہم کیا کریں۔

صاحبو یہ سب غور کرنے کی وجہ ہے میں نمونہ کے طور پر ایک مثال بیان کرتا ہوں کہ اگر کسی دن کھانے میں نمک بہت تیز ہو گیا ہو اور آپ گھر والوں کو بہت سخت سست کہہ لیں لیکن باوجود آپ کے کہنے کے اگلے دن بھی وہی حالت ہو یہاں تک کہ پندرہ روز تک برابر کھانے میں نمک تیز رہے تو اس وقت آپ کیا معاملہ کریں گے کیا وہی برتاؤ کریں گے جو دین کے حکموں میں کرتے ہیں یا کچھ اور۔ ظاہر ہے کہ یہ برتاؤ ہرگز نہ کیا جائے گا بلکہ کم سے کم اتنا ضرور کیا جائے گا کہ اس کا پکا ہوا کھانا نہ کھایا جائے گا کیا کوئی صاحب بتلا سکتے ہیں کہ انھوں نے ایسے موقع پر نہایت نرمی سے کہا ہو کہ بی صاحبہ کھانے میں نمک تیز نہ کیا کیجئے اور اگر اس پر نہ مانا ہو تو یہ کہکر خاموش ہو رہے ہوں کہ ہم نے تو دس دفعہ کہدیا نہ مانے تو ہم کیا کریں تو صاحبو جب اپنے معاملہ میں اس قدر سختی برتی جاتی ہے تو کیا وجہ کہ دین کے معاملے میں یہ سختی نہیں معلوم ہوا کہ دین کی اسقدر ضرورت خود تمہارے دل مین نہیں ہے اگر نماز روزے کے بارے میں بھی اُسی سختی سے کام لیتے جس سے نمک تیز ہونے کے وقت کام لیا تھا تو ضرور اثر ہوتا اور میں ایک آسان تدبیر اسکی بتلاتا ہوں کہ اسپر عمل کرنے سے ضرور دین کی پابندی ہو جائے گی وہ یہ ہے کہ جس روز نماز روزہ وغیرہ میں عورتوں کی ذرا سستی دیکھو اس روز ان کے ہاتھ کا کھانا نہ کھاؤ یہ ایسی سخت سزا ہے کہ اس کے بعد بہت جلد اصلاح ہو جائے گی کیونکہ جس روز تم ان کے ہاتھ کا کھانا نہ کھاؤ گے اس روز ضرور ان کا بھی فاقہ ہوگا

بس جب دو چار روز ایسا ہو گا تو خود سنبھل جائیں گی تو طریقہ یہ ہے۔ صاحبو کام تو کرنے ہی سے ہوتا ہے تری باتوں سے نہیں ہوتا۔ پس زیادہ قصور مردوں کا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کو علم دین سیکھنے کا بہت کم موقع ملتا ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ جب عورتوں کو کچھ سنایا جائے تو انہیں کی ضرورت کا زیادہ لحاظ رکھا جائے مردوں کی رعایت نہ کرے اس لئے اس وقت کا بیان بالکل سادہ ہوگا دوسرے اس لئے بھی اس وقت خاص عورتوں کے متعلق مضامین بیان کئے جائیں گے کہ مردوں کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ہم جب عورتوں کو نصیحت کیا کریں تو کیا نصیحت کیا کریں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس مقام پر توبہ کا حکم ہے اور توبہ گناہ سے ہوتی ہے اور گناہ کا علم دین کے جاننے سے ہوتا ہے کہ اس سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ گناہ کس قدر ہیں اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ شاید ہی کوئی وقت ایسا گزرتا ہو کہ ہم سے گناہ نہ ہوتے ہوں دیکھئے ایک دل ہی ہے کہ اسکے گناہوں کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتا حالانکہ اس کے بہت سے گناہ ہیں اگر کسی شخص کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا یہ بھی گناہ ہے جس کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتا۔ حضرت جنیدؒ کی حکایت ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ایک شخص کو سوال کرتے دیکھا جو کہ صحیح وتندرست تھا آپ نے دل میں فرمایا کہ یہ شخص اچھا خاصہ ہٹا کٹا ہے۔ اور پھر بھیک مانگتا ہے۔ رات کو آپ نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آپ کے پاس مردار لایا اور کہا کہ اسکو کھائیے انھوں نے کہا کہ یہ تو مردہ ہے کیونکر کھاؤں اس شخص نے جواب دیا کہ آج صبح تم نے اپنے ایک بھائی کا گوشت کھایا ہے تو اس کے کھانے میں کیوں تامل کرتے ہو انھوں نے کہا کہ میں نے تو کسی کا گوشت نہیں کھایا جواب ملا کہ تم نے ایک مسلمان کی غیبت کی تھی کہا میں نے تو کسی کی غیبت نہیں کی اس نے جواب دیا کہ اگرچہ زبان سے

غیبت نہیں کی لیکن دل میں تو اسکو حقیر سمجھا اور دل ہی سے تو سب کچھ ہو جاتا ہے۔ آخر حضرت جنید رح بہت گھبرائے اور اس فقیر کے پاس پہونچے وہ کوئی کامل شخص تھا ان کو دیکھتے ہی کہا وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ۔ یعنی خدا تعالے ہی بندوں کی توبہ قبول کرتے ہیں سو ان گناہوں کی طرف کبھی ہمارا خیال بھی نہیں جاتا کہ یہ بھی گناہ ہیں۔

اسیطرح زبان کے اکثر گناہ ہیں اور اسیطرح اپنے کو بڑا سمجھنا اسکو بھی ہم لوگ گناہ نہیں سمجھتے بلکہ اسکو عزت سمجھتے ہیں اور ضروری جانتے ہیں صاحبو گناہ کی علامت یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہو۔ تو دیکھ لیجئے ان گناہوں سے کسقدر ممانعت کی ہے اور کیسی کیسی ان کی سزائیں مقرر کی ہیں غرور اور غیبت پر کیسی سخت سزا مقرر کی ہے اور اسیطرح بلا تحقیق کوئی بات کہدینے پر کیسی دھمکی ہے تو جب لوگ علم دین حاصل کریں گے اس طرح کہ مرد تو پڑھیں اور عورتیں یا تو پڑھ لیں اور اگر اسکا موقع نہ ملے تو مولویوں کی چھوٹی چھوٹی کتابیں سنکر یاد کر لیں اس وقت انکو معلوم ہوگا کہ گناہ کیا کیا ہیں چنانچہ شادی اور غمی میں اسقدر رسمیں شریعت کے خلاف ہوتی ہیں جن کی کچھ حد نہیں اکثر لوگ شادی میں یہ سمجھتے ہیں کہ اگر ناچ نہ کرایا اور گانا نہ ہوا تو بس کوئی رسم ہم نے نہیں کی شرع کے موافق نکاح ہوگیا حالانکہ ناچ اور گانے کے سوائے اور بہت سی رسمیں ایسی ہیں کہ وہ بدعت ہیں بلکہ بعض تو شرک کے درجہ تک پہونچگئی ہیں مگر خدا کا شکر ہے کہ یہ رسمیں بہت کچھ چھوٹ گئی ہیں جیسے دولہا کو اُلّو کا گوشت کھلانا یا دامن میں ہلدی باندھنا میانہ سے اترکر چارپائی پر نہ بیٹھنا وغیرہ وغیرہ لیکن ان رسموں کے چھوٹنے کے ساتھ ہی ایسی رسمیں بڑھ گئیں جن میں نام و نمود زیادہ ہے کیونکہ بہ نسبت پہلے کے اب مال کی زیادہ کثرت ہے پہلے لوگوں میں اس قدر امیری کب تھی ایسا ساز و سامان کہاں تھا یہ رنگ برنگ کے کپڑے کوئی جانتا بھی نہ تھا چنانچہ اب بھی جو لوگ پُرانی

شادی اور غمی

وضع کے باقی ہیں ان کی زندگی بالکل سیدھی سادی ہے اور آجکل کے نئے رنگیلوں کی تو یہ حالت ہے کہ ایک مقام پر پہونچکر مجھے معلوم ہوا کہ شادی میں ڈیڑھ ہزار کا صرف کپڑا ہی کپڑا دیا گیا شاید اس کو تو ساری عمر میں بھی اس میں سے آدھا کپڑا پہننا نصیب نہ ہو کیونکہ اول تو کپڑا اسقدر دوسرے عورتوں کا پہننا کہ ایک ایک کپڑے کو دس دس برس تک احتیاط سے رکھکر پہنتی ہیں۔ کیونکہ ان کی حالت یہ ہے کہ اپنے گھر میں تو ایسی حالت میں رہیں گی کہ صورت دیکھکر بھی نفرت پیدا ہو اور دوسری جگہ جائیں گی تو بن ستور کر خدا جانے دوسری جگہ کس کو دکھلانا منظور ہوتا ہے اور پھر ان کا دل ہر وقت اس کپڑے ہی میں ہوتا ہے کہ آج دھوپ دکھلائی جارہی ہے اور کل صاف کیا جارہا ہے خدا کی پناہ اور تعجب یہ ہے کہ ان کا جی نہیں گھبراتا لیکن جب دوسرا کوئی کام نہیں تو آخر یہ بچاری دن کس طرح کاٹیں اسی طرح شادی میں فضولیات ہوتے ہیں دیکھئے ایک کھانا کھلاتا ہے کہ ساری برادری کو نوتا جاتا ہے مشورہ کرنا ہے کہ ایک ایک سے رائے لی جاتی ہے ایک صاحب نے اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہا اور یہ رائے ہوئی کہ اس خوشی میں ایک ہزار روپیہ کسی اسلامی مدرسہ میں دیدیں ان بیچاروں سے غلطی یہ ہوئی کہ برادری کو جمع کرکے رائے لی تمام برادری نے ان کو دق کردیا اور کہا کہ ہمارا جو کچھ آپ نے کھایا ہے وہ واپس کیجئے آخر مجبور ہو کر بیچاروں کو ساری رسمیں کرنی پڑیں ان لوگوں سے کوئی پوچھے کہ اس رقم کے برباد کرنے سے آپ کا کیا نفع ہوا ایک صاحب مجھ سے کہنے لگے کہ صاحب اس میں کیا گناہ ہے کہ برادری کو کھلا دیا پلا دیا صاحبو یہ زبانی باتیں تو بہت پیاری ہیں مگر ذرا اسکی حقیقت کو تو دیکھو یہ ایسا ہے جیسا کہ ایک چور نے کہا تھا کہ ہم تو

جو کچھ کھاتے ہیں حلال کرکے کھاتے ہیں دیکھئے رات کو نیند برباد کرتے ہیں محنت
کرتے ہیں جب کہیں ہم کو کھانے کو نصیب ہوتا ہے تو جیسا اس چور نے باتیں ملا کر
چوری کو حلال کیا تھا ایسی ہی ہماری حالت ہے کہ ایسے طریقہ سے بات ظاہر
کرتے ہیں کہ جس سے گناہ گناہ ہی نہ معلوم ہو کہ اگر برادری کو کھانا کھلا دیا
ان کا حق ادا کیا لڑکی کو دیا اسکے ساتھ سلوک کیا تو اس میں کیا حرج ہے
میں کہتا ہوں کہ اگر لڑکی کے ساتھ صرف سلوک ہی کرنا ہے تو کیا وجہ کہ برادری کو
جمع کرکے ان کو دکھلا کر سلوک کیا جاتا ہے اور اگر سلوک کرنے کے لئے برادری کو
جمع کرنا ضروری ہے تو کیا وجہ کہ پندرہ سولہ برس تک جو سلوک لڑکی کے ساتھ کیا
گیا ہے اس میں برادری کو کیوں نہیں جمع کیا گیا کہ صاحبو دیکھ رکھو میں آج لڑکی
کے واسطے کپڑا لایا ہوں آج اسکے لئے حلوا تیار کرایا ہے معلوم ہوا کہ شادی کے
موقع پر فخر کرنا مقصود ہوتا ہے اور اسکی علامت یہ ہے کہ سامان دینے کے بعد اس ۸
طرف کان جھکتے ہیں کہ دیکھیں لوگ ہماری نسبت کیا کہہ رہے ہیں اگر کسی نے کہدیا
کہ واقعی حوصلے سے زیادہ کام کیا تو سمجھا جاتا ہے کہ بہت بڑی تعریف کی۔
حالانکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ یہ بہت بڑی برائی کی کیونکہ
اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے بہت بڑی بیوقوفی کی کہ اپنی گنجائش سے زیادہ
خرچ کر دیا لیکن یہ تعریف بھی بہت کم نصیب ہوتی ہے اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ
اسکی یہ نیت بھی پوری نہیں ہوتی بلکہ جتنا بھی یہ زیادہ خرچ کرتا ہے برادری زیادہ
عیب نکالتی ہے اور ظاہر میں ہمدردی بھی کرتی ہے تو دل میں اس کے بگاڑنے
اور نقصان پہونچانے کی فکر ہوتی ہے ہمارے نزدیک ایک قصبہ ہے
بگھرہ وہاں ایک رئیس تھے جنھیں مالدار ہوئے زیادہ زمانہ نہ گذرا تھا
انھوں نے اپنے لڑکے کی شادی کی برادری کے لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ

برادری کیلئے لٹنے کی حکایت

(باقی آئندہ)

(ا) کہ اسکا محال ہونا ثابت نہیں اور مخبر صادق نے اس کے وقوع کی خبر دی ہے
لہٰذا اس کے وقوع کا اعتقاد واجب ہے۔ البتہ اگر مستدل کوئی نظیر بھی پیش کر دے
تو یہ اس کا تبرع و احسان ہے۔ مثلاً گراموفون کو اس کی نظیر میں پیش کر دے
کہ باوجود جماد محض ہونے کے اس سے کس طرح الفاظ ادا ہوتے ہیں آج کل یہ
ظلم ہے کہ نو تعلیم یافتہ ہر منقول کی نظیر مانگتے ہیں سو سمجھ لیں کہ یہ الزام مالا یلزم ہے۔

(ح) اور علما نہایت خندہ پیشانی سے اس کا جواب دیں گے۔ لیکن اپنے آپ کو مسلمان کہتے
ہوئے ایسے سوال کرنا بالکل بیجا اور قابل افسوس ہے اور یہ ایسا ہے جیسے کوئی عورت کسی
مرد کے ساتھ نکاح ہونے کو تسلیم کرے اور تسلیم نفس میں حجت کرے کہ یہ اصل ہے ایسا ہی ہے
ہاں اس کے علیحدہ ہو جانے پر انکار کرنا بیجا نہ ہو گا۔ غرض اہل شرع اس عقیدہ پر دلیل رکھتے
ہیں اوس کا مطالبہ جو کوئی چاہے کرے وہ حق بجانب ہے لیکن نظیر کا مطالبہ محض زبردستی
اور الزام مالا یلزم ہے یعنی ایسی چیز کا مطالبہ ہے جو مدعی کے ذمہ از روئے انصاف اور ۶۵
از روئے قواعد مناظرہ ضروری نہیں ہے۔ ایسی چیز کا مطالبہ کرنا جو غیر ضروری ہو ایسا ہے
جیسے عدالت میں کوئی دوسرے پر ایک دعوے کرے اور ثبوت بھی باقاعدہ دیدے لیکن کوئی
کہے کہ یہ دعوے سچا جب مانا جائے گا کہ لاٹ صاحب گواہی دیں۔ اہل عقل و انصاف
جانتے ہیں کہ یہ سوال اس کا محض بیہودہ ہے اگر لاٹ صاحب اوس واقعہ سے محض لاعلم
ہوں یا کسی عذر سے نہ آسکیں یا دیدہ و دانستہ آنے کی تکلیف گوارا نہ کریں تو اس سے
مقدمہ پر کیا اثر ہو سکتا ہے۔ ثبوت کافی موجود ہے اوس کے موافق حکم ہو جاوے گا۔
یہ اور بات ہے کہ مدعی بطور احسان کوئی نظیر پیش کر دے تاکہ رفع استبعاد ہو جاوے۔
جیسے گراموفون کو نظیر میں پیش کرے کہ اس میں سے بھی ایک جماد میں سے بلا منہ اور زبان کے
وہ الفاظ نکلتے ہیں جو اس کے سامنے پڑھے گئے تھے اسی طرح اگر اعضاء انسانی میں بھی
یہ اثر ہو کہ ان کے سامنے کی ہوئی بات یا ان کے سامنے کیے ہوئے افعال کسی طرح ان کے
اندر محفوظ ہو جاتے ہوں پھر قیامت کے دن ان کے اندر سے آواز نکلے اور یہ سب ادا کر

(۱) نمبر ۷ - دلیل عقلی و نقلی میں تعارض کی چار صورتیں عقلاً محتمل ہیں۔

(ح) بیان کردیں تو کیا تعجب ہے۔ تو یہ نظیر دینا مدعی کی طرف سے ایک زاید بات بطور احسان ہوگی اور پھر اس کا دعویٰ موقوف نہ ہوگا حتیٰ کہ اگر اسکو کوئی نظیر یاد نہ ہو یا دیدہ و دانستہ پیش کرنے سے انکار کرے تو دعوے کا ثابت ہونا اسپر موقوف نہ ہوگا جیسے لاٹ صاحب کی گواہی پر مقدمہ موقوف نہیں۔

نمبر ۷ میں حضرت مصنف مدظلہ نے ایک ایسا مغالطہ کا حل کیا ہے کہ جس میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ اور مشہور لیڈران قوم اور شمس العلما کا خطاب رکھنے والے مبتلا ہیں۔ حضرت مصنف نے اس خوبی سے اسکو حل کیا ہے کہ سبحان اللہ وصل علی۔ اگر کوئی ذرا بھی غور سے کام لے گا تو ہزاروں شبہات کا جواب اس سے نکل آوے گا اور ان لیڈران کی تمام ملمع سازی کا راز کھل جائے گا۔ وہ مغالطہ یہ ہے کہ عقائد کی کتابوں میں یہ مضمون پایا جاتا ہے کہ عقل (دلیل عقلی) مقدم ہے نقل (دلیل نقلی) پر اہل کلام کا مطلب تو اس سے کچھ اور تھا جس کا بیان آگے آتا ہے) مگر ان عقلاء زمانہ کو ایک سہارا مل گیا اور اس مضمون کو اس قدر وسعت دی کہ ہر بات میں عقل کو شریعت پر ترجیح دینے لگے حتیٰ کہ فرعی مسائل میں جہاں کچھ تنگی معلوم ہوئی وہاں اپنی عقل کے مقتضا پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اور شریعت کو بالائے طاق رکھدیا۔ اور جب کسی نے مزاحمت کی تو یہی دلیل پیش کر دی کہ یہاں نقل کا حکم واقعی یہی ہے مگر عقل کا حکم اس کے خلاف ہے۔ اور یہ مسئلہ طے ہو چکا کہ عقل کو ترجیح ہوتی ہے نقل پر ان لوگوں میں یہ مسئلہ اس عنوان سے مشہور ہے کہ " درایت مقدم ہے روایت پر " چنانچہ ایک مشہور مقتدا[۱] اور لیڈر قوم کی تحریر میں سود کے متعلق مبسوط مضمون موجود ہے کہ سود اور اسلام دو متباین اور متضاد چیزیں ہیں قرآن شریف سے صاف ثابت ہے کہ دونوں جمع نہیں ہوسکتے جہاں اسلام ہے وہاں سود نہیں اور جہاں سود ہے وہاں اسلام نہیں۔ اس کے ثبوت میں تمام آیتیں اور احادیث اسی مضمون کی جمع کی ہیں۔ اور جتنا ولیں سود لینے والے کرتے ہیں سب خدا کو دھوکہ دینا ہے۔ الفاظ کے بدل دینے سے معانی نہیں بدلتے۔ اس بحث کو بہت ۹۶

[۱] مقتدا سے مراد مولف کتاب الحقوق والفرائض ہیں ۱۲

(۱) ایک یہ کہ دونوں قطعی ہیں۔

(ج) طول کے ساتھ لکھ کر ثابت کر دیا کہ وہ دعویٰ بالکل صحیح ہے کہ اسلام اور سود دو
متضاد چیزیں ہیں۔ اور اسلام میں سود کسی طرح اور کسی تاویل سے جائز نہیں ہو سکتا لیکن
اخیر میں لکھتے ہیں کہ یہ سب کچھ ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ عقلی دلیل کیا کہتی ہے سو عقل کہتی ہے
کہ مسلمانوں کو آجکل روپے کی سخت ضرورت ہے۔ کمانے کی بھی اور کمائے ہوئے کو
حفاظت سے رکھنے اور خرچ کرنے کی بھی۔ اور سود سے بہتر کوئی ذریعہ ان سب باتوں کا نہیں
ہے کمانے کے متعلق تو ظاہر ہے کہ سود لینے والی قومیں سب مالدار ہیں۔ اور سود سے
مال کی حفاظت ہو جانا بھی ظاہر ہے کیونکہ دوسرے کے ذمہ قرض ہو جاتا ہے مالک کو بےفکری
ہو جاتی ہے۔ اور کفایت شعاری بھی سود سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ سود میں خاصیت ہے
کہ دل تنگ ہو جاتا ہے اور مال کی محبت پیدا ہو جاتی ہے حتیٰ کہ آدمی ضروری اخراجات
میں تنگی کرنے لگتا ہے اسراف تو کہاں۔ غرض سود مال کمانے کا ذریعہ بھی ہے اور حفاظت
اور کفایت شعاری کا بھی لہٰذا عقل تجویز کرتی ہے کہ لینا ہی چاہئیے تو اب عقل و نقل میں ۶۷
تعارض ہوا اور یہ علم کلام کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عقل کو ترجیح ہوتی ہے نقل پر (نعوذ باللہ
من ہذہ الخرافات) اور اسی لیڈر نے ایک جگہ لباس کے بیان میں لکھا ہے کہ فیشن بنانے کی
بھی ضرورت ہے اور جو لوگ (نقل کفر کفر نباشد) حضیض من تشبہ بقوم فہو منہم میں پڑے
ہوئے ہیں جو حدیث کہی جاتی ہے لیکن درایۃً صحیح نہیں ہے وہ اپنی پرانی وضع رکھے جاتے
ہیں۔ اس کا حال بھی وہی ہے کہ درایت مقدم ہے روایت پر۔ یہ غلطی ایسی عام ہوتی ہے کہ
اصول صحیح رہے دین کے نہ فروع جس اصول دین (عقیدہ) کے خلاف کسی فلسفی کا قول
سن لیا (خواہ افواہاً ہی سنا ہو روایت تک بھی اس کی صحیح نہ ہو) بس عقیدہ میں شبہ پڑ گیا
اور بڑی خیر خواہی دین کی ہوتی ہے تو یہ کہ اس عقیدہ میں تاویل و تحریف کر کے اور توڑ مروڑ
کر کے فلسفی کے خیال کے موافق کر لیا جاوے فلسفی خیال ان کے نزدیک ایسا یقینی اور
قطعی ہوتا ہے کہ اس میں کسی تاویل و توجیہ کی گنجائش نہیں ہوتی۔ اور فروع میں یہ حالت ہے
کہ جس فرعی مسئلہ کو طبیعت کے خلاف پایا اوسے طبیعت کے موافق کر لیا اور مسئلہ کو

(ج) تاویل کر کے اپنی مرضی کے موافق بنالیا۔ ایک شکاری سور کا شکار زیادہ کھیلتے تھے ہر وقت سور کے دانت ان کی پاکٹ میں لگے رہتے تھے ایک عالم سے پوچھنے لگے کہ کیا واقعی سور حرام اور نجس ہے جواب دیا اسمیں کیا شک ہے قرآن شریف میں اس کی حرمت اور نجاست کی تصریح آئی ہے کہنے لگے آپ لوگ لکیر کے فقیر ہیں بات کی تہ کو نہیں پہونچتے جن سوروں کے بارے میں آیت اُتری ہوگی وہ واقعی ایسے ہی گندے ہوں گے۔ کوڑی پر پھرتے ہوں گے اور غلیظ کھاتے ہوں گے آجکل ولایت میں خاص اہتمام سے پالے جاتے ہیں۔ غذا ان کو صاف ستھری دی جاتی ہے شیشہ محلوں میں رکھے جاتے ہیں دونوں وقت صابون سے نہلائے جاتے ہیں یہ نجس کیسے ہوسکتے ہیں۔ ایک شخص نے اس کا جواب دیا کہ آپ سور کو ضرور پاک اور حلال سمجھیں۔ الجنس یمیل الی الجنس۔ یہ ساری خرابیاں اسی کی ہیں کہ نقل کا مقابلہ عقل سے کیا جاتا ہے اور عقل کو ترجیح دیجاتی ہے یہ نہیں دیکھتے کہ اگر یہ قاعدہ بالکل عام کر دیا جائے کہ عقل کو ترجیح ہوتی ہے نقل پر تو نہ تو کوئی نظام قائم رہے اور نہ کوئی کام انجام کو پہونچے مثلاً قانون انگریزی اس وقت رائج ہے بہت سے احکام اسمیں ایسے ہیں کہ کسی دیہاتی کی سمجھ میں نہیں آتے وہ کہہ سکتا ہے ۶۸
کہ میری عقل میں ان کا صحیح ہونا نہیں آتا لہذا عقل کو ترجیح اور مجھے اختیار ہے جو صحیح معلوم ہوا عمل کروں تو اس طرح ایک عام بدنظمی پھیل جاوے گی اور حکومت قائم نہ رہے گی طبیب ایک نسخہ لکھتا ہے جسمیں دوائیں طبیعت کے خلاف ہوتی ہیں۔ اور بعض طریق علاج مریض کی سمجھ میں نہیں آتے تو وہ کہہ سکتا ہے کہ دوا یہ غلط ہیں تو کیا اس طرح علاج معالجہ کا کام چل سکتا ہے ہر کام میں یہی حالت ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ مطلقاً ہر شخص کو اپنی عقل کا اتباع کرنا صحیح طریقہ نہیں اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ بلا عقل کے کام بھی نہیں چلتا یعنی اگر عقل کے خلاف سارے کام کیے جائیں تو ایک فساد عظیم برپا ہو جائے کوئی کام بھی درست نہ ہو پھر ان دونوں باتوں میں تطبیق کیا ہے سو تطبیق اجمالاً تو یہ ہے کہ اصول میں ہر کام کے شئے عقل سے کام لینا چاہیئے اور اصل کے ثابت ہو جانے کے بعد پھر عقل کو دخل نہ دینا چاہیئے اب سب اشکال حل ہو جاتے ہیں مثلاً انگریزی قانون کی اصل میں عقل سے کام لینا چاہیئے کہ اس بات کو عقل سے

(ج) معلوم کیا جاسکتا ہے کہ انگریزی حکومت قابل تسلیم ہے یا نہیں ۔ ماننا پڑے گا کہ قابل
تسلیم ہے اس سے اصل الاصول انگریزی عملداری کا عقلاً ثابت ہوگیا اب فروع میں
یعنے احکام قانونی میں عقل کو دخل دینا درست نہیں جو قانون پاس ہوکر آئے گا
ماننا پڑے گا علیٰ ہذا جب کسی طبیب سے علاج کرانا ہو تو اول اصل معالجہ کو عقل سے
ثابت کرنا چاہیئے یعنے جس طرح ممکن ہو عقلاً اطمینان کرلینا چاہیئے کہ یہ طبیب اس قابل ہے کہ اس سے
علاج کرایا جاوے یا نہیں جب عقل سے یہ بات طے ہوجاوے کہ وہ اس قابل ہے تو اب فروع میں اپنی
عقل کو دخل دینا اور بات بات میں اس سے الجھنا کہ یہ دوا کیوں لکھی اور مسہل کیوں دیا یہ
درست نہیں ۔ یہ بہت موٹی باتیں ہیں کہ عقلی دلیل نہ بیکار چیز ہے اور نہ ہر جگہ چلنے والی ۔ اس اصول
موضوعہ نمبر ۹ میں اسی اجمال کی تفصیل و تحقیق ہے ۔ اسمیں بتایا گیا ہے کہ متکلمین کا جو یہ قول ہے
جو عقائد کی کتابوں میں ہے کہ دلیل عقلی (درایت) دلیل نقلی (روایت) پر مقدم ہے
مگر نہ مطلقاً بلکہ اس کا ایک خاص موقع ہے اور وہ چار صورتوں میں سے ایک صورت
ہے بیان اس کا یہ ہے کہ انسان کو جو کچھ علم حاصل ہوتا ہے تو سب باتوں کا علم ایک ۷۹
درجہ میں نہیں ہوتا مثلاً بڑے سے بڑے سائنسداں کو جس درجہ میں علم اس بات کا
حاصل ہے کہ ایک اور ایک دو ہوتے ہیں اسی درجہ میں اسکا علم نہیں ہے کہ چاند
میں زمین کی سی آبادی ہے گو اسپر بھی آجکل کے سائنسداں یقین رکھتے ہیں مگر نہ اس
درجہ کا جس درجہ کا اسپر یقین ہے کہ ایک اور ایک دو ہوتے ہیں ۔ ثابت ہوا کہ علم میں
کئی درجے ہیں ۔ ان درجوں کا تفاوت دلیل کے تفاوت سے ہوتا ہے اگر دلیل یقینی ہو تو
علم یقینی ہوگا اور اگر دلیل یقینی نہ ہو تو علم بھی یقینی نہ ہوگا ۔ غور کرنے سے علم یعنے ادراک
کے تین درجے نکلتے ہیں ایک یقینی دوسرا ظنی تیسرا وہمی ۔ یقینی وہ ہے جسپر کوئی
دلیل یقینی موجود ہے ۔ اسکو قطعی بھی کہتے ہیں جیسے ایک اور ایک ملکر دو ہونا کہ دلیل
سے یہ بالکل قطعی اور یقینی ثابت ہوتا ہے ۔ چاہے جب تجربہ کرلو ۔ کہ ایک اور ایک کو
ملاؤ اور گنو تو دو ہی ہوں گے ۔ اور ظنی اسکو کہتے ہیں کہ جسپر کوئی ایسی دلیل قائم ہو کہ اکثر
وہ یہی نتیجہ دیتی ہو اور اس سے گمان غالب پیدا ہوجاتا ہے کہ یہ بات صحیح ہے

(ج) مگر دوسرے درجہ میں گمان جانب مخالف کا بھی رہتا ہے جیسے آجکل کے سائنس میں زمین کا متحرک ہونا کہ اس کا ثبوت دلیلوں سے دیا جاتا ہے مگر وہ دلیلیں ایسی پکی نہیں جن سے زمین کی حرکت ایسے یقین کے ساتھ ثابت ہو جاوے جیسے ایک اور ایک مل کر دو ہونا یہی وجہ ہے کہ زمین کی حرکت میں سائنس والوں نے اختلاف بھی کیا ہے پرانے فلاسفروں نے تو کیا ہی ہے آجکل کے بھی بعض سائنس داں زمین کے سکون کے قائل ہیں۔ اور ایک اور ایک ملکر دو ہونا اسمیں کبھی کسی نے اختلاف نہیں کیا نہ آیندہ کوئی کرے گا۔ اور وہمی وہ ہے کہ ایک خیال پیدا ہوا ہے کہ شاید یہ بات صحیح ہو اور کسی قسم کا ثبوت یقینی تو کہاں ظنی بھی نہیں ہے جیسے مریخ میں یا اور سیاروں میں آبادی کا ہونا کہ محض اس وجہ سے کہ چاند میں دوربینوں سے کچھ آبادی کے آثار نظر آئے ہیں (ممکن ہے کہ یہ بھی انعکاس ہو زمین کی آبادی کا جیسے آئینہ میں صورت کا عکس نظر آتا ہے) اس سے اسطرف بھی خیال پہونچا ہے کہ چاند بھی ایک سیارہ ہے
۷۰ جب اسمیں آثار آبادی کے ظاہر ہوتے ہیں تو اور سیاروں میں بھی ہوں گے اس وجہ سے یہ خیال پیدا ہوا ہے۔ یہ درجہ علم وہمی کا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ درجہ علم کا کسی طرح بھی اعتماد کے قابل نہیں۔ اور درمیانی درجہ اعتماد کے قابل ہے مگر کچھ نہ کچھ احتمال جانب مخالف بھی رکھتا ہے۔ اور پہلا درجہ یعنے یقینی ایسا اعتماد کے قابل ہے کہ اس میں مطلق جانب مخالف کا احتمال نہیں حتے کہ اگر تمام دنیا بھی اس کے خلاف کہے تب بھی عقل سلیم اسکو تسلیم نہیں کر سکتی مثال اسکی وہی ایک اور ایک ملکر دو ہونا کہ اگر بالفرض دنیا بھر اس کے خلاف کہنے لگے تو کسی کا دل اسکو تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوگا۔ غرض تیسری قسم یعنی وہمی تو خارج از بحث ہے صرف دو قسمیں علم کی قابل شمار ہیں یقینی[۱] اور ظنی[۲]+

اس تقریر سے اچھی طرح سمجھ میں آگیا ہوگا کہ عقلی دلیل کی دو قسمیں ہیں ایک یقینی[۱] دوسری ظنی[۲] اب سمجھنا چاہیے کہ دلیل نقلی میں یعنے شرعی میں بھی دو درجے نکلتے ہیں یعنے یقینی اور ظنی۔ یقینی وہ ہے کہ جس کے الفاظ کسی مضمون کے متعلق بالکل صریح

(ح) اور صاف ہوں اور وہ باعتبار سند اور ثبوت کے بھی بالکل قابل اعتماد ہو ظن غالب کے مرتبہ میں نہو بلکہ یقین کے مرتبہ میں ہو۔ اسکو یقینی کہیں گے اور جس میں ان دونوں میں سے ایک بات نہو وہ یقین کے درجہ سے اتر کر ظن کے درجہ میں آجاوے گی مثلاً الفاظ تو صریح اور صاف ہوں لیکن سند اس کی اس اعلیٰ درجہ کی نہو جسکو محدثین متواتر کہتے ہیں متواتر اسکو کہتے ہیں کہ ہر زمانہ میں اسکو اتنے راویوں نے روایت کیا ہو جن کے جھوٹ پر جمع ہو جانے کو عقل تسلیم نکرے جیسے حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ ہے۔ بلا شبہ اسکی مثال یہ ہے کہ کلکتہ ہمنے نہیں دیکھا لیکن ہر جگہ اور ہر وقت کلکتہ کو دیکھنے والے اور حالات سنانے والے اتنے موجود ہیں جن کو کوئی اہل عقل جھوٹ پر جمع ہو جانے والا تسلیم نہیں کر سکتا اس بناپر ہم کو پورا یقین ہے کہ کلکتہ ایک شہر ہے اسی طرح حدیث مذکور کو ہر زمانہ میں اس کثرت سے لوگوں نے متفق اللفظ روایت کیا ہے کہ ہم کو کچھ شک اسمیں نہیں ہو سکتا کہ یہ الفاظ فرمودہ زبان فیض ترجمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ قرآن شریف کل کا کل من اولہ الی آخرہ ایسا ہی متواتر ہے اور تغیر وتبدل سے محفوظ ہے اسکی شہادت غیر اقوام نے بھی دی ہے۔ اور بہت سی حدیثیں بھی متواتر موجود ہیں سو جو حدیث ایسی ہو وہ دلیل یقینی کہلاوے گی اور جو حدیث متواتر ہو وہ ظنی کہلاوے گی اگرچہ اس کے الفاظ اپنے معنوں میں صریح اور صاف ہیں اور اس اعتبار سے اسکو دلالۃً یقینی کہہ سکتے ہیں لیکن چونکہ ثبوتاً ظنی ہوگی اسوجہ سے اسکو علماء اسلام نے یقینی کے درجہ سے اتار دیا ہے۔ قرآن کل کا کل باعتبار ثبوت کے یقینی ہے مگر بعض جگہ الفاظ کی دلالت اوسمیں بھی ظنی ہے اسوجہ سے کہ ایک لفظ کے دو معنی ہیں تو کسیکی تعیین یقینی نہیں ہو سکتی اس وقت میں کہا جاتا ہے کہ ثبوتاً یقینی ہے لیکن دلالۃً ظنی ہے۔ ۸۱

تنبیہ۔ لغت میں ظن کا ترجمہ گمان ہے اس اعتبار سے دلیل ظنی کے معنے یہ ہو سکتے ہیں کہ محض اٹکل اور گمان ہے مگر یاد رہے کہ یہاں معنے اس کے یہ نہیں ہیں بلکہ معنے یہ ہیں کہ وہ دلیل بالکل صحیح ہے اور ہر طرح قابل اعتماد اور واجب التسلیم ہے لیکن اس درجے

(ح) کچھ کم ہے جس درجہ کی متواتر ہوتی ہے۔

اس کی توضیح مذکورہ مثال سے ہوتی ہے کہ ایک اور ایک ملکر دو ہونا بھی صحیح بات ہے اور زمین کی حرکت بھی صحیح بات ہے لیکن آجکل کے سائنس دانوں کے نزدیک بھی دونوں میں کچھ فرق ضرور ہے اتنا یقین زمین کی حرکت کا نہیں رکھتے جتنا ایک اور ایک ملکر دو ہونیکا۔ یہ تنبیہ اس واسطے کردی گئی کہ بعض لوگ شرعی دلیلوں کی نسبت ظنی کا لفظ سنکر بہت چونکتے ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شریعت کی باتیں بھی ظن وگمان پر مبنی ہیں۔ یہ خرابی غلط اصطلاح کی ہے اُردو میں ترجمہ ظن کا گمان ہے اور گمان اور وہم اور خیال اُردو محاورہ میں سب قریب قریب ہیں تو جب کہا جاتا ہے کہ فلاں دلیل ظنی ہے تو اردو داں اصحاب کے ذہن میں ان ہی تینوں یعنے گمان و وہم وخیال میں سے کوئی معنے آجاتے ہیں اور اس سے وحشت ہوتی ہے حالانکہ وہ ظن جو علما کی زبان پر ہے وہ گمان و وہم وخیال کا مرتبہ نہیں ہے بلکہ
۴۲ یقین ہی کا مرتبہ ہے ان بمقابلہ قطع ویقین کے درجہ دوم میں ہے۔ اس مغالطہ کی ایک نظیر اور بھی ہے وہ یہ کہ کہا جاتا ہے کہ شریعت کے احکام چار چیزوں سے ثابت ہوتے ہیں۔ کتاب اللہ یعنی قرآن شریف اور سنت یعنے حدیث اور اجماع اور قیاس سے۔ قیاس اُردو میں اٹکل کو کہتے ہیں بعض بے باک لوگ آئمہ مجتہدین پر یہ اعتراض کرنے لگتے ہیں کہ یہ رائے اور اٹکل کو دین میں دخل دیتے ہیں یہ غلط اصطلاح ہے جسکو تم قیاس کہتے ہو۔ آئمہ مجتہدین کی اصطلاح میں قیاس نہیں ہے اُن کے نزدیک قیاس کی حقیقت تعدیۃ الحکم من منصوص الی شئ غیر منصوص باشتراک العلۃ ہے یعنی ایسی چیز کا حکم جسکی تصریح شریعت میں نہ آئی ہو دوسری کسی چیز سے نکالنا جسکی تصریح شریعت میں آچکی ہو دونوں میں کوئی مشابہت تلاش کرکے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایک مال حدود میونسپلٹی میں لایا گیا اس کا بیچک مشتبہ تھا اُسکو گرفتار کیا گیا فوراً وہ شخص بیچک کو کہا گیا۔ یہ مقدمہ عدالت میں پہونچا اور بیچک کہا جانے کے مقدمہ کے نام سے موسوم ہوا اور اسپر زیر دفعہ دہوکہ دہی یا کسی

(باقی آیندہ)

قال تعالیٰ ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم آیاتنا ویزکیکم ویعلمکم
الکتٰب والحکمة ویعلمکم ما لم تکونوا تعلمون ط

چون در کریمہ صدر قولہ یتلوا و یعلمکم الکتاب بعض علم نظم و معنی و در قولہ یزکیکم شرف علم کلام عقائد و علم
سلوک و قولہ والحکمة برمزیت علم اسرار و علم اصول دال بالتصریح بیان ست و از ان جزو بودن تصوف
و مشتمل بر سلوک و اسرار است از علم دین نیک عیان ست و باتفاق اہل مذاق مثنوی را در کتب این
فن جا و شان ست لکن از علاقہ تعلق تبیان ست بنا بر علیہ این شرح اردو کہ معنونش را

کلید مثنوی

عنوان ست و این سخ اول حصہ ثانی از جلد سوم از ان ست بالفاظ و عبارت مولوی شبیر علی و
مولوی حبیب احمد علمہما اللہ کہ ہر یکے از ایشان برائے صاحب معانی یعنی مولانا اشرف علی صاحب
دام ظلہم بمنزلہ لسان و ترجمان ست) و در وصل متن را چنان حل کردہ کہ غایت امکان ست و مسائل را
بطور تقریر چو کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و قرآن ست و اشکالات و اغلاط را بطرزے
دور ساختہ کہ موجب اطمینان واذان ست و جا بجا ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد اللہ کہ مظہر آن ان
و منشا از ان ست ہم در مطاوی شرح حسب فرمائش

محمد عثمان غفر اللہ المنان ابن الحاج الہادی دہلی

در مطبع مشہور المطابع دہلی طبع گردید

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلے اللہ علیہ وسلم

جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وسیر میں نہایت جامع و مستند کتاب یہ ہی مبارک کتاب ہے جسکے زمانے تالیف میں باوجودیکہ اطراف وجوانب میں وبا پھیل رہی تھی مگر اسکی برکت سے تھانہ بھون محفوظ رہا اور وبا کے زمانہ میں جس مکان میں یہ پڑھی جاتی ہے وہ مکان محفوظ رہتا ہے گویا اسکا مطالعہ نفع عملیات ہے اور کیوں نہ ہو اس ذات مقدس کے حالات ہیں جو رحمت ہی رحمت ہیں۔ قیمت ۱۲؍

قصہ معراج اور معتبر واقعات

شب معراج کے واقعات جتنے عجائب وغرائب و بیشمار معجزات کو شامل ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں لیکن انقلاب زمانہ اور دور حاضرہ کے افراط و تفریط سے جہاں اور بہت امور تختۂ مشق بنگئے ہیں معراج شریف کے واقعات بھی اس سے خالی نہیں ہیں اگر ایک شخص اسمیں سینکڑوں جھوٹی روایتیں منظوم کرتا ہے تو دوسرا تمام قصہ ہی کو یکسر اڑا دیتا ہے اس انقلاب کو دیکھتے ہوئے حضرت اقدس جامع الشریعت والطریقت حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب ادام ظلہم العالی نے اس ضرورت کو ملحوظ رکھ کر تنویر السراج فی لیلۃ المعراج تالیف فرمائی جس میں افراط و تفریط کو چھوڑ کر اپنی عادت شریفہ کے موافق استدلال کے ساتھ واقعات کو کتب احادیث و سیر سے جمع فرمایا ہے حضرت مجدد کے انتساب کے بعد کتاب کی اہمیت اس کی تعریف اسکی خوبیوں کے اظہار کی ضرورت نہیں رہتی قیمت دس آنے (۱۰؍)

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں افسوس ہے کہ خدا تعالے کے احکام بجالانے اور امر و نہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کی جاتی ہیں خصوصاً آج کل نئی تعلیم کے اثر سے علت طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی اور اکثر جدید تعلیم یافتہ تحقیق اسباب و علل کو آڑ بنا کر عمل سے بے پرواہ ہوگئے ہیں مگر خدائے تعالی جزائے خیر عطا فرمائے حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی کو المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرما کر اذہان کیلئے رموز و اسرار شرعیہ کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جو ایک حق طلب حق پسند کے لئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہو سکتا ہے ورنہ خود پسند و نفس پرست کے لئے تو دفتر بھی کافی نہیں قیمت کامل ہر سہ حصص دو روپے ایک آنہ۔

الانتباہات المفیدہ علم کلام جدید کا نہایت مفید رسالہ قیمت ۹؍

[illegible] تصوف [illegible]

[illegible] تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری اور عجیب کتاب

[illegible] التصوف [illegible] زمانہ [illegible] میں بجائے [illegible]
عوام ہی نے نہیں بلکہ علم تصوف کے فہم میں ہوئی کسی نے
[illegible] کا نام تصوف رکھ لیا اور کسی
نے بعض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے صرف کثرت
اوراد و وظائف کو تصوف کہدیا یا اصطلاح اسکے مسائل
وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کے سمجھنے میں صدہا
غلطیاں کیں اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہنچا کہ اپنے معتقدو
خرابی کو بعض شرک تک میں مبتلا ہوگئے اور بعض
حضرات ایسے بڑھے کہ وہ تصوف کا اصل ہی سے انکار کر
بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں
بے ادبی و گستاخی سے پیش آنے لگے اور مسائل تصوف
کو خرافات یا کلمات کفر اعتقاد کر لیا اور تصوف
کو خلاف شریعت کے سمجھ کر اسکے نام سے کوسوں
بھاگنے لگے انکو جو ضرر ہوا کہ اسکے برکات سے محروم
رہے اور قلب میں قساوت پیدا ہوگئی اور بعض حضرات
وہ ہیں جو منکر نہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی
معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں
اور [illegible] شریعت کو دیکھنا چاہیے اس لئے

[illegible]
[illegible] حضرت مولانا [illegible]
مد ظلہم نے کتاب ایسی تالیف فرمائی جس میں تصوف
کی حقیقت اور اسکے ضروری مسائل کی تحقیق جن میں لوگ
غلطیاں کرتے تھے بالکل صاف ہوگئی جو لوگ اس راہ کو قطع
کر رہے ہیں یا آئندہ قطع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں ان کو تو
خصوصاً اور عام مومنین کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا
بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے انشاء اللہ تعالیٰ
تمام اشکال حل ہونگے علاوہ بہت سے ایسے جدید فوائد ضروری
دیکھنے میں آوینگے جو نہایت کارآمد ہیں۔ قیمت (۵؍)

احکام التجلی من التعلی والتدلی

جناب باری عز اسمہ کا دیدار کب ہوگا کہاں ہوگا کس طرح ہوگا
اس باب میں حضرت مد ظلہم نے نہایت عجیب لطیف رسالہ تحریر
فرمایا ہے جس میں تین فصلیں ہیں فصل اول میں دلائل شرعیہ
یہ تحریر فرمایا ہے کہ دنیا میں دیدار باری تعالیٰ ممتنع ہے فصل دوم
میں یہ بیان ہے کہ اس امتناع سے حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذات مقدس مستثنیٰ ہے اور آپکو لیلۃ المعراج میں
ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوا فصل سوم میں نہایت
شرح و بسط سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ آخرت میں تمام اہل
ایمان کو ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوگا
اور فلاں فلاں مقام پر ہوگا اور ہر مقام کے دیدار میں کیا
فرق ہے اسکے ساتھ ہی تجلی کے اقسام ذکر فرما کر بہت سے فوائد علمیہ تحریر
فرمائے ہیں اسطرح یہ رسالہ ایک بحث میں مفصل و مکمل ہوگیا ہے
قیمت تین آنہ (۳؍)

[illegible] مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی [illegible]

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کیلئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بیش بہا دولت ہے اور اہل سلوک کیلئے رافع شبہات و شکوک ہے اسرار معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کے لئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنے والے اور کدھر ہیں طریقت کو شریعت سے جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کر کے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالی ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہو جائیگا کہ شریعت ہی میں طریقت اور طریقت ہی میں شریعت ہے ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے قیمت تین روپے چار آنہ علاوہ محصولڈاک

خلاصہ سائنس اور اسلام

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو دینیات کی جامعیت کے ساتھ سائنس اور طبعیات کا پہلو لئے ہوئے ہے یہ کتاب زیادہ تر ان تعلیمیافتوں کیواسطے تالیف کیگئی ہے جو علوم مروجہ کے اثر سے متاثر ہو کر شبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں یہ کتاب ہندار مسلمانوں کیلئے بھی ازبس ضروری اور نافع ہے مضامین کی مختصر فہرست یہ ہے۔ ارکان عبادات و اعمال کو لکھکر اسکے ضمن میں ہر رسم کے شرکیہ اور خلاف شرع رسوم کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے نیز علمی اور طاعات کے بعض دنیوی نقصانات و منافع دکھلا کر حکومت انتظام ملکی کی تشریح کی ہے اسکے بعد نماز کیلئے طہارت کے شرط ہونے کی حکمت۔ وضو میں اعضاء وضو دھونے اور ترتیب کی حکمت۔ نماز میں کعبہ کیطرف منہ کرنیکی حکمت بے نمازوں کی واہی تباہی عذروں کے معقول جواب۔ اعمال حج کی فلاسفی اور بے پردگی کی خرابیاں تعدد ازدواج کے متعلق نہایت عمدہ بحث۔ اس شبہ کا جواب کہ شریعت محمدیہ کے قوانین نئی روشنی کے زمانے میں بے سود ہیں سچے صوفیوں کے حالات مادے کی قدامت کا ابطال فلاسفہ ہی کے مسلمہ اصول سے وحدانیت کی فلاسفی عقل کی حقیقت معلوم کرنے میں اہل سائنس کی بدحواسی حیات بعد الممات کا عقلی ثبوت اور فلاسفہ کے شبہات کا جواب۔ روح اور جسم کے باہمی تعلق کی حقیقت الغرض دنیا بھر کے شکوک و شبہات کے جوابات جو کسی حیثیت سے اسلام پر وارد ہو سکتے ہیں اس کتاب میں موجود ہیں جنکو پڑھکر اسلام کے دین کامل ہونیکا یقین کامل ہو جاتا ہے۔ قیمت دو روپے (۲)

اکسیر فی اثبات التقدیر

تقدیر اور تدبیر کے متعلق نہایت لطیف بحث ہے

جملہ فرمائشیں بنام محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی آنی چاہئیں

اور اوس کثرت کی وجہ سے تو مثل گروں کے اور دریائے عمیق کے ہے کہ جس طرح ان چیزوں میں مختلف اشیار ہیں اسیطرح تو بھی تمام تجلیات اسمار کا مظہر ہے۔

آن توئی زفت است کہ آن نہ صد تو است   قلزم ست و غرقہ گاہ صد تو است

یعنی تیرا وہ تو عظیم کہ جو نو سو تو میں ایک قلزم ہے اور سیکڑوں تو کا غرقہ گاہ ہے۔ مطلب کہ تیرا وجود مرتبۂ روح میں ایک وجود نہیں ہے بلکہ چونکہ اوسمیں بہ نسبت جسم کے مظاہر اسمار زیادہ ہیں بلکہ اکثر لوگ انسان کو حقیقۃ جامعہ کہتے ہیں کہ اوس کے اندر حق سبحانہ تعالیٰ کے کل اسمار کا ظہور بدرجہ اتم بہ نسبت اور اشیار کے موجود ہے اگرچہ فی حد ذاتہ کامل ظہور نہو مگر بہ نسبت دیگر اشیار کے اسمیں ظہور کامل ہے تو جب وہ وجود درجہ روح میں تکثر رکھتا ہے تو اوسمیں سیکڑوں وہ وجود جو کہ ناقص ہیں غرق اور مستور ہیں اور وہ سارے وجودات اوس کے اندر موجود ہیں۔

۲۶۱ خود چہ جائے حد بیداری و خواب   دم مزن واللہ اعلم بالصواب

یعنی خود کیا جگہ ہوشیاری اور بیداری اور خواب کی ہے پس چپ رہو اللہ درست بات کو زیادہ جاننے والا ہے۔ مطلب یہ کہ حالت بیداری و خواب جو کہ ہم بیان کرتے ہیں انکی بھی کیا حقیقت ہے لہذا بس چپ رہنا ہی مناسب ہے۔ اللہ ہی صواب کو خوب جانتا ہے اور ہمارے چونکہ یہ سب مکاشفات ظنیہ ہیں لہذا انیں ممکن ہے کہ خطا ہو۔ آگے فرماتے ہیں ؎

شرح حبیبی

دم مزن تا بشنوی زان مہ لقا   القتلائے پاکبازان الصلا

دم مزن تا بشنوی اسرار حال — از زبان بے زبان کہ قم تعال

دم مزن تا بشنوی زان دم زنان — انچہ ناید در بیان و در زبان

دم مزن تا بشنوی زان آفتاب — انچہ ناید در کتاب و در خطاب

دم مزن تا دم زند بہر تو روح — آشنا بگزار در کشتی نوحؑ

ہمچو کنعان کا شنا میکرد او — کہ نخواہم کشتی نوحؑ عدو

تو خاموشی اختیار کر ایسا کرنے سے محبوب حقیقی سے تو یہ سنے گا کہ اے پاکباز و تمکو
صلائے عام ہے اور تو خاموش رہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو بدون زبان کے تکلم کرنیوالے ۴۰۶۲
کو یہ اسرار بیان کرتے سنے گا کہ اٹھو اور ہماری طرف آؤ۔ دیکھ تو سکوت اختیار کرنا اس کرنے
سے تو حق سبحانہ کو وہ اسرار بیان کرتے ہوئے سُنے گا کہ جو بیان میں نہیں آسکتے اور زبان سے
ادا نہیں ہوسکتے۔ خبردار تو بولنا ہی مت اس سے تجھے حق سبحانہ وہ راز سنائیں گے جو نہ احاطۂ
تحریر میں آسکتے ہیں اور نہ تقریر میں تو چپ ہی رہنا تاکہ بجائے تیرے روح حق سبحانہ سے
کلام کرے یا تجھ سے روح حقیقی یعنی حق سبحانہ گفتگو کریں۔ خلاصہ یہ کہ اپنی عقل کو چھوڑ دے
اور مشکوک و مشتبہات مت نکال بلکہ شیخ جو کہے اسکو تسلیم کر اور اپنی جد و جہد کو چھوڑ کر کشتی
نوحؑ میں سوار ہو جا۔ ایسا نہ کرنا جیسا کنعان نے کیا تھا کہ وہ تیرنا جانتا تھا اسپر مغرور ہوکر
اوس نے کہدیا کہ میں اپنے دشمن باپ نوحؑ کی کشتی میں نہ بیٹھونگا اگر تو تسلیم اختیار کریگا
تو قرب حق سبحانہ سے بہرہ ور ہوگا اور ہمکنار و وارسیدہ ہوگا ورنہ کنعان کی طرح اس بحر ناپیدا کنار
میں غرق ہو جائیگا۔ تمت الربع الاول من الدفتر الثالث من المثنوی
وللہ الحمد

شرح شبیری

دم مزن تا بشنوی زان مہ لقا الصلا اے پاکبازان الصلا

یعنی چپ رہو تاکہ تم اُس مہ لقا سے یہ سنو کہ آؤ اے پاکبازو آؤ۔ مہ لقا سے مراد مرشد کامل۔ مطلب یہ کہ تم خود چپ رہو اور ان حقایق و علوم و معارف کے حصول کے درپے مت ہو بلکہ کام کئے جاؤ اور حالات کی اطلاع دو ہی گے تو بس جب مرشد دیکھے گا کہ تمکو ان علوم کے سمجھنے کی استعداد ہوگئی ہے اور تم کو درجہ کمال میں کوئی علم متکشف ہوا ہے تو اُسوقت وہ تم کو اُسکی حقیقت خود بتلا دیگا۔ اور تم کو خود دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہوگی۔

۲۶۳ دم مزن تا بشنوی اسرار حال از زبان بے زبان کہ قم تعال

یعنی چپ رہو تاکہ تم اسرار حال کو بے زبان کی زبان سے سنو کہ اٹھو آؤ۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنی طرف سے ان علوم و معارف و کیفیات کے طالب مت ہو بلکہ اپنی حالت کو مرشد کامل کے سامنے پیش کرو وہ جو مناسب سمجھے گا تمھارے لئے تجویز کرلیگا۔ اور بلکہ خود زبان سے بھی چاہئے کچھ نہ کہے بلکہ وہ ذریعہ القا کے تمکو اُن علوم و معارف کی تحصیل کرادیگا اور اگر زبان سے بھی کہے گا تو وہ وقت اور موقع کو دیکھکر کہے گا اور تمھاری استعداد کا لحاظ کرے گا۔

دم مزن تا بشنوی از دم زنان آنچہ ناید در بیان و در زبان

یعنی چپ رہو تاکہ تم دم زنان (روحانی) سے وہ سنو جوکہ بیان اور زبان میں نہیں آسکتا۔ مطلب کہ وہ علوم و معارف اُن کی صحبت کے فیض سے حاصل ہونگے کہ جو الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتے اس لئے کہ وہ امور ذوقیہ و کشفیہ ہیں اُن کی صحبت میں رہنے سے حق تعالے کا

فضل ہوتا ہے اور اس شخص کو بھی منکشف ہوجاتے ہیں لہٰذا جب تک کہ یہ درجہ حاصل نہ ہو اُس وقت تک خاموشی ہی بہتر ہے۔

دم مزن تا بشنوی زاں آفتاب ۔۔۔ آنچہ ناید در کتاب و در خطاب

یعنی چپ رہو تاکہ اُس آفتاب سے وہ سنو جو کہ کتاب اور خطاب میں نہیں آسکتا۔ آفتاب سے مراد وہی مرشد کامل یعنی تم خاموش رہو اور خود کسی شے کے طالب مت ہو تو وہ چیزیں میسر ہوں گی کہ جو ان الفاظ ظاہری میں بیان نہیں ہوسکتیں۔

دم مزن تا دم زند بہر تو روح ۔۔۔ آشنا بگزار در کشتی نوح

یعنی تم چپ رہو تاکہ تمہارے لیے روح بولے اور کشتی نوح میں تیرنے کو چھوڑ دو روح سے بھی مراد مرشد کامل مطلب یہ کہ تم خود دعوے اور اقتضاؤں کو مٹا دو اُس وقت مرشد تمہاری استعداد کے موافق خود تمکو تعلیم کردے گا پس ترک دعوے ایک بہت ۲۶۴
بڑی چیز ہے کہ اُس سے فضل ہوتا ہے۔

ہمچو کنعاں کاشنا میکرد او ۔۔۔ کہ نخواہم کشتی نوح عدو

یعنی مثل کنعان کے کہ وہ شناوری کرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ میں کشتی نوح عدو کی نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ تم دعوے کو ترک کرو ورنہ اگر تم دعوے کروگے تو تمہارا ایسا حال ہوگا جیسے کہ کنعان نے شناوری کا دعوے کیا کہ میں تیر کر بچ جاؤں گا اور نوح علیہ السلام کی نہ مانی تو ہلاک ہوا اسیطرح اگر تم مرشد کامل کی نہ سنو گے اور دعوے کروگے تو ہلاک ہوگے آگے کنعان کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

فقد تم الربع الاول من الدفتر الثالث من المثنوی وللہ الحمد

كتاب التوحيد والتوكل

الحديث ابن عدی وابو نعيم فی الحلية من حديث ابن عمر القدر سر الله فلا تفتنوا الله عز وجل سرة لفظ ابی نعيم وقال ابن عدی لا تكلموا فی القدر فانه سر الله الحديث وهو ضعيف **ف** فی تسمية القدر بسر الله والنهی عن التكلم فيه دلالة علی امرين احدهما جواز انكشاف مسئلة القدر فی الدنيا بقدر الاستعداد والا لما نهی عن افشائه لان النهی يقتضی المقدورية وثانيهما النهی عن افشاء الكشفيات

کتاب توحید وتوکل

حدیث ابن عدی اور ابو نعیم نے حلیہ میں ابن عمرؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ (مسئلہ) قدر اللہ تعالیٰ کا راز ہے سو اللہ عزوجل کے راز کا افشا مت کرو یہ الفاظ ابو نعیم کے ہیں اور ابن عدی نے (بجائے ان الفاظ کے یہ) کہا ہے کہ قدر میں کلام مت کرو کیونکہ وہ راز ہے اللہ تعالیٰ کا (اسکا بھی وہی حاصل ہے) اور یہ حدیث ضعیف ہے (یعنی لفظاً باقی معنیً حدیث صحیح سے ثابت ہے
۱۲۹ جیسے قدر میں کلام کرنے پر ناخوشی ظاہر فرمائی ہے) **ف** مسئلہ قدر کو سر الٰہی فرمانے میں اور اُس میں کلام کرنے سے ممانعت فرمانے میں دو امر پر دلالت ہے ایک یہ مسئلہ قدر دنیا میں بھی بقدر استعداد منکشف ہو سکتا ہے ورنہ اُس کے افشا سے ممانعت نہ فرمائی جاتی کیونکہ ممانعت کرنا اسکو مقتضی ہے کہ اُس چیز پر قدرت بھی ہو (اور قدرت علی الافشا موقوف ہے انکشاف پر)۔

والغوامض التی لا یتحملها غیر الاهل والثانی معروف فی کلام القوم والاول معلوم للخواص وما قاله بعضهم من امتناع انکشافه حتی فی الجنة فالمراد انکشافه بکنهه لتوقفه علی تحقیق الصفات بکنهها وهو ممتنع لاستلزامه احاطة الممکن بالواجب۔	اور دوسرا امر یہ کہ امور کشفیہ کے اور ایسے غوامض کے افشا سے ممانعت ہے کہ نا اہل اوس کا تحمل نکرسکے اور یہ دوسرا امر تو (عام طور سے) کلام قوم میں معروف ہے اور امر اول (صرف) خواص کو معلوم ہے (باقی عام خیال یہی ہے کہ مرقدر دنیا میں منکشف نہیں ہوسکتا گو آخرت میں ہوجائے) اور بعض کا جو یہ قول ہے کہ اس کا انکشاف (مطلقاً) ممتنع ہے حتے کہ جنت میں بھی انکشاف نہیں ہوگا) تو مراد انکشاف کبنہہ ہے کیونکہ وہ موقوف ہے انکشاف صفات (الٰہیہ) بکنہہا پر اور وہ ممتنع ہے (حتی کہ آخرت میں بھی) کیونکہ اُس سے ممکن کا احاطہ کرنا واجب کو لازم آتا ہے (اور یہ احاطہ عقلاً ممتنع ہے جمیں سب مواطن برابر ہیں)
الحدیث مرض علی فسمعه رسول الله صلی الله علیه وسلم وهو یقول اللهم صبرنی علی البلاء فقال لقد سالت الله	**حدیث** حضرت علی مریض ہوئے سو اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کرتے سنا کہ اے اللہ مجھکو بلا پر صبر دیجئے آپنے فرمایا تم نے اللہ تعالیٰ سے بلا مانگی (کیونکہ صبر تو اُسی میں ہوتا ہے) سو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو (عراقی کہتے ہیں کہ

۱۳۰

البلاء فسل الله العافية
تقدم مع اختلاف قلت لم
اظفر بهذا المحل ورأيت
في الفصل الثاني من باب
الدعوات في الاوقات من
المشكوة عن الترمذي
سمع النبي صلى الله عليه وسلم
رجلا وهو يقول اللهم اني
اسئلك الصبر فقال سألت البلاء
فاسئل العافية ف فيه نكير
على ما يوهم دعوى القوة فكيف
بدعواها كما قد يصدر
عن بعض المغلوبين كقول
سمنون المحب رح شعر
فليس لي في سواك حظ
فكيف ما شئت فاختبرني
وعوتب وابتلى فاستغفر
وعوفي وما ورد من
سوال الصبر في النصوص
فهو في الاعمال مثل
الثبات في الجهاد

یہ حدیث پہلے گزر چکی مع کسیقدر اختلاف کے
میں (اشرف) کہتا ہوں کہ مجکو وہ موقع نہیں
ملا اور مشکوۃ کے باب دعوات فی الاوقات کی
فصل ثانی میں ترمذی سے منقول دیکھا ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ
دعا کرتے سنا کہ اللہ میں آپ سے صبر مانگتا
ہوں آپ نے فرمایا تو نے اللہ سے بلا مانگی
سو اس سے عافیت مانگ ف اس
حدیث میں ایسے امر پر نکیر ہے جو دعوے
قوت کو موہم ہو چہ جائیکہ قوت کا دعوے
ہو جیسے بعض مغلوبین سے اس کا صدور
ہو جاتا ہے جیسے سمنون محب رح کا قول ہے

جز تیرے مجکو کوئی بھاتا نہیں
آ زمالے جس طرح چاہے مجھے

اور اسکے اوپر عتاب ہوا۔ اور (جس بول
میں) مبتلا ہوگئے پھر استغفار کیا اور
آرام ہوگیا اور وہ جو نصوص میں صبر کا
سوال آیا ہے وہ صبر فی الاعمال ہے
جیسے جہاد میں ثابت قدم رہنا۔ اور
اسی کے ساتھ ساتھ غلبہ علی الکفار کا
بھی سوال ہے جو زوال بلا کے سوال کو

. وامرهم بسوال الغلبة على الكفار المستلزم للسوال زوال البلاء فافترقا -

مستلزم ہے سو دونوں سوالوں میں فرق ہو گیا (یعنی جس سے نہی آئی اور جس کا امر آیا ہے)

کتاب المحبة والشوق

کتاب المحبۃ والشوق

الحديث ان ابراهيم قال لملك الموت اذ جاءه ليقبض روحه هل رأيت خليلا يقبض خليله

الحديث لم اجد له اصلا وتمامه فاوحى الله تعالى اليه هل رأيت محبا يكره لقاء حبيبه فقال يا ملك الموت الآن فاقبض قلت معناه مركب من الادلال والشوق وهما ثابتان ومن كراهة الله مساءة المؤمن وقد ورد صريحا وقد تقدم .

۱۳۲

حدیث ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا جب وہ آپکی روح قبض کرنے آئے کیا آپنے کبھی دوست کو دیکھا ہے کہ اپنے دوست کی جان لیتا ہو (عراقی کہتے ہیں) میں نے اسکی کوئی اصل نہیں پائی اور تتمہ اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالے نے انپر وحی فرمائی کیا تمنے کسی محب کو دیکھا ہے کہ اپنے محبوب سے ملنا ناگوار سمجھتا ہو انہوں نے فرمایا اے ملک الموت بس اب جان لیلو **ف** میں کہتا ہوں اس کے معنے مرکب ہیں ادلال اور شوق سے اور یہ دونوں ثابت ہیں اور نیز ایک تیسرے جزو سے بھی یعنی اللہ تعالی کا مومن کے رنج کو ناگوار سمجھنا اور یہ مضمون (حدیث میں) صریحاً وارد ہوا ہے (کہ حق تعالی فرماتے ہیں

باقی آئندہ

(۱۰۲) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی ذوالفقار علی صاحب بیان فرماتے تھے۔ کہ مولوی رستم علی بریلی کے رہنے والے اور بہت پہلوان تھے۔ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کے بہت گہرے دوست تھے۔ اتفاق سے مولانا اسمٰعیل صاحب اور مولوی رستم علی صاحب چاندنی چوک میں جا رہے تھے کہ ایک پہلوان نے مولانا کو گالیاں دینی شروع کیں اس پر مولوی رستم علی صاحب کو غصہ آیا۔ اور وہ تلوار نکالکر اس کے مارنے کو دوڑے۔ مولانا نے جھپٹ کر مولوی رستم علی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور فرمایا کہ میاں رستم علی کیا کرتے ہو وہ گالیاں بیجا نہیں دیتا۔ بلکہ وہ ٹھیک کہتا ہے۔ کیونکہ وہ یہی تو کہتا ہے۔ کہ یہ بڑا بددین ہے جو نئی نئی باتیں نکالتا ہے سو اس میں وہ کیا بیجا کہتا ہے میری باتیں اس کے لئے تو واقعی نئی ہیں۔ علماء نے یہ باتیں ان بیچاروں کو کہاں سنائی ہیں۔ پھر اس کو نئی کیوں نہ معلوم ہوں اور وہ گالیاں کیوں نہ دے۔ اس کا اس پہلوان پر بہت اثر ہوا۔ اور اس روز سے مولانا کا دوست

حاشیہ حکایت (۱۰۲) قولہ۔ وہ ٹھیک کہتا ہے اقول آپ کبرے کے صدق پر نظر فرمائی جو دینی مسئلہ ہے کہ جو نئی بات نکالے بددین ہے۔ اور صغریٰ ایک واقعہ ہے خود اون کے ذات کے متعلق اوس میں کوئی دین کا ضرر نہیں اس لئے اوس پر نظر نہیں فرمائی رہا یہ کہ یہاں ایک صغریٰ اور بھی ہے کہ فلاں عمل (جو کہ واقع میں سنت ہے) نئی بات ہے اور یہ تغیر ہے شرع کی سو یہ ایک فرعی غلطی ہے جو کہ اعمال میں سے ہے اصولی غلطی تو نہیں جو کہ عقائد میں سے ہے مثلاً یہ سمجھنا کہ جو نئی بات دین میں ہو وہ اچھی ہے اور فرعی غلطی سہل ہے اور اوسکی اصلاح بھی قریب ہے (**اشرف**) ۱۱۷

(۱۰۳) خانصاحب نے فرمایا کہ میں اپنے بچپن کے زمانہ میں نواب مصطفیٰ خاں کے مکان پر اپنے پھوپھا کے ساتھ موجود تھا۔ اور وہاں مفتی صدر الدین خاں اور مرزا غالب بھی موجود تھے مفتی صدر الدین خانصاحب نے مولوی محمد عمر صاحب ابن جناب مولانا اسمٰعیل صاحب شہید کا ایک قصہ بیان فرمایا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ مشہور تھا کہ مولوی محمد عمر صاحب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت زیارت ہوتی ہے۔ اس پر میں اور امام صاحب جامع مسجد اور دو ایک اشخاص نے اصرار کیا کہ ہم کو بھی زیارت کرا دیجئے۔

مگر مولوی محمد عمر صاحب نے منظور کیا لیکن ہم نے اپنا اصرار برابر جاری رکھا۔ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع مسجد کے منبر پر تشریف فرما ہیں اور مولوی محمد عمر صاحب آپ کو مورچھل جھل رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ صدر الدین آ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرلو۔ اور بعینہ یہی خواب امام صاحب نے دیکھا۔ اور بعینہ اسی طرح ان دوسرے اشخاص نے دیکھا جب صبح ہوئی تو میں امام صاحب کیطرف چلا تاکہ اُن سے یہ خواب بیان کروں اور وہ اپنا خواب بیان کرنے کے لیے میری طرف چلے۔ اور وہ دوسرے اشخاص بھی ہماری طرف چلے اتفاق سے راستہ میں ایک مقام پر ہم سب مل گئے۔ اور میں نے کہا میں تمہارے پاس جارہا تھا رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے انہوں نے کہا ہم تمہارے پاس آرہے تھے ہم نے بھی بعینہ یہی خواب دیکھا ہے۔ اب ہم سب مل کر مولوی محمد عمر صاحب کے مکان پر آئے تو اسوقت مولوی صاحب اپنے مکان کے سامنے ٹہل رہے تھے ہم نے ان سے یہ خواب بیان کیا تو انہوں نے کہا کہ نہیں میں ایسا نہیں ہوں میں ایسا نہیں ہوں۔ اور یہ کہتے ہوئے بھاگ گئے ✣ ۱۱۸

حاشیہ حکایت (۱۰۳) یہ مولوی محمد عمر صاحب مجذوب تھے اس لئے ان کے ان افعال کی (کہ ایک ہی رات میں سب کو ایک ہی خواب نظر آنا اور یہ کہنا کہ میں ایسا نہیں ہوں اور بھاگ جانا) حقیقت معلوم ہونے کی ضرورت نہیں یہ ضرورت سالکین کے اقوال و افعال میں ہوتی ہے۔ (شت)

(۱۰۴) خانصاحب نے فرمایا کہ اسی مجلس میں نواب مصطفےٰ خاں نے اپنا قصہ بیان کیا کہ ہم چند احباب جن میں مرزا غالب بھی تھے اپنے بالاخانہ پر بیٹھے ہوئے تھے اور ملا مزا امیر کے گانا ہورہا تھا۔ اتفاق سے مومن خاں کہیں سے مولوی محمد عمر صاحب کو پکڑ لائے۔ وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ مجھے چھوڑ دو مجھے چھوڑ دو۔ مگر مومن خاں نہیں مانتے تھے آخر لاکر اس مجلس میں ان کو بٹھلا دیا۔ گانا برابر ہوتا رہا۔ تھوڑی دیر میں مولوی محمد عمر صاحب نے ایک بہت ہی معمولی حرکت کی اُس کے اثر سے سارا

مکان ہل گیا۔ اسپر سب کو شبہ ہوگیا۔ یہ بھی خیال ہوا کہ شاید ان کی جنبش کا اثر ہو۔ اور یہ بھی کہ شاید زلزلہ ہو۔ اسپر سب کی توجہ مولوی محمد عمر صاحب کیطرف ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد انہوں نے دوبارہ حرکت کی جو پہلی حرکت سے کسیقدر زیادہ تھی اِس سے مکان پھر ہل گیا۔ اور پہلے سے زور سے ہلا۔ اب تو یقین ہوگیا کہ یہ انہی کی حرکت کا اثر ہے تھوڑی دیر میں فدا اور زور سے حرکت کی تو اُس سے مکان کو اور زور سے حرکت ہوئی اور کڑیاں بھی ہل گئیں اور طاقوں وغیرہ میں جو شیشہ آلات رکھے تھے وہ کھن کھن کھن کرنے لگے۔ اسپر کسی نے کہا کہ مولوی محمد عمر یہ کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے مت بٹھاؤ۔ اور یہ کہہ کر اُٹھ کر چلدیئے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۴) یہاں بھی اُسی مضمون کا اعادہ کرتا ہوں جو حاشیہ حکایت بالا میں گذرا (**شت**)

(۱۰۵) خانصاحب نے فرمایا کہ مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ شاہ اسحٰق صاحب کے شاگردوں میں تین شخص نہایت متقی تھے۔ اول درجہ کے مولوی مظفر حسین صاحب 119
دوسرے درجہ کے شاہ عبدالغنی صاحب۔ تیسرے درجہ کے نواب قطب الدین خانصاحب اس کے بعد فرمایا کہ ایک مرتبہ نواب قطب الدین خاں صاحب نے شاہ اسحٰق صاحب مولوی محمد یعقوب صاحب اور مولوی مظفر حسین صاحب اور چند دوسرے احباب کی دعوت کی شاہ اسحٰق صاحب نے منظور فرما لی اور مولوی محمد یعقوب صاحب نے بھی مگر مولوی مظفر حسین صاحب نے منظور نہ فرمائی۔ اِس سے نواب قطب الدین خاں کو ملال ہوا۔ اور انہوں نے شاہ اسحٰق صاحب سے شکایت کی کہ میں نے مولوی مظفر حسین صاحب کی بھی دعوت کی تھی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ شاہ صاحب نے مولوی مظفر حسین صاحب پر عتاب فرمایا۔ اور فرمایا ارے مظفر حسین بجھے تقوے کی بدہضمی ہوگئی۔ کیا نواب قطب الدین کا کھانا حرام ہے؟ انہوں نے فرمایا حاشا وکلا مجھے نواب صاحب پر اس قسم کی بدگمانی نہیں ہے شاہ صاحب نے فرمایا پھر تو کیوں انکار کرتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ حضرت نواب صاحب نے آپ کی بھی دعوت کی ہے اور مولوی محمد یعقوب صاحب کی بھی اور ان کے

علاوہ اتنے اور آدمیوں کی اور آپ کو پالکی میں لیجائیں گے۔ اوس میں بھی صرف صرف ہوگا اور نواب صاحب گو بگڑ گئے ہیں۔ مگر پھر نواب زادہ ہیں وہ دعوت میں ضرور نوابانہ تکلف بھی کریں گے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا ہے۔ کہ نواب صاحب مقروض بھی ہیں پس یہ مقروض ہیں اور جتنا روپیہ وہ دعوت میں صرف کریں گے وہ ان کی حاجت سے زائد بھی ہے۔ تو یہ روپیہ وہ اپنے قرض میں کیوں نہیں دیتے ایسی حالت میں ان کا کھانا کراہت سے خالی نہیں۔ یہ بات شاہ صاحب کے ذہن میں بھی آگئی اور شاہ صاحب نے فرمایا کہ میاں قطب الدین اب ہم بھی تمہارے یہاں کھانا نہ کھائیں گے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۵) قولہ ان کا کھانا کراہت سے خالی نہیں۔ **اقول** کراہت بعیدہ ہے مطل فی اداء الفرض کی کیا دقیق تقوے ہے اور استاد کیسے مقدس کہ یا تو شاگرد کو تاڑ رہے تھے یا اُن ہی کا اتباع کر لیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ
۱۲۰ اگر اپنے پاس دلیل ہو تو محض استاد کی تقلید سے دلیل کا چھوڑنا نہ چاہیئے۔ (ثبت)

(۱۰۶) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ بھی مولانا گنگوہی بیان فرماتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ شاہ عبدالغنی صاحب کے یہاں کئی وقت کا فاقہ ہوا۔ اُس کا تذکرہ ان کی ماما نے کہیں کر دیا۔ اُس کی خبر کسی ذریعہ سے مفتی صدرالدین خاں صاحب کو بھی ہوگئی مفتی صاحب نے تین سو روپیہ شاہ صاحب کی خدمت میں بھجوا دیے۔ شاہ صاحب نے واپس کر دیئے تب پھر مفتی صاحب وہ روپیہ لے کر خود حاضر ہوئے۔ اور تخلیہ میں روپیہ پیش کئے۔ اور فرمایا کہ شاید حضور کو خیال ہو کہ یہ صدرالصدور ہے رشوت لیتا ہوگا اس لیے میں عرض کرتا ہوں کہ میں رشوت نہیں لیتا۔ بلکہ یہ روپیے میری تنخواہ کے ہیں آپ ان کو قبول فرما لیجئے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ مجھے تو یہ وسوسہ بھی نہیں گذرا کہ تم رشوت لیتے ہوگے میں تمہاری نوکری کو بھی اچھا نہیں سمجھتا اور اس لئے میں ان کے لینے سے معذور ہوں

حاشیہ حکایت (۱۰۶) قولہ خود حاضر ہوئے **اقول** اس سے جناب مفتی صاحب کا بھی کمال ادب و محبت دینی ثابت ہوتی ہے کہ وہ ایسا کو اپنی شان کے خلاف سمجھ کر متغیر نہیں ہوئے۔

(باقی آئندہ)

سیدنا ابوبکرؓ:۔ ہاں میں زمین حرم کا باشندہ ہوں۔

شیخ یمن:۔ اور جہانتک میں سمجھتا ہوں کہ تم قریشی بھی ہو۔

سیدنا ابوبکرؓ:۔ تمہارا یہ خیال بھی صحیح ہے بیشک میں قریشی بھی ہوں۔

شیخ یمن:۔ میں تم کو تیمی بھی سمجھتا ہوں۔

سیدنا ابوبکرؓ:۔ بالکل صحیح خیال ہے میں تیم بن مرہ کے خاندان سے ہوں۔

شیخ یمن:۔ صرف ایک بات مجھے آپ میں اور دیکھنا باقی ہے۔

سیدنا ابوبکرؓ:۔ وہ کیا بات ہے؟

شیخ یمن:۔ تم ذرا اپنا پیٹ کھولکر دکھا دو تو میں اس بات کو بھی معلوم کر لونگا۔

سیدنا ابوبکرؓ:۔ جبتک آپ مجھے اسکی حقیقت سے مطلع نہ فرما ئینگے میں اپنا پیٹ کھولکر نہ دکھلاؤنگا۔

شیخ یمن:۔ مجھے علم صحیح صادق سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ زمین حرم میں ایک نبی مبعوث ہونگے جنکے مددگار ومعین دو شخص ہونگے ایک جوان اور ایک ادھیڑ جوانؓ تو خطرات میں بے محابا گھسنے والا اور مشکلات کا حل کرنیوالا ہے۔ ادھیڑ کا حلیہ یہ ہے کہ گورا رنگ، جسم لاغر یعنی دبلا پتلا 17

آدمی ہے جسکے پیٹ کے اوپر ایک سیاہ تل ہے اور اسکی بائیں ران پر بھی ایک خاص نشان ہے پیٹ دکھانے میں آپ کا کیا حرج ہے؟ جس علامت کو میں دیکھنا چاہتا ہوں تم اسکو مجھ سے نہ چھپاؤ کیونکہ اور سب علامات کامل طور پر میں تمہارے اندر دیکھ رہا ہوں صرف ایک یہی علامت دیکھنی باقی ہے جسکو تم مجھ سے چھپا رہے ہو میں نے یہ بیان سنکر اپنا پیٹ کھولکر اُسے دکھا دیا اور اس نے میری ناف کے اوپر سیاہ تل اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو کہنے لگا کہ رب کعبہ کی قسم تم ہی وہ ادھیڑ آدمی ہو جسکی بابت آسمانی کتابوں میں خبر دی گئی ہے اور تم نبی آخر الزمان کے معاون ومددگار بنو گے اس لئے میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ ہدایت سے کبھی اعراض اور انحراف نہ کرنا اور راہ مستقیم کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنا اور کبھی اس سے بے رُخی نہ کرنا، حق تعالےٰ شانہ نے جسقدر مال و دولت اور نعمتیں تم کو عطا فرمائی ہیں انمیں خدا کی ناشکری سے ڈرتے رہنا سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جس کام کیلئے

سلہ یہ جوان حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں ۱۲ امت

یمن گیا تھا اُس سے فارغ ہو کر اُس عالم سے رخصتی ملاقات کرنے آیا تو وہ کہنے لگا کہ تم میرے
چند اشعار جو میں نے نبی آخر الزمان کی شان میں کہے ہیں یاد کر کے آپ کی خدمت بابرکت
میں پہنچا سکتے ہو؟ میں نے کہا ہاں مجھے اس خدمت سے کوئی انکار نہیں اسکے بعد اسنے
چند اشعار پڑھے جنکو یاد کر کے میں نے مکہ کا رُخ کیا جب میں مکہ پہنچ گیا تو عقبہ بن ابی معیط،
شیبہ، ربیعہ، ابو الجہل، ابو البختری، اور نیز دیگر سرداران قریش میرے پاس آئے میں نے
ان سے پوچھا کہ آجکل مکہ میں کوئی نئی بات تو نہیں ہے؟ کہنے لگے ایک بہت بڑا واقعہ
پیش آیا ہے ابو طالب کا یتیم بھتیجا یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں ہم اس معاملہ
میں ابتک تمہارے منتظر رہے اگر تمہارا انتظار ہم کو نہ ہوتا تو ہم کبھی کے ایک رائے قائم کر چکے
ہوتے سو اب تم آگئے ہو ہم تمہاری رائے کو سب کی طرف سے کافی سمجھتے ہیں میں نے اُن
لوگوں کو لطائف الحیل سے ٹالدیا اور وہاں سے اُٹھ کر حکیم بن[1] حزام کے پاس پہنچا جو کہ
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے ہیں میں وہاں جا کر بیٹھا ہی تھا کہ انکی باندی یہ کہتی
ہوئی آئی کہ اے حکیم بن حزام آج تمہاری پھوپھی خدیجہ یہ کہتی پھرتی ہیں کہ میرا شوہر موسےٰ ۱۸
علیہ السلام کی طرح نبی مرسل ہے میں وہاں سے کھسک کر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی
خدمت فیضدرجت میں حاضر ہوا اور دعویٰ نبوت کا سارا قصہ آپ سے دریافت کیا آپنے
وحی نازل ہونے کا پورا واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر خدا تعالےٰ نے

---

[1] سیدنا حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی قریشی اسدی ام المؤمنین حضرت خدیجہ بنت خویلد کے بھتیجے
اور حضرت زبیر بن عوام کے چچا زاد بھائی ہیں کعبہ کے اندر واقعہ فیل سے تیرہ برس پہلے علی اختلاف الروایات پیدا ہوئے۔
ایک سو بیس برس کی عمر پاکر سنہ ۵۴ھ میں بعہد خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ وفات پائی بعض لوگ کہتے ہیں کہ سنہ ۵۰ھ
میں انتقال فرمایا وفات سے پہلے نابینا ہو گئے تھے، آپ زمانہ جاہلیت اور اسلام کے ہر زمانہ میں قریش کے اشراف
اور ذی وجاہت لوگوں میں شمار کئے گئے۔ جسقدر نیک کام آپنے زمانہ جاہلیت میں کئے تھے اسیقدر اسلام کے
زمانہ میں بھی کئے۔ دار الندوہ آپ ہی کے قبضے میں تھا جسکو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آپ نے ایک لاکھ
درہم میں فروخت کر کے خیرات کر دیا، ان سے ابن زبیر نے کہا کہ تم نے قریش کی عزت کی چیز فروخت کر ڈالی آپنے
جواب دیا اب بجز پرہیزگاری کے عزت کے قابل کوئی چیز نہیں رہی آپ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت
کیا کہ لوگ میرے پاس ایسی چیز خریدنے آتے ہیں جو میرے پاس نہیں ہوتی کیا میں بازار سے خرید کر انکے ہاتھ فروخت
کر دیا کروں؟ حضرت نے فرمایا اس چیز کی بیع نہ کرو جو تمہارے پاس نہ ہو آپ بڑے سخی آدمی تھے ۱۲ منہ۔

مجھ کو تمام مخلوق کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے پس تم مجھ پر ایمان لاؤ میں نے عرض کیا کہ بھلا اسکی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا یمن کا وہ شیخ جس سے تم ملکر آئے ہو میری نبوت کی دلیل ہے میں نے عرض کیا یمن میں تو بہت سے شیخ ہیں جن سے میں نے ملاقات کی تھی حضور نے فرمایا کہ نہیں وہ شیخ جس نے چند اشعار مجھ تک پہنچانے کے لئے تم کو سُنائے ہیں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پہلے ایمان لائے چنانچہ ابن عساکر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے پہلے نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ترمذی ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے (تحقیقہ میں) بوقت قضیہ خلافت فرمایا تھا کہ کیا میں تم سب لوگوں سے زیادہ مستحق خلافت نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلے ایمان نہیں لایا؟ کیا فلاں فضیلت مجھ میں نہیں ہے کیا فلاں فضیلت مجھ میں نہیں ہے؟ شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عباس سے
19 عرض کیا کہ سب سے پہلے کون اسلام لایا تھا آپ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ اور کہا کیا تم نے حسانؓ کے یہ اشعار نہیں سُنے ؎

اذا تذكرت شجوا من اخي ثقة + فاذكر اخاك ابا بكر بما فعلا

جب تم اپنے کسی پرہیزگار بھائی کا رنج والم یاد کرو — تو چاہیئے کہ ابوبکرؓ کے حالات بھی پیش نظر رکھو

؎ سیدنا حسان بن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناہ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار انصاری ہیں خزرجی ہیں پھر بنی مالک بن نجار میں محسوب ہوتے (کذا فی اسد الغابہ باب الحاء والسین) آپکی والدہ فریعہ بنت خالد بن خنیس بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن کعب بن ساعدہ انصاریہ ہیں آپ شاعر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لقب سے ملقب ہیں کنیت آپکی ابوالولید ہے اور بعض لوگوں کے نزدیک ابوعبدالرحمٰن اور بعض لوگ "ابوالحسام" بیان کرتے ہیں حسام تلوار کو کہتے ہیں یہ کنیت اسوجہ سے رکھی گئی۔ کہ آپ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیطرف سے زبانی لڑائی لڑتے اور مشرکین کی ہجو کرکے انکی آبروریزی کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا کی قسم آپ ویسے ہی تھے جیسا حسان نے آپکی شان میں کہا ہے۔

متى يبد في الداجي البهيم جبينه + يلح مثل مصباح الدجى المتوقد

جب شب تاریک میں انکی پیشانی کھل جاتی ہو — تو اس طرح چمکتی ہے جیسے اندھیری میں روشن چراغ

فمن كان او من قد يكون كاحمد + نظام لحق او نكال لملحد

پس مثل احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا منتظم — اور ملحد کو سزا دینے والا کون ہوا ہے یا کون ہوگا

(دیوان حسان)

خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا ✤ بعد النبی واوفاھا بما حملا

(آپ) بعد نبی کے تمام مخلوق کی بہتر و سب سے زیادہ پرہیزگار تھے اور سب سے زیادہ عادل اور سب سے زیادہ اپنے فرائض پورا کرنیوالے تھے

والثانی التالی المحمود مشھدہ ✤ واول الناس منھم صدق الرسلا

نبی کے ہمراہ دوسرے شخص تھے جنکا مشہد پسندیدہ تھا اور سب سے پہلے انھوں نے پیغمبر کی تصدیق کی تھی یعنی اسلام لائے تھے

محمد بن عبدالرحمن بن عبداللہ تیمی نے بیان کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" میں نے جسکو اسلام کی طرف بلایا کچھ نہ کچھ تردد اور شک اسکے دل میں ضرور آیا۔ مگر ابوبکر صدیقؓ کے سامنے جب مین نے اسلام پیش کیا تو انھوں نے بغیر فکر و تردد کے اسکو قبول کر لیا"۔ شعبہؓ بواسطہ عمرو بن مرہ کے ابراہیم نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے لوگوں میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اسلام لائے (کتاب الاستیعاب جلد ا صفحہ ۳۴۰)

(بقیہ صفحہ سابق) سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم انکے لئے مسجد اقدس میں منبر رکھ دیتے تھے یا سیر کھڑے ہو کر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں بیان کرتے تھے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ اللہ تعالے روح القدس سے حسان کی تائید کرتا ہے جبتک کہ وہ اُسکے رسول کی طرف سے گفتگو کرتے ہیں۔ ۲۰

ابن درید نے بواسطہ ابو حاتم ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ حسان میں بہ نسبت اور شعراء کے تین باتیں فضیلت کی تھیں زمانہ جاہلیت میں انصار کے شاعر تھے زمانہ نبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاعر رہے زمانہ اشاعت اسلام میں تمام یمن کے شاعر ہوئے نیز ابو عبیدؓ نے یہ بھی فرمایا کہ جمیع اہل عرب کا اتفاق ہے کہ تمام صحرائے عرب کے باشندوں میں اہل مدینہ کے شعر اچھے ہوتے تھے پھر قبیلہ عبدالقیس کے لوگوں کے پھر قبیلہ ثقیف والوں کے اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ اہل مدینہ میں سب سے بہتر حسان کے اشعار ہیں علامہ اصمعی نے کہا ہے کہ شعر ایک بڑی چیز ہے جسکا دروازہ بُرے مضامین یعنی جھوٹ اور مبالغہ میں عمدہ اور آسان ہوگا اور جب عمدہ مضامین میں شعر کہا جاویگا تو کمزور ہو جاویگا یہی حسان بن ثابت ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں نامور شعراء میں شمار کئے جاتے تھے مگر جب وہ مشرف باسلام ہوئے تو ان کا شعر اپنے مرتبہ سے گر گیا کسی نے حسان سے دریافت کیا کہ اے ابو الحسام آپ کا شعر نرم اور کمزور ہو گیا اسکا کیا سبب ہے انھوں نے جواب دیا بھتیجے شعر کی زندگی یہی ہے کہ جو مضمون اس میں بیان کیا جائے وہ مبالغہ سے پُر ہو حالانکہ مبالغہ جھوٹ ہوتا ہے اور اسلام اسکو منع کرتا ہے یہ وجہ ہے کہ میرا شعر عمدہ نہیں ہوتا۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا "رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو قبور کی زیارت کریں۔ حضرت حسان کی وفات ۴۰ھ سے پہلے حضرت علیؓ کی خلافت میں ہوئی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ سنہ ۵۰ھ میں اور بعضوں کے نزدیک ۵۴ھ میں البتہ اس میں کسی نے اختلاف نہیں کیا کہ آپکی عمر اسوقت ایکسو بیس سال کی تھی ان میں سے ساٹھ سال زمانہ جاہلیت میں گذرے اور ساٹھ سال اسلام میں اسیطرح انکے والد ثابت اور انکے دادا منذر اور دادا کے والد حرام میں سے ہر ایک کی عمر ایک سو بیس برس کی ہوئی انکے سوا عرب میں چار پشتیں ایک نسل کی ایسی نہیں ہیں جنکی عمر ایک سو بیس برس کی ہو ۱۲ منہ۔

(باقی آئندہ)

۱۳۴۶ھ

عثمانی جنتری

شرائط کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

(۱) چونکہ آجکل بسبب میل ختم ہوجانے کے کتابوں کا کچھ قیام نہیں بعض درسی کتب ختم ہوچکی ہیں اور بعض بالفعل تو ہیں مگر ختم ہوجانا ممکن ہے۔ لہذا کوئی کتاب باوجودیکہ درج فہرست ہونیکے ارسال نہ کیجاوے تو سمجھ لیں کہ ختم ہوگئی نیز بعض کی قیمتوں میں بیشی ہوجانا بھی ممکن ہے اور کمی ہوجانا بھی کیونکہ بعض کتب کئی جگہ تیار ہوتے ہیں ارزاں ہوجاتی ہیں غرض یہ کہ کتاب کا نہ ملنا گراں و ارزاں ملنا ممکن ہے کوئی صاحب شکایت نہ فرماویں۔

(۲) جبکہ پیکٹ یا پارسل مقررہ احتیاط کیساتھ روانہ ہوچکا تو پھر راہ کے نقصان کا کتب خانہ ذمہ دار نہیں البتہ ثبوت روانگی دینا ضروری ہے۔

(۳) اگر کسی خاص مطبع کی کوئی کتاب درکار ہو تو اسکا نام ضرور تحریر فرمادیں ورنہ جو موجود ہوگی ارسال کیجاویگی

(۴) مصارف پارسل محصول وغیرہ ہمیشہ بذمہ خریدار ہونگے

(۵) بعض حضرات صرف ٹکٹ روانہ فرمادیتے ہیں کہ ٹکٹ انکے عوض کتاب روانہ کردیا ہو مگر راہ میں پیکٹ بوجہ ان رجسٹر ہونیکے ضائع ہوجاتا ہے تو احقر کو عتاب ہوتا ہے۔ لہذا ٹکٹ کوئی صاحب نہ بھیجیں ورنہ پھر شکایت نہ کریں البتہ جب کبھی بھی آپ ٹکٹ روانہ فرماکر کتاب منگاوینگے اور احقر روانہ کردے گا اور راہ میں گم ہوجاوے گا تو اسکا ثبوت تو احقر ضرور دیگا مگر ذمہ دار نہیں۔

(۶) بصورت پتہ نہ پڑھے جانیکے تعمیل حکم نہیں ہوتی لہذا خوشخط اور پورا پتہ معہ ضلع تحریر فرمایا کریں۔

(۷) بعض حضرات وی۔پی منگا کر واپس کردیتے ہیں جس سے کتب خانہ کو نقصان پہونچتا ہے ایسا نہ کیا کریں ورنہ نقصان اُن کے ذمہ رہتا ہے۔ خواہ وہ دنیا میں دیں یا آخرت پر رکھیں ۞

الملتمس محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ کے عرض ہے کہ یہ جنتری نمازیوں کے واسطے بنائی گئی ہے تاکہ ابر وغیرہ میں کام آوے مگر یہ حساب ہے کوئی وحی نہیں ہے کہ سارے کام ہی پر چھوڑ دئے جائیں۔ ممکن ہے کہ منٹ دو منٹ کا کہیں فرق نکل آئے یا گھڑی میں فرق ہو جائے تو جہاں تک ممکن ہو احتیاط سے کام لیں اور یہ جنتری دہلی کے واسطے ہے مگر ہر مقام پر کام دے سکتی ہے اسکا طریقہ یہ ہے کہ جس مقام پر کام میں لاتا ہو وہاں دو ایک روز زوال یا غروب دیکھیں کہ اس جنتری سے کے منٹ بعد یا قبل زوال یا غروب ہوا جتنے منٹ کا فرق نکلے ہمیشہ اتنے منٹ کا فرق نکالکر کام میں لاویں مثلاً میرٹھ میں دیکھا کہ دو منٹ قبل غروب یا زوال ہوا تو اب سمجھ لیں کہ صرف دو منٹ کا فرق ہے۔ دو منٹ پہلے وقت کا ہو جانا خیال کریں۔ یا مثلاً انبالہ میں اس جنتری سے دو منٹ بعد غروب ہوا تو سمجھ لیں کہ انبالہ میں دو منٹ بعد وقت ہوگا۔ اور اس جنتری میں عشاء کا وقت حنفی لکھا ہے یعنی بعد غروب آفتاب جو سرخی کے بعد سپیدی پھیلتی ہے اسکے غائب ہونیکے بعد حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عشاء کا وقت ہوتا ہے گو صاحبین کے نزدیک سرخی کے بعد وقت ہو جاتا ہے۔ مگر احتیاط اسی میں ہے کہ کسی قسم کا شک ہی نہ ہے ایسے ہی عصر کا وقت ہمارے امام صاحب کے نزدیک مثلین کے بعد ہوتا ہے اگرچہ دوسرے حضرات کے نزدیک اس سے قبل بھی ہو جاتا ہے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ مثلین کے بعد نماز عصر پڑھے اور ظہر ایک مثل کے اندر پڑھ لے مگر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے شہر دہلی میں اکثر جگہ عصر کی نماز مثلین سے قبل ہو جاتی ہے حالانکہ حنفی کہلاتے ہیں ایسا ہرگز نہ کرنا چاہیئے احتیاط کا پہلو لینا چاہیئے۔ آخر میں احقر کی درخواست ہے کہ اس جنتری میں جو کہیں غلطی دیکھیں اسکی اصلاح کر دیں اور احقر کو اطلاع دیں کہ آئندہ درست کر دیا جائے۔ فقط۔

خاکسار

محمد عثمان عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَاْمُرْ اَھْلَکَ بِالصَّلٰوۃِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْھَا

سلسلہ تبلیغ اسلام واحکام کا دوسرا نمبر

یعنی

نماز کی عقلی خوبیان

از حکیم الامۃ حضرت مولٰنا مولوی شاہ محمد اشرفعلی صاحب تھانوی دام فیضہم

نماز خدا کی تعظیم و تکبیر سے شروع ہوتی ہے اور اُس مقصود بندہ کا اللہ اکبر کہنا ہے اور اسوقت نمازی اگر مرد ہوتا ہے تو اپنے کانوں تک ہاتھ اُٹھاتا ہے اور عورت اپنے مونڈھوں تک ہاتھ اُٹھاتی ہے۔ اللہ اکبر کہنے میں اوّل تو تعظیم پائی جاتی ہے دوسرے اسطرح بارگاہ شاہی میں گویا تحیت و سلام عرض کیا جاتا ہے اور حاضری کی اجازت مانگی جاتی ہے اور باوجود ان باتوں کے اسمین یہ بھی اشارہ ہے کہ بندہ کو یہ مضمون پیش نظر رکھنا چاہیے کہ اُسکا مولےٰ جسکے سامنے وہ حاضر ہونیکو ہے تمام چیزوں سے بڑا ہے کوئی شے اُسکی کبریائی و عظمت کو نہیں پہنچ سکتی پس مناسب ہے کہ اپنے مولیٰ کے سوا خواہ دنیوی تعلقات ہوں یا اخروی مرغوبات سب سے اپنے دل کو پاک کرکے اُسکے حضور میں حاضر ہو اور دونوں ہاتھوں کے اٹھانے سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے جیسے کہ کوئی شخص اعراض کرے اُس چیز سے جو اسکے سامنے ہو یا نہ

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
جمعہ	۱	۱	۲ بجکر [illegible] منٹ	۵ بجکر [illegible] منٹ	۲ بجکر [illegible] منٹ	۵ بجکر [illegible] منٹ	۷ بجکر [illegible] منٹ	۹ بجکر [illegible] منٹ
شنبہ	۲	۲	〃	〃	〃	〃	〃	〃
یکشنبہ	۳	۳	۵۱	۴۸	〃	〃	〃	۳
دوشنبہ	۴	۴	۵۲	〃	۲۹	〃	〃	〃
سہ شنبہ	۵	۵	۵۳	۲۹	〃	〃	۲۹	〃
چہارشنبہ	۶	۶	〃	〃	〃	〃	〃	۲
پنجشنبہ	۷	۷	〃	〃	〃	〃	〃	〃
جمعہ	۸	۸	۵۴	۳۰	〃	〃	〃	〃
شنبہ	۹	۹	〃	〃	〃	〃	〃	〃
یکشنبہ	۱۰	۱۰	۵۵	۳۱	〃	〃	〃	۱
دوشنبہ	۱۱	۱۱	۵۶	〃	〃	〃	〃	〃
سہ شنبہ	۱۲	۱۲	۵۷	۳۲	〃	〃	۲۸	〃
چہارشنبہ	۱۳	۱۳	۵۸	۳۳	〃	〃	〃	۹ بجے
پنجشنبہ	۱۴	۱۴	〃	〃	〃	〃	〃	〃
جمعہ	۱۵	۱۵	۵۹	۳۴	〃	〃	۲۷	〃
شنبہ	۱۶	۱۶	〃	〃	〃	〃	〃	〃
یکشنبہ	۱۷	۱۷	۳ بجے	۳۵	〃	〃	〃	[illegible]
دوشنبہ	۱۸	۱۸	〃	〃	〃	〃	۲۶	〃
سہ شنبہ	۱۹	۱۹	۳ بجکر [illegible]	۳۶	۳۱	〃	۲۵	〃
چہارشنبہ	۲۰	۲۰	۲	〃	〃	〃	〃	۵۸
پنجشنبہ	۲۱	۲۱	۳	۳۷	〃	〃	〃	〃
جمعہ	۲۲	۲۲	〃	〃	〃	〃	۲۴	〃
شنبہ	۲۳	۲۳	۴	۳۸	〃	〃	〃	〃
یکشنبہ	۲۴	۲۴	۵	۳۹	〃	〃	۲۳	۵۷
دوشنبہ	۲۵	۲۵	〃	〃	〃	۲۳	〃	۵۶
سہ شنبہ	۲۶	۲۶	۶	۴۰	〃	〃	۲۲	۵۵
چہارشنبہ	۲۷	۲۷	۷	〃	〃	〃	〃	۵۴
پنجشنبہ	۲۸	۲۰	〃	۴۱	〃	۲۲	۲۱	۵۳
جمعہ	۲۹	۲۹	۹	۴۲	〃	۲۱	۲۰	۵۲
شنبہ	۳۰	۳۰	۱۰	〃	〃	〃	〃	۵۱

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
یکشنبہ	۱	۳۱	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
دوشنبہ	۲	اپریل	〃	〃	〃	〃	۱۰	۴۸
سہ شنبہ	۳	۲	۱۲	۴۴	〃	۱۹	۱۷	۴۷
چہارشنبہ	۴	۳	۱۳	۴۵	〃	〃	〃	۴۶
پنجشنبہ	۵	۴	۱۴	۴۶	〃	۱۸	۱۶	۴۵
جمعہ	۶	۵	۱۵	〃	〃	〃	۱۵	۴۴
شنبہ	۷	۶	۱۶	۴۷	۳۰	۱۷	〃	۴۳
یکشنبہ	۸	۷	〃	〃	〃	〃	۱۴	۴۱
دوشنبہ	۹	۸	۱۷	۴۸	〃	۱۶	۱۳	۴۰
سہ شنبہ	۱۰	۹	۱۸	〃	〃	〃	۱۲	۳۹
چہارشنبہ	۱۱	۱۰	۱۹	۴۹	〃	۱۵	۱۱	۳۸
پنجشنبہ	۱۲	۱۱	۲۰	〃	〃	〃	۱۰	۳۷
جمعہ	۱۳	۱۲	۲۱	۵۰	〃	۱۴	۹	۳۶
شنبہ	۱۴	۱۳	۲۲	۵۱	۲۹	〃	۸	۳۵
یکشنبہ	۱۵	۱۴	۲۳	۵۲	〃	۱۳	۷	۳۳
دوشنبہ	۱۶	۱۵	۲۴	〃	〃	〃	۶	۳۲
سہ شنبہ	۱۷	۱۶	۲۵	۵۳	〃	〃	۵	۳۱
چہارشنبہ	۱۸	۱۷	۲۶	۵۴	〃	۱۲	۴	۳۰
پنجشنبہ	۱۹	۱۸	۲۷	۵۵	۲۸	〃	۳	۲۹
جمعہ	۲۰	۱۹	۲۸	〃	〃	〃	۲	۲۸
شنبہ	۲۱	۲۰	۲۹	۵۶	〃	۱۱	۱	۲۷
یکشنبہ	۲۲	۲۱	〃	〃	〃	〃	[illegible]	۲۶
دوشنبہ	۲۳	۲۲	۳۰	۵۷	۲۷	۱۰	[illegible]	۲۵
سہ شنبہ	۲۴	۲۳	۳۱	〃	〃	〃	۵۸	۲۴
چہارشنبہ	۲۵	۲۴	۳۲	۵۸	〃	۹	۵۷	۲۳
پنجشنبہ	۲۶	۲۵	〃	〃	〃	〃	۵۶	۲۲
جمعہ	۲۷	۲۶	۳۳	۵۹	۲۶	۸	۵۵	۲۱
شنبہ	۲۸	۲۷	〃	〃	〃	۷	۵۳	۱۹
یکشنبہ	۲۹	۲۸	۳۴	[illegible]	〃	۶	۵۲	۱۸

کھینچتا ہی گویا کہ نمازی نے یہ فرض کیا ہی کہ خدا کے سوا تمام اشیا اُسکی آنکھوں کے روبرو حاضر ہین اور یہ کہکر کہ خدا جملہ اشیا سے بڑا ہے وہ ان سبسے ہاتھ اٹھاتا ہے اور یہ کہتا ہی کہ مین خدا کے سوا کسی چیز کو نہین لیتا۔ اسی کو اختیار کرتا ہوں اور لو مین اپنی ساری مرغوبات کو چھوڑے دیتا ہوں۔ مین اسی کی بارگاہ عالی مین حاضر ہونیکا پختہ قصد کر چکا۔ مرد کے خلاف بجائے کانوں تک کے عورتوں کے شانون ہی تک ہاتھ اٹھانے مین اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ اپنے جی کو قابو مین رکھنے پر قادر ہونیکے لحاظ سے مردوں سے عورتوں کا مرتبہ ذرا گھٹا ہوا ہے۔ گویا کہ مرد و عورت دونون اپنے اپنے مرتبہ کو زبان حال سے بیان کرتے ہیں۔ علاوہ برین عورتوں کے لئے محض شانون ہی تک ہاتھ اٹھانا کافی سمجھے جانے میں اُنکے پردہ کی بھی رعایت ہوجاتی ہے۔ پھر بندہ تکبیر کہکر غلاموں کیطرح اپنے مالک کے سامنے نہایت ادب سے ہاتھ باندھکر کھڑا ہوجاتا ہی اسکی نظر ہے کہ زمین کیطرف لگی ہوئی ہے دونون قدم برابر رکھے ہیں نہ کوئی عضو ہلنے پاتا ہی نہ اِدھر اُدھر جھکتا ہے۔

اُسکے بعد وہ نماز شروع کرنے کی دُعا[1] پڑھتا ہے جس مین پہلے تو اپنے رب کی پاکی اور تمام عیوب سے برأت بیان کرتا ہے پھر اُسکی تعریف کرتا ہے اُسکا نام نہایت تعظیم و تکریم سے لیکر اُسکی سُلطانی عظمت و جبروت کو ظاہر کرتا ہے اُسکی وحدانیت کا مقر ہوتا ہی اسکو یون سمجھئے جیسے کہ بادشاہوں سے کچھ عرض

[1] اور وہ دُعا یہ ہی سبحانك اللّٰھم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالىٰ جدك ولا الٰه غيرك ۱۲ مترجم

کرنیکے پہلے چند القاب ذکر کیا کرتے ہین جن سے انکی عظمت ظاہر ہوتی طرح خدا سے بھی عرض کرنیکے وقت انکی رعایت کی گئی۔ پس تکبیر گویا درگاہ خداوندی مین حاضر ہونیکے وقت آداب بجالانا ہے اور یہ دعا گذارش کرنے سے پہلے بمنزلہ القاب ذکر کرنے کے ہے۔ پھر چونکہ انسان پر شیطان مسلط کیا گیا ہے اور اُسے بھی فکر رہتی ہے کہ کسیطرح اسکے دل مین وسوسے ڈالکر خدا سے عرض معروض کرنے مین جی نہ لگنے دے اور اسے پریشان کرے اسلئے شیطان کی عداوت سے بچنے کیلئے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھتا ہے یعنی میں اس مردود شیطان کی شر سے بچنے کیلئے خدا کی پناہ میں آیا جاتا ہون اسطرح اپنے دشمن شیطان سے بچنے کیلئے خدا کی پناہ مانگ کر ذرا اسکے دل کو سہارا ہو جاتا ہے۔ اب خدا سے عرض معروض کرنیکا وقت آپہنچتا ہے چنانچہ وہ بسم اللہ پڑھکر سورہ فاتحہ پڑھنا شروع کر دیتا ہے اسکے پڑھنے سے جن امور کیطرف اشارہ پایا جاتا ہے اسکا بیان یہ ہے کہ پہلے تو وہ خدا سے توسل حاصل کرنیکے لئے نہایت ہی شریف وسیلہ کو ذکر کرکے برکت حاصل کرتا ہے اور وہ وسیلہ اُسکا نہایت ہی باعظمت اسم مبارک ہے کہ اُسکے سوا کوئی اسکے ساتھ موسوم نہیں اور چونکہ وہ اپنے کو ایسے مقام میں پاتا ہے کہ جسکے اعتبار سے اسکو اس بات کی نہایت احتیاج ہوتی ہے کہ خدا اپنی رحمت اور احسان کے صدقہ میں اسکو طرح طرح کی نعمتیں عنایت کرے۔ کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں کہ خدا کی بخششوں کی امید کیجاتی ہے اسلئے وہ اپنے رب کی

عہ یہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہنے کی حکمت سے ۱۲ منہ ترجم۔

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
دوشنبہ	۱	۲۹	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سہ شنبہ	۲	۳۰	۳۵	[illegible]	۲۵	۴	۵۰	۱۵
چہارشنبہ	۳	۳۱	؍	؍	؍	۳	۴۹	۱۴
پنجشنبہ	۴	[illegible]	۳۶	۱	؍	؍	۴۸	۱۳
جمعہ	۵	۲	۳۷	۲	؍	۲	۴۷	۱۲
شنبہ	۶	۳	۳۸	۳	؍	۱	۴۶	۱۰
یکشنبہ	۷	۴	؍	؍	۲۴	[illegible]	۴۴	۹
دوشنبہ	۸	۵	۳۹	۴	؍	[illegible]	۴۳	۸
سہ شنبہ	۹	۶	؍	؍	؍	۵۸	۴۲	۶
چہارشنبہ	۱۰	۷	۴۰	۵	۲۳	۵۷	۴۱	۵
پنجشنبہ	۱۱	؍	؍	؍	؍	۵۶	۴۰	۴
جمعہ	۱۲	۹	۴۱	۶	؍	۵۵	۳۹	۲
شنبہ	۱۳	۱۰	۴۲	۷	۲۲	۵۴	۳۷	۱
یکشنبہ	۱۴	۱۱	؍	؍	؍	۵۳	۳۶	[illegible]
دوشنبہ	۱۵	۱۲	۴۳	۸	؍	؍	۳۵	[illegible]
سہ شنبہ	۱۶	۱۳	۴۴	؍	۲۱	۵۲	۳۳	۵۷
چہارشنبہ	۱۷	۱۴	۴۵	۹	؍	۵۱	۳۲	۵۶
پنجشنبہ	۱۸	۱۵	؍	؍	؍	۵۰	۳۱	۵۴
جمعہ	۱۹	۱۶	۴۶	۱۰	۲۰	۴۹	۳۰	۵۳
شنبہ	۲۰	۱۷	؍	؍	؍	۴۸	۲۹	۵۱
یکشنبہ	۲۱	۱۸	۴۷	۱۱	؍	۴۷	۲۸	۵۰
دوشنبہ	۲۲	۱۹	؍	؍	۱۹	۴۶	۲۷	۴۸
سہ شنبہ	۲۳	۲۰	۴۸	۱۲	؍	۴۵	۲۶	۴۷
چہارشنبہ	۲۴	۲۱	۴۹	؍	؍	۴۴	۲۵	۴۵
پنجشنبہ	۲۵	۲۲	۵۰	۱۳	۱۸	۴۳	۲۳	۴۴
جمعہ	۲۶	۲۳	۵۱	؍	؍	۴۲	۲۲	۴۳
شنبہ	۲۷	۲۴	۵۲	۱۴	۱۷	۴۱	۲۰	۴۲
یکشنبہ	۲۸	۲۵	۵۳	۱۵	؍	۴۰	۱۹	۴۱
دوشنبہ	۲۹	۲۶	۵۴	۱۶	؍	۳۹	۱۸	۴۰
سہ شنبہ	۳۰	۲۰	؍	؍	۱۶	۳۰	۱۶	۳۹

تعریف میں یہ ذکر کرتا ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم یعنی بے نہایت و بے پایاں رحمت والا ہے گویا کہ یہ اشارہ ہے کہ اُسکی دعا مقبول ہونے کے لئے سوائے خدا کے کامل اور عام رحمت کے کوئی ذریعہ نہیں۔

پھر حق سبحانہٗ تعالیٰ کی عظمت اور اُسکی نعمتوں کی وسعت خصوصاً اسکے پرورش کرنیکے احسان کو کہ جو ابتداے پیدائش سے برابر ہوتا رہا خیال کرکے اُسکی ذات عالی کی جو تمام اعلیٰ سے اعلیٰ محامد کی شایان ہے تعریف کرتا ہے اور اسکے کامل احسانات کی توصیف میں مشغول ہوتا ہے جن میں سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ خدا اسکو فنا ہونے سے بچاتا ہے اور ظاہری و باطنی رزق برابر جاری رکھکر اُسکی پرورش کرتا ہے۔

پھر یہ دیکھکر کہ بہتیرے لوگ اُسکی اس نعمت کی بے قدری کرتے ہیں اور اُسکا کما حقہٗ شکر ادا نہیں کرتے اور اس خوف سے کہ کہیں اسکا بھی انہیں لوگوں میں شمار نہ ہونے لگے خداوندی رحمت کیطرف متوجہ ہو کر التجا کرنے لگتا ہے اور اپنے رب کو رحمت کے ساتھ موصوف کرکے اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیری وسیع رحمت کے سوا اُن لوگوں کا کوئی کارساز نہیں ہو سکتا اور یہ خیال کرکے کہ بعض لوگ ایسے بھی پائے جاتے ہیں کہ جب تیرا احسان ہوتا ہے تو اور زیادہ اترانے لگتے ہیں اور جبتک کہ اُنکے ساتھ عدل نہ برتا جائے اور اُنکی تادیب نہ کیجائے اُنکی اصلاح نہیں ہو سکتی اسلئے اُسکی صفت جلال کو یوں ظاہر کرتا ہے کہ وہ انصاف و جزا کے دن کا بادشاہ

عہ یہ الحمد للہ رب العالمین کہنے کی حکمت ہے ۱۲ مترجم۔

عہ یہ الرحمٰن الرحیم کی حکمت ہے ۱۲ مترجم۔

سہ یہ مالک یوم الدین کی حکمت ہے ۱۲ مترجم۔

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چہارشنبہ	۱	۲۸	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
پنجشنبہ	۲	۲۹	۵۵	۱۷	〃	۳۶	۱۴	۳۶
جمعہ	۳	۳۰	〃	〃	۱۵	۳۵	۱۳	۳۵
شنبہ	۴	اکتوبر	۵۶	۱۸	〃	۳۴	۱۱	۳۳
یکشنبہ	۵	۲	۵۷	۱۹	〃	۳۳	۱۰	۳۳
دوشنبہ	۶	۳	〃	〃	〃	۳۲	۹	۳۲
سہ شنبہ	۷	۴	۵۸	۲۰	۱۴	۳۱	۸	۳۰
چہارشنبہ	۸	۵	۵۹	۲۱	〃	۳۰	۷	۲۹
پنجشنبہ	۹	۶	〃	〃	〃	۲۹	۶	۲۸
جمعہ	۱۰	۷	[illegible]	۲۲	۱۳	۲۸	۴	۲۷
شنبہ	۱۱	۸	〃	۲۳	〃	۲۷	۳	۲۶
یکشنبہ	۱۲	۹	〃	〃	〃	۲۶	۲	۲۵
دوشنبہ	۱۳	۱۰	[illegible]	۲۴	〃	〃	۱	۲۳
سہ شنبہ	۱۴	۱۱	۲	۲۵	۱۲	۲۵	[illegible]	۲۲
چہارشنبہ	۱۵	۱۲	〃	〃	〃	۲۴	[illegible]	۲۱
پنجشنبہ	۱۶	۱۳	۳	۲۶	〃	۲۳	۵۸	۲۰
جمعہ	۱۷	۱۴	۴	۲۷	〃	۲۲	۵۷	۱۹
شنبہ	۱۸	۱۵	〃	〃	۱۱	۲۱	۵۶	۱۷
یکشنبہ	۱۹	۱۶	۵	۲۸	〃	۲۰	۵۴	۱۶
دوشنبہ	۲۰	۱۷	۶	۲۹	〃	۱۹	۵۳	۱۵
سہ شنبہ	۲۱	۱۸	〃	〃	〃	۱۸	۵۲	۱۴
چہارشنبہ	۲۲	۱۹	۷	۳۰	۱۰	۱۷	۵۱	۱۳
پنجشنبہ	۲۳	۲۰	۸	۳۱	〃	۱۶	۵۰	۱۲
جمعہ	۲۴	۲۱	〃	〃	〃	۱۵	۴۹	۱۱
شنبہ	۲۵	۲۲	۹	۳۲	〃	۱۴	۴۸	۱۰
یکشنبہ	۲۶	۲۳	〃	۳۳	〃	۱۳	۴۷	۹
دوشنبہ	۲۷	۲۴	۱۰	〃	〃	۱۲	۴۶	۸
سہ شنبہ	۲۸	۲۵	〃	۳۴	〃	〃	۴۵	〃
چہارشنبہ	۲۹	۲۶	۱۱	۳۵	۹	۱۱	۴۴	۷
پنجشنبہ	۳۰	۲۷	〃	〃	〃	۱۰	۴۳	۶

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
جمعہ	۱	۲۸	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شنبہ	۲	۲۹	۱۳	۳۷	؍	۸	۴۱	۴
یکشنبہ	۳	۳۰	؍	؍	؍	؍	؍	؍
دوشنبہ	۴	۳۱	۱۴	۳۸	؍	۷	۴۰	۳
سہ شنبہ	۵	[illegible]	؍	۳۹	؍	۶	۳۹	۲۰
چہارشنبہ	۶	۲	۱۵	۴۰	؍	۵	۳۸	؍
پنجشنبہ	۷	۳	۱۶	۴۱	؍	۴	۳۷	۱
جمعہ	۸	۴	۱۷	۴۲	؍	۳	۳۶	[illegible]
شنبہ	۹	۵	؍	؍	؍	؍	؍	[illegible]
یکشنبہ	۱۰	۶	۱۸	۴۳	؍	۲	۳۵	[illegible]
دوشنبہ	۱۱	۷	؍	۴۴	؍	۱	۳۴	؍
سہ شنبہ	۱۲	۸	۱۹	۴۵	؍	؍	؍	۵۸
چہارشنبہ	۱۳	۹	؍	؍	؍	۴ [illegible]	۳۳	؍
پنجشنبہ	۱۴	۱۰	۲۰	۴۶	؍	؍	؍	۵۷
جمعہ	۱۵	۱۱	۲۱	۴۷	؍	۳ [illegible]	۳۲	؍
شنبہ	۱۶	۱۲	۲۲	۴۸	۱۰	۵۸	۳۱	۵۶
یکشنبہ	۱۷	۱۳	۲۳	۴۹	؍	؍	؍	؍
دوشنبہ	۱۸	۱۴	۲۴	۵۰	؍	۵۷	۳۰	۵۵
سہ شنبہ	۱۹	۱۵	۲۵	۵۱	؍	۵۶	۲۹	؍
چہارشنبہ	۲۰	۱۶	۲۶	۵۲	؍	؍	؍	۵۴
پنجشنبہ	۲۱	۱۷	؍	؍	؍	۵۵	۲۸	؍
جمعہ	۲۲	۱۸	۲۷	۵۳	۱۱	۵۴	۲۷	۵۳
شنبہ	۲۳	۱۹	۲۸	۵۴	؍	۵۳	۲۶	؍
یکشنبہ	۲۴	۲۰	؍	؍	؍	؍	؍	۵۲
دوشنبہ	۲۵	۲۱	۲۹	۵۵	؍	؍	؍	؍
سہ شنبہ	۲۶	۲۲	؍	۵۶	۱۲	؍	؍	؍
چہارشنبہ	۲۷	۲۳	۳۰	۵۷	؍	۵۲	۲۵	۵۱
پنجشنبہ	۲۸	۲۴	۳۱	۵۸	؍	؍	؍	؍
جمعہ	۲۹	۲۵	۳۲	۵۹	؍	؍	؍	؍

اور مالک ہے پس جس طرح کہ بندہ کو خدا سے انتہا درجہ کی امید کرنا چاہیئے اسیطرح یہ بھی ضرور ہی کہ اُس سے ڈرتا بھی زیادہ رہے اب عله وہ اپنے رب کے حضور میں اپنی عبادت کو جو کہ اسکی نعمتوں کا تھوڑا بہت شکر ہوتا کرتا ہے پیش کرتے وقت دو ضروری امروں کا لحاظ کرتا ہے اول تو یہ کہ وہ اپنے کو حق عبادت ادا کرنے میں قاصر خیال کرتا ہے اسلئے اپنے اُن موحد بھائیوں کی عبادت کے ساتھ ملا کر اپنی عبادت کو پیش کرتا ہے جنمیں سے اکثروں نے نہایت خلوص کے ساتھ اپنی پوری انسانی طاقت صرف کرکے عبادت میں کوشش کی ہے تاکہ انھیں کے طفیل سے کیا عجب کہ اس کی عبادت بھی خدا کی درگاہ میں مقبول ہوجائے دوسرے وہ یہ دیکھتا ہے کہ مشرکوں نے اس خدا کی عبادت میں جسکے سوا کوئی عبادت کے شایاں نہیں بہتیرے شریک بھی ٹھیرا لئے ہیں اسلئے وہ اپنی عبادت پیش کرتے وقت اس طور پر بیان کرتا ہے کہ جس سے محض خدا ہی کے لئے عبادت کا انحصار معلوم ہو۔ پھر جب اس موقع پر اسکی نظر اپنے حال کیطرف جاتی ہے تو اپنے کو عبادت اور اس شکر کے ادا کرنے سے نہایت ہی عاجز پاتا ہے ہاں اُسوقت وہ کچھ کرسکتا ہے جبکہ خدا اسکی مدد کرے اور اسکے کاموں کو درست کر دے اسکے دل میں اسکی رغبت پیدا کر دے اور سارے موانع دُور کر دے اور چونکہ یہ بات خدا ہی کی قدرت میں ہے اسلئے وہ اس سے اس طور پر مدد کا طلبگار ہوتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ خدا کے سوا کسی اور کی اعانت اسکے مطلوب نہیں۔

عله ایک قیصر دیا یک نستعین ۱۲ مترجم۔

پھر اِس[عــہ] بات کا خیال کرے کہ خدا کو وہی کام پسند آتے ہیں جو کہ راستی کے ساتھ کئے جائیں اور اس میں کجروی کو دخل نہ دیا جائے وہ خدا سے راہ راست کی رہنمائی کی درخواست کرتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے اُسکی عبادت کو مقبولیت کا اعلےٰ درجہ حاصل ہو جائے اور وہ کامیاب ہو۔ اب چونکہ لوگ تین قسم کے پائے جاتے ہیں۔ بعض[عــہ] تو وہ جنھوں نے اعتقاد اور عمل دونوں کی حیثیت سے راہ راست کو پا لیا اور اس طرح سے وہ فائز المرام ہو گئے اور بعض[عــہ] عمل میں کجروی کو دخل دیکر خدا کے مورد غضب بن گئے اور بعض[عــہ] نے اپنے عقیدے درست نہ رکھے اور اس طرح حق سے بھٹک گئے پس نمازی کو راہ راست کی درخواست کے بعد یہ رغبت بھی پیدا ہوئی کہ یہ بھی انہیں لوگوں میں سے پیدا ہو جائے جو اپنے عقیدے اور عمل درست کرکے خداوندی نعمتوں سے مالا مال ہو گئے تاکہ یہ بھی اس ذریعہ سے انکے انوار و ثمرات سے خوشہ چینی کرکے بہرہ یاب ہو۔ آمین یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ آدمی کیلئے کوئی نہ کوئی ضرور رہنما ہونا چاہیئے کہ جو اسکو راہ راست سے آگاہ کرے۔ اور نافرمانوں اور گمراہوں سے علیحدگی اختیار کرنیکی ترغیب دے پس گویا نمازی یوں کہتا ہے کہ اے رب میں اپنے موحد بھائیوں سمیت تجھ سے اس فرقہ کی راہ راست کا طالب ہوں جسپر تونے عقیدے اور عمل دونوں کے درست ہونیکی وجہ سے اپنی نعمتیں نازل کیں تاکہ ہم لوگ بھی انھیں کے زمرہ میں داخل

عــہ یہ اہدنا الصراط المستقیم کہنے کی حکمت ہے ۱۲ مترجم

عــہ یہ صراط الذین انعمت علیہم سے مراد ہیں ۱۲ مترجم۔

عــہ یہ غیر المغضوب علیہم سے مراد ہیں ۱۲ مترجم۔

عــہ یہ ولا الضالین سے مراد ہیں ۱۲ مترجم۔

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شنبہ	۱	۲۶	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
یکشنبہ	۲	۲۷	۳۳	ایک بجے	〃	〃	〃	〃
دوشنبہ	۳	۲۸	۳۴	[illegible]	〃	〃	〃	〃
سہ شنبہ	۴	۲۹	۳۵	۲	۱۴	〃	〃	〃
چہارشنبہ	۵	۳۰	۳۶	۳	〃	〃	〃	۵۲
پنجشنبہ	۶	[illegible]	〃	〃	〃	〃	〃	〃
جمعہ	۷	۲	۳۷	۴	۱۵	〃	〃	〃
شنبہ	۸	۳	۳۸	۵	〃	〃	〃	〃
یکشنبہ	۹	۴	۳۹	۶	۱۶	〃	〃	۵۳
دوشنبہ	۱۰	۵	〃	〃	〃	〃	〃	〃
سہ شنبہ	۱۱	۶	۴۰	۷	〃	〃	〃	〃
چہارشنبہ	۱۲	۷	〃	۸	۱۷	〃	〃	〃
پنجشنبہ	۱۳	۸	۴۱	۹	〃	〃	〃	۵۴
جمعہ	۱۴	۹	۴۲	۱۰	۱۸	۵۳	۲۶	〃
شنبہ	۱۵	۱۰	۴۳	۱۱	〃	〃	〃	〃
یکشنبہ	۱۶	۱۱	۴۴	۱۲	۱۹	〃	〃	〃
دوشنبہ	۱۷	۱۲	〃	〃	〃	۵۴	〃	〃
سہ شنبہ	۱۸	۱۳	۴۵	۱۳	۲۰	〃	۲۷	۵۵
چہارشنبہ	۱۹	۱۴	۴۶	۱۴	〃	〃	〃	〃
پنجشنبہ	۲۰	۱۵	〃	〃	۲۱	〃	〃	〃
جمعہ	۲۱	۱۶	۴۷	۱۵	〃	〃	〃	〃
شنبہ	۲۲	۱۷	〃	〃	۲۲	۵۵	۲۸	۵۶
یکشنبہ	۲۳	۱۸	۴۸	۱۶	〃	〃	〃	〃
دوشنبہ	۲۴	۱۹	〃	〃	۲۳	〃	〃	〃
سہ شنبہ	۲۵	۲۰	۴۹	۱۷	〃	۵۶	۲۹	۵۷
چہارشنبہ	۲۶	۲۱	〃	〃	۲۴	〃	〃	〃
پنجشنبہ	۲۷	۲۲	۵۰	۱۸	〃	〃	〃	〃
جمعہ	۲۸	۲۳	〃	〃	۲۵	۵۷	۳۰	۵۸
شنبہ	۲۹	۲۴	۵۱	۱۹	〃	〃	〃	〃
یکشنبہ	۳۰	۲۵	〃	〃	〃	۵۸	۳۱	۵۹

ہوکر اُنکی نیک صحبت کی برکت سے کامیاب ہوجائیں۔
اور اُن لوگوں کے طریقہ سے بچے رہیں جن پر اسوجہ سے
کہ انھوں نے بُرے عمل کئے تو غضبناک ہوا یا جو غلط
عقیدوں کی وجہ سے راہِ راست سے بھٹک گئے
اے ہمارے رب ان لوگوں سے ہمیں بچائے ہی رکھنا
کہیں ہم بھی اسی آفت میں نہ مبتلا ہوجائیں اور پھر
اُنھیں کی طرح ہم کو بھی نقصان اُٹھانا پڑے۔ اَب وہ
مقبولیت کی درخواست پر اپنی اس دُعا کو ختم کرتا ہے
چنانچہ اسی لئے وہ اس موقع پر لفظ آمین کہتا ہے
یعنی اے رب اب ہماری دُعا کو قبول کرلے کیونکہ تو نے
تو اپنے رسُول کی زبانی ہم سے وعدہ کرکے ہمیں امیدوار
بنا رکھا ہے اور تیری تو عادت ہی ہے کہ دُعا کرنیوالے
کی بہت جلد سُن لیا کرتا ہے پھر چونکہ قاعدہ ہے کہ
جب طبیب سے کوئی شخص علاج کراتا ہے تو اسکے
لئے وہ جو دوا تجویز کردیتا ہے اُسکو استعمال کرتا ہے
اور اُسکے حکم کی تعمیل اپنے ذمہ ضروری سمجھا کرتا ہے
اسیطرح یہاں بھی سمجھئے کہ بندہ کو خدا سے راہِ راست
کی رہنمائی کا طالب ہونا گویا کہ اپنے بیجا اعمال اور
بُرے عقیدوں کے امراض کیلئے دوائے شافی
مانگنا ہے پس گویا خدا کی جانب سے اُسکے جواب میں
یہ ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارا علاج یہی ہے کہ تم میرے
کلام کی تلاوت کرو اور ہمیں سے جو کچھ پڑھ سکو پڑھو
اس سے تم کو شفا حاصل ہوگی۔ کیونکہ یہی کلام ایسی
شافی دوا ہے کہ جس سے فسق۔ شرک۔ ریا۔ تکبر۔ حسد
کینہ وغیرہ سارے مرضوں کو صحت حاصل ہوتی ہے
اسلئے کہ اسمیں کافی طور پر دلائل بیان ہوئے ہیں۔
پوری پوری نصیحتیں کی گئی ہیں پس اگر تم اسے پڑھوگے

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
دوشنبہ	۱	۲۶	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سہ شنبہ	۲	۲۷	〃	〃	۲۶	۵۹	۳۲	[illegible]
چہارشنبہ	۳	۲۸	۵۳	۲۱	〃	۴ بجے [illegible]	۳۳	[illegible]
پنجشنبہ	۴	۲۹	〃	〃	۲۷	[illegible]	〃	۲
جمعہ	۵	۳۰	〃	〃	〃	۲	۳۴	۲
شنبہ	۶	۳۱	〃		۲۸	〃	〃	〃
یکشنبہ	۷	[illegible]	〃	〃	〃	۳	۳۷	۳
دوشنبہ	۸	۲	〃	〃	۲۹	〃	〃	〃
سہ شنبہ	۹	۳	〃	۲۲	〃	۵	۳۸	۵
چہارشنبہ	۱۰	۴	〃	〃	۳۰	۶	۳۹	۶
پنجشنبہ	۱۱	۵	〃	〃	〃	۷	۴۰	۷
جمعہ	۱۲	۶	〃	〃	۳۱	۸	〃	〃
شنبہ	۱۳	۷	۵۵	〃	〃	۹	۴۱	۸
یکشنبہ	۱۴	۸	〃	〃	۳۲	۱۰	۴۲	۹
دوشنبہ	۱۵	۹	〃	〃	〃	۱۱	۴۳	۱۰
سہ شنبہ	۱۶	۱۰	〃	〃	〃	۱۲	۴۴	۱۱
چہارشنبہ	۱۷	۱۱	〃	〃	۳۳	〃	〃	〃
پنجشنبہ	۱۸	۱۲	〃	〃	〃	۱۳	۴۵	۱۲
جمعہ	۱۹	۱۳	〃	〃	〃	۱۴	۴۶	۱۳
شنبہ	۲۰	۱۴	〃	〃	۳۴	〃	۴۷	۱۴
یکشنبہ	۲۱	۱۵	〃	〃	〃	۱۵	۴۸	۱۵
دوشنبہ	۲۲	۱۶	〃	〃	۳۵	۱۶	۴۹	۱۶
سہ شنبہ	۲۳	۱۷	〃	〃	〃	〃	〃	〃
چہارشنبہ	۲۴	۱۸	〃	۲۱	〃	۱۷	۵۰	۱۷
پنجشنبہ	۲۵	۱۹	〃	〃	۳۶	۱۸	۵۱	〃
جمعہ	۲۶	۲۰	〃	〃	〃	۱۹	۵۲	۱۸
شنبہ	۲۷	۲۱	〃	〃	〃	۲۰	۵۳	۱۹
یکشنبہ	۲۸	۲۲	۵۴	۲۰	〃	۲۱	۵۴	۲۰
دوشنبہ	۲۹	۲۳	〃	〃	۳۷	۲۲	۵۵	۲۱
سہ شنبہ	۳۰	۲۴	〃	〃	〃	〃	〃	〃

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چہارشنبہ	۱	۲۵	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
پنجشنبہ	۲	۲۶	〃	〃	〃	〃	۵۷	〃
جمعہ	۳	۲۷	۵۲	۱۸	۳۸	۲۴	۵۸	۲۳
شنبہ	۴	۲۸	〃	〃	〃	۲۵	۵۹	〃
یکشنبہ	۵	۲۹	۵۱	۱۷	〃	۲۶	[illegible]	۲۴
دوشنبہ	۶	۳۰	〃	〃	〃	۲۷	[illegible]	۲۵
سہ شنبہ	۷	۳۱	〃	۱۶	〃	〃	〃	〃
چہارشنبہ	۸	[illegible]	〃	〃	۳۹	۲۹	۳	۲۷
پنجشنبہ	۹	۲	۵۰	۱۵	〃	〃	〃	〃
جمعہ	۱۰	۳	۴۹	۱۴	〃	۳۰	۴	۲۸
شنبہ	۱۱	۴	〃	〃	〃	۳۱	۵	۲۹
یکشنبہ	۱۲	۵	۴۸	۱۳	〃	۳۲	۶	۳۰
دوشنبہ	۱۳	۶	۴۷	۱۲	〃	〃	〃	〃
سہ شنبہ	۱۴	۷	〃	〃	〃	۳۳	۷	۳۱
چہارشنبہ	۱۵	۸	۴۶	۱۱	〃	۳۴	۸	〃
پنجشنبہ	۱۶	۹	۴۵	۱۰	〃	۳۵	۹	۳۲
جمعہ	۱۷	۱۰	〃	۹	〃	۳۶	۱۰	۳۳
شنبہ	۱۸	۱۱	〃	〃	〃	۳۷	۱۱	۳۴
یکشنبہ	۱۹	۱۲	۴۴	۸	〃	〃	〃	〃
دوشنبہ	۲۰	۱۳	۴۳	۷	〃	۳۸	۱۲	۳۵
سہ شنبہ	۲۱	۱۴	۴۲	۶	۳۸	۳۹	۱۳	۳۶
چہارشنبہ	۲۲	۱۵	۴۱	۵	〃	۴۰	۱۴	〃
پنجشنبہ	۲۳	۱۶	۴۰	۴	〃	۴۱	۱۵	۳۷
جمعہ	۲۴	۱۷	۳۹	۳	〃	۴۲	۱۶	۳۸
شنبہ	۲۵	۱۸	〃	〃	〃	〃	۱۷	۳۹
یکشنبہ	۲۶	۱۹	〃	۲	〃	۴۳	〃	〃
دوشنبہ	۲۷	۲۰	۳۸	۱	〃	۴۴	۱۸	۴۰
سہ شنبہ	۲۸	۲۱	۳۷	[illegible]	〃	۴۵	۱۹	۴۱
چہارشنبہ	۲۹	۲۲	۳۶	[illegible]	〃	〃	۲۰	۴۲

تو تمہیں تمہاری بیماری سے شفا حاصل ہو جائیگی اور تمہارا مرض زائل ہو جائے گا۔ اسلئے نمازی بعد سورہ فاتحہ کے جو بمنزلہ مرض بیان کرنیکے تھی اپنے طبیب کی بتلائی ہوئی دوا کے طور پر قرآن میں سے تھوڑا بہت اسکے سوا کچھ اور بھی پڑھ لیا کرتا ہے۔ اب اس دوا کو استعمال کر کے یعنی کلام اللہ سے کچھ پڑھکر وہ اپنی کمزوری اور عاجزی پر نظر ڈالتا ہے اور اس دوا کی واقفیت و شفا حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو اپنے مولی کا محتاج پاتا ہے اور یہ بھی دیکھتا ہے کہ یہ بات سوائے خدا کے اور کسی کے قبضہ قدرت میں نہیں پس اسوقت اپنی ہیئت سے بھی اپنا عجز ظاہر کرنیکے لئے اپنے مولی کی بڑائی بیان کرتا ہوا اُسکے سامنے جھک جاتا ہے۔ اور اسیکو رکوع کہتے ہیں پھر وہ اسی حالت مین اپنے باعظمت مولی کی کہ جو سب سے بے نیاز ہے اور جسکے کہ سب محتاج ہیں۔ پاکی بیان کرتا ہے اور بعد اسکے کہ اس نے اپنی ہیئت سے بھی اپنی عاجزی ظاہر کر دی اسکی طرف اپنے محتاج ہونے کا اقرار بھی کر لیا اسکی عظمت و جلال کی تعظیم بھی کر چکا وہ اپنے اس مالک کا شکر ادا کرنیکے لئے سیدھا کھڑا ہو جاتا ہے جس نے کہ دوائے شافی عنایت کرکے اسپر بڑا احسان کیا ہے اور اپنے جی کو اسطرح سمجھاتا ہے کہ اگرچہ وہ نہایت ہی کمزور اور بڑا ہی ذلیل ہے اور اسکا مالک بہت ہی بڑی عظمت و جلال والا ہے لیکن اسکے ساتھ ہی وہ لوگوں کی سنتا بھی ہے اور انکی دعائیں قبول کرتا ہے اور جو اسکی تعریف کرتا ہے وہ اسے بھی سن لیتا ہے پس اسیوجہ سے اپنے جی کو اطمینان دلانیکے لئے وہ سمع اللہ لمن حمدہ

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
پنجشنبہ	۱	۲۳	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
جمعہ	۲	۲۴	۳۴	۵۷	؍	۴۶	۲۲	۴۴
شنبہ	۳	۲۵	۳۳	۵۶	؍	؍	؍	؍
یکشنبہ	۴	۲۶	۳۲	۵۵	؍	۴۷	۲۳	۴۵
دوشنبہ	۵	۲۷	۳۰	۵۳	؍	؍	۲۴	۴۶
سہ شنبہ	۶	۲۸	۲۹	۵۲	؍	۴۸	۲۵	۴۷
چہارشنبہ	۷	۲۹	؍	؍	؍	؍	؍	؍
پنجشنبہ	۸	یکم ماہ	۲۸	۵۱	۲۷	؍	؍	؍
جمعہ	۹	۲	۲۷	۵۰	؍	؍	؍	؍
شنبہ	۱۰	۳	۲۶	۴۹	؍	؍	؍	؍
یکشنبہ	۱۱	۴	۲۵	۴۸	؍	۴۹	۲۸	۴۸
دوشنبہ	۱۲	۵	۲۴	۴۷	۳۰	۵۰	؍	۴۹
سہ شنبہ	۱۳	۶	۲۳	۴۶	؍	؍	۲۷	؍
چہارشنبہ	۱۴	۷	۲۲	۴۵	؍	۵۱	۲۸	۵۰
پنجشنبہ	۱۵	۸	۲۱	۴۴	؍	۵۲	۲۹	۵۱
جمعہ	۱۶	۹	۲۰	۴۳	؍	؍	؍	؍
شنبہ	۱۷	۱۰	۱۹	۴۲	۳۵	؍	۳۰	۵۲
یکشنبہ	۱۸	۱۱	۱۸	۴۱	؍	۵۳	۳۱	۵۳
دوشنبہ	۱۹	۱۲	۱۷	۴۰	؍	؍	؍	؍
سہ شنبہ	۲۰	۱۳	۱۶	۳۹	۳۴	۵۴	۳۲	۵۴
چہارشنبہ	۲۱	۱۴	۱۴	۳۷	؍	۵۵	۳۳	۵۵
پنجشنبہ	۲۲	۱۵	۱۳	۳۶	؍	؍	؍	؍
جمعہ	۲۳	۱۶	۱۲	۳۵	؍	؍	۳۴	۵۶
شنبہ	۲۴	۱۷	۱۰	۳۳	۳۳	۵۶	۳۵	۵۷
یکشنبہ	۲۵	۱۸	۹	۳۲	؍	؍	۳۶	؍
دوشنبہ	۲۶	۱۹	۸	۳۱	؍	۵۷	؍	۵۸
سہ شنبہ	۲۷	۲۰	۷	۳۰	۳۲	؍	۳۷	؍
چہارشنبہ	۲۸	۲۱	۶	۲۸	؍	۵۸	؍	۵۹
پنجشنبہ	۲۹	۲۲	۵	۲۷	؍	؍	۳۸	؍
جمعہ	۳۰	۲۳	۴	۲۶	۰	؍	۳۹	یکم

کہا کرتا ہے یعنی جو خدا کی تعریف کرتا تو خدا اسکی سُن لیتا ہے اور پھر وہ اپنی تعریف و حمد اللھم ربنا لک الحمد کہکر پیش کر دیتا ہے۔

اسکے بعد جب یہ خیال کرتا ہے کہ خدا کی نعمتیں تو بے پایاں اور غیر محصور ہیں اور اگر وہ ابد تک بھی اطاعت اور عاجزی کرتا ہے جب بھی سو حصوں میں سے ایک حصہ بھی شکر کا ادا نہیں ہو سکتا ہیں اس موقع پر گویا زبان حال سے وہ یہ کہنے لگتا ہے کہ اے میرے رب میں تو تیری نعمتوں کے شکر ادا کرنے سے بہت ہی قاصر ہوں اور تو تمام چیزوں سے بے نیاز ہے پھر میں کونسا کام کروں کہ تیرے بڑے بڑے احسانوں کا بدلہ ہو سکے تیری شان جو نہایت ہی عالی ہے میں ہزار کوشش کروں لیکن بھلا مجھ بیچارے سے کیا ہو سکتا ہے سب سے بڑھکر تیرے مقابلہ میں جو کچھ کر سکتا ہوں وہ یہی ہے کہ میں اپنے اعضا میں سے جو نہایت ہی شریف اور باعزت ہے اور وہ میرا چہرہ ہے۔ تیری عظمت و جلال کی تعظیم کرنیکے لئے زمین پر تیرے سامنے رکھدوں اگرچہ میں جانتا ہوں کہ تیری کبریائی و عظمت میں اس سے کچھ زیادتی نہ ہو جائیگی کیونکہ تو سب بڑوں سے بڑا ہے پس وہ اپنے مولٰی کی تعظیم کرنیکے لئے وہ اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں گر پڑتا ہے اور اپنی پیشانی اسکے سامنے زمین پر رکھدیتا ہے اور سجدہ میں اپنے کو نہایت ہی پستی کی حالت میں پاتا ہے اور چونکہ اس نے یہ حالت اپنے ایسے مولٰی کی تعظیم کی غرض سے اختیار کی ہے جو سب چیزوں سے بڑا ہے اسلئے وہ سبحان ربی الاعلٰی کہتا ہے یعنی میرا رب جو تمام چیزوں سے عالی ہے۔

تمام عیبوں سے پاک ہے اور پھر یہ خیال کرکے کہ اگر وہ تمام عمر بھی خدا کے سامنے عاجزی کرتا ہے جب بھی اسکی تعظیم کا پورا پورا حق ادا کرکے سبکدوش نہیں ہو سکتا اللہ اکبر کہتا ہوا اپنا سر سجدہ سے اٹھا لیتا ہے گویا وہ اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اسکی عظمت وکبریائی کے سامنے تمام لوگون کی تعظیم وتکریم ہیچ ہے اُسکا کما حقہ کوئی حق ادا ہی نہیں کر سکتا۔ پھر سجدہ سے سر اُٹھانے کے بعد وہ دیکھتا ہے کہ سجدہ کی حالت تو میری نہایت ہی شرف وبزرگی کی حالت تھی اور ابھی تو اس مقصد عالی سے میرا مدعا حاصل ہی نہیں ہوا ہے اور یہ بھی یاد کرتا ہے کہ شیطان نے تو اپنی بدبختی کی وجہ سے ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا خدا کا شکر ہے کہ مجھے سجدہ کرنا تو نصیب ہوا یہ سمجھکر شیطان کے خلاف پھر اس بارگاہ عالی میں اپنے مولی کی عظمت ظاہر کرنیکے لئے سر کو سجدہ میں رکھدیتا ہے اسکے بعد اسکے سجدہ سے سر اٹھا کر نماز کے بقیہ اعمال وافعال کے پورا کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے اور اسی طرز سابق سے جنمیں کہ طرح طرح کی حکمتیں اور اسرار پائے جاتے ہیں اپنی نماز کی تکمیل کے درپے ہوتا ہے اگر ان سب کا بیان کیا جاوے تو کلام نہایت ہی طویل ہو جائے پھر وہ اپنے ضروری کاروبار کے انتظام اور دوسری عبادتوں کی بجا آوری کیلئے اس بارگاہ عالی سے باہر آنے پر آمادہ ہوکر غلاموں کی طرح با ادب دوزانو بیٹھ جاتا ہے اور اپنے مولی کے حضور میں جو کہ زمین وآسمان کا مالک ہے "التحیات للہ والصلوٰۃ والطیبات" کہکر تحیت وسلام عرض کرنے لگتا ہے ٹھیک اسیطرح سے

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
شنبہ	۱	۲۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
یکشنبہ	۲	۲۵	۲	۲۳	〃	〃	۴۰	〃
دوشنبہ	۳	۲۶	[illegible]	۲۲	〃	〃	〃	۲
سہ شنبہ	۴	۲۷	[illegible]	۲۱	۳۰	شبکے	۴۱	〃
چہارشنبہ	۵	۲۸	۵۸	۲۰	〃	〃	〃	۳
پنجشنبہ	۶	۲۹	۵۶	۱۹	〃	〃	۴۲	〃
جمعہ	۷	۳۰	۵۵	۱۸	۲۹	[illegible]	۴۳	۴
شنبہ	۸	۳۱	۵۳	۱۶	〃	〃	〃	۵
یکشنبہ	۹	یکم اپریل	۵۲	۱۵	〃	〃	〃	۶
دوشنبہ	۱۰	۲	۵۱	۱۴	۲۸	۲	۴۴	۷
سہ شنبہ	۱۱	۳	۴۹	۱۳	〃	〃	〃	〃
چہارشنبہ	۱۲	۴	۴۸	۱۲	〃	〃	۴۵	۸
پنجشنبہ	۱۳	۵	۴۶	۱۰	〃	〃	۴۶	۹
جمعہ	۱۴	۶	۴۵	۹	۲۷	۳	۴۷	〃
شنبہ	۱۵	۷	۴۴	۸	〃	〃	〃	۱۰
یکشنبہ	۱۶	۸	۴۳	۷	〃	〃	۴۸	۱۱
دوشنبہ	۱۷	۹	۴۱	۶	۲۶	۴	〃	〃
سہ شنبہ	۱۸	۱۰	۳۹	۴	〃	〃	۴۹	۱۲
چہارشنبہ	۱۹	۱۱	۳۸	۳	〃	〃	〃	۱۳
پنجشنبہ	۲۰	۱۲	۳۷	۲	〃	〃	۵۰	۱۴
جمعہ	۲۱	۱۳	۳۶	۱	۲۵	۵	۵۱	۱۵
شنبہ	۲۲	۱۴	۳۵	[illegible]	〃	〃	〃	۱۶
یکشنبہ	۲۳	۱۵	۳۴	[illegible]	〃	〃	۵۲	۱۷
دوشنبہ	۲۴	۱۶	۳۲	۵۸	〃	۶	۵۳	۱۸
سہ شنبہ	۲۵	۱۷	۳۱	۵۷	〃	〃	〃	〃
چہارشنبہ	۲۶	۱۸	۳۰	۵۶	〃	〃	۵۴	۱۹
پنجشنبہ	۲۷	۱۹	۲۸	۵۴	〃	〃	〃	۲۰
جمعہ	۲۸	۲۰	۲۷	۵۳	۲۴	۷	۵۵	۲۱
شنبہ	۲۹	۲۱	۲۶	۵۲	〃	۸	۵۶	۲۲

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
یکشنبہ	۱	۲۲	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
دوشنبہ	۲	۲۳	۲۳	۵۰	″	″	۵۷	۲۳
سہ شنبہ	۳	۲۴	۲۲	۴۹	۴۳	۹	″	۲۴
چہارشنبہ	۴	۲۵	۲۱	۴۸	[illegible]	″	۵۸	″
پنجشنبہ	۵	۲۶	۲۰	۴۷	″	″	۵۹	۲۵
جمعہ	۶	۲۷	۱۸	۴۶	″	۱۰	[illegible]	۲۶
شنبہ	۷	۲۸	۱۷	۴۵	″	″	″	″
یکشنبہ	۸	۲۹	۱۶	۴۴	″	″	[illegible]	۲۷
دوشنبہ	۹	۳۰	۱۵	۴۳	۲۲	۱۱	″	۲۸
سہ شنبہ	۱۰	[illegible]	″	″	۶۰	″	۳	۲۹
چہارشنبہ	۱۱	۲	۱۳	۴۲	″	″	″	″
پنجشنبہ	۱۲	۳	۱۲	۴۱	″	″	۳	۳۰
جمعہ	۱۳	۴	۱۱	۴۰	″	۱۲	۴	۳۱
شنبہ	۱۴	۵	۱۰	۳۹	″	″	″	۳۲
یکشنبہ	۱۵	۶	۹	۳۸	″	″	۵	۳۳
دوشنبہ	۱۶	۷	۸	۳۷	″	۱۳	۶	۳۴
سہ شنبہ	۱۷	[illegible]	۷	۳۶	″	″	″	۳۵
چہارشنبہ	۱۸	۹	۶	″	″	″	″	۳۶
پنجشنبہ	۱۹	۱۰	۵	۳۵	″	″	۸	۳۷
جمعہ	۲۰	۱۱	۴	۳۴	″	۱۴	″	۳۸
شنبہ	۲۱	۱۲	۳	۳۳	″	″	۹	۳۹
یکشنبہ	۲۲	۱۳	۲	″	″	″	۱۰	۴۰
دوشنبہ	۲۳	۱۴	۱	۳۲	۲۱	″	″	۴۱
سہ شنبہ	۲۴	۱۵	[illegible]	″	″	″	۱۱	۴۲
چہارشنبہ	۲۵	۱۶	[illegible]	۳۱	″	۱۵	″	۴۳
پنجشنبہ	۲۶	۱۷	۵۰	″	″	″	۱۲	۴۴
جمعہ	۲۷	۱۸	۵۷	۳۰	″	″	۱۳	۴۵
شنبہ	۲۸	۱۹	″	″	″	″	″	۴۶
یکشنبہ	۲۹	۲۰	۵۶	۲۹	″	″	۱۴	۴۷
دوشنبہ	۳۰	۲۱	۵۵	″	۲۲	۱۶	۱۵	۴۸

جیسے کہ شاہی دربار سے باہر آتے وقت آداب بجالایا کرتے ہیں اپنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ کو یاد کرتا ہے جن کے ذریعہ سے اسکو اس بارگاہ عالی میں باریاب ہونا نصیب ہوا ہے پس وہ آپ پر سلام بھیجتا ہے اور آپکے لئے برکت ورحمت کی دعا کرتا ہے اسی لئے اس موقع پر السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا ہے پھر اسے یہ رغبت پیدا ہوتی ہے کہ جہاں خدا نے اسے اس عبادت کے فوائد سے بہرہ یاب کیا ہے وہ اسکو اور اسکے موحد بھائیوں کو امن وامان بھی رکھے پس وہ السلام علینا کہکر اس رغبت کو خدا کے حضور میں ظاہر کرتا ہے۔ پھر اسے اپنے اُن بھائیوں کی یاد آتی ہے جنکی عبادت کے ساتھ ملا کر اُسنے اپنی عبادت خدا کی درگاہ میں بامید قبول پیش کی تھی اور اس وجہ سے اُن کا حق اسکے اُوپر کسیقدر خصوصیت کے ساتھ ثابت ہو گیا تھا چنانچہ خدا نے جو کچھ نعمتیں انھیں دی ہیں اسکے لئے بھی حفاظت کی دعا کرتا ہے۔ اور "وعلی عباد اللہ الصالحین" کو اور بڑھا دیتا ہے۔ پھر گویا کہ یہ بات اسکے پیش نظر ہو جاتی ہے کہ منعم حقیقی خدا تعالےٰ ہے اور اس بھلائی تک جسکے ذریعہ سے رسائی ہوتی ہے وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہے پس صدق دل سے اللہ تعالےٰ کی معبودیت کے اعتبار سے یکتا ہونے کی شہادت دیتا ہے اور اپنی کلمہ کی انگلی اٹھا کر اسی یکتائی کیطرف اشارہ کرتا ہے تاکہ اعتقاد قول اور فعل جملہ اعتبار سے موحد بنجائے اور اسمیں یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ معبودیت کے لحاظ سے وہی یکتا خیال کیا جاسکتا ہے

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سہ شنبہ	۱	۲۲	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
چہارشنبہ	۲	۲۳	〃	〃	〃	〃	۱۶	۵۰
پنجشنبہ	۳	۲۴	۵۳	۲۷	〃	〃	〃	〃
جمعہ	۴	۲۵	〃	〃	〃	۱۷	۱۷	۵۱
شنبہ	۵	۲۶	۵۲	۲۶	〃	〃	۱۸	۵۲
یکشنبہ	۶	۲۷	〃	〃	〃	〃	〃	〃
دوشنبہ	۷	۲۸	۵۱	〃	〃	۱۰	۱۹	۵۳
سہ شنبہ	۸	۲۹	۵۰	۲۵	〃	〃	〃	〃
چہارشنبہ	۹	۳۰	〃	〃	〃	〃	۲۰	۵۴
پنجشنبہ	۱۰	۳۱	〃	〃	〃	〃	〃	〃
جمعہ	۱۱	جون	۴۹	۲۴	۲۳	۱۹	۲۱	۵۵
شنبہ	۱۲	۲	〃	〃	〃	〃	〃	〃
یکشنبہ	۱۳	۳	۴۸	〃	〃	〃	۲۲	۵۶
دوشنبہ	۱۴	۴	〃	〃	〃	〃	〃	〃
سہ شنبہ	۱۵	۵	〃	〃	〃	〃	۲۳	۵۷
چہارشنبہ	۱۶	۶	۴۷	۲۳	۲۴	〃	〃	〃
پنجشنبہ	۱۷	۷	〃	〃	〃	۲۰	۲۴	۵۸
جمعہ	۱۸	۸	۴۶	〃	〃	〃	〃	〃
شنبہ	۱۹	۹	〃	〃	〃	〃	۲۵	۵۹
یکشنبہ	۲۰	۱۰	〃	〃	〃	〃	〃	〃
دوشنبہ	۲۱	۱۱	〃	〃	〃	۲۱	۲۶	۹ بجے
سہ شنبہ	۲۲	۱۲	〃	〃	۲۵	〃	〃	〃
چہارشنبہ	۲۳	۱۳	〃	〃	〃	〃	〃	۹ بجکر [illegible] منٹ
پنجشنبہ	۲۴	۱۴	〃	〃	〃	۲۲	۲۷	۲
جمعہ	۲۵	۱۵	〃	〃	〃	〃	〃	〃
شنبہ	۲۶	۱۶	۴۵	〃	〃	〃	〃	۳
یکشنبہ	۲۷	۱۷	〃	۲۴	〃	۲۳	۲۸	۴
دوشنبہ	۲۸	۱۸	۴۴	〃	〃	〃	〃	〃
سہ شنبہ	۲۹	۱۹	〃	〃	〃	〃	〃	۵

جو احسان و انعام کرنیکے اعتبار سے بھی فرد ہو اسکے بعد محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے خدا کی عبودیت کی جو کہ نہایت ہی کامل مرتبہ ہے اور رسالت کی جو بہت ہی شریف منصب ہے شہادت ادا کرتا ہے - اور "اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ" کہتا ہے اب اسکا اس بات کی دعا کی جانب میلان ہو جاتا ہے کہ خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے کنبے والوں پر خلق کی رہنمائی کے بدلہ میں رحمت و برکت نازل فرمائے جس طرح کہ خدا نے ابراہیم علیہ السلام اور انکے گھر والوں پر پہلے لوگوں کی رہنمائی کے عوض میں رحمت و برکت نازل کی تھی اور یہ خیال کرکے کہ اسکو خواہ دنیوی خواہ اخروی ساری ضرورتوں میں خدا ہی کی طرف احتیاج ہے اسلئے اپنی حاجتوں کیلئے بھی درخواست کرتا ہے اب چونکہ اس بات کا وقت آپہنچا ہے کہ اس بارگاہ عالی سے باہر آکر دوسری عبادتوں کے ادا کرنے میں مشغول ہو اور اپنی معاش وغیرہ کی تحصیل کی فکر کرے جیسا کہ خدا نے اسکے ذمہ ضروری کر دیا ہے - کیونکہ اس نے اس عالم کا یہی قاعدہ مقرر کر رکھا ہے کہ تمام چیزوں کے کچھ نہ کچھ سبب ہوا کرتے ہیں اور وہ اشیا ذریعہ اپنے سبب ہی کے حاصل ہوا کرتی ہیں اس لئے اس درگاہ سے وہ اس طرح علیحدہ ہوتا ہے کہ اپنے دل کو وہیں طرف رہنے دیتا ہے اور فقط چہرہ اودھر ادھر پھیر لیتا ہے گویا کہ اپنی زبان حال سے اس مضمون کو ادا کرتا ہے کہ اگر مجھکو ضرورت نہ درپیش ہوتی تو اس بارگاہ عالی سے کبھی جدا نہ ہوتا اور کبھی جدائی کا صدمہ نہ اٹھاتا جہاں کہ طرح طرح کی عبادتوں

بہرہ یاب ہوا ہوں اور وہ عبادتیں خدا کی یاد کرنا. اس سے دُعا مانگنا. اُسکی تعظیم کرنا. اُسکے سامنے رکوع و سجدہ کرنا. عاجزی اور فروتنی سے پیش آنا ہیں. اب وہ اپنے مسلمان بھائیوں اور فرشتوں کی طرف جنکی جانب اتنی دیر تک ملتفت نہ رہا تھا. السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہکر متوجہ ہوجاتا ہے اور اپنے کاروبار میں مصروف ہوتا ہے۔

چونکہ نماز میں کثرت سے فائدے پائے جاتے ہیں اسلئے نماز کا ترک کرنا شریعت میں بہت بڑا گناہ شمار کیا گیا ہے اسکے ترک کرنیوالے کی بہت سختی سے مخالفت کیگئی ہے اور وہ دنیا و آخرت دونوں میں نہایت سخت سزا کا مستحق ٹھیرایا گیا ہے یہانتک کہ نماز کا ترک کرنا بھی کفر کی علامتوں میں سے شمار کیا گیا ہے. جیسے کہ برابر نماز پڑھنا ایمان کی علامت قرار دی گئی ہے. اس موقع سے ان لوگوں کی نادانی بخوبی واضح ہوجاتی ہے جو نماز کے بارہ میں بے پروائی کرتے ہیں چونکہ کاہلی نے انھیں گھیر رکھا ہے. یا شیطان کا اُنکے دلوں پر پورا تسلط ہوگیا ہے جنکی وجہ سے انھیں نماز کی واقعی خوبی نظر نہیں آتی اصل مغز کو چھوڑ کر پوست کو لے بیٹھے ہیں اور اپنی نادانی کی وجہ سے اسکے ترک کرنے کی واہی تباہی وجہیں نکالا کرتے ہیں اور نامعقول عذر کیا کرتے ہیں. چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ صاحب ہمارا رب ہماری کاہلی کی کیا پروا کرتا ہے اسے ہماری نماز کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے ان کم فہموں سے کوئی یہ تو کہے کہ ہاں بیشک. تمہارا رب تمام چیزوں سے بے نیاز ہے تو کیا اے نادانو تم بھی تمام چیزوں سے بے نیاز ہوگئے یا تمہیں ان فائدوں کی جو نماز سے حاصل ہوتے ہیں کیا ذرا بھی حاجت باقی نہیں رہی تمہیں خبر بھی ہے کہ خدا نے اپنے فائدے کیلئے نماز ہرگز مقرر نہیں کی اسکا تو مقصود یہ ہے کہ تم نماز کے بیشمار فائدوں سے بہرہ یاب ہو اچھا ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہیں تہذیب حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی یا اپنے رب کی یاد سے بالکل مستغنی ہوگئے یا یہ وجہ ہو کہ تم کو اسکے سامنے از سر نو توبہ کرنے اور اسکی اطاعت کی عادت ڈالنے کی حاجت باقی نہ رہی ہو. اچھا اور کچھ نہ سہی تو کیا تمہیں اُن فوائد کی بھی پروا نہیں رہی جو بجملہ نماز باہم اپنے بھائیوں سے مخالطت کرنے کی وجہ سے تمہیں حاصل ہوتے ہیں باہم محبت بڑھتی ہے آپسمیں ہمدردی قائم ہوتی ہے اسکے علاوہ بھی بہتیرے فائدے حاصل ہوتے ہیں میں تو کسیطرح خیال نہیں کرسکتا کہ تم سے ان باتوں سے بیشک بے نیاز ہونیکے قائل ہوجاؤ گے یا اگر تم ہٹ دھرمی ہی پر کمر باندھ لو یا اپنی نادانی سے اسکے بھی قائل ہوجاؤ تو بات ہی دوسری ہے اُسوقت میں تم کو اس قابل ہرگز نہیں سمجھ سکتا. کہ تمہاری کسی بات کا جواب دیا جائے یا تمہارا انسانیت کے زمرہ میں شمار ہوسکے ایسے وقت تو تمہاری حالت بالکل ان بیماروں کی سی ہے جنکو کہ کوئی خیرخواہ طبیب کوئی نافع دوا بتا کر اُسکے استعمال کا حکم کرتا ہو. اور وہ طبیب سے یہ کہکر اسکے استعمال سے پرہیز کرتے ہوں کہ صاحب ہمارے دوا کے استعمال کرنے سے آپکو کیا فائدہ ہوگا. آپکو تو اسکی کچھ بھی حاجت نہیں ہے. گو یہ بات سچ ہے کہ طبیب کو اسکی کوئی حاجت نہیں لیکن کیا کوئی عاقل تجویز کرسکتا ہے کہ ان بیماروں کو بھی ضرورت نہیں ہے یہ بھی اس سے بے نیاز ہوگئے

ہیں ہرگز نہیں بس صاف یہی سمجھا جاویگا کہ بیماری کی وجہ سے انکی عقل جاتی رہی ہے اور ہذیان بک رہے ہیں۔

نماز ترک کر کے اُسکے فائدوں سے محروم رہنے والوں سے یہ پوچھنا چاہیئے کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے اگر اس وجہ سے نماز نہیں پڑھتے ہو کہ تمہارے نزدیک وہ انکار کے قابل ہے اور تمہاری فلاسفہ عقلوں میں وہ فیچ معلوم ہوتی ہے تو سمجھ رکھو کہ ایسے شخص کی نسبت شریعت محمدیہ کا یہ حکم ہے کہ وہ کافر ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے تب تو نماز کے بارے میں تم سے گفتگو ہی مناسب نہیں کیونکہ کفر سے بڑھکر اور کونسا گناہ ہوگا بلکہ اسوقت تو تمہارے ساتھ یہی خیرخواہی ہے کہ تمہیں از سر نو مسلمان بنایا جائے اور تمہیں اس کفر سے توبہ کرائی جائے اور اگر کاہلی کی وجہ سے تم نے نماز کو چھوڑ رکھا ہے تو بڑی ہی شرم کی بات ہے ایسی بھی کاہلی کس کام کی اگر تمہیں عقل کا کچھ بھی حصہ ملا ہو تو بھلا سوچو تو سہی کہ دن رات میں چوبیس گھنٹے ہوتے ہیں انمیں اپنی ساری خواہشیں پوری کرتے ہو طرح طرح کی لذتیں حاصل کیا کرتے ہو تمام دنیاوی کاروبار میں لگے رہتے ہو تو کیا صرف نماز ہی ایسی مشکل ہے کہ وہ تم سے ادا نہیں کیجاتی حالانکہ اسمیں کچھ بہت زمانہ بھی نہیں لگتا ساری نمازوں کے ادا کرنے میں ایک گھنٹہ نہیں تو دو گھنٹے صرف ہو جائینگے اور بس تو کیا یہی عقلمندی اور یہی انصاف کی بات ہے کہ بائیس گھنٹہ تک دنیاوی مقاصد اور لذتوں کے حاصل کر لینے پر بھی صرف ایک یا دو گھنٹے صرف کر کے دائمی فوائد کے حاصل کرنے سے محروم رہو اور اپنی کاہلی کے مارے اتنی دیر بھی عبادت نہ کر سکو جو دن رات کے دسویں حصہ سے بھی کچھ کم ہے۔

بھلا بتلاؤ تم اپنے ساتھ یہی خیرخواہی کرتے ہو۔ یہی تمہاری اُن عقلوں کا نتیجہ ہے جنکی نسبت تم دعوے سے کہا کرتے ہو کہ وہ بالکل ٹھیک سمجھتے ہیں اور انھیں کی مدد سے راہ راست کے دریافت کر لینے کا تمہیں بڑا زعم ہے جبکہ تم اپنے ہی ساتھ خیانت اور دشمنی کرنے میں بند نہیں ہو تو تم سے بھلائی کی کون اُمید کر سکتا ہے اور اگر کہیں تم حاکم بنجاؤ تو تمہارے انصاف کی کس کو توقع ہو سکتی ہے اور اگر تم ہمارے درمیان تاجرانہ کاروبار کرو تو تمہاری امانت داری کا اتنی حماقت پر کے اطمینان ہو سکتا ہے اور جسوقت کہ تم نے اسلامی دین کے بڑے عظیم رکن کو گرا دیا تو مسلمان اپنے بھائیوں میں تمہارا کیونکر شمار کر سکتے ہیں نماز کے ترک کرنے کا خدا کے سامنے تم کیا عذر کر سکتے ہو حالانکہ خدا نے اسکی بڑی تاکید کی ہے اور قرآن میں بار بار اسکے ادا کرنے کا حکم دیا ہے تمہیں اپنے پیغمبر سے بھی شرم نہیں آتی جنکا یہ قول تھا کہ نماز میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوا کرتی ہے۔ خدا کی قسم ان لوگوں سے بڑا ہی تعجب معلوم ہوتا ہے جو اسلام کا تو بڑے زور شور سے دعویٰ کرتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں انکی جان نکلتی ہے اور طرہ یہ کہ کچھ ایسے نا سمجھ بھی نہیں دنیاوی کاروبار میں تو معلوم ہوتا ہے کہ انکے برابر کوئی عقلمند ہی نہیں بڑے صائب الرائے نظر آتے ہیں لیکن جہاں نماز کا ذکر آیا اور بہکی بہکی سی باتیں کرنے لگے اُسوقت انکی

ساری عقلمندی جاتی رہتی ہے نماز کے فائدے انکو نظر ہی نہیں آتے آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں میری سمجھ مین تو اسکی وجہ سوائے اسکے اور کچھ نہیں آتی کہ انکو خاص کر نماز ہی کے بارے میں خاص قسم کا جنون ہو گیا ہے اور ہمین تعجب ہی کیا ہے جنون کی بہتیری قسمین ہیں ایک قسم یہ بھی سہی۔

اُن لوگون کی حالت سے مجھے نہایت ہی شرم آتی ہے جو کہنے کو بڑے عقیل و فطین سمجھے جاتے ہیں اور جب انکے ساتھ کے بیٹھنے والے نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہین تو وہ لوگ نماز سے ایسے گھبراتے ہیں جیسے لاحول سے شیطان بھاگتا ہو اس عقلمندی پر ایسی فرومائگی کی باتیں۔ شرم۔ شرم۔

ایسے نادان کی سمجھ مین کیا اتنا بھی نہیں آتا کہ اگر کوئی مسلمان اُسکو اس حالت میں دیکھے گا تو کیا کہے گا اگر اس نے کافر نہ سمجھا تو فاسق تو ضرور ہی خیال کریگا اسکی نظرون میں اسکی کیا وقعت رہیگی یہی خیال کریگا کہ یہ شخص بڑا ضعیف الاعتقاد ہے اسکا دین نہایت ہی کمزور ہے ہرگز اس قابل نہیں کہ اسکی شہادت قبول کیجائے یا اسکو عادل سمجھا جائے بالکل ادنٰے درجہ کا مسلمان ہے۔

کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنی اس قابل شرم حالت کی اسے اطلاع نہیں اُسے سب کچھ معلوم ہے بات یہ ہے کہ کمبختی نے گھیر رکھا ہے شیطان نے اپنا کھلونا بنا لیا ہے جیسی چاہتا ہے ویسی پٹی پڑھاتا ہے اس بے نیازی شخص کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسکے مسلمان بھائی اگر کسی وجہ سے اسکی ناشائستہ حالت کا زبان سے اظہار نہیں کرتے تو کیا ہوا دل میں اسکو وہ نہایت ہی برا خیال کرتے ہیں اگر انکو موقع ملے تو نہایت ہی بُرے الفاظ سے اُسکا ذکر کریں اور کچھ نہیں تو اتنا ضرور کہیں کہ بے نماز کمزور دین والا ہے یہ نہایت ہی افسوس کی بات ہے ایسے شخص کی حالت پر تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھنا چاہیے۔ (از حمیدیہ) فقط۔

کتبہ اشرف علی

اوائل ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ

الہادی

دنیا بھر کا ماہواری رسالہ جسمین شریعت طریقت کے متعلق جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے علوم عقلیہ و نقلیہ کا بیش بہا ذخیرہ ہوتا ہے جو ہر طبقہ کو نہایت مفید ہے جمادی الاول ۱۳۴۲ھ سے جاری ہوا ہے۔ جسکی سالانہ قیمت دو روپے آٹھ آنے ہے اور بصورت وی۔ پی دو روپیہ بارہ آنے کا پڑتا ہے۔ **نمونہ** طلب کرنے پر مفت روانہ کیا جاتا ہے۔ مگر محصول کیواسطے۔۔

ملنے کا پتہ:۔ محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

۷۸۶

فہرست ۱۳۴۶ھ

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت

کتب تجوید

- آداب القرآن مجید — ۱ر
- تجوید القرآن معہ رسالہ تعلیم القرآن یادگار حق القرآن از حضرت مولانا تھانوی مدظلہم
- تنشیط الطبع فی اجراء السبع از حضرت مولانا تھانوی اس میں قاریوں اور انکے راویوں کے نام اور اختلافات اور ساتوں قرأتوں کے معلوم کرنیکی ترکیب وغیرہ وغیرہ ہے — ۱ر
- التیسیر
- جمال القرآن علم تجوید میں نہایت صحیح اور جامع رسالہ از حضرت تھانوی مدظلہم
- دقائق المحکمہ شرح جزری از شیخ الاسلام ذکریا شافعی۔
- رموز القرآن۔ — ۱ر
- شرح جزری اردو — ۵ر
- فوائد مکیہ۔ — ۳ر
- مجموعہ بست سائل قرأت — ۵ر
- مجموعہ زینۃ القاری معہ مخارج الحروف وسراج القاری — ۱ر
- والبیان المجرد فی الترتیل — ۳ر
- مفتاح القرآن — ۱ر
- مفید القاری — ۶ر

کتب تفسیر عربی

- تفسیر جلالین کمالین — ۵سـ
- تفسیر بیضاوی نادر — ۱ر
- سبق الغایات فی نسق الآیات از حضرت مولانا تھانوی مدظلہم العالی — ۸ر

کتب تفسیر اردو

- تفسیر بیان القرآن — ۳ر

مؤلفہ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ اس تفسیر کی خوبی پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے حضرت مولانا نے اسمیں ان امور کا التزام کیا ہے ترجمہ بامحاورہ مگر تحت اللفظ کی رعایت مدنظر ہے توضیح کے لئے ف کے نشان سے تفسیر کی گئی ہے ضروری مضامین اور روایات صحیحہ لکھی ہیں اتباع سلف کا التزام ہے مسائل فقہیہ وکلامیہ سے بھی حسب ضرورت بحث کی گئی ہے جن آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ میں وارد ہوتی ہے اسکو مقام پر لکھا ہے ربط آیات خاص اہتمام سے بیان کیا ہے ہر صفحہ کے حصہ زیرین میں جدول دیکر نیچے اختلاف وحل لغات ضروری ترکیب وجوہ بلاغت توجیہ ترجمہ مختصر مذکور ہے کامل — ۱۲ھ

- تفسیر عزیزی پارہ عم از حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ — ۱۲ر
- تفسیر مرادیہ — ۱۲ر
- تفسیر موضح القرآن از حضرت مولانا مولوی شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی یہ تفسیر تمام قرآن شریف کی ہے ایسی مختصر اور واضح تفسیر سے خیال ہے دوسری نہیں ہے۔ — للعمر

حافظ قاری پبلشر باہتمام محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی آ‍ئی جاتی ہیں

نام کتاب	قیمت
تفسیر سورہ فاتحہ	۲/
جواہر التفاسیر	۱/

کتب حدیث عربی

نام کتاب	قیمت
الطیب الشذی علی جامع الترمذی از مولانا اشفاق الرحمن صاحب ضخامت ۹۰۰ صفحات	
ابوداؤد مجتبائی زیر طبع	
اعلام اہل العصر	
العرف الشذی علی جامع الترمذی	
ابن ماجہ	
بلوغ المرام	
جامع الترمذی	
ایضاً مجیدی	
حصن حصین محشی بحواشی مولانا عبدالحی صاحب	
دارقطنی	
صحیح مسلم شریف	
مشکوٰۃ شریف	
ایضاً مجتبائی	
موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ	
موطا امام مالک	
نسائی شریف	
نخبۃ الفکر	

کتب حدیث اردو

نام کتاب	قیمت
اسماء الرجال اردو	
التادیب والتہذیب	
ترجمہ ترغیب و ترہیب اسمیں احادیث شریفہ کو اعمال کی فضیلت اور گناہوں کی مذمت بیان لکھی ہے جسکو پڑھکر طاعت کیجانب مائل ہوجانا نہایت ممکن ہے اور گناہوں سے ترک کی توفیق نہایت سہل ہوجاتی ہے۔	
فتاوی محمدی شرح ولو جیدی۔	
حدیث اربعین	
الحصن المتین خلاصہ حصن حصین	
مجموعہ فواحش نہدی	
مجموعہ چہل حدیث	
منبہات ابن حجر	
مشارق الانوار	
نخبۃ الفکر اردو	
مظاہر حق ترجمہ مشکوٰۃ شریف۔	۱۰/

کتب فقہ عربی

نام کتاب	قیمت
شرح وقایہ کامل	
ایضاً اول	
ایضاً ثانی	
ایضاً ثالث زیر طبع	
ایضاً رابع	
صغیری	
فتح القدیر	
قدوری	
ایضاً مجتبائی	
ایضاً مجتبائی کاغذ کلیر	
کنز الدقائق کلاں	
کبیری شرح منیۃ المصلی	
بہشتی المصلی	۱۲/
نفع المفتی والسائل	۱۲/
ہدایہ محشی بحواشی مولانا عبدالحی صاحب	۱۰/
ایضاً اولین	
ایضاً آخرین	

اصول فقہ عربی واردو

نام کتاب	قیمت
اصول شاشی مع اشرف الحواشی	۱۰/
ایضاً کلاں	زیر طبع
ازالۃ الغواشی ترجمہ اصول شاشی	۷/
باسبیل الاقوم فی سبیل المسلم یعنی مسلم الثبوت کا ترجمہ	۲/
حسامی	
سوال جواب الانوار	۸/
فصول شرح اصول اخلشی	
کشف المبہم	
نور الانوار مع قمر الاقمار	
نامی شرح حسامی	

کتب فقہ فارسی

نام کتاب	قیمت
ہدایت منظوم	۳/
تحفہ نصائح	۳/
تذکرۃ الموتی والقبور	۲/
چہار باب	۴/
خلاصہ کیدانی	۱/
فتاوی عزیزی کامل	
فتاوی مولانا شاہ رفیع الدین صاحب	۱/
مالا بد منہ	۸/
ایضاً مجتبائی	۱۰/
مفتاح الصلوٰۃ	۸/
نام حق	۱/
ایضاً مترجم	۱/

کتب فقہ اردو

نام کتاب	قیمت
احسن المسائل ترجمہ	۱ر
کنز الدقائق	عہ ر
اغلاط العوام در	
مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب	
تھانوی مدظلہ عوام میں	
جو غلط مسائل مشہور ہیں	
انکی تردید میں ہے۔	۱مر
اسلام کی پہلی	ار
اسلام کی دوسری	۲ر
آثار محشر	۳ر
اشراق نوری ترجمہ	
قدوری	عہ ر
تعلیم الاسلام مولفہ	
مولنا کفایت اللہ صاحب سلمہ	
قاعدہ	ٹر
حصہ اول	ار
حصہ دوم	۲ر
ایضاً حصہ سوم	۴ر
ایضاً حصہ چہارم	۵ر
تحفۃ الزوجین یہ	
رسالہ نواب قطب الدین	
صاحبؒ کا ہے اسمیں زوجین کے	
حقوق ہیں مثلاً باب اول	
حقوق خاوند کے بیوی پر	
باب دوم حقوق بیوی کے	

نام کتاب	قیمت
خاوند پر یہ رسالہ نہایت	
کارآمد اور قابل عمل ہے	سہ ر
تقویۃ الایمان مع	
تذکیر الاخوان وغیرہ	عہ ر
ایضاً خورد اسمیں اور	
رسالہ نہیں صرف	
تقویۃ الایمان کا ہے	ٹہر
ترکیب الصلوٰۃ	۲ر
ترتیب الصلوٰۃ	۱مر
ترغیب الجماعت	ار
تعلیم النسا	۲ر
تمیز الکلام لحلال الحرام	۳ر
تعلیم الدین مولفہ	
حضرت مولانا تھانوی	عہ ر
اسمیں عقائد و تصدیقات	
اعمال عبادات معاملات	
و سیاسات آداب	ٹر
معاشرت سلوک مقامات	ار
بالتفصیل درج ہیں۔	۲ر
تجہیز و تکفین	۴ر
حارق الاشرار	۵ر
حقیقۃ الصلوٰۃ	
حقوق الاسلام	
خلاصۃ النکاح	
خلاصۃ المسائل	
خلاصۃ الفقہ	

نام کتاب	قیمت
راہ نجات	۱مر
رسالہ علم غیب	ار
رسالہ عقیقہ	۱مر
راٹھوڑ کی شادی	ار
رسالہ منع الزنا	ٹر
راہ جنت	۴ر
رفاہ المسلمین	۵ر
زلزلۃ الساعۃ ترجمہ	
قیامت نامہ شاہ	
رفیع الدین صاحبؒ	۴ر
سرمایہ آخرت	۱مر
شرح وقایہ اردو	لعہ
شریعت کا لٹھ کوڑا	ار
شاہد تربیت معروف بہ	
شربت تندرستی یہ رسالہ	
مختصر بزبان اردو نہایت	
جامع ہے دیکھنے سے تعلق	
رکھتا ہے۔	۴ر
شرع محمدی منظوم	۵ر
صبح کا ستارہ	۲ر
صلوٰۃ الرحمٰن ترجمہ	
مفیدۃ العلی۔	۴ر
صفائی معاملات	
مرتبہ مولانا تھانوی مدظلہ	۲ر
نشان الفردوس	
از مفتی عنایت احمد صاحب	۲ر

نام کتاب	قیمت
فضائل شہور وصیام	۳ر
فتاوی اشرفیہ اول	۳ر
ایضاً دوم	۱مر
ایضاً کلاں الموسوم بہ	
امداد الفتاویٰ اولین	زیر طبع
آخرین	مجلد
حوادث الفتاویٰ	ہے سہ ر
ایضاً ثالثہ	عہ ر
ایضاً رابعہ	۱۴ر
غایۃ الاوطار	
ترجمہ در مختار	۱۲ عہ
فتاویٰ احتیاط الطہر	ٹر
فتاویٰ رشیدیہ اول	۱۲ر
ایضاً دوم	۱۲ر
ایضاً سوم	۱۲ر
فتاویٰ میلاد شریف	۱ر
قیامت نامہ بہشت نامہ	۲ر
مفتاح الجنۃ	۵ر
باالاثر اردو	سہ ر
نصیحۃ المسلمین	۱ر
نافعہ خریداران	۱ر
ہدیۃ الآفاق	
النکاح والطلاق	
اس میں نکاح وطلاق	
کے مسائل ہیں	سہ ر
ہدایۃ الاسلام	۵ر

کتب عقائد وکلام عربی وفارسی

نام کتاب	قیمت
تکمیل الایمان	سہر
شرح فقہ اکبر ملا علی قاری	عمہ
خیالی	عہ
شرح عقائد نسفی	۳ر
مجموعہ میر زاہد شرح مواقف	عمہ
ملا جلال	عہ

کتب عقائد اردو

نام کتاب	قیمت
تکمیل الایمان اردو	۵ر
تہذیب العقائد ترجمہ شرح عقائد نسفی	۱۲ر
تصفیۃ العقائد	۳ر
عقائد الاسلام ترجمہ فقہ اکبر ملا علی قاری	۴ر
عقائد الاسلام از مولانا عبدالحق صاحب مفسر تفسیر حقانی نہایت کارآمد کتاب ہے۔	عہ
فروع الایمان از حضرت مولانا تھانوی مدظلہ	۴ر

کتب فرائض عربی واردو

نام کتاب	قیمت
التسہیل الفرائض عربی	۵ر
ایضاً اردو	۵ر
سراجی	۸ر
ایضاً مجتبائی	۱۰ر
سرسید کا اسلام	۸ر
شریفیہ	عہ
علم الفرائض	۴ر
کنز الفرائض مجری	عہ
میراث المسلمین از مولانا اصغر حسین صاحب دیوبندی	۳ر

کتب صرف عربی

نام کتاب	قیمت
ادب الصرف ترجمہ پنج گنج	۵ر
ابواب الصرف	۵ر
ایضاً مجتبائی	۷ر
تبیان شرح میزان	۳ر
جامع تعلیلات	۸ر
جاربردی	عہ
حنفیہ شرح مراح الارواح	۱۴ر
دستور المبتدی	۳ر
زنجانی	۲ر
زرادی	۳ر
شافیہ	۱۲ر
ایضاً مجتبائی	عہ
صرف میر	۲ر
عزیز المبتدی ترجمہ میزان الصرف	۳ر
عزیز الطالبین اردو شرح پنج گنج	۸ر
علم الصیغہ	۶ر
ایضاً مجتبائی	۸ر
فصول اکبری	۶ر
ایضاً مجتبائی	۸ر
کتاب الصرف از حافظ عبدالرحمن صاحب	۱۲ر
میزان الصرف ومنشعب	۲ر
مجموعہ جنگ صرف نحو میر صرف میر شرح مائۃ عامل دستور المبتدی پنج گنج میزان	عسر
مجموعہ پنج گنج	۳ر
مراح الارواح	۶ر
نوادر الوصول شرح فصول اکبری	عہ

کتب نحو عربی

نام کتاب	قیمت
الفیہ ابن مالک	۱۴ر
الہامیہ	۸ر
تیسیر المبتدی	۶ر
تحریر سنبٹ شرح کافیہ	عہ
تسہیل الکافیہ	۸ر
تعریب الاطفال یہ بزبان اردو نہایت سہل اور کارآمد رسالہ ہے۔	۳ر
درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو	۱۲ر
شرح جامی	سے
شرح مائۃ عامل معہ حل ترکیب مجتبائی	۶ر
ایضاً کانپوری	۳ر
ایضاً کلاں	۱۲ر
ایضاً مترجم معروف بہ جواہر العرب	۷ر
ضریری	۲ر
عزیز النحاۃ ترجمہ نحو میر	۳ر
کتاب النحو از حافظ عبدالرحمن صاحب امرتسری	۸ر
کافیہ	۴ر
ایضاً مجتبائی	۱۰ر
مفصل	عہ
مجموعہ نحو میر	۴ر
ہدایۃ النحو	۸ر
علم النحو	۶ر

کتب منطق و فلسفہ

نام کتاب	قیمت
ایساغوجی ناسمی	۲ر
بدیع المیزان	۵ر
سلم العلوم	عمر
شرح تہذیب معہ تحفہ شاہجہانی	۱۴ر
شرح ہدایۃ الحکمۃ خیرآبادی	عمر
صدرا مجتبائی	عہ
قطبی	۱۲ر
قال اقول	۴ر
میر زاہد ملا جلال	عہ ۱۳ر
مجموعہ منطق	۱۰ر
مرقات	۴ر
ملا حسن	عہ ۸ر
میبذی	مجر
ہدیہ سعیدیہ	عہ ۳ر
المنطق	۲ر

کتب انشاء و ادب عربی

نام کتاب	قیمت
اخوان الصفا مقدمہ	۸ر
ایضاً کامل	مجر
ارشاد الی بانت سعاد	

نام کتاب	قیمت
یعنی شرح قصیدہ بانت سعاد از مولنا ذوالفقار علی صاحب دیوبندی۔	۵ر
بدیع الانشار	۴ر
تسہیل البیان فی شرح الدیوان یہ شرح دیوان متنبی حل المتن ہے اصل شعر علیحدہ اور اسکے نیچے حل لغات وتحقیق محاورات عربی زبان میں اور اسکے بعد اسی شعر کا ترجمہ سلیس اردو مطلب خیز اردو میں لکھا گیا ہے گویا ہر شعر کی دو شرحیں ہیں ایک عربی اور دوسری اردو از مولنا ذوالفقار علی صاحب	ے
تاریخ الخلفاء	مجر
التعلیقات الی السبع معلقات	۱۴ر
دیوان متنبی مطبوعہ دیوبند یہ بھی نہایت عمدگی کے ساتھ چھاپا گیا ہے	۱۲ر
دیوان حضرت علیؓ	۲ر
سبعہ معلقہ	۵

نام کتاب	قیمت
عربی بول چال اول	۱ار
ایضاً ثانی	۱۲ر
عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ	۷ر
قلیوبی معہ فرہنگ	عہ ۱۰ر
مکاتیب رشیدی	۴ر
مرقاۃ رحیمیہ	۶
مقامات حریری کامل	عہ ۳ر
مرقات العربیہ	۶ر
ایضاً دوم	۸ر
ایضاً سوم	۱۰ر
مفید الطالبین	۳ر
ایضاً مترجم	۳
نفحۃ الیمن تا درس	۸ر
ایضاً کامل	عہ ۱۲ر
ایضاً مکمل	عکار

کتب معانی و بیان و عروض عربی و فارسی و اردو

نام کتاب	قیمت
تلخیص المفتاح	۸ر
تذکرۃ البلاغت	عہ
رسالہ تذکیر و تانیث	۶
عروض المفتاح	۱۰ر
عروض سیفی	۲ر
مختصر معانی	عکار
ایضاً مجتبائی	۸ے

ہیئت عربی و ریاضی

نام کتاب	قیمت
اقلیدس	۴ر
باب تشریح الافلاک	۶ر
تصریح فی تشریح	۱۲ر
خلاصۃ الحساب	۸ر
سبع شداد	۸ر
شرح چغمینی	عہ ۳ر
شمس بازغہ	عکار
قوشجیہ	۲ر

کتب حساب

نام کتاب	قیمت
پہاڑہ اردو	۔ر
ایضاً عباراتی معہ گر	۱ر
زبانی حساب	۱ر
عقد انامل دونوں ہاتھوں کی انگلیوں پر دس ہزار تک شمار کرنا سنت کے موافق اگر یاد کرنا ہو تو اس رسالہ کو دیکھیے جو چھپا تیار ہے	

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
بلا اُستاد سمجھ میں مشکل سے آتا تھا مگر اب انگلیوں کے نقشے بنوا دئے ہیں جن کے دیکھنے سے بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے اب بغیر اُستاد یاد کرنا آسان ہو گیا ہے اور اسکے یاد کر لینے کے بعد تسبیح ہزار دانے کی بنانے کی ضرورت نہیں اسکے ذریعہ دس ہزار تک یکدم شمار کر سکتے ہیں۔	۱ر	مکھر اسکے عربی لغات لکھ دئے ہیں تاکہ عربی بناتے وقت کام دے اب تک جو لغات ملاحظہ گذرے ہونگے اُن میں عربی لغات کے معنی اُردو میں بتائے ہونگے مگر وہ عربی بنانے میں کچھ کام نہیں دے سکتے اس چھوٹی سی کتاب سے بہت بڑا کام نکلتا ہے اسکی خوبی اسکے ملاحظہ سے معلوم ہوتی ہے۔		پیدائش آغاز رسالت ہجرت غزوات وغیرہ بیان	۶ر	حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کی سوانحعمری وملفوظات۔	۱۲ر
مکتب نامہ معروف بہ				الہارون ہارون الرشید کے حالات۔	۱۲ر	عروج الاسلام ترجمہ فتوح الشام	
معلم الحساب	۵ر	لغات کشوری	۵ر	بیان الامراء ترجمہ تاریخ الخلفاء حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لیکر سنہ ۹۰۳ھ تک کے خلفاء کے حالات اسمیں درج ہیں۔		اب سے پہلے جو ترجمہ چھپتا رہا ہے وہ پُرانی اُردو ہے اسکو ہر شخص پڑھتا ہوا تکلف کرتا ہے اور کم پڑھے تو پڑھ نہیں سکتے اور یہ کتاب اس قابل ہے کہ اسکا مطالعہ ہر شخص کرے کیونکہ اسکے مطالعہ سے یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے کسطرح فتوحات حاصل کیں کسطرح کیسے کیسے خون بہا کر حق کا ڈنکا بجایا اس وجہ سے احقر نے کریمی مولوی حکیم شبیر احمد صاحب سے اسکا سلیس اُردو میں ترجمہ کرا کر شائع کیا۔ زیر طبع	عمار
مظہر الحساب	۳ر	لغات القرآن	۱۲ر	تاریخ الخلفاء عربی	عمار		
		منتخب النفائس	۸ر	تاریخ حبیب الٰہ اُردو	۸ر		
		محاورات ہندوستان	۸ر	تاریخ مکہ معظمہ اُردو	۴ر		
		منتخب اللغات	عہ	تذکرۃ الاولیاء اُردو یہ حضرت شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کی زبان فارسی ہے اسمیں اولیاء اللہ کے حالات ہیں اسکا ترجمہ زبان اُردو کیا گیا ہے نہایت سلیس ہے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔	۵ر		
			۱۲ر		۸ر		
					۸ر		

لغات عربی و فارسی و اُردو

نام کتاب	قیمت
حمد باری	۱ر
غیاث اللغات کلاں	۱۲ر
کریم اللغات	۷ر
لغات کشمیریہ معروف بہ گفتگوئے عربی زبان سیکھنے والوں کو اسکا اپنے پاس رکھنا نہایت ضروری ہے اسمیں اُردو لغات	

کتب اخبار و سیر تاریخ عربی و اُردو

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
آغاز اسلام از مولانا عبد اللہ صاحب انصاری جسمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی		تاریخ بیت المقدس	۱۲ر	فردوس آسیہ۔ از مولانا عبد الرب صاحب دہلوی	
		تاریخ بنی اسرائیل	۷ر		
		رحمۃ الرحمٰن ترجمہ قصیدۃ النعمان۔	۸ر		
		شمائم امدادیہ حضرت	۵ر		

نام کتاب	قیمت
اسمیں خلفاء راشدین و	
تابعین کے مفصل حالات	
ہیں اہلِ علم کے کار آمد ہے	۸ر
قصص الانبیاء کلاں	۲ر
نشر الطیب فی	
ذکر النبی الحبیب	
اسکی تعریف مولانا تھانوی	
کی تصانیف میں بیان	
کی ہے۔	۸ر
سیرت خاتم الانبیاء	
معروف بہ	
اوجز السیر لخیر البشر	
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی	
مختصر مگر جامع اور معتبر سوانح	
اسمیں ان مشہور مشہور اعتراضات	
کے جوابات بھی ہیں جو دریدہ	
دہن مخالف اسلام کرتے ہیں	۱۲ر
سفرنامہ ابن بطوطہ	
محمد ابن بطوطہ نے سنہ	
میں ہندستان افریقہ روم شام	
اور دوسرے ممالک اسلامی	
کی سیر کی اور اپنے چشم دید	
حالات قلمبند کئے ہیں	سے
مولوی معنوی مولانا	
روم کی سوانح عمری	۵ر
الکلام المبین فی معجزات	

نام کتاب	قیمت
سید المرسلین از مفتی عنایت احمد	
صاحب ۔	۸ر

کتب تصوف

نام کتاب	قیمت
ارشاد الطالبین	
از قاضی صاحب	۳ر
اخلاقِ محسنی	۸ر
امداد السلوک اردو	
ترجمہ رسالہ مکیہ عربی	
حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	
کا ۔ ہے نہایت مستند ۔	۵ر
ارشاد مرشد	۱ر
بدر الشروح شرح	
دیوان حافظ ۔	۸ر
تربیت السالک	
از حضرت مولانا تھانوی	
سالکین کو جو واردات پیش	۱۲ر
آتی ہیں انکا جواب سکو	
تصوف کا مطب کہنا چاہیے	
ہے ۔ اول	۶ر
ایضاً دوم	۶ر
ترجمہ کیمیائی سعادت	سے
تحفۃ الصوفیہ	۲ر
التکشف عن مہمات	
التصوف بھی تعریف	۸ر
مولانا تھانوی کی تالیفات	

نام کتاب	قیمت
یہی خاص طور پر ہے	
تنبیہ الغافلین	۹ر
تعلیم الدین از حضرت	
مولانا تھانوی اسمیں عقائد	
و تصدیقات و عبادات و	
عبادات و معاشرت و	۸ر
سلوک یعنی باطن وغیرہ وغیرہ	۸ر
تحفۃ العاشقین	۲ر
تحفۃ العشاق	۲ر
تذکرۃ الاولیاء اردو	۸ر
حکایات الصالحین	۸ر
دیوان حافظ	۱۲ر
ایضاً مترجم	۱۴ر
الدر المنضود ترجمہ	
البحر المورود جسکا ہر	
اس رسالہ کا ہر سالک کے	
پاس رہنا اور وقتاً فوقتاً	
اسکا مطالعہ کرتے رہنا	
اور معاملات کے وقت	
اسکے مضامین کا حافظ رکھنا	
ضروری اور نہایت مفید ہے	۱ر
رہنمائے مثنوی	
دیباچہ کلید مثنوی شرح	
مثنوی مولانا روم رد	۸ر
سراج السالکین	۱۲ر
شفاء العلیل ترجمہ	

نام کتاب	قیمت
قول الجمیل از شاہ ولی اللہ	
صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۔	۶ر
ضیاء القلوب فارسی	
از حاجی امداد اللہ صاحب	۳ر
قصد السبیل از حضرت	
مولانا تھانوی ویسے مختصر	
ہے مگر نہایت کارآمد ہے	
تصوف کا عطر نکال کر پیش	
فرمایا ہے ۔	۲ر
تسہیل قصد السبیل	۳ر
کیمیائے سعادت	۸ر
کلید مثنوی شرح مثنوی	
مولانا روم جلد اول نصف	
دفتر اول ۔	۸ر
جلد دوم نصف دفتر اول	
کا آخری حصہ	۸ر
ایضاً دفتر دوم کامل	لعہ
ایضاً دفتر سوم کے ربع	
اول کا نصف اسکے دو حصے	
ہیں حصہ اول	۸ر
حصہ دوم	۸ر
ایضاً دفتر ششم کامل	عہ
کشکول شریف	۷ر
کلیات امدادیہ	۱۲ر
گلزار معرفت	۳ر
گلزار ابراہیم	۳ر

جملہ فرمایشیں بنام محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی آنی چاہئیں

نام کتاب	قیمت
لب مثنوی	٥ر
مقاصد الصالحین	۴ر
مجموعہ پنج گنج ملفوظات خواجگان چشت	۴ر
مکتوبات کلیمی	۴ر
مرقع شریف کلیمی	۴ر
مثنوی بوعلیشاہ قلندر	ار
مثنوی بوعلیشاہ قلندر مترجم	۲ر
مثنوی شمس تبریز	ٹ ر
مسائل السلوک مع رفع الشکوک۔ یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا ایک بے بہا خزینہ ہے تمام قرآن شریف میں جو آیتیں مسائل تصوف پر دال ہیں انکی تفسیر اور خطبہ میں اس تفسیر کا معتبرو مستند ہونا دلائل شرعیہ سے بیان فرمایا ہے یہ کتاب حرز جان بنانے کے قابل ہے اسمیں وہ مسائل بھی بدلائل قرآنی ہیں کہ انکو اہل ظاہر بھی تسلیم کئے بغیر نہیں رہسکتے از حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا تھانوی مدظلہم العالی	
ترجمۃ البساتین ترجمہ	۴ر

نام کتاب	قیمت
روضۃ الریاحین۔ ۱۰۱۷ حکایات کا مجموعہ یہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر ہر مکان میں رہے اسکا مطالعہ عشق حقیقی پیدا کرتا ہے اور دنیا سے آزاد کرتا ہے یہ ۱۴۰۰ صفحات پر ختم ہے۔	۴ر

کتب اوراد و وظائف

نام کتاب	قیمت
اعمال قرآنی کامل	٥ر
اوراد رحمانی	۳ر
اوراد احسانی	۲ر
اوراد فتحیہ	۲ر
بیاض محمدی	۲ر
تعبیر نامہ خواب	۲ر
تعبیر صادق	ٹ ر
جواہر القرآن	٥ر
حزب الاعظم	۸ر
حزب البحر مترجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ کے سلسلہ کے مطابق۔	
حصن حصین	عہ ر

نام کتاب	قیمت
حرز المومنین من کلام سید المرسلین انتخاب حصن حصین	۳ر
دلائل الخیرات	۸ر
ایضاً مترجم	عہ ۳ر
کہف الیتین خلاصہ حصن حصین	عہ ۳ر
مناجات مقبول	۱۰ر

کتب خطب

نام کتاب	قیمت
الخطب الماثورہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ خطب حضرت مولنا تھانوی مدظلہم کے جمع کردہ گویا افضل الخطب ان سے بڑھکر کوئی مجموعہ نہیں ہے۔	۲ر
خطبہ واردہ ماہی از ابن نباتہ	۸ر
ایضاً مترجم	۱۲ر
مجموعہ خطب اسمیں مولانا شاہ ولی اللہ صاحب حضرت دہلوی و مولانا اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خطبے بھی شامل ہیں	۳ر
خطبہ علمی	۲

نام کتاب	قیمت
مجموعہ خطب از مولانا عبدالحی صاحب	عہ ر
خطبہ منبریہ	۱ر

کتب درسیہ فارسی برائے مبتدیان

نام کتاب	قیمت
احسن القواعد	عہ ر
آمدن سی لفظی	۱ر
انوار سہیلی	عہ ر
بوستان	۲ر
ایضاً مترجم	۱۴ر
پندنامہ عطار	۲ر
ایضاً مترجم	۳ر
بہار گلزار	۴ر
نخل سبق	۱ر
حکایات لطیف	۲ر
حمد باری	۱ر
خالق باری	۱ر
دستور الصبیان	۱ر
دستور الصبیان مترجم	۳ر
رسالہ عبدالواسع	۳ر
سکندر نامہ	عہ ر
ایضاً مترجم	عگار
صفوۃ المصادر	
آمدنامہ۔	۱ر

نام کتاب	قیمت
قادرنامہ	ار
کریما	ار
ایضاً مترجم	۲ر
گفتگونامہ فارسی	ار
گلزار دبستان	۲ر
گلستان	۱۰ر
ایضاً مترجم	۱۲ر
مفید نامہ	۴ر
محمود نامہ	ار
مامقیماں	ار
مصدر فیوض	۳ر
نام حق	ار
ایضاً مترجم	ار
یوسف زلیخا فارسی	۱۲ر
ایضاً مترجم	[illegible]

کتب انشائے فارسی و اردو

نام کتاب	قیمت
انشائے بشیر	۳ر
انشائے بہار عجم	ار
انشائے خلیفہ	۲ر
انشائے دلکشا	۳ر
انشائے جامی	۴ر
رقعات عالمگیری	۳ر
انشائے اردو	لـر

نام کتاب	قیمت
انشائے خرد افروز	ار
انشائے بہار بےخزاں	۴ر
اردوئے معلیٰ	عہ
رقعات عنایت علی	۵ر
کاغذات کارروائی	۲ر
مکتوب محمدی	ار
مکتوبات احمدی	۲ر

کتب رد نصاریٰ

نام کتاب	قیمت
تقریر دلپذیر	عہ
مباحثہ شاہجہانپور	۸ر

کتب رد ہنود

نام کتاب	قیمت
انتصار الاسلام	۳ر
تحفۃ الہند	۸ر
تحفہ لحمیہ	ار
قبلہ نما	۸ر

رد قادیان

نام کتاب	قیمت
الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح از حضرت مولانا تھانوی مدظلہم العالی	لـر
ختم النبوۃ حصہ اول یعنی ختم النبوۃ فی القرآن اسمیں قرآن مجید کی سو آیات سے ثابت کیا گیا	

نام کتاب	قیمت
ہے کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی نہیں ہوسکتا۔	۱۲ر
ایضاً حصہ دوم	۱۲ر
ہدیۃ المہدیین قرآن مجید کی تینتیس آیات اور بکثرت احادیث صحیحہ و اقوال سلف اور کتب سابقہ انجیل وغیرہ سے ثابت کیا ہے کہ بعد آنحضرت صلعم کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔	۱۰ر
عقائد قادیانی منظوم یوں تو فرقہ باطلہ مرزائیہ کے عقائد اور انکی تردید میں بہت سے رسائل و اشتہارات شائع ہو چکے ہیں۔ مگر ضرورت تھی کہ مرزا غلام احمد کے خاص خاص کفریہ عقائد کو ایک جگہ نظم کر دیا جاوے۔ سو اس رسالہ میں نہایت عجیب مسدس کی صورت میں عقائد مرزائیہ کو نظم کر دیا گیا ہے۔	ار

کتب رد شیعہ

نام کتاب	قیمت
احسن الحساب	۸ر
اہتداء المؤمنین	۸ر
تحفہ اثنا عشریہ	۱۲ عہ
ہدایۃ الشیعہ	[illegible]

کتب مسائل مختلفہ تقلید و عدم تقلید وغیرہ میں

نام کتاب	قیمت
الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد	۴ر
الجہد المقل کامل از شیخ الہند	عہ
القول البدیع	۲ر
انصاف مع ترجمہ	۴ر
ادلہ کاملہ از حضرت شیخ الہند	۲ر
براہین القاطعہ	عہ

تصنیفات شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ

نام کتاب	قیمت
رسالہ وحدۃ الوجود	۰ر
ضیاء القلوب فارسی	۴ر
غذائے روح	۵ر

نام کتاب	قیمت
تحفۃ العشاق	۲ر
دردنامہ غمناک	ار
ارشاد مرشد	ار
جہاد اکبر	ار

تصنیفات قطب الارشاد حضرت مرشدنا و مولٰنا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ

نام کتاب	قیمت
سبیل الرشاد	۳ر
اوثق العری	ار
ہدایت المعتدی فی قرأت المقتدی	۲ر
الرای النجیح فی عدد رکعات التراویح	ار
فتاوی میلاد شریف	ار
قطوف دانیہ فی کراہت جماعت ثانیہ	۲ر
ردالطغیان فی اوقاف القرآن	ار
فتوی احتیاط الظہر	ار
لطائف رشیدیہ	۲ر
امداد السلوک	۵ر
ہدایۃ الشیعہ	سہر
جلبی زبدۃ المناسک معہ رسالۃ انس الحجاج	۵ر

تصنیفات جامع العلوم حضرت مولٰنا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب	قیمت
انتصار الاسلام	۴ر
آب حیات	عہ
تصفیۃ العقائد	۳ر
تحفہ لحمیہ	ار
توثیق الکلام در بحث قرأۃ الفاتحہ خلف الامام	۲ر
تقریر دلپذیر	۴ر
تحذیر الناس	۳ر
جمال قاسمی	ار
جواب ترکی بترکی	۵ر
حجۃ الاسلام	۵ر
قبلہ نما حصہ دوم انتصار الاسلام	۸ر
قصائد قاسمی	۲ر
گفتگوئے مذہبی	۳ر
مباحثہ شاہجہانپور	۴ر
مناظرہ عجیبہ	۲ر

تالیفات حضرت محمود حسن صاحب قدس سرہ دیوبندی

نام کتاب	قیمت
احسن القری	۴ر
ادلہ کاملہ	۲ر
الابواب والتراجم	عمر
الجہد المقل کامل	عمر
کلیات شیخ الہند	۴ر
مکتوبات شیخ الہند	ار
مسدس مالٹہ	ار
مرثیہ بر وفات حضرت گنگوہی	۲ر

سفرنامہ مالٹا یا سیاست اسلامی کا ایک مجاہدانہ درس

آجکل جسکو دیکھئے وہ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے خواب دیکھ رہا ہے مگر جن مومنوں کی سلطنت کیلئے ضرورت ہے انکا نام نہیں تو کیا جو غلام ہو اور غلامانہ صفات بھی اپنے اندر رکھتا ہو وہ کبھی غلامی کی قید سے آزاد ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب قدس سرہ بھی ہماری طرح دوسروں کے محکوم تھے مگر غلامانہ صفات سے پاک تھے پس آپنے اگر شیخ علیہ الرحمۃ کا سفرنامہ مالٹا نہ دیکھا ہو تو اسے دیکھئے آپ کو معلوم ہوگا کہ قدرت نے آپ کو کیسے شاہانہ اوصاف عطا فرمائے تھے۔ یہ سفرنامہ آپ کو بتائیگا کہ اغیار کے ہاتھوں میں پھنسکر اولو العزمی۔ ثابت قدمی۔ بیخوفی حق گوئی سے بہرہ رہنا یہ خاص مجاہد فی اللہ ہی کی شان ہے۔ اس سفرنامہ سے آپ حضرت علیہ الرحمۃ کے حالات زندگی معلوم کر کے اشداء علی الکفار رحماء بینہم کی تفسیر کا لطف اٹھائینگے اور متقیانہ و مجاہدانہ اوصاف سے آگاہ ہوکر جام شریعت بسندان عشق کے یکجائی نظارہ سے وجد کرینگے پس اسے ترقی اسلام کو شیدائیو۔ اور اسے عروج ملی کے فدائیو آؤ اور حضرت شیخ المجاہدین کا سفرنامہ پڑھکر ثبات و ہمت کا سبق حاصل کرو خدا ترسی و حق پرستی کے خوگر بنو۔ ماسوا کا خوف دلوں سے نکالکر متوکلانہ جد و جہد اختیار کرو پر اسلامی جاہ و جلال کا رعب جماؤ۔ قیمت ۱۰ر

تصنیفات سیدی و مرشدی حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا مولوی قاری حاجی حافظ شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلے اللہ علیہ وسلم

جناب رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کے حالات و سیر میں نہایت جامع و مستند کتاب۔ یہ وہی مبارک کتاب ہے جس کے زمانہ تالیف میں باوجودیکہ اطراف وجوانب میں طاعون پھیل رہی تھی مگر اسکی برکت سے تھانہ بھون محفوظ رہا اور وبا کے زمانہ میں جس مکان میں یہ پڑھی جاتی ہے وہ مکان محفوظ رہتا ہے گویا اسکا مطالعہ دافع بلیات ہے اور کیوں نہ ہو یہ اس ذات مقدس کے حالات میں ہے جو رحمت ہی رحمت ہیں قیمت عہ

المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ

یعنی اسلامی احکام کی عقلی حکمتیں، افسوس ہے کہ خدا تعالٰے کے احکام بجا لانے اور امر و نہی پر عمل کرنے میں ہزاروں حیلے تراشے جاتے اور علتیں دریافت کیجاتی ہیں خصوصاً آجکل نئی تعلیم کے اثر سے عقل طلبی کی علت اور بھی زیادہ ہوگئی ہے اور اکثر جدید تعلیم یافتہ تحقیق اسباب علل کو آڑ بنا کر عمل سے بے پروا ہو گئے ہیں مگر خدا تعالےٰ جزائے خیر عطا فرمائے حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی کو کہ المصالح العقلیہ اردو زبان میں تالیف فرما کر آزادان ہند کیلئے رموز و اسرار شرعیہ کا ایسا بیش بہا ذخیرہ جمع فرما دیا ہے جو ایک متلاشی حق پسند کیلئے ہدایت کا معقول ذریعہ ہو سکتا ہے ورنہ خود پسند و نفس پرست کیلئے تو قرآن بھی کافی نہیں۔ قیمت کامل ہر سہ حصص دو روپیہ ایک آنہ

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کیلئے نایاب تحفہ ہے سالک طریقت کیلئے بے مثل رہنما ہے بہت فرو سے اہل سلوک دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کے لئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ معرفت کیف روحانی ہے بس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنے والے اور کدھر ہیں طریقت کو شریعت سے جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالےٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہو جائیگا کہ **شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے** ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے سے غیر بتانا سراسر بے دینی وجہالت ہے قیمت تین روپے چار آنے۔

مجموعہ تحذیر الاخوان عن الربوا فی ہندوستان

جس میں ہندوستان میں بنک وغیرہ سے سود لینے کی بحث۔ رشوتوں کی حقیقت۔ جہاز کمپنی کے متعلق ضروری تحقیق۔ نکاح خوانی کی اجرت کا حکم متعارف چندوں سے بعض مفاسد کا بیان ہے بعد رافع الضنک فی منافع البنک گویا حضرت الا کی تازہ تحقیق متعلق بنک کے۔

قیمت پانچ آنے۔ (۵؍)

تفسیر بیان القرآن

اس تفسیر کی خوبی پورے طور پر بیان کرنا مشکل ہے مولانا مدظلہم نے اس میں ان امور کا التزام کیا ہے ترجمہ با محاورہ مگر تحت الفظ کی رعایت مدنظر ہے توضیح کے لئے ف کے نشان سے تفسیری ضروری مضامین اور روایات صحیحہ لکھی ہیں اتباع سلف کا التزام ہے مسائل فقہیہ کلامیہ سے بھی حسب ضرورت بحث کی ہے جن آیات کی تفسیر احادیث مرفوعہ میں وارد ہوئی ہے اسکو مقدم رکھا ہے۔ ربط آیات خاص اہتمام سے بیان فرمایا ہے۔ ہر صفحہ کے ہر حصہ زیرین میں جدول دیکر نیچے اختلاف قرأۃ حل لغات ضروری ترکیب۔ وجوہ بلاغت۔ توجیہ ترجمہ مختصراً مذکور ہیں پوری تفسیر بارہ جلدوں میں ہے قیمت فی جلد عہ/

کامل بیس روپے (عمہ؍)

تربیۃ السالک و تنجیۃ الہالک

احکام باطنی کا مجموعہ ذکر و شغل کرنیوالے حضرات حضرت والا مدظلہم کی خدمت میں اپنے باطنی حالات عرض کرتے ہیں وہ یکجا جمع کرلئے جاتے ہیں اور وہ شائع ہوتے رہتے ہیں سالکین و مشائخ کیلئے اس سے بہتر کوئی کتاب نہیں اسکو روحانی مطب کہا جاوے تو بجا ہے اسکے مطالعہ سے سالک نفس و شیطان کے دھوکے سے بچ سکتا ہے اور مشائخ کی بھی لاکھوں مشکلات اس سے حل ہوتی ہیں یہ کتاب سالکین کے لئے خصوصاً اور عام مسلمانوں کے لئے عموماً نہایت ضروری ہے۔

قیمت حصہ اول ۱۲/ ایضاً حصہ دوم ۱۲/

قصہ معراج اور معتبر واقعات

شب معراج کے واقعات جتنے عجائب و غرائب اور بیشمار معجزات کو شامل ہیں وہ کسی سے مخفی نہیں۔ لیکن انقلاب زمانہ اور دور حاضرہ کے افراط و تفریط سے جہاں اور بہت امور تحقیق طلب بنگئے ہیں معراج شریف کے واقعات بھی اس سے خالی نہیں رہے اگر ایک شخص اسمیں سینکڑوں جھوٹی روایتیں منظوم کرتا ہے تو دوسرا تمام قصہ ہی کو گپ اڑا دیتا ہے اس انقلاب کو دیکھتے ہوئے حضرت اقدس جامع الشریعت والطریقت حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا مولوی شاہ **محمد اشرف علی** صاحب دام ظلہم العالی نے اس ضرورت کو ملحوظ فرماکر **تنویر السراج فی لیلۃ المعراج** تالیف فرمائی جسمیں افراط و تفریط کو چھوڑکر اپنی عادت شریفہ کے موافق اعتدال کے ساتھ واقعات کو کتب احادیث و سیر سے جمع فرمایا ہے حضرت ممدوح کے انتساب کے بعد کتاب کی اہمیت اسکی تعریف اسکی خوبیوں کے اظہار کی ضرورت نہیں رہتی۔

قیمت دس آنے (۱۰؍)

خلاصہ سائنس اور اسلام

اردو زبان میں یہ پہلی کتاب ہے جو دینیات کی جامعیت کے ساتھ سائنس اور طبعیات کا پہلو لئے ہوتے ہے یہ کتاب زیادہ تر ان تعلیمیافتوں کیواسطے تالیف کیگئی ہے جو علوم مروجہ کے اثر سے متاثر ہوکر شبہات میں مبتلا ہوجاتے ہیں یہ کتاب دیندار مسلمانوں کے لئے بھی ازحد ضروری اور نافع ہے مضامین کی مختصر فہرست یہ ہے۔ اول عقائد و اعمال کو لکھکر اسکے ضمن میں ہر قسم کے شرک اور خلاف شرع رسوم کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے پھر معاصی اور طاعات کے بعض دنیوی نقصان و منافع دکھلاکر حکومت و انتظام ملکی کی تشریح کی ہے اسکے بعد نماز کیلئے طہارت کے شرط ہونے کی حکمت۔ وضو میں اعضائے وضو دھونے

ہو ترتیب کی حکمت۔ نماز میں کعبہ کیطرف منہ کرنیکی حکمت بے نمازوں کی وہاہی تباہی۔ معذوروں کے معقول جواب۔ اعمال حج کی فلاسفی اور بے پردگی کی خرابیاں۔ تعدد ازدواج کے متعلق نہایت عمدہ بحث۔ اس شبہ کا جواب کہ شریعت محمدیہ کے قوانین ترقی کے زمانہ میں بے سود ہیں۔ سچے صوفیوں کے حالات۔ مادے کی قدامت کا ابطال فلاسفہ ہی کے مسلمہ اصول سے۔ وحدانیت کی فلاسفی۔ عقل کی حقیقت معلوم کرنے میں اہل سائنس کی بیجوائی حیات بعد الممات کا عقلی ثبوت اور فلاسفہ کے شبہات کا جواب روح اور جسم کے باہمی تعلق کی حقیقت الغرض دنیا بھر کے شکوک وشبہات کے جوابات جو کسی حیثیت سے اسلام پر وارد ہو سکتے ہیں اس کتاب میں موجود ہیں جنکو پڑھکر اسلام کے دین کامل ہونیکا یقین کامل ہوجاتا ہے قیمت دو روپے۔

احکام التجلّی من التعلّی والتدلّی

جناب باری عز اسمہ کا دیدار کب ہوگا۔ کہاں ہوگا۔ کس طرح ہوگا اس باب میں حضرت مدظلہم نے نہایت عجیب لطیف رسالہ تحریر فرمایا ہے اسمیں تین فصلیں ہیں فصل اول میں دلائل شرعیہ سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ دنیا میں دیدار باری تعالیٰ ممتنع ہے فصل دوم میں یہ بیان ہے کہ اس امتناع سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس مستثنیٰ ہے اور آپکو لیلۃ المعراج میں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوا فصل سوم میں نہایت شرح وبسط سے یہ تحریر فرمایا ہے کہ آخرت میں تمام اہل ایمان کو انھیں ظاہری آنکھوں سے دیدار باری تعالیٰ ہوگا اور فلاں فلاں مقام پر ہوگا اور ہر مقام کے دیدار میں کیا فرق ہوگا اسکے ساتھ ہی تجلی کے اقسام ذکر فرماکر بہت سے فوائد علمیہ تحریر فرمائے ہیں اسطرح یہ رسالہ ایک مبحث میں مفصل ومکمل ہوگیا ہے قیمت تین آنے۔ (۳ر)

التکشف عن مہمات التصوف

یعنی

حضرت والا مدظلہم کی مفید عوام وخواص افراط وتفریط سے پاک سچے تصوف کی حقیقت میں نہایت ضروری اور عجیب کتاب

بعد الحمد والصلوٰۃ کہ اس زمانہ پر فتن میں منجملہ دیگر اغلاط عوام کے بڑی غلطی علم تصوف کے فہم میں ہوئی کسی نے تو قوالی وعلی ہذا کا نام تصوف رکھ لیا اور کسی نے محض رسوم کو تصوف کہا اور کسی نے صرف کثرت اوراد ووظائف کو تصوف کہدیا اسیطرح اسکے مسائل وحدۃ الوجود وحدۃ الشہود وغیرہ کے سمجھنے میں صدہا غلطیاں کیں اس فرقہ کو تو یہ ضرر پہنچا کہ اپنے عقائد خراب کئے بعضے شرک تک میں مبتلا ہوگئے اور بعض حضرات ایسے بڑھے کہ وہ تصوف کا اصل ہی سے انکار کر بیٹھے اور حضرات اولیاء اللہ رحمہم اللہ کی شان میں بے ادبی وگستاخی کو شیوہ کر اور مسائل تصوف کو غیر ثابت بالکتاب والسنۃ اعتقاد کر لیا اور تصوف کو خلاف شریعت کے سمجھکر اسکے نام سے کوسوں بھاگنے لگے انکو یہ ضرر ہوا کہ اسکے برکات سے محروم رہے اور قلب میں قساوت پیدا ہوگئی اور بعض حضرات دونوں سے منکر نہیں اور حضرات اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں لیکن تصوف کو شریعت کا غیر سمجھتے ہیں اور جس نظر سے اس علم شریعت کو دیکھنا چاہیے اس نظر سے نہیں دیکھتے اور اسکے مسائل کو غیر ثابت بالسنۃ جانتے ہیں نظر بر آں حکیم الامۃ جامع شریعت وطریقت مولانا موصوف دام ظلہم نے یہ کتاب ایسی تالیف فرمائی جس سے تصوف کی حقیقت اور اسکے ضروری مسائل کی تحقیق جسمیں لوگ غلطیاں کرتے ہیں واضح ہوگئی جو لوگ اس راہ کو قطع کر رہے ہیں یا ادھر متوجہ ہونیکا ارادہ رکھتے ہیں انکو خصوصاً اور عامہ مومنین کو عموماً اس کتاب کا مطالعہ کرنا بلکہ سبقاً سبقاً پڑھنا بہت ضروری ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمام اشکال حل ہو جائینگے علاوہ بہت سے ایسے جدید فوائد ضروری دیکھنے میں آوینگے جو نہایت کارآمد ہیں قیمت

الانتباہات المفیدہ عن الاشتباہات الجدیدہ

علم کلام جدید کا نہایت مفید رسالہ جس میں شبہات جدیدہ کے جوابات انگریزی تعلیم یافتہ حضرات کے مذاق پر نہایت وضاحت و متانت سے دئے ہیں یہ رسالہ اس قابل ہے کہ ہر انگریزی خوان کے پاس رہے تاکہ جس وقت کوئی شبہ پیش آوے فوراً اس کتاب سے عمل کریں۔ قیمت نو آنے۔ (۹)

اصلاح الرسوم پیدائش سے مرنے تک کی تمام رسوم کی مدلل تردید .... قیمت پانچ آنے۔ (۵)

اعمال قرآنی ہر سہ حصص۔ آیات قرآنی کے خواص و اعمال۔ قیمت پانچ آنے۔ (۵)

اوراد رحمانی واذکار سبحانی۔ سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کے فضائل۔ قیمت تین آنے۔ (۳)

آداب المعاشرت باہمی معاشرت کے آداب جنکی رعایت رکھنے سے آپس میں محبت پیدا ہو۔ قیمت ۲/

الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد تقلید شخصی و تقلید مطلق کے متعلق افراط و تفریط سے پاک منصفانہ بیان قیمت چار آنے۔ (۴)

اغلاط العوام عوام میں جو غلط مسائل مشہور ہو گئے ہیں انکی اصلاح۔ قیمت ڈیڑھ آنہ۔ ۱/

اصلاح ترجمہ حیرت مرزا حیرت صاحب کے ترجمہ قرآن مجید کی غلطیوں کی اصلاح۔ قیمت ۱/

امداد الفتاوے معروف بہ فتاوی اشرفیہ ۱۳۱۰ھ سے ۱۳۲۵ھ تک کے فتاوے بترتیب ابواب فقہیہ جلدین اولین زیر طبع۔ قیمت دو روپے۔ (للعہ)

ایضاً جلدین آخرین قیمت دو روپے۔ (للعہ)

ایضاً تتمہ اولی و ثانیہ امداد الفتاوے آیس ۱۳۲۶ھ سے ۱۳۳۲ھ تک کے فتاوے ہیں۔ قیمت ۸/

ایضاً تتمہ ثالثہ۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ (۱؎)

ایضاً تتمہ رابعہ۔ قیمت چودہ آنے۔ (۱۴)

اصلاح الخیال۔ جدید تعلیم یافتہ حضرات کے چند شبہات کے جوابات۔ قیمت ۱۰/

اکسیر فی اثبات التقدیر۔ ترجمہ اردو تنویر۔ تقدیر و تدبیر کے متعلق مفصل جامع مسکن کتاب قیمت بارہ آنے

امواج المطلب بجہ مثنوی زیروبم وغیرہ قیمت ۱۰/

ارشاد البہائم۔ فی حقوق البہائم۔ قیمت ۱۰/

الاستبصار۔ استغفار کے فضائل میں قیمت ۱/

اخبار الزلزلہ۔ زلزلہ کی حقیقت جسقدر شریعت سے تعلق رکھتی ہے اسکا محققانہ بیان۔ قیمت ایک آنہ۔

اخبار بینی۔ اخبار بینی کے عدم جواز کا بیان قیمت ۲/

بہشتی زیور۔ عورتوں کی تعلیم کے لئے نہایت مفید دینی اور دنیوی ضرورتوں کی کفیل۔ اسکی ضرورت اور مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اسکی اشاعت ملک میں لاکھوں کی تعداد میں ہو چکی ہے۔ قیمت دو روپے۔ (للعہ)

ایضاً دو روپے تیرہ آنے۔ (للعہ)

بہشتی گوہر۔ بہشتی زیور کا گیارہواں حصہ جسمیں مخصوص مردوں کے متعلق مسائل ہیں۔ قیمت دس آنے۔ (۱۰)

ایضاً قیمت آٹھ آنے۔ (۸)

تعلیم الدین۔ دین کے چاروں اجزاء عقائد عبادات اخلاق معاملات اور سلوک مقامات و اذکار و اشغال کا قرآن و حدیث سے بیان۔ قیمت آٹھ آنے۔ (۸)

تلخیصات عشر مولانا مدظلہم نے کم فرصت والوں کیلئے تعلیم عربی کا مختصر نصاب تجویز فرمایا ہے جس سے از باقی تین سال میں کافی استعداد عربی کی اور اپنے مذہب سے واقفیت ناصحہ استعداد کے ساتھ ہو جاتی ہے یہ کتاب اس نصاب کی

دس رسائل کا مجموعہ ہے اور اس میں اس نصاب کا نقشہ بھی ہے قیمت نو آنے۔ (۹/)

الترتیب اللطیف فی قصۃ الکلیم والحنیف حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہما السلام کے قصے جو قرآن مجید میں مختلف جگہ آئے ہیں انکو یکجا کر دیا ہے۔ قیمت پانچ آنے۔

تجوید القرآن۔ معیار مخارج القرآن سہل نظم میں تجوید کے ضروری قواعد حفظ یاد کرنے کے لئے قیمت ۱/

تنشیط الطبع فی اجراء السبع سبع قرآت کا بیان اور آداب معلم و متعلم و آداب تلاوت۔ قیمت پانچ آنے۔ (۵/)

تحقیق تعلیم انگریزی۔ انگریزی پڑھنے کے متعلق بحث ۱/

حفظ الایمان مع بسط البنان و تغییر العنوان قیمت ۱/

جزاء الاعمال گناہوں سے دنیوی نقصان طاعات سے دنیوی منافع کا بیان۔ قیمت ۲/

جمال القرآن۔ علم تجوید میں نہایت سہل عبارت میں تحریر کیا گیا ہے۔ قیمت ۳/

حقوق الاسلام۔ استاد۔ پیر۔ ماں۔ باپ۔ میاں۔ بیوی۔ حاکم محکوم۔ ہمسایہ۔ مہمان وغیرہ کے حقوق کا بیان قیمت ۱/

حق السماع۔ سماع کے متعلق فقہی تحقیق اور بزرگان امت کے اقوال۔ قیمت دو آنے۔ (۲/)

حقوق العلم۔ علماء پر عامہ مسلمین کے جو حقوق ہیں اور انہیں جتنی کمی ہے اور عامہ مسلمین پر علماء کے جو حقوق ہیں انکی ہیں جو کمی ہے ان سب کی اصلاح ہے۔ قیمت پانچ آنے۔

الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال کا رد عیسیٰ علیہ السلام کی وفات و حیات کی تحقیق آیت انی متوفیک کی تفسیر اور نزول عیسیٰ وغیرہ قیمت ۲/

خاتمہ بالخیر سوء خاتمہ کے اسباب کی تحقیق۔ قیمت ۱/

الخطب الماثورہ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے خطبے احادیث صحیحہ سے قیمت دو آنے۔

رونق مثنوی۔ دیباچہ کلید مثنوی۔ قیمت ۱/

زوال سنۃ۔ اسمیں ہر مہینے کے احکام ہیں قیمت ۱/

شجرہ طیبہ اسمیں تین شجرے شامل ہیں اول شجرہ نظم اردو حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ۔ بزرگوں کے مقامات دفن و تاریخ وفات بھی لکھی گئی ہے۔ دوسرا شجرہ فارسی منظوم مولنا رشید احمد صاحبؒ تیسرا شجرہ فارسی حضرت مولنا مولوی اشرف علی صاحب مدفیوضہم اور آخر میں ایک رسالہ تعلیم الطالب مولفہ حضرت مولنا حکیم الامۃ ملحق ہے۔ قیمت ۱/

فروع الایمان۔ یہ کتاب ایمان کامل کی کسوٹی ہے۔ جس سے ہر شخص جانچ سکتا ہے کہ میں کس درجہ کا مومن ہوں قیمت چار آنے۔ (۴/)

زاد السعید۔ درود شریف کے فضائل عجیب و غریب اور دیگرہ آخر میں نیل الشفاء جس میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے نعل مبارک کا نقشہ اور اسکے عجیب و غریب خواص و برکات بیان کئے ہیں قیمت دو آنے۔ (۲/)

سبق الغایات فی نسق الآیات (عربی) قرآن شریف کی آیتوں میں اول سے آخر تک ربط بیان کیا ہے قیمت ۹/

قصد السبیل اسمیں عام لوگوں کے اس خیال کا دفعیہ کیا گیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ تصوف اور وصول الی اللہ ان لوگوں کا کام ہے جو دنیا و ما فیہا کو ترک کرکے ایک گوشہ میں بیٹھ رہے اسمیں ایسے دستور العمل تجویز فرمائے ہیں کہ ہر شخص اسپر عمل کرکے وصل الی اللہ ہو سکتا ہے قیمت ۲/

شوق وطن وطن اصلی یعنی آخرت کی یاد اور شوق پیدا کرنیوالے مضامین۔ قیمت تین آنے۔ (۳/)

صفائی معاملات خرید و فروخت وغیرہ کے مسائل مع اصول و قواعد عام فہم۔ قیمت ۲/

طریقہ مولد مولد شریف کے صحیح اور سنت کے موافق طریقہ کا بیان قیمت ۱؍

فتاوی اشرفیہ حصہ اوّل۔ قیمت چار آنے۔

ایضاً۔ حصہ دوم۔ قیمت چھ آنے۔

القول والصواب۔ نئی روشنی والے مستورات کے پردہ مروجہ پر شبہات کرتے ہیں کہ ایسا پردہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں حضرت والا نے قرآن وحدیث ہی سے اسکو ثابت فرمایا ہے۔ قیمت دو آنے۔ (۲؍)

القول البدیع۔ گاؤں میں جمعہ نہ ہونے کا بیان ۲؍

کلید مثنوی اردو شرح مثنوی مولانا روم حصہ اول از دفتر اول ۱۲

ایضاً۔ حصہ دوم از دفتر اول۔ قیمت دو روپے۔

ایضاً۔ دفتر دوم کامل۔ قیمت چھ روپے۔

ایضاً دفتر سوم کے ربع اول کا نصف اسکے دو حصے ہیں۔

حصہ اول۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ (عہ؍)

ایضاً دوم۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ (عہ؍)

ایضاً۔ دفتر ششم کامل۔ قیمت دس روپے۔ (عہ)

کرامات امدادیہ۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب عجیب کرامات۔ قیمت چھ آنے۔ (۶؍)

کمالات امدادیہ۔ حضرت حاجی صاحب کے ملفوظات ۶؍

لب مثنوی۔ دفتر ششم مثنوی مولانا روم کے ابتدائی حصہ کی شرح۔ قیمت پانچ آنے۔ (۵؍)

مناجات مقبول یہ کتاب نہایت مقبولیت حاصل کر چکی ہے اور مقبولیت حاصل کیوں نہ کرتی یہ اصل میں قرآن و احادیث کی دعاؤں کا مجموعہ ہے جو حضرت مدظلہم نے قرآن شریف و احادیث شریف سے دعاؤں کو یکجا جمع فرما کر سات منزلوں پر تقسیم فرما دیا ہے تاکہ روزانہ تلاوت کر سکیں۔ قیمت دس آنے۔

مجموعہ رسائل مفیدہ۔ قیمت ۲؍

مکتوبات امدادیہ۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والا نامے مولانا کے نام۔ قیمت تین آنے۔ (۳؍)

وجوہ المثانی۔ اس عربی کتاب میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہم نے ترتیب وار تمام سور تہائے قرآنیہ کے اختلاف قرأت کو بیان فرما کر خاتمہ میں کسیقدر قواعد اصلیہ متعلقہ ہمزہ و ادغام و اظہار و تفخیم و ترقیق حروف تحریر فرمائے ہیں آخر میں ایک رسالہ زیادات علی کتب الروایات کی تخریج سندین اور مسلسل بالاولیت وغیرہ جمع فرمائی ہیں اور دوسرا رسالہ جسمیں مولانا نے اپنا سلسلہ بیعت ونسب اور مدنی مکی مستند سلسلہ بیان فرمایا ہے۔ قیمت چودہ آنے۔ (۱۴؍)

یاد یاران حضرت گنگوہیؒ کے حالات ہیں۔ قیمت تین آنے۔

مواعظ طبع شدہ کی فہرست

حضرت والا الموصوف کے مواعظ کا مطالعہ کرنا اور سننا تجربہ اور مشاہدہ سے نہایت ہی مفید ثابت ہوا ہے انکے دیکھنے یا سننے سے دین و دنیا دونوں درست ہو جاتے ہیں انکی تصدیق وہ حضرات کرینگے جو ایک بار بھی شریک وعظ ہوئے ہیں یا وعظ سنا ہو اسلئے ان مواعظ کے ضبط اور طبع کا اہتمام کیا گیا چنانچہ جو مواعظ اسوقت کتبخانہ ہٰذا میں موجود ہیں ان کی فہرست مع قیمت درج ذیل ہے۔

دعوات عبدیت کی آٹھویں جلد

اسمیں مفصل ذیل دس وعظ ہیں۔

حق الاطاعۃ للدین۔ الخاتمی عقل الجاہلیۃ۔ مدار رمضان وعظ کا کسب۔ شعب الایمان۔ الوقت۔ اشعبان۔ الصیام الفطر۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ (عہ؍)

مواعظ اشرفیہ ...... ایک وعظ ...... قیمت ۱۰

التبشیر ...... ایک وعظ ...... قیمت ...... ۳؍

الصلوٰۃ .... ایک وعظ ...... قیمت ...... ۲؍

الحیوٰۃ .... ایک وعظ ...... قیمت ...... ۳؍

تجارت آخرت .... ایک وعظ ...... قیمت ...... ۲؍

مفتاح الخیر .... ایک وعظ ...... قیمت ...... ۱؍

الشریعت .... ایک وعظ ...... قیمت ...... ۴؍

الضحایا .... ایک وعظ ...... قیمت ...... ۲؍

الجناح .... ایک وعظ ...... قیمت ...... ۲؍

سلسلہ التبلیغ کے مواعظ

۲۵ ذکر الرسول جامع مسجد کانپور کا وعظ .... ۳؍

۲۶ شکر نعمت. جامع مسجد تھانہ بھون کا وعظ ...... ۴؍

۲۷ الظاہر الہ آباد کا وعظ .... ۵؍

۲۸ تعظیم التعلیم القرآن الکریم. پانی پت کا وعظ ... ۱؍

۲۹ دعوۃ الی اللہ یتیم خانہ اسلامیہ کانپور کا وعظ ... ۴؍

۳۰ ایر الیتامیٰ. یتیم خانہ موید الاسلام دہلی کا وعظ ۴؍

۳۱ ترجیح الآخرۃ. باغ عبد الباقی خانصاحب الہ آباد کا وعظ ۴؍

۳۲ الرفع والوضع خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا وعظ ۴؍

۳۳ ملت ابراہیم سورتی جامع مسجد رنگون کا وعظ ...

۳۴ العبادہ. حیدرآباد دکن کا وعظ .... } ۵؍

۳۵ حیات المحدود. جامع مسجد مچھلی شہر ضلع جونپور کا وعظ ۵؍

۳۶ الہدیٰ والمغفرۃ. سروٹ ضلع مظفر نگر کا وعظ ... ۴؍

۳۷ ذم النسیان. جامع مسجد تھانہ بھون کا وعظ ... ۴؍

۳۸ العبرۃ بذبح البقرۃ خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا وعظ ۶؍

۳۹ الاسعاد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا وعظ ... ۵؍

۴۳ الباطن. مدرسہ احیاء العلوم الہ آباد کا وعظ ... ۵؍

۴۴ تقلیل الکلام. خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا وعظ ۵؍

۴۵ تقلیل الاختلاط. خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا وعظ ۷؍

۴۶ آثار العبادہ مدرسہ نظامیہ حیدرآباد کا وعظ ...... ۸؍

۴۷ اسرار العبادہ. مدرسہ انوار العلوم حیدرآباد کا وعظ ۶؍

۴۸ تحصیل المرام خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کا وعظ ۳؍

۴۹ خیر الحیاۃ و خیر الممات. تھانہ بھون کا وعظ ...... ۸؍

سلسلہ تسہیل المواعظ

چونکہ حضرت والا مدظلہم العالی کی مجلس وعظ میں اہل علم کا مجمع ہوتا ہے کی وجہ سے مضامین علمیہ و الفاظ عربیہ بھی بیان میں آجاتے ہیں اسلئے حسب ایماء حضرت والا مواعظ کو نہایت آسان پیرایہ میں کر دیا ہے اور اس سلسلہ کا نام حضرت والا مدظلہم نے تسہیل المواعظ رکھا ہے تاکہ ہر شخص حتیٰ کہ بچے اور عورتیں بھی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں اسوقت تک اس سلسلہ کے بیس وعظ چھپ چکے ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہے

پہلا وعظ	مسمّے بہ	حساب کی آمد	قیمت	۳؍
دوسرا وعظ	مسمّے بہ	حاضری کا وقت	قیمت	۲؍
تیسرا وعظ	مسمّے بہ	رمضان کا خالص رکھنا	قیمت	۱؍
چوتھا وعظ	مسمّے بہ	قرآن کے حقوق	قیمت	۱؍
پانچواں وعظ	مسمّے بہ	تکبر کا علاج	قیمت	۱؍
چھٹا وعظ	مسمّے بہ	پاکیزہ زندگی	قیمت	۱؍
ساتواں وعظ	مسمّے بہ	اصلاح کا آسان طریق	قیمت	۱؍
آٹھواں وعظ	مسمّے بہ	اخیر عشرہ کے احکام	قیمت	۱؍
نواں وعظ	مسمّے بہ	صوم اور عید کی تکمیل	قیمت	۱؍
دسواں وعظ	مسمّے بہ	نگاہ کی حفاظت	قیمت	۲؍
گیارہواں وعظ	مسمّے بہ	اعضاء کا پاک رکھنا	قیمت	۳؍
بارہواں وعظ	مسمّے بہ	کجی کی درستی	قیمت	۲؍
تیرہواں وعظ	مسمّے بہ	اہتمام دین کی ضرورت	قیمت	۳؍
چودہواں وعظ	مسمّے بہ	علم دین کی ضرورت	قیمت	۴؍
پندرہواں وعظ	مسمّے بہ	عمل دین کی ضرورت	قیمت	۱؍
سولہواں وعظ	مسمّے بہ	مقبولیت کا طریق	قیمت	۱؍
سترہواں وعظ	مسمّے بہ	علم اور خوف کے فضائل	قیمت	۲؍
اٹھارہواں وعظ	مسمّے بہ	قربانی کی ترغیب	قیمت	۳؍
انیسواں وعظ	مسمّے بہ	توبہ کی ضرورت	قیمت	۱؍
بیسواں وعظ	مسمّے بہ		قیمت	

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تالیفات جناب مولوی سید اصغر حسین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ دیوبند		حیات خضر	۳؍	مولوی معنوی سوانح مولانا روم رح	۳؍	کنز الحکما	۳؍
		خواب شیرین	۲؍	مسافر آخرت	۲؍	کامل الصناعۃ	۱۲؍
		رفیق سفر	۲؍	مختصر سوانح عمری حضرت شیخ الہند رح	۲؍	موجز	عہ
		روضۃ الرضوان سے				نفیسی کلیات	۳؍
		تذکرہ ابی حنیفۃ النعمان	۱؍			بستان المفردات	عہ
القول المتین	۲؍	علم الاولین	۱؍	**کتب طب عربی و اردو**		شفاء الامراض	۳؍
الجواب المتین	۳؍	عہد نامہ جدید	۳؍			طب نبوی	۳؍
الصالحات یعنی نیک		قتاوے محمدی معہ				طب احسانی	۱؍
بیبیاں	۵؍	شرح دیوبندی	۱۰؍			علاج الغربا	۱۲؍
تعبیر نامہ خواب	۲؍	قرۃ الصائمین	۱؍	حیات قانون	۲؍	میزان الطب اردو	۱۰؍
تعبیر صادق	۱؍	گلزار حدیث	۳؍	حدود الامراض	۳؍	مجربات حکیم شجیلے	عہ
چہل حدیث	۳؍	گلزار سنت	۱؍	قانونچہ	عہ	مفید الاجسام	۳؍

امراض نسوان

مؤلفہ جناب مولوی حکیم عبد الحفیظ صاحب مؤلف و پروفیسر طبیہ کالج دہلی۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ عورتوں کے امراض کی تشخیص اُنکے وغیرہ کی تدبیر حجاب نقاب اور انکی بعض فطری خصوصیات کی وجہ سے نسبتہً مشکل ہوا کرتی ہے۔ اور جن دائیوں کو اُنکے امراض کی جانچ پڑتال اور دیکھ بھال کا موقع حاصل ہوتا ہے اُن میں سے اکثر ایسی ہوتی ہیں کہ جو اپنی لاعلمی کیوجہ سے بیشتر اوقات مرض کی غیر صحیح صورت طبیب کے روبرو پیش کرکے بجائے اسکی اعانت کرنیکے اور زیادہ دشواری میں مبتلا کر دیتی ہیں۔

اسکے علاوہ چونکہ بیبیاں اپنے دکھوں کے اظہار کو قریب قریب ایک امر معیوب تصور کرتی ہیں اسلئے انکی تکلیف کا اظہار بھی عموماً اسوقت ہوتا ہے جبکہ مرض اچھی طرح زور پکڑ جاتا ہے اسوجہ سے معاملہ میں نسبتہً زیادہ اہمیت پیدا ہو جاتی ہے۔

ان حالات کو محسوس کرتے ہوئے نقائص مذکورہ بالا کے ازالہ کی غرض سے مؤلف نے بڑی جانفشانی کے ساتھ اس کتاب کو ایسی ترتیب کے ساتھ مرتب فرمایا ہے کہ جسکے مطالعہ سے نہ صرف طبیب، دائیاں، طالبات ہی تشخیص مرض و علاج میں بصیرت حاصل کرسکتی ہیں بلکہ معمولی اردو جاننے والی بیبیاں بھی اُسے پڑھکر اپنے دکھوں سے پوری واقفیت حاصل کرکے آسانی کے ساتھ اپنی شکایات کا علاج اور اُنکی روک تھام کرسکتی ہیں۔

کتاب کے ابتدائی حصہ میں شرح تشریح و اندام نہانی، رحم، خصیتیا لرحم، قاذفین، پستان وغیرہ مخصوص اعضاء کی پوری تشریح اُنکے فرائض و وظائف بتلائے گئے ہیں۔

اسکے بعد مذکورہ بالا اعضاء کے تمام امراض کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ اعضاء کی تصاویر کے علاوہ مذکورہ بالا اعضاء کے امراض کو بھی تشخیص کی

سہولت کی غرض سے تصاویر کے ساتھ واضح کیا گیا ہے اور علاج کے سلسلہ میں بہترین مجرب نسخوں کے علاوہ حکیم محمد اجمل خان صاحب کی خاص خاص تجاویز کو بھی جذب کیا گیا ہے الحاصل عورتوں کے اعضا کی تشریح اور انکے امراض علاج کے بارے میں یہ کتاب ایک بہترین تالیف ہے جسے پروفیسر صاحب نے بہت بڑی محنت اور اہتمام سے مرتب فرما کر طبقہ نسواں پر ایک بڑا احسان فرمایا ہے۔ ہر گھر میں ایسی کتاب کا موجود ہونا ضروری ہے تاکہ معمولی اردو جاننے والی بیبیاں خود بھی اپنی شکایات کا علاج کر سکیں کتاب علاوہ تصاویر کے جو نہایت نفیس کاغذ پر ہیں صفحات پر ختم ہوتی ہے۔ قیمت صرف دو روپے آٹھ آنے۔ (عہ/)

رفیق مطب

اس کتاب میں سر سے پاؤں تک تمام امراض کے مجرب واکسیر الاثر نسخے جو بار بار تجربہ سے مفید ثابت ہوئے ہیں ایک باقاعدہ مطب کی صورت میں ترتیب وار درج ہیں۔ برادران فن اس مطب کے (معمولہ و مجربہ) نسخوں سے علاج میں کافی کامیابی حاصل کر کے مریضوں کی توجہ کو قوت و تیزی کے ساتھ اپنی طرف پھیر سکتے ہیں صفحات ۲۲۰ ۲۲×۱۸/۱۶ پونڈ
قیمت ایک روپیہ۔ (عہ/)

سرخ بیاض

اس بیاض میں ملک کے مشہور ترین اطباء دہلی کے ممتاز ترین خاندان جمعیۃ کے خصوصی اراکین کے علاوہ فقیروں درویشوں کے اکسیر الاثر نسخے جو بغیر مبالغہ نہایت زود اثر اور بار بار تجربہ سے مجرب ثابت ہوتے ہیں۔ درج ہیں مخصوص مردانہ امراض (جریان۔ آتشک۔ سوزاک وغیرہ) کے بہترین نسخوں کے علاوہ ضعف بصر، ضعف معدہ، ضعف عام۔ عظم طحال۔ سنگ گردہ و مثانہ۔ سنگرہنی، دوا اطفال مستان بخار بجیش۔ زہر عقرب و سیت مار کے چوٹی کے نسخے اور بواسیر برص۔ خارش کے نسخے جو نہایت جانفشانی سے جمعیۃ نے حاصل کئے ہیں۔ صاحب نسخہ کے نام کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ پاکٹ ایڈیشن کاغذ ولایتی ۴۰ پونڈ۔ صفحات ۱۹۰ ۔ قیمت فی جلد ایک روپیہ چار آنے۔

قرابادین جدید

اس میں یونانی طب کے تمام وہ مرکبات جو تمام ہندوستان میں مروج ہیں اور جو صدہا سال سے برتے جارہے ہیں ترتیب وار درج ہیں تمام معمولہ اطریفلات جوارشین معجونیں عرقیات، حبوب، طلاء، یاقوتیں مفرحات کشتہ جات اپنے صحیح اجزا کے ساتھ اس کتاب میں موجود ہیں۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ (عہ/)

طبیب اطفال

اس میں چھوٹے چھوٹے بچوں کی آئے دن کی تمام بیماریوں کی حقیقت انکی مخصوصہ علامتیں انکے وغیرہ کی بہترین تدابیر کا نہایت تفصیل کے ساتھ بیان درج ہے علاج کے سلسلہ میں یونانی ڈاکٹری دونوں طبوں کے بہترین و مجرب نسخے لکھے گئے ہیں ہر معمولی اردو جاننے والے حضرات بھی ان سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔
قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ (عہ/)

امراض صبیان

مولفہ علامہ محمد عثمان خان صاحب میڈیکل فیسر ریاست

ریاست ... اس کتاب میں بچوں کے امراض اور عوارض جسمانی کا علامہ ممدوح نے اپنے طرز خاص سے تذکرہ کیا ہے اور جابجا تشریح بیانات

"حاذق"

یونانی طب کی بہترین کتاب ہے!

"حاذق" میں کیا ہے؟ سر سے لیکر پاؤن تک کی بیماریون کا بیان امراض کے اسباب علامات، بیماریون کی تشخیص، بیماریون کیلئے غذا پرہیز اور ضروری ہدایتیں، بڑی بڑی کتابون کا خلاصہ، استادان فن کے اسرار سینہ بسینہ، جو لوگون کو زندگیان گذارنے پر نصیب ہوتے ہین مطب جناب حکیم اجمل خانصاحب صحیح اور اصلی نسخے جو اور کسی کتاب مین نہیں ہین بس یہی ہے "حاذق"

طبابت پیشہ اصحاب کے لیے

ایک رہبر اور رہنما اور ایک ایسی مفید کتاب ہے جو دہلی کے اس طبی مخزن کو گھر بیٹھے حوالہ کرتی اور فن علاج میں کامیاب کر دیتی ہے۔

لکھے پڑھے لوگون کے لیے

خود نفع اٹھانے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور یہ واقعہ ہے کہ صرف اس کتاب کی وجہ سے ہزارون غریب بیمار مصیبت سے بچے ہیں۔

نوجوانون کے لیے

یا ان لوگوں کے لئے جو اپنا پوشیدہ حال کسی پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے اس میں مقصد و کامیابی ہے۔

لکھی پڑھی خواتین

اب صرف اسے دیکھکر اپنے بچون کا آسانی سے علاج کر لیتی ہیں

بہترین مشورہ

ایک بیمار کے لئے یہ ہے کہ "حاذق" سے خود نفع حاصل کرے ایک تندرست کیلئے یہ ہے کہ حاذق سے دوسرون کو نفع پہنچائے۔ آسانی سے ہر جگہ ملنے والے نسخے حاذق میں کثرت سے ہیں اور جناب حکیم اجمل خانصاحب کے

خاندانی اور ذاتی مجرب نسخے

ہیں جو ایسے صحیح اور اصلی اور کسی کتاب میں نہیں ہیں یہ آٹھوین دفعہ چھپی ہے تو بلا مبالغہ یہ کتاب کچھ اور ہی چیز ہو گئی ہے اب

اناٹمی (تشریح)

کا بیان زیادہ کیا گیا ہے تاکہ جسم انسان کی مشینری کا حال اور ہر مرض کا تشریحی حصہ آئینہ ہو جائے یہ تشریحی اضافہ گو مختصر ہے مگر عام فہم اور نہایت ضروری ہے جس سے پر حاوی ہو جانے سے تشخیص مرض کی قابلیت پیدا ہو جاتی ہے کثرت سے نسخے بڑھائے گئے ہیں بہت سے امراض کا بیان جو پہلے نہ تھا اضافہ کیا گیا ہے ہر مرض کا ایلوپیتھی (ڈاکٹری) میں جو نام ہے اسے اردو اور انگریزی حروف میں لکھدیا ہے تاکہ ڈاکٹر اور کمپونڈر اور دوسرے انگریزی دان مرض کی صحیح مطابقت اسکے یونانی نام سے کرسکیں اور اگر چاہیں تو یونانی طب سے بھی باسانی نفع اٹھا سکیں اس اشاعت پر حجم قریبا دوگنا ہو گیا ہے یعنی ۴۱۲ صفحات پر ہے۔ **قیمت صرف ایک روپیہ (عہ)**

زبدۃ الحکما حکیم محمد کبیر الدین صاحب مؤلف ویروفیسر طبیہ کالج کی جملہ تالیفات بھی احقر روانہ کر سکتا ہے اور ۱۳۴۴ سے ۱۳۴۵ھ تک کی فہرستوں میں تفصیل شائع کر چکا ہوں اگر دیکھنا ہو تو ان پرانی فہرستون میں ملاحظہ فرماویں۔

(از مدیر رسالہ الہادی دہلی)

عربی زبان و ترجمہ قرآن آسانی کیساتھ سکھانیوالی نئی کتابین

عربی زبان کا قاعدہ

اس قاعدہ میں صیغوں اور ضمیروں کی پہچان ایسے آسان طریقہ سے بتائی گئی ہے کہ اگر بچوں کو اُردو کی پہلی دوسری کتاب پڑھاکر یہ قاعدہ شروع کرا دیا جائے تو وہ نہایت آسانی سے صیغوں اور ضمیروں کو پہچاننے اور عربی سے اُردو، اُردو سے عربی ترجمہ کرنے لگیں گے۔ قیمت چار آنے۔ (۴؍)

علم الصرف حصہ اول و دوم

عربی علم الصرف کی پہلی منزل آسان کرنے کے لئے یہ رسالہ تالیف کیا گیا ہے۔ ماضی۔ مضارع۔ امر۔ نہی۔ نون ثقلیہ وغیرہ بنانیکا طریقہ بہت ہی سلجھا ہوا نثر و نظم اُردو میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سے بتدی صرف کی تمام گردانیں اچھی طرح سمجھکر یاد کر لیتا ہے (طبع دوم) قیمت پانچ آنے۔

علم الصرف حصہ سوم

اس رسالہ میں تعلیل کے ضروری قاعدے بہت آسان طریقہ سے اُردو میں بیان کیے گئے ہیں اور چند معتل ابواب کی پوری پوری گردانیں جدولوں میں درج کیگئی ہیں آخر میں ابواب معتلہ کا ایسا جامع نقشہ دیا گیا ہے جس سے ہر باب کی تمام بگڑی ہوئی صورتیں معلوم ہوجاتی ہیں غرضیکہ اپنی شان کا عجیب غریب رسالہ ہے۔ قیمت چھ آنے۔ (۶؍)

روضۃ الادب فی تسہیل کلام العرب

عربی زبان بولنے اور تحریر و ترجمہ میں مہارت پیدا کرنیکے لئے روضۃ الادب بینظیر کتاب ہے۔ اسکی ترتیب نہایت پیاری اور معنی خیز ہے اسمیں جو ضروری اور کارآمد جملے لکھے گئے ہیں وہ بہت دلچسپ اور مفید ہیں جو شخص انکو یاد کرے گا۔ اسکی عربی زبان نہایت صاف ستھری اور فصیح ہو جائیگی (طبع سوم) قیمت آٹھ آنے۔ (۸؍)

عربی صفوۃ المصادر مع لغات جدیدہ

کئی سو ضروری و کارآمد عربی مصادر مع صرف صغیر ماضی و مضارع مثل فارسی آمدنامہ کے جمع کیے گئے ہیں جن کو طلبہ بہت آسانی سے یاد کر سکتے ہیں ایسے ہی بہت سے ضروری لغات لکھے گئے ہیں۔ اسم و فعل کا ایسا ضروری مجموعہ اس ترتیب سے آجتک شائع نہیں ہوا۔ قیمت چھ آنے

علم النحو

اس رسالہ میں عربی نحو کے ضروری اور اہم مسائل نہایت آسان اُردو میں لکھے گئے ہیں بہت سے ایسے خاص مسئلے جو بڑی بڑی کتابیں پڑھنے سے معلوم ہوتے ہیں وہ اس رسالہ میں پہلے ہی سمجھا دیے ہیں اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ عربی مثالوں کی ترکیب بھی ساتھ کے ساتھ بتائی ہے اور دوسرے جملے اسی قسم کے لکھکر طلبہ سے ترتیب دریافت کی ہے گویا مسائل نحو کے ساتھ ہی ترکیبی مرحلہ بھی طے کرا دیا گیا ہے تاکہ پھر عربی ترکیب کی مشق بڑھانے میں طلبہ کو کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ قیمت چھ آنے۔ (۶؍)

رسالہ الہادی کیوں جاری کیا گیا؟

اس زمانے میں اخباروں ورسالوں کی کثرت دیکھتے ہوئے کسی جدید رسالہ کی اشاعت چنداں ضروری معلوم نہیں ہوتی ہی لیکن اسکا کیا علاج کہ تجارتی اغراض نے مذہبی وقومی ضرورتوں کا کوئی معیار ہی باقی نہیں رکھا جس پرچے کو دیکھیے وہ حب اسلام کے دعوی کو دوسرے کئی حصے زیادہ ظاہر کرتا ہی لیکن اس دعوی کا بنا کرتے ہیں وہ کہاں تک کامیاب ہوتا ہو اسکی تشریح کیا کیجائے اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بعض موقر رسائل جو اہل حق وخدا ترس حضرات کی ادارت میں شائع ہوتے ہیں وہ مسلمانوں کو صراط مستقیم کی طرف ہدایت فرماتے اور مختلف طریقوں سے مذاق صحیح پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں لیکن افسوس ہی کہ مسلمانوں کی بد مذاقی سے اُن کو کما حقہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی اور انکی آواز ہمیشہ ایک خاص طبقہ تک محدود رہتی ہی پس اسی ابتری وتباہ حالی کو دیکھتے ہوئے حقیر نے الہادی کا اجرا کیا ہی جو بفضلہ تعالی اپنی عمر کے تیئیس ۲۳ ماہ یعنی پونے تین سال پورے کر چکا ہے۔

اس مفید رسالہ میں سیدی مرشدی حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے وہ مضامین شائع ہوتے ہیں جن کو اسلام کی روح اور خداشناسی کی جان کہا جائے تو بجا ہے۔

حضرات یہی وہ مضامین ہیں جن سے ایک کلمہ گو کامل ومکمل مسلمان بن سکتا ہی ان ہی کے مطالعہ سے توحید وسنت پر استقامت اور نور ایمان میں ترقی ہوتی ہے۔ اور یہی وہ خاص باتیں ہیں جو ہمیشہ اسلام کو دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتی رہی ہیں لیکن افسوس ہے کہ ان روح پرور نور افزا مضامین سے آج وحشت ہوتی ہے ہر شخص نقش بر آب کا شیدائی ہو رہا ہے لیکن بیش قیمت موتی نکالنے کے لیے غوطہ زنی کی زحمت گوارا نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اس پُرفتن زمانہ میں ظاہری شور وفریاد کرنے والے رہنماؤں اور گندم نما جو فروش صوفیوں کا بازار گرم ہو رہا ہے۔ صورت پرستی نے معانی وحقائق کو زندہ در گور کر دیا ہی۔ صرف الفاظ کی پرستش کیلئے جابجا انجمنیں وکمیٹیاں قائم ہوتی ہیں لیکن معنوی مجلس کا انعقاد ایک خواب خیال ہو گیا ہی یہ وہ زمانہ ہی کہ شاندار الفاظ ادب سے وار تقریروں پر ہر شخص وجد کرنے اور تحسین وآفرین ومرحبا کی آواز بلند کرنے کو مستعد ہے اور اسیکو اپنا دین وایمان سمجھتا ہی لیکن افسوس ہزار افسوس کہ اس غافل کو اپنے باطنی سرمایہ اور حقیقی دولت کے برباد ہونے کا ذرا اندیشہ نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اسوقت مسلمانان در گور ومسلمانی در کتاب کی مثل بالکل صادق آ رہی ہے۔ غرض احقر نے حضرت حکیم الامۃ مدظلہم کے پر اثر مضامین سے ایک معنوی مجلس بصورت رسالہ الہادی منعقد کی ہے جس کی شرکت سے اہل ذوق تو لطف حاصل کر ہی رہے ہیں لیکن احقر کو قوی امید ہے کہ ظاہر بین حضرات بھی اسکی روحانی کیفیت سے آہستہ آہستہ مسرور ومتاثر ہوتے رہینگے اور یہ رسالہ بفضلہ تعالی ایک روز عام مقبولیت کا فخر حاصل کر کے ہر مسلمان کو اپنا والہ وشیدا بنا لیگا اگر نمونہ ملاحظہ فرمانا ہو تو آدہ آنہ کا ٹکٹ بھیجکر طلب فرما دیں اسکی قیمت سالانہ دو روپے آٹھ آنہ ہے

جلد فرمائشیں بنام محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی آنی چاہئیں

برادرانِ اسلام کو تازہ خوشخبری

یعنی

جناب فخر عالم پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مبارک والا نامہ

جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مہر لگاکر سنہ ہجری میں سلطان مقوقس قبط کے بادشاہ کے نام بغرض دعوت اسلام روانہ فرمایا تھا اور ایک فرانسیسی سیاح نے سفر قبط میں مصر کے شہروں میں سے اخمیم کے گرجا میں ایک قبطی راہب کے پاس سے خرید کر سلطان عبدالمجید خانصاحب مرحوم و مغفور سلطان سابق کی خدمت میں لیکر حاضر ہوا اور ہدیۃً پیش کیا۔ سلطان المعظم نے اُسے نہایت حفاظت سے دیگر تبرکات نبویہ کے ساتھ قسطنطنیہ میں رکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ قسمت سے اسکا عکس ہندوستان میں بھی پہونچا اور اسکے ایک عکس سے ہم کو عزت حاصل ہوئی ہم نے براہ رفاہ عام چربہ لیکر شائع کیا اور نقل مطابق اصل رکھنے کی یہانتک کوشش کی کہ بوجہ ایک مدت دراز گذر جانے کے والا نامہ مذکور میں دھبہ و شکن وغیرہ پڑ گئے ہیں وہ بھی چربہ میں ظاہر کئے ہیں وہ عبارت جو اصل تھا اول رکھی ہے اور اسکے نیچے وہ ہی عبارت خط نسخ یعنی موجودہ عربی میں خوشخط الکہکر بین السطور اُردو ترجمہ بھی شامل کر دیا ہے اس کی قدر وہی حضرات کرینگے جنہیں آقائے نامدار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اشد محبت ہوگی کیونکہ محبوب کی چیز یا اس کی نقل کی وہی قدر کریگا جو عاشق ہوگا اور جسکو محبت ہی نہو اس کو کیا قدر ہوگی اور چونکہ بعض حضرات اسے شیشے میں لگاتے ہیں اسواسطے اس کے گرد بیل نہایت خوبصورت مگر صوفیانی رنگین چھپوائی ہے۔ اب یہ فرمان ہر صورت سے اس قابل ہو کہ شیشہ میں لگوا کر مکانوں میں مسجدوں میں لگایا جاوے۔ ہدیہ صرف دو آنے (۲ر)

مرقاۃ العربیہ

ایک عرصہ سے ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ کوئی ایسی کتاب ہونی چاہیئے جو آسان طور پر کم سے کم وقت میں طالب علم کو عربی لکھنے سمجھنے کے قابل بنادے الحمد للہ کہ مولانا مولوی عبدالہادی خانصاحب مولوی فاضل و منشی فاضل، شاہجہانپوری نے اس ضرورت کو پورا کر دیا اور ایک کتاب مرقاۃ العربیہ کے نام سے تالیف کی جسکے ابتک تین حصے شائع ہو چکے ہیں، اس کتاب کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ صرف و نحو و ترجمہ چاروں کو نہایت خوش اسلوبی سے ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور ہر نئے مسئلہ کیلئے ایک عنوان قائم کرکے شاگرد کے ذہن نشین کیا ہے غرض کتاب کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت حصہ اول چھ آنے حصہ دوم آٹھ آنہ حصہ سوم دس آنے ہے۔

جملہ فرمائشیں بنام محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی آنی چاہئیں

از افادات [illegible] حکیم الامت سراج اللہ حضرت مولانا محمد اشرف علی [illegible] دام ظلہم

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

فدائیان شریعت طریقت شیدائیان معرفت وحقیقت کو ہم دلی مسرت کے ساتھ یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ کتاب مستطاب مسائل السلوک مع رفع الشکوک حسب وعدہ تاریخ مقررہ پر طبع ہو گئی ہے یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنے کا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کے لئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بیمثل رہنما ہے ہمت افزائے اہل سلوک مخالفین کیلئے رفع شبہات وشکوک ہے اسرار ومعارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے اتمام حجت ہے اور محبین کے لئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیات قرآنی اور ہر لفظ معمور کیف روحانی ہے۔

پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے۔ اور کدھر ہیں طریقت کو شریعت سے جدا بتانے والے۔ وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کر کے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں۔ انشاء اللہ تعالے ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہو جائے گا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی وجہالت ہے۔

یہ بات ہم پہلے اعلان میں بتا چکے ہیں کہ مسائل السلوک تھوڑی تعداد میں طبع ہوئی ہو اسلئے خریداری میں جلدی کریں ورنہ بعد میں شکایت فضول ہو گی کتاب ملنے سے طبیعت ملول ہو گی قیمت تین روپے چار آنے۔ محصول ڈاک ۸/

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دھلی

[illegible] رعایت کا وقت گذر چکا ہے لہذا اب رعایت نہیں کیجائیگی۔

چونکہ [illegible] جون سے گاڑیوں کے اوقات تبدیل ہوتے [illegible]

سہارنپور سے شاہدرہ								
میل	منٹ	بجا	منٹ	بجا	نام اسٹیشن	کرایہ درجہ تیسرا	ڈیوڑھا	اول
	۵	۲۰	۳۰	۱۰	سہارنپور	۰		
۵	۳۱	۲۰	۵۳	۱۰	مشاقی	۲؍	۳؍	۱۰؍
۱۱	۱	۲۱	۱۹	۱۱	رامپور منیہاران	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۹	۳۷	۲۱	۵۵	۱۱	نانوتا	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۵	۸	۲۲	۲۶	۱۲	تھانہ بھون	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۱	۴۷	۲۲	۵۷	۱۲	ہینڈ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۸	۱۵	۲۳	۲۹	۱۳	شاملی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۲	۵۲	۲۳	۵۴	۱۳	کہندراولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۷	۱۵	۲۳	۱۵	۱۴	کاندھلہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۰	۴۱	۲۳	۳۷	۱۴	ایلم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۴	۱۴	۱	۷	۱۵	قاسم پور کھیڑی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۹	۳۶	۱	۲۷	۱۵	بادلی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۲	۵۴	۱	۴۴	۱۵	بڑوت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۸	۳۵	۲	۱۲	۱۶	سوجرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۳	۵۸	۲	۳۴	۱۶	باغپت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۸	۳۰	۳	۳	۱۷	کھیکڑہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۲	۵۵	۳	۲۴	۱۷	گوٹرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۷	۲۱	۴	۴۷	۱۷	لونی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۹۲	۵۰	۴	۱۲	۱۸	شاہدرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]

شاہدرہ سے سہارنپور								
میل	منٹ	بجا	منٹ	بجا	نام اسٹیشن	کرایہ درجہ تیسرا	ڈیوڑھا	اول
	۴۰	۱۹	۲۵	۱۰	شاہدرہ			
۵	۷	۲۰	۴۸	۱۰	لونی	۲؍	۳؍	۱۰؍
۱۰	۳۴	۲۰	۱۰	۱۱	گوٹرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۱۳	۵۴	۲۰	۲۹	۱۱	کھیکڑہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۰	۲۹	۲۱	۵۶	۱۱	باغپت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۲۴	۵۹	۲۱	۲۱	۱۲	سوجرہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۰	۲۹	۲۲	۴۷	۱۲	بڑوت	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۴	۰	۲۳	۶	۱۳	بادلی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۳۶	۱۹	۲۳	۲۳	۱۳	قاسم پور کھیڑی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۲	۵۶	۲۳	۵۴	۱۳	ایلم	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۵	۱۷	۲۴	۱۲	۱۴	کاندھلہ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۴۹	۵۰	۲۴	۳۶	۱۴	کہندراولی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۵۴	۱۵	۱	۵۶	۱۴	شاملی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۰	۱	۲	۳۰	۱۵	ہینڈ	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۶۶	۳۷	۲	۰	۱۶	تھانہ بھون	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۷۳	۹	۳	۲۷	۱۶	نانوتا	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۰	۵۳	۳	۳	۱۷	رامپور منیہاران	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۸۶	۲۷	۴	۳۰	۱۷	مشاقی	[illegible]	[illegible]	[illegible]
۹۲	۵۷	۴	۵۴	۱۷	سہارنپور	[illegible]	[illegible]	[illegible]

چھوٹی لائن سے سفر کرنیوالوں کے واسطے دہلی شاہدرہ کے اوقات

منٹ	بجا	منٹ	بجا	منٹ	بجا	نام اسٹیشن	منٹ	بجا	منٹ	بجا	نام اسٹیشن
۳۰	۱۸	۳۰	۱۷	۳۵	۹	دہلی	۵۱	۱۸	۳۸	۶	شاہدرہ
۴۶	۱۸	۴۳	۱۷	۴۷	۹	شاہدرہ	۶	۱۹	۵۳	۶	دہلی

چو ہدایت مقصود ست از تعلیم دینی برائے عالمیں

حاضر باشد ہادی • و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر

مقاصد و مبادی • پس استماعاً للنص المرموز بہ صحیفہ شہریہ کہ مسمّیٰ ست بتدریج شہود

مسمّیٰ بہ

الہادی

نمبر ۱۰	بابت ماہ صفر المظفر سنہ ۱۳۴۲ھ	جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی • بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف اسیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی • باہتمام محمد عثمان عامی • دفتر اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت صفر المظفر ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ مدینہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	الفادیہ التہذیب ترجمہ ترغیب ترہیب	حدیث	مولانا مولوی محمد میاں صاحب سلمہ	۱
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۹
۳	کلید مثنوی	تصوف	....	۱۷
۴	حل الاشتباہات	کلام	مولوی حکیم محمد مصطفٰی صاحب سلمہ	۲۵
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	تصوف	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۳۳
۶	میز الروایات فی حبیب الحکایات	تصوف و سیر	مولوی حبیب احمد صاحب مع حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۷
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب امروہوی	۴۱

اصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ معین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ معہ ٹائٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔پی بھیجا جائے گا اور دو آنے خرچ رجسٹری اضافہ کرکے عہ/ کا وی۔پی روانہ ہوگا جس پر دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنے کا وی۔پی پہنچے گا۔

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونے کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی۔پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے ان کی خدمت میں کل پرچے شروع جلد جمادی الاول ۱۳۴۵ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو طلب فرمادیں۔ مگر اس کی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصولڈاک۔

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ رمضان شریف کے روزوں کے بعد (فضیلت میں) سب سے افضل روزے تو محرم کے مہینے کے ہوتے ہیں اور فرض نماز کے بعد (نفلی نمازوں میں) سب سے افضل تہجد کی نماز ہے یہ حدیث مسلم ابوداؤد ترمذی نسائی اور ابن خزیمہ نے روایت کی ہے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ابتداء میں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لاتے تو (آپکی قدمبوسی کے شوق میں) سب ہی آدمی آپکی طرف دوڑے اور ان ہی میں میں بھی تھا جس وقت (میری نگاہ آپکے نورانی چہرہ پر پڑی اور) میں نے اس منور چہرہ میں غور و تامل کیا اور اچھی طرح دیکھا تو فوراً ہی میرے دل نے یہ گواہی دی کہ اسقدر منور چہرہ جھوٹے آدمی کا کبھی نہیں ہوسکتا پھر سب سے پہلی بات جو میں نے آپ سے سُنی تو وہ یہ تھی کہ اے لوگو (آپس میں) سلام کی کثرت (سے کرنیکی عادت) کرو (غریبوں کو) کھانے کھلاؤ صلہ رحمی کیا کرو اور رات کو نمازیں پڑھا کرو جب لوگ سوتے ہوں (ایسا کرنے پر) سلامتی کے ساتھ جنت میں پہنچ جاؤ گے یہ حدیث ترمذی نے روایت کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے ابن ماجہ نے بھی یہ حدیث روایت کی ہے اور حاکم نے روایت کرکے اسے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔ ۴۶۵

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ بہشت میں ایسے اعلےٰ درجہ کے نفیس بالاخانے اور کمرے ہیں (کہ شفاف ہونیکے باعث) انکا اندر کا حصہ باہر سے دکھلائی دیتا ہے اور باہر کا اندر سے ابومالک اشعری نے پوچھا حضور یہ کن لوگوں کے لئے تیار ہوتے ہیں فرمایا جو کلام تو نرمی سے کریں غریبوں کو کھانے کھلائیں اور لوگوں کو سوتا چھوڑ کر (راتوں کو) نمازیں پڑھیں یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) کبیر میں حسن سند سے روایت کی ہے اور حاکم نے روایت کرکے شرط شیخین پر صحیح کہا ہے۔

ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ بہشت میں نہایت نفیس نفیس کمرے ہیں کہ انکا اندر باہر سے دکھلائی

باہر اندر سے یہ کمرے اللہ میاں نے اپنے لوگوں کے لئے بنائے ہیں جو (غریبوں کو) کھانے کھلائیں سلام پھیلائیں اور راتوں کو نماز پڑہیں جسوقت لوگ سوتے ہوں یہ حدیث ابن حبان نے اپنی (کتاب) صحیح میں روایت کی ہے اور ابن عباس کی یہ حدیث نماز جماعت سے پڑہنے کے بیان میں گذر چکی ہے جسکا یہ مضمون ہے یہ امور ترقی درجات کے بھی باعث ہیں یعنی سلام پھیلانا کھانے کھلانا اور لوگوں کے سونے کے وقت (یعنی تہجد کی) نماز پڑھنا اس حدیث کو ترمذی نے روایت کرکے حسن کہا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے عرض کیا تھا کہ یا رسول اللہ جسوقت میں آپکو دیکھتا ہوں تو میرا دل باغ باغ ہوجاتا ہے اور میری آنکھوں میں ٹھنڈک پڑجاتی ہے اب آپ مجھے ہر چیز کی اصلیت بتلا دیجئے فرمایا کہ ہر چیز پانی سے بنائی گئی ہے میں نے کہا کوئی ایسی بات اور بتلا دیجئے کہ جب میں اسے کروں تو جنت میں پہونچ جاؤں فرمایا (غریبوں کو) کھانا کھلایا کرو سلام کرنے کی اشاعت کیا کرو صلہ رحمی کرتے رہو اور رات کو ایسے وقت نماز پڑہو کہ جب لوگ سوتے ہوں بس سلامتی کے ساتھ جنت میں پہنچ جاؤگے ۴۶۶
یہ حدیث امام احمد نے اور ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد میں اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور یہ الفاظ مذکورہ انہیں کے ہیں اور حاکم نے بھی روایت کرکے اسکو صحیح کہا ہے

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جنت میں ایک بڑا شاندار درخت ہے اسپر پردے پڑے ہوئے ہیں اور اسکے نیچے نہایت بیش قیمت گھوڑے سنہری زین کے ہوتے سونے و یاقوت کے (جڑاؤ) لگام دئے ہوئے کہڑے ہیں نہ وہ لید کرتے ہیں نہ پیشاب انکے بازو بھی ہیں آدمی کی انتہا نگاہ پر ان کا پاؤں پڑتا ہے ان گھوڑوں پر جنتی لوگ سوار ہونگے اور یہ جہاں چاہیں گے وہ گھوڑے ان کو فوراً اڑا کر لیجا ینگے پھر ان سے نیچے کے درجہ کے لوگ (انکا اسقدر اعزاز واکرام دیکھکر درگاہ الہی میں) عرض کرینگے کہ اللہ العالمین انکا اتنا اعزاز کیوں ہوا (اور ہمیں یہ بات کیوں نہ نصیب ہوئی) ان کو جواب ملے گا کہ یہ نمازیں پڑہا کرتے تھے اور تم (اسوقت) سویا کرتے تھے یہ روزے رکھتے تھے اور تم گل چھرے

اڑایا کرتے تھے یہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا کرتے اور تم بخیلی کیا کرتے تھے یہ جہادوں میں لڑا کرتے اور تم بزدل بنے رہتے تھے (لہذا ان کاموں کا ان کو بدلہ ملا ہے) یہ حدیث ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے۔

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ قیامت کے دن سب آدمی ایک بڑے صاف میدان میں جمع کئے جائینگے پھر ایک منادی آواز لگائیگا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو راتوں کو نمازیں پڑھا کرتے تھے چنانچہ اس آواز پر تہجد گذار لوگ کھڑے ہوجائینگے ہوں گے ایسے لوگ کم ہی اور بلا حساب انکو جنت میں بھیجدیا جائے گا اور باقیوں کو حساب کے لئے چلنے کا حکم ہوجائے گا یہ حدیث بیہقی نے روایت کی ہے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں اسقدر کھڑے رہتے تھے کہ آپکے دونوں پیر سوج گئے تھے کسی صحابی نے آپ سے کہا کہ حضور آپکی تو اگلی پچھلی سب ہی لغزشیں اللہ میاں نے معاف فرمادی ہیں پھر آپ ۴۶۷ اسقدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ یہ حدیث بخاری مسلم اور نسائی نے روایت کی ہے۔ مسلم۔ نسائی اور ترمذی کی ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر تہجد پڑھا کرتے تھے کہ آپکے دونوں پیر سوجھگئے تھے یا دونوں پنڈلیاں تب آپ سے کسی نے یہ بات کہی تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں اس قدر کھڑے رہا کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پیر ورم کر آتے تھے کسی نے آپ سے کہا کہ اے اللہ کے رسول آپ اتنی محنت کرتے ہیں حالانکہ آپ کی بابت اللہ میاں کی طرف سے یہ حکم آچکا ہے کہ اس نے آپکی اگلی پچھلی سب لغزشیں معاف کردی ہیں فرمایا کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں۔ یہ حدیث ابن خزیمہ نے اپنی صحیح (کتاب) میں روایت کی ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو

تہجد کی نماز میں اسقدر کھڑے رہا کرتے تھے کہ آپ کے دونوں پیر پھٹ گئے تھے میں نے ہی عرض کیا کہ حضور اتنی محنت کیوں کرتے ہیں باوجودیکہ اللہ میاں نے آپکی اگلی پچھلی لغزشیں سب ہی معاف کردی ہیں فرمایا کیا میں یہ نہ چاہوں کہ میں شکر گذار بندہ ہو جاؤں۔ یہ حدیث بخاری مسلم نے روایت کی ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا تھا کہ داؤد علیہ السلام کی طرح نماز پڑھنی اللہ میاں کو (نفلی نمازوں میں) سب نمازوں سے زیادہ محبوب ہے اور (نفلی) روزے بھی داؤد علیہ السلام کے طرز پر رکھنے اللہ کو سب روزوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہیں (نماز میں تو آپ کا طرز یہ تھا کہ) آپ نصف اول شب میں سوتے رہا کرتے اور اسکے بعد ایک تہائی رات میں نماز (تہجد) پڑھا کرتے پھر (اخیر کے) چھٹے حصہ رات میں اور سو لیا کرتے تھے اور (روزہ رکھنے میں یہ عادت تھی کہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن نہ رکھتے۔ یہ حدیث بخاری مسلم ابوداود اور
۲۶۸ نسائی نے روایت کی ہے اور ترمذی نے اس پوری حدیث میں سے صرف روزے کا ذکر کیا ہے۔

جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ ہر شب میں ایک ایسی ساعت قبولیت کی ہوتی ہے کہ مسلمان آدمی اپنے آخرت یا دنیا کسی قسم کے بھی فائدے کی دُعا اللہ میاں سے اگر اس ساعت میں کرے تو وہ فائدہ اس کو عطا ہو ہی جاتا ہے یہ حدیث مسلم نے روایت کی ہے۔

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز پڑھنے کو تم اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ یہ تم سے پہلے کے بزرگوں کا طریقہ ہے اور خدا کے ہاں مقرب بنا دینے والا اور ہوئے ہوے گناہوں کو مٹانے والا آئندہ گناہ کرنے سے روکنے والا ہے یہ حدیث ترمذی نے اپنی جامع ترمذی کے کتاب الدعوات میں روایت کی ہے اور ابن ابی الدنیا نے کتاب التہجد میں اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے (اپنی کتاب میں) روایت کی ہے حاکم نے

اس حدیث کو بخاری کی شرط پر صحیح بھی کہا ہے۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز پڑھنے کو تم اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ یہ تم سے پہلے کے نیکبخت لوگوں کا طریقہ ہے پھر تمہیں تمہارے اللہ کے ہاں مقرب بنادینے والا۔ ہووے گناہوں کو مٹانے والا آئندہ گناہ کرنے سے روکنے والا اور بدن سے بیماری کو دور کرنے والا ہے یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالےٰ ایسے آدمی پر بہت مہربان ہوتے ہیں کہ تہجد کے وقت اٹھا آپ نماز پڑھی اور اپنی بیوی کو بھی جگایا اگر اس نے اٹھنے سے انکار کیا تو اسکے منہ پر پانی کا چھینٹا دیدیا (تاکہ وہ اٹھ جائے) اور ایسی عورت پر بھی اللہ میاں بہت مہربان ہوتے ہیں کہ تہجد کے وقت اٹھی آپ نماز پڑھی اور اپنے شوہر کو بھی جگایا اگر اس نے جاگنے سے انکار کیا تو اس نے بھی اسکے منہ پر پانی ڈالدیا (تاکہ وہ اٹھ جائے) یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے یہ مذکورہ لفظ ابوداؤد ہی کے ہیں۔ نسائی ابن ماجہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی اپنی اپنی (کتاب) صحیح میں روایت کی ہے اور مسلم کی شرط پر اسکو صحیح بھی کہا ہے۔

طبرانی نے اپنی (کتاب) کبیر میں ابو مالک اشعری سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو بھی آدمی ایسا کرے کہ تہجد کے وقت آپ اٹھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے اگر اسپر نیند کا غلبہ ہو تو اسکے منہ پر پانی چھڑک دے پھر دونوں اپنے گھر ہی میں نماز پڑھیں اور کچھ دیر ذکر الٰہی کرتے رہیں تو ایسے دونوں آدمیوں کی مغفرت ضروری ہو جاتی ہے۔

ابوہریرہ اور ابوسعید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے دونوں فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب ایک آدمی نے رات کو (تہجد کے وقت) اپنی بیوی کو جگایا پھر دونوں نے نماز پڑھی یا یہ فرمایا کہ دو رکعتیں پڑھیں تو یہ دونوں (یعنی) مرد ذاکرین میں اور عورت ذاکرات میں لکھدے جاتے ہیں یہ حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے اور

حاکم نے بخاری مسلم کی شرط پر اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز کو دن کی (نفلی) نماز پر ایسی فضیلت ہے کہ جیسے علانیہ (نفلی) صدقہ دینے پر پوشیدہ طور سے دینے کو ہے یہ حدیث طبرانی نے حسن سند کے ساتھ کبیر میں روایت کی ہے۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تھا کہ ہم رات کو تہجد کی تھوڑی بہت نفلیں ضرور پڑھ لیا کریں اور وتر انکے بعد پڑھا کریں یہ حدیث طبرانی اور بزار نے روایت کی ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میری مسجد میں نماز پڑھنا (اجر وثواب کے اعتبار سے) دس ہزار نمازوں کے برابر ہوجاتا ہے اور مسجد حرام میں نماز پڑھنا ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے اور (میدان کارزار میں
۴۷۰ پہرہ کے موقع پر نماز پڑھنا دو لاکھ نمازوں کے برابر اور ان سب سے بڑھکر وہ دو رکعتیں ہوجاتی ہیں کہ جو محض خوشنودی خدا کی غرض سے آدمی تہجد کے وقت پڑھ لے۔ یہ حدیث ابو الشیخ ابن حبان نے کتاب الثواب میں روایت کی ہے۔

ایاس بن معاویہ مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ کچھ نہ کچھ نماز تہجد کے وقت ضرور پڑھنی چاہیئے اگرچہ دودھ دوہنے کے برابر ہی سی ہو اور عشا کی نماز کے بعد جو نماز پڑھی جائیگی وہ تہجد کی نماز میں شمار ہوگی۔ یہ حدیث طبرانی نے روایت کی ہے اسکے راوی سوائے ایک محمد اسحٰق کے اور سب ثقہ معتبر ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز پڑھنے کا حکم دیا تھا اور بہت کچھ ترغیب دیکر یہانتک فرمایا تھا کہ تہجد کی نماز اپنے اوپر لازم کر لو چاہے ایک ہی رکعت سہی۔ یہ حدیث طبرانی نے (اپنی دونوں کتابوں) کبیر اور اوسط میں روایت کی ہے۔

سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام

نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ اے محمدؐ آپ جتنا چاہیں زندہ رہ لیں آخر مرنا ضرور ہے اور آپ جو چاہیں عمل کریں بدلہ ملنا ضروری ہے اور جس سے چاہیں محبت کریں آخر مفارقت ہونی لابدی ہے اور یہ یقین رکھئے کہ مسلمان کی شرافت و اعزاز کا باعث تہجد کی نماز ہے اور اسکی عزت لوگوں سے کسی قسم کی امید نہ رکھنے میں ہے یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) اوسط میں روایت کی اور اسکی اسناد حسن ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میری امت میں سب سے زیادہ قابل اعزاز حافظ قرآن اور تہجد گذار ہیں یہ حدیث ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے روایت کی ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم میں سے جو کوئی تہجد پڑھے تو قرآت بالجہر کیا کرے کیونکہ اسکی نماز کے ساتھ فرشتے بھی نماز پڑھتے اور اسکی قرآت سنتے ہیں اور مسلمان جن جو آسمان و زمین کے بیچ میں رہتے ہیں اور اسکے آس پاس والے جنات اپنے اپنے مقامات پر برابر اسکی نماز کے ساتھ ۴۷۱
نماز پڑھتے اور اسکے قرآن شریف پڑھنے کی آواز سنتے ہیں اور اسکے اس پڑھنے کی وجہ سے اسکے گھر سے اور اسکے آس پاس کے گھروں سے فساق جنوں اور سرکش شیطانوں کو نکالدیا جاتا ہے اور جس مکان میں قرآن شریف پڑھا جاتا ہے تو اسپر ایک نورانی خیمہ تان دیا جاتا ہے جس سے آسمان والے اس طرح راستہ معلوم کرتے ہیں کہ جس طرح دریاؤں کی گہرائی میں اور زمین کے چٹیل بیابانوں میں کسی بڑے روشن ستارے سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے اور جب یہ قرآن پڑھنے والا مرجاتا ہے تو یہ خیمہ بھی اٹھا لیا جاتا ہے اسوقت فرشتے آسمان سے اس خیمہ کو دیکھتے ہیں جب وہ اس نور کو نہیں دیکھتے تو وہ فرشتے اسکی روح کے ساتھ ہو لیتے ہیں اور ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک برابر اسکے ساتھ جاتے ہیں اور اسکی روح کیلئے برابر دعا و استغفار کرتے رہتے ہیں پھر اور فرشتے جو دنیا میں اسکے محافظ رہا کرتے تھے وہ بھی اسکی تعظیم کے لئے آتے ہیں اور یہ سب فرشتے ملکر روز قیامت تک اسکے لئے دعا و استغفار کرتے رہتے ہیں اور جب ایک آدمی قرآن شریف یاد کر لیتا ہے خواہ وہ کوئی ہو اور

پھر رات کو کچھ دیر تہجد بھی پڑھتا ہے تو یہ گذرنے والی رات آئندہ رات کو وصیت کرتی ہے کہ
دیکھ (اس بندہ کے تہجد کے) فلاں وقت کا ضرور خیال رکھنا اور تو اسپر ہلکی ہی رہنا پھر جب
آدمی مرجاتا ہے تو گھر والے تو اسکے ابھی اسکی تجہیز وتکفین کی تیاری ہی میں ہوتے ہیں کہ نہایت
حسین خوبصورت شکل میں قرآن شریف آجاتا اور اسکے سرہانے کھڑا ہوجاتا ہے حتیٰ کہ جب یہ
کفنا دیا جاتا ہے تو قرآن کفن کے اندر اسکے سینہ سے جالگتا ہے جب یہ بندہ قبر میں رکھدیا
جاتا ہے اور مٹی دیدی جاتی ہے اور دفن کرنے والے سب چلے آتے ہیں تو منکر نکیر (دونوں
فرشتے) اسکے پاس آجاتے ہیں اسکو قبر ہی میں بٹھالیتے ہیں تو جب ہی قرآن آتا ہے اور وہ اس
میت اور ان فرشتوں کے بیچ میں حائل ہوجاتا ہے فرشتے قرآن سے کہتے ہیں کہ ذرا تو ہٹ جا
تاکہ ہم اس سے کچھ دریافت کرلیں وہ کہتا ہے کہ قسم ہے رب کعبہ کی کہ یہ شخص میرا ہمدم میرا
محبوب ہے ایسی حالت میں کبھی میں اسکا ساتھ نہیں چھوڑونگا تمہیں جس بات کا حکم ہوا ہے تم
پورا کرلو باقی مجھے میری جگہ رہنے دو میں اس سے کسی حالت میں علیحدہ ہو ہی نہیں سکتا جبتک
کہ اسے جنت میں داخل نہ کرادوں پھر قرآن اپنے اسی دوست کی طرف دیکھتا اور (اسکے ۴۷۲
اطمینان کے لئے) کہتا ہے کہ میں وہی قرآن ہوں کہ تو مجھے بلند آواز سے بھی پڑہتا تھا اور
آہستہ بھی تو مجھ سے محبت رکھا کرتا تھا اب مجھے تجھ سے محبت ہے اور جس سے میں محبت
کروں اس سے اللہ محبت کرتا ہے اب ان منکر ونکیر کے سوالات کے بعد تجھے کوئی فکر ذکر
یا رنج وغم نہیں پیش آئے گا (قرآن کا ہر طرح اسکا اطمینان کرچکنے کے بعد) اب اس سے منکر ونکیر
سوالات کرتے ہیں اور کرتے ہی وہ آسمان کو چڑھ جاتے ہیں اور یہ میت اور قرآن رہجاتے
ہیں قرآن کہتا ہے میں تیرے لئے قالین کا فرش کئے دیتا ہوں اور نہایت عمدہ خوبصورت
بیش قیمت کپڑا تجھے اڑھائے دیتا ہوں کیونکہ تو (دنیا میں) راتوں جاگتا اور دنوں (عبادت
میں) محنت کرتا تھا یہ کہکر قرآن چشم زدن سے بھی پہلے آسمان میں چلا جاتا ہے اور اللہ میاں
سے اس سامان عیش کی (اس بندہ کے لئے) درخواست کرتا ہے اللہ میاں یہ سب کچھ اسکو
فوراً عطا کردیتے ہیں اور چھٹے آسمان کے ایک لاکھ مقرب فرشتے اس سامان کو لیکر زمین
پر اُترتے ہیں اور قرآن بھی آجاتا اور اپنے اس دوست کو اٹھاکر اس سے پوچھتا ہے

باقی آئندہ

یہ موقع بہت اچھا ہے یہ شخص بہت بڑھ گیا ہے اسکو اپنے جیسا مفلس بنانا چاہیئے۔ چنانچہ دو چار آدمیوں نے اتفاق کر کے ان کو یہ رائے دی کہ اس شادی میں طائفہ کو ضرور بلانا چاہیئے اور کہا کہ میاں کیا روز روز یہ موقع آتا ہے چنانچہ طائفہ کو بلایا گیا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ کما کر جمع کیا تھا سب کھو کر بیٹھ رہے برادری نے جب دیکھا کہ یہ بھی ہماری طرح کنگال ہو گیا تو بہت خوش ہوئے واقعی آجکل لوگوں کی وہ حالت ہے کہ کسیکو اچھی حالت میں دیکھ نہیں سکتے۔ کسی کیڑے سے کسی نے پوچھا تھا کہ تیری کیا آرزو ہے اس نے کہا میری آرزو یہ ہے کہ یہ سب لوگ کیڑے ہو جائیں تاکہ میں بھی ان کو دیکھکر ہنسوں۔ اور اتفاق سے کسی نے ایسا سامان کر بھی لیا کہ اس میں کوئی عیب نہ نکل سکا تو کہتے ہیں کہ میاں گر گیا تو کیا بڑی بات ہوئی جنکے پاس ہوا کرتا ہے وہ کیا ہی کرتے ہیں مبتلا یئے کہ جب برادری بھی خوش نہ ہوئی اور خرچ بھی کیا تو کیا فائدہ ہوا۔ تو صاحبو کیا اس ساری کارروائی کو یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کھلا دینا ہے پلا دینا ہے کیا یہ فضول خرچی اور دکھلاوہ نہیں ہے کیا یہ سارے کام فخر اور نام کرنے ۹
کے لئے نہیں ہیں اور کیا فخر کرنا گناہ نہیں ضرور گناہ ہے۔ بلکہ اسکا گناہ ہونا تو قرآن سے ثابت ہے حدیث سے ثابت ہے دیکھئے حدیث میں ہے کہ جو شخص شہرۃ کا کپڑا پہنے گا خدا تعالےٰ قیامت میں اسکو ذلت کا کپڑا پہنا دینگے غور کیجئے کہ کپڑے میں خرچ ہی کیا ہوتا ہے جب اسمیں بھی اتنی سخت دہمکی ہے تو جن فضول باتوں میں زیادہ خرچ ہوتا ہے ان میں تو اس سے بھی زیادہ خفگی ہوگی۔ اور اسیطرح کے اور بہت سے گناہ ہیں جو سرسری سمجھے جاتے ہیں غرض ہمارے اندر گناہوں کی اسقدر کثرت ہے کہ اگر ان پر خیال کریں تو معلوم ہو کہ ہم ہر وقت گناہ میں پھنسے رہتے ہیں تو ہم کو توبہ کی بھی ہر وقت ضرورت ہے اور توبہ کرنا ہر وقت ہم پر واجب ہے اسلئے اسکا بیان کرنا بھی اسوقت ضروری ہوا۔ لیکن اس بیان میں صرف توبہ کے واجب ہونے کے بیان پر بس نہیں کیا جائے گا بلکہ جو باتیں توبہ کرنے سے روکتی ہیں انکے دفع کرنے کی تدبیریں بھی بتلائی جائیں گی کیونکہ اگر ان باتوں کا دفعیہ نہ بتلایا جائے تو طبیعت پر گرانی

اور ناامیدی ہوتی ہے۔ اسلئے ضرور ہوا کہ جو باتیں توبہ سے روکتی ہیں ان کا بیان کیا
جاوے اور ان کے دفع کرنے کی تدبیرین بھی بتلائی جاویں۔ پس اسکے لئے مختصر بیان
تو کافی نہیں ہوسکتا اور زیادہ تفصیل کرنے کا وقت نہیں اس لئے توبہ سے روکنے والی
چیزون کے ساتھ ان گناہون کا بھی بیان کرتا ہون جو اکثر ہوتے رہتے ہیں تاکہ ان سے
پرہیز کیا جاوے اور چونکہ یہ گناہ اکثر ہوتے رہتے ہیں اسلئے جب یہ گناہ چھوٹ جائینگے
تو گویا سب ہی سے بچ گئے دوسرے یہ بھی قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی ایک گناہ کو چھوڑتا
ہے تو آہستہ آہستہ سب گناہ اس سے چھوٹ جاتے ہیں کیونکہ ایک گناہ کے چھوڑنے
سے دوسرے گناہ چھوڑنے میں مدد ملتی ہے اور اسکا چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے۔ تو
گویا اب دو باتیں بیان کرنا رہگئیں۔ ایک تو یہ کہ گناہوں کے نام بتلا دئے جائیں دوسرے
توبہ کرنے سے روکنے والی چیزوں کا بیان اور ان کے ساتھ ہی ان کے دفعیہ کی تدبیریں
تو سنئے توبہ سے روکنے والے اسباب یہ ہیں جنکو میں انکے علاج سمیت بیان کرتا
ہون (اور ممکن ہے کہ انکے علاوہ اور بھی اسباب توبہ سے روکنے والے ہوں) پہلا ۱۰
سبب تو یہ ہے کہ ہم کو پوری طرح یہی نہیں معلوم کہ کون کون سی باتیں گناہ ہیں۔ تو جب
انہیں گناہ ہی نہ سمجھے تو پھر توبہ کیسے کر یں گے کیونکہ توبہ تو جب ہوتی ہے جبکہ اسے گناہ
سمجھو افسوس ہے کہ ہم لوگون کو علم سے اسقدر ناواقفی ہو گئی ہے کہ اگر کوئی مولوی ہمارے
کامون کا گناہ ہونا بیان کرتا ہے تو سنکر تعجب ہوتا ہے علم سے ناواقف ہونے کے متعلق
ایک حکایت یاد آگئی ایک معتبر شخص سے معلوم ہوا کہ ایک شخص انگریزی کے بڑے فاضل
تھے انھیں سفر میں پانی نہ ملا تو نماز کے وقت آپ نے تیمم کیا اور مٹی لیکر اس سے کلی بھی
کی ملاحظہ کیجئے کہ ناواقفی کس حد تک پہونچ گئی ہے عورتون کی یہ حالت ہے کہ اگر دس بیس
عورتون کو جمع کر کے انکی نمازیں سنی جائیں تو شاید ایک کی بھی نماز صحیح نہ نکلے اور اگر انسے
کہا جاتا ہے کہ مردون سے سیکھ کر نماز صحیح کر لو تو یہ جواب دیا جاتا ہے کہ ہم کو تو شرم آتی
ہے لیکن انہیں شرم والیوں سے اگر ان کا خاوند کہے کہ میں تم کو ایک ہزار کا زیور بنا دونگا
بشرطیکہ تم نماز صحیح کر لو تو دیکھیں اسوقت انکی شرم کہاں جاتی ہے خاص کر اگر کسی بوڑھی

توبہ سے روکنے والا پہلا سبب گناہوں کو گناہ نہ سمجھنا

انگریزی داں فاضل کی ناواقفی

عورتوں کی دین سے ناواقفی

عورت سے کہا جاتا ہے تو وہ تو ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتی اور کہتی ہیں کہ اب بڑھے طوطے کیا پڑھینگے لیکن اگر انہیں بوڑھے طوطوں کو کوئی دنیا کا لالچ ہو تو دیکھئے کیسی زبان کھلتی ہے۔ افسوس ہے کہ عورتوں کو ثواب عذاب کا مردوں سے زیادہ خیال ہوتا ہے کہ وہ عذاب سے زیادہ ڈرتی ہیں اور ثواب سے انکو زیادہ رغبت ہوتی ہے مگر پھر بھی وہ اس طرف توجہ نہیں کرتیں ہاں اگر کسی نے قرآن شریف صحیح کرنے میں محنت و مشقت کی اور پھر بھی حروف درست نہ ہوئے تو وہ معذور ہے پھر اس سے جس طرح بھی ادا ہو سکے جائز ہے لیکن محنت کئے بغیر معاف نہیں ہوگا۔ غرض کوشش کرنا چاہیئے کہ نماز صحیح ہو جائے اسیطرح نماز تنگ وقت میں پڑھنا بھی عام عادت ہوگئی ہے خاص کر عورتیں کام کاج میں اسقدر دیر کر دیتی ہیں کہ مکروہ وقت میں نماز پڑھتی ہیں۔ لیکن اسکو ذرا بھی برا نہیں سمجھا جاتا اسیطرح جلدی جلدی نماز پڑھنا بھی عادت میں داخل ہے کہ گویا ایک بیگار ہے جسطرح بنے اس سے جان چھڑاؤ۔ اس میں بعض اوقات ایسی صورتیں پیش آجاتی ہیں کہ نماز بالکل ہی نہیں ہوتی کہ پڑھی بھی اور ثواب بھی نہ ملا بلکہ الٹا گناہ ہوا عورتوں سے تعجب ہے کہ وہ ان باتوں کی طرف ذرا خیال اور توجہ نہیں کرتیں اسیطرح بہت سی ایسی باتیں ہیں کہ انکے گناہ ہونے کی خبر بھی نہیں۔ سو اسکا علاج یہی ہے کہ علم دین پوری طرح حاصل کیا جائے اور کچھ بھی نہ ہو تو کم سے کم بہشتی زیور کے دسوں حصے ہی پڑھ لیں پھر جو کچھ پڑھا ہے عورتوں کو پڑھا دیں اور یہ نہ سمجھیں کہ ان کتابوں کو صرف دیکھ لینا کافی ہوگا۔ عورتیں تو بھولی بھالی ہوتی ہیں اکثر مسئلے مرد بھی خود دیکھکر اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ جبتک کہ مولویوں سے اسے نہ سمجھیں پھر عورتیں خود کتاب دیکھکر کیسے سمجھ سکتی ہیں اور یہ بات علم دین ہی کے ساتھ خاص نہیں ہر علم کی یہی کیفیت ہے مثلاً دیکھئے کسی شخص نے آجتک ایسی جرأت نہیں کی کہ طب کی کتابیں دیکھکر اپنا یا اپنی بیوی بچہ کا علاج کر لیا ہو اور منضج اور مسہل کے نسخے تجویز کر لئے ہوں بلکہ ہر مرض میں یہی کہتے ہیں کہ کسی حکیم کا علاج کرو۔ پس جب دوسرے علموں میں صرف کتابیں دیکھ لینے کو کافی نہیں سمجھا جاتا بلکہ اسکی ضرورت سمجھی جاتی ہے کہ ایسے شخص سے حاصل کیا جائے جو اس علم میں استاد ہے تو دین کے علم میں اپنے دیکھ لینے کو کافی کیوں سمجھا جاتا ہے

اسپر ایک حکایت یاد آئی ایک شخص مدت سے مجھ سے خط وکتابت رکھتے تھے لیکن جب ان کا خط آتا تھا کسی نہ کسی دُنیاوی غرض کے لئے آتا تھا۔ میں نے ان کو لکھا کہ تم جب لکھتے ہو دُنیا ہی کی باتیں لکھتے ہو کیا تم کو دین کی باتوں میں کبھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی تو وہ جواب لکھتے ہیں کہ میرے پاس بہشتی زیور موجود ہے مجکو جو دین کی ضرورت پیش آتی ہے اس میں دیکھ لیتا ہوں گویا انکے نزدیک سارا دین بہشتی زیور ہی کے اندر آگیا یا انکو سوائے بہشتی زیور کے مسئلوں کے اور کسی مسئلہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اس میں شک نہیں کہ بہشتی زیور میں ایک بڑی مقدار مسئلوں کی موجود ہے لیکن پھر بھی اسقدر نہیں کہ اسکے بعد ضرورت دریافت ہی کی نہ ہو دوسرے یہ ممکن نہیں کہ اسکے سارے مسئلے صرف دیکھنے سے ہی حل ہو جائیں اور کسی مسئلہ میں شبہ ہی پیدا نہ ہو غرض ضرورت اسکی ہے کہ اول بہشتی زیور کو کسی مولوی سے سبقاً سبقاً پڑھا جائے اسکے بعد عورتوں کو پڑھایا جائے اور اگر ایسا نہ کرسکیں تو اول خود کتابیں دیکھیں اور جس مقام پر شبہ ہو وہاں نشان بنادیں اور جب کبھی مولوی سے ملاقات ہو اسکو سمجھ لیں یا کسی مولوی کے پاس لکھ بھیجیں کہ وہ اسکا مطلب لکھکر بھیجدیں۔ اگر ایک مدت ۱۲
تک اس طریقہ سے کتابیں دیکھیں تو اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ بہت کم غلطی ہوگی دوسرے ایک دفعہ دیکھنے پر بس نہ کریں بلکہ دین کی کتابیں روزانہ دیکھا کریں جیسے کھانا پینا روزانہ ہوتا ہے کیونکہ جب جسم کی خوراک کی ضرورت روزانہ ہوتی ہے تو کیا روح کی خوراک کی روزانہ ضرورت نہیں ہے۔ بیشک ضرورت ہے اور میں تجربہ کی بات بتلاتا ہوں کہ ایک دفعہ کا دیکھا ہوا بہت کم یاد رہتا ہے بلکہ اکثر ذہن سے نکلجاتا ہے۔ پس اگر کسی نے ایک دفعہ دیکھکر کتاب کو اٹھا کر طاق میں رکھدیا تو اسکو دیکھنے سے کیا نفع ہوا غرض کھاتے پینے کی طرح روزانہ اسکا بھی سلسلہ رکھو اگرچہ تھوڑی ہی مقدار میں ہو جب دیکھتے دیکھتے کتاب ختم ہو جائے پھر دوبارہ شروع سے دیکھنا شروع کردو۔ بس اس طرح کتاب بالکل حفظ ہو جائے گی لیکن پھر بھی بعض صورتیں تم کو ایسی پیش آئینگی کہ انکا حکم اس کتاب میں نہ ملیگا ایسی صورتوں کو کسی سے دریافت کرلو اور ساری عمر اسی شغل میں رہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اپنی دنیا کا حرج کردو۔ بلکہ تم کو دُنیا کے کاموں سے جو وقت بچے اسوقت میں کچھ دین کا

دین کی ضرورت

کام بھی کرلو اب یہ تم خود دیکھ لو کہ دُنیا کے کاموں میں کتنا وقت صرف ہوتا ہے اور فضول
گپ شپ میں غیبت شکایت میں کتنا وقت جاتا ہے پس اسی زائد وقت میں سے کچھ
تھوڑا سا دین کے کام میں بھی صرف کردو۔ اگرچہ مناسب تو یہ ہے کہ یہ زائد وقت سارا
دین ہی کے کام میں صرف ہوتا اور زائد وقت کو میں نے دین کے لئے اسواسطے کہا کہ آجکل
اکثر لوگ خدا کے لئے وہی چیز خرچ کرتے ہیں جو اپنے سے بیکار ہو جائے مثلاً کپڑا جبتک
کام کا رہے تو اپنے لئے اور جب بالکل بیکار ہو جائے کہ پیوند بھی اس میں نہ لگ سکے
اسوقت وہ خدا کے لئے دیا جاتا ہے مجھے اسکے مناسب ایک حکایت یاد آئی ایک بزرگ
کہتے تھے کہ ایک عورت نے کھیر پکائی اور اسکو ایک رکابی میں لگایا اتفاق سے اس میں
کتے نے منہ ڈالدیا اور کچھ اس سے کھا بھی گیا اس عورت نے اپنے لڑکے سے کہا کہ
جا اسکو مؤذن[عہ] کو دے آ چنانچہ وہ لے گیا اس بچارے غریب کو خدا جانے کتنے وقت کے
بعد کھانے کو ملا تھا اسلئے فوراً کھانا شروع کردیا مشہور ہے کہ یہ لوگ حریص ہوتے
ہیں۔ صاحبو کیوں نہ ہوں ان بچاروں کا رزق تو آپ کے ذریعہ سے ہے اور آپ انکو ۱۳
غمی کے سوا کسی وقت پوچھتے ہی نہیں اگر ہمیشہ ان کا خیال رکھو تو وہ کیوں حریص
ہوں واقعی ان لوگوں کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دعائیں کرتے ہیں کہ کوئی مرے تو ہماری
پوچھ ہو ہمارے وطن کے نزدیک ایک قصبہ ہے وہاں ایک شخص کا انتقال ہوا اس کے
وارثوں نے کفن کا چادرہ ایک غریب آدمی کو دیدیا تو وہاں کا تکیہ دار کہتا ہے کہ صاحب
یہ تو ہمارا حق ہے یہ آپ نے دوسرے کو کیوں دیدیا انھوں نے کہا بھائی تم کو تو ہمیشہ
ملتا ہے آج دوسرے کو سہی تو وہ کہتا ہے واہ صاحب خدا خدا کرکے تو یہ دن آتا ہے
اس میں بھی آپ نے ہمارا حق دوسرے کو دیدیا غرض کہ اس مؤذن نے وہ کھیر کھانا
شروع کردی اور ادھر ہی سے ہاتھ مارا جدھر سے کتے کا کھایا ہوا تھا لڑکے نے کہا
ملا جی ادھر سے مت کھاؤ کتے کا کھایا ہوا ہے یہ سنکر ملا نے رکابی کو اٹھا کر پھینکدیا وہ
ٹوٹ گئی رکابی کے ٹوٹنے سے لڑکے نے رونا شروع کیا اس نے کہا کمبخت ایک تو مجھے

عہ جو مسجد میں اذان کہا کرتا ہے۔

سکتے کی جھوٹی کھیر کھلادی پھر روتا ہے کہنے لگا میں اسلئے روتا ہوں کہ یہ رکابی میرے بھائی کے پاخانہ اٹھانے کی تھی تو نے وہ توڑ ڈالی مجھے ڈر ہے کہ میری ماں مجھے مارے گی. یہ حکایت صحیح ہو یا غلط لیکن ان لوگوں کے ساتھ ہمارا جو برتاؤ ہے وہ اس سے کچھ کم نہیں تو جیسے ہم لوگ ہر چیز بیکار خدا کے لئے مقرر کرتے ہیں اسیطرح وقت بھی تھوڑا سا نکمے ہی وقت میں سے نکالکر خدا کے کام میں صرف کر لینا چاہیئے. اور صاحبو یہ نہ سمجھو کہ اسطرح ہم فاضل تو بن ہی نہ سکیں گے. پھر اسوقت کے صرف کرنیسے کیا فائدہ. دیکھو جو چیز پوری نہیں حاصل ہوتی وہ بالکل چھوڑ بھی نہیں دیجاتی اگرچہ تم پورے عالم نہ ہو جاؤ گے لیکن جو کچھ علم ہو جائیگا وہ کیا کم ہے بڑا فائدہ اس میں یہ ہے کہ جب چار باتیں آپ کو معلوم ہو نگی تو ان کی وجہ سے اپنے نوکروں چاکروں وغیرہ کو ہر بات سے روکتے ٹوکتے رہو گے. اس روکنے سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ آپکے ساتھ بہت سوں کی حالت درست ہو جائیگی کیونکہ جب انسان ایک بات کو دس دفعہ سنے گا تو ضرور ہے کہ اسپر اثر ہوگا دوسرے

جب بڑے آدمی کو کوئی بات معلوم ہوتی ہے تو اس سے اپنے گھر والوں کے سوا اور ۱۴
بھی بہت سے لوگوں کو نفع ہوتا ہے کیونکہ وہ جس طرح اپنے چھوٹوں کو کہہ سکتا ہے بڑوں کو بھی کہہ سکتا ہے اور غریب ادنیٰ درجہ کا آدمی اگر کہے گا بھی تو صرف اپنے چھوٹے یا اپنے برابر کے لوگوں کو کہے گا اسکی اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ وہ بڑے لوگوں کو کچھ کہے اسیطرح ایک یہ انتظام کیا جائے کہ عوام الناس کے لئے ایک وقت مقرر کیا جائے اگرچہ دن میں ایک ہی گھنٹہ ہو بلکہ خواہ ہفتہ میں ایک ہی گھنٹہ ہو کہ اس وقت میں سب کو ایک جگہ جمع کر کے احکام سنائے جائیں اور اگر سننے والوں کی زیادہ کثرت ہو تو ایک ایک سکھانیوالے کو چالیس چالیس پچاس پچاس آدمی دیدئے جائیں یا یہ کیا جائے کہ ایک محلے کے لئے ایک آدمی مقرر کیا جائے دوسرے محلے کے لئے دوسرا آدمی اور اگر اتنے آدمی نہ مل سکیں تو ایک ہی آدمی نمبروار ہر محلے میں جایا کرے اور جسقدر لوگ جمع ہو جائیں ان کو احکام سنا دیا کرے لیکن احکام کتاب میں دیکھ دیکھ کر سنائیں اسطرح سے اگر ایک سال بھی سلسلہ رہے تو تمام مسلمان دین کے عالم ہو جائیں غرض ضرورت

اسکی یہ ہے کہ تعلیم دین کی بالکل عام ہوا اور جبتک تعلیم عام نہ ہوگی احکام کی خبر ہی نہ ہوگی تو پھر تو بہ کیونکر ہوگی۔ دوسرا سبب توبہ سے محروم ہوتے کا یہ ہے کہ بعض لوگ گناہ کا گناہ ہونا تو جانتے ہیں لیکن اسکو کوئی بڑی چیز نہیں سمجھتے بلکہ ایک ہلکی سی بات سمجھتے ہیں اور علامت اسکی یہ ہے کہ کبھی گناہ کرکے ان لوگوں کا جی بُرا نہیں ہوتا اور توبہ بھی نہیں کرتے۔ دیکھئے اگر ایسے شخص کو جو کبھی شراب نہ پیتا ہو دھوکے میں کوئی شراب پلا دے تو اسکے دل پر کتنا صدمہ ہوگا۔ لیکن جن گناہوں کی عادت ہوگئی ہے اور عادت کی وجہ سے ان کو معمولی سمجھ لیا ہے۔ جیسے غیبت وغیرہ ان گناہوں کے کرنے سے ذرا بھی جی بُرا نہیں ہوتا اور گناہ کو ہلکا سمجھنے کا ایک سبب یہ ہے کہ ہم کو یہ معلوم نہیں کہ اس گناہ کے کرنے سے ہم کو کیا سزا ملے گی اور کتنا عذاب ہوگا۔ اسکا علاج یہ ہے کہ جن حدیثوں میں جنت اور دوزخ کا ذکر ہے اور نیک کاموں کی رغبت دلائی گئی اور بُرے کاموں سے ڈرایا گیا ہو ایسی حدیثوں کو ایک جگہ جمع کرکے انکا ترجمہ کر دیا جاوے اور ایسے لوگ انکو دیکھتے رہا کریں اور بہشتی زیور میں میں نے سو حدیثوں کا ترجمہ کر دیا ہے[۱] اسکا دیکھنا بھی بہت مفید ہے اس سے معلوم ہوگا کہ فلاں گناہ میں یہ عذاب ہوگا اس لئے اس گناہ سے بچنا چاہیئے۔ دوسرا سبب گناہ کے ہلکا سمجھنے کا یہ ہے کہ گناہ کرتے کرتے ہماری عادت ہوگئی ہے اس لئے اس سے ذرا بھی طبیعت میلی نہیں ہوتی بلکہ اسکی طرف خیال بھی نہیں جاتا کہ ہم نے فلاں گناہ کیا ہے۔ چنانچہ بعض وقت اگر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو تعجب سے کہا جاتا ہے کہ خدا جانے ہم نے کیا گناہ کیا تھا جسکی سزا میں یہ مصیبت ہم پر نازل کی گئی۔ میں اس تعجب پر تعجب کرتا ہوں صاحبو کیا کوئی وقت ہمارا گناہ سے خالی بھی ہے ہرگز نہیں۔ پھر یہ کہنا کس وجہ سے ہے کہ جانے کونسا گناہ ہوگیا ہے بلکہ انصاف اور عقل کی رُو سے تو یوں چاہیئے تھا کہ اگر کسی وقت ہم پر خدا تعالےٰ کا کوئی انعام ہو تو تعجب کریں کہ ہم گنہگاروں سے کیا بھلائی بن پڑی ہوگی جس پر یہ انعام ہوا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عادت ایسی بُری چیز ہے کہ اسکی بدولت گناہ کا گناہ ہونا بھی ذہن سے نکلجاتا ہے۔ اسکا علاج یہ ہے کہ گناہ کی عادت چھوڑی جائے اور اپنے اوپر زبردستی

[۱] بعد میں ایک تتمہ ہر حصہ کے بعد بڑھا دیا گیا ہے جس میں ہر مضمون کے متعلق بہت سی احادیث کا ترجمہ بڑھا دیا گیا ہے۔ ۱۲ ظ

کرکے گناہ کو چھوڑا جائے۔ دیکھئے ایک غیبت ہی کا گناہ ہے کہ اس میں لوگ عام طور پر مبتلا ہیں اسکے چھوٹ جانے کا طریقہ یہ ہی کہ ہمت کرکے ایک ہفتہ تک زبان کو غیبت کرنے سے اور کان کو غیبت سننے سے بند رکھا جائے جب ایک ہفتہ اسطرح گذر جائیگا تو انشاء اللہ تعالےٰ دیکھوگے کہ غیبت کرنا تو کیا غیبت سننا بھی گوارا نہ ہوگا بلکہ ایسا معلوم ہوگا جیسا کسی نے ایک پہاڑ تم پر رکھدیا ہے۔ ایک سبب توبہ نہ کرنے کا یہ ہوتا ہی کہ انسان گناہ کو بہت ہی بڑی چیز سمجھ لیتا ہے اور یہ خیال کرتا ہے کہ اتنے بڑے گناہ کے مقابلہ میں توبہ سے کیا کام نکل سکے گا اسیطرح بعض کو یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ ہمارے گناہ اسقدر زیادہ ہیں کہ انکی معافی ممکن ہی نہیں اگرچہ ہم کتنی ہی توبہ کریں ان دونوں غلطیوں کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ خدا تعالےٰ کی معافی کو بندوں کی معافی کی طرح سمجھتے ہیں کہ جیسے دنیا میں عادت ہے کہ اگر کوئی شخص کسیکا بہت بڑا جرم کرے یا کوئی شخص معمولی ہی باتوں میں ہمیشہ نافرمانی اور مخالفت کرے تو ان دونوں کے قصور کو معاف نہیں کیا جاتا اسیطرح خدا تعالےٰ کی معافی کو سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بالکل بیہودہ خیال ہے ۱۶ بھلا کہاں اللہ پاک کہاں عاجز بندہ۔ بندہ تو محتاج ہے اسے اپنا دل ٹھنڈا کرنے کی بھی ضرورت ہے اور دوسرے کے مقابلہ میں اپنی بات رکھنے کی بھی ضرورت ہے اور اللہ پاک کو کچھ بھی ضرورت نہیں۔ پس مرض کا علاج یہ ہے کہ اس بیہودہ خیال سے توبہ کرے اور رحمت الٰہی کی حدیثیں ہمیشہ دیکھتا رہے۔ یقین ہے کہ انکے دیکھنے سے یہ ناامیدی جاتی رہے گی۔ اور امید پیدا ہو جائے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اتنے گناہ کئے ہوں جن سے زمین بھر جائے اور وہ توبہ کرے تو خدا تعالےٰ اسکے سب گناہ معاف فرمادینگے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گناہوں کے زیادہ ہو جانے سے خدا تعالےٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیئے اسیطرح اگر کسی نے بہت بھاری گناہ کر لیا ہو اُسے بھی ناامید نہ ہونا چاہیئے دیکھو گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کفر ہے۔ کہ اسکے برابر کوئی دوسرا گناہ نہیں ہے پھر غور کرو کہ جس وقت حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو دنیا کا کیا حال تھا سوائے چند آدمیوں کے تمام دنیا کفر سے بھری ہوئی تھی

توبہ نہ کرنیکا سبب اور اسکا علاج

(باقی آئندہ)

حامداً و مصلیاً و مسلماً

الربع الثانی من الدفتر الثالث من المثنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح حبیبی

١ نوح علیہ السلام کا اپنے لڑکے کو بلانا اور اسکا سرکشی کرنا اور کہنا کہ میں پہاڑ پر چڑھکر بچ جاؤنگا اور تمہارا احسان سر پر نہ رکھونگا

ہین بیا در کشتی بابا نشین	تا نہ گردی غرق طوفان اے مہین
گفت نے نے آشنا آموختم	من بجز شمع تو شمع افروختم

هین مکن کاین موج طوفان بلاست　　دست و پاے آشنا امروز لاست

باد قهرست و بلاے شمع کش　　جز کہ شمع حق نمی پاید خمش

گفت نے رفتم بران کوہِ بلند　　عاصم است آن کہ مرا از هر گزند

هین مکن کہ کوہ کاهست این زمان　　جز حبیب خویش را ندهد امان

گفت من کے پند تو بشنودہ ام　　کہ طمع کردی کہ من زین دودہ ام

۲ خوش نیامد گفت تو هرگز مرا　　من بریم از تو در هر دو سرا

هین مکن بابا کہ روز ناز نیست　　مر خدا را خویشی و انباز نیست

تا کنون کردی و این دم نازکیست　　اندرین درگاہ کسے را ناز کیست

لم یلد لم یولد است او از قدم　　نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم

ناز فرزندان کجا خواهد کشید　　ناز بابایان کجا خواهد شنید

نیستم مولود پیرا کم بناز　　نیستم والد جوانا کم گراز

نیستم شوہر نیم من شہوتی — نازرا بگذار اینجا اے ستی

جز خضوع و بندگی و اضطرار — اندرین حضرت ندارد اعتبار

گفت بابا سالہا این گفتہ — بازمی گوئی بجہل آشفتہ

چند ازینہا گفتہ با ہر کسے — تا جواب سرد بشنوئے بسے

این دم سرد تو در گوشم نرفت — خاصہ اکنون کہ شدم دانا و زفت

گفت بابا چہ زیان دارد اگر — بشنوی یکبار تو پند پدر ۳

ہمچنین مے گفت او پند لطیف — ہمچنین میگفت او دفع عنیف

نے پدر از نصح کنعان سیر شد — نے دمے در گوش آن ادبیر شد

اندرین گفتن بُدند و موج تیز — بر سر کنعان زد و شد ریز ریز

نوح گفت اے پادشاہ بُردبار — مرمرا خر مرد و سیلت بُرد بار

وعدہ کردے مرمرا تو بارہا — کہ بیابد اہلت از طوفان رہا

دل نہادم بر امیدت من سلیم — پس چرا بر بود سیل از من گلیم

گفت او از اہل خویشانت نبود — خود ندیدے تو سفیدے از کبود

چونکہ در دندان تو کرم اوفتاد — نیست دندان برکنش اے اوستاد

تاکہ باقی تن نگردد زار ازو — گرچہ بود آن تو شو بیزار ازو

گفت بیزارم ز غیر ذات تو — غیر نبود آنکہ او شد مات تو

۴ تو ہمیدانے کہ چونم با تو من — بیست چندانم کہ با باران چمن

زندہ از تو شاد از تو عائلے — مغتذی بے واسطہ بے حائلے

متصل نے منفصل نے اے کمال — بلکہ بیچون و چگونہ ز اعتدال

ماہیانیم و تو دریائے حیات — زندہ ایم از لطفت اے نیکو صفات

تو نگنجی در کنار فکرتے — نے بمعلولے قرین چون علتے

پیش ازین طوفان و بعد ازین مرا — تو مخاطب بودہ در ماجرا

با تو مے گفتم نہ با ایشان سخن / اے سخن بخش نو و آن کہن
نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن / گاہ با اطلال و گاہے با دمن
روے در اطلال کردہ ظاہرا / او کرا مے گوید این مدحت کرا
شکر طوفانرا کنون بگماشتے / واسطہ اطلال را برداشتے
زانکہ اطلال و لئیم و بد بُدند / نے ندا تے نے صدائے مے زدند
من چنان اطلال خواہم در خطاب / کز صدا چون کوہ وا گوید جواب
تا مثنیٰ بشنوم من نام تو / عاشقم بر نام جان آرام تو
ہر نبی زان دوست دارد کوہ را / تا مثنیٰ بشنود نام ترا
آن کُہ پست مثال سنگلاخ / موش را شاید نہ ما را در مناخ
من بگویم او نگردد یار من / بے صدا ماند دم و گفتار من
با زمین آن بہ کہ ہموارش کنی / نیست ہمدم با عدم یارش کنی

گفت ای نوح ار تو خواہی جملہ را ۔۔۔ حشر گردانم بر آرم از ثری

بہر کنعانے دل تو نشکنم ۔۔۔ لیکت از احوال او آگہ کنم

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا ۔۔۔ ہم کنی غرقہ اگر باید ترا

ہر زمانم غرقہ میکن من خوشم ۔۔۔ حکم تو جانست چون جان میکشم

ننگرم کس را وگر ہم بنگرم ۔۔۔ او بہانہ باشد و تو منظرم

۶ عاشق صنع توام در شکر و صبر ۔۔۔ عاشق مصنوع کے باشم چو گبر

تفصیل قصّہ کنعان اور نوح علیہ السلام یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کنعان سے کہا کہ بیٹا تو مسلمان ہو جا اور اپنے باپ کی کشتی میں بیٹھ جا۔ تاکہ تو طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رہے اُس نے جواب دیا کہ نہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور نہ تمہاری کشتی کی مجھے ضرورت ہے اسلئے کہ مجھے تیرنا آتا ہے اور اس تاریکی سے نجات پانے کے لئے میرے پاس آپ کی شمع کے علاوہ ایک اور شمع ہے انھوں نے کہا بیٹا ایسا نہ کرو دیکھو یہ طوفان بلا کی موج ہے تیراک کے ہاتھ پاؤں آج بالکل کام نہیں دے سکتے یہ قہر و بلا کی آندھی ہے اسکے سامنے کوئی شمع تدبیر نہیں ٹھیر سکتی اسوقت تو صرف شمع حق اور تدبیر الٰہی ہی کی ضرورت ہے اور کوئی تدبیر مفید نہیں بس تم ایسی باتیں نہ کرو اور کہنا مان لو اس نے کہا اچھا لیجئے میں پہاڑ پر چلا یہ اونچا پہاڑ مجھے بچا وے گا دیکھیں آپ کا طوفان میرا کیا کرتا ہے انھوں نے کہا بیٹا ایسی باتیں نہ کرو آج پہاڑ ایک تنکے کے برابر بے حقیقت ہے اور حق سبحانہ اپنے

محبوب کے سوا کسی کو نہ بچا ویگے اُس نے کہا کہ ابا میں نے آپکی کبھی کوئی بات مانی ہے؟
کہ آج آپ کو یہ توقع ہے کہ میں آپ کی اولاد ہوں لہذا آپ کی بات مان لونگا مجھے آپکی
یہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں مجھے آپ سے کوئی واسطہ نہیں آپ میری خیرخواہی نہ کیجئے
اسپر بھی شفقت پدری کا جوش فروشہ ہوا اور فرمایا کہ دیکھو بیٹا ایسی باتیں نہ کرو کہنا مانو یہ
ناز کا وقت نہیں خدا کا نہ کوئی رشتہ دار ہے نہ شریک کہ اُسکو اسکے ارادہ سے روک
سکے اب تک تم نے ناز کیا اور میں نے اٹھایا مگر یہ وقت نازک ہے درگاہ حق سبحانہ
میں ناز نہیں چلتا خیر مجھ سے تو تم پیدا ہوئے تھے اسلئے میں نے نازبرداری کی مگر
حق سبحانہ تو نہ کسی سے پیدا ہوئے نہ ان سے کوئی پیدا ہوا اسکے تو نہ کبھی باپ ہوا نہ
نہ بیٹا نہ چچا ایسی حالت میں نہ بیٹوں کے ناز اٹھا سکتا ہے نہ باپوں کے حکموں کو مان سکتا
ہے کیونکہ وہ بیٹا اور باپ ہی نہیں رکھتا جو اسپر ناز کرے یا حکم کرے وہ تو یہ کہتا ہے
کہ بڑے میاں آپ نخرے نہ کریں اسلئے کہ میں کسی کا بیٹا نہیں ہوں کہ باپ کی
نازبرداری کا عادی ہوکر آپ کی نازبرداری کروں اور جوان صاحب آپ بھی کان کھولکر ۷
سُن لیں کہ میں صاحب اولاد نہیں کہ انکی نازبرداری کا عادی ہونے کے سبب آپ کی
بھی نازبرداری کروں لہذا آپ مجھ سے اینٹھیں نہیں نیز اے عورت تو بھی سُن لے کہ میں
نہ شہوت رکھتا ہوں نہ میرے کوئی بیوی ہے کہ اسکی نازبرداری کے سبب تیری بھی نازبرداری
کروں پس تو ناز مت کر ہمارے یہاں کسی کا ناز نہیں چلتا یہاں تو صرف خشوع خضوع
بندگی و بیچارگی چلتی ہے اور کوئی چیز یہاں وقعت نہیں رکھتی۔ اسپر اسنے کہا ابا جان
تم کو یہی کہتے برس گذر گئے اور کچھ بھی آپ کی نصیحت کارگر نہ ہوئی آپ بھی بڑے جاہل
ہیں کہ پھر بھی وہی باتیں کرتے ہیں آپ سوچئے تو سہی کہ آپ نے ہر شخص سے اسی قسم کی
کسقدر باتیں کی ہیں مگر اسکا نتیجہ یہی ہوا کہ آپ کو بہت مرتبہ روکھے جواب سننے پڑے
بالخصوص میں کہ آپکی غیر موثر نصیحت میں نے کبھی سُنی ہی نہیں پھر بھلا اب تو کیا سنونگا
کہ اب تو مجھے ہوش بھی آگئے ہیں اور نفع و نقصان کو سمجھنے بھی لگا ہوں اور بڑا بھی
ہوگیا ہوں اسپر بھی انھوں نے یہی کہا کہ میاں میں نے مانا کہ تم نے کبھی میری بات نہیں

بنی لیکن اگر ایک مرتبہ میری بات مان لو تو کچھ حرج ہے غرض کہ وہ یونہی اسکو نرمی سے سمجھایا
کئے اور وہ اسیطرح سخت جواب دیتا رہا نہ تو حضرت نوح علیہ السلام کا ہی اسکی نصیحت سے جی
بھرا اور نہ اسی بدبخت نے کوئی بات مان کے دی اسی رو وکد میں تھے کہ موج آئی اور کنعان
کے سر سے ٹکرائی اور وہ پاش پاش ہوگیا اسپر حضرت نوحؑ نے حضرت حق سبحانہ میں التجا
کی کہ اے اللہ میرا گدہا بھی مرا اور سامان بھی رو میں بہ گیا یعنی اس طوفان میں لڑکا بھی مرگیا
اور میں دیکھتا کا دیکھتا رہگیا آپ نے تو بارہا مجھسے وعدہ فرمایا تھا کہ میں آپ کے لوگوں کو بچاؤنگا
اور آپ کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور اسی بنا پر مجھے امید کامل تھی کہ کنعان ہلاک نہ ہوگا لیکن
سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ غریب کا کمبل کیوں بہ گیا یہ میں ضرور جانتا ہوں کہ آپ کا وعدہ جھوٹا
نہ تھا اور یہ میری سمجھ کی غلطی ہے مگر اسکی تفصیل دریافت کرنا چاہتا ہوں حق سبحانہ نے
جواب دیا کہ وہ تمہاری اہل میں سے نہ تھا تم کو اہل اور غیر اہل میں امتیاز نہ ہوا اور محض ظاہر
کو دیکھکر تم نے اسکو اپنی اہل میں سے سمجھ لیا حالانکہ واقع میں ایسا نہیں اور تم کو اسکے بچاؤ
کی فکر نہ چاہیئے دیکھو جب تمہارے دانت میں کیڑا پڑ جاتا ہے تو اب وہ دانت نہیں رہتا اور ۸
قابل انتفاع نہیں ہوتا بلکہ بجائے آرام دینے کے تکلیف دیتا ہے ایسے دانت کو دانت
سمجھکر رکھنا نہیں چاہیئے بلکہ اکھیڑ ڈالنا چاہیئے تاکہ بقیہ جسم کو اس سے تکلیف نہ ہو اگرچہ
وہ واقع میں تمہارا ہی جزو ہے لیکن اس سے قطع تعلق کرنا چاہیئے بس ایسا ہی کنعان کو
سمجھو کہ گو وہ تمہارے اہل میں سے تھا مگر نااہل تھا لہذا اسکا ڈوبنا ہی بہتر تھا یہ حکم سنکر
حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بجز آپکے سب سے قطع کرتا ہوں اور یہ جو آپکے
متعلقین ہیں یہ تو آپ ہی کے ہیں غیر نہیں ہیں اسلئے ان سے تعلق رکھتا ہوں اور وہ تعلق
بھی آپ ہی کی وجہ سے ہے لہذا آپ ہی سے ہے آپ خود جانتے ہیں کہ مجھ کو آپ سے
کیا تعلق ہے مجھکو آپ سے اس تعلق سے کہیں زیادہ تعلق ہے جو چمن کو بارش سے ہے
کیونکہ چمن کو جو تعلق استفاضۂ حیات و کمالات بارش سے ہے وہ تو محض تعلق تسبب
ہے اور مجھکو جو آپ سے تعلق ہے وہ حقیقی ہے پس کجا یہ کجا وہ میں آپ ہی کے ذریعہ سے
زندہ ہوں آپ ہی مجھے خوش کرتے ہیں آپ ہی کا محتاج ہوں آپ ہی سے بلا واسطہ فائدہ حاصل کرتا ہوں

(باقی آئندہ)

(ح) سزا ہوئی۔ سب جانتے ہیں کہ قانون میں بیجک کے کھا جانے کے نام سے کوئی جرم اور اس کی سزا درج نہیں ہے مجسٹریٹ نے اس کے حکم کو دوسری دفعہ کے حکم سے نکالا دونوں میں مشابہت یہ ہے کہ اُس میں بھی سرکاری رقم کا مار لینا ہے اور اس میں بھی لہذا جو حکم اس کا ہو وہی اسکا ہونا چاہیئے اسیکو قیاس کہتے ہیں (اس کی بحث آگے کتاب ہذا میں مفصل آتی ہے) غرض قیاس فقہی اور ہے اور قیاس عرفی اور۔ دونوں میں امتیاز نہ کرنے کی وجہ سے عوام اس غلطی میں پڑ جاتے ہیں کہ بعض احکام فقہی کو قیاس یعنے اٹکل پر مبنی سمجھتے ہیں اسیطرح ظن کے لفظ میں خلط اصطلاح ہو گیا ہے بعض شرعی دلیلوں کو جو ظنی کہا جاتا ہے اسکے معنے یہ ہرگز نہیں ہیں کہ محض گمان اور تخمین پر مبنی ہیں بلکہ یہ معنے ہیں کہ درجہ دوم کی دلیلیں ہیں مگر ہیں یقینی۔ جیسا کہ آجکل کے اہل سائنس کے نزدیک زمین کی حرکت بھی یقینی اور ثابت ہے اور دو اور دو ملکر چار ہونا بھی یقینی ہے مگر دونون
۲۳ مین فرق ضرور ہے اس مضمون کو خوب ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔

الحاصل شرعی دلیلوں میں بھی دو درجے ہیں یقینی اور ظنی (بلفظ دیگر یقینی نمبر اول اور یقینی نمبر دوم) تلاش سے ثابت ہوا ہے کہ کبھی شرعی دلیل اور عقلی دلیل میں مخالفت ہو جاتی ہے۔ چونکہ دونون میں دو دو درجے ہیں یعنے دلیل نقلی یقینی۔ دلیل نقلی ظنی۔ دلیل عقلی یقینی۔ دلیل عقلی ظنی۔ اس واسطے چار صورتیں اس مخالفت کی پیدا ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ دلیل شرعی قطعی ہو اور اسکی مخالفت دلیل عقلی قطعی سے ہو۔ دوسری یہ کہ دلیل شرعی ظنی ہو اور اسکی مخالفت دلیل عقلی ظنی سے ہو۔ تیسری یہ کہ دلیل شرعی قطعی ہو اور اُسکی مخالفت دلیل عقلی ظنی سے ہو۔ چوتھی یہ کہ دلیل شرعی ظنی ہو اور اسکی مخالفت دلیل عقلی قطعی سے ہو۔ جو لوگ دین کے بارے میں بیباک ہیں اور نام دینداری کا لیتے ہیں انھوں نے یہ کیا ہے کہ چاروں صورتوں میں ایک لفظ کتب کلام میں سے جو بعض جگہ لکھا ہے یاد کر لیا ہے کہ دلیل عقلی کو دلیل شرعی پر ترجیح ہوتی ہے

(۲) اسکا کہیں وجود نہیں نہ ہو سکتا ہے اسلئے کہ صادقین میں تعارض محال ہے
دوسرے یہ کہ دونوں ظنی ہوں وہاں جمع کرنے کے لئے گو ہر دو میں صرف عن الظاہر
کی گنجایش ہے۔ مگر لسان کے اس قاعدے سے کہ اصل الفاظ میں حمل
علے الظاہر ہے نقل کو ظاہر پر رکھیں گے اور دلیل عقلی کی دلالت کو حجت نہ
سمجھیں گے۔ تیسرے یہ کہ دلیل نقلی قطعی ہو اور عقلی ظنی۔ یہاں یقیناً نقلی کو مقدم رکھینگے
چوتھے یہ کہ دلیل عقلی قطعی ہو اور نقلی ظنی ہو ثبوتاً یا دلالۃً یہاں عقلی کو مقدم رکھیں گے
نقلی میں تاویل کرینگے۔ پس صرف یہ ایک موقع ہے درایت کی تقدیم کا روایت پر
نہ یہ کہ ہر جگہ اس کا دعوے یا استعمال کیا جاوے۔

شرح۔ دلیل عقلی کا مفہوم ظاہر ہے اور دلیل نقلی مخبر صادق کی خبر
کو کہتے ہیں جسکا بیان نمبر۔ میں ہوا ہے اور تعارض کہتے ہیں دو حکموں کا ایک
۴۷ دوسرے کے ساتھ اس طرح خلاف ہونا کہ ایک کے صحیح ماننے سے دوسرے
کا غلط ماننا ضروری ہو جیسے ایک شخص نے بیان کیا کہ آج زید دس بجے دن کو
دہلی کی ٹرین میں سوار ہو گیا دوسرے نے بیان کیا کہ آج گیارہ بجے زید میرے
پاس میرے مکان میں آکر بیٹھا رہا اسکو تعارض کہینگے چونکہ تعارض میں
ایک کے صحیح ہونے کے لئے دوسرے کا غلط ہونا لازم ہے اسلئے دو صحیح
دلیلوں میں کبھی تعارض نہ ہوگا اور جب دو دلیلوں میں تعارض ہوگا اگر وہ دونوں
قابل تسلیم ہیں تب تو ایک میں کچھ تاویل کریں گے یعنے اسکو اس کے ظاہری
مدلول سے ہٹا دیں گے اور اس طور سے اسکو بھی مان لینگے اور دوسری کو
اس کے ظاہر پر رکھکر اسکو مان لینگے اور اگر ایک قابل تسلیم اور ایک غیر
قابل تسلیم ہے تو ایک کو تسلیم دوسرے کو رد کرینگے۔ مثلاً مثال مذکور میں
اگر ایک راوی معتبر دوسرا غیر معتبر ہو تو معتبر کے قول کو تسلیم اور غیر معتبر کے قول کو رد کرینگے

(ح) وہ ہر صورت میں دلیل عقلی ہی کو ترجیح دیتے ہیں اور خوش ہیں کہ ہم دیندار ہیں۔ کتب دینیہ پر عمل کر رہے ہیں حالانکہ نہ مطلب کتب دینیہ کا یہ ہے اور نہ عقل سلیم کے نزدیک کسیطرح یہ طریقہ صحیح ہے جیساکہ اوپر بیان ہوا واقعی امر یہ ہے کہ ان چارون صورتوں میں سے صرف ایک صورت ایسی ہے جسکی نسبت کتابون میں لکھا ہے کہ دلیل عقلی کو دلیل نقلی پر ترجیح ہو سکتی ہے اسکا بیان آگے آتا ہے۔

جب یہ ثابت ہو چکا کہ مطلقاً یہ سمجھ لینا کہ چارون صورتوں میں دلیل شرعی پر دلیل عقلی مقدم ہوتی ہے محض غلط ہے تو اب اسکے متعلق تحقیق اور قول فیصل جو ہر طرح حق اور قابل تسلیم ہے سننا چاہیئے۔ لیکن اول اس کا جان لینا ضروری ہے کہ یہاں دلیل نقلی اور عقلی کا تعارض (مخالفت) کا بیان ہے۔ اس جملہ میں تین لفظ ہیں۔ دلیل نقلی۔ دلیل عقلی تعارض۔ ان تینوں کی توضیح ہو جانی چاہیئے تاکہ یہ بیان اچھی طرح سمجھ میں آسکے۔ دلیل عقلی تو ظاہر ہے کہ اسوقت یعنی دلیل نقلی کے مقابل ہونے کے وقت اس سے مراد ہر وہ دلیل ۷۵ ہے جو نقل کے خلاف ہو اور اسکے تین درجے ہو سکتے ہیں۔ وہمی اور ظنی اور قطعی یعنی یقینی ان کا بیان اوپر آچکا ہے اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ وہمی دلیل کسی درجہ میں بھی قابل التفات نہیں تو دو قسمیں رہ گئیں ظنی یعنی جس سے کوئی بات گمان غالب کے مرتبہ میں ثابت ہو جائے گو کسی درجہ میں جانب مخالف کا احتمال بھی رہے جیسے آجکل کے سائنس میں زمین کا متحرک ہونا۔ اور یقینی وہ دلیل جس سے بلا شک وشبہ کوئی بات ثابت ہو۔ اور جانب مخالف کا احتمال بھی نہ رہے جیسے دن اور رات یا نفی واثبات کا ایک وقت میں جمع ہونے کا نا ممکن ہونا یا ایک اور ایک ملکر دو ہو جانا۔ اور دلیل نقلی سے مراد مخبر صادق یعنی سچ خبر دینے والے کی خبر ہے۔ شریعت بھی اس میں داخل ہے شریعت کا سچا ہونا قطعی دلیلوں سے اپنے موقعہ پر ثابت ہے علم کلام میں بہت طول طویل بحثیں مع شبہات اور جواب اور جواب الجواب کے موجود ہیں یہاں ان دلیلوں کے بیان کرنے کی اسواسطے

(ح) ضرورت نہیں کہ یہ کتاب ان شبہات کے دفعیہ کے لئے لکھی گئی ہے جو مسلمانوں کو بعض وجوہ سے پیدا ہوگئے ہیں اور مسلمان نبوت کو پہلے تسلیم کئے ہوتے ہیں ہاں اس تسلیم میں جو غلطیاں شامل ہوگئی ہیں انکا بیان اسی کتاب کے اشتباہ سوم میں آتا ہے اور تعارض کے معنی ہیں دو باتوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ایسا خلاف ہونا کہ ایک کو صحیح کہیں تو دوسری کو غلط کہنا ضروری ہو جیسے ایک شخص کہے کہ اسوقت آفتاب نکلا ہوا ہے اور دوسرا کہے نکلا ہوا نہیں کہ یہ دونوں باتیں آپس میں ایسی مخالف ہیں کہ جس کو بھی صحیح کہیں تو دوسری کو غلط ماننا پڑے گا۔

دوسری مثال اسکی یہ ہے کوئی کہے کہ آج دس بجے دن کے زید میرٹھ سے دہلی کو ریل میں روانہ ہوگیا اور دوسرا کہے زید گیارہ بجے میرے پاس میرٹھ میں موجود تھا یہ دونوں خبریں متعارض ہیں کیونکہ اگر اول خبر کو صحیح مانتے ہیں تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ زید دس بجے دہلی کو روانہ ہوکر گیارہ بجے میرٹھ میں موجود ہو اور اگر دوسری خبر کو صحیح مانتے ہیں تو یہ غلط ماننا پڑے گا کہ زید دس بجے کی ریل سے دہلی کو روانہ ہوا تھا۔ ۷۶

تعارض کے متعلق عقلی قاعدہ یہ ہے کہ دو معتبر خبروں میں تعارض ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ ایک واقعہ کے متعلق دو صحیح متضاد خبریں کیسے ہوسکتی ہیں اور اگر ایسا واقعہ ہو کہ ایک واقعہ کے متعلق دو خبریں ایک دوسرے کے خلاف ملیں تو یہ کرنا پڑتا ہے کہ اگر دونوں معتبر اور قابل تسلیم ہیں تو حتی الامکان دونوں کو تسلیم کرتے ہیں اس طرح کہ جسمیں گنجایش ہو اس کو کسیقدر معنی ظاہری سے پھیر کر اور کوئی توجیہ کرکے مانتے ہیں اور دوسری کو جس میں کچھ گنجایش نہیں اپنے ظاہری معنوں پر رکھتے ہیں مثلاً مثال مذکور میں ایک شخص نے کہا کہ زید دس بجے کی گاڑی سے دہلی کو روانہ ہوگیا اور دوسرے نے کہا کہ گیارہ بجے زید میرے پاس موجود تہا یہ دونوں خبریں متعارض ہیں اگر ایک کو سچا مانیں تو دوسری سچی نہیں ہوسکتی اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ دونوں خبر دینے

(ح) والے معتبر اور سچے ہیں تو اس وقت میں عقل سلیم یوں حکم کرتی ہے کہ اگر دونوں خبریں
کسی طرح مانی جا سکیں تو دونوں میں تطبیق کرکے مان لینا چاہیئے اور اگر اسکی کوئی صورت
نہ نکل سکے تو مجبوراً ایک کو صحیح مانیں گے اور ایک کو غلط کہیں گے سو یہاں ایک صورت
دونوں میں تطبیق کی نکلتی ہے وہ یہ ہے کہ دوسری خبر کسی طرح گنجائش تاویل و توجیہ
کی نہیں رکھتی اور اول خبر میں گنجائش ہے اور اس میں ایک توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ زید دس بجے
روانہ تو بیشک ہوا لیکن ریل نہ ملی ہو یا ایک اسٹیشن جا کر لوٹ آیا ہو اور گیارہ بجے میرٹھ میں
موجود ہو تو اس صورت میں دونوں خبروں کو ایک توجیہ اور تاویل کے ساتھ صحیح مان لیا
گیا یہ پہلے کہدیا گیا ہے کہ تاویل جب کرنے کی ضرورت ہے کہ دونوں خبر دینے والے ایک
ہی درجہ کے معتبر اور سچے اور قابل وثوق ہوں ورنہ اگر ایک خبر دینے والا مشکوک ہو تو اسکی
خبر کو رد کردینگے اور دوسری خبر کو صحیح مانیں گے۔ عدالت میں مقدمات اسی اصول پر
طے ہوتے ہیں مثلاً ایک افسر ایک شخص کا چالان کرتا ہے کہ یہ گیارہ بجے دن کے فلاں جگہ ۷۷
ڈاکہ میں شریک تھا ملزم انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں گیارہ بجے یہاں موجود ہی
نہ تھا بلکہ دس بجے کی ریل سے دہلی گیا تھا اور اسکے ثبوت میں شہادت پیش کرتا ہے
گواہ کہتے ہیں کہ دس بجے کی گاڑی پر ہم نے اسکو سوار ہوتے دیکھا ہے اس واقعہ میں
دو خبریں متضاد ہیں اس افسر کی خبر سے ملزم کا ڈاکہ میں شریک ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور
گواہوں کی خبر سے اس کا ڈاکہ میں شریک نہ ہونا پایا جاتا ہے اور دونوں ایسی باہم
مخالف ہیں کہ ایک کو سچا ماننے سے دوسرے کا جھوٹا ماننا لازم آتا ہے۔ عدالت
اس میں یہ کرے گی کہ غور کرے گی کہ دونوں خبروں کے مخبر برابر درجے کے ہیں
یا نہیں اگر نہیں ہیں مثلاً اس افسر پر کسی وجہ سے یہ شبہ ہے۔ کہ بدنیت اور ظالم ہے
اور پہلے سے اسکا ظلم اور سخت گیری معلوم ہے تو اسکی خبر کو رد کرے گی اور گواہوں کی
خبر کو معتبر سمجھے گی اور ملزم کو بری کرے گی اور اگر گواہ کچھ مشکوک ہیں اور انکا چال چلن

(ح) پہلے سے مشتبہ ہے اور وہ افسر نہایت معتبر اور معتمد علیہ ہے تو شہادت کو رد
کرے گی اور ملزم کو سزا دے گی اور اگر دونوں معتبر ہیں اور ہر طرح قابل اعتماد ہیں
کہ کسیکو جھوٹا کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے تو اب عدالت مجبور ہو گی اور بموجب قاعدہ
اذا تعارضا تساقطا یعنی جب دو برابر کی چیزیں باہم متعارض ہوں تو دونوں کو نظرانداز کردینا
چاہیئے۔ کوئی حکم نہ کرے گی اور اگر دونوں میں سے کسی میں ذرا سی بھی گنجایش توجیہ
(تاویل) کی پائے گی تو توجیہ کرے گی مثلاً گواہوں کی شہادت میں اس توجیہ کی گنجایش
ہوسکتی ہے کہ دس بجے گواہوں نے ملزم کو ٹکٹ لیتے یا سوار ہوتے دیکھا ہو اس لحاظ سے
وہ سچے ہیں لیکن ممکن ہے کہ سوار ہونے کے بعد آنکھ بچا کر وہ اتر آیا ہو اور گیارہ بجے ڈاکہ
میں شریک ہو گیا ہو۔ اس توجیہ سے دونوں دلیلوں پر عمل ہو گیا اور کسی کو رد نہیں کیا
گیا۔ رات دن اس قسم کے مقدمات عدالتوں میں ہوتے ہیں اور فریقین کے بیان میں
صریح تعارض ہوتا ہے اور ان ہی اصول پر وہ طے کئے جاتے ہیں کہ اول دیکھا جاتا ہے ۴۷
کہ دونوں طرف کے ثبوت ایک ہی درجے کے ہیں یا نہیں اگر ایک درجے کے نہیں ہوتے
تو ضعیف کو مرجوح اور قوی کو راجح کیا جاتا ہے اور اگر ایک درجے کے ہوتے ہیں تو غور کیا
جاتا ہے کہ دونوں میں سے کوئی کسی تاویل قریب یا بعید کا احتمال رکھتا ہے یا نہیں۔ اگر
گنجایش ہوتی ہے تو ضرور تاویل کیجاتی ہے اور اس طرح دونوں پر عمل ہو جاتا ہے
اور عدالت بلا وجہ کسیکو جھوٹا کہنے سے بچ جاتی ہے کیونکہ عدالت صحیح معنوں میں عدالت
کہے جانے کی تبھی مستحق ہے جبکہ دونوں فریق کو ترازو کے پلڑوں کی طرح برابر رکھے جبتک
ایک میں ذرا سی بھی کمزوری نہ پائے تو اسکو ہلکا نہ کرے جب یہ قاعدہ مسلم ہو گیا تو سمجھنا چاہیئے
کہ جب دلیل نقلی اور عقلی میں مخالفت آپڑے تب بھی اسیطرح برتاؤ کرنا پڑے گا اور غور
کرنا ہوگا کہ دونوں دلیلیں ایک درجہ کی ہیں یا نہیں یعنی دونوں قطعی ہیں جس میں کوئی احتمال
جانب مخالف کا نہ ہو یا دونوں ظنی ہیں جنکے ظاہری معنوں میں تعارض ہے لیکن دونوں میں

(ج) کچھ گنجایش جانب مخالف کی بھی ہے۔ یا ایک قطعی ہے اور ایک ظنی۔ تو کل چار صورتیں محتمل ہوتیں ہیں۔

اوّل یہ کہ دلیل نقلی قطعی ہو جس میں کسیطرح گنجایش جانب مخالف کی نہ ہو اور دلیل عقلی بھی اسیطرح قطعی ہو۔

دوم یہ کہ دلیل نقلی بھی ظنی ہو اور دلیل عقلی بھی ظنی ہو۔

تیسرے یہ کہ دلیل نقلی قطعی ہو اور دلیل عقلی ظنی۔

چوتھے یہ کہ دلیل عقلی قطعی ہو اور دلیل نقلی ظنی ہو۔

اب ان چاروں صورتوں کے احکام تفصیل وار سنئے۔ ان میں سے صورت اول یعنی یہ کہ دلیل شرعی قطعی مخالف ہو دلیل قطعی عقلی کے اسکا ذکر ہی فضول ہے کیونکہ یہ صورت وقوع میں نہیں آتی اور یہ دعوی کیا جاتا ہے اور علے روس الاشہاد کہا جاتا ہے کہ شریعت اسلامی کو یہ فخر حاصل ہے کہ کوئی بات ایسی جو قطعی طور پر شریعت کے نزدیک مانی ہوئی ہو دلیل عقلی قطعی کے خلاف نہیں اور قیامت تک کوئی ایک بھی ایسی بات پیش نہیں کر سکتا اور یہی دلیل ہے اس شریعت کے حق ہونے کی بخلاف دیگر مذاہب کے مثلاً موجودہ نصرانیت کہ اس میں موسے علیہ السلام کے لئے بیٹا ہونا خدا تعالے کا ثابت کیا جاتا ہے جو مستلزم ہے جزئیت کو اور جزئیت مستلزم ہے حدوث کو اور حادث خدا نہیں ہو سکتا۔ یہ دلیل عقلی قطعی کے خلاف ہے۔

تنبیہ بعض شرعی باتوں کو عوام میں خلاف عقل کہا جاتا ہے جیسے معراج شریف عذاب قبر۔ پلصراط وغیرہ حالانکہ یہ محض بے عقلی ہے یہ چیزیں خلاف عادت ہیں جسکو مستبعد کہتے ہیں خلاف عقل نہیں جیسا کہ اصل تیسرے میں بیان ہو چکا اور آگے بھی آتے گا۔ اور اسکے اثبات کے لئے علماء اسلام ہر وقت طیار ہیں۔

چونکہ شریعت حقہ اسلامی میں کہیں دلیل نقلی قطعی اور دلیل عقلی قطعی میں تعارض

(ح) نہیں ہوا اس وجہ سے اسکا تو بیان ہی چھوڑ دیا گیا۔ اور صورت دوم یعنی یہ کہ دلیل نقلی بھی
ظنی ہو اور دلیل عقلی بھی ظنی ہو اسکا حکم یہ ہے کہ اسوقت میں دونوں اس بات میں برابر ہیں۔ کہ
جانب مخالف کا کسی درجہ میں احتمال رکھتی ہیں لیکن اسکی کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ عقلی دلیل
کو ترجیح دیں اور دلیل نقلی کو تاویل و توجیہ کر کے دوسرے بعید احتمال پر محمول کریں
کیونکہ یہ ایک قسم کی تحریف ہے کیونکہ ہم کو جو کچھ حکم شریعت کا معلوم ہوا ہے وہ قرآن
کے الفاظ یا حدیث کے الفاظ کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے اور اس صورت دوم میں
وہ دلیل گو دوسرے معنے کو بھی محتمل ہے مگر برابر درجہ میں نہیں بلکہ ایک معنے قریب ہیں
اور ایک بعید اور ہر زبان میں یہی طرز عمل ہے کہ حتی الامکان الفاظ کو ظاہری اور قریب
معنوں پر جو کہ معنے متبادر رکھتے ہیں محمول کرتے ہیں ہاں اگر کوئی وجہ معقول ہو۔ اور
الفاظ میں گنجائش ہو تو اور بات ہے بلا اس کے کسی عبارت کے معنی قریب کا
چھوڑنا ہرگز درست نہیں اور اگر ایسا کیا جاوے تو وہ اس قاعدہ فطری کے خلاف ۸۰
ہے جس کو کہا جا سکتا ہے کہ متکلم کے مراد کو چھوڑنا ہے اسیواسطے ہم نے اسکو تحریف
کہا ہے یہ قاعدہ فطری ایسا ہے کہ دنیا کے اکثر کاروبار اسی قاعدے پر چل رہے ہیں
مثلاً کوئی ریل کے اسٹیشن پر پہونچکر نوکر سے کہے ٹکٹ لے لو اور وہ اسکی تعمیل اسطرح
کرے کہ ایک پیسہ کا ٹکٹ ڈاکخانہ کا خرید لے اور آقا صاحب کے ہاتھ میں دیدے
تو یہ تعمیل حکم نہ ہوگی اس میں اس سے زیادہ کیا غلطی ہے کہ اُس نے ٹکٹ کے لفظ
کو ظاہری معنے سے پھیر دیا کیونکہ ٹکٹ کا لفظ بوقت اسٹیشن پر ہونے کے اسی معنی میں
استعمال کیا جاتا ہے گو ڈاک خانہ کے ٹکٹ پر بھی بولا جاتا ہے۔ جب ایک معمولی
انسان کے حکم میں معنی قریب کو بدلنا بلا وجہ درست نہیں تو شریعت کے الفاظ میں
جو احکم الحاکمین کے فرمودہ ہیں یہ بدلنا کیسے درست ہوگا۔ اور اگر یہ درست ہو تو شریعت
کوئی چیز ہی نہیں رہے گی بلکہ جس قانون میں یہ گنجائش دیجاویگی وہ بالکل درہم برہم ہو جاویگا

(باقی آئندہ)

فی کتاب النکاح من
الرسالة فمعناه ثابت
لکن لیس روایة
بالمعنی بل للمعنی وقلت
وفی ذکرها اصلا لم
یوجد فائدتان احدٰهما
ما فی خطبة الرسالة
من قولی عسیٰ ان یظفر
به احد وثانیتهما
الاحتیاط عن
روایة ما لم یوجد
له سند

الحدیث ابو نعیم فی الطب
النبوی من حدیث ابن عباس
ان النبی صلی الله علیه وسلم کان
یحب ان ینظر الی الخضرة
والی الماء الجاری واسناده
ضعیف **ف** فیه ان الاستمتاع
بالمباح ما لم یغل فیه
لا ینافی کمال الزهد کما
یزعمه المتقشفون +

مجکو مومن کا رنج گوارا نہیں اور اوسکو موت
سے رنج ہوتا ہے) اور یہ حدیث اس رسالہ کے
کتاب النکاح میں گذر چکی ہے پس اس
روایت کا مضمون (جو کہ اصل مقصود ہے وہ)
ثابت ہے لیکن اسکو روایت بالمعنی نہ کہیں
گے گو للمعنی کہدیں اور نیز میں کہتا ہوں کہ
ایسی روایات کے ذکر کرنے میں جنکی اصل
نہیں پائی گئی دو فائدے ہیں ایک تو وہی جو
اسی رسالہ کے خطبہ میں میرے اس قول میں
مذکور ہے کہ شاید کسی کو وہ روایت (مع سند)
ملجائے اور دوسرا فائدہ یہ کہ اوسکی روایت سے ۱۳۳
احتیاط رکھی جاوے جبتک کہ سند ملجاوے

حدیث ابو نعیم نے طب نبوی میں حضرت
ابن عباس کی حدیث سے روایت کیا ہے
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سبزی اور آب جاری
کی طرف نظر کرنے کو پسند فرماتے تھے
اور اسناد اسکی ضعیف ہے **ف** اس
حدیث میں اسپر دلالت ہے کہ مباح سے
انتفاع جب تک کہ اوس میں غلو نہ کرے
کمال زہد کے منافی نہیں جیسا کہ خشک
لوگ سمجھتے ہیں +

الحديث حديث فما تعارف منها ائتلف وقد تقدم في اداب الصحبة وسياقه فيما تقدم مع كلمة الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف مسلم من حديث ابي هريرة والبخاري تعليقا من حديث عائشة

ف فيه اصل لما تقرر عند القوم من اشتراط التناسب بين المفيد والمستفيد لانه هو الغرض من الحكاية +

اشتراط التناسب بين الشيخ والطالب
شرط بودن مناسبت درمیان شیخ وطالب

۱۳۴

الحديث في الصحيحين انها (اي عائشة) قالت من حدثك ان محمدا رأى ربه فقد كذب المسلم من حديث ابي ذر سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم هل رأيت

ترجيح اثبات الرؤية لنبينا صلى الله عليه وسلم على نفيها
ترجیح اثبات رویت پیغمبر ما صلی اللہ علیہ وسلم بر نفی آن

حدیث فما تعارف منہا ائتلف یہ آداب صحبت میں گذر چکی ہے اور اوس مقام پر اس طرح بیان کی گئی ہے کہ ارواح (اپنے عالم میں) جمع کی ہوئی جماعتیں ہیں سو جن (ارواح) میں (وہاں) تعارف ہوگیا (یہاں) اونمیں باہم الفت ہوگی اور جن میں (وہاں) اجنبیت رہی (یہاں) اونمیں باہم اختلاف رہیگا روایت کیا اسکو مسلم نے ابو ہریرہ کی حدیث سے اور بخاری نے معلقا حضرت عائشہؓ کی حدیث سے **ف** اس حدیث میں اصل ہے اوس مسئلہ کی جو صوفیہ کے نزدیک مقرر ہے کہ شیخ اور طالب میں مناسبت شرط ہے کیونکہ اہم مقصود اس واقعہ کی خبر دینے سے یہی ہے۔

حدیث صحیحین میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ جو شخص تجھ سے یہ بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے اسنے جھوٹ بولا اور مسلم کے نزدیک ابو ذر کی یہ حدیث ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپنے اپنے

ربك قال نوراني اراه وذهب
ابن عباس واكثر العلماء الى
اثبات رويته له (قلت
واورد السيوطي في تفسيره عن
مستدرك الحاكم عن ابن عباس
قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم رايت ربي عزوجل (م)
وعائشه لم تروذلك عن النبي
صلى الله عليه وسلم (قلت فرواه
ابن عباس عنه صلى الله عليه وسلم
ولا يحتمل الحكم بالاثبات
ان يكون اجتهادا
ويحتمل النفي كونه
بالاجتهاد بقوله تعالى
لاتدركه الابصار (م)
وحديث ابي ذر قال
فيه احمد ما زلت
له منكرا وقال
ابن خزيمة في
القلب من صحة
اسناده شئ

رب کو دیکھا ہے فرمایا کہ وہ ایک نور ہے میں
اوسکو کہاں دیکھ سکتا ہوں اور حضرت ابن عباس
اور اکثر علماء آپ کی اثبات رویت للرب
کیطرف گئے ہیں (میں کہتا ہوں کہ جلال
سیوطی نے اپنی تفسیر (جلالین) میں مستدرک
حاکم سے وارد کیا ہے وہ ابن عباس سے
نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا
ہے (م) اور حضرت عائشہ نے اسکو (یعنی
نفی رویت کو) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
نقل نہیں کیا (محض اونکی رائے ہے میں
کہتا ہوں او را ابن عباسؓ نے اثبات رویت
کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا
ہے اور حکم بالاثبات میں اس کا احتمال
نہیں کہ اجتہاد سے ہو اور نفی میں اس کا
احتمال ہے اس آیت کیوجہ سے لاتدرکہ
الابصار (م) اور ابوذر کی جو حدیث ہے
(جسمیں نفی رویت مذکور ہے) امام احمد فرماتے
ہیں کہ میں اسکو ہمیشہ منکر سمجھتا رہا۔ اور
ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ قلب میں اسکی
صحت اسناد کیطرف سے کھٹک ہے

۱۳۵

معاً ان فی روایۃ لاحمد
فی حدیث ابی ذر رایتہ
نوراً الحدیث ورجال
اسنادھا رجال الصحیح
(قلت وفی الحاشیۃ علی
مسلم عن فتح الباری
ولابن خزیمۃ عنہ
ای عن ابی ذر قال
راٰہ بقلبہ ولم یرہ
بعینہ وبھذا یتبین
مراد ابی ذر بذکرہ ۱۳
النور ای ان النور
حال بین رویتہ
وبصرہ ام ما فی
الحاشیۃ قلت ھذا رای
من ابی ذر یجمع بہ بین روایتی
الاثبات والنفی والجمع
فرع التعارض ولا تعارض
لتقدم النص وھو الاثبات
علی الظاھر وھو النفی ولو سلم
یمکن الجمع بوجہ اٰخر

اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ امام احمد کی ایک
روایت میں ابوذر کی حدیث میں یہ ہے
کہ میں نے اوسکو ایک نور دیکھا الحدیث (اپنا
یہ صریح ہے اثبات رویت میں) اور اس
روایت کے سند کے رجال صحیح کے رجال
ہیں (اور کسی امام نے) اوسپر نکارت یا تردد
کا حکم نہیں کیا پس اسکو ترجیح ہوگی میں کہتا
ہوں کہ مسلم پر ایک حاشیہ میں فتح الباری سے
یہ مضمون ہے کہ ابن خزیمہ کے نزدیک
ابوذر رض کا یہ قول ہے کہ آپ نے رب کو قلب سے
دیکھا اور آنکھ سے نہیں دیکھا اور اس سے
ابوذر کی مراد ذکر نور سے ظاہر ہوتی ہے
یعنی نور درمیان رویت اور بصر کے حائل
ہوگیا۔ حاشیہ ختم ہوا میں کہتا ہوں کہ یہ ابوذر
کی ایک رائے ہے جس سے اثبات ونفی
کی روایتوں کے درمیان وہ جمع کرتے
ہیں اور جمع فرع ہے تعارض کی اور تعارض
ہی نہیں کیونکہ نص اور وہ اثبات ہے ظاہر
پر اور وہ نفی ہے مقدم ہوگی۔ اور اگر
تعارض تسلیم بھی کر لیا جاوے تب بھی
دوسرے طریق پر جمع کرنا ممکن ہے۔

باقی آیندہ

پھر نیازمندانہ حاضر ہوئے اور کمال خلوص سے تخلیہ میں پیش کئے پھر دوبارہ واپس کرنے اور نوکری کو ناجائز کہنے پر ناگواری نہیں ہوئی یہ اس زمانہ کے دنیا داروں کا حال تھا (شت)

(۱۰۷) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ مفتی صدر الدین خانصاحب نے شاہ عبد الغنی صاحب کے یہاں سے کچھ کتابیں مستعار منگائیں شاہ صاحب نے بھیدیں جلدیں شکستہ تھیں مفتی صاحب نے واپسی کے وقت نئی جلدیں بندھوا کر واپس فرمادیں جب شاہ صاحب کے پاس کتابیں پہنچیں شاہ صاحب نے جلدیں توڑ کر مفتی صاحب کے پاس واپس فرمادیں اور کہلا بھیجا کہ ہمارے وہی پرانے پٹھے بھیجدو۔

حاشیہ حکایت (۱۰۷) قولہ احقر نے یہ حکایت حضرت مولانا گنگوہی سے اس اضافہ کے ساتھ سنی ہے کہ جناب مفتی صاحب نے یہ بھی کہلا بھیجا تھا کہ یہ جلدیں اپنی تنخواہ سے بھی نہیں بنوائیں بلکہ اپنے بزرگوں کے ترکہ سے بنوائی ہیں حضرت شاہ صاحب نے مولانا گنگوہی سے فرمایا کہ جب مفتی صاحب ایسا کہتے ہیں تو پھر کیوں شبہ کیا جاوے مولانا نے عرض کیا ہاں حضرت پھر کیوں شبہ کیا جاوے اسکے کچھ دیر بعد ان جلدوں کو توڑ ڈالا اور فرمایا دل قبول نہیں کرتا (شت)

۲۲۱

(۱۰۸) خانصاحب نے فرمایا کہ مجھ سے مولانا نانوتوی بیان فرماتے تھے کہ نواب قطب الدین خانصاحب بڑے پکے مقلد تھے اور مولوی نذیر حسین صاحب پکے غیر مقلد ان میں آپس میں تحریری مناظرے ہوتے تھے ایک مرتبہ کسی جلسہ میں میری زبان سے یہ نکل گیا کہ اگر کسیقدر نواب صاحب ڈھیلے ہوجائیں اور کسی قدر مولوی نذیر حسین صاحب اپنا تشدد چھوڑ دیں تو جھگڑا مٹ جاوے میری اس بات کو کسی نے نواب قطب الدین خانصاحب تک بھی پہونچا دیا اور مولوی نذیر حسین صاحب تک بھی مولوی نذیر حسین صاحب تو سنکر ناراض ہوئے مگر نواب صاحب پر یہ اثر ہوا کہ جہاں میں ٹھیرا ہوا تھا میرے پاس تشریف لائے اور آکر میرے پاؤں پر عمامہ ڈالدیا اور پاؤں پکڑ لئے اور رونے لگے اور فرمایا بھائی جس قدر میری زیادتی ہو خدا کے واسطے تم مجھے بتلادو میں سخت نادم ہوا اور مجھ سے بجز اسکے کچھ نہ بن پڑا کہ میں جھوٹ بولوں لہذا میں نے جھوٹ بولا اور صریح

جھوٹ میں نے صرف اسی روز بولا تھا) اور کہا کہ حضرت آپ میرے بزرگ ہیں میری کیا مجال تھی کہ میں ایسی گستاخی کرتا آپ سے کسی نے غلط کہا ہے غرض میں نے بمشکل انکے خیال کو بدلا اور بہت دیر تک وہ بھی روتے رہے اور میں بھی روتا رہا یہ قصہ بیان کرکے خانصاحب نے فرمایا کہ جب مولانا نے یہ قصہ بیان فرمایا اسوقت بھی آپکی آنکھوں میں آنسو بھر آتے تھے

حاشیہ حکایت (۱۰۸) قولہ باذن پر ابی تولہ مجھے بتلادو **اقول** کیا انتہا ہے اس للہیت کی۔ ایسے بزرگ پر کب گمان ہو سکتا ہے کہ نفسانیت سے مناظرہ کرتے ہوں **قولہ** جھوٹ بولا **اقول** چونکہ اہیں کسیکا ضرر نہ تھا اسلئے اباحۃ کا حکم کیا جاوے گا (**شت**)

(۱۰۹) خانصاحب نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب بیان فرماتے تھے کہ میں نواب قطب الدین خانصاحب کی خدمت میں ہفتہ میں ایک مرتبہ حاضر ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ نواب صاحب نے فرمایا کہ حاجی صاحب ایک ہفتہ کا فراق تو بہت ہے میں نے ہفتہ میں دو مرتبہ
۲۲۲ جانا شروع کر دیا پھر فرمایا کہ حاجی صاحب چار دن کا فراق تو بہت ہے میں نے تیسرے دن جانا شروع کر دیا پھر فرمایا کہ ایک دن کا فراق بھی بہت ہے اسپر میں نے روز جانا شروع کر دیا ایک روز فرمانے لگے کہ حاجی صاحب میں شاہ اسحق صاحب سے بھی بیعت ہوں اور مولوی محمد یعقوب صاحب سے بھی۔ مگر میں ہمیشہ اعمال مسنونہ ماثورہ ہی میں مشغول رہا اور تصوف کی طرف مجھے کبھی توجہ نہیں ہوئی اسوقت وہ حضرات تو ہیں نہیں اور میں بڈھا ہو گیا ہوں اب مجھ سے محنت بھی نہیں ہو سکتی آپ مجھے کوئی ایسا کام بتلادیں جو میں کر لیا کروں میں تو خاموش رہا اتفاق سے اسوقت مولوی محمد یعقوب صاحب کے داماد مرزا امیر بیگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ کثرت سے استغفار پڑھا کیجئے یہ سنکر نواب صاحب خاموش ہو گئے۔

حاشیہ حکایت (۱۰۹) قولہ آپ مجھے کوئی ایسا کام **اقول** ایسے اکابر کا حضرت حاجی صاحب کو شیخ سمجھنا تھوڑی بات نہیں **قولہ** مرزا امیر بیگ الخ **اقول** میں نے بھی اپنے والد صاحب مرحوم کے ہمراہ لکھنؤ میں انکی زیارت کی ہے (**شت**)

(۱۱۰) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولوی محمود دہلی اور نواب محمود علیخان سے سنا ہے یہ حضرات فرماتے تھے کہ شاہ اسحق صاحب کے زمانہ میں ایک انگریز پادری دلی میں آیا یہ بہت قابل اور لستان اور مشہور پادری تھا اسنے دلی میں عام طور پر علماء کو مناظرہ کی دعوت دی اسوقت کے مولوی جو خاندان عزیزی کے مخالف تھے انکو شاہ اسحق صاحب کی بہت کاوشش تھی انھوں نے اس پادری کو پٹی پڑھائی کہ تم شاہ اسحق صاحب سے خاص طور پر مناظرہ کی درخواست کرو چونکہ شاہ صاحب بہت سیدھے اور بہت کم گو تھے اور زبان میں لکنت تھی اسلئے ان کو خیال تھا کہ یہ لستان پادری شاہ صاحب کو ضرور مات دیگا اور انکو ذلت ہوگی اس پادری نے شاہ صاحب کو دعوت مناظرہ دی شاہ صاحب نے بے تکلف منظور فرمالی اسپر شاہ صاحب کے دوستوں کو بہت خیال ہوا مولوی فرید الدین صاحب جو مراد آباد کے رہنے والے اور مولوی اسمٰعیل صاحب اور نواب رشید الدین خانصاحب کے اچھے شاگردوں میں اور نہایت ذہین آدمی تھے اور مولوی محمد یعقوب صاحب ان دونوں نے شاہ صاحب سے عرض کیا کہ آپ مناظرہ نہ فرمائیں آپ ہم کو اپنا وکیل بنادیں شاہ صاحب نے ۲۲۳
فرمایا کہ اُسنے مجھی کو دعوت دی ہے میں ہی مناظرہ کرونگا وکیل بنانے کی ضرورت نہیں۔ بادشاہ بھی شاہ صاحب کا مخالف تھا قلعہ میں مناظرہ کی ٹھیری جب مناظرہ کا وقت آیا اُس وقت سب لوگ قلعہ میں پہونچ گئے اور مجلس مناظرہ منعقد ہوئی خدا کی قدرت جب وہ پادری شاہ صاحب کے سامنے آیا تو اُسکے جسم پر لرزہ پڑگیا اور حواس باختہ ہوگئے اور ایک حرف بھی زبان سے نہ نکال سکا جب کچھ دیر ہوگئی تو شاہ صاحب نے اس پادری سے فرمایا کہ آپ کچھ فرمائینگے یا میں ہی عرض کروں اس نے کہا کہ آپ ہی فرمائیں شاہ صاحب نے خوب زور وشور کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور عیسائیت کے بطلان کے دلائل بیان فرمائے وہ پادری ساکت محض تھا نہ اس نے آپ کی تقریر پر کچھ خدشہ کیا اور نہ اپنی طرف سے کوئی سوال کیا جب تمام لوگوں پر اس پادری کا عجز ظاہر ہوگیا تب آپنے ان مخالف مولویوں کی طرف جنھوں نے اس پادری کو ابھارا تھا متوجہ ہوکر فرمایا کہ ہمارے خاندان کا قاعدہ رہا ہے کہ وہ تفسیر سے پہلے تورات وانجیل وزبور پڑھا دیا کرتے تھے

کیونکہ بغیران کتابوں پر عبور ہوئے قرآن شریف کا لطف نہیں آتا اسی قاعدے کے مطابق مجھے بھی یہ کتابیں پڑھائی گئی تھیں اور اس لئے میں عیسائی مذہب سے ناواقف نہیں ہوں اور فرما کر فرمایا کہ اگر اسحٰق کو شکست اور ذلت ہوتی تو کچھ بات نہ تھی کیونکہ مجھے علم کا دعویٰ ہی کب ہے لیکن اسلام تو تمہارا بھی تھا اس سے تمام مخالفین پر پانی پڑ گیا اور مناظرہ ختم ہو گیا

حاشیہ حکایت (۲۱۱) **قولہ** اس پادری کو پٹی پڑھائی **اقول** خدا بُرا کرے عناد کا کہ یہ بھی احساس نہ رہا کہ ہمارا یہ فعل کفر کی تائید ہے اور اسلام کا اضرار (**اشرف**)

(۱۱۱) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب جب مدرسہ سے کہیں تشریف لیجاتے تو دریافت کرتے کہ اسوقت مدرسہ میں کون ہے اگر خدام کہتے کہ حضور فلاں ہے تو فرماتے خیر اور اگر کہدیتے کہ میاں اسحٰق ہیں تو فرماتے کہ مدرسہ کی حفاظت کا انتظام کر دو اسحٰق کے بھروسہ نہ رہو اسباب تو اسباب اگر کوئی مدرسہ کی دیواریں اٹھا کر لیجاتے گا تب بھی اسے خبر نہ ہوگی۔ ۲۴۴

حاشیہ حکایت (۱۱۱) **قولہ** تب بھی اسے خبر نہ ہوگی **اقول** یہ استغراق فطری تھا (**اشرف**)

(۱۱۲) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحب کے ایک لڑکا تھا جس کا نام سلیمان تھا شاہ صاحب کی کنیت ابوسلیمان اسی کی وجہ سے ہے شاہ عبدالعزیز صاحب کی عادت ٹہلنے کی تھی آپ خدام کے ساتھ ٹہل رہے تھے ایک خادم کی گود میں میاں سلیمان تھے ایک موقعہ پر جھول پڑی ہوئی تھی اور عورتیں جھول رہی تھیں جب ان عورتوں نے میاں سلیمان کو دیکھا تو انھوں نے اس خادم سے کہا کہ میاں کو ہمیں دیدو ہم جھلائینگے خادم نے دینا چاہا مگر سلیمان نہیں گئے عورتوں نے ہرچند اصرار کیا مگر وہ نہیں گئے جب شاہ صاحب کو معلوم ہوا کہ میاں سلیمان کو عورتیں جھلانے کے لئے لیتی تھیں مگر وہ نہیں گئے تو انھوں نے فرمایا کیوں جاتا اسحٰق کا بیٹا ہے۔

(باقی آئندہ)

نیز بغویؒ نے بطریق یوسف بن ماجشون بیان کیا ہے۔

ادرکت مشیختنا ابن المنکدر و ربیعہ و صالح بن کیسان وعثمان بن محمد لا یشکون ان ابابکر اول القوم اسلاما (اصابہ جلد رابع صفحہ ۱۰۳)	(یوسف بن ماجشون نے کہا) میں نے اپنے مشائخ ابن منکدر، ربیعہ، صالح بن کیسان، عثمان بن محمد کو اس بارہ میں شک کرتے ہوئے نہیں پایا کہ ابوبکرؓ قوم میں سب سے پہلے اسلام لائے۔

فرات بن سائب نے میمون بن مہران سے پوچھا کہ آپکے نزدیک حضرت علیؓ افضل ہیں یا حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کو سخت غصہ آیا اور فرمایا کہ مجھے معلوم نہ تھا کہ میں ایسے زمانہ تک زندہ رہونگا کہ جسمیں ان دونوں حضرات کے موازنہ کرنے کا وقت آجائے دونوں بہتر اور دونوں اسلام کے سردار تھے پھر دریافت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ آپ نے جواب دیا ابوبکرؓ بحیرہ راہب کے زمانہ مین اسلام لاچکے تھے حالانکہ حضرت علیؓ اسوقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے چنانچہ ابن حجرؒ نے اصابہ میں تحریر فرمایا ہے۔

۲۱ وقال میمون بن مہران لقد آمن ابوبکر بالنبی صلے اللہ علیہ وسلم فی زمن بحیرا الراھب واختلف بینہ وبین خدیجۃ حتی تزوجھا وذلک قبل ان یولد علے (اصابہ جلد رابع صفحہ ۱۰۴)	میمون بن مہران نے فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر بحیرا راہب کے زمانہ میں ایمان لائے اور آپ کے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کے درمیان اختلاف کیا گیا ہے حتی کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ سے نکاح کیا اور یہ حضرت علیؓ کی پیدائش سے پہلے ہوا۔

جریری ابونضرۃ سے روایت کرتے ہیں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت علیؓ سے ایک واقعہ میں فرمایا کہ "میں تم سے پہلے اسلام لایا" اسکا کسی نے انکار نہیں کیا (کتاب الاستیعاب جلد اصفحہ ۳۴۰)

بعضوں نے کہا ہے آپ تمام صحابہ اور تابعین وغیرہم سے پہلے ایمان لائے بلکہ بعضوں نے دعویٰ کیا ہے کہ آپ کی سبقت اسلام پر اجماع ہے چنانچہ ابومحجن ثقفی نے یہ اشعار نظم کئے ہیں۔

وسمیت صدیقا وکل مہاجر ❊ سواک یسمی باسمہ غیر منکر

(اے ابوبکر!) آپکا نام صدیق رکھا گیا اور آپکے علاوہ اور مہاجرین اپنے اپنے نام کیوجہ سے بغیر کسی کے پکارے جاتے

سبقت الی الاسلام واللہ شاہد ❊ وکنت جلیسا فی العریش المشہر

آپ نے اسلام کی طرف سبقت کی اسکا اللہ شاہد ہے اور آپ عریش میں نبی کے ہم نشین تھے

یہ بھی کہا گیا ہے کہ سب سے اول حضرت علیؓ اسلام لائے بعض قائل ہیں کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ پہلے ایمان لائیں ان اقوال کی تطبیق اسطرح ہے کہ مردون میں اول حضرت ابوبکر صدیقؓ لڑکون میں حضرت علیؓ عورتون میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائیں یہ توجیح سب سے اول امامنا الاعظم وہمامنا الافخم رئیس المستبطین راس المجتہدین سید التابعین ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے کی ہے۔

حوادثات جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اسلام لانیکے بعد پیش آئے

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تین برس تک نہایت رازداری کے ساتھ

۲۲ فرض تبلیغ ادا کرنے کا حکم رہا اسکے بعد باریتعالیٰ عز اسمہ نے یہ آیت کریمہ۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (حجر) | آپکو جو حکم دیا گیا ہے اسکو صاف صاف سنا دیجئے اور مشرکین کی پرواہ کیجئے

نازل فرمائی اور نیز حکم ہوا۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ (شعراء) | اور (سب سے پہلے) اپنے نزدیک کے خاندان والونکو (عذاب الہی سے) ڈرایئے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھکر[1] بآواز بلند پکارا "یا معشر القریش" (اے جماعت قریش) اس آواز پر تھوڑی ہی دیر میں صفا کے چارونطرف لوگ جمع ہوگئے تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم سے کہون کہ پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آرہا ہے تو کیا تم کو یقین آئیگا؟ سب نے کہا "ہان کیونکہ تم کو ہمیشہ سے ہم نے سچ بولتے دیکھا ہے" آپ نے فرمایا تو میں یہ کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر سخت عذاب نازل ہوگا یہ سنکر حاضرین ہنس پڑے کوئی ترش رو ہوا، کسی نے قہقہہ مارا ابو لہب ازلی بدبخت آپ کا چچا بہت برہم ہوا اور جواب دیا کہ۔

---

[1] عرب کا دستور تھا کہ جب کوئی قومی یا ملکی مشکل روتما ہوتی تو یہی خواہ قوم کسی اونچے مقام پر چڑھکر چیختا، چلاتا اور لوگونکو آواز بلند پکار کر یکجا جمع کرتا جو کچھ کہنا سننا ہوتا کہہ دیا کرتا تھا اسی عام رواج کے موافق سید ابرار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی تبلیغ کا فرض ادا کرنے کے لئے لوگون کو جمع کیا ۱۲ منہ۔

تَبًّا لَكَ أَلِهٰذَا دَعَوْتَنَا | اے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) تم ہلاک ہوگیا اسی واسطے تم نے ہم کو بلایا تھا؟

یہ کہکر سب چلدیے۔ چندروز کے بعد آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ خاندان کے لوگوں کی دعوت کریں تمام خاندان عبدالمطلب مدعو کیا گیا۔ حمزہ، ابوطالب، عباس، وغیرہم سب لوگ شریک تھے جسوقت سب مہمان کھانے سے فارغ ہو چکے تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر فرمایا "میں نہیں جانتا کہ عرب میں کوئی آدمی اپنی قوم کے لئے اس چیز سے بڑھکر تحفہ لایا ہو جو میں تمہارے لئے لایا ہوں اس میں شک نہیں کہ میں تمہارے لئے وہ چیز لیکر آیا ہوں جو دین اور دنیا دونوں کی کفیل ہے خدا تعالےٰ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اسکی طرف بلاؤں اب تم لوگوں میں سے اس بارعظیم کے اٹھانے میں کون میری مدد کریگا" تمام مجلس میں سناٹا چھا گیا دفعتہً حضرت علیؓ آگے بڑھے اور انھوں نے کہا "گو مجھ کو آشوب چشم ہے گو میری ٹانگیں پتلی ہیں، اور گو میں سب سے نوعمر ہوں تاہم میں آپکا ساتھ دونگا" نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی گردن پکڑ کے ارشاد فرمایا "تمہاری جماعت میں یہ میرا بھائی ہے
اسکی بات مانو اور اسکی اطاعت کو واجب جانو" یہ کلام سننے کے بعد ازلی بدبخت ابولہب قہقہہ ۲۳
مارتا ہوا اٹھا اور یہ کہکر لوا ابوطالب "تمہارے بھتیجے صاحب تم کو حکم دیتے ہیں کہ اپنے بیٹے کی اطاعت وفرمانبرداری کیجئے" واپس چلا گیا دوسرے لوگوں نے بھی اسکا ساتھ دیا اور حق بات کا مذاق اڑانا شروع کیا مگر انکے اس حقارت آمیز برتاؤ نے حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارادوں میں کوئی کمزوری نہ آنے دی اور نہ ان کو اپنی قوم سے علٰحدہ ہوجانے کی ترغیب دی سہ

نہ کچھ شوخی چلی باد صبا کی ✤ بگڑنے میں بھی زلف اسکی بنا کی

بلکہ بجائے اسکے کہ وہ ڈر کر اور پہلو بچا کر یہیں تک بس کرتے اور خموش بیٹھے رہتے انھوں نے دل کھولکر کمر ہمت باندھکر برسرعام بتوں کو برا کہنا اور خدائے قدوس کا علی الاعلان یہ فرمان عالی شان۔

إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ۔	تم اور جن چیزوں کی بجز اللہ تعالےٰ کے تم پرستش کرتے ہو سب دوزخ کا ایندھن ہونگے۔

ضروری اطلاع

رسالہ الہادی کے خریدارون کو جو رعایت سے
کتب دیجاتی تھی وہ موقوف۔ کیونکہ یہ رعایت اس خیال
سے دیجاتی تھی کہ اس سے اشاعت پر اثر پڑے گا۔
مگر یہ بالکل غلط ثابت ہوا۔

لہذا ربیع الثانی تک رعایت رہیگی اسکے بعد بالکل نہیں
دیجاویگی۔ اگر کوئی صاحب اس وجہ سے خریدار ہون۔ تو
آیندہ سال انکو اختیار ہے ؎

(مُدیر)

ضروری نوٹ:- احقر نے پوسٹ بکس چھوڑ دیا ہے۔ آپ پورا پتہ لکھیں یعنی محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی

قال اللہ تعالیٰ فی قوله و قرآنا فرقناه لتقرأه على الناس على مكث ونزلناه تنزيلا

چوں آیت مصدوق دال ست بر نفعیت تعلیم تدریجی برائے ناس

حاضر باشند یا بادی + و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر جملہ

مقاصد و مبادی + پس اتباعاً للنص المذکور + صحیفہ شہریہ کہ مندرج ست بتدریج شہود

مسمّٰی بہ

الہادی

نمبر ۱۱	بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ	جلد ۳

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی + بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل المواعظ

و حل اغلاقات کلید مثنوی و تشرف امیر الروایات کہ اکثر آن مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی + باہتمام محمد عثمان عامی + در ماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلان دہلی [illegible]

التفسیر العام ما اخذ من الحدیث اتفق [illegible] بالرحم

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ربیع الاول سنہ ۱۳۴۶ھ

جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی
کتب خانہ اشرفیہ درسہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	التادیب التہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب	حدیث	مولانا ملاجی محمد میان صاحب سلمہ	۱
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۹
۳	کلید مثنوی	تصوف	....	۱۷
۴	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	تصوف	....	۳۳
۵	امیر الروایات فی حبیب الحکایات	تصوف و سیر	مولوی حبیب احمد صاحب حاشیہ حکیم الامۃ مولانا تھانوی مدظلہم	۳۹
۶	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب امروہوی	۴۴

اصول و مقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعین

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو جوانشاءاللہ معین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۵ھ سے یہ رسالہ معہ ٹائیٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے اور قیمت سالانہ وہی چار روپے آٹھ آنے۔

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی۔پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی۔پی روانہ ہوگا جس دو آنہ فیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنے کا وی پی پہنچیگا

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ دینگے یا وی پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائے گا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول سنہ ۱۳۴۴ھ سے بھیجے جائینگے اور ابتداء سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر الہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو تو طلب فرما دیں۔ مگر اس کی قیمت فی جلد تین روپے ہے علاوہ محصول ڈاک +

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

کہ کیا تنہائی کی وجہ سے تیرا دل گھبرا گیا تھا میں نے تیرے پاس سے جا کر ذرا بھی کہیں دیر نہیں لگائی صرف اتنا ہوا کہ اللہ میاں سے کہہ سنکر تیرے لئے یہ لحاف بستر اور (جنت کی) کنجی لے آیا ہوں اب تو ذرا اٹھ جا کہ یہ فرشتے تیرے نیچے فرش کر دیں پھر خود فرشتے ہی بہت آہستگی اور نرمی کے ساتھ اسکو اٹھاتے ہیں اور اسکی قبر میں چار سو برس تک چلکر مسافت طے کرنے کی برابر وسعت کر دیتے ہیں پھر اسکے لئے نہایت عمدہ بیش قیمت فرش کر دیتے ہیں جس کا اندر کا رخ سبز ریشم کا ہوتا ہے بھراؤ اسکا بہت مہکتی ہوئی مشک کا ہوتا ہے اور اسکے دونوں گھٹنوں کیلئے اور سرہانے نافتے اور لاہی کے تکیے رکھدیے جاتے ہیں اور نورِ جنت کے دو چراغ اسکے لئے روشن کر دیے جاتے ہیں ایک سرہانے ایک پائیتیوں یہ دونوں چراغ قیامت تک روشن رہینگے پھر قبلہ رخ کرکے دائیں کروٹ فرشتے اسکو لٹا دیتے ہیں اب جنت کی عمدہ خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور وہ فرشتے اوپر چلے جاتے ہیں اور قرآن شریف اور وہ میت ہی رہجاتے ہیں قرآن اس خوشبو کو لیکر اسکو سونگھانے کے لئے اسکی ناک پر رکھتا ہے جسکو یہ قیامت تک سونگھتا رہے گا پھر قرآن اسکی ایسی خبر گیری کرتا ہے جیسا کوئی بڑا شفیق باپ اپنی اولاد کی بہت آرام دہی کے ساتھ خبر گیری کرتا ہے اگر اسکی اولاد میں سے کوئی بچہ قرآن شریف پڑھتا ہے تو اسکی اسکو بشارت دیتا ہے اور اگر کہیں بدکردار اولاد ہوتی ہے تو اسکے لئے خیر و صلاح کی دعا کرتا ہے یہ حدیث بزار نے روایت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ خالد بن معدان (راوی) کی معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے سماعت ثابت نہیں لہذا یہ روایت منقطع ہے حافظ ابوبکر نے کہا ہے کہ اسکی اسناد میں اور بھی ایسے راوی ہیں جنکی دیانت وغیر دیانت کا کچھ پتہ نہیں لگتا اور اسکے متن میں بھی بعید غرابت بلکہ ناممکن کے قریب ہے اور عقیلی وغیرہ محدثین نے بھی اس حدیث میں کلام کیا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص رات کو تھوڑے کھانے پینے پر بسر اوقات کرکے بھی نماز پڑھتا ہے تو صبح تک چالیس حوریں اسکے گرد چکر کاٹتی ہیں یہ حدیث طبرانی نے (اپنی کتاب) کبیر میں روایت کی ہے۔

۲۷۳

عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھون نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ بندہ کو سب اوقات سے زیادہ قرب اللہ میاں کا اخیر شب مین ہوتا ہے اگر اسوقت میں تم اللہ کا ذکر کرنے والون میں سے ہوسکو تو ضرور ہونا یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے یہ لفظ ترمذی ہی کے ہیں ابن خزیمہ نے بھی اپنی صحیح میں اسکو روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسکو حدیث حسن صحیح غریب کہا ہے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایسا آدمی نقصان میں نہیں رہتا جو تہجد کی نماز میں سورہ بقر اور آل عمران پڑھ لیا کرے یہ حدیث طبرانی نے اوسط میں روایت کی ہے۔

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ تین (قسم کے) آدمی ایسے ہیں کہ ان سے اللہ میاں محبت رکھتے اور انکو دیکھکر خوش ہوتے ہیں اور فرشتوں کے سامنے اپنی خوشی ظاہر کرتے ہیں انہین سے ایک تو وہ آدمی ہے کہ جنگ میں جب اسکے ساتھ والے شکست کھاکر بھاگ پڑے تو یہ ۲۷۴
اکیلا ہی اسکے بعد میں اللہ کو خوش کرنیکی غرض سے سینہ سپر ہوکر لڑنے لگا بعد میں شہید ہوگیا یا خدا نے فتح دیدی تو اسکی بابت اللہ میاں فرشتون سے فرماتے ہیں کہ میرے اس بندے کو دیکھو مجھے خوش کرنیکے لئے کیسا سینہ سپر ہوگیا ہے۔ دوسرے وہ آدمی کہ اسکی حسین خوبصورت بیوی بھی ہے نرم نرم بڑھیا غالیچے بھی ہیں پھر بھی وہ (اپنے اس آرام و راحت کے سامان کو چھوڑکر) تہجد کے لئے اٹھتا ہے تو اللہ میاں فرماتے ہیں کہ (دیکھو) یہ بندہ اپنی خواہشات کو چھوڑتا اور میرا ذکر خیر کرتا ہے اگر چاہتا تو اسوقت آرام سے سو سکتا تھا۔ تیسرا وہ آدمی کہ ایک قافلہ کے ساتھ سفر میں تھا اول تو وہ بھی سب جاگتے رہے بعد میں جب سب سوگئے تو اس نے دُکھ تکلیف آرام و راحت کہیں کا خیال نہیں کیا اور تہجد کے وقت نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہوا یہ حدیث طبرانی نے حسن سند کے ساتھ کبیر میں روایت کی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے

ہیں کہ ہمارے اللہ میاں دو آدمیوں سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں ایک تو وہ آدمی کہ اپنے لحاف بچھونے اپنے بیوی بچوں میں سے تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتا ہے تو اللہ عزوجل (فرشتوں سے) فرماتے ہیں میرے اس بندہ کو دیکھو کہ اپنے لحاف بچھونے اپنے بیوی بچوں میں سے اٹھتا ہے اس وجہ سے کہ اسکو میری نعمتوں کے لینے کا شوق اور میرے عذاب سے خوف ہے۔ دوسرا وہ آدمی کہ جہاد میں خوب جان توڑ کر لڑا اسکے ساتھ والوں میں (جنگ کا رنگ بگڑنے کی وجہ سے) بھگی پڑگئی تو اس نے بھاگنے میں خدا کی مواخذہ اور پھر لوٹ کر لڑنے میں اجر عظیم کا خیال کر کے یہ لوٹا اور یہانتک لڑا کہ وہیں شہید ہو گیا اس کی بابت بھی اللہ میاں فرماتے ہیں کہ دیکھو میرے اس بندہ کو کہ میری نعمتوں کے شوق اور میری عقوبتوں کے خوف سے یہانتک لڑتا رہا کہ آخر شہید ہی ہو گیا۔ یہ حدیث امام احمد ابو یعلی طبرانی نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور یہی روایت طبرانی نے حسن سند کے ساتھ موقوفاً بھی روایت کی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں کہ اللہ میاں دو آدمیوں کو دیکھکر بہت ہنستے ہیں ایک تو وہ کہ سردیوں کی رات میں اپنے بچھونے لحاف اور بستر میں سے اٹھا ۲۷۵ وضو کیا پھر نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا اسکی بابت اللہ میاں اپنے فرشتوں سے فرماتے ہیں کہ یہ بندہ جو کچھ کر رہا ہے ایسا کرنے پر اسکو کس نے ابھار رکھا ہے فرشتے عرض کرتے ہیں مولا یہ تمہاری نعمتوں کے شوق اور تمہاری عقوبتوں کے خوف سے ایسا کر رہا ہے اللہ میاں فرماتے ہیں کہ بس تو جس چیز کی یہ امید کر رہا ہے میں نے اسکو دیدی اور جس سے یہ خوف کھا رہا اور اندیشہ کر رہا ہے اس سے اسکو امن دیدیا۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ میری امت کا بعض آدمی رات کو (تہجد کے لئے) اٹھتا اپنی طبیعت کو وضو وغیرہ کیطرف لگاتا ہے اور (شیطان کی لگائی ہوئی) کئی گرہوں کی اسپر بندش ہوتی ہے تو جب اس نے اٹھکر ہاتھ دھوئے تو ایک گرہ تو اسی سے کھل گئی پھر منہ دھویا تو دوسری کھل گئی۔ پھر سر کا مسح کیا تو اور کھل گئی پھر پیر دھوئے تو اور کھل گئی اسوقت اللہ میاں (بطور فخر) ان فرشتوں سے فرماتے ہیں جو حجاب (کبریائی) کو اسطرف

ہیں کہ میرے اس بندے کو دیکھو کہ اپنی طبیعت سے کیسی کوشش کر رہا اور خوشامد میں کس طرح لگا ہوا ہے اب جو کچھ یہ مانگ رہا ہے میں نے اس کو دیدی۔ یہ حدیث امام احمد نے اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے یہ الفاظ (مذکورہ) ابن حبان ہی کے ہیں۔

ابو عبیدہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ تورات میں یہ لکھا ہے کہ جو لوگ تہجد پڑھتے ہیں انکے لئے اللہ میاں نے ایسی عجیب نعمتیں تیار کی ہیں کہ نہ کبھی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کبھی کسی انسان کے دل میں انکا خیال آیا نہ انکی کسی مقرب فرشتے کو خبر ہے اور نہ کوئی بڑے سے بڑا پیغمبر انکو جانتا ہے اور اس آیۃ (میں انکا بیان ہے جس) کو ہم سب پڑھتے ہیں فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین الا یۃ۔ حاکم نے اسکو روایت کرکے اسکو صحیح کہا ہے۔

عبداللہ بن ابی قیس فرماتے ہیں کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ دیکھنا تہجد کی نماز کبھی نہ چھوڑنا کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسکو کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور جب آپ بیمار ہوتے یا کچھ تھکن سے طبیعت سست ہوتی تو بیٹھکر پڑھ لیا کرتے تھے یہ روایت ابو داؤد نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں نقل کی ہے۔ ۷۷۱

طارق بن شہاب سے مروی ہے یہ رات کو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے ہاں اس غرض سے رہے کہ دیکھیں تہجد میں وہ کسقدر محنت کرتے ہیں انھوں نے دیکھا کہ وہ رات کو تہجد کے اخیری وقت اُٹھے اور نماز پڑھنے لگے اور جوان طارق کو سلمان پر ظن غالب (کثرت عبادت و مجاہدہ کا) تھا وہ نہیں پایا تو انھوں نے سلمان سے اسکا ذکر کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میاں ان پانچوں ہی نمازوں کو پابندی سے ادا کرتے رہو بس یہی ان (گناہوں کے) زخموں کے لئے مرہم بنجاتی ہیں جبتک کہ کوئی ناحق خون نہ کیا ہو جب لوگ عشا کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو تین قسم کے ہو کر (اپنے گھروں کو) لوٹتے ہیں ایک قسم تو وہ ہوتے ہیں کہ جو نقصان ہی میں ہوتے ہیں فائدہ میں نہیں رہتے۔ دوسری قسم کے وہ ہوتے ہیں کہ وہ فائدہ ہی میں ہیں نقصان میں بالکل نہیں تیسری قسم وہ کہ نہ فائدہ میں نہ نقصان میں بس جو آدمی ایسا ہے کہ اس نے رات کی اندھیری اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھکر (بدکرداریوں اور) معاصی

کے گھوڑے پر سوار ہو گیا تو بس یہ تو اپنے نقصان ہی میں ہے اپنے فائدے میں بالکل نہیں ہے اور اسکے مقابل وہ شخص ہے کہ اس نے رات کی اندھیری اور لوگوں کی غفلت کو غنیمت سمجھکر رات کو اٹھا تہجد کی نماز پڑھی تو بس یہ اپنے فائدے ہی میں ہے نقصان میں بالکل نہیں۔ تیسرا وہ کہ جو نہ فائدے میں نہ نقصان میں وہ وہ ہے کہ (عشا کی) نماز پڑھی اور سو گیا۔ یہ ایسا ہے کہ نہ اپنا کچھ فائدہ کیا اور نہ نقصان اُٹھایا یہ روایت طبرانی نے (اپنی کتاب) کبیر میں اچھی سند سے نقل کی ہے۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ دنیا بھر میں غبطہ اور رشک کرنیکے لایق صرف دو ہی آدمی ہیں ایک تو وہ آدمی کہ اسکو اللہ میاں نے بہت مال دے رکھا ہے وہ اس مال کو فی سبیل اللہ خرچ کرتا اور بہت زیادہ خرچ کرتا ہے تو ایسے آدمی پر اگر کوئی رشک کرے اور یہ کہے کہ اگر مجھے بھی اللہ میاں اتنا دیتے تو میں بھی اسکی طرح خوب خرچ کرتا تو یہ موقع واقعی قابل رشک اور حرص ہے دوسرا وہ آدمی کہ اسکو قرآن شریف یاد ہے وہ تہجد میں اسکو پڑھتا ہے اور اسکے پاس ہی اور آدمی ہے اسے قرآن شریف یاد نہیں ہے وہ اسکے تہجد وغیرہ پڑھنے پر حرص رکھتا اور رشک کرتا ہے کہ اگر مجھے اللہ میاں اسکی طرح قرآن شریف یاد کرا دیتے تو میں بھی ایسی طرح ضرور تہجد پڑھا کروں یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے لیکن سند کسیقدر ضعیف ہے۔ ۲۷۷

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ غبطہ صرف دو ہی آدمیوں پر کرنا چاہیئے ایک تو ایسا آدمی کہ اسکو اللہ میاں نے قرآن شریف یاد کرا دیا وہ اسکو اوقات شب و روز میں پڑھتا ہے دوسرا وہ آدمی کہ اسکو اللہ نے مال عطا کر دیا ہے وہ اسکو رات دن (مصرف خیر میں) خرچ کرتا ہے یہ حدیث مسلم وغیرہ نے روایت کی ہے۔

یزید بن الاخنس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انکو صحبت رسول حاصل تھی (لہذا صحابی ہیں) فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم صرف دو آدمیوں

جیسے بننے کی ہوس رکھنا ایک تو وہ آدمی کہ اسکو اللہ میاں نے قرآن شریف یادکرا دیا ہے وہ اسکو اوقات شب و روز میں پڑھتا ہے اسے دیکھکر آدمی یہ ہوس کرے کہ اگر مجھے بھی اللہ میاں یہ نعمت عطا کر دیں جو اسکو عطا کی ہے تو میں بھی اسیطرح کروں جسطرح یہ کرتا ہے دوسرا وہ آدمی کہ اسکو اللہ میاں نے مال دے رکھا ہے وہ اسکو (مصرف خیر میں) خرچ کرتا اور خیرات کرتا ہے تو اس جیسے ہونیکی بھی آدمی ہوس کیا کرے یہ حدیث طبرانی نے کبیر میں روایت کی ہے اسکے راوی بھی سب ثقہ اور مشہور ہیں۔

فضالہ بن عبید اور تمیم داری سے رضی اللہ عنہما سے مروی ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے تہجد (کی نماز) میں دس آیتیں پڑھ لیں تو اسکے (اجر و ثواب کا) ایک قنطار لکھدیا جاتا ہے اور وہ قنطار تمام دنیا اور دنیا کے کل ساز و سامان سے بہتر ہوتا ہے پھر جب قیامت کا دن ہوگا تو تمہارے رب عز و جل اس بندہ سے فرمائیں گے کہ پڑھ اور ہر آیت پر ایک درجہ طے کرے حتیٰ کہ جب یہ آخری آیت تک پہنچے گا تو اللہ میاں فرمائینگے کہ اب تو اس درجہ پر قبضہ کرے یہ بندہ اپنا ہاتھ رکھکر عرض کریگا یارب اتمم (میری دلی مراد سے) خوب واقف ہو اللہ فرمائینگے بس ہمیشہ ان ہی نعمتوں میں رہنا یہ حدیث طبرانی نے کبیر اور اوسط میں حسن سند سے نقل کی ہے۔ ۲۷۸

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہا سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس نے تہجد میں دس آیتیں پڑھ لیں تو وہ غافلین میں نہیں لکھا جائیگا اور جس نے سو آیتیں پڑھ لیں وہ تو قانتین میں لکھدیا جائیگا اور جس نے ایک ہزار آیتیں پڑھ لین تو وہ مقنطرین (یعنی ثواب کے ذخیرہ کرنے والوں) میں لکھدیا جاتا ہے یہ حدیث ابو داؤد نے اور ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے حافظ (ابوبکر) فرماتے ہیں کہ تبارک الذی بیدہ الملک سے آخر قرآن تک ایک ہزار آیتیں ہیں اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے (اور ایک اوقیہ چالیس درہم کا ہوتا ہے) اور ایک اوقیہ ما بین السماء والارض سے بہتر ہوتا ہے یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جس کسی نے رات کو (تہجد میں) دس آیتیں پڑھ لیں وہ غافلین میں نہیں لکھا جاتا اور جس نے سو آیتیں پڑھ لیں اسکے لئے ساری رات کی عبادت کا ثواب لکھدیا جاتا ہے اور جس نے دو سو آیتیں پڑھ لیں وہ قانتین میں لکھدیا جاتا ہے اور جس نے چار سو پڑھ لیں وہ عابدین میں لکھا جاتا ہے اور جس نے پانسو پڑھ لیں وہ حافظین میں شمار کیا جاتا ہے اور جس نے چھ سو پڑھ لیں وہ خاشعین میں درج کر دیا جاتا ہے اور جس نے آٹھ سو پڑھ لیں وہ مخبتین میں لکھ لیا جاتا ہے اور جس نے ایک ہزار پڑھ لین تو وہ ایک قنطار کا مالک ہوجاتا ہے اور ایک قنطار بارہ ہزار اوقیہ کا ہوتا ہے اور ایک قنطار دنیا بھر اسکے خرچ کرنے سے (اجر وثواب میں) بہتر ہوتا ہے اور جس نے دو ہزار آیتیں پڑھ لیں تو وہ موجبین میں لکھدیا جاتا ہے یہ حدیث طبرانی نے روایت کی ہے اور موجب ایسے آدمی کو کہتے ہین جو ایسا کوئی عمل کرے کہ وہ عمل اسکے لئے جنت ملنی واجب (اور لازم) کردے اور ایسے ہی اس لفظ کا اطلاق اس آدمی پر بھی ہوتا ہے کہ جو لزوم دوزخ کا کوئی عمل کرے۔

۲۷۹ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ جس نے ان (پانچوں) فرض نمازوں کی پابندی کرلی تو وہ غافلین میں سے نہیں رہتا اور جس نے ایک رات میں (تہجد کے وقت) سو آیتیں پڑھ لیں وہ بھی غافلین میں شمار نہیں کیا جاتا یا یہ فرمایا تھا کہ وہ قانتین میں لکھدیا جاتا ہے یہ حدیث ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے اور حاکم نے بھی اور لفظ حاکم کے یہ ہیں جو ابن خزیمہ کی بھی ایک روایت میں ہیں آنحضرت نے فرمایا تھا کہ جس نے ایک رات میں (بوقت تہجد) سو آیتیں پڑھ لیں وہ غافلین میں نہیں لکھا جاتا اور جس نے ایک رات میں دو سو آیتیں پڑھ لیں وہ مخلص قانتین میں لکھدیا جاتا ہے۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

اونگھنے کی حالت میں آدمی کے نماز پڑھنے اور تلاوت قرآن کرنے سے ترہیب

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جب کسی کو نماز میں اونگھ آیا کرے تو وہ (نماز پڑھنی چھوڑ کر) اتنا سو لیا کرے کہ نیند جاتی رہے اس لئے کہ جب تم میں سے کوئی اونگھتا ہوا نماز پڑھے گا تو کیا عجب ہے کہ جا ہے تو استغفار کرنا اور منہ سے بُرا نکلنے لگے (کیونکہ اسے آپے کی خبر تو ہے ہی نہیں) یہ حدیث امام مالک۔ بخاری مسلم۔ ابوداؤد۔ ترمذی۔ ابن ماجہ اور نسائی نے روایت کی ہے نسائی کے لفظ یہ ہیں کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھتا ہوا اونگھنے لگے تو بس نماز چھوڑ دیا کرے کیونکہ عجب نہیں کہ یہ اپنے حق میں بددعا کر بیٹھے اور اسے خبر بھی نہ ہو۔

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو فوراً سو جائے اور اتنا سوئے کہ نیند بھر کر اسکو یہ معلوم ہونے لگے کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں یہ حدیث بخاری اور نسائی نے روایت کی ہے مگر نسائی میں اس طرح ہے آنحضرت نے فرمایا تھا کہ جب کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو نماز چھوڑ کر سو جایا کرے۔ ۲۸۰

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب کوئی تم میں سے تہجد پڑھنے کھڑا ہو اور (نیند کی وجہ سے) قرآن شریف اسکی زبان سے ادا ہونا مشکل معلوم ہو اسے یہ خبر نہ ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں تو وہ لیٹ ہی جایا کرے یہ حدیث مسلم ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کی ہے

آدمی کے صبح تک سوتے اور تہجد کی نماز کا کوئی حصہ بھی ترک کرنے سے ترہیب

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے

(باقی آئندہ)

خاصکر قریش کہ انھوں نے تو تین سو ساٹھ بت اپنے سے تیار رکھے تھے یعنی ہر دن ایک نیا خدا (انکے گمان میں) ان سے سجدہ کراتا تھا لیکن پھر دیکھیے خدا تعالےٰ نے اسی قبیلہ قریش سے کیسے کیسے حضرات پیدا کئے کہ حضرت ابوبکرؓ اسی قبیلہ کے ہیں حضرت عمرؓ اسی قبیلہ کے ہیں پھر یہ دیکھو کہ یہ حضرات کس مرتبہ کے ہیں پس معلوم ہوا کہ بڑے سے بڑے گناہ کے بعد انسان توبہ کرکے خدا کا مقرب و مقبول بندہ ہو سکتا ہے غرض یہ سمجھنا کہ ہمارے گناہ معاف نہ ہونگے بڑی غلطی ہے اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان بغیر توبہ کئے مرجاتا ہے ایک سبب توبہ نہ کرنے کا یہ ہے کہ انسان یہ خیال کرتا ہے کہ مجھ سے پھر گناہ ہو جاویگا اور جب پھر گناہ ہو جانے کا احتمال ہے تو توبہ سے کیا فائدہ ہوگا اسلئے توبہ اسوقت کرنا چاہیئے کہ اسکے بعد پھر گناہ نہ ہو صاحبو! میں پوچھتا ہوں کہ زندگی کا وہ کونسا حصہ ہے جسمیں گناہ نہ ہونے کا یقین کرسکیں جوانی میں اگر چالاکی عیاری نہیں ہوتی تو مستی و بے پروائی ہوتی ہے۔ بڑھاپے میں اگر آوارگی مستی نہیں ہوتی تو حرص۔ مکر و فریب حسد وغیرہ غرض بیسیوں باطنی مرض پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو حاصل اس عذر کا یہ ہوا کہ مرکر توبہ کرینگے مگر خوب سمجھ لو کہ ہر شخص کی موت اسکے حق میں تو ۱۷
قیامت ہی ہے پھر قیامت میں کہیں توبہ قبول ہوتی ہے ہرگز نہیں توبہ تو صرف زندگی کی حالت میں قبول ہوتی ہے اور سبب اس خیال کے پیدا ہونے کا یہ ہوتا ہے کہ بہت لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب توبہ کے بعد بھی گناہ ہوا تو وہ توبہ بالکل بیکار ہوئی۔ حالانکہ یہ غلط خیال ہے بلکہ اس توبہ سے پچھلے گناہ جو معاف ہو چکے ہیں وہ معاف ہو چکے ہیں ان پر اب پکڑ نہ ہوگی اسیطرح جن جن گناہ سے توبہ کرتے جاؤ گے وہ مٹتا جائیگا لیکن اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ تو بہت آسان ترکیب نکل آئی بس آیندہ سے یہی کیا کرینگے کہ خوب جی بھر کے گناہ کئے پھر توبہ کرلی پھر گناہ کئے پھر توبہ کرلی کیونکہ توبہ کی شرط کے لئے شرط یہ ہے کہ اسوقت ہمیشہ کے لئے اس گناہ کے چھوڑنے کا پکا ارادہ ہو جسمیں توبہ کے ساتھ آیندہ گناہ کرنے کا قصد بھی نہ ہو وہ توبہ مقبول نہیں اور توبہ کی یہ خاصیت سنکر کہ اس سے گناہ مٹ جاتے ہیں یہ بیہودہ خیال کہ لاؤ خوب گناہ کریں اسیکو پیدا ہوگا جو نہایت بھدی طبیعت کا ہو اور بالکل ہی گیا گذرا ہو ورنہ جسکی طبیعت میں ذرا بھی سلامتی ہوگی اسکو تو اس سے تابعداری کا زیادہ جوش ہوگا۔ کہ

الغرض جب خداوند تعالےٰ کا اسقدر رحم وکرم ہے تو ہم کو ہرگز مناسب نہیں کہ اسکی مخالفت کریں خلاصہ یہ کہ حدیث میں ما اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ یعنی جس شخص نے گناہ کے بعد توبہ کرلی وہ گناہ پر ہٹ کرنے والوں میں نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ گنہگار تو سب ہیں مگر ان میں اچھے وہ ہیں جو کہ اپنے گناہوں سے توبہ کرتے رہتے ہیں پس اگر اتنی ہمت نہ ہو کہ ایک دم سے سب گناہ چھوڑ دو تو توبہ کرنے سے تو ہرگز ہمت نہ ہارو بلکہ جو گناہ ہو جایا کرے اس سے فوراً توبہ کرلیا کرو۔ اگر پھر ہو جائے پھر توبہ کرلو دیکھو ایک شخص بیمار ہو جاتے اور اسکو کوئی یہ رائے دے کہ میاں علاج سے کیا فائدہ آخر اسکے بعد پھر بھی تو یہ احتمال ہے کہ بیمار ہو جاؤ گے تو وہ اسکا یہی جواب دیتا ہے کہ میاں اگر پھر بیمار ہونگے تو پھر علاج کرینگے آئندہ کی بیماری کے اندیشہ سے موجودہ بیماری کا علاج کیوں نہ کریں تو جو فتویٰ آپ کی عقل نے جسمانی مرض میں دیا ہے وہ فتویٰ روحانی مرض میں کیوں نہیں ہوتا۔ پہلی حدیث میں حضرت نے یہ بھی فرمایا ہے وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً یعنی (جس نے گناہ کے بعد توبہ کرلی وہ گناہ پر ہٹ کرنے

۱۸ والوں میں نہیں) اگرچہ ایک دن میں ستر دفعہ توبہ ٹوٹ جائے اس نے تو بالکل ہی نا امیدی کی جڑ کاٹ دی کہ توبہ کے ٹوٹنے سے پہلی توبہ بیکار نہیں ہوئی۔ اب پھر توبہ کرلو۔ ایک سبب توبہ نہ کرنے کا یہ ہے کہ بندہ سمجھتا ہے کہ خدا تعالےٰ غفور رحیم یعنی مہربان بخشنے والے ہیں ان کو ہمارے گناہ بخشدینے کیا مشکل ہیں لیکن صاحبو یہ جواب بدن کی بیماری میں کیوں نہیں دیا جاتا اور ان میں اسپر عمل کیوں نہیں کیا جاتا کیا کوئی شخص بتلا سکتا ہے کہ اس خیال سے (کہ خدا تعالےٰ غفور رحیم ہے وہ ہم کو تندرست کردیگا) جسمانی بیماریوں کا علاج نہ کیا ہو یا کوئی شخص بتلا سکتا ہے کہ اس نے خدا کی رحمت پر بھروسہ کرکے زہر کھا لیا ہو کبھی نہیں بلکہ اگر کوئی دوسرا یوں کہے کہ میاں خدا کی رحمت پر بھروسہ کرکے سنکھیا کھا جاؤ تو اسکو دیوانہ بتلایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ خدا کے غفور رحیم ہونے کے یہ معنی نہیں کہ سنکھیا کھاؤ تو نقصان نہ کرے بلکہ سنکھیا نقصان بھی کریگا اور خدا غفور رحیم بھی رہے گا اسیطرح گناہ سے نقصان پہنچتا ہے لیکن اس سے خدا تعالےٰ کے غفور رحیم رہنے میں کوئی کمی نہیں آتی۔ صاحبو خدا تعالےٰ کا اس خبر دینے سے کہ ہم غفور رحیم ہیں مقصود یہ ہے کہ جو گناہ تم سے ہوگئے

ہیں انکی وجہ سے پریشان خاطر مت ہو اور توبہ کو بیکار نہ سمجھو ہم ان سب کو معاف کر دینگے چنانچہ حدیث میں ہے کہ جب حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم رسول ہوئے تو آپ نے اول مکہ کے لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو لوگوں نے آکر عرض کیا کہ ہم آپ پر ایمان تو لے آئیں لیکن جو گناہ ہم نے اس سے پہلے کئے ہیں ان پر تو ہم کو ضرور سزا ہوگی پس جب باپ دادا کا دین چھوڑا بدنامی بھی اٹھائی اور آخرت کا عذاب بھی باقی رہا تو ہم کو فائدہ ہی کیا ہوا اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الآیہ۔ یعنی تم لوگ پچھلے گناہوں کا اندیشہ نہ کرو ہم غفور رحیم ہیں پچھلے گناہ بھی معاف کر دینگے اور اگلے بھی پس معلوم ہوا کہ مقصود اس آیت سے ان لوگوں کی ناامیدی کو دور کرنا ہے جو اسلام اور توبہ سے اس خیال پر رکھتے تھے کہ جب پہلے گناہوں پر عذاب ہوا تو اسلام اور توبہ سے کیا فائدہ وہ مقصود نہیں ہے۔ جو لوگوں نے سمجھا۔ ایک سبب توبہ نہ کرنے کا یہ ہے کہ لوگ یوں سمجھتے ہیں بلکہ زبان سے بھی کہتے ہیں کہ جو تقدیر میں لکھا ہے جنت یا دوزخ وہ ضرور ہو کر رہے گا پھر نہ عبادت سے کچھ فائدہ اور نہ گناہ سے کوئی نقصان۔ مگر تعجب یہ ہے کہ دنیا کے کاموں میں یہ خیال کیوں نہیں ہوتا جیسے کمانا۔ کھانا۔ مال و دولت جمع کرنا۔ ان کاموں میں تقدیر کہاں چلی جاتی ہے ہم نے کسی کو نہیں دیکھا کہ اس نے تقدیر کے بھروسہ پر کمانا چھوڑ دیا ہو یا کھانا نہ کھایا ہو یا کھیتی کرنی چھوڑ دی ہو اور زمین میں بیج نہ بویا ہو کہ اگر تقدیر میں ہے تو خود یہ سب کام ہو جائینگے بلکہ اس موقع پر تو یوں کہتے ہیں کہ صاحب تقدیر حق ہے لیکن تدبیر بھی تو کرنا چاہیئے بدون تدبیر کے کوئی کام نہیں ہوتا۔ افسوس دنیا کے کاموں میں تو تدبیر کی ضرورت ہے اور دین کے کاموں میں تدبیر کی ضرورت نہیں۔ حالانکہ قرآن شریف کی آیتوں میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کی ضرورتوں کی خدا تعالےٰ نے ایک حد تک ذمہ داری بھی کی ہے فرماتے ہیں کہ زمین پر چلنے پھرنے والی چیزیں ہیں ان سب کی روزی خدا تعالےٰ کے ذمہ ہے اور آخرت کے بارہ میں ذرا بھی ذمہ داری نہیں فرمائی بلکہ صاف ارشاد ہے لَيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى۔ یعنی انسان کو صرف وہی ملے گا جو کچھ وہ کرے گا اور فرماتے ہیں کہ جو شخص اچھے کام کرے گا اسکو نفع دینگے اور جو برے کام کرے گا وہ اسی کو نقصان پہنچا ئینگے مطلب

۱۹

دنیا کے کاموں کو تدبیر پر اور آخرت کے کاموں کو تقدیر پر چھوڑ دینا بڑی غلطی ہے

اسکا یہ ہے کہ ہم بالکل وعدہ نہیں کرتے جو جیسا کریگا ویسا بھریگا۔ غرض دنیا کے کام کو تدبیر پر رکھنا اور آخرت کے کاموں کو تقدیر پر چھوڑ دینا سخت غلطی ہے کیونکہ آخرت کے کاموں کی تدبیریں تو خدا تعالے ہی نے بتلائی ہیں اگر وہ صرف تقدیر سے ہو جاتیں اور تدبیر کو اسمیں دخل نہ ہوتا تو تدبیریں بتلانے کی ضرورت کیا تھی اور دنیا کے کاموں کی تدبیر بندے خود کرتے ہیں قرآن وحدیث میں انکے طریقے نہیں بتلائے گئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام ایک حد تک بدون تدبیر کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اسیطرح اور بہت باتیں توبہ سے روکنے والی ہیں گو یہاں سب بیان نہیں ہوئیں مگر انہی باتوں میں غور کرنے کے بعد وہ بھی سمجھ میں آسکتی ہیں بس جبکہ توبہ سے روکنے والی چیزیں معلوم ہوگئیں اور انکے علاج بھی معلوم ہوگئے تو جلدی سے انکو دور کرنا چاہیئے اور توبہ کر لینا چاہیئے دیر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ دیر کرنے میں اثر

توبہ میں دیر کرنا اور اس کا نقصان

یہ ہے کہ پھر اکثر توبہ میسر ہی نہیں ہوتی یہ حالت ہوتی چلی جاتی ہے کہ آج ارادہ کرتا ہے کہ کل توبہ کرونگا اور جب کل ہوتی ہے تو پھر یہی ارادہ ہوتا ہے کہ کل کو کرونگا اسیطرح ٹالتے
۳۰ ٹالتے توبہ سے محروم رہجاتا ہے کیونکہ توبہ ندامت کا نام ہے اور ندامت کہتے ہیں جی بُرا ہونے اور قصور پر شرمندہ ہونے کو اور شرمندگی اُسوقت ہوتی ہے جبکہ طبیعت پر اثر باقی رہے اور اثر تھوڑے دنوں کے بعد جاتا رہتا ہے تو جب شرمندگی ہی نہ رہی تو توبہ کیونکر نصیب ہو سکے گی غرض کبھی توبہ کرنے مین دیر نہ کرے بلکہ دن کے گناہوں سے رات آنے سے پہلے توبہ کرے اور رات کے گناہوں سے دن ہونے سے پہلے۔

حرام کمائی سے توبہ نہ کرنے کا ایک سبب اور اس کا جواب

(۳) بعض باتیں توبہ سے روکنے والی اور بھی ذکر کر دینے کے لائق ہیں چنانچہ ایک سبب حرام کمائی سے توبہ نہ کرنے کا یہ بھی ہے کہ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ گناہ ہم سے چھوٹ نہیں سکتا کیونکہ ہم کھانے کمانے کی طرح طرح کی تدبیروں میں لگے ہوتے ہیں ان میں حلال وحرام کی تمیز بہت مشکل ہے ہاں مولویوں کو گناہ چھوڑ دینا بہت آسان ہے کیونکہ ان لوگوں کو مفت کا ملتا ہے اسلئے یہ گناہ کو آسانی سے چھوڑ سکتے ہیں اسکا جواب یہ ہے کہ اول تو میں آپ سے اسوقت سب گناہوں کو بالکل چھوڑ دینے کے لئے کہہ نہیں رہا کہ آپ سے کوئی گناہ کبھی ہو ہی نہیں بلکہ مین تو صرف یہ کہہ رہا ہوں کہ جب گناہ ہو جایا کرے تو توبہ

کر لیا کرو دوسرے اگر غور کر کے دیکھو تو کوئی ناجائز کمائی ایسی نہیں جسکو چھوڑ نہ سکو اور یہ جو ہمکو
چھوڑنا دشوار معلوم ہوتا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے روزمرہ کے خرچوں میں بعض
ایسی چیزیں بڑھا لی ہیں جنکی ہم کو کوئی ضرورت نہیں لیکن ہم ان کو ضروری سمجھ رہے ہیں تو اسکا
جواب وہی ہے جو کسی شخص نے ایک شاعر کو دیا تھا وہ یہ کہ ایک ادھورے شاعر نے ایک لفظ
کو بگاڑ کر شعر بنایا اور اسکا یہ عذر کیا کہ بغیر اس لفظ کے بگاڑے شعر کا وزن ٹھیک نہ ہوتا تھا
شعر کی ضرورت سے میں نے اس لفظ کو بگاڑا تو اس نے اسکو جواب دیا کہ شعر گفتن چہ ضرور
یعنی شعر ہی کہنے کی کونسی ضرورت ہے تو اگر تعلقات بڑھانے کی ضرورت سے گناہ ہوتے ہیں
تو میں کہتا ہوں کہ تعلقات ہی بڑھانے کی کونسی ضرورت ہے اصل جواب تو یہی ہے لیکن یہ جواب
ان لوگوں کے لئے ہے جو کہ بلند ہمت ہوں اور دین کے مقابلہ میں دنیا کو فضیلت نہ دیتے
ہوں اور کم ہمتوں کیلئے دوسرا جواب بھی ہے مگر میں اس جواب کو زبان پر لاتے ہوئے ڈرتا
ہوں اس خیال سے کہ کہیں کم سمجھ لوگ اس سے گناہ کی اجازت نہ سمجھ جائیں خوب سمجھ لو گناہ
کی اجازت دینا ہرگز مقصود نہیں بلکہ گناہوں کو کم کرنا منظور ہے۔ حاصل اس جواب کا یہ ہے ۲۱
کہ گناہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں کہ اگر ان کو نہ کیا جائے تو دنیا کا کوئی کام اٹکتا ہے
اور بعض ایسے ہیں کہ اگر ان کو چھوڑ دیا جائے تو دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہے مثلاً اسلامی
وضع کے خلاف لباس پہننا اگر اسکو ترک کر دیا جائے تو دنیا کا کوئی بھی نقصان نہیں اسیطرح
ٹخنوں سے نیچے پاجامہ پہننا کہ اسکے چھوڑنے سے دنیا کا کوئی نقصان نہیں ہے یا جیسے
عورتیں اسقدر باریک لباس پہنتی ہیں کہ اس میں پورے طور پر بدن نہیں ڈھکتا تو ان باتوں کو
اگر چھوڑ دیا جائے تو کوئی نقصان بھی نہیں ہے رشوت وغیرہ میں تو آپ یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ
بغیر اسکے ہمارے کام چلنے دشوار ہیں لیکن ان بے لذت گناہوں میں کیا نفع ہے اور اسکے
چھوڑنے میں کیا نقصان ہے اسیطرح کسی لڑکے یا غیر عورت کو بری نظر سے دیکھنا کہ اسمیں
کچھ بھی نفع نہیں نہ اسکے چھوڑ دینے میں کوئی حرج۔ اگر کہو کہ صاحب نہ دیکھنے میں تکلیف ہوتی
ہے تو یہ بالکل غلط ہے بلکہ دیکھنے میں ہوتی ہے کہ اول نظر پڑتے ہی دل میں ایک جلن
پیدا ہوئی اسکے بعد جب وہ نظر سے غائب ہو گیا تو اس جلن میں زیادتی شروع ہوئی یہانتک

کہ بعض لوگون کا ایمن خاتمہ ہو گیا اور اگر مان بھی لیا جاے کہ نہ دیکھنے مین کچھ تکلیف ہوتی ہے تو تھوڑی سی تکلیف کا چند دنون کے لئے برداشت کرلینا کیا دشوار ہے اور اگر یہ بھی مان لیا جاے کہ بہت ہی تکلیف ہوتی ہے تو میں پوچھتا ہون کہ آخر نقصان کیا ہوا۔ کیا اس سے تنخواہ بند ہو گئی یا کھانا بند ہو گیا کچھ بھی نہیں غرض ان گناہون کو تو فوراً چھوڑ دین اور جن گناہوں کی نسبت اپنے خیال میں یہ سمجھ رکھا ہے کہ بغیر انکے دنیا کی حاجتیں پوری نہ ہونگی انکو اگر نہ چھوڑ سکیں تو روزانہ شرمندگی کے ساتھ گناہون کے معاف ہونے کی دعا کیا کریں اور یہ دعا بھی کیا کریں کہ اے اللہ ہم کو اس سے نجات دے یہ تو ممکن ہے اتنا ہی کرلیا کرو یہ بیفکری و بے پروائی تو بہت بری چیز ہے کہ کچھ بھی نہ کیا جاے۔ ایک سبب توبہ نہ کرنیکا یہ بھی ہوتا ہے کہ گناہ کو لذیذ سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے چھوڑ نہیں سکتے اسکا ایک علاج تو یہ ہے کہ انجام پر نظر کرے اور سوچے کہ یہ ساری لذت ایک دن ناک کے رستے نکلے گی دوسرے سمجھدارون کے لئے اسکا یہ جواب ہے کہ یہ کہنا ہی غلط ہے کہ گناہ مین لذت ہوتی ہے دیکھئے اگر عادت سے زیادہ مرچیں سالن میں ڈالدی جائیں تو اگرچہ ان میں لذت ہوگی لیکن اس لذت کیساتھ جلن ایسی ہوگی کہ اسکے سامنے لذت کچھ بھی نہ معلوم ہوگی اور اگر کسیقدر لذت معلوم بھی ہو تو لذت تو بہت تھوڑی دیر رہیگی جلن بہت دیر تک باقی رہیگی اسی طرح گناہ کرنے مین گو کچھ لذت بھی ہو لیکن جو پریشانی اور روحانی تکلیف گناہ مین ہوتی ہے اسکے مقابلہ میں یہ لذت کچھ بھی نہیں دوسرے اس لذت کا خاتمہ تو فوراً ہی ہو جاتا ہے اور اس روحانی تکلیف کا اثر مدت تک باقی رہتا ہے ہم کو اسکی طرف توجہ نہیں ورنہ معلوم ہو سکتا ہے کہ گناہ کرکے کسقدر طبیعت گندی ہو جاتی ہے اور کیسی وحشت پیدا ہوتی ہے کہ فوراً ہی گناہ کرنے والے کی طبیعت یہ فتوی دیتی ہے کہ تم نے بہت برا کام کیا کبھی اسکو وہ خوشی نصیب نہیں ہوتی جو نیکی کرکے ہوتی ہے مثلاً نماز پڑھکر یا روزہ رکھکر کہ اس سے دل میں ایک اطمینان اور ایک نور سا معلوم ہوتا ہے مگر گناہ کا اثر بالکل اسکے خلاف ہے کہ اسکے بعد یون معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے سر پر جوتیان ماردیں مگر افسوس ہے کہ ہم پھر بھی باز نہیں آتے گویا جوتیان کھانے کی عادت ہو گئی ہے۔ جیسے چارونکی عادت ہو جاتی ہے اور یہ تکلیف تو اسیوقت

ایک سبب توبہ نہ کرنیکا گناہ کی لذت ہے مع جواب اور اسکا بیان ۲۲
کہ گناہ کے نقصان دنیا میں بھی پہنچتے ہیں۔

ہوتی ہے پھر اسکا انجام یہ ہوتا ہے کہ دنیا ہی میں طرح طرح کی آفتیں مصیبتیں نازل ہوتی ہیں اکثر رزق سے محروم ہو جاتا ہے اور اگر غور سے کام لیا جائے تو معلوم بھی ہو جاتا ہے کہ یہ فلاں گناہ کی سزا ہے ابن ماجہ شریف میں ہے کہ بندہ اپنے کئے ہوئے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم کر دیا جاتا ہے اور کھانے کو ملے بھی تو اسکی برکت بالکل جاتی رہتی ہے اسکے امتحان کا آسان طریقہ یہ ہے کہ آپ دو مہینے کی رخصت لیکر ان میں سے ایک مہینے کو کسی ایسے شخص کے پاس گذار دیجئے جو نہایت عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہو اور کسی گناہ سے نہ بچتا ہو اور دیکھئے ان گناہوں کی بدولت اسکے قلب کی کیا حالت ہے آخر بات چیت سے اسکی حالت کا پتہ لگ ہی جائیگا خاصکر اسوقت میں جبکہ اسپر کوئی مصیبت آئے مثلاً بیمار ہو جائے یا کسی دشمن کی عداوت کا اندیشہ ہو ایسے وقت میں اسکی حالت کا اندازہ کیجئے اسکے بعد ایسے شخص کے پاس رہیئے جسے اچھی طرح کھانے کو بھی میسر نہ آتا ہو مگر خدا کا مطیع اور تابعدار ہو اسکے دل کی حالت دیکھئے خاصکر کسی مصیبت کے وقت اسکے بعد ان دونوں کی حالت کو ملا کر دیکھئے کہ خوشی کس کے دل میں ہے تو آپ دیکھیں گے کہ وہ فاقہ مست تو ہر وقت خوش رہتا ہے اور یہ عیش والے ہر وقت رنج و غم میں رہتے ہیں اور یہ ایسا یقینی فرق ہے کہ جب چاہے اور جسکا جی چاہے امتحان کر دیکھے۔ اب میں پوچھتا ہوں کہ یہ پریشانی کس چیز کی ہے ۲۳ اور وہ خوشی کس چیز کی ظاہر ہے کہ پریشانی گناہوں کی ہے اور وہ خوشی تابعداری کی ہے۔

بس یہ کہنا غلط ہوا کہ نافرمانی میں لذت ہے اور فرمانبرداری میں دقت ہے بلکہ معاملہ اسکے بالکل برخلاف ہے یعنی فرمانبرداری میں لذت ہے اور نافرمانی میں دقت ہے قرآن شریف میں فرمانبردار کے حق میں فرماتے ہیں کہ اسکو پاکیزہ زندگی عنایت کرینگے اور نافرمان کے حق میں فرماتے ہیں کہ اسکے لئے تنگ زندگی ہوگی۔ غرض تابعداری میں پوری راحت ہے اور راحت ہی کا نام عیش ہے۔ دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر ایک بڑے امیر کو پھانسی کا حکم ہو جائے اور اس سے کہا جائے کہ تم اسپر راضی ہو کہ تمہاری یہ تمام دولت اس غریب کو دیدیں اور یہ تمہاری عوض پھانسی لیلے تو وہ ضرور قبول کرلے گا اب بتلائیے کہ یہ قبول کیوں ہوا فقط اسلئے کہ دولت کے بدلے میں ایک بڑی مصیبت سے نجات ہوئی اور دل کو راحت نصیب ہوئی

معلوم ہوا کہ عیش نام ہے راحت کا اور راحت خدا تعالےٰ کی تابعداری میں ہے نہ کہ گناہ میں پس یہ کہنا کہ لذت کی وجہ سے گناہ نہیں چھوٹ سکتے غلط ہوا یہانتک تو توبہ سے روکنے والی چیزون کا بیان تھا اور انکے علاجون کا ذکر تھا اب ایک مختصری فہرست اُن گناہون کی جنمین سب مبتلا ہیں بیان کرنا باقی ہے سو اول یہ سمجھیے کہ دین کے پانچ حصہ ہیں پہلا حصہ عبادات جیسے نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ۔ دوسرے معاملات جیسے بیچنا خریدنا روپے کے عوض پیسے لینا یا گوٹہ ٹھپہ خریدنا یا نوکر رکھنا رشوت لینا سود لینا وغیرہ۔ تیسرے عقیدے کہ خدا کو ایک جاننا اور اسکو پوری قدرت والا ماننا سیتلا[عـــہ] وغیرہ کے وہموں کو بیہودہ سمجھنا۔ چوتھے معاشرت کہ عادتیں ایسی رکھیں جو شریعت کے موافق ہیں جیسے جب ملیں سلام کریں مصافحہ وغیرہ کریں۔ پانچوین اخلاق یعنی باطنی حالتون کا درست کرنا حسد بغض۔ کینہ۔ عداوت وغیرہ سے دل کو ناپاک کرنا بردباری۔ نرمی۔ خوش کلامی اپنے اندر پیدا کرنا یہ پانچ حصے دین کے ہیں ہمارے بھائیون نے دین نری عبادات کا نام رکھ چھوڑا ہے اسکے علاوہ وہ چارون حصون کو دین سے باہر سمجھتے ہین گویا انکے نزدیک بہت سی نفلیں پڑھ لینا گلے میں تسبیح ڈال لینا روزہ رکھ لینا بس اسیکا نام دین ہے۔ بعض عبادات کے ساتھ عقیدے کے صحیح کرنے کو بھی دین سمجھتے ہیں۔ باقی معاملات اور عادات اور اخلاق کو کوئی شخص دین کے حصے سمجھتا ہی نہیں مگر خاص خاص لوگ جنھیں خدا تعالےٰ نے اس غلطی سے بچا رکھا ہے وہ مستثنیٰ ہیں ورنہ اکثر لوگ تو یہی کہتے ہیں کہ یہ ہمارے دُنیا کے کام ہین ان میں ہم جسطرح چاہیں کرین شریعت کو ان سے کوئی تعلق نہیں حالانکہ یہ سب شریعت کے حصّے ہیں اسیطرح عقیدے بھی بہت لوگون کے درست نہیں ان پانچون حصون میں سے ہر حصہ کے بہت سے حکم ہیں مگر میں ہر ایک میں سے بطور نمونہ کے دو چار حکم بیان کرکے وعظ ختم کردونگا۔ اول عقیدے ہی لیجیے کہ ان میں سے بعض عقیدے عام لوگون کے بالکل غلط ہیں۔ جیسے عورتین بہت سی اچھی چیزون کو بُرا سمجھتی ہیں اور بہت سی بُری چیزون کو اچھا سمجھتی ہیں۔ مثلاً بعض دنون کو منحوس کہنا چنانچہ اکثر عورتیں بدھ کے دن کو منحوس سمجھتی ہیں اور غضب ہے کہ بعض مرد بھی اس عقیدے میں انکے شریک ہیں

دین کے پانچ حصے ہیں

۲۴ ہمارے بھائیوں نے دین کے پانچ حصوں میں سے ایک حصہ لیا ہے

عـــہ سیتلا یہ جو کہ چیچک کی بیماری یہ سمجھتے ہیں کہ یہ بھوت پلید کے اثر سے ہے ۱۲

(باقی آئندہ)

آپ میں یہ کمال ہے کہ نہ آپ متصل ہیں نہ منفصل کیونکہ اتصال و انفصال مادیات کی شان ہے
نہ مجردات کی بلکہ آپکے مناسب تو بیچونی و بیچگونی ہے اسلئے آپ بیچون و بیچگون ہیں نیز آپ
دریا اور منبع حیات ہیں اور ہم مچھلیاں اور آپ کے فیض سے زندہ نہ آپ کی کنہ ذات عقل میں
آسکتی ہے نہ آپ کو معلولیت کے سبب کسی علت سے اقتران ہے یعنی آپ کسی علت کے
معلول نہیں طوفان سے پہلے بھی اور طوفان کے بعد بھی اس تمام قصہ تبلیغ میں میری مخاطب
آپ ہی تھے اور انسے تیا اور تپانا کلام عطا کرنیوالے میری گفتگو آپ ہی سے تھی نہ ان لوگوں سے
یعنی میری گفتگو درحقیقت تو انہیں سے تھی مگر چونکہ آپکی رضا کیلئے اور آپکے حکم کی تعمیل کیلئے
تھی لہذا آپ ہی سے تھی آگے مولانا اس استبعاد کو مثال سے دور کرتے ہیں جو اس کلام سے
پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ گفتگو کسی سے ہو اور مخاطب کوئی اور ہو چنانچہ
فرماتے ہیں کہ دیکھو عاشق جو رات دن کبھی معشوق کے کھنڈروں کو مخاطب بناتا ہے اور کبھی
کوڑی کو تو وہ جو ظاہر ان کھنڈروں وغیرہ کو مخاطب بناتا ہے تو تمہیں بتلاؤ کہ حقیقت میں یہ
9 تعریف کس کی ہے کیا ان کھنڈروں کی نہیں بلکہ معشوق کی کیونکہ وہ جسقدر انکی تعریف کرتا ہے
سب اس معشوق کے تعلق کے سبب ہے لہذا درحقیقت وہ معشوق ہی کی تعریف ہے جب یہ
معلوم ہوگیا تو اب کچھ استبعاد نہ رہا۔ اب حضرت نوح علیہ السلام کی گفتگو کی طرف عود کرتے
ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں آپ کا بیحد شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے طوفان کو مسلط کرکے ان
بدبختوں کو ہلاک کردیا اور ان کھنڈروں کے واسطہ کو اٹھا دیا کیونکہ یہ لوگ مثل کھنڈر اور برے
پاجی اور بہت برے تھے کہ نہ جواب ہی دیتے تھے نہ صدائے بازگشت ہی ان سے پیدا
ہوتی تھی مجھے تو ایسے کھنڈروں اور وسائط کی ضرورت ہے کہ گفتگو میں پہاڑ کی طرح آواز
بازگشت سے جواب دیں یعنی میری پند و نصائح سے متاثر ہوں میری دعوت کی اجابت کریں
اور اس سے مجھے کوئی حظ نفس مقصود نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ آپ کے نام کو دوہرا سنوں
ایک مرتبہ اپنی زبان سے دوسری مرتبہ انکی زبان سے کیونکہ میں آپکی روح کو تسکین بخشنے والے
نام پر عاشق ہوں لہذا اسکے بار بار سننے کا اور زبان سے لینے کا شائق ہوں تمام انبیاء جو
پہاڑوں سے محبت کرتے ہیں انکی وجہ یہی ہے کہ وہ انکے ذریعہ سے آپکے نام کو دوہرا سنتے

ہیں جب وجہ محبت یہ ہے تو جو پہاڑ پست ہیں اور اسلئے کنکریلی زمین کے مشابہ ہیں کہ ان سے صدا برآمد نہیں ہوتی وہ ہمارے مناسب نہیں ہیں بلکہ وہ چوہوں کے مناسب ہیں یعنے جو لوگ دین میں ہماری موافقت نہیں کرتے وہ ہمارے مناسب نہیں بلکہ دُنیاداروں کے مناسب ہیں کیونکہ مین تو کہتا ہوں اور وہ میری موافقت نہیں کرتا اس لئے میری بات بلا جواب کے رہجاتی ہے ایسے پہاڑوں یعنی لوگوں کیلئے تو یہی بہتر ہے کہ آپ انکو کھود کر زمین کے برابر کردیں یعنی ان کو فنا کردیں کیونکہ وہ دوست نہیں ہیں ان کو توفیق فنا ہی چاہیئے جب حق سبحانہ کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کامل اطاعت اور اُن کی قضا پر پوری رضامندی ظاہر فرمائی تو حق سبحانہ نے اُن کی یوں عزت افزائی فرمائی اور یہ فرمایا کہ اے نوح چونکہ تم ہماری رضا کے تابع ہو اس لئے ہم بھی تمہاری رضامندی کا لحاظ کرینگے اگر تم کہو تو میں ابھی سب کو دوبارہ زندگی عطا کردوں اور زمین میں سے اُن کو بحال لوں میں کنعان کے لئے تمہاری دلشکنی نہ کرونگا لیکن مین انکی حالت تم کو بتلائے دیتا ہوں اگر اسپر بھی تم یہی چاہو کہ کنعان زندہ ہو جاوے تو مین تمہاری خواہش کے پورا کرنے پر تیار ہوں اس پر انھوں نے جواب دیا کہ مین کوئی ۱۰
ذاتی خواہش نہیں رکھتا میں تو آپ کی رضا کا تابع محض ہوں آپ نے جو کچھ کیا میں اسی پر رضامند ہوں کیونکہ اگر آپ مجھے بھی غرق کردیں تو آپ کو شایان ہے اور میں اسپر بھی رضامند ہوں بلکہ میں تو اسپر بھی رضامند ہوں کہ آپ مجھے ہر دم پیدا کریں اور ڈبوئیں۔ آپ کا حکم تو میری جان ہے بھلا میں جان کو کیسے ہلاک کرسکتا ہوں اور اس حکم سے تبدیل کی درخواست کرکے اسے کیونکر فنا کرسکتا ہوں میرا مطمع نظر تو آپ ہی ہیں ابتدا اول تو میں آپ کے سوا کسی پر نظر نہ کرونگا اور اگر کرونگا بھی تو وہ محض ایک آڑ ہوگا اور مقصود آپ ہی ہوں گے میں تو حالت شکر اور حالت صبر یعنی تکلیف و راحت ہر دو حال میں آپ کے فعل پر عاشق ہوں۔ میں کفار کی طرح مصنوع کا عاشق نہیں ہوں۔

شرح شبیری

نوح علیہ السلام کا اپنے لڑکے کو بلانا اور اسکا سرکشی کرنا اور کہنا کہ میں پہاڑ پر چڑھکر بچ جاونگا کو تمہارا احسان سر پر نہ رکھونگا

ہین بیا در کشتی بابا نشین تا نہ گردی غرق طوفان مہین ۱۱

یعنی (نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ) ارے آباپ کی کشتی میں بیٹھ جا تاکہ اسے ذلیل طوفان میں غرق نہ ہو جاوے۔

گفت نے من آشنا آموختم من بجز شمع تو شمع افروختم

یعنی وہ کنعان بولا کہ نہیں میں نے شناوری سیکھی ہے اور میں نے تمہاری شمع کے علاوہ ایک شمع جلائی ہے یعنی تم نے جو تدبیر نجات کی کی ہے اُسکے علاوہ میں نے اور تدبیر سوچی ہے اور وہ تدبیر یہی تھی کہ تیر کر بچنے کا قصد تھا تو نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہین مکن کین موج طوفان بلاست دست و پا را آشنا امروز لاست

یعنی ارے ایسا مت کر کیونکہ یہ طوفان بلا کی موج ہے تو آج ہاتھ پاؤں کی شناوری معدوم ہے مطلب یہ کہ ان سے کام نہ چلے گا اسلئے کہ۔

باد قہرست و بلائے شمع کش — جز کہ شمع حق نمی پاید خمش

یعنی یہ قہر کی ہوا ہے اور بلائے شمع کش ہے بجز شمع حق کے اور کوئی نہیں ٹھیر سکتی تو خاموش ہو شمع سے مراد تدابیر نجات. مطلب یہ کہ یہ قہر حق کی ہوا ہے کہ یہ تمام تدابیر کو باطل کر دیتی ہے اور آج اُسکے آگے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی. ہاں جو تدبیر کہ حق تعالے کی ارشاد کردہ ہو وہ اس ہوا میں قائم رہ سکتی ہے اور وہ تدبیر کشتی ہے کہ اُسمین نجات مل سکتی ہے اسکے علاوہ اور کسی چیز سے آج نجات نہیں مل سکتی۔

گفت نے رفتم بر آن کوہ بلند — عاصم ست آن کہ مرا از ہر گزند

یعنی وہ بولا کہ نہیں میں اُس بلند پہاڑ پر چلا جاؤنگا تو وہ پہاڑ مجھے ہر گزند سے بچانیوالا ہوگا یہ سُنکر پھر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہین مکن کہ کوہ کاہست این زمان — جز حبیب خویش را ندہد امان ۱۲

یعنی ارے ایسا مت کر کہ یہ پہاڑ اسوقت ایک تنکے کی برابر ہے حق تعالے سوا اپنے محبوب کے کسیکو امن نہیں دیگا۔

گفت من کے پند تو بشنودہ ام — کہ طمع کردی کہ من زین دودہ ام

یعنی وہ بولا کہ میں نے تمہاری بات کب سُنی ہے کہ تم کو طمع ہوگی کہ میں اس خاندان سے ہوں۔

خوش نیامد گفت تو ہرگز مرا — من بری ام از تو در ہر دو سرا

یعنی مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم نہیں ہوئی میں تو تم سے دونوں جہان میں بری ہوں مطلب یہ کہ اُس نے کہا کہ تم کو یہ طمع ہوگی کہ میں تمہارے خاندان سے ہوں اسلئے تمہاری مان لونگا. تو سُن لو کہ مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم ہوئی ہی نہیں تو آج کیا اچھی معلوم ہوگی ابتدا میں

تمہاری بات کبھی نہ مانوں گا نوح علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ۔

ہین مکن با ما کہ روز ناز نیست مر خدا را خویشی و انباز نیست

یعنی ارے ایسا ہمارے ساتھ مت کر یہ دن ناز کا نہیں ہے خدا کو قرابت اور شرکت نہیں ہے مطلب یہ کہ تو جو میرے اوپر ناز کر رہا ہے یہ گویا کہ حق تعالے پر ناز ہے تو دیکھ تو سہی کہ آج ناز کا دن نہیں ہے بلکہ روز نیاز ہے اسلئے کہ حق تعالے کو تو کسی سے قرابت اور نہ اسکا تو کوئی شریک نہیں ہے کہ جو سفارش کرے تو مان لیں اسلئے بس ناز کم کر اور چلا آ۔

تا کنون کردی و اینـدم نازکیست اندرین درگاہ کسے را ناز کیست

یعنی تو اب تک تو ناز کرتا رہا مگر یہ وقت نازک ہے اس درگاہ میں کسی شخص کو ناز کب ہی مطلب یہ کہ اب تک تو تو ناز کرتا رہا اور اسی وجہ سے تو نے میری نہ مانی مگر دیکھ یہ وقت نازک ہے
۱۳ اسمیں کسی کی نہیں چلتی اور درگاہ حق میں کسیکو ناز کب ہو سکتا ہے اسلئے کہ ناز ہوتا ہے اولاد کو یا قرابت دار کو یا بیوی کو یا آباو اجداد کو اور وہاں یہ شان ہے کہ۔

لم یلد و لم یولدست او از قدم نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم

یعنی وہ تو ہمیشہ سے لم یلد و لم یولد ہے نہ وہ باپ رکھتا ہے اور نہ فرزند اور نہ چچا۔

ناز فرزندان کجا خواہد کشید یا ز بابایان کجا خواہد شنید

یعنی وہ لڑکوں کا ناز کب کھینچے گا (جبکہ اُسکے لڑکا ہی نہیں) یا وہ والدین کی کب سنے گا (جبکہ اسکے والدین ہی نہیں ہیں) انکا تو ارشاد ہے کہ۔

نیستم مولود پیرا کم بناز نیستم والد جوانا کم گراز

یعنی میں مولود نہیں ہوں لہذا اے بڈھے تو ناز کم کر اور میں والد بھی نہیں ہوں تو لے جوان

اگر مت مطلب یہ کہ شاید کوئی یہ ڈر جائے سمجھے کہ میں تو نعوذ باللہ حق تعالے کا بزرگ ہوں جو
کھونگا مان لینگے تو فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کہ میں کسی کا مولود نہیں ہوں لہذا تم بھی اُمید مت
رکھو کہ مجھ سے ناز کر کے بچ سکوگے اور شاید کسی جوان کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو اولاد ہیں ہمیں
کچھ نہ کہیں گے جیسے کہ یہود کہتے ہیں تو یاد رکھو کہ فرماتے ہیں کہ میں کسی کا والد بھی نہیں ہوں۔

نیستم شوہر نیم من شہوتی ناز را بگذار اینجا اے ستی

یعنی میں شوہر نہیں ہوں اور میں شہوتی نہیں ہوں تو اے عورت تو ناز کو اس جگہ چھوڑ دے
مطلب یہ کہ اگر شاید کسی عورت احمق کو شبہ ہو تا کہ میں زوجہ حق ہوں تو وہ بھی یاد رکھے کہ ارشاد
ہے کہ میں کسی کا شوہر نہیں ہوں لہذا معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی حق تعالے پر ناز نہیں کر سکتا بلکہ

جز خضوع و بندگی و اضطرار اندرین حضرت ندارد اعتبار

۱۴ یعنی سوائے خضوع اور بندگی اور اضطرار کے اس درگاہ میں اعتبار نہیں رکھتا بس جب یہ
بات ہے تو نوح علیہ السلام نے کنعان سے فرمایا کہ تو ناز مت کر اسلئے کہ وہاں ناز کا کام
ہی نہیں ہے ہاں عاجزی اور نیاز کا کام ہے لہذا یہ کر تاکہ رستگاری ملے یہ سب سنکر
وہ کہتا ہے کہ۔

گفت بابا سالہا این گفتہ باز می گوئی بجہل آشفتہ

یعنی بولا کہ اے بابا تو نے برسوں یہ کہا ہے اور پھر کہہ رہا ہے تو کیا جہل میں ملا ہے مطلب
یہ کہ تو نے بہت کہا مگر میں نے نہ مانا تو اب پھر کہنا نعوذ باللہ جہالت ہے۔

چند ازینہا گفتہ با ہر کسے تا جواب سرد بشنودی بسے

یعنی تم نے یہ باتیں ہر شخص سے کہی ہیں یہانتک کہ جواب سرد بہت سنے ہیں مگر تم عجیب آدمی
ہو کہ اس سے باز ہی نہیں آتے۔

این دم سرد تو در گوشم نرفت — خاصہ اکنون کہ شدم دانا و زفت

یعنی تمہاری یہ سرد باتیں میرے کان میں کبھی نہیں گئیں اور خاصکر جبکہ میں دانا اور قوی ہوگیا ہوں مطلب یہ کہ بچپن میں تو جبکہ مجھے عقل و ہوش بھی کم تھا میں نے تمہاری سنی ہی نہیں تو اب تو میں خوب عاقل ہوگیا ہوں اب تو تمہاری کیا سنونگا۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

گفت بابا چہ زیان دارد اگر — بشنوی یکبار تو پند پدر

یعنی نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ارے بابا کیا نقصان ہوجاویگا اگر تو ایک مرتبہ باپ کی نصیحت سن لیگا مطلب یہ کہ فرمایا کہ خیر جو گذرا گذرا اب اگر ایک مرتبہ میری بات سن ہی لیگا تو یہ تو بتا کہ تیرا حرج ہی کیا ہوجاوے گا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنین میگفت او پند لطیف — ہمچنان میگفت او دفع عنیف

یعنی وہ تو اسیطرح نصیحت لطیف فرما رہے تھے اور وہ بھی اسیطرح دفع سخت کر رہا تھا یعنی وہ نصیحت فرما رہے تھے اور وہ سختی سے انکار کر دیتا تھا۔

نے پدر از نصح کنعان سیر شد — نے دمے در گوش آن ادبیر شد

یعنی نہ تو والد کنعان کی نصیحت سے سیر ہوئے اور نہ کوئی بات اس ادبار والے کے کان میں گئی ادبیر امالہ ہے ادبار کا مراد اہل ادبار یعنی وہ برابر نصیحت فرماتے رہے مگر اس نے بھی کچھ سنکر نہ دیا۔

اندرین گفتن بدند و موج تیز — بر سر کنعان زد و شد ریز ریز

یعنی وہ اسی گفتگو میں تھے کہ موج تیز نے کنعان کے سر پر حملہ کیا اور اسکو ریزہ ریزہ کر دیا۔

نوح گفت اے پادشاہ بُردبار　　مر مرا خر مرد و سیلت بُرد بار

یعنی نوح علیہ السلام نے (جناب باری میں) عرض کیا کہ اے بادشاہ بُردبار میرا گدھا مر گیا اور سیل بوجھ کو لے گیا یہ ایک مثل ہے جب کسیکا بالکل خاتمہ اور فیصلہ ہوجاوے اسوقت بولتے ہیں مطلب یہ کہ بس اب تو بالکل فیصلہ ہو چکا ہے مگر ایک عرض یہ ہے کہ۔

وعدہ کردی مر مرا تو بارہا　　کہ بیابد اہلت از طوفان رہا

یعنی آپ نے بارہا مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہارے اہل طوفان سے نجات پاوینگے۔

دل نہادم بر امیدت من سلیم　　پس چرا بر بود سیل از من گلیم

یعنی مجھ سیدھے سادھے نے آپکی اُمید پر دل رکھا تو پھر مجھ سے کمبل کو سیل کیوں لے گیا کمبل سے مراد لڑکا تھا مطلب یہ کہ آپ نے تو وعدہ فرمایا تھا کہ ہم تیرے اہل کو نجات دیدینگے ۱۷
تو پھر میرا لڑکا اس طوفان بلا میں کیوں آگیا مقصود اس سے دُعا کرنا تھا اس قصہ کو قرآن شریف میں بھی بیان فرمایا ہے وعدہ تو بیان ہے کہ ارشاد ہے کہ قلنا احمل فیہا من کل زوجین اثنین واھلک الا من سبق علیہ القول ومن آمن۔ یعنی ہم نے نوح سے کہا کہ اُس کشتی میں ہر ایک جانور کے ایک ایک نر و مادہ اور اپنی اہل کو بجز اُنکے کہ جن پر قول غرق سابق ہو چکا ہے اور دیگر مومنین کو سوار کر لو تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل ناجی ہے آگے دُعا نقل فرماتے ہیں کہ ونادی نوح ربہ فقال رب ان ابنی من اھلی وان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین۔ یعنی نوح نے حق تعالےٰ کو پکارا کہ اے میرے رب میرا بیٹا تو میرے اہل ہی میں سے ہے اور آپ کا وعدہ حق ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں تو جب اہل میں سے ہے تو اسکو تو موافق وعدہ نجات ہونی چاہیئے اسپر جواب ارشاد ہوتا ہے کہ یا نوح انہ لیس من اھلک۔ یعنی اے نوح وہ تمہاری اہل میں سے ہی نہیں ہے اہل سے نہ ہونے کی توجیہ تفاسیر میں مذکور ہے یہاں صرف اسقدر عرض کرنا ہے کہ نوح علیہ السلام اول فرمایا تھا

کہ تمہاری اہل نجات پاویگی مگر اُن میں سے وہ لوگ جن پر کہ قول غرق سابق ہو چکا ہے نجات نہ پاوینگے تو پھر نوح علیہ السلام نے کیوں دُعا کی جواب اسکا یہ ہے کہ یہ ارشاد تو ہوا تھا مگر اسکی تفصیل نہ فرمائی تھی کہ کون ایسا ہے جو ناجی نہ ہوگا لہذا احتمال سب میں تھا تو اگرچہ کنعان کے کافر ہونے کی وجہ سے سبقت قول معلوم ہوتا تھا مگر یہ شبہ بھی تھا کہ شاید نجات پا جاتا۔ تو اسکی تفسیر میں ابہام رہا اسلئے دُعا کی اسپر جواب یہی ملا کہ وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے۔

فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم۔ یعنی جس امر کا تمہیں علم نہیں ہے اسکا سوال مت کرو تو یہ نوحؑ کی غلطی نہ تھی بلکہ تفسیر میں ابہام تھا اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو علم قیام ساعۃ تھا مگر اسکا علم نہ تھا کہ کب قائم ہوگی اسیطرح یہ تو علم تھا کہ غیر مومنین اہل ناجی نہ ہونگے باقی یہ کہ وہ کون کون ہیں اسکا علم نہ تھا لہذا دعا کی تو وہاں سے ارشاد ہوا کہ تم اسکا سوال مت کرو کہ جسمیں جانب مخالف کا بھی احتمال تھا۔ اس سے تو سوال ہی نہ کرنا چاہیئے تھا تو نوحؑ نے کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے کہ اعتراض پڑ سکے خوب سمجھ لو پس جب نوحؑ 17
نے یہ عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ۔

گفت او از اہل خویشانت نبود — خود ندیدی تو سفیدی از کبود

یعنی ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے (اُس) اہل میں سے نہ تھا (جسکا ناجی ہونا مقدر ہو چکا تھا) اور تم نے خود سفیدی کو کبود سے ممتاز نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ تم نے دونوں میں فرق نہیں کیا بلکہ سبکو اہل میں ہی داخل سمجھا حالانکہ جو کفار تھے وہ اس اہل میں داخل نہ تھے جنکی نجات کا وعدہ تھا اور وہ اہل مومنین ہی تھے اور جب یہ کنعان مومن نہ تھا تو یہ اس قابل ہی نہ تھا کہ اسکو نجات ملے بلکہ یہ تو اسی قابل تھا کہ یہ ہلاک کیا جاوے اسکی آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ در دندان تو کرم اوفتاد — نیست دندان برکنش ای اوستاد

یعنی جبکہ تمہارے دانت میں کیڑا پڑ گیا تو وہ دانت ہی نہ رہا اے استاد اسکو اکھاڑ دو۔

تا کہ باقی تن نہ گردد زار ازو — گرچہ بود آن تو شو بیزار ازو

یعنی تاکہ اُس سے باقی تن بھی خراب نہ ہوجاوے تو اگرچہ وہ تمہاری ملک ہے تم اس سے بیزار ہوجاؤ تو اسیطرح جبکہ یہ کنعان مومن نہ تھا تو اگرچہ یہ اولاد ہی کیون نہ ہو اس سے بیزار ہوجاؤ خوب کہا ہے کہ ؎

بیزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد ✤ فدائے یک تن بیگانہ کا شنا باشد

جب یہ ارشاد ہوا تو نوح نے عرض کیا کہ۔

گفت بیزارم ز غیر ذات تو غیر نبود آنکہ او شد مات تو

یعنی نوحؑ نے عرض کیا کہ (اے اللہ) مین تیری ذات کے سوا (سب) بیزار ہوں اور جو کہ تیرا مطیع ہوگیا وہ غیر نہیں ہے صوفیہ کی اصطلاحات اکثر محاورات کے تابع ہوتی ہیں اور انکی اصطلاحات علوم منطقیہ کے موافق نہیں ہیں تو غیر محاورہ مین کہتے ہیں اسکو جو بے تعلق ہو مثلاً بولتے ہیں کہ فلاں شخص تو غیر نہیں ہے تو اس غیر سے مراد مقابل عین نہین ہے بلکہ اس سے مراد غیر تعلق والا ہے تو چونکہ نوحؑ کی اس دعا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انکو اپنی اولاد سے بہت ۱۸
محبت ہے اور بہت تعلق ہے اسلئے فرماتے ہیں کہ اے الٰہی میں تیری ذات کے سوا سب سے بیزار ہون اب یہان یہ شبہ ہوا کہ مومنین کے لئے تو آپ دُعا بھی فرماتے تھے لہٰذا فرماتے ہیں کہ جو کہ آپ سے تعلق رکھنے والا ہے اور آپ کا مطیع ہے وہ چونکہ غیر نہیں ہے اس لئے اس سے تعلق رکھتا گویا کہ تعلق بحق ہے۔

تو ہمے دانے کہ چونم با تو من بیست چندانم کہ باران با چمن

یعنی آپ تو جانتے ہین کہ میں آپ کے ساتھ کیسا ہون بس ایسا ہون جیسا کہ بارش کے ساتھ چمن مطلب یہ کہ جس طرح کہ چمن کو باران کے ساتھ تربیت کا تعلق ہوتا ہے اُس سے کہیں زیادہ آپ سے مجھے تعلق ہے تو پھر میں کسی دوسرے پر کیون نظر کرونگا۔

زندہ از تو شاد از تو عائلے مغتذی بے واسطہ بے حائلے

یعنی آپ ہی سے زندہ ہون اور آپ ہی سے شاد ہون اور ایک محتاج ہون اور بے واسطہ اور بے حائل کے غذا حاصل کرنے والا ہون۔

متصل نے منفصل نے اے کمال بلکہ بیچون و چگونہ و اعتلال

یعنی نہ متصل ہیں اور نہ منفصل ہیں اے کامل بلکہ بیچون وچگونہ اور علت و معلولیت کے مطلب یہ کہ صوفیہ کرام حق تعالے اور بندہ کے درمیان مین صرف واسطہ صانعیت و مصنوعیت ہی نہیں کہتے اور وہ صرف واسطہ فی الاثبات ہی نہیں مانتے بلکہ یہ حضرات ایک اور واسطہ بھی مانتے ہیں جو کہ اسکے علاوہ ہے مگر اسکو یہ حضرات الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے صرف اشارات سے کام لیتے ہیں ہاں وہ وجدانی اور ذوقی امر ہے جسکو کشوف ہو جاوے وہی اسکو معلوم کر سکتا ہی تو اسیطرح فرماتے ہیں کہ میں نہ تو آپ سے بالکل ہی متصل ہون اور نہ منفصل ہون اور میرے آپ کے درمیان میں نہ علیت اور معلولیت کا واسطہ ہے بلکہ وہ واسطہ ایسا ہے کہ جس کو
19 الفاظ سے بیان کرنا مشکل ہے صرف مثالون سے اسکو بیان کیا جا سکتا ہی لہذا اس کے آگے مثال فرماتے ہیں کہ

ماہیانیم تو دریائے حیات زندہ ایم از لطفت ای نیکو صفات

یعنی ہم مچھلیان ہیں اور آپ آب حیات ہیں تو ہم آپ ہی کے لطف سے زندہ ہیں اے نیکو صفات۔

تو نگنجی در کنار فکرتے نے بمعلولے قرین چون علتے

یعنی آپ کنار فکر مین بھی نہیں سما سکتے نہ آپ علت کی طرح کسی معلول کے قرین ہیں مطلب یہ کہ مخلوق میں اور آپ میں جو علاقہ ہے وہ علاقہ معلول و علت کا نہیں ہی نہ آپ فکر ناقص انسانی مین سما سکتے ہیں بلکہ آپ سب سے بالا و برتر اور ارفع ہیں سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ عَمَّا یَصِفُوْنَ آگے فرماتے ہیں کہ۔

پیش ازین طوفان و بعد این مرا تو مخاطب بودہ در ماجرا

یعنی اس طوفان سے پہلے اور بعد اسکے ہمیشہ آپ ہی گفتگو میں میرے مخاطب رہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میں نے جب کلام کیا ہے وہ سب آپ ہی کے لئے تھا اسلئے گویا کہ دوسرے سے کلام ہی نہیں کیا اور تمام کاموں سے آپ ہی مقصود تھے تو اور جس سے بھی کلام کیا یا واسطہ رکھا وہ درجہ مقصودیت کو نہیں پہونچا۔ اور اب بعد طوفان کے جب اور سب لوگ ہلاک ہو گئے ہیں آپ ہی میرے مخاطب ہیں۔

با تو مے گفتم نہ با ایشان سخن اے سخن بخش نو و آن کہن

یعنی میں تو آپ سے ہی بات کرتا تھا نہ کہ اُن سے اے نئی بات کے بخشنے والے اور اس پُرانی کے مطلب یہ کہ درجہ مقصودیت میں تو ہمیشہ آپ ہی میرے مخاطب رہے ہیں باقی بظاہر اور وں سے جو گفتگو ہوئی تھی اسکی مثال دیتے ہیں کہ۔ ۲۰

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن گاہ با اطلال و گاہے با دمن

یعنی کیا عاشق دن رات ٹیلوں اور جنگلوں سے باتیں نہیں کیا کرتا جیسے کہ عرب کا قاعدہ تھا کہ کہتے ہیں کہ ؎

ایا منزلے سلمے سلام علیکما ٭ ہل الازمن الاتی مضین رواجع۔ مگر

روئے در اطلال کردہ ظاہرا او کرا می گوید این مدحت کرا

یعنی ظاہرا تو وہ ٹیلوں میں توجہ کئے ہوئے مگر وہ یہ مدح کس کی کر رہا ہے کسکی۔ ظاہر ہے کہ مقصود اس سے مدح معشوق ہوتی ہے بس اسیطرح اگرچہ میں ان سے باتیں کرتا تھا مگر چونکہ آپ کے واسطے ہوتی تھیں لہذا گویا کہ آپ ہی میرے مخاطب ہوتے تھے لیکن۔

شکر طوفان را کنون بگماشتے واسطہ اطلال را برداشتے

یعنی شکر ہے کہ آپ نے اب طوفان کو مقرر فرما کر اُن اطلال کے واسطے کو اٹھا دیا پس اب بلا واسطہ آپ سے مناجات کرونگا)

زانکہ اطلال ولئیم و بد بُدند　　نے ندائے نے صدائے میزدند

یعنی اسلئے کہ وہ صرف ٹیلے اور لئیم اور بد ہی تھے نہ وہ ندا کرتے تھے نہ صدا کرتے تھے مطلب یہ کہ پہاڑ میں اگر بولتا ہے تو وہ گونجتا ہے اور اس میں سے دوبارہ یہی آواز جو اس نے کی پیدا ہوتی ہے اور اُس سے اُنس ہوتا ہے مگر وہ ایسے تھے کہ میں تو آپ کا ذکر کرتا تھا اور ان میں حرکت بھی نہ ہوتی تھی اگر وہ بھی میرا ساتھ دیتے تو ان سے اُنس ہوتا اب تو بہتر ہوا کہ ہلاک ہوگئے۔

من چنان اطلال خواہم در خطاب　　کز صدا چون کوہ واگوید جواب

یعنی میں تو خطاب کے لئے ایسے اطلال کو چاہتا ہون کہ صدا سے پہاڑ کی طرح جواب دیں۔ ۲۱

تا مثنّٰے بشنوم من نام تو　　عاشقم بر نام جان آرام تو

یعنی تاکہ میں آپکا نام دوبارہ سنون۔ میں تو آپ کے نام جان آرام پر عاشق ہون۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ایسے واسطہ کی ضرورت ہے جو کہ میرا ساتھ آپکے ذکر مین دے تاکہ ایکمرتبہ تو میں آپ کا نام مبارک لون اور دوسری مرتبہ وہ آپ کا نام لے تو آپ کے نام کو میں دوبارہ سنون اور مجھے دونا مزہ آوے۔

ہر نبی زان دوست دارد کوہ را　　تا مثنّٰے بشنود نام ترا

یعنی ہر نبی اسلئے پہاڑ کو دوست رکھتا ہے تاکہ آپکے نام مبارک کو دوبارہ سنے۔ مطلب یہ کہ چونکہ پہاڑ مین گونج پیدا ہوتی ہے جو الفاظ کہ متکلم بولتا ہے ویسی ہی آواز اس میں سے بھی نکلتی ہے تو ای لئے انبیا علیہم السلام پہاڑون میں رہنا پسند کرتے ہیں تاکہ وہ ذکر کرین

اور اُس مین سے دوبارہ ویسی ہی آواز پیدا ہونے سے انکا دوہرا لطف آتا ہے انبیار کا پہاڑ کو محبوب رکھنا کہین منقول تو ہے نہیں مگر انکے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اول ان حضرات کو خلوت پسند ہوتی ہے تو وہ اکثر غارون اور پہاڑون میں ہی قیام کرتے ہیں باقی اہیں اس مصلحت کا ہونا یہ صرف ایک نکتہ ہے تو بس واسطہ ایسا ہو جو کہ انکے ساتھ وہ بھی ذکر حق کرے۔

آن گرےست مثال سنگلاخ موش را باید نہ مارا در مناخ

یعنی وہ پہاڑ سنگلاخ کی طرح موش کو قیام گاہ کے لئے چاہیئے نہ ہم کو مطلب یہ کہ جس مین سے کہ آواز پیدا نہ ہو اور وہ ذکر میں ساتھ نہ دے ایسے واسطہ کی ضرورت تو دنیا دارون کو جو کہ عالم ناسوت میں رہکر پستی میں پڑے رہتے ہیں موش کی طرح ہیں ضرورت ہے باقی ہمیں ایسے لوگون کی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ۔

۲۲ من بگویم او نگردد یار من بے صدا ماندم وگفتار من

یعنی میں تو کہتا ہون اور وہ میرا ساتھ نہیں دیتا تو میری بات اور گفتار بھی بے صدا کے رہجاتی ہے یعنی وہ جوش اور شوق میرے اندر بھی نہیں رہتا اسلئے کہ انکو دیکھکر طبیعت مرجھا جاتی ہے

با زمین آن بہ کہ ہموارش کنے نیست ہمدم باعدم یارش کنے

یعنی یہ بہتر ہے کہ آپ اسکو زمین کے ہموار کردین اور وہ ہمدم نہیں ہے تو اسکو عدم کے ساتھ مقرون فرمادین مطلب یہ کہ ایسے کو تو ہلاک کردینا ہی بہتر ہے یہانتک حضرت نوح کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ انکو رنج ہے مگر حق تعالے کے سامنے سب کو ہیچ سمجھے ہوئے ہیں اسلئے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

گفت اے نوح ار تو خواہی جملہ را حشر گردانم بر آرم از ثری

یعنی فرمایا کہ اے نوحؑ اگر تم چاہو تو مین سب کو زندہ کر دون اور زمین سے نکالدون۔

بہر کنعانے دل تو نشکنم لیکت از احوال آگہ مے کنم

یعنی مین ایک کنعان کے واسطے تمہاری دل شکنی کرنا نہین چاہتا لیکن آپ کو احوال سے آگاہ کرتا ہون یعنی آپ کو بتادیا ہے ورنہ آپ کی دل شکنی منظور نہیں ہے اگر آپ کہیں تو سب کو زندہ کر دون۔ اللہ اکبر کیا رحمت ہے اور کیسی شفقت ہے اور دوسری طرف رضا اور تسلیم اور انقیاد ملاحظہ ہو کہ یہ سنکر حضرت نوحؑ فرماتے ہیں کہ۔

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا ہم کنی غرقہ اگر باید ترا

یعنی انھون نے عرض کیا کہ نہیں نہیں میں توراضی ہون کہ اگر آپ چاہیں تو مجھے بھی غرق کردیں۔

۲۴۳ ہر زمانم غرقہ مے کن من خوشم حکم تو جانست چون جان میکشم

یعنی آپ مجھے ہر گھڑی غرق فرمادین آپ کا حکم تو جان ہے میں اسکو جان کی طرح کھینچتا ہون۔

ننگرم کس را وگر ہم بنگرم او بہانہ باشد و تو منظرم

یعنی میں کسیکو نہیں دیکھتا اور اگر دیکھون بھی تو وہ بہانہ ہوگا اور آپ میرے منظر ہونگے۔

عاشق صنع توام در شکر و صبر عاشق مصنوع کے باشم چو گبر

یعنی میں تو آپکے افعال کا شکر و صبر کے ساتھ عاشق ہون اور میں بت پرست کی طرح مصنوع کا عاشق کب ہونگا تو یہ اغراق وغیرہ تو آپ کا فعل ہے اسپر تو مین راضی اور خوش ہون اور یہ اولاد اور دوسرے لوگ سب مصنوع ہیں تو اُن کو بحیثیت مصنوعیت کے مقصود نظر سمجھنا تو کفر ہے لہٰذا میں ان پر ہرگز نظر نہیں کرتا مولانا فرماتے ہین کہ۔

عاشق صنع خدا با فر بود عاشق مصنوع او کافر بود

یعنی افعال حق کا عاشق تو باعزت ہوتا ہے اور انکے مصنوع کا عاشق کافر ہوتا ہے اسلیئے کہ جب اس نے مصنوع کو مقصود سمجھا تو لا مقصود الا اللہ کے درجہ میں یہ شخص کافر ہوگا اور فرماتے ہیں کہ

درمیان این دو فرقے بس خفی است خود شناسد آنکہ در رویت صفیست

یعنی ان دونون کے درمیان میں فرق بہت خفی ہے وہ شخص خود جانتا ہے جسکی نظر میں صفائی ہے مطلب یہ کہ مصنوع اور صنع پر نظر کرنا اور ان میں پھر مقصودیت نہ ہونا ایسا امر ہے کہ جو محض مخفی ہے اور وجدانی امر ہے اسکو وہی سمجھ سکتا ہے جسکو مکشوف ہوگیا ہے۔ آگے دو حدیثون کے درمیان توفیق بیان فرماتے ہیں جسکا اول حاصل سمجھ لو کہ ایک تو حدیث ہے کہ الرضاء بالکفر کفر۔ کفر پر راضی ہونا کفر ہے اور دوسری حدیث ہے کہ من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی فلیطلب ربا سوائی۔ یعنی جو کہ میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری بلا پر صبر نہ کرے اسکو چاہیئے کہ کوئی دوسرا رب تلاش کرلے تو ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب اسکا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی شئے پر حکم کسی حیثیت کے اعتبار سے ہوتا ہے تو محکوم علیہ وہ حیثیت ہوا کرتی ہے بس اب سمجھو کہ کفر من حیث ہو مخلوق اللہ و فعل اللہ تو حسن ہے اور من حیث ہو فعل العبد قبیح و مذموم ہے اور بحیثیت فعل حق ہونیکے تو کفر قضا ہے اسپر تو راضی رہنا اور اسکو حسن سمجھنا فرض ہے مگر بحیثیت اسکے فعل عبد ہونے کے قضا نہیں ہے بلکہ مقتضی ہے تو اسکو حسن سمجھنا اور اسپر راضی رہنا ضروری نہیں ہے تو اب یہ کہنا کہ من لم یرض بقضائی الخ بھی صحیح ہے اور الرضاء بالکفر الخ بھی صحیح ہے کہ کفر پر بحیثیت قضا ہونے کے تو راضی رہنا فرض کہ وہ فعل حق ہے اور اس درجہ مین وہ حسن ہے مگر فعل عبد کی حیثیت سی تو وہ قضا ہے ہی نہیں وہ تو مقتضی ہوگیا اب وہ حسن نہیں رہا۔ خوب سمجھ لو اب اشعار سے بھی سمجھ لو۔ ۲۴

(باقی آئندہ)

وهو حمل الاثبات على
مطلق الرؤية والنفي
على الادراك بالكنه وهكذا
يكون يوم القيمة وهذه الرؤية
في هذه الحيوة من خواص نبينا
صلى الله عليه وسلم بدليل النصوص
الاخر المخالفة للرؤية قبل الموت
والعبارات المدرجة
مني ابتدأت بقولي قلت
وانتهت بقولي ام والباقي
من العراقي -)

الحديث حديث انس
اذا احب الله عبدا
لم يضره ذنب والتائب
من الذنب كمن لا
ذنب له ذكره
صاحب الفردوس ولم
يخرجه ولده في
مسنده **ف** صريح
في ابطال مذهب
الاباحة والا لم يسم ذنبا

اور وہ طریق یہ ہے کہ اثبات کو مطلق رؤیت
پر محمول کیا جاوے اور نفی کو ادراک بالکنہ پر اور
قیامت میں بھی رؤیت ایسی ہی ہوگی اور یہ رؤیت
اس حیات میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے خواص میں سے ہے بدلیل دوسرے
نصوص کے جو رؤیت قبل الموت کو ممتنع قرار
دے رہی ہیں اور درمیان درمیان کی عبارتیں
میری بڑھائی ہوئی ہیں جو اس لفظ سے
شروع ہوتی ہیں کہ میں کہتا ہوں اور اس لفظ
پر ختم ہو جاتی ہیں کہ اھ یعنی انتہی اور باقی عبارت
۱۳۷ عراقی کی ہیں)

حدیث جب اللہ تعالے کسی بندہ سے
محبت کرتے ہیں اسکو کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا
اور گناہ سے توبہ کرنیوالا اسکے مشابہ ہے
جس کے پاس کوئی گناہ ہی نہیں ذکر کیا اس کو
صاحب فردوس نے اور انکے ولد نے
اسکو مسند الفردوس میں تخریج نہیں کیا۔
ف یہ فرقہ اباحیہ کے مذہب کے ابطال میں
صریح ہے (جو کہتے ہیں کہ بعد تقرب کے معاصی
مباح ہو جاتے ہیں) ورنہ وہ گناہ ہی نہ رہتا اب
اسکو گناہ فرمانا صاف اباحت کی نفی کر رہا ہے)

اما عدم الضرر
فاما لعدم لحوقه
ويجعل ما بعده
مقابلا له واما
لتوفيق التوبة
ويجعل ما بعده
مفسرا له واما لغلبة
الحسنات ويجعل
ما بعده مستقلا
في مقصوده
قلت وكذا ١٣٨
حديث فقد
غفرت
لكم في اهل
بدر قال
الشيخ الاكبر
فيه لم يقل
ابحت
لكم او
احللت
لكم

باقی ضرر نہ کرنا اوسکی وجہ یا یہ ہے کہ گناہ اس سے لاحق
ہی نہیں ہوتا (یعنی اس سے گناہ کا صدور ہی نہیں ہوتا
تاکہ ضرر پہنچا سکے) اور (اس صورت میں) اس کے
مابعد اس کے مقابل ہوگا (یعنی بعض وہ ہیں جن سے
گناہ ہی نہیں ہوتا اور بعض ان کے مقابلہ میں وہ ہیں
جن سے گناہ ہوتا ہے مگر توبہ کرکے ایسے ہوجاتے ہیں
جن سے نہیں ہوا) اور یا (عدم ضرر) توفیق توبہ
کی وجہ سے ہے اور (اس صورت میں) اس کے
مابعد اس کا مفسر ہوجائیگا (یعنی عدم ضرر کی تفسیر یہ ہے
کہ وہ توبہ کر لیتا ہے) اور یا (عدم ضرر) غلبہ
حسنات کے سبب ہے (جس سے گناہوں کا کفارہ
ہوجاتا ہے) اور اس صورت میں اس کا
مابعد اپنے مقصود میں مستقل ہوجائیگا (نہ مقابل ہوگا
نہ مفسر ہوگا) نیز میں کہتا ہوں کہ اسی طرح اہل بدر
کے باب میں جو حدیث میں ہے فقد غفرت
لکم وہ بھی (ابطال اباحت کی دلیل ہے چنانچہ)
شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث (کی شرح)
میں کہا ہے کہ (حدیث میں غفرت لکم فرمایا ہے
جو خود دلیل ہے اس فعل کے ذنب ہونے کی)
ابحت لکم یا احللت لکم نہیں فرمایا۔
(جو اباحت پر دال ہو)

الحدیث لا یتمنین احدکم الموت لضر نزل به متفق علیه من حدیث انس **ف** دل هذا التقیید علی الاذن بالتمنی شوقا الی لقاء الله ونقل عن لا یحصی

حدیث تم میں کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کسی تکلیف کے سبب جو اسپر نازل ہو روایت کیا اسکو شیخین نے انسؓ کی حدیث سے **ف** یہ قید (لضر) اسپر دال ہے کہ شوق لقاء الٰہی کے سبب جو موت کی تمنا ہو اوسکی ممانعت نہیں اور یہ بیشمار بزرگوں سے منقول ہے۔

الحدیث روی ابو نعیم فی الحلیة المرفوع منه من حدیث عمرؓ ان سالما یحب الله حقا من قلبه وفی روایة له ان سالما شدید الحب لله عزوجل لو لم یخف الله عزوجل ما عصاه وفیه عبد الله بن لهیعة **ف** فیه ان الاصل فی ترک المعصیة هو الحب واما الخوف فرد ولاجله یعتنی المحققون بالقاء المحبة فی قلوب الطالبین

حدیث ابو نعیم نے حلیہ میں اس کا مرفوع حصہ حضرت عمرؓ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ سالم اللہ تعالیٰ کے ساتھ دل سے محبت رکھتے ہیں اور اُن کی ایک روایت میں ہے
۱۳۹ کہ سالم کو اللہ تعالیٰ سے بہت شدید محبت ہے (حتیٰ کہ) اگر انکو اللہ عزوجل کا خوف بھی نہ ہوتا تب بھی یہ اوس محبت کے سبب) اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرتے اور (اسکی سند) میں عبد اللہ بن لہیعہ ہے جو ضعیف ہے **ف** اِس حدیث میں اسپر دلالت ہے کہ اصل (موثر) ترک معصیت میں محبت ہی ہے رہا خوف سو وہ (اس تاثیر میں) اوس (محبت) سے بعد کے درجہ میں ہے اور اسی وجہ سے محققین اس کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ طالبین کے قلوب میں محبت کا القاء کریں۔

الحدیث قال الله انا الله لا اله الا انا من لم یصبر علی بلائی الحدیث الطبرانی فی الکبیر وابن حبان فی الضعفاء من حدیث ابی هند الداری مقتصرا علی قوله من لم یرض ویصبر علی بلائی فلیلتمس ربا سوای واسناده ضعیف ف صریح فی وجوب الصبر والرضا۔

حدیث حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں جو شخص میری بلا پر صبر نہ کرے الحدیث (احیاء میں اس حدیث میں یہ بھی ہے اور میری نعمتوں کا شکر نہ کرے اور میری قضاء پر راضی نہ ہو الخ) روایت کیا اسکو طبرانی نے کبیر میں اور ابن حبان نے ضعفاء میں ابی ہند داری کی حدیث سے جس میں صرف یہی قول ہے کہ جو شخص میری بلا پر صبر و رضا نہ کرے (اس میں شکر کا مضمون نہیں) اوسکو چاہیئے کہ میرے سوا کسی اور رب کو تلاش کرے اور اسناد اسکی ضعیف ہے ف یہ حدیث صریح ہے وجوب صبر و رضا میں (جو کہ مقامات سلوک میں سے ہیں)

١٤٠ الرضاء والصبر رضا و صبر

الحدیث الدال علی الشر کفاعله ابو منصور الدیلمی فی مسند الفردوس من حدیث انس باسناد ضعیف ف صریح فی النهی عن التسبب للشر قولا کان او فعلا للعموم الدلالة لهما ومن ثم تری اهل الخشیة یحبون الخمول لئلا یتاسی بهم

حدیث دلالت کرنے والا شر پر مثل اوسکے کرنیوالے کے ہے روایت کیا اسکو ابو منصور دیلمی نے مسند الفردوس میں اسناد ضعیف ہے ف صریح ہے تسبب للشر سے ممانعت میں خواہ قول ہو یا فعل کیونکہ لفظ دلالت دونوں (کے تسبب) کو عام ہے اور اسی وجہ سے تم اہل خشیت کو دیکھتے ہو کہ گمنامی کو پسند کرتے ہیں تاکہ کوئی اُن کا ایسے امر میں اقتدا

المنع عن التسبب للشر ممانعت از سبب شر

فیما عسی ان یضر
بالدین ولم تقبل
نظرهم الی ضرره -
الحدیث حدیث جابر
یبعث کل عبد علی ما مات علیه
رواه مسلم **ف** لما کان
الموت غیر موقت وکان
البعث علی ما مات فلاجله
تری القوم یعتنون اشد اعتناء
باصلاح ظواهرهم وبواطنهم کل وقت
الحدیث من تطیب لله
جاء یوم القیمة وریحه
اطیب من المسک الحدیث
ابو الولید الصفار فی
کتاب الصلوٰة
من حدیث اسحق
بن ابی طلحة مرسلاً
ف فیه اصل لما
قد سمعت
شیخی ان نیتنا فی التطیب
نستحسن فی نظر الله تعالیٰ

نکر نے پاوے جنمیں یہ احتمال ہو کہ وہ دین
کو مضر ہوا اور ان کی نظر اس کے ضرر فی الدین
تک نہ پہونچی۔
حدیث جابر رضی کی حدیث کہ ہر بندہ اسی
حالت پر مبعوث ہوگا جس پر مرا ہے روایت
کیا اسکو مسلم نے **ف** چونکہ موت کا
کوئی وقت نہیں اور بعث ہوگا موت کی
حالت میں اسی لیے تم صوفیہ کو دیکھتے ہو کہ وہ اپنی
اصلاح ظاہر و باطن کا ہر وقت شدت سے
اہتمام رکھتے ہیں۔
۱۴۱ **حدیث** جو شخص اللہ کے لیے خوشبو لگاتا ہے
وہ قیامت میں اس حالت میں آویگا کہ اسکی
خوشبو مشک سے زیادہ پاکیزہ ہوگی روایت کیا اسکو
ابو الولید صفار نے کتاب الصلاۃ میں اسحق بن ابی
طلحہ کی حدیث سے مرسلا **ف** اسمیں اس مضمون
کی اصل ہے جو میں نے اپنے شیخ رحمہ سے سنا ہے
کہ ہماری نیت تو خوشبو لگانے میں ہوتی ہے کہ
کہ ہم اللہ تعالیٰ کی نظر میں اچھے معلوم ہوں دیکھو
جو چیز واقع میں اچھی ہے وہ خدا تعالیٰ کو ویسی اچھی
ہی معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ انکا علم مطابق واقع
کے ہے اور اللہ میں سب نیک نیتیں ہی اصل ہو گئیں

الحدیث نیۃ المؤمن خیر من عملہ الطبرانی من حدیث سہل بن سعد ومن حدیث النواس بن سمعان وکلاھما ضعیف **ف** والوجہ فیہ ان النیۃ لایحتمل الغائلۃ والعمل یحتملھا ومن ثم تری القوم ینظرون الی مناشی الاعمال مالا ینظرون الی الاعمال۔

افضلیۃ النیۃ علی العمل / افضلیت نیت از عمل

۱۴۲ **الحدیث** ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح سائر الجسد متفق علیہ من حدیث النعمان بن بشیر **ف** صریح فی کون اصلاح القلب اصل مدار الاصلاح والمسئلۃ کانھا روح الفن

کون القلب مناط الاصلاح / بودن قلب مدار اصلاح

حدیث نیت مومن کی زیادہ بہتر ہے اس کے عمل سے روایت کیا اسکو طبرانی نے سہل بن سعد کی حدیث سے اور نواس بن سمعان کی حدیث سے اور دونوں کے دونوں ضعیف ہیں **ف** اور وجہ اسکی یہ ہے کہ نیت میں کوئی آفت کا احتمال نہیں (کیونکہ اوس پر کسیکو اطلاع ہی نہیں) اور عمل میں اسکا احتمال ہے (مثلاً ریا وغیرہ) اور اسی وجہ سے تم اس جماعت (صوفیہ) کو دیکھتے ہو کہ مناشی اعمال پر اس قدر نظر کرتے ہیں کہ عمل پر اوس قدر نہیں کرتے (اور منشاء عمل وہی نیت ہے)

حدیث بدن میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے وہ جب سنور جاتا ہے تو تمام جسد سنور جاتا ہے (مراد قلب ہے کہ اوسکی اصلاح سے تمام جسد کے اعمال درست ہو جاتے ہیں) روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے نعمان بن بشیر کی حدیث سے **ف** یہ حدیث صریح ہے اسمیں کہ اصلاح قلب اصل مدار ہے تمام اصلاح کا اور یہ (باقی آئندہ) مسئلہ گویا فن کی روح ہے۔

تنبیہ متعلق مابعد

حدیث آئندہ یعنی مصعب بن سعد کی حدیث رسالہ ہذا ہی کا جزو ہے مگر اوس کے مدلول کے مہتم بالشان ہونے کے سبب اسکو مستقل رسالہ کی شکل میں لکھدیا گیا ہے اِس کا مابعد اوس کے ماقبل ہی کی صورت میں رکھا گیا ۱۲۔

حاشیہ حکایت (۱۱۲) قولہ اسحاق کا بیٹا ہے اقول مادرزاد اولیاء کی یہی شان ہوتی ہے (رشت)

(۱۱۳) خانصاحب نے فرمایا کہ حافظ محمد حسین مراد آباد کے رہنے والے ایک شخص تھے جو مولوی امانت علی صاحب امروہی کے مرید تھے انھوں نے حاجی صاحب کو خط لکھا اور اسمیں لکھا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے حب عقلی کو حب عشقی پر ترجیح دی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ حب عشقی وصل کے بعد مضمحل ہوجاتی ہے مگر حب عقلی وصل میں اور زیادہ بڑھتی ہے اور اسیطرح شکر کو صبر پر ترجیح دی ہے حضور کا اسمیں کیا مسلک ہے حاجی صاحب نے اس خط کا تقریباً ڈیڑھ جزو میں جواب لکھا اور جواب میں حب عشقی کو حب عقلی پر ترجیح دی اور لکھا کہ حب عشقی نا متناہی ہے اور حب عقلی متناہی اور وجہ اسکی یہ تحریر فرمائی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ لو کشف الغطاء ما ازددت یقیناً۔ یہ حب عقلی تھی اور اس سے اسکی تناہی ظاہر ہے اور ترجیح صبر کے متعلق تحریر فرمایا کہ حق تعالےٰ صابرین کے متعلق فرماتے ہیں ان اللہ مع الصابرین اور شاکرین کے متعلق فرماتے ہیں لئن شکرتم لازیدنکم۔ اور معیت حق ۲۲۵
اور زیادت نعمت میں فرق ظاہر ہے غرض اس بحث کو حاجی صاحب نے نہایت مفصل تحریر فرمایا تھا اور میں نے اس خط کی نقل بھی لے لی تھی اسی لئے اسکے مضامین مجھے محفوظ نہیں رہے مگر وہ نقل میرے پاس سے ضائع ہوگئی اُسکے بعد میں نے مراد آباد میں تلاش کیا تو مجھے وہاں بھی نہ ملا خیر حاجی صاحب نے اس خط کو تمام فرماکر مولانا گنگوہی کو سنایا اس مجلس میں حافظ عطاء اللہ اور مولوی عبدالکریم منشی تجمل حسین (حاجی صاحب کے بھتیجے) بھی موجود تھے مولانا گنگوہی نے حاجی صاحب کے جواب کو نہایت پسند فرمایا اُسکے بعد جب مولانا اس مجلس سے اُٹھے تو منشی تجمل حسین صاحب نے مولانا سے دریافت کیا کہ حضرت آپ فرمائیں۔ آپ کے نزدیک حاجی صاحب کا مضمون اچھا ہے یا مولوی اسمٰعیل صاحب کی صراط مستقیم کا آپ نے فرمایا دونوں بہت اچھے ہیں اسکے بعد جب مولانا طواف کرکے حطیم میں بیٹھے تھے تو منشی تجمل حسین نے پھر پوچھا کہ حضرت اچھے تو بیشک دونوں ہیں مگر آپکے نزدیک ان دونوں میں کون زیادہ اچھا ہے تو آپ نے فرمایا کہ حب عشقی میں سب باتیں ہیں مگر ایک بات

یہ ہے کہ اسمیں انتظام نہیں اور اسلئے حدود شرعیہ اسمیں ملحوظ نہیں رہتیں اسی بناء پر میں جبتک اعمال کی ضرورت ہے اسوقت تک حب عقلی کو پسند کرتا ہوں اور جب انتقال کا وقت ہو اسوقت غلبہ حب عشقی کو پسند کرتا ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۱۳) قولہ تناہی ظاہر ہے اور حب عشقی کے غیر متناہی ہونے کی دلیل احقر نے خود حضرت حاجی صاحب سے سنی ہے ؎ عشق دریائیست قعرش ناپدید ہو اور وصل میں مضمحل ہو جانا حب عشقی کا اسوقت ہے کہ جب حسن وجمال محبوب کا متناہی ہو اور عشق حقیقی میں یہ ہے نہیں پس وہاں ایسا نہیں **قولہ** دونوں بہت اچھے ہیں **اقول** اور فیصلہ بھی بہت ہی اچھا ہے (**ش ت**)

(۱۱۴) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی محمود حسن صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ مولوی مظفر حسین صاحب کہیں تشریف لیجا رہے تھے راستہ میں ایک بڈھا ملا جو بوجھ لئے ہوئے جاتا تھا بوجھ کسیقدر زیادہ تھا اس وجہ سے اس سے مشکل سے چلتا تھا مولوی مظفر حسین
صاحب نے جب یہ حال دیکھا تو آپ نے اس سے بوجھ لے لیا اور جہاں وہ لیجانا چاہتا تھا ۲۲۶
وہاں پہونچا دیا اس بڈھے نے ان سے پوچھا کہ اجی تم کہاں رہو ہو انھوں نے کہا بھائی میں کاندھلہ رہوں اس نے کہا وہاں مولوی مظفر حسین بڑے ولی ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں غرض بہت تعریفیں کیں مگر مولوی مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ اور تو اسمیں کوئی بات نہیں ہو ہاں نماز تو پڑھ لے ہے اس نے کہا واہ میاں تم ایسے بزرگ کو ایسا کہو مولوی صاحب نے فرمایا کہ میں ٹھیک کہتا ہوں وہ بڈھا انکے سر ہو گیا اتنے میں ایک شخص آ گیا جو مولوی مظفر حسین صاحب کو جانتا تھا اس نے اس بڈھے سے کہا کہ بھلے مانس مولوی مظفر حسین یہ ہی تو ہیں اس پر وہ بڈھا ان سے لپٹ کر رونے لگا مولوی صاحب بھی اسکے ساتھ رونے لگے۔

حاشیہ حکایت (۱۱۴) قولہ اس سے بوجھ لے لیا **اقول** ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست ✤ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست (**ش ت**)

(۱۱۵) خانصاحب نے فرمایا مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولوی عبدالرب صاحب کے والد مولوی عبدالحق صاحب شاہ اسحٰق صاحب کے شاگرد اور مولوی

نذیر حسین صاحب کے خسر تھے مولوی نذیر حسین صاحب نے ان سے حدیث پڑھی ہے اور شاہ اسحق صاحب سے نہیں پڑھی جب شاہ صاحب ہجرت کرنے لگے نواب قطب الدین خانصاحب نے شاہ صاحب سے سفارش کی کہ مولوی نذیر حسین صاحب کو حدیث کی سند دیدیجئے کیونکہ اسوقت مولوی نذیر حسین صاحب سے اور نواب صاحب سے بہت دوستی تھی شاہ صاحب نے انکی سفارش سے ان سے ہر کتاب کے ابتدا کی کچھ کچھ حدیثیں سنکر ان کو قطب صاحب میں حدیث کی سند دی۔

حاشیہ حکایت (۱۱۵) قولہ کچھ کچھ حدیثیں اقول ایسی سند برکت ہے اجازت نہیں (تشت)

(۱۱۶) خانصاحب نے فرمایا کہ شاہ احمد سعید صاحب نے ایک مرتبہ اپنی خانقاہ کی مسجد میں نماز پڑھی تو نماز کے بعد ایک شخص اٹھا اور خانقاہ کے لوگوں کو اس نے دو دو پیسے دینے شروع کئے شاہ صاحب کے کسی صاحبزادے کو بھی اس نے دینے چاہے تو انہوں نے

۲۴۷ ہاتھ کھینچ لیا انکا ہاتھ کھینچنا شاہ احمد سعید صاحب نے دیکھ لیا اسپر آپ نے صاحبزادے پر عتاب فرمایا اور فرمایا کہ دو پیسے تھے اسلئے ہاتھ کھینچ لیا اگر سو روپے ہوتے تو جھٹ سے لیکے رکھ لیتا وہ سو روپیہ بھی تو خیرات ہی ہوتے انکو کیوں نہ لے لیتا یہ فرما کر آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ لاؤ مجھے دو اور آپ نے دو پیسے لیکر رکھ لئے اور فرمایا میاں ہم تو خیرات ہی کھانے والے ہیں۔

حاشیہ حکایت (۱۱۶) قولہ دو پیسے لیکر رکھ لئے اقول یہ ہے قدردانی نعمت حق کی اور جس حرکت پر عتاب فرمایا وہ استغنا ہے نعمت حق سے جسکی نفی شکر طعام کی حدیث میں آئی ہے غیر مودع ولا مستغنی عنہ ربنا (تشت)

(۱۱۷) خانصاحب نے فرمایا کہ اکبری مسجد کے صحن میں پہلی صف میں کسی وجہ سے ایک پتھر نیچا ہو گیا تھا اور برسات کے موسم میں اس میں گارا کیچڑ ہو جاتا تھا سب نمازی اپنے کپڑوں کو بچانے کے لئے اسکو چھوڑ کر کھڑے ہوا کرتے تھے اور اس وجہ سے صف میں فرجہ رہتا تھا یہ وہ زمانہ تھا جس زمانہ میں مولوی اسمٰعیل صاحب شہید توشی پوشاک بستے تھے

ایک روز عمدہ پوشاک پہنے ہوتے اکبری مسجد مین تشریف لائے آپ نے صف اول میں فرجہ دیکھا آپ اسی جگہ گارے کیچڑ مین بیٹھ گئے اور کپڑون کا ذرا خیال نہ فرمایا۔

حاشیہ حکایت (۱۱۷) قولہ کیچڑ مین بیٹھ گئے اقول ایسے شخص کو تزئین کا حق ہے (رشت)

(۱۱۸) خانصاحب نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حکیم خادم علی صاحب اپنی مسجد میں تشریف رکھتے تھے رمضان کا زمانہ اور افطار کا وقت تھا۔ آپ نے روزہ افطار فرمالیا اتنے میں چند رافضی آئے اور آکر کہا قسم ہے امام حسین کی اسوقت آفتاب غروب نہیں ہوا تھا حکیم صاحب نے فرمایا کہ تم غلط کہتے ہو آفتاب غروب ہو چکا تھا انھوں نے اصرار کیا اور کہا کہ آفتاب ہرگز غروب نہیں ہوا تھا اسپر حکیم صاحب نے فرمایا کہ ہمارے قلوب مین دین اور ایمان ہی ہماری شہادت قلب غلط نہیں ہے آفتاب غروب ہو چکا ہے اور اگر تمہیں اسمیں کچھ تردد ہو تو کل کو مجھے ایک کوٹھری میں بند کر دینا اور تم لوگ آفتاب کو دیکھتے رہنا جسوقت آفتاب غروب ہوگا میں تمہیں اطلاع کر دونگا اسوقت تمہیں تصدیق ہو جاویگی انھوں نے اس دعوٰی کو ۲۲۸ عجیب سمجھکر کہا بہت اچھا اگلے روز غروب آفتاب سے پہلے حکیم صاحب کو ایک کوٹھری میں بند کر دیا گیا اور خود چھت پر چڑھ کر غروب آفتاب کو دیکھنے لگے جب آفتاب غروب ہوا حکیم صاحب نے فوراً اندر سے اطلاع کی کہ آفتاب غروب ہو گیا ہے اس وقت ان کو ان کے دعوے کی تصدیق ہو گئی۔

حاشیہ حکایت (۱۱۸) قولہ آفتاب غروب ہو گیا ہے اقول یہ کرامت ہے کہ یہ خبر مطابق واقع کے ہوئی مگر یہ نہ سمجھا جاوے کہ اسکو من حیث الکرامۃ حجت سمجھتے تھے بلکہ من حیث الدلیل تحری حجت ہے (رشت)

(۱۱۹) خانصاحب نے فرمایا کہ میرے استاد میانجی محمدی صاحب کے صاحبزادے حافظ عبدالعزیز ایک مرتبہ اپنے بچپن مین نہایت سخت بیمار ہوئے اور اطبا نے جواب دیدیا ان کے والدین کو اس وجہ سے تشویش تھی اتفاق سے میانجی صاحب نے خواب میں دیکھا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب مسجد کے بیچ کے در میں عظ فرما رہے ہیں اور مین مسجد کے اندر ہون۔

(باقی آئندہ)

کہتا ہے کون نالۂ بلبل ہے بے اثر ٭ پردہ میں گل کے لاکھ جگر چاک ہوگئے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کہا جو دل چاہے کئے جاؤ واللہ میں قیامت تک بھی تم کو اسکے ہاتھوں میں نہ دونگا۔

جب قریش کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ ابوطالب کے ذریعہ سے کام کوئی کام نہ نکلیگا تو انھوں نے خود ہی صلح و آشتی کے ساتھ سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے راضی کرنے کی ایک چال چلی وہ یہ کہ اُن میں سے سربرآوردہ لوگوں نے "ندوہ" میں جمع ہو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بلوایا جب آپ تشریف لائے تو انھوں نے بڑے اکرام و احترام کے ساتھ آپ کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور کہا "محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہم نے ایک بات کہنے کی وجہ سے آپ کو تکلیف دی ہے سنو واللہ ہم کو عرب کے تمام ملک میں کوئی ایک بھی ایسا شخص نظر نہیں آتا جس نے اپنی قوم پر ایسی بلائے بے درمان نازل کی ہو جیسی آپ نے اپنی قوم پر آفت ڈھا کر اسکو نشانۂ ذلت بنایا ہے تم نے آباء و اجداد کو گمراہ بتایا، دین میں عیب نکالے، دیوتاؤں کی اہانت کی، احلام کو سفیہ قرار دیا، گروہ کی متحدہ قوت کو توڑ دیا، غرض کہ بُرائی کرنے میں آپ نے کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی اگر ان باتوں سے تمہاری غرض تحصیل مال ہے تو ہم سب ملکر تمہارے واسطے اسقدر مال و متاع جمع کئے دیتے ہیں کہ تم ہم سب سے زیادہ مالدار بنجاؤ اگر عزت و شرف کا خیال ہو تو ہم تم کو اپنا سردار بنالیں اگر بادشاہت کی خواہش ہو تو اپنا بادشاہ تسلیم کریں اگر یہ صورت جو تم کو پیش آیا کرتی ہے از قسم جنون اور دیوانگی ہے تو ہم کسی طبیب حاذق کو تلاش کر کے اپنا اپنا مال صرف کر کے تمہارا علاج کرائیں جس سے تم کو صحت ہو جائے اور صحت نہ ہوئی تو پھر تمکو اس معاملہ میں معذور تصور کریں۔

25 سردار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا "نہ تو میری وہ حالت ہے جو تم نے بیان کی اور نہ میں مال و دولت کا طالب، نہ عزو جاہ کا خواہاں ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنا رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا ہے اور اپنی مقدس کتاب نازل فرما کر مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں تم کو اسکے انعام کی خوشخبری دوں اور اسکے عذاب سے ڈراؤں لہذا میں خدائے قدوس کے احکام تمہیں سناتا اور نصیحت کرتا ہوں اگر تم میری بات اور رسالت کو قبول کروگے تو دنیا

تمہارے لئے فلاح دارین کا سبب اور نجات کا ذریعہ ہوگا اور اگر میرے قول کی تردید کروگے تو میں اسوقت تک صبر و تحمل سے کام لونگا جبتک قادر مطلق میرے اور تمہارے معاملہ کا کوئی فیصلہ نہ کر دے گا

اہل قریش نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اسلام سے باز رکھنے میں اپنی کوششیں ضائع ہوتی دیکھ کر ایک نیا رویہ اختیار کیا انھون نے چاہا کہ آپ پر اسقدر ظلم و ستم کریں کہ آپ مجبور ہو کر تبلیغ اسلام سے دست کش ہو جائیں سوء اتفاق سے جو کفار آپکے ہمسایہ تھے یعنی ابوجہل، ابولہب، اسود بن یغوث، ولید بن مغیرہ، امیہ بن خلف، نضر بن حارث، منبہ بن حجاج، عقبہ بن ابی معیط، حکم بن ابی العاص، سب قریش کے سربرآوردہ رؤساء تھے اور یہی سب سے بڑھکر آپکے دشمن تھے، یہ لوگ سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی راہ میں کانٹے بچھاتے، نماز پڑھتے وقت ہنسی اڑاتے، سجدہ میں آپ کی گردن مبارک پر اوجھڑی لاکر ڈالدیتے گلے میں چادر لپیٹکر زور سے کھینچتے کہ گردن مبارک میں بدھیاں پڑجائیں۔

ایک دفعہ آپ حرم شریف مین سجدہ مین تھے کفار میں سے ایک شخص نے آپ کا ایسا ۲۰۶
گلا گھونٹا کہ قریب تھا کہ آپکی آنکھیں نکل پڑین حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان سب کا تن تنہا مقابلہ کرکے سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے چھڑانے مین اپنی جان کی کچھ پروا نہین کی ہاتھا پائی کی اس حد تک نوبت پہنچی کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا سر پھٹ گیا ریش مبارک اکھڑ گئی چنانچہ آپنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ان بدبختون کے پنجہ سے چھڑا لیا اور کہا۔

أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللّٰهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ — کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو یہ کہتا ہو کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ اپنے پروردگار کی طرف تمہارے پاس روشن دلائل لیکر آیا ہے

حاکم نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ کافرون نے ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو اسقدر مارا کہ آپ بیہوش ہو گئے۔ اتنے میں ابوبکرؓ آگئے اور انھون نے آپ کو بچا لیا بعد اسکے وہ کھڑے ہوگئے اور پکار کر کہنے لگے تم لوگون کی خرابی ہو تم ایک ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ بات کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور بیشک وہ معجزات بھی تمہارے پاس تمہارے پروردگار کے یہان سے لایا ہے کافرون نے پوچھا یہ کون ہے؟

کسی نے کہا کہ یہ ابو قحافہ کا مجنون بیٹا ہے۔

ایک مرتبہ آپ حرم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن مُعیط نے آپ کی گردن مبارک میں چادر لپیٹ کر نہایت زور سے کھینچی اتفاقاً حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے اور آپ کا شانہ مبارک پکڑ کر عقبہ کے ہاتھ سے چھڑا یا اور کہا کہ" اس شخص کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ خدا ایک ہے"

ریاض النضرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی تھیں کہ ایک روز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب یکجا جمع ہوئے وہ کل اتالیس مرد تھے تو ابوبکرؓ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اعلان اسلام کی بابت اصرار کیا آپ نے فرمایا اے ابوبکر! ابھی ہم لوگ بہت تھوڑے ہیں مگر وہ برابر آپ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور تمام مسلمان کعبہ کے اندر ادہر اُدہر بیٹھ گئے اور ابوبکر وعظ کہنے کھڑے ہوئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھے ہوئے تھے وہ سب سے پہلے واعظ ہیں جنھوں نے اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلے اللہ علیہ وسلم ۲۷
کی طرف لوگوں کو بلایا حضرت صدیق کا وعظ کہنا تھا کہ مشرکون نے ان پر اور نیز اور مسلمانون پر ہجوم کر لیا اور ان کو مارنا شروع کیا کعبہ کے اندر جسقدر مسلمان تھے سب کو بہت سخت مارا اور ابوبکر تو پیرون سے روندے گئے اور بہت ہی سخت مارے گئے اور اسی حالت میں عتبہ بن ربیعہ خبیث انکے قریب گیا اور اس نے دو سلی ہوئی جوتیون سے انکو مارنا شروع کیا اور انکے مبارک چہرہ پر مارتے مارتے پھٹنے کے قریب پہنچا دیا چہرہ پر اسقدر ورم آ گیا کہ ناک اور منہ معلوم نہ ہوتا تھا۔

(مترجمؐ کہتا ہے کہ اللہ اکبر کیسی خوش نصیبی اور اقبال مندی حضرت صدیق کی تھی اپنے آقائے نامدار حبیب مختار صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے انکی محبت میں جان فدا کر رہے ہیں اس دن کی تمنا تو ہر ایک جانباز کو ہوتی ہے مگر ہر ایک کی ایسی قسمت کہاں۔

بجرم عشق توام میکشند غوغائیست ✢ تو نیز بر سر بام آکہ خوش تماشائیست)

علـہ حضرت استاذنا المکرم مولنا مولوی محمد عبد الشکور صاحب دامت برکاتہ کاکوروی ۱۲ منہ۔

اسنے مین حضرت صدیق کے قبیلۂ بنی تیم کے لوگ دوڑے ہوتے آتے اور انھون نے مشرکون کو ابوبکر کے پاس سے ہٹایا اور انکو کپڑے مین لادکر انکے گھر لیگئے ان سب کو یقین تھا کہ اب یہ زندہ نہ بچینگے پھر بنی تیم کے لوگ لوٹ کر کعبہ مین آتے اور کہنے لگے کہ اللہ کی قسم اگر ابوبکر مرگئے تو ہم ضرور ضرور عتبہ کو مارڈالیں گے اسکے بعد پھروہ ابوبکر کے پاس گئے ابو قحافہ انکے والد اور قبیلہ بنی تیم کے اور لوگ برابر انکو پکارتے تھے مگر وہ جواب نہ دیتے تھے۔

بالآخر شام کے قریب جواب دیا اور یہ بات کہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ تمام بنی تیم کے لوگون نے ان کو ملامت کی اور طعنے دئے کہ دیکھو تم نے محمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے اپنی جان وآبرو سب تباہ کردی اسکے بعد وہ لوگ اٹھ گئے اور حضرت صدیق کی والدہ ام الخیر بنت صخر سے کہہ گئے کہ دیکھو ان کو کچھ کہلا پلا دینا چنانچہ وہ انکے پاس گئیں اور انھون نے بہت اصرار کیا مگر وہ یہی پوچھتے رہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ ام الخیرؓ نے کہا واللہ مجھے تمہارے صاحب کی کچھ خبر نہیں حضرت ابوبکر نے کہا کہ تم ام جمیل بنت خطاب کے
۲۸ پاس جاؤ اور اُن سے حضرت کا حال پوچھو چنانچہ وہ ام جمیل کے پاس گئیں اور کہا کہ ابوبکر تم سے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ کا حال پوچھتے ہیں ام جمیل نے (براہ رازداری صاف انکار کردیا) کہا نہ مین ابوبکر کو جانتی ہوں نہ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور اگر تم چاہو تو مین تمہارے ہمراہ تمہارے بیٹے کے پاس چل سکتی ہون ام الخیر نے کہا اچھا چلو چنانچہ ام جمیل انکے ہمراہ گئیں اور ضبط نہ کرسکین چلا اٹھیں کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ ایسا کیا ہے بڑے ناہنجار لوگ ہین مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالے تمہارا انتقام انسے لیگا حضرت ابوبکر نے کہا یہ باتیں پھر کرنا یہ بتاؤ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ ام جمیل نے آہستہ سے کہا کہ تمہاری والدہ سُن رہی ہیں ابھی نہ پوچھو حضرت ابوبکر نے کہا کہ میری والدہ سے تم کچھ اندیشہ نہ کرو ام جمیل نے کہا بحمداللہ صحیح وسالم ہین حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ ام جمیل نے کہا کہ ارقم کے گھر میں بعد اسکے ام جمیل اور حضرت صدیق کی والدہ دونون نے ان سے کھانے کے لئے اصرار کیا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ مین نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ جبتک رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں نہ پہونچونگا کچھ نہ کھاؤنگا نہ پیونگا ان دونون نے یہ سُنکر توقف کیا

(باقی آئندہ)

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور دریائے معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کیلئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بےمثل رہنما ہے ہمت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات وشکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اسکی ہر سطر مدلول آیات قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنیوالے اور کدھر ہیں طریقت کو شریعت سے جدا بتانیوالے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کرکے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالے ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھکر انکو واضح ہوجائیگا کہ شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بےدینی وجہالت ہے۔ قیمت تین روپے چار آنے۔ محصولڈاک سات آنے۔

ختم النبوۃ فی القرآن حصہ اول (اردو)

قرآن مجید کی ایکسو آیات (مع ترجمہ اردو) سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا نہ حقیقی نہ مجازی۔ نہ ظلی نہ بروزی۔ مرزائی جماعت خواہ لاہوری ہوں یا قادیانی محمودی ہوں یا کمالی سب اس کتاب کے جواب سے عاجز ہیں۔ قیمت بارہ آنے۔ (۱۲/)

ختم النبوۃ فی الحدیث حصہ دوم (اردو)

چلو قصہ طے ہوگیا پہلے حصہ نے مرزائیوں کو بدحواس کیا ہی تھا لیکن دوسرے نے تو بالکل دیوانہ ہی [illegible] کیونکہ اسمیں تقریبًا پونے دوسو احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا نہ حقیقی نہ مجازی نہ تشریعی نہ غیر تشریعی نہ ظلی نہ بروزی مرزائی بیچارے ہیں کہ مبہوت ہوکر رہگئے ہیں کہ اب نہ قرآنی آیت ہی کی من گھڑت تفسیر سے کسیکو دھوکا دے سکتے ہیں نہ حدیث شریف ہی کے معنی بگاڑ کر مرزا کی نبوت ثابت کرسکتے ہیں احادیث مع ترجمہ لکھی گئی ہیں قیمت صرف بارہ آنے۔ (۱۲/)

ملنے کا پتہ:- محمد عثمان مالک کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

ضروری اطلاع

رسالہ الہادی کے خریدارون کو جو رعایت سے
کتب دیجاتی تھی وہ موقوف۔ کیونکہ یہ رعایت اس خیال
سے دیجاتی تھی کہ اس سے اشاعت پر اثر پڑے گا۔
مگر یہ بالکل غلط ثابت ہوا۔

لہذا ربیع الثانی تک رعایت رہیگی اسکے بعد بالکل نہین
دیجاویگی۔ اگر کوئی صاحب اس وجہ سے خریدار ہون۔ تو
آئندہ سال انکو اختیار ہے ؛

(مدیر)

رجسٹر نمبر ایل ۱۲۲۵

قال اللہ تعالیٰ تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیرا

چوں آیت موصوف دال ست بر نیت تعلیم تدریجی برائے ناس

حاضر باشد یا بادی + و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ کہ مشتمل ست بر جملہ

مقاصد و مبادی + پس اتباعاً للنص المزبور بہ صحیفہ شہریہ کہ متدرج ست بتدریج شہور

مسمی بہ

الہادی

جلد ۳	بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۶ھ	نمبر ۱۲

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و مذکر ست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی + بصورت ترجمہ رسالہ ترغیب و ترہیب و تسہیل ابواب

و حل اشتباہات کلید مثنوی و تشرف امیر الروایات کہ اکثر آں مستفاد ست از

درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی + باہتمام محمد عثمان عامی + در [illegible] اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ در دریبہ کلاں دہلی برسد و زر چندہ پیشگی میگیرد

ہذا التعبیر العام ماخوذ من الحدیث انتم ہذا کتاب اللہ و تتقی بالرحم

ضروری نوٹ } احقر نے پوسٹ بکس چھوڑ دیا ہے۔ اب پورا پتہ لکھیں یعنی محمد عثمان مالک کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۲ھ

جو بہ برکت دعاء حکیم الامت محی السنہ حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دھلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحہ
۱	والتأدیب التہذیب ترجمہ ترغیب و ترہیب	حدیث	مولوی محمد میاں صاحب	۳
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۵
۳	حل الاشتباہات	علم کلام	مولوی حکیم محمد مصطفیٰ صاحب سلمہ	۱۱
۴	کلید مثنوی	تصوف	حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہم	۱۹
۵	التشرف بمعرفۃ احادیث التصوف	تصوف	.... "	۲۷
۶	انیر الروایات فی حبیب الحکایات	تصوف و سیر	مولوی حبیب احمد صاحب ماشیہ حکیم الامت مولانا تھانوی مدظلہم	۳۹
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد بہابر صاحب امروہوی	۴۳

اصول ومقاصد رسالہ الہادی اور ضروری اطلاعیں

(۱) رسالہ ہذا کا مقصود امت محمدیہ کے عقائد و اخلاق و معاشرت کی اصلاح ہے۔

(۲) یہ رسالہ ہر قمری مہینے کی تیسری تاریخ کو بحمد اللہ عین تاریخ پر ہی شائع ہوتا ہے۔

(۳) رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ سے یہ رسالہ معہ ٹائیٹل تین جز کا کر دیا گیا ہے۔ اور قیمت سالانہ وہی دو روپے آٹھ آنے۔ (تحریر)

(۴) سوائے ان صاحبوں کے جو پیشگی قیمت ادا فرما چکے ہیں جملہ حضرات خریداران کی خدمت میں رسالہ وی پی بھیجا جائیگا اور دو آنہ خرچ رجسٹری اضافہ کرکے دو روپے دس آنہ کا وی پی روانہ ہوگا جسپر ۲ رفیس منی آرڈر ڈاکخانہ اضافہ کریگا اور دو روپے بارہ آنہ کا وی۔ پی پہنچیگا

(۵) جن حضرات کی خدمت میں نمونہ کے طور پر رسالہ ارسال کیا جاتا ہے وہ جبتک پیشگی قیمت نہ بھیجیں گے یا وی۔ پی کی اجازت نہ دینگے دوسرا پرچہ نہ بھیجا جائیگا۔

(۶) جو صاحب درمیان سال میں خریدار ہونگے انکی خدمت میں کل پرچے شروع جلد یعنی جمادی الاول ۱۳۴۲ھ سے بھیجے جاینگے اور ابتدا سال سے خریدار سمجھے جائینگے اور اگر ہادی کی جلد اول و دوم درکار ہو تو طلب فرمادیں مگر انکی قیمت فی جلد تین روپے ہے۔ علاوہ محصولڈاک ÷

الراقم

محمد عثمان مالک و مدیر رسالہ الہادی دہلی

۷۸۶

احقر مدیر کی قربانی اور ناظرین الہادی کی قدردانی

حضرات! یہ تو آپ پر بخوبی ظاہر ہی کہ رسالہ الہادی میں سیدی و مرشدی حکیم الامت محی السنۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہم العالی کے وہ بیش بہا مضامین شائع ہوتے ہیں جنکو اسلام کی روح اور خداشناسی کی جان کہا جائے تو بجا ہی یہی وہ مضامین ہیں جنسے ایک کلمہ گو کامل و مکمل مسلمان بن سکتا ہی ان ہی کے مطالعہ سے توحید و سنت پر استقامت اور نور ایمان میں ترقی ہوتی ہی اور یہی وہ خاص باتیں ہیں جو ہمیشہ اسلام کو دوسرے مذاہب سے ممتاز کرتی رہی ہیں لیکن افسوس ہی کہ ان روح پرور و نور افزا مضامین کی جسقدر اشاعت ہونی چاہیے تھی وہ آجتک نہیں ہوئی اور اسکی وجہ یہی ہی کہ اس پرفتن زمانہ میں ظاہری شور و فریاد کرنیوالے رہنماؤں اور گندم نما جو فروش صوفیوں کا بازار گرم ہو رہا ہی صورت پرستی نے معانی و حقائق کو زندہ درگور کر دیا ہی شاندار الفاظ اور چٹخے دار تقریروں پر ہر شخص وجد کرنے اور تحسین و آفرین کی آواز بلند کرنے کو تیار ہے اور اسیکو اپنا دین و ایمان سمجھتا ہے۔

کیا آپ نہیں دیکھتے کہ ایک معمولی سے معمولی رسالہ بھی جسکو الہادی جیسے مضامین کی ہوا بھی نہیں لگی محض الفاظ کی نمائش اور مبالغہ آمیز تحریروں کی بدولت آج اپنی کثیر اشاعت پر فخر کر رہا ہے مگر الہادی ہے کہ باوجود اپنی ظاہری و باطنی خوبیوں کے پانسو خریدار بنانے میں بھی کامیاب نہیں ہوا۔

حضرات آپ یقین کیجیے کہ احقر مدیر سے جسقدر قربانی اسکی اشاعت میں ہو سکی وہ میری ہمت اور حیثیت سے کہیں زیادہ ہی مگر قدردانی کا یہ حال ہی کہ ترقی تو درکنار اختتام سال پر الہادی کی موت و حیات کا سوال پیدا ہو جاتا ہی کیونکہ بہت سے حضرات بجائے دوسرے خریدار پیدا کرنیکے خود بھی وی پی واپس کر کے احقر کی مالی مشکلات میں اور اضافہ کر دیتے ہیں اسلیے احقر کی مؤدبانہ گزارش ہی کہ جن حضرات سے ہمارے سال الہادی کا تعلق رہا ہی وہ اسکو قائم رکھنے کیلئے دو روپیہ آٹھ آنہ کی کچھ حقیقت نہ سمجھیں۔

اسلیے آپکی سخن فہمی اور قدردانی سے قوی امید ہی کہ سال آئندہ کا وی۔پی وصول فرماکر احقر کو مالی مشکلات سے نجات دلانے اور الہادی کے قیام و بقا میں امداد فرمانے میں عالی ہمتی و بلند حوصلگی سے کام لینگے

ایک ایسے آدمی کا ذکر ہوا جو ساری رات صبح تک سویا کرتا تھا آپ نے فرمایا کہ اس آدمی کے کانون میں یا فرمایا ایک کان میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے یہ حدیث بخاری مسلم۔ نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے ابن ماجہ نے بلا تردد دونوں کانوں کا ذکر کیا ہے اور امام احمد نے بھی صحیح سند کے ساتھ بھی حدیث ابو ہریرہ سے نقل کی ہے انھوں نے بلا تردد ایک کان کا ذکر کیا ہے۔ اور طبرانی نے بھی (اپنی کتاب) اوسط میں ابن مسعود کی حدیث نقل کی ہے۔ اسکے لفظ یہ ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب کوئی بندہ (خدا) رات کو تہجد پڑہنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرشتہ آکر کہتا ہے کہ اٹھو صبح ہوتے کو ہے نماز پڑھو ذکر الہی کرو فرشتہ کے بعد ہی اسکے پاس شیطان آجاتا ہے اور وہ یہ کہتا ہی کہ ابھی تو رات بہت پڑی ہے اور اُٹھ تو جاؤ ہی گے (لہذا سوتے رہو) پس اگر اس نے (فرشتہ کے کہنے کے مطابق) اٹھ کر نماز پڑھ لی تو صبح کو ہنسی خوشی چست چالاک خوش دل ہو کر اٹھتا ہے اور اگر شیطان کے کہنے میں آگیا اور صبح تک پڑا رہا تو وہ اسکے کانوں میں

۲۸۱ موت جاتا ہے۔

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں مجھ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ دیکھو تم فلاں آدمی جیسے نہ ہو جانا کہ وہ پہلے تو تہجد کو اٹھا کرتا تھا اور اب اٹھنا چھوڑ دیا۔ یہ حدیث بخاری مسلم اور نسائی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ جب کوئی تم میں سے سونے لگتا ہے تو ہر ایک کی گدی پر شیطان تین گرہیں لگا دیتا ہے اور ہر گرہ پر یہ کہکر دم کرتا ہے کہ ابھی رات بہت پڑی ہے سو کے جاؤ اگر یہ سونے والا اٹھ کھڑا ہوا کچھ ذکر الہی کیا تو اس سے ایک گرہ کھل جاتی ہے پھر اگر وضو بھی کر لیا تو دوسری گرہ بھی کھل گئی اور اگر نماز بھی پڑھ لی تو تیسری بھی کھل گئی اب یہ صبح کو ہنسی خوشی کھلتا ہوا اُٹھتا ہے ورنہ بددل سستی کا مارا بجھ کر اُٹھتا ہے۔ یہ حدیث امام بخاری مسلم۔ ابو داؤد۔ نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور ابن ماجہ میں اسطرح ہے

(یعنی یہ لفظ زیادہ ہیں) کہ صبح کو ہنسی خوشی اپنے حق میں بہت بہترائی حاصل کئے اٹھتا ہے اور اگر ایسا نہیں کیا تو صبح کو آزردہ خاطر سستی میں دبا ہوا ہو کر اٹھتا ہے اسے کسی خیر کی توفیق نہیں ہوتی۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی والدہ نے اپنے صاحبزادے سلیمانؑ سے فرمایا تھا کہ اے بیٹا رات کو زیادہ نہ سویا کرنا اسلئے کہ رات کو زیادہ سوتا آدمی کو قیامت کے روز فقیر ہی چھوڑے گا (تہجد وغیرہ عبادات سے محروم رہنے کے باعث) یہ حدیث ابن ماجہ اور بیہقی نے روایت کی ہے اور اسکی اسناد ممکن ہے کہ حسن ہو۔

انھیں جابر رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ مسلمان خواہ کوئی ہو مرد ہو یا عورت ہو جب وہ سوتا ہے تو شیطان اسکے چند گرہیں لگا دیتا ہے اگر اس نے (اٹھ کر) وضو کر لیا اور نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا تو ہنسی خوشی صبح کو اٹھتا اور (اپنے حق میں) بہترائی حاصل کئے ہوتا ہے اور وہ گرہیں بھی سب کھل جاتی ہیں اور ۲۸۲ اگر آنکھ کھلی اور ذکر الٰہی بھی نہیں کیا تو اسکے صبح کو گرہ لگی ہوئی ہوتی ہے صبح کو طبیعت پر بوجہ سستی کاہل بھلائی حاصل کرنے سے محروم اٹھتا ہے یہ حدیث ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی (کتاب) صحیح میں نقل کی ہے اور یہ مذکورہ الفاظ ابن حبان کے ہیں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ میاں ایسے ہر آدمی سے بہت ناراض رہتے ہیں جو بدخلق بے مروت ہو سخت دل ہو بازاروں میں شور وشغب مچانے والا ہو رات کو مردار کی طرح پڑا رہتا ہو اور دن کو گدھے کی طرح پھرتا ہو دنیوی کاموں میں بہت ہشیار ہو اور امور آخرت سے ناواقف ہو یہ حدیث ابن حبان نے اپنی صحیح میں اور اصبہانی نے (اپنی کتاب میں) نقل کی ہے +

(باقی آئندہ)

ایسا ہی عورتوں کا یہ عقیدہ بھی ہے کہ اگر کسی دن کوا گھر میں بولے تو اس دن مہمان ضرور آتے
ہیں اسیطرح اگر آٹے میں پانی زیادہ ہو جائے تو سمجھا جاتا ہے کہ آج کوئی مہمان آنیوالا ہے
اکثر جانوروں کو منحوس سمجھ رکھا ہے چنانچہ کہا جاتا ہے کہ قمری منحوس ہے اسکو گھر میں نہ پالو
بلکہ اگر شوق ہو تو مسجد میں پالنا چاہیئے شاید اس میں یہ حکمت ہو کہ اگر اُجڑے تو اللہ ہی کا گھر
اُجڑے لاحول ولاقوۃ الا باللہ غرض جتنی چیزیں اپنے سے نکمی ہوں وہ سب خدا کیلئے رکھی
جاتی ہیں۔ بعض عورتیں کیلے کے درخت کو منحوس سمجھتی ہیں کہتی ہیں یہ درخت مردے کے کام
میں آتا ہے اسلئے اسکو گھر میں نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ بدشگونی ہے اور مردے کی چارپائی کو
اور اسکے کپڑوں کو منحوس سمجھتی ہیں مگر تعجب ہے کہ اسکے معمولی کپڑوں کو تو منحوس سمجھا جاتا ہے
لیکن اگر اسکا قیمتی دوشالہ ہو یا اسکی جائداد اور رقم ہو تو اسکو منحوس نہیں سمجھتے حالانکہ اگر مردہ کے
پہنے ہوئے کپڑے ہونیکی وجہ سے نحوست آتی ہے تو قیمتی کپڑوں میں بھی نحوست آنا چاہیئے
اور اگر نحوست کی وجہ یہ ہے کہ یہ مردہ کا مال ہے تو اسکی جائداد میں بھی نحوست آنی چاہیئے
۲۵ وہ بھی تو مردہ ہی کا مال ہے یہ عقیدہ بالکل بیہودہ ہے۔ مسلمانوں میں اسکا رواج ہندوؤں
سے آیا اور بعض چیزوں کو مرد بھی منحوس سمجھتے ہیں جیسے الو کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ جس مکان
پر بولتا ہے وہ اجاڑ ہو جاتا ہے اسلئے وہ منحوس ہے حالانکہ یہ بالکل غلط خیال ہے مشہور یہ
ہے تو اسکے بولنے سے کوئی جگہ اجاڑ ہوتی ہے۔ یاد رکھو وہ جو بولتا ہے۔ خدا کی یاد کرتا ہو
تو کیا خدا کی یاد کرنے سے یہ نحوست آتی لاحول ولاقوۃ۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اُلو ایسی جگہ تلاش
کرتا ہے جہاں تنہائی ہو۔ اور اسکو اندیشہ نہ رہے اسلئے وہ ویرانوں یعنی اجڑی ہوئی جگہ پر
میں بیٹھتا ہے۔ اب یہ دیکھیئے یہ وہ اجڑی ہوئی جگہ کس وجہ سے اُجاڑ ہوئی اُلو تو اجاڑ ہونیکے
بعد ہی آیا ہے اسلئے اسکی وجہ تو وہ جگہ اُجاڑ ہوئی نہیں پس وہ ہمارے گناہوں کی وجہ سے
اُجاڑ ہوتی ہے۔ پس اجاڑنے والے ہم اور ہمارے گناہ ہوئے نہ کہ الو۔ اور جب یہ ہے تو
منحوس ہم گنہگار ہوئے الو کیوں منحوس ہوا۔ غرض یہ اعتقاد کہ بعض چیزوں میں نحوست ہے غلط
ہے ایک ہندو کا قصہ یاد آگیا جو مجھ سے ایک معتبر شخص نے بیان کیا ہے وہ یہ کہ ایک ہندو تھا
اسکی یہ عادت تھی کہ جن گھوڑوں کو اسکے مالک منحوس سمجھکر بیچتے وہ انکو سستا خرید لیا کرتا تھا

اوران کو خوب نفع سے بیچتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ مجھکو انکی نحوست نہیں لگتی۔ بعض لوگ ایسی عورت کو جسکی جیب کالی ہو منحوس سمجھتے ہیں اور اسکا نام رکھا ہے کالی جیبی یہ بھی بیہودہ بات ہے۔ صاحبو یہ جو کچھ نحوست ہے گناہوں کی بدولت ہمارے اندر ہے مگر افسوس کہ ہم کو اپنے اندر نحوست نہیں نظر آتی دوسری چیزوں میں نظر آتی ہے ہماری وہ حالت ہے جیسے ایک حبشی چلا جاتا تھا رستہ میں دیکھا کہ ایک آئینہ پڑا ہوا ہے اُٹھا کر دیکھا تو ہیں اپنی ڈراونی صورت نظر آئی بہت خفا ہوا اور غصہ میں آکر آئینہ کو زمین پر پٹک دیا اور کہنے لگا ایسا بدصورت تھا جبھی تو کسی نے یہاں پھینک دیا اسکو اپنی بابت یہ بدگمانی نہ ہوئی کہ شاید میں ہی بدصورت ہوں اس نے آئینہ کو بدصورت سمجھا ایک اور دیہاتی کی حکایت ہے کہ اسکا بچہ روٹی کھا رہا تھا۔ اتفاق سے ایک ٹکڑا پانی کے لوٹے میں گر گیا لڑکے نے جھانک کر دیکھا تو اس میں اپنی صورت نظر آئی باپ سے کہنے لگا کہ ابا جان اس نے ہمارا ٹکڑا لے لیا ابا جان نے جو لوٹے میں جھانک کر دیکھا تو انکو اپنی صورت نظر پڑی تو آپ فرماتے ہیں کہ سفید ڈاڑھی منہ پر لگا کر بچہ کا ٹکڑا چھینتے ہوئے شرم نہ آئی۔ آخر غصے میں آکر لوٹے کا پانی گرا دیا پھر جو دیکھا تو ٹکڑا موجود ہے مگر صورت کا ۲۶
پتہ نہیں تو آپ فرماتے ہیں کہ یہ شخص اگرچہ ٹکڑا چھینتا پھرتا ہے مگر بےحیا شرم والا دیکھو ٹکڑا ڈالکر غائب ہو گیا۔ بالکل یہی حالت ہم لوگوں کی ہے کہ ہم کو اپنے عیب دوسروں میں نظر آتے ہیں۔ صاحبو نحوست اپنے اندر ہے کہ ہم گناہ پر گناہ کرتے چلے جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ الو منحوس ہے اور قمری منحوس ہے۔ ایک گناہ بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے عورتیں یہ کرتی ہیں کہ ٹونے ٹوٹکے کرتی ہیں افسوس ہے کہ نہ شریعت کا لحاظ ہے۔ نہ خدا کا خوف ہے۔ اور ایک گناہ بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے یہ کرتی ہیں کہ اکثر عورتیں منت مانتی ہیں کہ اگر ہمارا یہ کام ہو جائے تو ہم فلاں بزرگ کی نیاز دینگے اور کہتی ہیں کہ ہم تو ثواب پہنچاتے ہیں اور ثواب پہنچانے میں کیا حرج ہے۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ انکا مقصود صرف ثواب پہنچانا نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہمارے اس کام سے یہ بزرگ خوش ہونگے اور چونکہ خدائی کارخانہ میں انکا بڑا دخل ہے اسلئے انکی خوشی سے ہمارا کام پورا ہو جاوے گا۔ سو بیبیو یاد رکھو کہ خدائی کارخانہ میں کسیکا کچھ دخل نہیں نہ وہاں کسی کا کچھ اثر ہے۔ ایک گناہ بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے یہ ہے کہ قریب قریب

تمام عورتیں اور اکثر مرد بھی عورتوں کے دوسرے نکاح کو بُرا سمجھتے ہیں اور افسوس ہے کہ بعض لکھے پڑھے لوگ یہ کہتے ہیں کہ صاحب دوسرا نکاح فرض تو نہیں پھر اگر نہ کیا تو کیا حرج ہے۔ میں کہتا ہوں اگر دوسرا نکاح فرض نہیں تو پہلا نکاح کونسا فرض ہے پس جب پہلا نکاح بھی فرض نہیں تو اسکے ساتھ بھی معاملہ کیوں نہیں کرتے جو دوسرے نکاح کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ پہلے نکاح کے لئے تو اسقدر کوشش کیجاتی ہے کہ اگر لڑکی کی عمر چودہ پندرہ برس کی ہو جاوے اور کہیں سے پیام نہ آنے تو فکر پڑ جاتی ہے اور اسکے تذکرے کئے جاتے ہیں اور دوسرے نکاح کو عیب سمجھا جاتا ہے ہاں اگر کسی عورت پر پہلے خاوند کا بہت ہی رنج غالب ہو اور اسکو مرد کی بالکل خواہش نہ ہو تو اسکو اجازت ہے کہ وہ نکاح نہ کرے اسیطرح سے جس عورت کے پاس چھوٹے چھوٹے بچے ہوں کہ انکی پرورش کا انتظام نکاح کے بعد دشوار ہو یا بچوں کی جائداد وغیرہ موجود ہو کہ اسکا انتظام اسکے سپرد ہو۔ تو ایسی عورت کو بھی اجازت ہے کہ نکاح نہ کرے مگر یہ اجازت اسیوقت ہے جبکہ مرد کی اسکو بالکل خواہش نہ ہو لیکن اگر
۲۷ کوئی مجبوری نہ ہو اور پھر بھی عزت کی شرم کی وجہ سے دوسرا نکاح نہ کرے اور اسکو عیب سمجھے تو سخت گناہ ہے بعض جگہ اسقدر جہالت ہے کہ اگر منگنی کے بعد لڑکے کا انتقال ہو جاتے تب بھی نکاح نہیں کرتے اور لڑکی کو بٹھلائے رکھتے ہیں یہ بڑی بھاری جہالت اور بیوقوفی ہے اور عورتوں سے زیادہ مردوں کی جہالت پر افسوس ہے کیونکہ مرد تو عقلمند ہوا کرتے ہیں پھر عقلمند ہو کر بھی اسکو عیب سمجھتے ہیں اور بعضے مرد اگرچہ زبان سے اسکو برا نہیں کہتے لیکن جس عورت نے اپنا دوسرا نکاح کرا لیا ہو اسکو ذلیل سمجھتے ہیں اور اسکے دل میں اسکی اتنی عزت نہیں ہوتی جتنی اس عورت کی ہوتی ہے جو ساری عمر بیوہ بنی بیٹھی رہے مولوی اس بارے میں جتنی کچھ کوشش کرتے ہیں ان کا مقصود صرف یہ ہے کہ لوگوں کے دل سے اسکے عیب سمجھنے کا خیال نکلجائے یہ تو چھوٹی سی فہرست عقیدوں کے متعلق تھی اب عبادات کو لیجیے کہ ان میں بھی بہت سی باتوں میں کمی کر رکھی ہے۔ جیسے عورتیں اکثر تو نماز ہی نہیں پڑھتیں اور یہ عذر کرتی ہیں کہ ہم کو گھر کے کاموں سے فرصت ہی نہیں ہوتی میں کہتا ہوں کہ ان عذر کرنے والیوں کو اگر ٹھیک کام کے اندر پیشاب کی ضرورت اس زور سے ہو کہ روک ہی نہ سکیں اور

اتفاق سے پاخانہ میں جانے کے بعد بند پڑ جائے تو اس صورت میں یہ کیا کریگی آخر جسوقت تک پیشاب سے فراغت نہ ہو جائے اسوقت تک کام کا حرج کریگی یا نہیں ظاہر ہے کہ ضرور کام کا حرج کرنا پڑے گا تو کیا خدائی حکم کی اتنی بھی ضرورت نہیں جتنی پیشاب وغیرہ کی ہے اور بعض عورتیں اگر نماز پڑھتی بھی ہیں تو بہت ہی دیر کرکے اور مکروہ وقت میں اور پھر اسقدر جلدی کہ نماز میں جہاں کھڑی ہوئیں فوراً رکوع میں بھی چلی گئیں رکوع میں جاتا تھا کہ فوراً سجدہ میں پہونچ گئیں گویا نماز ایک قید ہے کہ جسطرح بنے اس سے چھوٹیں بیبیو اگر زیادہ ہمت نہیں ہے تو خیر نفلیں نہ پڑھا کرو لیکن فرضوں اور سنتوں میں کتر بیونت نہ کیا کرو انہیں تو ٹھیک ٹھیک پڑھ لیا کرو اسیطرح زکوٰۃ دینا حج کرنا اس میں عورتیں بہت سستی کرتی ہیں یاد رکھو کہ جس مال پر زکوٰۃ نہیں دیجاتی وہ قیامت کے دن سانپ کی شکل بنکر ڈسے گا۔ اب معاملات کو سُنئے ان میں بھی بہت زیادہ گڑبڑ کر رکھی ہے۔ دیکھئے عورتیں اکثر گیہوں کے آٹے سے چنے یا مکی کا آٹا بدلتی ہیں مگر ان کو کچھ خبر نہیں کہ اسکے بدلنے کا کیا طریقہ ہے اس میں بعض صورتیں ایسی ہوتی کہ انکی بدولت یہ لین دین سود کا لین دین ہو جاتا ہے اور اس سے سود کا گناہ ہوتا ہے یہ مثال میں نے اسلئے بیان کی تاکہ ہم کو معلوم ہو کہ کھانے پینے میں بھی ہم کو شریعت کے مسئلے جاننے کی ضرورت ہے افسوس ہے کہ مردوں کو بھی ان مسئلوں سے آگاہی نہیں اور لیجئے عورتیں زیور بنواتی ہیں اور خریدکرتی ہیں اس میں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ پرانے زیور سے نیا زیور بدلا جاتا ہے اور پُرانے زیور کا وزن اس نئے زیور سے زیادہ ہوتا ہے تو یہ معاملہ سود کا معاملہ ہوگیا اسی طرح اکثر چاندی کا زیور روپیہ سے خریدا جاتا ہے اس میں بھی بہت گڑبڑ کیجاتی ہے۔ صاحبو! ان میں نہایت ضرورت ہے دین کے مسئلہ سیکھنے اور معلوم کرنے کی۔ اب بتلایئے جب بدن پر ناجائز مال لپٹا ہوا ہوگا تو نماز روزہ کی توفیق کیونکر ہو اور نیک کاموں کی ہمت کیسے ہوگی۔ اسیطرح ریل کے سفر میں اکثر عورتیں اور بعض مرد بھی اسقدر اسباب لیجاتے ہیں کہ اسپر ریلوے کے قاعدے سے محصول دینا ہوتا ہے اور یہ نہ اسکا محصول دیتے ہیں نہ اسکو وزن کراتے ہیں اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خود تو تیسرے درجہ کا ٹکٹ لیا تھا لیکن اتفاق سے درمیانے درجہ میں کوئی دوست بیٹھا تھا اسکے پاس جا کر بیٹھ گئے اور دو تین اسٹیشن ایسی بیٹھے چلے گئے یا

زکوٰۃ نہ دینے کی سزا

معاملات میں بہت زیادہ گڑبڑ

۲۸

ریل کے سفر میں زیادہ اسباب لیجانا

ٹکٹ لیا دو تین اسٹیشن کا اور چلے گئے بہت دور تک ان سب صورتوں میں یہ شخص ریلوی کمپنی
کا قرضدار رہتا ہے اور قیامت کے دن اس سے وصول کیا جائے گا اگر کبھی ایسی غلطی ہوگئی ہو
تو اسکا آسان طریقہ ادا کرنے کا یہ ہے کہ حساب کرکے دیکھو جسقدر رقیت ریلوے کی اپنے ذمہ
نکلے اس قیمت کا اسی کمپنی کا ایک ٹکٹ خرید لے مگر اس ٹکٹ سے کچھ کام نہ نکالے اس سے
ریلوے کا روپیہ بھی ادا ہو جائے گا اور اس شخص پر کوئی الزام بھی نہ آتے گا۔ اب معاشرت
یعنی عادات کو لیجئے اس میں لوگوں سے بہت گناہ ہو جاتے ہیں آجکل نوجوانوں نے انگریزوں کے
طریقہ پر چلنے کو تہذیب اور انسانیت سمجھ رکھا ہے صاحبو قرآن و حدیث کو دیکھو تو معلوم ہو کہ
تمہارے مذہب کے برابر تہذیب اور تمیز دُنیا کے کسی فرقہ اور کسی مذہب میں بھی نہیں ہے اسیطرح
عورتوں کی حالت بالکل خراب ہے اکثر عورتوں میں پردہ بہت ہی کم ہے اور سر تو انکا ہمیشہ ہی
کھلا رہتا ہے۔ خاصکر آدھا سر تو گویا ڈھانپنا انکو ضروری ہی نہیں اکثر عورتیں زیور ایسا پہنتی ہیں
جس میں آواز پیدا ہوتی ہے۔ یاد رکھو ایسا زیور پہننا جائز نہیں ہاں اگر زیور میں باجہ نہ ہو اور
آپس میں لگ کر بجے تو اسکو پہنکر اگر قدم آہستہ سے رکھا جائے کہ زیادہ آواز پیدا نہ ہو تو ۲۹
جائز ہے۔ عورتوں میں ایک مرض یہ بھی ہے کہ اپنے گھر میں تو بالکل میلی کچیلی خراب حالت میں رہینگی
اور جب برادری میں جائینگی تو خوب بن سنور کر بلکہ پڑوس تک کا زیور بھی مانگ لیجائینگی اور بجتا ہوا زیور
ضرور پہنیں گی اور پھر انکی اسقدر دیکھ بھال رکھتی ہیں کہ ہر عورت سے ساری برادری کی عورتوں کا
زیور اور کپڑے ایک ایک کرکے دریافت کر لیجئے سب بتلادینگی شاید برادری میں اسی غرض سے
گئی تھیں اسیطرح کپڑے ایسے بیہودہ پہنتی ہیں کہ انمیں ذرا بھی پردہ نہیں ہوتا اور سارا بدن جھلکتا ہے
اسیطرح سلام شریعت کے قاعدے کے بالکل خلاف کرتے ہیں بعض عورتیں تو سلام کو صرف
سام کہتی ہیں چار حرف بھی پورے انکی زبان سے نہیں نکلتے اور اس سے بھی زیادہ تعجب یہ ہے
کہ جواب دینے والی سارے کنبے کے نام گنوا دیتی ہیں۔ کہ بھائی جیتا رہے اور بیٹا زندہ رہے
اور شوہر خوش رہے لیکن ایک لفظ وعلیکم السلام نہ کہا جائیگا۔ اب رہے اخلاق انکی تو
کوئی جانتا بھی نہیں بس یہ سمجھتے ہیں کہ نرمی سے باتیں کر لینا ہی اخلاق ہے۔ صاحبو اخلاق کہتے
ہیں باطنی حالتوں کے سنوارنے کو جیسے اپنے کو سب سے کم سمجھنا کسی کام میں دکھلاوہ نہ ہونا

وغیرہ وغیرہ۔ مولانا محمد یعقوب صاحب فرمایا کرتے تھے کہ آجکل تواضع کی شکل میں تکبر ہوتا ہے یعنی بہت لوگ تواضع کی صورت اسلئے بناتے ہیں کہ لوگ انکی اور زیادہ تعریف کریں چنانچہ کہتے ہیں کہ صاحب میں تو کوئی چیز نہیں ہوں اور دل میں یہ ہوتا ہے کہ میں سب ہوں مگر یہ بات زبان سے صرف اسلئے کہہ رہا ہے۔ تاکہ سننے والے زیادہ تعریف کریں اور اسکا امتحان یہ ہے کہ جب یہ اپنے کو کہیں کہ میں تو نالائق ہوں تو سننے والا بھی یہی کہے کہ واقعی آپ نالائق ہیں تو پھر دیکھئے انکی کیا حالت ہوتی ہے یہ سنکر بگڑ ہی تو جائیں غرض اخلاق کی درستی کی بھی زیادہ ضرورت ہے۔

پس یہ پانچ قسم کے گناہ ہیں جنکی اصلاح ہم کو ضروری ہے انکے علاج کا خلاصہ یہ ہے کہ اول تو شریعت کے حکم معلوم کرو۔ دوسرے عمل کا پکا ارادہ کرو۔ تیسرے ارادہ پکا کرنے کیلئے بزرگوں کی صحبت اختیار کرو لیکن عورتیں چونکہ پردہ نشین ہیں اسلئے وہ اسکے بدلے بزرگوں کے قصے دیکھا کریں خاصکر بزرگ عورتوں کی حکایتیں ان سے بہت کچھ اثر ہوگا اور ہمت بڑھیگی۔ پھر اس سے تمام گناہ چھوٹ جاوینگے اور خدا تعالے کی طرف پوری توجہ ہوجائیگی پھر تم اسکے لائق
۲۰ ہوجاؤگی کہ تمہارے تمام گناہ اللہ پاک معاف کردیں اور جنت میں تم کو پہنچادیں اب خدا سے دُعا کرو کہ وہ عمل کرنے کی توفیق دیں۔ آمین +

تمت

سلسلہ تسہیل المواعظ کا بیسواں وعظ مسمیٰ بہ توبہ کی تفصیل ختم ہوا۔ نیز سلسلہ مذکور کی جلد اول بیس وعظوں پر ختم ہوئی ہے اب انشاء اللہ تعالے جلد دوم کا وعظ اول جمادی الاولی ۱۳۴۲ھ سے شروع ہوگا اور الہادی کا چوتھا سال بھی ماہ مذکور سے ہی شروع ہوگا +

(از مدیر)

(ح) مثلاً لفظ (ضلع) ایک محدود آبادی کیلئے موضوع ہے مگر ہر محکمہ میں تھوڑے تھوڑے فرق سے استعمال کیا جاتا ہے۔ مثلاً ریلوے میں غازی آباد سے ٹونڈلہ تک ضلع ٹونڈلہ کہاجاتا ہے اور ملکی انتظامات کے لحاظ سے اس مسافت میں کئی ضلع بلندشہر علی گڑھ وغیرہ شامل ہیں تو اگر اس لفظ کو ایک محکمہ والے اپنے معنی اصطلاحی چھوڑکر دوسرے محکمہ کے اصطلاحی معنوں میں استعمال کرنے لگیں تو جو کچھ بدنظمی پیدا ہوجاویگی ظاہر ہے حالانکہ اس میں صرف اتنی غلطی ہے کہ ایک لفظ کے معنی قریب کو چھوڑ دیا گیا اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ الفاظ کو معنی قریب چھوڑکر معنی بعید میں استعمال کرنا درست نہیں بنابریں صورت مذکورہ میں یعنی جبکہ دلیل نقلی ظنی اور دلیل عقلی ظنی میں تعارض ہو تو دلیل نقلی کو معنی قریب سے پھیرنا جائز نہ ہوگا کیونکہ بے وجہ ہے اور دلیل عقلی کا تعارض اسکے لئے وجہ بننے کی قابلیت نہیں رکھتا کیونکہ وہ خود ظنی ہے قطعی طور پر وہ دلیل اس سے تعارض نہیں رکھتی دلیل عقلی میں کیوں تاویل نہ کی جاوے یا اس کو غلط سمجھا جاوے تو کونسا حرج ہوجاویگا ہزاروں عقلی ظنی باتیں ایسی ہیں کہ مدتوں تک دنیا کے نزدیک مسلم رہتی ہیں بعدازاں غلط ثابت ہوجاتی ہیں خصوصاً آج کل کے سائنس کی تحقیقات کہ بہت ہی جلد جلد بدلتی ہیں۔ ایک محقق نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ ۸۱
لکھا ہے جس میں ان فلسفی تحقیقاتوں کو جمع کیا ہے جو تھوڑے زمانے میں بدل چکیں اور دعوی کیا ہے کہ ان کو دیکھتے ہوئے کسی تحقیق پر بھی اعتماد نہیں رہا حتی کہ ایک تحقیق مدتوں سے اہل سائنس کے نزدیک مسلم اور متفق علیہ تھی وہ یہ کہ جس چیز میں سے روشنی نکلتی ہے اسکا جرم گھٹتا جاتا ہے حتی کہ آفتاب کا جسم بھی کم ہوجانے کے قائل ہوئے ہیں لیکن اسی کو ریڈیم کی ایجاد نے غلط ثابت کردیا کیونکہ ثابت ہوگیا ہے کہ یہ باوجود روشنی دینے کے کم نہیں ہوتی۔ اس صورت دوم کی مثال یہ ہے کہ قرآن شریف میں آیا ہے وھو الذی خلق اللیل والنھار والشمس والقمر کل فی فلک یسبحون۔ ترجمہ حق تعالیٰ وہ ذات ہے جسنے پیدا کیا رات کو اور دن کو اور آفتاب کو اور چاند کو یہ دونوں آسمان میں چلتے ہیں۔ یسبحون سباحت سے مشتق ہے سباحت تیرنے کو کہتے ہیں یعنی ایسے چلتے ہیں جیسے کوئی پانی میں تیرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ تیرنے میں تیرنے والے کا جسم ایک جگہ سے دوسری جگہ کو منتقل ہوتا ہے یعنی پانی کو چیر کر ادہر ادہر پہونچ جاتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ستارے اسی طرح آسمان میں چلتے ہیں۔ اسکو حرکت آینیہ کہتے ہیں یعنی ایک جگہ سے دوسری

(ح) جگہ میں کل جسم متحرک کا منتقل ہوجانا۔ اور بعض حکمار ان کے صرف حرکت وضعیہ کے قائل
ہوئے ہیں حرکت وضعیہ اُسکو کہتے ہیں کہ گول چیز اپنے محور یعنی کیلی پر حرکت کرے اُس میں یہ ہوتا
ہے کہ جسم متحرک کے اجزا تو ادہر سے اُدہر کو ہٹتے ہیں لیکن کل جسم متحرک کی جگہ نہیں بدلتی جیسے
چکی گھومتی ہے۔ یہ تحقیق حکمار کی مضمون آیت سے متعارض ہے لیکن حکمار کی یہ تحقیق ظن کے درجے
سے نہیں بڑھی کیونکہ اُن کے پاس اسپر کوئی دلیل قطعی نہیں ہے تو اس صورت میں آیت کے
الفاظ کے صریح معنوں کو حکمار کی اس ظنی تحقیق کی وجہ سے چھوڑنا اور کوئی تاویل بعید کرنا مثلاً یہ
کہ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آسمان میں تیر رہے ہیں اور حرکت اینیہ اُن کو حاصل ہے ورنہ
درحقیقت آسمان میں کیل کی طرح گڑے ہوتے ہیں ہاں اپنے محور پر چکی کی طرح گھوم رہے ہیں
ایسا کہنا جائز نہیں کیونکہ یہ سب خیالی باتیں ہیں کسی نے آسمان پر جاکر دیکھا نہیں۔ زمین میں بلکہ
اپنے ہی جسم کے اندر جو چیزیں ہیں اُن ہی کی تحقیق قطعی طور پر نہیں ہوتی تا بآسمان چہ رسد
سہ تو کارِ زمین را نکو ساختی ٭ کہ با آسمان نیز پرداختی۔ امراض کے علاج میں کوئی علاج بالضد کا
قائل ہے کوئی علاج بالمثل کا اور نفع دونوں سے ہوتا ہے جن میں تقابل تضاد ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں ۸۴
میں سے صحیح ایک ہی ہے ورنہ اجتماع ضدین لازم آئیگا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بنار کار کسی اور
ہی بات پر ہے۔ ایسے موقعہ پر دونوں فریق یہ جواب دیتے ہیں کہ بالخاصہ اثر ہے راقم کہتا ہے کہ یہ کہنا
بالکل مرادف اس لفظ کا ہے کہ ہم کو معلوم نہیں کہ کس ذریعہ سے یہ اثر ہوا وھو المدعے جب مشاہدات
میں عجز کا اعتراف کرنا پڑتا ہے تو آسمان کو ڈھیلے پھینکنے کا کیا موقع ہے ایسے موقعہ پر شرعیات میں
اپنی رائے کے مطابق کرنے کیلئے تاویلیں کرنا بعینہ ایسا ہے جیسے ایک شخص نے نوکر سے کہا کہ دو پیسے
کے پان لیکر ہمارے پاس کچہری میں اجلاس میں آجاؤ۔ نوکر نے سوچا کہ پان سے کیا پیٹ بھریگا کیا
میں کھاؤنگا اور کیا آقا صاحب کھائینگے لہذا دو پیسے کا اُرد کا آٹا خرید کر دو روٹیاں پکا کر بغل
میں دبا کر اجلاس میں جا پہونچے۔ آقا صاحب نے اُن کی طرف دیکھا اور اشارہ کیا لاؤ انہوں نے
بھرے اجلاس میں ایک چوتی کی روٹی اُن کے سامنے رکھدی آقا صاحب بہت خفیف ہوئے اور
اُن کی طرف تیز نظر سے دیکھا انہوں نے دوسری روٹی بھی سامنے رکھدی اور کہا لیجئے یہ بھی آپ
ہی کھا لیجئے گا میں آج بھوکا ہی پڑ رہونگا۔ تمام اجلاس نے اس پر قہقہہ لگایا۔ ناظرین غور کریں کہ

(ج) اُس نوکر نے کیا قصور کیا سوائے اسکے کہ آقا صاحب کے الفاظ کو قریب اور صریح معنوں سے پھیر کر بعید معنوں پر محمول کیا کیونکہ اُسکے ذہن میں آیا کہ کھانا تو پیٹ بھرنے کے لئے ہوتا ہے اور پان اُسکے لئے کافی نہیں لہذا پان کا لفظ تمثیلاً کہدیا ہے مقصود یہ ہے کہ کھانے کی چیز لانا اور دو پیسے میں کھانے کی چیز جس سے کچھ پیٹ بھرے وہ یہی چوٹی کی روٹی ہو سکتی ہے اُسی کو تیار کر کے لے آئے سو اگر معنی قریب لفظ کو پھیرنا بُرا نہیں ہے تو اُس نوکر کا کچھ قصور نہیں اور اُسکی اس حرکت پر قہقہہ لگانا بالکل بے موقعہ ہے بلکہ اُس کی تحسین کرنی چاہیئے کہ خوب سمجھا آقا کے حکم کو یہ حقیقت ہے آج کل کے تاویلوں کی جس میں بڑے بڑے قابل لوگ مبتلا ہیں اور جہل مرکب یہ ہے کہ بمقابلہ اپنے علماء کو کہتے ہیں کہ یہ لکیر کے فقیر ہیں بات کی تہ کو نہیں پہونچتے خدا تعالیٰ نے تو تمام شریعت ہمارے نفع کے واسطے اُتاری اُنہوں نے اُسکو ایسا تنگ کر دیا کہ کھانا پینا اُٹھنا بیٹھنا دُنیا میں رہنا مشکل کر دیا۔

خلاصہ یہ کہ جب دلیل عقلی ظنی اور دلیل نقلی ظنی میں تعارض ہو تو دلیل نقلی کو چھوڑنا یا اُس
۸۳ میں تاویلات کرنا اور دلیل عقلی ظنی کے مطابق بنانا درست نہیں کیونکہ بلا وجہ ہے کیونکہ دلیل عقلی خود اپنے معنے میں متردد ہے جو کچھ ثابت کرتی ہے وہ ظن و گمان ہی کے درجہ میں ہے صورت دوم کا بیان ختم ہوا تیسری صورت یہ ہے کہ دلیل نقلی قطعی ہو اور دلیل عقلی ظنی اُس کا حکم ظاہر ہے کہ کوئی وجہ نہیں کہ اس صورت میں دلیل عقلی کو ترجیح دی جاوے کیونکہ اُس کا ظنی ماننا اقرار کرنا ہے اس بات کا اس سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے یقین کے درجے میں نہیں ہے پھر اُس پر ایسا یقین کر لینا کہ بمقابلہ دلیل یقینی کے اُسکو ترجیح دی جاوے چہ معنی عقل سلیم اس صورت میں یہ کہتی ہے کہ دلیل یقینی کو مانا جاوے اور اس ظنی کو یہ سمجھکر چھوڑ دیا جاوے کہ گو اس سے ظاہراً وہی امر ثابت ہوتا ہے جو اول امر میں سمجھا جاتا ہے لیکن اُس میں احتمال اس بات کا بھی باقی ہے کہ جانب مخالف موجود ہو سکے یعنی اس سے وہ مدعا جسپر اُسکو پیش کیا جاتا ہے پورے طور سے ثابت نہیں ہوتا اسکی توضیح اس طرح ہو سکتی ہے کہ ڈاک والی مثال مذکورہ بالا میں معتمد علیہ افسر اُس ڈاک کے ملازم کی نسبت خبر دے کہ یہ گیارہ بجے ڈاک میں شریک تھا اور جسنے اُسکو خود دیکھا اور گواہ صرف اتنا بیان کریں کہ اُسکو دس بجے کی گاڑی سے پہلے جسنے دیکھا تھا کہ

(ج) شہر سے اسباب لئے ہوئے اسٹیشن کو بارادۂ دہلی جارہا تھا۔ یہ اُسکو مستلزم ہے کہ ملزم گیارہ بجے ڈاکہ میں شریک تھا لیکن یہ لازم آنا ظنی ہے قطعی نہیں اسواسطے کہ ہوسکتا ہے کہ شہر سے اس طرح نکلنا ہی اُس کا صحیح ہو اور ڈاکہ میں شریک ہونا بھی صحیح ہو وہ اس صورت سے کہ ملزم دس بجے سے پہلے شہر سے نکلا ہو لیکن اسٹیشن تک نہیں گیا اور اسباب کہیں رکھکر ڈاکہ میں شریک ہوگیا بلکہ بہت ممکن ہے کہ اسنے یہ صورت اسباب باندھنے اور مسافر بننے کی اسی واسطے بنائی ہو کہ لوگ جاتے دیکھ لیں اور ڈاکہ زنی کا شبہ اُس پر نہ ہوسکے۔ تو یہاں اُس واقعہ کا اُس ملزم کے ڈاکہ میں شریک ہونے کو مستلزم ہونا ظنی ہوا یعنی یہ دلیل عقلی ظنی ہے۔ اور بمقابلہ اُسکے خبر قطعی یعنی اُس افسر کا بچشم خود اُسکو ڈاکہ میں شریک دیکھنا دلیل نقلی قطعی ہے جس میں کوئی احتمال و شک و شبہ نہیں۔ ہر اہل عقل جانتا ہے کہ اس صورت میں دلیل نقلی کو یعنی افسر مذکور کی خبر کو دلیل عقلی پر ترجیح ہوگی کیونکہ دلیل عقلی محتمل ہے اور دلیل نقلی غیر محتمل۔ اس سے ثابت ہوا کہ تعارض ادلہ کی صورت سوم میں یعنی جبکہ دلیل نقلی قطعی ہو اور دلیل عقلی ظنی تو دلیل نقلی ہی کو ترجیح ہوگی اُسکے خلاف کرنا خلاف عقل ہے۔ ۴۴

چوتھی صورت تعارض دلیل شرعی و عقلی کی یہ ہے کہ دلیل شرعی ظنی ہو اور دلیل عقلی قطعی اُس کا حکم یہ ہے کہ یہاں دلیل عقلی کو ترجیح دی جاویگی اور دلیل شرعی کے وہ معنی لئے جاوینگے جسکو وہ محتمل ہے یہ حکم بالکل فطرت سلیمہ کے موافق ہے۔ اس صورت میں اس کہنے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ خلاف ادب ہے کہ دلیل شرعی کو چھوڑ دیا گیا یہ چھوڑنا نہیں ہے بلکہ اسکے ظنی ماننے کا اظہار ہے کیونکہ ظنی کہنے کے معنی یہی تھے کہ اُس میں دوسرے معنی کی بھی گنجائش ہے جب ایک کلام میں دو معنے لئے جاسکتے ہیں تو ایک معنی کسی معقول وجہ سے مراد لینا جسکی اجازت متکلم کی طرف سے بھی ہو متکلم کے حکم کے خلاف ورزی نہیں ہوتی جیسا کہ ظاہر ہے اسکی مثال عرف میں یہ ہے کہ ایک آقا نوکر کو حکم دے کہ بازار سے ایک تانبے کا لوٹا خرید لاؤ اُسکے ظاہری اور متبادر معنے یہ ہیں کہ قریب کے بازار سے خرید لاؤ لیکن یہ کلام اس دلالت میں قطعی نہیں ہے کیونکہ بازار قریب کے بازار کو بھی کہہ سکتے ہیں اور دور کے بازار کو بھی تو یہ دلیل بازار قریب کے واسطے ظنی ہوئی اب اگر اُسکو دلیل عقلی قطعی سے تعارض ہو مثلاً اُس بازار میں لوٹے بکتے ہی نہوں تو اُس وقت

(ح) میں عقلاً کیا تجویز کرینگے کیا اُس نوکر کو یہ کرنا چاہیئے کہ بازار کے لفظ کو بازار قریب ہی کے معنی پر محمول کرکے اور تلاش کرکے خاموش ہو کر بیٹھ رہے اگر ایسا کرے تو وہ نوکر مطیع اور کارگزار سمجھا جاویگا یا نہیں اور کیا اگر وہ دور کے بازار سے جاکر لوٹا خرید لاوے تو عاصی اور نافرمان قرار دیا جاویگا۔ ہرگز نہیں اگر ایسا کریگا تو آقا سرزنش کریگا اور کہیگا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ دور کے بازار تک مت جانا جب میرا کلام دونوں بازاروں کو شامل تھا اور قریب کے بازار میں لوٹا ملا نہیں تو دوسرے بازار تک کیوں نہیں گیا اسکی بنا اسی اصول پر تو ہے کہ دلیل نقلی ظنی کو دلیل عقلی قطعی پر کیوں ترجیح دی اُس وقت یہ نوکر اگر یہ عذر کرے کہ آپکے حکم کے خلاف ورزی کے خوف سے میں دور کے بازار نہیں گیا تو جواب یہی دیا جاویگا کہ میرا حکم تو خود اُس بازار کے شمول کا احتمال رکھتا تھا خلاف ورزی کیسے ہوتی بلکہ یہ عین تعمیل حکم اور کارگزاری تھی اس مثال سے بخوبی توضیح ہو جاتی ہے کہ یہ اصول بالکل موافق عقل سلیم ہے کہ دلیل نقلی ظنی کو جب دلیل عقلی قطعی سے تعارض ہو تو دلیل عقلی پر عمل کرنا چاہیئے اور اس عمل کرنے سے دلیل نقلی
کو ترک کرنا لازم نہیں آتا بلکہ اُسکی ظنیت کو تسلیم کرتا ہے اور متکلم کے عین مراد کو سمجھنا اور تعمیل ۸۵
کرنا ہے اُسکی شرعی مثال یہ ہے کہ سائنس والوں کے مشاہدے سے اور ریاضی کے قواعد یقینیہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ آفتاب زمین سے علیحدہ ہے اور اپنی حرکت کے کسی حالت میں زمین سے نہیں چھوتا اور قرآن شریف میں ذوالقرنین کے قصہ میں یہ لفظ آئے ہیں (وجدھا تغرب فی عین حمئۃ) یعنی ذوالقرنین ایک ایسی جگہ پر پہونچے کہ وہاں آفتاب کو پایا ایک کیچڑ والے چشمہ میں غروب ہوتا ہے۔ ان الفاظ سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہاں آفتاب پانی اور کیچڑ میں غروب ہوتا تھا تو زمین سے اُسکو مس ہوا اور یہ دلیل عقلی مذکورہ کے خلاف ہے چونکہ یہاں دلیل نقلی کی دلالت ظنی ہے اس واسطے کہ آیت یہ نہیں کہتی کہ وہاں آفتاب کیچڑ اور پانی میں چھپتا تھا بلکہ یوں کہتی ہے کہ ذوالقرنین نے یوں محسوس کیا اسکو بادی النظر میں ایسا معلوم ہوتا کہتے ہیں ایسے موقعوں پر ہمارے محاورہ میں بھی ایسے ہی لفظ بولتے ہیں مثلاً حاجی لوگ سمندر کی حالت بیان کرتے ہیں کہ اتنا لمبا چوڑا ہے کہ ہفتوں تک کہیں خشکی کا نشان نظر نہیں آتا آفتاب پانی ہی میں سے نکلتا ہے اور پانی ہی میں چھپتا ہے اُسکا مطلب یہ ہرگز نہیں ہوتا کہ واقعی میں ایسا ہی ہے

(ح) کہ آفتاب پانی کے اندر سے نکلتا ہے اور پانی کے اندر چھپتا ہے بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ آنکھ سے ایسا نظر آتا ہے کیونکہ جہاں تک نظر پہونچتی ہے پانی ہی پانی ہوتا ہے تو جو چیز نیچے سے اوپر کو آویگی وہ پانی ہی میں سے اٹھتی نظر آویگی چونکہ آیت کی دلالت آفتاب کے زمین سے مس کرلے پر بالکل ظنی ہے اور اس میں دوسرے معنوں کی بہت گنجائش ہے اور دلیل عقلی اسکے خلاف بالکل قطعی ہے لہذا دلیل عقلی کو بحال رکھا جاویگا اور دلیل نقلی کے وہ معنی لیے جاوینگے جسکو وہ محتمل ہے یعنی بادی النظر میں ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آفتاب پانی میں چھپتا ہے مطلب یہ ہوگا کہ وہ ایسی جگہ تھی آگے اسکے مغرب کی طرف پانی ہی پانی تھا حتی کہ آفتاب پانی ہی میں غروب ہوتا نظر آتا تھا یہ وہ واقعہ ہے کہ جسکی نسبت کہا گیا ہے کہ درایت مقدم ہے روایت پر واللہ اعلم۔

اس تعارض ادلہ کی بحث سے بخوبی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ ابناء زمان کا یہ طریقہ کس قدر غلط ہے کہ ہر جگہ درایت کو مقدم رکھتے ہیں روایت پر اور متکلمین کا وہ مطلب ہرگز نہیں جو انہوں نے سمجھا بلکہ اسمیں تفصیل ہے اور تعارض کی چار صورتیں ہیں صرف ایک صورت میں درایت کو مقدم کیا جاتا ہے روایت
پر اور یہ مقدم کرنا روایت کا ترک نہیں ہے بلکہ اسکی باعتبار دوسرے معنی کے تعمیل اور دونوں میں تطبیق ہے ۸۹

تنبیہ جیسے یہ غلطی ہے کہ ہر جگہ دلیل عقلی کو دلیل نقلی پر مقدم کیا جاوے جس میں آج کل کے تعلیم یافتہ لوگ کثرت سے مبتلا ہیں ایسی ہی یہ بھی غلطی ہے کہ دلائل شرعیہ میں امتیاز نہ کیا جاوے اور ہر دلیل کو خواہ وہ ظنی ہی ہو قطعی کے درجہ میں پہونچا دیا جاوے کیونکہ اس کو ظنی تسلیم کرینکے معنی یہ ہی تھے کہ اس کا حکم اس یقین کا موجب نہیں جو دلیل قطعی سے پیدا ہوسکتا ہے۔ اس غلطی میں بھی بہت لوگ مبتلا ہیں خصوصاً کم علم واعظین کہ وعظوں میں ایسے ایسے مضامین بیان کرتے ہیں جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں یا صراحۃً قرآن یا حدیث میں موجود ہیں مگر ان کا ثبوت یا دلالت درجہ ظن سے نہیں بڑھا ہے مثلاً حدیث آحاد سے ثابت ہیں جنکی سند متواتر نہیں ہے یا قرآن شریف میں موجود ہیں مگر دلالت الفاظ کی ظنی ہے یعنی ایسے الفاظ ہیں جن کے ایک معنی قریب ہیں اور ایک بعید اور اس وجہ سے کہ معنی قریب کو چھوڑنیکی کوئی خاص وجہ نہیں ہے معنی قریب ہی لیے جاتے ہیں مگر احتمال معنی بعید کا ہی رہتا ہے اور اسی وجہ سے اسکو ظنی کہا جاتا ہے یہ واعظ لوگ اس پر فتویٰ لگا دیتے ہیں کہ قرآن سے یہ مضمون ثابت ہے جو کوئی اسکے خلاف عقیدہ رکھے وہ قرآن کا

(ح) منکر ہے اور قرآن کا منکر کافر ہے یہ سخت غلطی ہے اور جہالت ہے بطور نمونہ ایک مضمون ایسا پیش کیا جاتا ہے بعض واعظ صاحبان نے بیان کیا کہ قرآن شریف سے زمین کا غیر متحرک ہونا ثابت ہے اور ثبوت میں یہ آیت پڑہی۔ اللہ الذی جعل لکم الارض قرارا والسماء بناء لفظ قرار مصدر ہے اور مصدر بمعنی اسم فاعل بہی آسکتا ہے تو معنی یہ ہونگے کہ زمین کو ٹھیرنے والی چیز بنایا اور یہاں تقدیر مضاف کی بہی ممکن ہے۔ تو معنی یہ ہونگے کہ زمین کو محل قرار یعنی جگہ بنایا۔ نیز ممکن ہے کہ قرار مفعول لہ ہو تو معنی یہ ہونگے کہ زمین کو واسطے ٹھیرنیکے بنایا جب تین احتمال ہیں تو تینوں ظنی ہوگئے اور آیت کی دلالت کسی معنی پر بہی مانی جاوے ظنی کہلائے گی تو ایک کو متعین کر لینا زبردستی ہے اور اُس پر ایسا یقین کر لینا کہ اُسکے خلاف کہنے پر کفر کا فتوی لگایا جائے جہالت ہے۔ ایسے موقعوں پر صحیح طریقہ یہ ہے کہ کہا جائے کہ ظاہری معنی یہ ہیں کہ زمین ساکن ہے لیکن دوسرے معنوں کے محتمل ہونیکی وجہ سے یہ مسئلہ یقین کے درجہ میں نہیں ہے اگر کسی دلیل عقلی سے یا مشاہدہ سے زمین کا متحرک ہونا ثابت ہوجائے تو آیت کے خلاف نہیں ہے اسی وجہ سے حضرت مصنف مدظلہٗ نے
تلخیصات عشر میں تحریر فرمایا ہے قالوا ان الارض متحرکۃ قلنا لا نصدق ولا نکذب یعنی اہل سائنس نے ۸۷
کہا ہے زمین متحرک ہے ہم کہتے ہیں نہ ہم اسکی تصدیق کرتے ہیں نہ تکذیب۔ یعنی مذہب اسلام میں اسکے متعلق کوئی تصریح قطعی نہیں آئی اگر حرکت ثابت ہو تو شریعت کے خلاف نہیں اور سکون ثابت ہو تو شریعت کے خلاف نہیں۔ اور بطور قاعدہ کلیہ بعض تقریرات میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ اُن باتوں کے متعلق کوئی رائے قطعی قرار دینا جنکے متعلق شریعت میں کوئی نص قطعی نہیں آئی نہایت خطرناک ہے کیونکہ بہت ممکن ہے کہ اُس نے ایک رائے تحقیق شرعی سمجھکر قرار دے لی اور مرتے وقت یا زندگی ہی میں اُسکے خلاف مکشوف یا ثابت ہوگیا تو دل میں تمام تحقیقات شرعی سے بدگمانی پیدا ہوجاویگی اور نعوذ باللہ ایمان جاتا رہیگا۔ اور خیال ہوگا کہ شریعت کی ساری باتیں ایسی ہی غلط ہونگی جیسے اُس میں غلطی نکلی حالانکہ یہ شریعت کی غلطی نہیں خود اُسی کی غلطی ہے شریعت نے تو خود اُس کو تصریح کے ساتھ نہیں بیان کیا تھا اُس نے اسکو تصریح سمجھا جب شریعت نے ایک بات کو ظن کے مرتبہ میں رکھا تو اُس نے اُسکو یقین کے مرتبہ میں کیوں پہونچا دیا۔ اس غلطی میں لوگ کثرت سے مبتلا ہیں۔ ایسی صدہا باتیں ہیں جنکو شریعت نے ظن کے مرتبہ میں رکھا ہے

(ح) اُن کو یقین کے مرتبہ میں پہونچا دینا زیادتی ہے اور طرح طرح کے خطرات کا موجب ہے جیسا کہ اس کتاب میں جگہ جگہ آئیگا ایسے موقع پر یہ کہنا چاہیئے کہ شریعت نے اسکو صاف بیان نہیں کیا جو کچھ بیان کیا ہو اُس میں کئی احتمال ہیں لہذا سب ظنی ہیں لہذا شرعی لحاظ سے نہ ہم اُس پر کامل یقین کر سکتے ہیں نہ اُسکی قطعی طور پر نفی کر سکتے ہیں اگر کوئی دلیل عقلی یقینی اس وقت یا آئندہ موجود ہوگی تو نقلی دلیل کے وہ دوسرے معنے بیکہ جسکو وہ محتمل ہے عقلی دلیل کے موافق قائل ہو جائینگے مثلاً زمین کے متحرک ہونیکے متعلق نقلی دلیل کے ظاہر الفاظ کا مقتضا کسی درجہ میں حرکت کی نفی ہے لیکن دوسرے معنوں کو بھی محتمل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا انکے اعتبار سے حرکت و عدم حرکت سے سکوت ثابت ہوا اور عقلی دلیل آج کل کی تحقیق کے موافق زمین کی حرکت ثابت کرتی ہے گو یہ دلیل بھی ظنی ہے یعنی ایسی یقینی نہیں ہے کہ اُس میں جانب مخالف کا احتمال ہی نہ رہے یہ ہی وجہ ہے کہ بعض سائنس داں زمین کی حرکت کے خلاف بھی ہیں لہذا یوں کہیں گے کہ شریعت میں اُسکی کوئی تصریح نہیں عقلی دلیل سے جو ثابت ہو اُسکو مانا جاسکتا ہے نہ حرکت کے قائل ہونے میں کوئی شرعی گناہ لازم آتا ہے نہ سکون کے قائل ہونے میں۔ دونوں حق تعالیٰ کے قدرت کاملہ کی دلیلیں ہیں سکون تو اس واسطے کہ اتنا بڑا ثقیل جسم کس خوبی کے ساتھ ٹھیرا ہوا ہے اور حرکت اس سے بھی زیادہ قدرت کی دلیل ہے کیونکہ اتنا بڑا جسم کس استقامت اور انتظام کے ساتھ حرکت کرتا ہے کہ کبھی اُسکی حرکت میں فرق نہیں آتا کبھی اُسکی حرکت میں ذراسی غیر طبعی حرکت شامل کر دیتے ہیں جسکو زلزلہ کہتے ہیں تو گویا قیامت آجاتی ہے۔ ۸۸

فائدہ جلیلہ ۔ کوئی ملحد کہہ سکتا ہے کہ شریعت اسلامی کو الہامی اور منزل من اللہ کہا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کا علم پورا پورا اور واقعی ہے پھر شریعت کی باتوں میں قطعی اور ظنی کی طرف تقسیم کیا معنے کیا خدا لئے تعالیٰ کو (نعوذ باللہ) بعض باتوں کا علم قطعی طور پر نہ تھا جو وہ ظنی رہ گئیں اُسکے جواب تین ہیں دو الزامی اور ایک تحقیقی پہلا جواب الزامی یہ ہے کہ اس اشکال کے جواب کے صرف اہل اسلام ہی ذمہ دار نہیں بلکہ ہر وہ شخص جو کسی مذہب کا قائل ہے اُس کا ذمہ دار ہے کوئی ایسا مذہب نہیں جسکی تحقیقات میں یہ تقسیم نہ ہو ورنہ اُس مذہب کے علماء میں اختلاف نہ ہوتا اور اختلاف سے کوئی مذہب خالی نہیں اختلاف صاف اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بات پوری طرح صاف بیان نہیں ہوئی اور بعض باتیں ایسی ہی ہر مذہب میں ہیں جن میں اختلاف نہیں ظاہر ہے۔

(باقی آئندہ)

شرح حبیبی

عاشق صنع خدا با فر بود / عاشق مصنوع او کافر بود

درمیان این دو فرقے بس خفیست / خود شناسد آنکه در رویت صفیست

وے سوالے کرد سائل مر مرا / زانکه عاشق بود او بر ماجرا

گفت نکتہ الرضا بالکفر کفر / این پیمبر گفت و گفت اوست مہر ۲۵

باز فرمود او کہ اندر ہر قضا / مر مسلمان را رضا باید رضا

نے قضائے حق بود کفر و نفاق / گر بدین راضی شوم باشد شقاق

ور نیم راضی بود آن ہم زیان / پس چہ چارہ باشدم اندر میان

گفتمش این کفر مقضی نے قضاست / ہست مقضی آثار قضا این کفر راست

پس قضا را خواجہ از مقضی بدان / تا شکالت حل شود اندر جہان

راضیم بر کفر زان رو کہ قضاست — نے ازان رو کہ نزع و کفر ماست

کفر از روے قضا خود کفر نیست — حق را کافر مخوان اینجا مایست

کفر جہل ست و قضاے کفر علم — ہر دو یک کے باشد آخر حلم و ظلم

زشتی خط زشتی نقاش نیست — بلکہ از وے زشت را بنمودنیست

قوت نقاش باشد آنکہ او — ہم تواند زشت کردن ہم نکو

۲۶ گر کشایم بحث این را من بساز — تا سوال و تا جواب آید دراز

ذوق نکتہ عشق از من میرود — نقش خدمت نقش دیگر مے شود

آن یکے مرد دو مو آمد شتاب — پیش یک آئینہ دار مستطاب

گفت از ریشم سفیدی کن جدا — کہ عروس نو گزیدم اے فتیٰ

ریش او ببرید و کل پیشش نہاد — کہ تو بگزین چون مرا کاری فتاد

این سوال و این جواب است اے گزین — کہ سر اینہا ندارد مرد دین

این یکے زد سیلیے مر زید را حملہ کرد او ہم برائے کید را

گفت سیلی زن سوالے میکنم پس جوابم گوئی وانگہ مے زنم

بر قفائے تو زدم آمد طراق یک سوالے دارم اینجا در وفاق

این سوال از تو ہمے پرسم بگو حل کن اشکال مرا اے نیکخو

این طراق از دست من بود یا از قفا گاہ تو اے فخر کیا

گفت از درد این فراغت نیستم کہ درین فکر و تامل بیستم ۲۷

تو کہ بیدردی ہمی اندیش این نیست صاحب درد را این فکر ہین

دردمندان را نباشد فکر غیر خواہ در مسجد برو خواہے بدیر

غفلت و بیدردیت فکر آورد در خیالت نکتہ بکر آورد

جز غم دین نیست صاحب درد را مے شناسد ہر درا او گرد را

حکم حق را بر سر و دو نہد حفظ و فکر خویش یکسو مے نہد

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق صنع الٰہی نہایت اچھی چیز ہے اور عاشق فعل حق نہایت باشکوہ برخلاف اسکے عشق مصنوع نہایت مذموم ہے اور عاشق مصنوع بمنزلہ کافر کے ہے ان دونوں میں بہت باریک فرق ہے جسکو صاحب بصیرت صافیہ ہی سمجھ سکتا ہے اور اسکی خفا کی تصدیق تم کو اس واقعہ سے ہوگی کہ کل ایک شخص نے چونکہ وہ تحقیق واقعہ کا نہایت شایق تھا مجھ سے سوال کیا کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الرضاء بالکفر کفر اور آپ کا ارشاد مستند ہے اسکے بعد فرمایا کہ ہر مسلمان کو قضاء الٰہی پر رضامند ہونا چاہیئے اب آپ فرمایئے کہ کیا کفر و نفاق قضائے الٰہی نہیں۔ جبکہ یہ قضاء الٰہی ہیں تو ان پر بحکم حدیث ثانی رضامند ہونا چاہیئے پس اگر اسپر راضی ہوتا ہوں تو حدیث اول کی مخالفت ہے اور اگر راضی نہیں ہوتا تو یہ بھی نقصان ہے کہ حدیث اول کے خلاف ہے اب میں بیچ میں پھنسکر رہگیا ہوں نہ ادہر ہی جا سکتا ہوں نہ ادہر پس آپ فرمائیں کہ میں کیا کروں میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ تم کو خفا کے سبب صنع اور مصنوع اور قضا اور مقضے میں تمیز نہیں
۲۸ ہوئی اس وجہ سے یہ اشکال عارض ہوا کفر قضا نہیں کیونکہ وہ فعل حق سبحانہ ہے بلکہ کفر مقضے ہے اسلئے کہ فعل عبد ہے اور یہ کفر عین قضا نہیں بلکہ اثر قضا ہے پس تم کو قضا و مقضی میں فرق کرنا چاہیئے تاکہ تمہارا شبہ حل ہوجاوے اور یوں کہو کہ میں کفر سے راضی ہوں اس حیثیت سے کہ آپ کے قضا کا اثر ہے اور اس حیثیت سے اس سے راضی نہیں ہوں کہ وہ آپ کے ساتھ بغاوت اور ہمارا کفر اور ہمارا فعل ہے پس دونوں حدیثوں پر عمل ہوگیا۔ حدیث ثانی پر تو ظاہر ہے اور حدیث اول پر اسلئے کہ کفر بحیثیت اثر قضا ہونے کے کفر ہی نہیں کیونکہ خلق کفر اور قضائے کفر کفر نہیں ورنہ نعوذ باللہ خدا کا کافر ہونا لازم آئے گا۔ پس تم اسکو کفر نہ کہو۔ اور خدا کو کافر کہنے سے بچو اور قضائے کفر کفر ہو کیونکر سکتی ہے اس لئے کہ کفر تو جہل ہے اور قضائے کفر علم و حکمت پس دونوں حلم و غضب کی طرح ایک دوسرے کی ضد ہونگے اور ایک نہ ہونگے اگر اسپر شبہ ہو کہ قضائے کفر علم و حکمت کیونکر ہو سکتا ہے اور قبیح کیوں نہ ہوگا تو اسکو یوں سمجھو کہ اگر کوئی خوشخطی کا اوستاد کامل برے حروف لکھے تو وہ حرف فی نفسہ تو ضرور برے ہونگے مگر اس سے وہ برائی کی صفت استاد تک سرایت نکریگی

اور وہ بُرا دہ ہوگا بلکہ یوں کہا جاویگا کہ اُس نے بُرے کی بُرائی ظاہر کی اور یہ اُس کا نقص سمجھا
جاویگا بلکہ یہ اسکی قدرت تامہ اور کمال تام ہے کہ وہ اچھے کو بُرا بھی بنا سکتا ہے یعنی جسطرح
وہ اچھا لکھ سکتا ہے یوں ہی بُرا بھی لکھ سکتا ہے بس میں اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اسلئے کہ
اگر میں مفصل بحث کرتا ہوں جسمیں بہت سے سوال وجواب ہوں اور اس وجہ سے وہ دراز ہوجاوے
تو ذوق عشق میرے ہاتھ سے جاتا ہے اور اب جو میں خدمت بندگان خدا میں مصروف ہوں
یا طاعت الٰہی میں مشغول ہوں یہ صورت بدلکر دوسری صورت پیدا ہوتی جاتی ہے کیونکہ مجھے
نفس کی مداخلت کا اندیشہ ہے یا یوں کہو کہ یہ جسقدر میں نے کہا ہے اور کہہ رہا ہوں یہ تو
بالہام حق ہے اور مزید تفصیل کے متعلق الہام ہوا نہیں پس اگر میں زیادہ بیان کرونگا تو اپنی
اپنی فہم سے کام لینا پڑیگا اور اس میں مشغولیت کے سبب حق سبحانہ کی طرف سے توجہ ہٹے گی
اور اس سے عشق میں نقصان آنا ظاہر ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرے اس ذوق میں کمی
آئے۔ لہذا مزید تفصیل سے معذور ہوں اب اسکے مناسب ایک قصہ سُن جس سے میری
معذوری خوب ظاہر ہو جاوے۔ ایک شخص جسکے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ تھے وہ ایک حجام ۴۹
کے پاس آیا اور کہا کہ میری ڈاڑھی میں سے سفید بال نکال دے کیونکہ میں نے نئی شادی کی ہے
مبادا دلہن کو نفرت ہوجاوے اُس نے ساری ڈاڑھی مونڈ کر سامنے رکھدی اور کہا کہ مجھے
تو فرصت نہیں کیونکہ ایک ضروری کام آپڑا ہے آپ خود چن لیجئے بس یہی حالت طالبین کی
ہوتی ہے اور وہ سوال وجواب کی طرف اصلا التفات نہیں کرتا۔ اسکی مثال ایسی ہوتی ہے۔
جیسے کسی شخص نے ایک شخص کے تھپڑ مارا اس نے بھی چالاکی سے اسپر حملہ کرنا چاہا تو اس تھپڑ
مارنے والے نے کہا کہ میں ایک سوال کرتا ہوں پہلے تم اسکا جواب دیدو اسکے بعد مجھے
مار لینا یہ تو ظاہر ہے کہ میں نے تمہاری گدی پر تڑاق سے تھپڑ مارا ہے اسکے متعلق مجھے ایک
بات بغرض تحقیق دریافت کرنی ہے وہ یہ کہ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں اور آپ میرے اس
شبہ کو حل فرمائیں کہ تڑاق میرے ہاتھ سے ہوا تھا یا آپ کی گدی سے اسکے جواب میں وہ یہی
کہے گا کہ تکلیف کے سبب مجھے اتنی مہلت نہیں کہ اس معاملہ میں غور وخوض کروں تم کو
تکلیف نہیں ہے لہذا تم خود ہی سوچتے جاؤ پس ساجب کہ تکلیف ہوگی اور اپنی مصیبت

میں مبتلا ہوگا وہ کسی مخمصہ میں نہ پڑیگا اور جو اپنی تکلیف میں مبتلا ہیں وہ دوسرے کی فکر میں نہیں پڑتے۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم خود ہی مصیبت میں مبتلا ہیں ہماری بلا سے خواہ تم مسجد میں جاؤ یا بتخانہ میں غفلت اور بیدردی ہی کی یہ خاصیت ہے کہ تم اتکار لایعنی میں مبتلا ہوسنتے ہو۔ اور وہ ہی تمہارے خیال میں نفیس نفیس مضامین پیدا کرتی ہے جسکو اپنی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اسکو تو سوائے دین کی فکر کے اور کوئی بھی فکر نہ ہوگی اور وہ مقصود اور غیر مقصود میں تمیز کریگا بس اسکا کام تو یہ ہوگا کہ حکم خداوندی کو سر پر رکھے گا۔ اور اپنی کسی غیر اہم شے کو یاد کرنے اور اسکو سوچنے کو ایک طرف رکھے گا۔

شرح شبیری

۳۰ ان دونوں حدیثوں کے درمیان میں توفیق کہ الرضا بالکفر کفر اور دوسری حدیث کہ من لم یرض بقضائے ولم یصبر علی بلائے فلیطلب ربًا سوائے

وے سوالے کرد سائل مر مرا زانکہ عاشق بود او بر ماجرا

یعنی کل ایک سائل نے مجھ سے ایک سوال کیا اسلئے کہ وہ بحث و مباحثہ کا عاشق تھا۔

گفت نکتہ الرضا بالکفر کفر این پیمبر گفت و گفت او ست مہر

یعنی اس نے کہا الرضا بالکفر کا نکتہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور آپ کا قول مہر ہے

یعنی ثابت ہے۔

باز فرمود او کہ اندر ہر قضا مر مسلمان را رضا باید رضا

یعنی پھر آپ نے ہی فرمایا ہے کہ ہر قضا میں مسلمان کو رضا چاہیئے رضا۔

نے قضائے حق بود کفر و نفاق گر بدین راضی شوم باشد شقاق

یعنی تو کیا کفر و نفاق قضائے حق نہیں ہے تو اگر میں اُسپر راضی ہوتا ہوں تو یہ تو خلاف حق ہے۔

ور نیم راضی بود آن ہم زیان پس چہ چارہ باشدم اندر میان

یعنی اور اگر راضی نہیں ہوتا ہوں تو یہ بھی نقصان ہے تو اب درمیان میں میرا کیا علاج مطلب یہ کہ اب نہ ادھر ہٹ سکتے ہیں اور نہ ادھر بڑھ سکتے ہیں تو بتاؤ کہ کیا کریں۔

۳۱ گفتمش این کفر مقضے نے قضاست ہست آثار قضا این کفر راست

یعنی میں نے اُس سے کہا کہ یہ کفر تو مقضی ہے نہ کہ قضا ہے اور یہ کفر تو ٹھیک آثار قضا میں سے ہی

پس قضا را خواجہ از مقضے بدان تا شکالت دفع گردد در زمان

یعنی پس اے خواجہ قضا کو مقضے سے (ممتاز کرکے) جانو تاکہ تمہارا اشکال اسیوقت دفع ہوجاوے تو جب وہ قضا نہیں بلکہ مقضے ہے تو وہ رضا کا محکوم علیہ بھی نہیں ہے آگے بر تقدیر تسلیم ایک دوسرا جواب دیتے ہیں کہ۔

راضیم بر کفر زان رو کہ قضاست نے ازان رو کہ نزاع و خبث ماست

یعنی میں کفر پر اس حیثیت سے کہ وہ قضا ہے راضی ہوں نہ اس حیثیت سے کہ ہماری خباثت اور نزاع ہے مطلب یہ کہ اگر مان بھی لیں کہ کفر قابل رضا ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اس حیثیت سے

کہ فعل حق ہی قضا ہے اور اسپر ہم راضی بھی ہیں مگر اس حیثیت سے کہ وہ فعل عبد ہے ہم راضی نہیں ہیں۔

کفر از روئے قضا خود کفر نیست　　حق را کافر مخوان اینجا مایست

یعنی کفر از روئے قضا کے کفر ہی نہیں ہے حق کو کافر مت کہہ اور اس جگہ مت کھڑا ہو مطلب یہ کہ درجۂ خلق و فعل حق میں یہ کفر کفر ہی نہیں ہے ورنہ اگر اُسکو اس درجہ میں کفر کہا جاوے اور اسکے خالق حق تعالےٰ ہیں تو نعوذ باللہ جو لفظ کہ اسکے مرتکب اور فاعل کیلئے کہا جائے وہی حق تعالےٰ کے لئے ہوگا بس معلوم ہوا کہ وہ اس درجہ میں کفر ہی نہیں ہے تو اسپر رضا بھی واجب ہے۔

کفر جہل است و قضائے کفر علم　　ہر دو یک کے باشد آخر خلم و حلم

یعنی کفر تو جہل ہے اور قضائے کفر علم ہے تو پھر حلم اور غضب دونوں یکساں کیسے ہوجاوینگے ۴۲
وہ الگ ہے وہ الگ آگے مثال ہے کہ۔

زشتی خط زشتی نقاش نیست　　بلکہ از وے زشت را بنمودنیست

یعنی خط کی زشتی (مستلزم) نقاش کی زشتی (کو) نہیں ہے بلکہ اُس سے زشت کا دکھانا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی کاتب میر پنجہ کش جیسا مثلاً ایسا لکھے جیسے کہ ایک بچہ لکھتا ہے اور کوئی تمیز نہ کرسکے کہ یہ بچہ کا لکھا ہوا ہے یا کسی ماہر کاتب کا تو یہ اُنکا نقص ہونیکے علاوہ اُن کا کمال ہے کہ باوجود ایسے بڑے کاتب ہونیکے پھر ایسا لکھ سکتے ہیں۔ تو خلق کفر زشتی حق نہیں ہے بلکہ دلیل کمال حق کی ہے۔

قوت نقاش باشد آنکہ او　　ہم تواند زشت کردن ہم نکو

یعنی یہ تو نقاش کی قوت کی دلیل ہے کہ وہ برا بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی آگے فرماتے ہیں کہ۔

(باقی آئندہ)

الحدیث

مع شرحہ الملقب بالادراک والتوصل
الی تحقیق الاشراک والتوسل

بعد البسملۃ والحمدلۃ والصلوٰۃ۔ یہ ایک حدیث ہے رسالہ التشرف کی جس میں
معرکۃ الآراء مسئلوں کی ایک بدیع تحقیق ہے جو غائبانہ تلاش سے ملتی ہی نہ عامہ افکار کو ۱۴۳
وہاں تک رسائی ہوتی ہے ایک مسئلہ توسل جو موضوع رسالہ (التشرف) میں داخل ہونے
کے سبب قصداً وارد کیا گیا ہے دوسرا معیار فرق شرک اکبر و اصغر کا جو ضمناً مذکور
ہوا ہے۔ ضروری اور کثیر النفع اور اہل علم کے معتنی بہ ہونے کے سبب اسکو ایک مستقل
رسالہ کی شکل میں بنا دیا گیا کہ انتفاع میں سہولت ہو اور استقلال کی بنا پر اس کا ایک لقب
بھی رکھدیا گیا جو عنوان میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ اسکو نافع اور شبہات کے لئے دافع
فرما دیے۔ کتبہ اشرف علی آغاز محرم سنہ ۱۳۴۲ھ

حدیث مصعب بن سعد عن ابیہ انہ ظن ان لہ فضلا علی من دونہ من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انما نصر اللہ

حدیث مصعب بن سعد کی حدیث ہے روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے کہ ان کو یہ خیال ہو گیا کہ مجکو دوسرے صحابہؓ پر (بوجہ ریاست کے) کچھ فوقیت ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جو نصرت

هذه الأمة
بضعفائها ودعوتهم
وإخلاصهم
رواه النسائي وهو
عند البخاري
بلفظ هل تنصرون
وترزقون إلا بضعفائكم
ف دل على أمرين الأول
فضل الضعفاء ومن ثم ترى
أهل الله يقدمون الضعفاء
على الكبراء والثاني ثبوت ۱۴۴
التوسل بالمقبولين ذواتهم
وأعمالهم الظاهرة وأعمالهم
الباطنة كما تدل عليه
بضعفائها ودعوتهم و
إخلاصهم والتفصيل في
المسئلة أن التوسل
بالمخلوق له تفاسير ثلثة
الأول دعاءه واستغاثته
كديدن المشركين
وهو حرام إجماعا

(اس امت کی ساتھ ہی وہ بدولت اُس کے
عاجزوں کے اور اُنکی دعا و اخلاص ہی کے ہے
(تو رؤسا اُن کے محتاج ہوئے نہ کہ برعکس)
روایت کیا اسکو نسائی نے اور یہ حدیث
بخاری کے نزدیک ان الفاظ سے ہے۔
تمہاری جو نصرت کی جاتی ہے اور تم کو جو
رزق ملتا ہے یہ صرف تمہارے عاجزوں
کے بدولت ہے ف یہ حدیث دو امر پر دال
ہے ایک تو عاجزوں کی فضیلت اور اسی وجہ
سے تم اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ عاجزوں کو
رؤسا پر مقدم رکھتے ہیں اور دوسرا
مقبولین سے توسل کا ثبوت اُنکی ذات سے بھی
اور اُن کے اعمال ظاہرہ و باطنہ کے ساتھ
بھی چنانچہ اِس مجموعہ پر یہ الفاظ دلالت کرتے
ہیں کہ بدولت اُس کے عاجزوں کے اور اُنکی
دعا و اخلاص کے (لفظ عاجز ذات پر دال ہے
اور دعا عمل ظاہر پر اور اخلاص عمل باطن پر)
اور اس مسئلہ میں تفصیل یہ ہے کہ توسل بالمخلوق
کی تین تفسیریں ہیں ایک مخلوق سے دعا
کرنا اور اُس سے التجا کرنا جیسا مشرکین کا
طریقہ ہے اور یہ بالاجماع حرام ہے باقی

امتیاز شرک جلی کا معیار	یہ کہ یہ شرک جلی بھی ہے یا نہیں سو اس کا معیار یہ ہے کہ اگر یہ شخص اس مخلوق کے

ملہ حاصل اس اعتقاد تاثیر وعدم اعتقاد تاثیر کے معیار فرق کا یہ ہے کہ بعض کا تو یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی خاص مخلوق کو جو اس کا مقرب ہے کچھ قدرت مستقلہ نفع وضرر کی اس طرح سے عطا فرمادی ہے کہ اس کا اپنے معتقد ومخالف کو نفع وضرر پہونچانا مشیت جزئیہ حق پر موقوف نہیں گو اگر روکنا چاہے پھر قدرت حق ہی غالب ہے جیسے سلاطین اپنے نائبین وحکام کو خاص اختیارات اس طرح دیدیتے ہیں کہ ان کا اجرا ہر وقت سلطان اعظم کی منظوری پر موقوف نہیں ہوتا گو روکنا چاہے تو سلطان ہی کا حکم غالب رہے گا سو یہ عقیدہ تو اعتقاد تاثیر ہے اور مشرکین عرب کا اپنے آلہہ باطلہ کے ساتھ یہی اعتقاد تھا" اور بعض کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ ایسی قدرت مستقلہ تو کسی مخلوق میں نہیں مگر بعض مخلوق کو قرب وقبول کا ایسا درجہ عطا ہوتا ہے کہ وہ اپنے متوسلین کیلئے سفارش کرتے ہیں پھر اوس سفارش کے بعد قبول میں تخلف کبھی نہیں ہوتا اور اوس سفارش کی تحصیل کے لئے اُنکے ساتھ بلاواسطہ یا بواسطہ معاملہ مشابہ عبادت کرتے ہیں یہ عقیدہ اعتقاد تاثیر نہیں ہے لیکن بلا دلیل شرعی بلکہ خلاف
۱۴۵ دلیل شرعی ایسا عقیدہ رکہنا معصیت اعتقادیہ ہے اور مشابہ عبادت معاملہ کرنا معصیت عملیہ ہے اور اسی مشابہت کے سبب اطلاقات شرعیہ میں اسکو شرک کہدیا جاتا ہے۔ ھذا ما سنح لی واللہ اعلم"

تتمیم لزیادۃ التفہیم

تقریر مذکور فارق بین الشرکین جو کہ ماخوذ ہے کلیات شرعیہ سے اپنے دونوں دعووں کے اعتبار سے ایک یہ کہ مشرکین اس تصرف غیر مقید بالاذن کے قائل تھے دوسرے یہ کہ تصرف مقید بالاذن کا قائل ہونا شرک اکبر نہیں زیادت اقناع میں محتاج تھی ادلہ جزئیہ کی جنسے ایک مدت تک باوجود فکر ذہن خالی رہا الحمدللہ کہ پرسوں اور کل میں علی التعاقب تین دلیلیں ذہن اور نظر میں گذریں جن کا مجموعہ دونوں دعووں میں تردد کے لئے نافی ہے

دلیل اول عقلی بر اصول مناظرین جانبین جزئیت کے سبب کلیات سے زیادہ کافی ہے وہ یہ ہے کہ مسئلہ توحید الٰہی واجب عقلی ہے خواہ بدیہی ہو یا نظری یہ دوسری بحث ہے اور کسی حکم کا وجوب عقلی مستلزم ہوتا ہے اوسکی نقیض کے امتناع عقلی کو پس نقیض توحید کا حکم ممتنع ہوگا اور اس نقیض کی دو قسمیں ہیں ایک نفی آلہ کہ کفر ہے دوسری تشریک الہ آخر معہ کہ شرک ہے اور ہر مقسم کا امتناع

انہ ان اعتقد استقلالہ بالتاثیر فھو شرک کفری اعتقاداً کما ان الصلوۃ	مؤثر مستقل ہونے کا معتقد ہے تب تو شرک کفری ہے جیسا کسی مخلوق کے لئے نماز روزہ ایسی

مستلزم ہوتا ہے اوس کے سب اقسام کے امتناع کو پس شرک کے لیے لازم ہوا کہ وہ کسی امر ممتنع کا اعتقاد
ہوگا اور اس امتناع و استحالہ کیطرف نصوص بھی مشیر ہیں۔
کقولہ تعالیٰ۔ لوکان فیہما الھۃ الا اللہ لفسدتا وقولہ تعالیٰ لوکان معہ
الھۃ کما یقولون اذا لابتغوا الی ذی العرش سبیلا وقولہ تعالیٰ ما اتخذ
اللہ من ولد وما کان معہ من الٰہ اذا لذھب کل الٰہ بما خلق ولعلا
بعضہم علی بعض وقولہ تعالیٰ لو اراد اللہ ان یتخذ ولدا لاصطفیٰ
مما یخلق ما یشاء سبحانہ۔ ونحوہا من الآیات علی ما فسرت فی بیان القرآن۔
اور تصرف مقید بالاذن عقلاً ممتنع نہیں پس وہ شرک نہ ہوگا گو کسی تصرف منفی بالنص کا اعتقاد بوجہ
مخالفت نص کے معصیت یا کفر یا بدعت ہو علیٰ اختلاف مراتب النص و مراتب المخالفۃ مگر شرک
کسی حال میں نہ ہوگا اور جاہلان عرب کا مشرک ہونا نص سے ثابت ہے پس لامحالہ وہ تصرف
غیر مقید بالاذن کے قائل تھے۔ اس سے بحمد اللہ دونوں دعوے ثابت ہو گئے ۔ ۱۴۶
دلیل ثانی نقلی من الاقوال المنقول عن العلماء الربانیین جو بوجہ صراحت موافقت اکابر کے
دلیل عقلی سے زیادہ شافی ہے۔ قال القاضی محمد علی التہانوی فی کتاب کشاف
اصطلاحات الفنون الشرک علی اربعۃ انحاء الی ان قال منہم من یقول
ان اللہ سبحانہ خلق ہذہ الکواکب وفوض تدبیر العالم السفلی
الیہا وقال بعد ورقۃ ان القوم یعتقدون ان اللہ فوض تدبیر کل من الاقالیم
الی ملک معین وفوض تدبیر کل قسم من اقسام العالم الی روح سماوی
بعینہ (ص ۷۲۳)
وقال ابن القیم فی اغاثۃ اللہفان ما حاصلہ انہ تعالیٰ قال ام
اتخذوا من دون اللہ شفعاء قل اولو کانوا لا یملکون شیئا ولا یعقلون
قل للہ الشفاعۃ جمیعا لہ ملک السموات والارض اخبر ان الشفاعۃ
لمن لہ ملک السموات والارض وھو اللہ وحدہ فھو الذی یشفع بنفسہ
الی نفسہ فیرحم عبدہ فیاذن ھو لمن یشاء ان یشفع فیہ فصارت

(بقیہ حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

والصوم مما یختص باللہ تعالیٰ للمخلوق شرک	عبادت کرنا جو خاص ہے حق تعالیٰ کے ساتھ
کفری عملاً ومعاملۃ لا سجدۃ التحیۃ	عملاً ومعاملۃً شرک کفری ہے نہ کہ سجدۂ تحیت
وان کانت معصیۃ الا ما کان شعار	گو معصیت ہے باستثناء اوس فعل کے جو شعار
الکفر کسجدۃ الصنم وشد الزنار	کفر ہو جیسے سجدہ صنم شد زنار ورنہ نہیں

الشفاعۃ فی الحقیقۃ انما ھی لہ والذی یشفع عندہ انما یشفع باذنہ لہ وامرہ بعد شفاعتہ سبحانہ تعالیٰ وھی ارادتہ من نفسہ ان یرحم عبدہ

وھذا ضد الشفاعۃ الشرکیۃ التی اثبتہا ھؤلاء المشرکون ومن وافقھم وھی التی ابطلہا سبحانہ وتعالیٰ فی کتابہ بقولہ لیس لھم من دونہ ولی ولا شفیع فاخبر سبحانہ انہ لیس للعباد شفیع من دونہ بل اذا اراد اللہ تعالیٰ رحمۃ عبدہ اذن ھو لمن یشفع فیہ بشفاعۃ باذنہ ولیست بشفاعۃ من دونہ والفرق بین الشفیعین کالفرق بین الشریک والعبد المامور الی ان قال فالرب ١٢٧
تعالیٰ ھو الذی یحرک الشفیع حتی یشفع والشفیع عند المخلوق ھو الذی یحرک المشفوع الیہ حتی یفعل (ص ١١٥ الی ١١٨)

ان اقوال سے دعوے اولے منطوقاً اور دعوے ثانیہ مفہوماً ثابت ہے۔

دلیل ثالث نقلی من آیات رب العلمین جو عالم السرائر والضمائر کی شہادت ہونے کے سبب حجیت میں سب سے زیادہ وافی ہے وھو قولہ تعالیٰ قل ادعوا الذین زعمتم من دونہ فلا یملکون کشف الضر عنکم ولا تحویلا، وقولہ تعالیٰ ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من اذن، وامثالھما من الآیات التی تفوت الحصر وجہ دلالت دعوے اولے پر یہ ہے کہ ان نصوص میں ملک تصرف کی نفی کی گئی ہے اور ملک من حیث الملک کا مقتضا بلکہ حقیقت تصرف غیر مقید بالاذن ہے اور سیاق سے مقصود مزعومات مشرکین کا ابطال ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ ایسے اختیارات وتصرفات کے قائل تھے جو کہ مقید بالاذن نہیں پس دعوے اولے ثابت ہوگیا۔ اور محل ذم کی قیود میں مفہوم مخالف معتبر ہوتا ہے اس سے دعویٰ ثانیہ پر بھی دلالت ہوگئی

والحمد للہ علی اتمام النعم والہام الحکم۔ سلخ ج ٢ سنہ ١٣٤٥ھ ١٢ منہ

والا فلا ومعنی استقلاله ان الله قد فوض
اليه الامور بحيث لا يحتاج فی
امضائها الی مشيئته الجزئية و
ان قدر علی عزله عن هذا التفويض
والثانی طلب الدعاء
منه وهذا جائز فيمن
يمكن طلب الدعاء منه
ولم يثبت فی الميت بدليل
فيختص هذا المعنی بالحی
والثالث دعاء الله ببركة
14 هذا المخلوق المقبول وهذا
قد جوزه الجمهور ومنع منه
ابن تيمية واتباعه زعما
منهم انه لم يذكر
احد من العلماء انه يشرع
التوسل والاستسقاء
بالنبی والصالح
بعد موته ولا فی
مغيبه كما فی رسالته
زيارة القبور
والعجب منه

(صرف معصیت ہے) اور مستقل بالتاثیر ہونے
کے معنے یہ ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے یہ کام اوسکے
سپرد ایسے طور پر کر دیئے ہیں کہ وہ اون کے
نافذ کرنے میں حق تعالیٰ کی مشیت خاصہ کا
محتاج نہیں ہے گو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت ہے
کہ اوسکو اس تفویض (واختیارات) سے
معزول کردے اور دوسری تفسیر یہ کہ مخلوق سے
دعا کی درخواست کرنا اور یہ ایسے شخص کے
حق میں جائز ہے جس سے دعا کی درخواست
ممکن ہے اور یہ امکان میت میں کسی دلیل سے
ثابت نہیں پس یہ معنی (توسل کے) زندہ
کے ساتھ خاص ہوں گے۔ اور تیسری تفسیر یہ کہ
اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اوس مقبول مخلوق
کی برکت سے اور اسکو جمہور نے جائز کہا ہے
اور ابن تیمیہ نے اور اون کے اتباع نے
منع کیا ہے اس خیال سے کہ کسی نے علماء
میں سے اسکو ذکر نہیں کیا کہ توسل یا استسقاء
کسی نبی یا صالح کے وسیلہ سے اونکی وفات
یا غیر حاضری کی حالت میں مشروع ہے
جیسا کہ اون کے رسالہ زیارۃ القبور میں یہ
تقریر مذکور ہے اور اون سے تعجب ہے کہ خود

انه نفسه قد ذكر في رسالته
المذكورة قول المجوزين
ودليلهم بالضبط قالوا
وليس في التوسل دعاء
المخلوقين ولا استغاثة
بالمخلوق لكن
فيه سوال بجاهه
كما في سنن ابن
ماجه بحق
السائلين عليك و
بحق ممشاى هذا
والله تعالى قد
جعل على نفسه حقا
الى اخر ما قال
واطال وسرد الآيات
والاحاديث ولم يجب عن هذه
الدلائل لكن مع هذا ثبت على
المنع وحقيقة هذا المعنى
الثالث اللهم ان العبد
الفلاني او العمل الفلاني لنا
اولفلان مقبول ومرضي

انہوں نے اپنے رسالہ مذکورہ میں مجوزین کا قول
اور اونکی دلیل بھی اسی عبارت سے ذکر
کی ہے کہ وہ مجوز لوگ کہتے ہیں کہ توسل میں نہ
مخلوق سے دعا ہے اور نہ اون سے التجا ہے
لیکن اوسمیں صرف اوسکی جاہ (وقبولیت)
کے ذریعہ سے (حق تعالیٰ سے) سوال ہے
جیساکہ سنن ابن ماجہ میں آیا ہے کہ میں
اون لوگوں کے حق سے سوال کرتا ہوں
جو آپسے سوال کرتے ہیں اور اپنے اس
چلنے کی حق سے سوال کرتا ہوں (جو محض
اخلاص کے ساتھ واقع ہوا ہے) اور اللہ تعالیٰ 149
نے اپنی ذات پر (مقبولین کا) حق قرار دیا ہے
اپنے قول کے ختم تک اور دور تک کہتے
چلے گئے اور (اس حق کے اثبات کے لئے)
آیات واحادیث بیان کی ہیں (غرض مجوزین
کی دلائل خود ذکر کئے ہیں) اور ان دلائل کا
کچھ جواب نہیں دیا لیکن باوجود اس (جواب
نہ دینے کے) اس کے منع ہی پر جمے
رہے اور اس معنی ثالث کی حقیقت یہ ہے
کہ اے اللہ فلاں بندہ یا فلاں عمل ہمارا
یا فلاں بندہ کا عمل آپکے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہے

عندك ولنا تلبس وتعلق به اما مباشرة له في العمل واما محبة له في العبد او عمله وانت وعدت الرحمة بمن له هذا التلبس فنسئلك هذه الرحمة فيا ليت شعري اى محذور فيه نقلا وعقلا نعم
لو منع عنه لمصلحة ۱۵
العوام لما خالفناه لكن الكلام في تحقيق المسئلة فالحق فيه معنا ان شاء الله تعالى فاغتنم هذا التحرير الكاشف لحقيقة التوسل وحقيقة الشرك اللتين يتحير فيهما كثير من الفضلاء والعقلاء

اور ہم کو اوس (بندہ یا عمل) سے تلبس اور تعلق ہے خواہ تو اوس عمل میں ارتکاب کا اور خواہ اوس بندہ یا اوس کے عمل میں اوس سے محبت رکھنے کا اور آپ نے ایسے شخص پر رحمت فرمانے کا وعدہ کیا ہے جسکو یہ تلبس (و تعلق) ہو پس ہم اوس رحمت (موعودہ) کا آپ سے سوال کرتے ہیں (یہ حقیقت ہے اس توسل کی) پس کاش مجھکو کوئی یہ تبلا دے کہ اس (مضمون) میں کونسی خرابی نقلی یا عقلی ہے البتہ اگر عوام کی (دینی) مصلحت کے لیئے اس سے منع کیا جاوے تو ہم بھی ابن تیمیہ کی مخالفت نہ کرینگے لیکن کلام مسئلہ کی تحقیق میں ہے سو اوس میں حق ہمارے ساتھ[1] ہے انشاء اللہ تعالیٰ پس اس تحریر کو غنیمت سمجھو جس سے حقیقت توسل کی اور حقیقت شرک کی منکشف ہوگئی جن میں بہت سے فضلاء و عقلاء متحیر ہیں۔ تنبیہ۔ مسئلہ توسل کی ضروری تحقیق مع احادیث رسالہ نشر الطیب کی اڑتیسویں فصل میں بھی قابل ملاحظہ ہے فقط

خاتمہ مصعب بن سعد کی حدیث جو مشکل سا لہ مستقلہ ہے ختم ہوئی +

[1] اس تحریر کے بعد ایک تحقیق علامہ شوکانی کی جواز توسل کے باب میں نظر سے گذری چونکہ ابن تیمیہ کے

معتقدین شوکانی کو بھی حجت کہتے ہیں اسلئے اوسکو نقل کرنا نافع معلوم ہوا وہو ہذا ازالتحدی ۹ ابریل
قاضی شوکانی کا بیان - رہی یہ بات کہ انسان اپنے مقصد کے حصول کے لئے اللہ تعالے کے
دربار میں کسی شخص کو بطور وسیلہ پیش کرے تو اس میں شیخ عز الدین عبدالسلام فرماتے ہیں کہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی شخص کو اللہ تعالے کے دربار میں بطور وسیلہ پیش کرنا جائز نہیں
ہاں نبی کریم کو وسیلہ بنانا جائز ہوگا۔ لیکن بشرطیکہ وہ حدیث صحیح ہو جو توسل بالنبی صلعم کے
اثبات میں پیش کیجاتی ہے۔ شاید حدیث توسل بالنبی صلعم سے شیخ عز الدین کی مراد وہ حدیث
ہو جو نسائی نے اپنے سنن اور ترمذی نے اپنے صحیح اور ابن ماجہ وغیرہ محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں
باسناد نقل کی ہے کہ ایک اندھا دربار نبی صلعم میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
میں اندھا ہو گیا ہوں میرے لئے خدا سے دعا کرو کہ میں بینا ہو جاؤں۔ تو آنحضرت نے فرمایا کہ
وضو کرو اور دو رکعت نماز ادا کرو پھر یہ دعا پڑھو اے اللہ میں تیرے نبی کی طفیل تجھ سے
درخواست کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد میں اپنی بینائی واپس کرانے میں
(تجھے خدا کے دربار میں) سفارشی پیش کرتا ہوں اے اللہ میرے حق میں اپنے نبی کریم
صلے اللہ علیہ وسلم کی سفارش قبول فرما۔ پھر نبی کریم نے ارشاد فرمایا کہ ازیں بعد بھی اگر تمھیں 151
کبھی کوئی ضرورت پیش آئے تو اسی طرح مجھے وسیلہ بناؤ (اس شخص نے نبی کریم کو وسیلہ
بنایا اور آنکھوں کے لئے دعا کی) تو اللہ تعالی نے اس کو بینا کر دیا علماء حدیث مذکورہ بالا
حدیث کا مطلب دو طرح بیان کرتے ہیں ایک تو یہ کہ اس حدیث میں توسل کا مطلب وہی ہے
جو حضرت فاروق نے بیان کیا ہے کہ اے اللہ جب قحط پڑ جاتا تھا تو ہم تیرے نبی کو
تیرے دربار میں وسیلہ پیش کیا کرتے تھے پس تو ہم پر بارش کرتا تھا اور اب ہم اپنے نبی
کے چچا کو تیرے دربار میں وسیلہ پیش کرتے ہیں یہ حضرت عمر کی حدیث صحیح بخاری وغیرہ کتب
میں موجود ہے تو حضرت عمر رض کا یہ مطلب ہے کہ نبی کریم صلعم کی زندگی میں بارش کی دعا
کے وقت صحابہ کرام آپ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے پھر آنحضرت کی رحلت کے بعد
آپ کے چچا عباس رض کو وسیلہ بنایا جاتا تھا تو صحابہ کے توسل بالنبی کا یہ مطلب ہے کہ وہ
اللہ تعالے سے اس طرح طلب باران کیا کرتے تھے کہ نبی کریم دعا فرماتے اور صحابہ
بھی آپ کے ساتھ دعا کرتے تو اس طرح آنحضرت صحابہ کے لیے خدا کے دربار میں وسیلہ
ہوتے کہ سفارشی بھی ہوتے اور ان کے لیئے دعا بھی فرماتے اور دوسرا مطلب حدیث توسل

بالنبی کا یہ ہے (جو قاضی شوکانی کا مذہب ہے) کہ نبی کریم کو حاجات میں وسیلہ بنانا صرف زندگی کی حالت سے مخصوص نہ تھا بلکہ جس طرح زندگی میں آپ کو وسیلہ بنایا جاتا تھا اسی طرح انتقال کے بعد بھی آپ کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور جس طرح آپ کی موجودگی میں آپ سے توسل جائز تھا اسی طرح عدم موجودگی میں بھی جائز تھا۔ یہ بالکل واضح ہے کہ نبی کریم کو آپ کی زندگی میں وسیلہ بنانا اور آپ کے انتقال کے بعد دوسرے بزرگوں کو وسیلہ بنانا صحابہ کرام کے اجماع سکوتی سے ثابت ہے کیونکہ جب حضرت فاروق رضؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا تو کسی صحابی نے بھی اس کا خلاف نہیں کیا۔ میرے خیال میں جواز توسل کو نبی کریم سے مخصوص کر دینا جیسا کہ عزالدین کو وہم ہوا ہے اس کی کوئی وجہ نہیں اس عدم تخصیص کی دو دلیلیں ہیں پہلے تو وہی صحابہ کا اجماع جس سے ہم مطلع کر چکے ہیں اور دوسری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ارباب فضل اور کمال کو بطور وسیلہ پیش کرنے کا دراصل یہ مطلب ہے کہ ان کے اعمال صالحہ اور کمالات کو وسیلہ بنایا جاتا ہے کیونکہ کوئی شخص وسیلہ بننے کے قابل ہی تب ہوتا ہے جبکہ وہ اعمال صالحہ کرے تو گویا جب کوئی شخص یوں کہے کہ اے اللہ میں فلاں صاحب کمال کو تیرے دربار میں وسیلہ پیش کرتا ہوں تو اس کا وسیلہ ۱۵۱
بنانا بلحاظ کمال کے ہوگا۔ اور نیک عمل کو وسیلہ بنانا حدیث سے ثابت ہے جیسا مسلم و بخاری وغیرہ میں موجود ہے کہ نبی کریم نے ان تین شخصوں کا قصہ بیان کیا جو غار میں تھے اور غار کے منہ پر پتھر آ گیا تھا ان میں سے ہر ایک نے اپنے بڑے عمل کو وسیلہ بنایا اور پتھر غار سے ہٹ گیا تو اگر اعمال صالحہ سے توسل ناجائز ہوتا یا شرک ہوتا جس طرح عزالدین وغیرہ سخت گیر لوگ کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان تین آدمیوں کی دعا قبول نہ کرتے اور نبی کریم صلعم ان کا قصہ بیان کرنے کے بعد ان کے فعل توسل کو ضرور ناجائز قرار دیتے (قاضی مرحوم توسل کو ثابت کر کے اب منکرین توسل کے دلائل کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے کہ جب یہ واضح ہو گیا کہ توسل جائز ہے تو) اب معلوم ہو گیا کہ جو دلائل منکرین توسل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً (ما نعبدہم الا لیقربونا الی اللہ زلفیٰ) اور فلا تدعوا مع اللہ احداً اور له دعوة الحق والذین یدعون من دونه لا یستجیبون لهم بشیٔ) ہمارے دعوی جواز توسل بالنبی والصالحین کے لیے مضر نہیں بلکہ اگر ان آیات کو امتناع توسل کے لیے پیش کیا جائے گا تو یوں کہا جائے گا کہ محل نزاع اور امتناع

توسل سے یہ دلائل بالکل اجنبی ہیں کیونکہ مشرکوں کے اس قول سے (ما نعبدھم الا الخ) صاف یہ ظاہر ہے کہ مشرک قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے بتوں کی عبادت کیا کرتے تھے جو شخص کسی بزرگ کو وسیلہ بناتا ہے وہ اس کی عبادت نہیں کرتا بلکہ یہ سمجھ کر خدا کے دربار میں اس کی عزت ہے اس کو وسیلہ بناتا ہے۔ اسی طرح یہ آیت (فلا تدعوا مع اللہ الخ) جواز توسل کے خلاف نہیں کیونکہ اس میں تو صرف یوں کہا گیا ہے کہ خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو نہ پکارو اور یوں نہ کہو یا اللہ یا فلاں اور جو کسی بزرگ کو وسیلہ بناتا ہے وہ تو صرف اللہ کو پکارتا ہے ہاں اللہ کے کسی نیک آدمی کو بوجہ کمال وسیلہ بناتا ہے جس طرح ان غار والے تین اشخاص نے اپنے نیک اعمال کو وسیلہ بنایا تھا اور اسی طرح آیۃ والذین یدعون من دونہ الخ جواز توسل کے خلاف نہیں کیونکہ مشرک تو انکو بلاتے تھے جو ان کی سنتے نہیں تھے۔ اور خدا کو جو ان کی سنتا ہے اس کو نہیں بلاتے لیکن کسی بزرگ کو وسیلہ بنانیوالا تو صرف اللہ کو بلاتا ہے کسی دوسرے کو نہیں بلاتا۔

ہمارے کلام سابق سے منکرین توسل کے تمام دلائل کی بھی قلعی کھل جاتی ہے اور یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ ان دلائل کو منع توسل سے دور کا بھی واسطہ نہیں مثلاً ان کا یہ استدلال کہ
۱۵۳ یوم لا تملک نفس لنفس شیئا والامر یومئذ للّٰہ الخ) جواز توسل کے منافی نہیں کیونکہ اس آیت میں صرف یہ بیان ہو رہا ہے کہ قیامت کو سب اختیارات اللہ کو ہوں گے۔ اور کسی دوسرے کو کوئی اختیار نہیں ہوگا لیکن جو شخص کسی بزرگ کو وسیلہ بناتا ہے اس کا تو کبھی یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ یہ بزرگ اختیارات اخروی میں خدا کا شریک ہے جو یہ عقیدہ رکھے کہ غیر اللہ کو امر آخرت میں کچھ اختیار ہے اس کو تو ہم بھی گمراہ سمجھتے ہیں لیکن متوسل کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہوتا۔ اسی طرح منکرین توسل کا آیت لیس لک من الامر شیء و آیہ قل لا املک لنفسی نفعا ولا ضرا سے استدلال کرنا غلط ہے کیونکہ ان آیتوں میں تو اس کی تصریح ہو رہی ہے کہ نبی کریم صلعم کو امر اللہ میں کوئی دخل نہ ہوگا اور یہ کہ نبی کریم جب اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں تو دوسرے کے نفع نقصان کے کس طرح مالک ہو سکتے ہیں۔ لیکن کسی نبی یا ولی یا عالم کے توسل کے عدم جواز میں ان آیتوں کو کیا دخل متوسل کا تو یہ عقیدہ نہیں ہوتا کہ غیر اللہ کو امر آخرت یا نفع نقصان میں کوئی اختیار ہے۔

توسل کا انکار نبی کریم کی شفاعت کا انکار ہے اور شفاعت کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلعم کو مقام محمود یعنی مقام شفاعت عطا کئے کے

اعزاز سے مشرف فرمایا ہے۔ اور مخلوق کو یہ ہدایت کی ہے کہ آپ کے لیئے اللہ تعالےٰ سے ایسا شرف عظیم کی درخواست کیا کریں۔ اور اللہ تعالےٰ نے نبی کریم کو فرمایا ہے کہ مقام محمود کی دعا کیا کرو۔ آپ کو دیا جائے گا اور امت کے سفارش کرو تمہاری سفارش مقبول ہوگی۔ ہاں شفاعت کا حق اللہ کی اجازت سے ہوگا۔ پھر خاص اس کو جس کو اللہ پسند فرمائیں اسی طرح منکرین توسل کا نبی کریم کے اس ارشاد کو کہ اے فلاں بن فلاں میں اللہ کی طرف سے تیرے لیئے کسی چیز کا مالک نہیں۔ پیش کرنا۔ جواز توسل کے خلاف نہیں کیونکہ اس کا تو صرف یہ مطلب ہے کہ جب کسی کو اللہ نفع یا نقصان پہنچانا چاہے۔ تو میں اس کا خلاف نہیں کرسکتا۔ اور یہ بات ہر مسلمان جانتا ہے۔ لیکن یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ توسل ناجائز ہے۔ کیونکہ متوسل کا یہ عقیدہ تو نہیں ہوتا کہ وسیلہ امر اللہ میں دخیل ہے بلکہ اس کا تو یہ مطلب ہوتا ہے کہ اختیار کلی صرف اللہ کو ہے۔ اور میں اسی سے درخواست کرتا ہوں۔ ہاں کسی ایسے بزرگ کو جس کے طفیل دعا قبول ہو سفارشی بناتا ہوں اور وسیلہ پیش کرتا ہوں +

(ترجمہ در نضید مصنفہ قاضی شوکانی)

۱۵۴

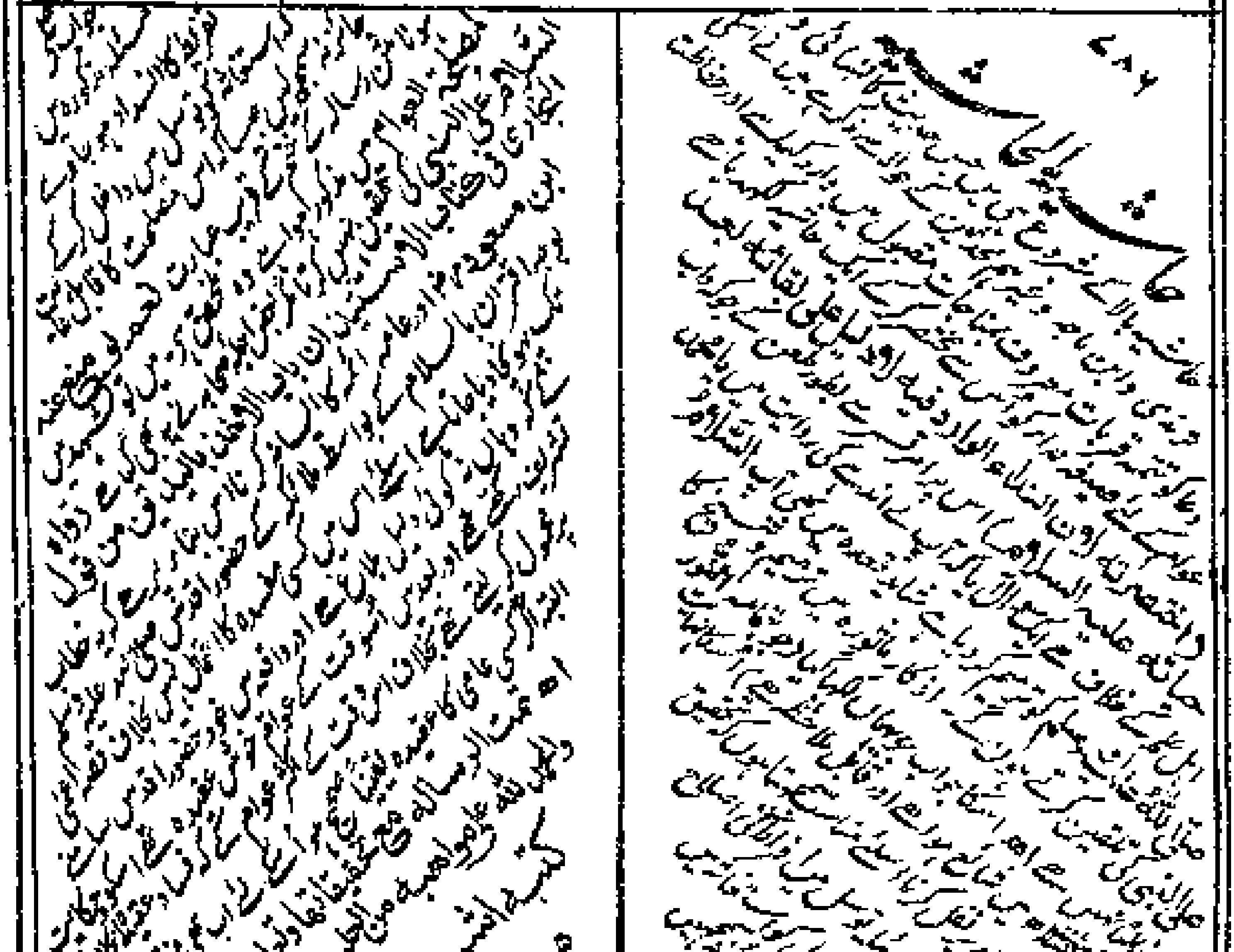

اور میرے پاس عبدالعزیز بیٹھا ہے اتفاق سے اسے پیشاب کی ضرورت ہوئی اور میں اسے پیشاب کراتے لے چلا۔ آدمیون کی کثرت کی وجہ سے اور طرف کو راستہ نہ تھا اور مولوی اسمٰعیل صاحب سے بے تکلفی تھی اسلئے میں اسے مولوی اسمٰعیل صاحب کی طرف کو لے گیا جب عبدالعزیز مولوی اسمٰعیل صاحب کے سامنے پہنچا تو انھون نے تین مرتبہ یا شافی پڑھکر اسپر دم کر دیا اس خواب کے بعد جب آنکھ کھلی تو انھون نے اپنی بیوی کو جگایا اور کہا کہ عبدالعزیز اچھا ہو گیا۔ اطبا فقط کہتے ہیں کہ یہ نہ بچے گا میں نے اسوقت ایسا ایسا خواب دیکھا ہے صبح ہوئی تو میاں عبدالعزیز بالکل تندرست تھے۔

حاشیہ حکایت (۱۱۹) قولہ عبدالعزیز اچھا ہو گیا **اقول** اس سے خواب کو مؤثر نہ سمجھا جاوے بلکہ وہ مبشر تھا جیسا حدیث میں ہے (ش ت)

(۱۲۰) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی عبدالقیوم صاحب اور مولوی محمود بہلتی بیان فرماتے تھے مولوی اسمٰعیل صاحب شہید کی بہن کی شادی شاہ رفیع الدین صاحب کے بڑے بیٹے مولوی عبدالرحمن صاحب کے ساتھ ہوئی تھی مولوی عبدالرحمن صاحب کا انتقال ہو گیا ایک مرتبہ ۲۲۹ مولوی اسمٰعیل صاحب شہید قصبہ پھلت میں منبر پر کھڑے ہو کر نکاح ثانی کی ترغیب دلا رہے تھے پھلت کے صاحبون میں سے ایک صاحب کھڑے ہوئے اور کہا کہ مولوی صاحب میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ ابھی نہ پوچھو پھر پوچھنا اور یہ فرما کر وعظ بند کر دیا اور منبر پر سے اتر گئے اور اسی روز دہلی روانہ ہو گئے اور دہلی ہو کر بہن کے پاس پہونچے انکی بہن مولوی صاحب سے عمر میں بھی بہت بڑی تھیں اور دمہ کے مرض کی وجہ سے کمزور بھی بہت تھیں آپ نے اپنا عمامہ بہن کے قدموں پر ڈالدیا اور فرمایا کہ بہن اگر تم چاہو تو میں وعظ کہہ سکتا ہوں ورنہ نہیں کہہ سکتا انھون نے کہا کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا تم نکاح کر لو انھوں نے کہا کہ مجھے نکاح سے انکار نہیں لیکن میں تو نکاح کے قابل ہی نہیں مولانا نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر لوگ نہیں جانتے وہ یہ ہی سمجھتے ہیں کہ تم رسم کی بنا پر نکاح نہیں کرتیں اسپر وہ رضامند ہو گئیں اور انکا نکاح مولوی عبدالحی صاحب سے کر دیا گیا مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ میرے والد سے نکاح ہونے کے بعد بھی وہ بیمار ہی رہیں اور میرے والد کو ان سے محبت

کا کبھی اتفاق نہیں ہوا اور یہ بھی فرمایا کہ جب ہندوستان میں نکاح ثانی بند ہوا تھا اسوقت سے مولوی اسمٰعیل صاحب کی بہن کا نکاح ثانی سب سے پہلا نکاح ثانی تھا۔

حاشیہ حکایت (۱۲۰) قولہ کبھی اتفاق نہیں ہوا **اقول** خالص دین یہ ہے جوان زوجین نے کر دکھایا کہ بلا توقع کسی حظ نفسانی کے محض احیاء سنت کیلئے نکاح کیا (**رشت**)

(۱۲۱) خانصاحب نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل صاحب سے کسی نے پوچھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب تم پر عاشق تھے اور سید صاحب خود شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کے خدام میں سے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب پر نہ مٹے اور سید صاحب پر اتنے فریفتہ ہوا انھوں نے کہا میں اور کچھ نہیں کہتا صرف اتنا کہتا ہوں کہ جب میں اپنی بہن کو مشکوٰۃ وغیرہ پڑھاتا تھا تو نکاح ثانی کے فضائل قصداً چھوڑوا دیتا تھا کہ مبادا میری بہن کو ترغیب ہو اور وہ نکاح کرے لیکن جب سید صاحب کی صحبت ہوئی تو خود میں نے ہی زور دیکر ان کا نکاح ۲۴۰
کروادیا اس سے تم سمجھ لو کہ میں کیوں سید صاحب پر اتنا فریفتہ ہوں۔

حاشیہ حکایت (۱۲۱) قولہ اس سے تم سمجھ لو الخ **اقول** اس اثر کو تفاضل کی دلیل نہ بنایا جاوے نفع کا مدار مناسبت پر ہے اور یہ فطری امر ہے گاہے افضل سے نفع کم ہوتا ہے مفضول سے زیادہ (**رشت**)

(۱۲۲) خانصاحب نے فرمایا اسی جگہ ذرا سی بات اور لکھواتا ہوں مفصل قصہ کسی دوسری جگہ لکھواؤ نگا (وہ مفصل ۱۲۶ میں مذکور ہے) شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی سے کسی نے کہا کہ آپ تو بڑے کمال کے آدمی ہیں اور کمال باطن میں سید صاحب سے گھٹے ہوئے نہیں بلکہ بڑھے ہوئے ہیں پھر آپ سید صاحب پر اس درجہ کیوں مٹ گئے کہ آپ بھی مرید ہوگئے اور اپنے مریدوں کو بھی ان سے مرید کرایا اسکے جواب میں شاہ صاحب نے فرمایا کہ یہ سب کچھ ہے مگر ہم کو نماز پڑھنی اور روزہ رکھنا نہ آتا تھا سید صاحب کی برکت سے نماز پڑھنی بھی آگئی اور روزہ رکھنا بھی آگیا۔

حاشیہ حکایت (۱۲۲) قولہ نماز پڑھنا بھی آگئی **اقول** احقر یہ سمجھا ہے کہ عبادت کے کمال کی جو حقیقت ہے ان تعبد اللہ کانک تراہ الخ اسمیں سید صاحب کی صحبت سے قوت بڑھ گئی سید صاحب کی یہ نسبت خاص زیادہ قوی ہوگی گو دوسرے احوال باطنیہ پہلے سے ممکن ہے کہ ان میں سید صاحب سے بھی زیادہ قوی ہوں چنانچہ احقر نے ثقات سے سُنا ہے کہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی طرف ہوکر کیفیات و نسبت کا مبادلہ کرتے تھے چنانچہ ۱۲۵ میں آتا بھی ہے (**تشت**)

(۱۲۳) خانصاحب نے فرمایا مولوی عبدالقیوم صاحب فرماتے تھے کہ مولانا شہید ابتداء میں نہایت آزاد تھے کوئی میلہ خواہ ہندؤوں کا ہو یا مسلمانوں کا ایسا نہ ہوتا تھا جس میں وہ شریک نہ ہوتے ہوں اور کھیل بھی ہر قسم کے کھیلتے تھے کنکوا بھی اڑاتے تھے شطرنج بھی کھیلتے تھے مگر باوجود اس آزادی کے بزرگوں کا ادب اور لحاظ اتنا تھا کہ پتنگ اڑ رہے ہیں اور پیچ لڑ رہے ہیں مخالف کے پتنگ کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اتنے میں شاہ عبدالقادر صاحب حجرہ سے نکلے اور آواز دی اسمٰعیل۔ یہ آواز سنتے ہی فوراً جواب دیتے ۱۳۱
حضور، اور پتنگ کو اسی حالت میں چھوڑ کر چلے آتے۔

حاشیہ حکایت (۱۲۳) قولہ چھوڑ کر چلے آتے **اقول** یہی ادب رہبر ہوجاتا ہے طریق حق کا (**تشت**)

(۱۲۴) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولانا ناظر صاحب مولانا عبدالقیوم صاحب اور دوسرے بہت سے لوگوں سے سنا ہے کہ ایک روز مولانا شہید ہندوؤں کے کسی میلہ میں گئے۔ سید صاحب اس زمانہ میں ان سے پڑھتے تھے وہ بھی ان کے ساتھ گئے جب یہ دونوں میلے میں پہونچے سید صاحب پر ایک جوش سوار ہوا اور نہایت غصہ آیا اور تیز لہجہ میں مولانا شہید سے فرمایا کہ آپ نے کس لئے پڑھا تھا۔ کیا سواد کفار بڑھانے کے لئے۔ آپ کو معلوم ہے کہ آپ اسوقت کہاں ہیں۔ آپ غور فرمائیں کہ ایک عالم اور شاہ عبدالعزیز صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کا بھتیجا۔ کفار کے میلہ کی رونق بڑھانے کس قدر شرم کی بات ہے۔ مولانا پر اس کا ایک خاص اثر ہوا اور انہوں نے فرمایا

کہ سید صاحب آپ نہایت بجا فرماتے ہیں واقعی میری غلطی ہے اور یہ فرما کر فوراً لوٹ آئے اور پھر کبھی کسی میلہ میں نہیں گئے۔

حاشیہ حکایت (۱۲۴) قولہ سید صاحب آپ نہایت بجا اقول شاگرد کی نصیحت کو بھرے مجمع میں قبول کرلینا اور عمل کرنا کس قدر مجاہدۂ عظیمہ ہے (تشت)

(۱۲۵) خانصاحب نے فرمایا کہ یہ قصہ میں نے مولانا نانوتوی سے سنا ہے۔ کہ سید صاحب جب سہارنپور تشریف لائے تو پونی کی مسجد کی طرف کو نکلے اس زمانہ میں شاہ عبدالرحیم صاحب ولایتی رحمۃ اللہ علیہ اس مسجد میں رہتے تھے جب آپ مسجد کے نیچے تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ کیا اس مسجد میں کوئی بزرگ رہتے ہیں ہمراہیوں نے عرض کیا کہ ہاں حضور ایک بزرگ رہتے ہیں سید صاحب یہ سنکر مسجد میں تشریف لے گئے اور حجرہ میں جاکر کواڑ لگا لئے۔ جب باہر نکلے تو سید صاحب ہنستے ہوئے نکلے اور شاہ عبدالرحیم صاحب روتے ہوئے نکلے اسی قسم کے دو جلسے یا تین اور ہوئے کہ سید صاحب ہنستے ہوئے اور شاہ عبدالرحیم صاحب روتے ہوئے نکلے۔ چوتھے یا پانچویں جلسہ میں سید صاحب اپنی حالت پر نکلے اور شاہ صاحب روتے ہوئے اسکے بعد شاہ عبدالرحیم صاحب سید صاحب سے بیعت ہوئے یہ قصہ بیان فرما کر مولانا نانوتوی نے فرمایا کہ اول کے جلسوں میں جو سید صاحب ہنستے ہوئے اور شاہ صاحب روتے ہوئے نکلے تو اسکی وجہ یہ تھی کہ سید صاحب کی نسبت شاہ صاحب پر غالب تھی اور شاہ صاحب کی نسبت سید صاحب پر اور آخر مرتبہ جو سید صاحب اپنی حالت پر اور شاہ صاحب روتے ہوئے نکلے تو اسکی وجہ یہ تھی کہ سید صاحب کی نسبت کو غلبہ ہوگیا تھا۔ ۲۴۱

حاشیہ حکایت (۱۲۵) قولہ سید صاحب ہنستے ہوئے اور شاہ صاحب روتے ہوئے اقول ؎

بگوش گل چہ سخن گفتہ کہ خندان ست ٭ بعندلیب چہ فرمودہ کہ نالاں ست (تشت)

(باقی آئندہ)

یہاں تک کہ جب رات بہت آگئی اور پیروں کی آواز موقوف ہوگئی اور سب لوگ اپنی اپنی جگہ پر سو رہے تو دونوں ان کو لیچلیں حضرت ابوبکر ان دونوں پر ٹیک لگائے ہوئے چل رہے تھے یہاں تک کہ دونوں نے ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا دیا حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ پہونچتے ہی حضرت ابوبکر آپ پر جھک پڑے اور آپکی جبین مبارک کا بوسہ لیا اور تمام مسلمان ابوبکر صدیق پر جھک پڑے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو انکی حالت دیکھکر بہت سخت رقت طاری ہوئی حضرت ابوبکر نے کہا میرے ماں باپ آپ پہ فدا ہوجائیں اس خبیث نے جو میرے منہ پر مارا تھا اب اسکا کچھ بھی اثر مجھے نہیں معلوم ہوتا (کشف الغطاء)

غرضکہ جن مصائب وتکالیف میں کوئی صحابی کفار کے خوف ودہشت کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کام نہ آتا وہاں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی اپنی جان پر کھیلتے اور آپ کو کفار کے نرغہ میں گرفتار پاکر ان سے چھڑاتے اسی واسطے حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت صدیق اکبرؓ کی شجاعت کے قائل تھے اور فرمایا کرتے کہ حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے

۲۹ ایسی ایسی مصیبتوں میں سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شجاعت کی کہ وہاں کسی کا حوصلہ نہ تھا (مدارج النبوۃ)

انشاء اللہ تعالےٰ اسکی مفصل بحث آپکی شجاعت کے عنوان میں حوالہ قلم کیجائیگی۔

اسلام کی ابتدائی تاریخ میں بہت سے ایسے عبرت خیز حوادثات ملتے ہیں جنکو پڑھکر یا سنکر کلیجہ تھامنا پڑتا ہے۔ اور اچانک زبان پر یہ شعر جاری ہوجاتا ہے۔

کلیجہ تھام لوگے جب سنوگے ✣ نہ سنوا ے خدا شیون کسی کا

بت پرست اہل مکہ جن لوگوں کو اسلام لاتے ہوئے دیکھتے تو انکو نہایت سخت جسمانی اذیتیں پہنچاتے، سخت سزائیں دیتے۔ جلتی بالو پر لٹاتے۔ پتھر کی سل سینہ پر رکھدیتے تاکہ جنبش نہ کرنے پائیں اور ہرطرح کی بھوک پیاس کی تکلیف دیکر صاف کہہ دیا کرتے تھے "یا تو اسلام کو ترک کردو یا ملک عدم کی راہ لو" ان مصیبتوں کی اگرچہ تمام بیکس مسلمانوں پر بارش عام ہو رہی تھی لیکن ان میں سے جن لوگوں کو قریش کی سختی سے سخت مصیبتیں جھیلنا پڑیں ان کے نام یہ ہیں۔ سیدنا خبابؓ بن الارت، بلالؓ، عمارؓ، سمیہ، یاسر، صہیب، ابوفکیہہ، لبینہ، زنیرہ،

ام عبیس رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سلسلہ فضائل کی یہ پہلی کڑی ہے کہ انہوں نے ان مظلوموں میں سے اکثروں کی جان بچائی۔ بلال، عامر بن فہیرہ۔ لبینہ، زنیرہ، نہدیہ، ام عبیس رضی اللہ عنہم کو گراں گراں قیمتوں پر خرید کر آزاد کیا ہم ان حضرات کے مختصر حالات لکھکر یہ دکہانا چاہتے ہیں کہ یہ مذہب مقدس کن کن مصائب سے دنیا میں پھیلا و نیز مخالفین اسلام پر یہ حجت بھی قائم ہو جائے کہ اسلام دنیا میں بزور شمشیر نہیں پھیلا بلکہ اپنی صداقت و حقانیت سے عالمگیر ہوا ہے۔

سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بن رباح

یہ وہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے موذن و خزانچی تھے حبشی النسل اور امیہ بن خلف کے غلام تھے دیانت اور امانت کی وجہ سے اس نے بتخانہ و خزانے دونوں کی خدمت آپ کے سپرد کر دی تھی۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے مذہب اسلام کے سچے اور من ماننے اصول ۳۰
سنے تو فوراً صدق دل سے ایمان لے آئے شدہ شدہ انکے اسلام لانے کی خبر امیہ کو بھی پہنچگئی یہ خبر سنکر وہ سخت رنجیدہ اور برہم ہوا دونوں خدمتیں ان سے سلب کر کے دوسرے کے سپرد کر دیں اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر ہر پہلو سے سمجھانا شروع کیا اور سمجھانے میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا مگر بقول شخصے ع "یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی اُتار دے" انھوں نے دائرہ اسلام سے ہٹنے میں ایک انچ قدم نہ اُٹھایا اور منہ سے "اللہ احد" کی آواز نکلی جب سمجھانے بجھانے سے کچھ کام نہ چلا تو اس کافر ملعون نے ان کو تکلیف دینے اور ایذا پہنچانے پر کمر باندھی حتی کہ صبح ہی کپڑے اتروا کر جسم عریاں میں ببول کے کانٹے چبھواتا اور جب ٹھیک دوپہر ہو جاتی اور عرب کی تیز دھوپ ریتلی زمین کو اسوقت جلتا توا بنا دیتی تو امیہ ان کو اس جلتے توے پر لٹاتا اور پتھر کی جلتی ہوئی چٹان سینہ پر رکھ دیتا کہ جنبش نہ کرنے پائیں اور چاروں طرف آگ روشن کرا دیتا جب رات آتی تو پاؤں میں بیڑی ہاتھوں میں ہتکڑی گلے میں طوق ڈالکر ایک تنگ و تاریک کوٹھری میں بند کر دیتا اور غلاموں کو حکم دیدیتا کہ باری باری انکی کمر پر کوڑے مارو کہ صبح تک کوڑوں کی آواز برابر چلی آوے

پھر ان سے کہتا کہ اسلام سے باز آ۔ ورنہ یوں ہی گھٹ گھٹ کر مرجائے گا۔ لیکن۔

مریض عشق پر رحمت خدا کی + مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

اسوقت بھی ان کی زبان سے بجز "احد احد" کے دوسرا کلمہ نہ نکلتا۔ ایک مرتبہ انھیں ایسی تکلیف دی جارہی تھی کہ ورقہ بن نوفل کا گزر ہوا وہ یہ حالت دیکھکر تھرا اٹھے ذرا دیر کھڑے ہو کر انکی احد احد کی چیخ پکار سنی تو انھوں نے کہا کہ اے بلالؓ احد احد کہے جاؤ خدا کی قسم اگر اس حالت میں مرجاؤ گے تو ہم تمہاری قبر کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ رحمت بنائینگے جب اس طرح بھی دین برحق سے حضرت بلالؓ کے قدم متزلزل نہ ہوئے تو گلے میں رسی باندھی اور لڑکوں کے حوالہ کیا وہ ان کو شہر کے اس سرے سے اُس سرے تک گھسیٹتے پھرتے تھے لیکن اب بھی وہی احد احد کا سبق نوک زبان تھا۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم امیہ کے مکان کی طرف ہو کر گذرے حضرت بلالؓ کی آواز سنی کہ بلبلا کر "اللہ احد اللہ احد" پکار رہے ہیں فرمایا۔

۳۱ ینجیک احد احد | نجات دیگا تجھ کو وہی ایک اللہ وہی ایک اللہ (تفسیر کبیر و روح البیان)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خبر لگی کہ بلالؓ کو محض اسلام لانے کی وجہ سے انگاروں کے بستر پر سونا پڑتا ہے تو امیہ کے پاس آئے اسلام کے محاسن بیان کرنے کے بعد بلالؓ کے متعلق سلسلہ گفتگو شروع کیا اور کہا کہ اگر تم اسکو مجھے دینا پسند کرو تو میرے غلاموں میں سے جس غلام کو پسند کرو اسکے عوض میں لیلو۔ امیہ کی دلی خواہش اور قلبی تمنا تھی کہ بلال رضی اللہ عنہ علیحدہ ہو اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کوئی عقیل و فہیم غلام ہاتھ لگے اس لئے اس نے اس بات کو بخوشی منظور کر لیا حضرت صدیق اکبرؓ نے نسطاس رومی غلام کو معہ چالیس اوقیہ نقدی کے امیہ کے حوالہ کیا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بارگاہ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں لاکر لوجہ اللہ آزاد کر دیا بعض لوگوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بلالؓ کو اس حال میں خریدا کہ وہ پتھر کے نیچے دبے ہوئے تھے اور ان کو تکلیف دی جارہی تھی (اسد الغابہ) چنانچہ تفسیر حسینی میں یہی منقول ہے۔

آوردہ اند کہ امیہ بن خلف بلال را رضہ
کہ بندۂ او بود بانواع آزار با عذاب میکرد
تا از دین برگردد و ہر زمان آتش محبت
ربانی در باطن او افروختہ تر بود بیت
انجا کہ منتہای کمال ارادتست ✽ ہر چند
جور بیش محبت زیادتست ✽ روزے
صدیق رضہ دید کہ امیہ او را بر خاک گرم افگندہ
بود سنگہائے تفسیدہ بر سینہ وے نہادہ
واو دریں حال احد احد میگفت ابوبکر
صدیق رضہ دل برو بسوخت گفت اے
امیہ وائے بر تو این دوست خدا رے
راچند عذاب میکنی گفت یا ابابکر اگر ۳
دلت بر وے میسوزد او را از من بخر گفت
عوض میکنم او را بہ نسطاس رومی داد
غلامے بود از آن صدیق رضہ دہ ہزار
دینار از روئے قیمت استعداد داشت
و صدیق رضہ او را گفتہ بود کہ اگر ایمان آری
آن مال کہ تو داری و دراں تجارت
میکنی بتو بخشم نسطاس مسلمان نمیشد
و دل صدیق رضہ از و ملول بود چون این
کلمہ از امیہ شنید غنیمت شمردہ نسطاس
را با تمام استعداد او بداد و بلال رضہ
را بستید و فی الحال بامید ثواب اخروی آزاد کرد

لوگوں نے نقل کیا ہے کہ امیہ بن خلف بلال رضہ کو جو
اسکے غلام تھے طرح طرح کی تکلیفوں کے ساتھ عذاب
کرتا تھا تاکہ دین (حق) سے پھر جائیں (پھرنا تو درکنار)
بلکہ محبت الہٰی کی آگ ہر گھڑی اسکے باطن میں زیادہ
افروختہ ہوتی تھی (شعر) انجا کہ منتہائے کمال ارادتست ✽
ہر چند جور بیش محبت زیادتست ✽ ایک دن صدیق رضہ
نے دیکھا کہ امیہ نے آپ کو گرم زمین پر لٹا کر
آپ کے سینہ پر جلتے ہوئے پتھر رکھے۔
اور آپ اس حالت میں احد احد کہہ رہے
ہیں ابوبکر صدیق رضہ کا دل یہ حالت دیکھکر انپر
بہت کڑھا اور فرمایا اے امیہ تیری حالت پر
افسوس کہ اس خدا کے دوست کو اتنی تکلیف
دیتا ہے اس نے جواب دیا اے ابوبکر اگر
آپکا دل اسپر کڑھتا ہے تو اسکو مجھ سے خرید لیجئے
آپ نے کہا کہ میں نسطاس رومی کو اسکا عوض
کرتا ہوں اور یہ صدیق کا ایک غلام تھا دس ہزار
اشرفیاں از روئے قیمت کے کمائی رکھتا تھا صدیق رضہ نے
اسے کہا تھا کہ اگر تو ایمان لے آئے تو وہ مال جو تو رکھتا ہے
اور جس میں تجارت کرتا ہے تجھ کو بخش دوں نسطاس مسلمان
نہیں ہوتا تھا اور صدیق کا دل اس سے رنجیدہ
تھا آپ نے جب امیہ سے یہ کلمہ سنا تو غنیمت سمجھا
نسطاس کو مع اسکی تمام کمائی کے امیہ کو دیا اور
بلال کو لیکر ثواب اخروی کی امید پر فوراً انہیں آزاد کر دیا

(باقی آئندہ)

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

از مولانا حکیم شبیر احمد صاحب انصاری دام ظلہم

شائقین تاریخ اسلامی کو ہم یہ مژدہ جانفزا سناتے ہیں کہ جناب مولانا شبیر احمد صاحب انصاری نے فتوح الشام کا نہایت سلیس اور بامحاورہ ترجمہ کیا ہے قدیم ترجمہ میں جو پیچیدگی اور الجھن ہے وہ باخبر حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ اس زمانہ میں چونکہ اردو زبان روز بروز صاف و شستہ ہوتی جاتی ہے اسلئے اس قیاقوسی ترجمہ نے اہم تاریخی واقعات و اسلامی فتوحات کی واقفیت کا دروازہ بند کر دیا تھا اور شائقین زمانہ حال کے موافق ایک عمدہ اور بامحاورہ ترجمہ کے منتظر رہتے تھے الحمد للہ کہ اس انتظار کی مدت اب ختم ہونے آئی ہے اور فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام ماہ جمادی الاولیٰ میں نہایت آب و تاب سے شائع ہو کر نور افزائے دیدہ و دل مشتاقاں ہوگا۔

اس ترجمہ سے آپکو غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جاں نثاری کے جرأت آموز حالات معلوم ہو نگے اور مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کی دلیرانہ شجاعت و حکیمانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے مخلصانہ جوش پیدا کر کے اسلام کی سرفروشانہ خدمات کیلئے آپکو مستعد کرینگے

الہادی دینیات کا ماہواری رسالہ جسمیں شریعت و طریقت کے متعلق جامع شریعت و طریقت واقف اسرار حقیقت حضرت

یہ ترجمہ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب بتا کر ان تمام طمع کاریوں کی حقیقت بھی واضح کریگا جن سے مسلمان دھوکا کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں اور باوجود ہزار شور و فریاد مخالفین کے نزدیک انکا اقتدار کم ہوتا جاتا ہے پس اے شیفتگان حریت اسلامی اور اے دلدادگان شوکت ملی۔ فتوح الشام کے جدید ترجمہ سے عروج اسلامی کا سچا و صحیح نقشہ دیکھکر اپنی تباہی و بربادی کے اسباب معلوم کرو اور اپنی بزدلی و بے غیرتی پر آنسو بہا کر غیور و اولوالعزم شجاعان اسلام کے کارناموں کو اپنا رہنما بناؤ

فیوض الاسلام کی ضخامت ساڑھے سات سو صفحات تقطیع ۲۰×۲۶ قیمت تین روپے چار آنہ علاوہ محصولڈاک۔ لیکن جو حضرات تیاری سے پہلے اپنا نام درج کرینگے انکو علاوہ محصولڈاک دو روپے چار آنہ کو دیجاویگی۔ مگر نام درج کراتے میں آٹھ آنے پیشگی روانہ کرنے ہونگے ہاں مندرجہ ذیل مقامات سے پیشگی کی ضرورت نہیں صرف نام لکھانا کافی ہے اور وہ محض اسلئے کہ ان مقامات میں ہمیں ہر ایک کتاب پر جدا جدا محصولڈاک خرچ کرنیکی ضرورت نہ ہوگی بلکہ اپنے تعلقات کی جگہ فرمائشوں کی تعداد کے موافق کتاب فیوض الاسلام روانہ کر دینگے۔ جہاں سے خریدار کو ملجاویگی۔

وہ مقامات جہاں کے باشندگان کو پیشگی کچھ دینا نہ ہوگا

تھانہ بھون + دہلی + دیوبند + سہارنپور + جالندھر + آگرہ + اورنگ آباد دکن

ریواڑی + امرتسر + جودھپور + بنڈو + بریلی

المشتہر

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

ضروری

رسالہ الہادی کی عدم رسی کی شکایت

اور احقر مدیر کا تفصیلی جواب

پورے تین سال سے رسالہ الہادی جاری ہے اور بفضلہ تعالےٰ دفتر سے نہایت اہتمام کے ساتھ تاریخ معینہ پر روانہ کردیا جاتا ہے اسپر بھی بعض حضرات کو رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت ہے اور وہ اپنے عنایت ناموں میں احقر مدیر کو نشانہ طعن وتشنیع بناتے ہیں۔ گویا انکے نزدیک رسالہ کے نہ پہونچنے کا سبب صرف دفتر کی بدنظمی ہی ہوسکتی ہے اور کچھ نہیں۔

حضرات

آپ یقین فرمایئے کہ علاوہ دفتر کی بدنظمی کے اور بھی خاص اسباب ہیں جو رسالہ کو اپنی منزل مقصود تک پہنچنے میں مانع ہوتے ہیں کیا آپ اس سے بیخبر ہیں کہ پوسٹ مینوں کی بے پروائی بھی مکتوب الیہ کی پریشانی اور دفتر کی بدنامی کا باعث ہوتی ہے کیا آپ کو یہ معلوم نہیں کہ بعض چالاک لوگ بالا ہی بالا پرچہ وصول کرکے اصل خریدار تک نہیں پہنچنے دیتے۔ کیا آپ کو اسکا تجربہ نہیں کہ بعض دفعہ پتہ میں مغالطہ ہونے سے ایک کا پرچہ دوسرے کو ملجاتا ہے اگر واقعی آپ ان اسباب سے بھی آگاہ ہیں تو سخت حیرت اور تعجب کا مقام ہے کہ آپ اس تلخی کا سارا الزام دفتر الہادی کے سر رکھتے ہیں اور خطوط میں ایسے الفاظ سے یاد فرماتے ہیں جسکا احقر عنداللہ مستحق نہیں ہے

دفتر کی طرف سے یہ اعلان کئی بار شائع ہوا اور اب بھی اسکا اعادہ کرتا ہوں کہ رسالہ کی تاریخ معینہ سے ایک ہفتہ کے اندر اطلاع آنے پر دوبارہ رسالہ ارسال کردیا جاتا ہے امید کہ ہمارے کرم فرما اظہار غضب میں عجلت نہ فرماکر حسب قاعدہ دفتر کو عدم رسی کی اطلاع صاف اور سادے الفاظ میں فرمایا کرینگے فقط